فَقِيهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

فتاویٰ عالمگیری

جدید اردو

مترجم

مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ

تسہیل و عنوانات

مولانا ابو عبید اللہ

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ - اردو بازار - لاہور

فَقِیہٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

فتاوٰی عالمگیری اردو جدید

جلد پنجم

مترجم

مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ تعالٰی

مصنف تفسیر مواہب الرحمٰن و عین الہدایہ وغیرہ

تسہیل وعنوانات

مولانا ابو عبید اللہ

خطیب جامع مسجد رحمۃ للعالمین

ڈیفنس روڈ لاہور

- کتاب الصرف
- کتاب الکفالۃ
- کتاب الحوالۃ
- کتاب ادب القاضی
- کتاب الشہادات
- کتاب الرجوع عن الشہادۃ
- کتاب الوکالۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب ——— فتاویٰ عالمگیری جدید اردو

مترجم ——— مولانا سید امیر علی رحمہ اللہ تعالیٰ

تسہیل وعنوانات ——— مولانا ابو عبید اللہ

تصحیح ——— طارق اسمٰعیل صاحب ایم اے اسلامیات

مطبع ——— علی اعجاز پرنٹرز

ناشر ——— مکتبہ رحمانیہ

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے' انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت' طباعت' تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

فہرست

پاسبان حق@یاھوڈاٹ کام

ٹیلیگرام چینل: t.me/pasbanehaq1

یوٹیوب چینل: pasbanehaq

واٹس ایپ گروپ: 03117284888

فیس بک: Love for ALLAH

کتاب الصرف

اس میں چھ ابواب ہیں

باب : ①

بیع صرف کی تعریف' اِس کے رکن' حکم اور شرائط کے بیان میں

اِس کی تعریف یہ ہے کہ بعض ثمنوں کو بعض کے عوض بیع کرنے کو صرف کہتے ہیں یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اس کے رکن وہی ہیں جو ہر بیع کے ہیں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اس کا حکم شرعاً یہ ہے کہ دونوں صرف کرنے والوں میں ہر ایک کو اس چیز پر جو اس نے دوسرے سے خریدی ہے ابتداء ملک حاصل ہو جائے جیسا بیع میں ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اس کے شرائط چند ہیں ازانجملہ جدا ہونے سے پہلے دونوں بدل پر قبضہ ہونا شرط ہے کذا فی البدائع خواہ دونوں بدل متعین ہوں جیسے ڈھلی ہوئی چیزیں یا متعین نہ ہوں جیسے سکہ یا ایک متعین ہو دوسری متعین نہ ہو کذا فی الہدایہ اور قواعد قدوری میں لکھا ہے کہ یہاں قبضہ سے مراد ہاتھ سے قبضہ ہوتا ہے تخلیہ مراد ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور جدا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دونوں عقد کرنے والے بدنی جدائی اختیار کریں بایں طور کہ ایک ایک طرف چلا جائے اور دوسرا دوسری طرف یا ایک چلا جائے اور دوسرا بیٹھا رہے حتیٰ کہ اگر دونوں اپنی جگہ پر ہوں اور وہاں سے نہ گئے ہوں تو جدا ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا اگرچہ بیٹھے ہوئے دیر گزری مگر جبکہ ان دونوں میں بدنی جدائی ہو جائے اور ایسے ہی اگر دونوں مجلس میں سو جائیں یا دونوں بیہوش ہو جائیں یا اپنی جگہ سے ایک ساتھ کھڑے ہوں اور ایک ہی راستہ پر چلیں اور ایک میل یا زیادہ جائیں اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہو تو متفرق نہ کہلائیں گے یہ بدائع میں لکھا ہے اگر زید کے عمرو پر ایک ہزار درہم قرض ہوں اور عمرو کے زید پر دینار قرض ہوں پھر ایک نے دوسرے کو دیوار کے پیچھے سے یا دور سے آواز دے کر کہا کہ جو تیرا مجھ پر ہے وہ بعوض اس کے جو میرا تجھ پر ہے میں نے بیع کیا تو جائز نہیں ہے اور ایسے ہی اگر ایلچی بھیج کر بیع صرف کی تو بھی جائز نہیں ہے کیونکہ دونوں میں بدنی جدائی ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں درہم کو درہم کے عوض بیچنے اور دینار کو دینار کے عوض بیچنے میں فرق ☆

مجلس[1] کا کچھ اعتبار نہیں ہے مگر صرف ایک مسئلہ میں اور وہ یہ ہے کہ اگر باپ نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے اپنے بالغ بیٹے سے یہ دینار دس درہم کو خریدا ہے پھر دس درہم وزن ہونے سے پہلے اٹھ کھڑا ہوا تو صرف باطل ہو گئی ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے کیونکہ باپ ہی عقد کرنے والا ہے اور بدنی جدائی کا اعتبار یہاں ممکن نہیں ہے تو مجلس کا اعتبار کیا جائے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے پھر جاننا چاہئے کہ درہم کو درہم کے عوض بیچنے اور دینار کو دینار کے عوض بیچنے میں اور پیسوں[2] کو درہم یا دینار کے عوض بیچنے میں فرق ہے کیونکہ پیسوں کو درہم یا دینار کے عوض بیچنے میں دونوں بدل پر قبضہ ہونا شرط نہیں ہے صرف ایک بدل پر جدائی سے پہلے قبضہ ہونا کافی

---

[1] یعنی مجلس متحد رہے تو صرف صحیح ہو جائے یہ معتبر نہیں ہے۔ [2] قولہ پیسوں کیونکہ یہ اصلی ثمن نہیں بلکہ بمنزلہ متاع ہیں۔

ہے یہ محیط میں لکھا ہے از انجملہ یہ کہ اس عقد میں خیار شرط کسی کو نہ ہونا چاہئے از انجملہ یہ کہ اس عقد میں میعاد نہ ہونا چاہئے یہ نہایہ میں لکھا ہے اگر دونوں نے میعاد کی شرط کی پھر جدائی سے پہلے باہم قبضہ کرلیا تو یہ میعاد کا ساقط کرنا ہوگا اور بیع صحیح ہو جائے گی اور اگر خیار کی شرط لگائی پھر جدائی سے پہلے دونوں نے باطل کر دی یا خیار والے نے باطل کی تو استحسانا بیع جائز ہو جائے گی اور اگر عقد میں میعاد تھی پھر میعاد والے نے جدائی سے پہلے اس کو باطل کیا تو استحسانا عقد جائز ہو جائے گا یہ حاوی میں لکھا ہے اگر درہم کو دینار سے بیچنے میں کسی ایک بدل میں ادھار کی شرط لگائی پھر شرط والے نے کچھ نقد دے دیا اور کچھ نہ دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک کل بیع فاسد ہوگی اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی نے ایک دینار بعوض دس درہم کے ایک مہینہ کے وعدہ پر خریدا پھر پانچ نقد دیئے اور دونوں جدا ہو گئے تو پانچ درہم کے حصہ کی بیع نہ ہو جائے گی اور اگر بعوض پانچ نقد اور پانچ ادھار کے خریدا پھر نقد ادا کر دیئے اور جدا ہو گئے تو پوری بیع فاسد ہے اور اگر پورے دس ادا کر دیئے تو بیع جائز ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

نفس عقد میں فساد کی ایک صورت ☆

پھر خیار یا مدت کی شرط لگانے سے بیع صرف جڑ سے فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ فساد نفس عقد میں ہوتا ہے اور قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے عقد صحیح ہونے کے بعد فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ بعض مشائخ کے نزدیک قبضہ اس واسطے شرط ہے کہ عقد اپنی صحت پر باقی رہے اور بعضوں کے نزدیک ابتداءً صحیح ہونے کے واسطے شرط ہے اور پہلا قول اصح ہے اور ثمرہ خلاف[1] کا اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ جب عقد صرف بسبب قبضہ نہ ہونے کے فاسد ہوا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بنا بر قول بعضے آخرین کے جو صرف نہیں ہے وہ بھی باطل ہو جائے گا اور بنا بر قول بعضے اولین[2] کے فاسد نہ ہوگا اور یہی اصح ہے حتیٰ کہ اگر کوئی باندی کہ جس کی گردن میں چاندی کا طوق ہے بعوض چاندی کے خریدی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے حصہ صرف کی بیع باطل ہوگئی اور باندی کی بیع فاسد نہ ہوگی اور اگر باندی کو مع چاندی کے طوق کے بعوض چاندی کے خیار یا مدت کی شرط لگا کر خریدا تو امام اعظمؒ کے نزدیک صرف اور بیع دونوں فاسد ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک بیع فاسد نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر قبضہ سے پہلے مجلس سے جدا ہونے کی وجہ سے بیع صرف فاسد ہو جائے تو بیع بائع کو واپس دینے سے پہلے مشتری کی ملک سے نہیں نکلتی ہے اور اس مسئلہ کی صورت امام محمدؒ نے جامع صغیر میں ذکر کی ہے کہ کسی نے چاندی کی چھاگل دو دینار میں خریدی اور اس پر قبضہ کرلیا اور ایک دینار ادا کیا پھر دوسرا دینار دینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو آدھی چھاگال کی بیع فاسد ہوگی اور یہ فساد دوسرے آدھے کی طرف متعدی نہ ہوگا پس اگر بائع غائب ہو گیا اور کسی شخص نے آدھی چھاگل کا اپنی ملک ہونے کا دعویٰ کیا تو مشتری اس کا مدعا علیہ ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور عقد صرف میں اگر معقود علیہ ایک ہی جنس ہو تو وزن میں برابر ہونا بھی شرط ہے کذا فی خزانۃ المفتین اور اگر ایک جنس نہ ہوں مثلاً سونے کو بعوض چاندی کے بیچا تو برابری شرط نہیں صرف دونوں پر قبضہ شرط ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔

باب : ②

ان احکام کے بیان میں جو معقود علیہ سے متعلق ہیں

اس میں پانچ فصلیں ہیں

---

[1] قولہ ثمرہ خلاف یعنی اس اختلاف سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے وہ ایسی صورت میں ظاہر ہوگا کہ...... [2] قولہ اولین یعنی پہلے قول بعض مشائخ پر فاسد نہ ہوگا اور دوسروں کے قول پر فاسد ہوگا۔

فصل اوّل:

سونے اور چاندی کی بیع کے بیان میں

ہمارے نزدیک معاوضہ کے عقدوں میں درہم اور دینار متعین نہیں ہوتے ہیں اور سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض بیچنا فقط برابر جائز ہے خواہ[1] وہ تبر ہوں یا ڈھلے ہوئے یا سکہ ہوں اور اگر ان چیزوں میں سے کوئی چیز اپنی جنس کے عوض فروخت ہوئی اور دونوں عقد کرنے والوں نے دونوں چیزوں کا وزن نہ جانا یا ایک کا جانا دوسری کا نہ جانا یا ایک نے جانا دوسرے نے نہ جانا پھر دونوں میں جدا ہوئے پھر دونوں نے وزن کیا اور دونوں کو برابر پایا تو بھی بیع فاسد ہے اور اگر جدائی سے پہلے مجلس میں وزن کیا اور برابر پایا تو استحساناً بیع جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر چاندی کو چاندی کے عوض یا سونے کو سونے کے عوض اس طور پر بیچا کہ ترازو کے دونوں پلہ برابر ہو گئے تو جائز ہے اگر چہ ہر ایک کی مقدار نہ معلوم ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور سونے کو چاندی کے عوض اندازہ اور زیادتی پر بیچنا جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے ابن سماعہؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ کسی نے ہزار درہم بعوض سو دینار کے دوسرے سے خریدے اور ہر ایک نے دوسرے کی وزن بیان کرنے میں تصدیق کی اور تولنے سے پہلے دونوں نے قبضہ کر لیا تو یہ جائز ہے اور ہر ایک اپنی خریدی ہوئی چیز سے نفع اٹھا سکتا ہے اور اگر کسی نے کہا کہ یہ درہم جو تیرے ہاتھ میں ہیں میرے ہاتھ بعوض ان دیناروں کے جو میرے ہاتھ میں ہیں فروخت کر دے اور دونوں نے گنتی اور وزن کا نام نہ لیا اور قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور شمار اور وزن کرنے سے پہلے ہر ایک اپنی خریدی چیز سے نفع اٹھا سکتا ہے اور اسی کو اندازہ پر بیع کرنا کہتے ہیں اور اگر اس نے کہا کہ میرے ہاتھ ہزار درہم بعوض ہزار درہم کے فروخت کر دے اور اس نے فروخت کیا اور بغیر وزن کے دونوں نے قبضہ کر لیا اور ہر ایک نے دوسرے کے اس کہنے کی کہ یہ مقبوضہ ہزار درہم ہیں تصدیق کی پھر ہر ایک نے جدا ہونے کے بعد یا اس سے پہلے وزن کیا اور دونوں کو برابر پایا تو جائز ہے اور اگر ہر ایک نے دوسرے کی تصدیق نہ کی اور جدا ہو گئے پھر وزن کیا اور برابر پایا تو[2] جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی نے ایک چاندی کا کنگن کہ جس میں ایسے درہم بھرے ہوئے تھے کہ جن کا وزن نہیں معلوم ہوا بیچا تو بیع باطل ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور نبہرہ[3] اور زیوف درہموں کو کھرے درہموں کے عوض بیچنا فقط برابری سے جائز ہے اور اگر ستوقہ کو بعوض خالص درہموں کے فروخت کیا تو جائز نہیں مگر جب یہ معلوم ہو کہ خالص کی چاندی ستوقہ کی چاندی سے زائد ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں چاندی کی وجہ سے اسی مجلس میں قبضہ ہونا شرط ہوگا ☆

اگر سیاہ یا سرخ چاندی بعوض سپید چاندی کے فروخت کی گئی تو بھی برابر ہونا شرط ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر درہموں میں چاندی زیادہ ہو تو وہ چاندی ہیں اور اگر دیناروں میں سونا زیادہ ہو تو وہ سونا ہیں پس جو اعتبار کھرے میں ہوتا ہے وہی ان میں بھی ہوگا کہ زیادتی حرام ہوگی حتیٰ کہ اگر خالص درہم یا دینار ان کے عوض فروخت ہوں یا ان میں کے بعض بعوض بعض کے فروخت ہوں تو فقط وزن میں برابری کے ساتھ جائز ہے اور ایسے ہی ان کا قرض لینا بھی فقط وزن سے جائز ہے گنتی سے جائز نہیں ہے اور اگر ان میں میل زیادہ ہو تو درہم اور دینار کے حکم میں نہ ہوں گے بلکہ اسباب کے حکم میں ہوں گے اور مستصفی میں لکھا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب ان سے میل جدا نہ ہو سکے بلکہ ایک دوسرے میں کھپ گیا ہو اور اگر اس سے جدا ہو سکے تو نہیں کھپا ہے پس اگر ایسے میل کے درہم

---

[1] قولہ تبر یعنی بے گلائے ہوئے بے سکے۔ [2] قولہ کیونکہ دونوں بدوں اس امر کی آگاہی کے کہ اپنی مبیع کو پورا بھر پایا ہے جدا ہوئے ہیں۔

[3] قولہ نبہرہ کھوٹے اور زیوف جن کو خزانہ نہیں لیتا ہے اور یہ دونوں دراصل درہم ہیں بخلاف ستوقہ یا وصاص کے۔

بعوض خالص چاندی کے فروخت کئے جائیں تو یہ مانند تانبے اور چاندی کی بیع کے ہے پس بطریق[1] اعتبار جائز ہوگی پس اگر اپنی جنس کے عوض زیادتی سے بیچے جائیں تو جائز ہے اور وہ چاندی اور تانبے کے حکم میں ہیں لیکن یہ بیع صرف ہے پس چاندی کی وجہ سے اسی مجلس میں قبضہ ہونا شرط ہوگا اور جب چاندی میں شرط ہوا تو پیتل اور تانبے میں بھی شرط ہوگا اور اگر چاندی اور پیتل برابر ہو تو ان کو بعوض چاندی کے بیچنا فقط وزن سے جائز ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر ایک دینار اور درہم بعوض دو درہم و دینار کے خریدے تو جائز ہے اور اس طرح اعتبار کیا جائے گا کہ ایک طرف سے ایک دینار بعوض دو درہموں کے ہوگا اور دوسری طرف سے دو دینار بعوض دو درہموں کے یہ حاوی میں لکھا ہے اور ایک درہم صحیح اور دو سر ہم غلہ کو بعوض دو درہم صحیح اور ایک درہم غلہ کے بیچنا جائز ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں چاندی کے پتر بعوض سونے کے پتر کے بیچنے کا حکم ☆

اگر کسی نے گیارہ درہم بعوض دس درہم اور ایک دینار کے بیچے تو جائز ہے اور یہ اعتبار ہوگا کہ دس درہم بعوض دس درہم کے اور ایک دینار بعوض ایک درہم کے ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر ایک کپڑا اور گلائی ہوئی چاندی بعوض ایک کپڑے اور گلائی ہوئی چاندی کے بیچا تو کپڑا کپڑے کے مقابل اور چاندی چاندی کے مقابل ہوگی اور اگر ایک چاندی دوسرے سے زائد ہو تو وہ کپڑے کے ساتھ ملا کر دوسرے کپڑے کے مقابل ہوگی پس اگر باہمی قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو حصہ صرف ٹوٹ گیا اور کپڑے کی بیع اپنے مقابل کے عوض جائز رہی یہ حاوی میں لکھا ہے اگر ایک کپڑا اور دینار بعوض ایک کپڑے اور درہم کے خریدا پھر باہمی قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صرف باطل ہوگئی اور باقی کی بیع جائز رہی کیونکہ یہ مختلف چیزیں ہیں پس برابر ہونا واجب نہیں ہے اور یہ کہا جائے گا کہ دینار اور کپڑے کو درہم اور کپڑے پر باعتبار قیمت کے تقسیم کیا جائے پس درہم میں سے جس قدر دینار کے حصہ میں پڑے وہی بیع صرف تھی کہ جو باطل ہوگئی اور باقی کی بیع ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر ایک تلوار جو چاندی سے محلی ہے بعوض ایک کپڑے اور دس درہم کے فروخت کی اور عوض پر قبضہ کر لیا اور دوسرے نے تلوار پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو پوری بیع باطل ہو جائے گی یہ حاوی میں لکھا ہے مگر کسی نے دوسرے سے ایک ہزار درہم کے عوض سو دینار کی بیع قرار دی اور دونوں میں کسی کے پاس نہ درہم ہیں اور نہ دینار ہیں پھر ہر ایک نے اپنے موافق قرض لیا اور جدا ہونے سے پہلے دوسرے کو دے دیا تو جائز ہے اور ایسے ہی سونے کے پتر بعوض چاندی کے پتر کے اور چاندی کے پتر بعوض سونے کے پتر کے بیچنے کا بھی یہی حکم ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب پتر بھی نقدی کی طرح لوگوں میں رائج ہوں یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر ایک دینار بعوض درہموں کے خریدا اور کسی کے پاس نہ درہم ہیں اور نہ دینار پھر ایک شخص نے اپنا بدل ادا کیا اور دونوں جدا ہو گئے تو جائز نہیں ہے اگر کسی نے کوئی چیز بعوض قرضہ کے خریدی اور دونوں یقیناً جانتے ہیں کہ اس پر قرضہ نہیں ہے تو خرید جائز نہیں ہے اور یہ گویا بدوں ثمن کے خریدنا ہے اور اگر یہ گمان[2] ہو کہ اس پر قرضہ ہے پھر دونوں نے سچ کہا کہ اس پر قرض نہیں ہے تو خریدنا اس قرضہ کے مثل[3] پر صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے ہزار درہم بعینہٖ بعوض سو دینار کے خریدے اور درہم سپید ٹھہرے ہیں پھر بجائے ان کے سیاہ ادا کئے اور بائع رضامند ہو گیا تو جائز ہے اور ایسے ہی اگر درہموں پر قبضہ کر لیا اور دیناروں میں یہ چاہا کہ جو ٹھہرے ہیں اس کے سوا دوسری قسم کے ادا کرے تو بدوں دوسرے کی رضامندی کے جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر دونوں نے بیع

[1] یعنی کھرے کی چاندی اس سے وزن میں مانند ہو۔ [2] قولہ گمان یعنی پہلے یہ گمان تھا جب عقد صرف ٹھہرایا تھا پھر دونوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ قرضہ نہیں تھا۔ [3] قولہ مثل یعنی اگر قرضہ کے مثل ابھی دے دے قبل جدائی کے جو جائز ہے۔

صرف ٹھہرائی اور نقد کو صاف نہ بیان کیا پس اگر شہر میں ایک ہی نقد چلتا ہو تو وہی رکھا جائے گا اور اگر شہر میں نقود مختلفہ ہوں پس اگر رواج میں سب برابر ہوں اور کوئی دوسرے سے بڑھ کر نہ ہو تو بیع جائز ہے اور اگر کوئی دوسرے سے بڑھ کر ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر بعض بعض سے بڑھ کر ہو لیکن ایک زیادہ رائج ہو تو بھی جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر کوئی نقد ان میں سے زیادہ معروف ہو اور عقد میں اس کے سوا دوسرا نقد شرط کیا تو عقد اسی نقد پر جو شرط کیا ہے قرار پائے گا پھر اگر دونوں نے اختلاف کیا اور ایک نے کہا کہ تو نے مجھ سے فلاں نقد جو اس نقد معروف سے بڑھ کر ہی شرط کیا ہے اور دوسرے نے انکار کیا تو دونوں پر قسم آئے گی پس جو شخص قسم سے باز رہے گا اسی پر دوسرے کا دعویٰ لازم ہوگا اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو بیع پھیر لیں گے اور اگر دونوں نے دلیل و گواہ پیش کئے تو جو شخص افضل نقد ہونے کا مدعی ہے اسی کی دلیل مقبول ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

متفرقات:

لوہے کو لوہے کے عوض اور پیتل کو پیتل کے عوض یا اور ایسی چیزیں جن میں ربوا جاری ہوتا ہے وہ فقط برابر ہونے میں بمنزلہ سونے اور چاندی کے ہیں نہ قبضہ میں پس اسی وقت قبضہ ہونا واجب نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے لوہا ایک ہی نوع ہے اس کا جید اور ردی برابر ہے فقط وزن کی برابری سے بیع جائز ہوگی اور اگر باہمی قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو جائیں تو بیع باطل نہ ہوگی لیکن شرط ہے کہ معین بعوض معین کے ہو اور یہی حکم تمام وزنی چیزوں میں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور صاص اور قلعی اور اسرب یہ سب رانگ ہی کی قسم ہیں اور سب وزنی ہیں لیکن بعض سے بعض بڑھ کر ہے پس ایک کہ دوسرے کے عوض فقط برابری سے بیچنا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے تانبے کو بعوض کانسے کے اس طرح بیچنا کہ کانسہ ایک حصہ ہو اور تانبا دو حصہ ہو تو ہاتھوں ہاتھ جائز ہے اس جہت سے کہ کانسے میں صنعت زیادہ ہے پس تانبے کی زیادتی اس کے مقابل کی جائے گی اور اس کے ادھار میں بہتری نہیں ہے لیکن ہو ایک نوع اور زیادتی صنعت سے جنس نہیں بدلتی ہے اور کانسے کو بعوض سپید پیتل کے ہاتھوں ہاتھ اس طرح بیچنے میں کہ کانسہ ایک حصہ اور پیتل دو حصہ ہو کچھ ڈر نہیں ہے اور اس کے ادھار میں بہتری نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اسی طرح سفید پیتل کو بعوض سرخ تانبے کے اس طرح بیچنے میں کہ پیتل ایک حصہ اور تانبا دو حصہ ہو ہاتھوں ہاتھ کچھ ڈر نہیں ہے اور ادھار میں بہتری نہیں ہے کیونکہ جنس اور وزن دونوں کو شامل ہے اور جب ایک کی وجہ سے ادھار حرام ہوتا ہے تو دونوں کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر دو مثقال چاندی اور ایک مثقال تانبا بعوض ایک مثقال چاندی اور تین مثقال لوہے کے خرید اتو جائز ہے اس طور پر کہ چاندی بعوض چاندی کے برابر کی جائے۔ اور باقی چاندی اور تانبا مقابل لوہے کے رکھا جائے پس ربوا نہ ہوگا اور ایسے ہی ایک مثقال پیتل اور ایک مثقال لوہا اور بعوض ایک مثقال پیتل اور ایک مثقال رانگ کے خرید کرنا جائز ہے کیونکہ پیتل پیتل کے مقابل اور رانگ لوہے کے مقابل ہوگیا یہ مبسوط میں لکھا ہے اور تجرید میں لکھا ہے کہ پیتل اور لوہے کے برتن لوگوں کے تعامل سے عددی ہو جاتے ہیں پس ایک دوسرے کے عوض ہر طرح فروخت ہو سکتے ہیں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

اگر لوگوں میں ان برتنوں کا وزن سے بیچنا رائج ہو نہ گنتی سے تو ان کو اپنی جنس کے عوض بیچنا فقط برابری کے ساتھ جائز ہوگا یہ

نہر الفائق میں لکھا ہے اگر تانبے کا برتن بعوض ایک رطل غیر معین لوہے کے خریدا اور کچھ میعاد نہ لگائی اور برتن پر قبضہ کر لیا تو جائز ہے بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے لوہا اس کو دے دیا ہو اور اگر لوہا دینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے پس اگر اس برتن کے وزن سے بیچنے کی عادت نہ ہو تو بھی کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر وزن سے بکتا ہو تو ادھار میں بہتری نہیں ہے اور اگر مجلس میں لوہے پر قبضہ کر لیا اور

دوسرے نے برتن پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو عقد فاسد نہ ہوا اور اسی طرح اگر ایک رطل لوہا متعین بعوض دو رطل رانگ کھرے غیر معین کے خریدا اور لوہے پر قبضہ کر لیا اور رانگ پر قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع فاسد ہو گئی اور اگر دونوں غیر معین ہوں تو بیع فاسد ہو گی خواہ اس مجلس میں باہم قبضہ ہو جائے یا نہ ہو یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

دوسری فصل:

چاندی وغیرہ چڑھی ہوئی تلوار یا اور ایسی چیزوں کی بیع کے بیان میں کہ جن میں چاندی یا سونا اپنے غیر کے ساتھ فروخت کیا گیا اور اس چیز کی بیع کے بیان میں کہ جو وزن سے فروخت ہوئی پھر کم یا زیادہ نکلی

اگر کوئی تلوار کہ جس پر چاندی کا حلیہ ہے یا روپہلی لگام بعوض اتنی خالص چاندی کے کہ جس کا وزن تلوار یا لگام کے حلیہ سے زائد ہے خریدی تو جائز ہے اور اگر حلیہ سے کم یا اس کے برابر ہو یا کچھ نہ معلوم ہو تو جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر درہموں کی مقدار بیع کے وقت معلوم نہ ہوئی پھر معلوم ہوئی تو تلوار کی چاندی سے زائد نکلی پس اگر دونوں مجلس میں موجود ہونے کی حالت میں معلوم ہوئی تو بیع جائز ہے اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد معلوم ہوئی تو جائز نہیں ہے اور قدوری نے فرمایا ہے ایسے ہی اگر دانستہ لوگ اس میں اختلاف کریں بعضے کہتے ہوں کہ ثمن تلوار کی چاندی سے زائد ہے اور بعضے کہتے ہوں کہ برابر ہے تو بھی جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر درہم تلوار کے حلیہ سے زائد ہوں پھر باہمی قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے پس اگر وہ حلیہ تلوار میں سے بدوں ضرر کے جدا نہیں ہو سکتا تو کل کی بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر بدوں ضرر کے جدا ہو سکتا ہے تو حلیہ کی بیع باطل اور تلوار کی جائز ہو گی اور اگر حلیہ سونے کا ہو اور ثمن درہم ہوں تو ہر طرح بیع جائز ہے اور اگر ثمن ادا کرنے میں میعاد کی شرط کی خواہ وہ ثمن حلیہ کی جنس سے ہو یا غیر جنس ہو تو پوری تلوار کی بیع باطل ہو جائے گی خواہ اس حلیہ کا جدا ہونا بدوں ضرر کے ممکن ہو یا نہ ہو اسی طرح اگر دونوں جدا ہو گئے اور ایک نے خیار شرط کی تھی تو بھی بیع باطل ہے اور اگر بیع میں ثمن کی مدت قرار دی تھی پھر مشتری نے بقدر حلیہ کے ثمن ادا کر دیا تو استحسانا بیع جائز ہے اگر چہ صاف ظاہر نہ کیا ہو کہ ثمن مقبوضہ حلیہ کا حصہ ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

سونے کا زیور جس میں موتی اور جواہر میں دوسرے کے ہاتھ بعوض دیناروں کے بیچا...... ☆

جس مکان میں سونے یا چاندی کے پتر ہوں تو اسی جنس کے عوض بیچنے کا حکم مثل چاندی چڑھی ہوئی تلوار کے ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور ایک سونے کا زیور جس میں موتی اور جواہر میں دوسرے کے ہاتھ بعوض دیناروں کے بیچا اور خریدار نے زیور پر قبضہ کر لیا پس اگر یہ دینار زیور کے سونے کے برابر ہوں یا کم ہوں یا کچھ معلوم نہ ہو تو پوری بیع جائز نہ ہو گی نہ سونے کی نہ جواہر کی خواہ جواہر کا جدا کر لینا بدوں ضرر کے ممکن ہو یا نہ ہو اور اگر یہ دینار زیور کے سونے کے ثمن سے زیادہ ہوں تو زیور کے سونے اور جواہر سب کی بیع جائز ہے پھر اس کے بعد اگر جدا ہونے سے پہلے پورا ثمن ادا کر دیا تو بیع پوری ہو گئی اور ایسے ہی اگر زیور کے سونے کے قدر ادا کیا تو بھی بیع جائز رہی اور اگر جدا ہونے تک کچھ بھی ادا نہ کیا تو زیور کے سونے کی خاص بیع فاسد ہو گئی اور جواہر کی بیع اگر بدوں ضرر کے ان کا نکالنا ممکن نہ ہو تو فاسد ہو گی اور اگر بدوں ضرر کے جدا کر لینا ممکن ہو تو بیع فاسد نہ ہو گی یہ محیط میں لکھا ہے اور ایسا زیور کہ جس کے جواہر بدوں ضرر کے جدا نہ ہو سکتے ہوں اگر اس کی قیمت میں ایک دینار ادھار کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ سونے کا حصہ میں عقد صرف واقع ہوا

ہے پس میعاد کی شرط سے فاسد ہوگا اور موتی اور جواہرات کا جدا کر کے سپرد کرنا بدوں ضرر کے ممکن نہیں ہے پس جب تھوڑے کا عقد فاسد ہوا تو کل کا فاسد ہو گیا یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر ایسا زیور ہو جس کے جواہرات کا بدوں ضرر کے نکالنا ممکن ہے تو اس مسئلہ میں اختلاف ہونا چاہئے امام اعظمؒ کے نزدیک جواہر کی بیع جائز نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ☆

اگر ایک ایسی تلوار جس پر حلیہ ہے بعوض اس قدر چاندی کے خریدی کہ جس کا وزن حلیہ سے زائد ہے اور ثمن میں سے بقدر حصہ حلیہ کے ادا کر دیا اور کہا کہ دونوں کے ثمن میں یا کہا کہ تلوار کے ثمن میں دیتا ہوں یا کچھ نہ بیان کیا تو یہ ثمن حلیہ کا ہوگا اور کل کی بیع جائز رہے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر اس نے کہا کہ یہ ثمن خاص تلوار کے پھل کا ہے تو لحاظ کیا جائے گا کہ اگر حلیہ بدوں ضرر کے جدا نہیں ہو سکتا ہے تو جو اس نے ادا کیا ہے وہ حلیہ کا ثمن ہوگا اور پوری بیع صحیح ہوگی اور اگر بلا ضرر جدا ہو سکتا ہے تو حلیہ کی بیع باطل ہو جائے گی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر اس نے کہا کہ اس کو لے اس کا آدھا حلیہ کا ثمن ہے اور آدھا تلوار کا تو بھی بیع صرف باطل نہ ہو گی اور سب حلیہ کا ثمن رکھا جائے گا یہ تبیین میں لکھا ہے ہشام نے روایت کی کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر تلوار کا حلیہ بدوں تلوار کے بیچا تو جائز نہیں ہے مگر جب اس شرط پر فروخت کرے کہ مشتری اس کو جدا کر لے تو دونوں کے جدا ہونے سے پہلے اس کو جدا کر لے گا اور اگر بیچنے میں یہ شرط نہ لگائی پھر جدائی سے پہلے بائع نے کہا کہ میں نے تجھ کو اس کے الگ کر لینے کی اجازت دی تو امام نے فرمایا کہ اگر جدائی سے پہلے اس نے الگ کر لیا تو بیع جائز ہے اور اگر الگ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو گئی ہشام کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ اگرچہ مشتری نے تلوار پر قبضہ کر لیا ہو جب بھی نہیں جائز ہے تو فرمایا کہ جائز نہیں ہے کیونکہ جب تک حلیہ کو تلوار سے الگ نہ کرے گا اس پر قابض نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک ایسی باندی فروخت کی کہ جس کی قیمت ہزار مثقال چاندی ہے اور اس کی گردن میں ایک چاندی کا طوق ہے کہ جس میں ہزار مثقال چاندی ہے اور اس کا ثمن دو ہزار مثقال چاندی ٹھہری پھر مشتری نے ایک ہزار مثقال ادا کئے اور پھر دونوں جدا ہو گئے تو جو اس نے ادا کیا ہے وہ طوق کی قیمت ہے اور اگر دو ہزار مثقال پر اسی طرح خرید کیا کہ ایک ہزار نقد اور ایک ہزار ادھار ہوں تو نقد ثمن طوق کے دام ہوں گے اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ یہ ایک ہزار دونوں کے داموں میں لے تو صرف طوق کے دام رکھے جائیں گے اور پوری بیع صحیح ہوگی اور اگر اس نے تصریح کر دی کہ ہزار باندی کا ثمن ہے اور قبضہ کے بعد دونوں جدا ہو گئے تو طوق کی بیع باطل ہو جائے گی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر ایک کنگن مع کپڑے کے بعوض بیس درہم کے خریدا اور کنگن پر قبضہ کیا اور دس درہم ادا کر دیئے پھر دونوں جدا ہو گئے تو یہ دس درہم استحساناً کنگن کا حصہ رکھا جائے گا اور اگر دس درہم ادا کر کے اس نے کہا کہ دونوں کے ثمن میں لے تو بھی پہلی صورت کے موافق رکھا جائے گا اور اگر اس نے کہا کہ یہ خاص کپڑے کا حصہ ثمن ہے اور دوسرے نے انکار کیا یا اقرار کیا اور اسی پر دونوں جدا ہو گئے تو کنگن کی بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر کنگن ایک شخص کا ہو اور اس کی قیمت دس درہم ہو اور کپڑا دس درہم قیمت کا دوسرے شخص کا ہو پھر دونوں کسی شخص کے ہاتھ بیس درہم کو فروخت کریں اور ہر ایک نے اپنا مال فروخت کیا مگر بیع ایک ہی صفقہ میں واقع ہوئی پھر مشتری نے کنگن والے کو دس درہم دے دیئے تو وہ خالص اسی کے ہوں گے دوسرا اس میں شریک نہ ہوگا اور اگر دونوں نے کپڑے کو بیچا اور دونوں نے کنگن کو بیچا پھر اس نے کنگن والے کو دس درہم دیئے پھر دونوں جدا ہو گئے تو آدھے کنگن کی بیع ٹوٹ جائے گی یہ مبسوط میں لکھا ہے ایک حلیہ دار تلوار بعوض دینار کے خریدی اور اس پر قبضہ کر کے دینار ادا کرنے سے پہلے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی اور دوسرے نے اس پر قبضہ کر لیا اور ثمن ادا نہ کیا یہاں تک کہ یہ سب جدا ہو گئے تو دونوں بیع باطل ہو جائیں گی اور تلوار پہلے بائع کو واپس ملے گی اور اگر دوسرے مشتری اور اس کے بائع نے

باہم قبضہ کر لیا ہو نہ اول بائع نے تو دوسری بیع صحیح ہو گی اور پہلا مشتری اپنے بائع کو تلوار کی قیمت ادا کرے اور ایسے ہی اگر مشتری نے اس کا آدھا فروخت کیا تو آدھے کی بیع صحیح ہو گی اور آدھی تلوار پہلے بائع کو واپس ہو گی اور اس کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ ٹکڑے ہونے کے عیب کی وجہ سے قبول نہ کرے اور دوسرے آدھے کی قیمت کی ضمان دے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر ایک حلیہ دار تلوار دو شخصوں میں مشترک تھی پھر ایک نے اپنا نصف حصہ ایک دینار کے عوض اپنے شریک یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر اپنے شریک کے ہاتھ بیچا اور اس نے دینار ادا کر دیا اور تلوار گھر میں رکھی ہے پھر اس پر قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع ٹوٹ جائے گی یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر ایک حلیہ دار تلوار جس میں سو درہم حلیہ ہے بعوض دو سو درہم کے خریدی پھر معلوم ہوا کہ اس میں دو سو درہم حلیہ ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں کہ اگر دونوں کے قبضہ کرنے اور جدا ہونے کے بعد یہ معلوم ہوا تو پورا عقد باطل ہو جائے گا اور اگر جدا ہونے سے پہلے معلوم ہوا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو ثمن میں سو درہم بڑھا دے ورنہ کل کا عقد فسخ کر دے اور اگر دونوں کو پہلے سے یہ بات معلوم تھی کہ اس کا حلیہ دو سو درہم بھر ہے اور تلوار کو بعوض دو سو درہم بیچا پھر جدا ہونے سے پہلے مشتری نے سو درہم بڑھانا چاہے تو عقد جائز نہ ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

مسئلہ: اگر تلوار پر سونے یا چاندی کا ملمع ہے پھر اس کے جنس کے عوض خریدی تو ہر حال میں بیع جائز ہے ☆

اگر ایک چاندی کا کنگن اس شرط پر کہ وہ سو درہم ہے بعوض سو درہم کے بیچا پھر جدائی سے پہلے اس کو تولا تو زیادہ پایا پس مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو درہموں میں بڑھا کر اس کے برابر وزن میں لے لے ورنہ چھوڑ دے اور اگر کم نکلا تو بھی ایسا ہی حکم ہے اور اگر دونوں جدا ہو گئے تھے پھر اس کو ڈیڑھ سو درہم پایا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اس کا دو تہائی سو درہم ثمن لے ورنہ چھوڑ دے اور اسی طرح اگر کم پایا تو بھی اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو اس کے مثل وزن پر لے ورنہ چھوڑ دے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر گلائی ہوئی چاندی سو درہم کے عوض اس شرط پر خریدی کہ یہ سو درہم بھر ہے اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر وہ دو سو درہم نکلی تو مشتری کو اس کی آدھی ملے گی اور اس کو خیار نہ ہو گا یہ مبسوط میں لکھا ہے اور یہ سب حکم اس صورت میں ہے کہ جب خریدنا اسی جنس کے عوض واقع ہو اور اگر بعوض خلاف جنس کے ہو مثلاً ایک حلیہ دار تلوار اس شرط پر کہ اس کا حلیہ سو درہم ہے بعوض دس دینار کے خریدی یا ایک چاندی کی چھاگل اس شرط پر کہ ہزار درہم بھر ہے بعوض سو دینار کے خریدی پھر وہ دو ہزار درہم بھر نکلی یا گلائی ہوئی چاندی اس شرط پر کہ وہ ہزار درہم بھر ہے بعوض سو دینار کے خریدی پھر وہ دو ہزار درہم بھر نکلی تو ان سب صورتوں میں بیع جائز ہے اور جب عقد جائز ٹھہرا چاندی کی صورت میں جو وزن مشتری سے ٹھہرا ہے اس سے زیادہ مشتری کو بلاعوض نہ دیا جائے گا اور چھاگل کی صورت میں زیادتی بلاعوض دی جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر ثمن دینار ٹھہرے ہوں پھر برتن کو ناقص پایا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ چھوڑ دے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر ایک ہوئی اس شرط پر کہ اس کا وزن ایک مثقال ہے ایک درہم کو خریدا پھر وہ بڑھتی نکلا تو مسلم مشتری کو دے دیا جائے گا اور اگر یہ ٹھہر گیا ہو کہ ہر مثقال اتنے قدم کو ہے پھر بڑھے تو پورا واپس کرے یا زیادتی کو اس کے حصہ کے عوض لے اور اگر چاندی کا کنگن کے بیچا اور کہا کہ ہر درہم اتنے کو ہے یا نہ کہا پھر وہ زیادہ نکلا اور دونوں جدا نہیں ہوئے ہیں تو مشتری کو اختیار ہو گا کہ زیادتی کے قدر حصہ بڑھا کر لے اور بلاعوض نہ دی جائے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر تلوار پر سونے یا چاندی کا ملمع ہے پھر اس کے جنس کے عوض خریدی تو ہر حال میں بیع جائز ہے اور ملمع کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ کھپ گیا ہے یہ مضمرات میں لکھا اور اگر چاندی کا پانی پھری ہوئی لگام بعوض درہموں کے اس[1] سے کم یا زیادہ پر خریدی تو جائز ہے اور ایسے ہی اگر کسی مکان میں سونے کا پانی

[1] یعنی جتنے کا پانی بھرا ہے اس سے کم درہم یا زیادہ۔

پھرا ہو اور اس کو بعوض میعادی ثمن کے خریدا تو جائز ہے اگر چہ اس کی چھتوں میں ثمن سے زائد سونے کا پانی پھرا ہو یہ حاوی میں لکھا ہے۔

تیسری فصل:

پیسوں کی بیع کے بیان میں

پیسے بھی درہموں کے مانند اگر ثمن گردانے جائیں تو عقد میں متعین نہیں ہوتے ہیں اگر چہ معین کئے جائیں اور نہ ان کے تلف ہونے سے عقد فسخ ہوتا ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کسی نے درہموں کے عوض پیسے خریدے اور ثمن ادا کر دیا اور بائع کے پاس پیسے نہ تھے تو بیع جائز ہے پس اگر بائع نے پیسے کسی سے قرض لے کر جدا ہونے سے پہلے یا بعد اس کے مشتری کو دے دیئے تو بیع پوری ہو گئی بشرطیکہ درہموں پر مجلس میں قبضہ کر لیا ہو اور ایسا ہی اگر پیسوں پر قبضہ کر لیا اور درہموں پر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو بھی جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے حسن نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ اگر پیسے بعوض درہموں کے خریدے اور نہ اس کے پاس پیسے تھے اور نہ اس کے پاس درہم پھر کسی ایک کے ادا کرنے کے بعد دونوں جدا ہو گئے تو بیع جائز ہے اور اگر کسی نے نہ ادا کیا اور جدا ہو گئے تو جائز نہ ہو گی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر پیسوں کو پیسوں کے عوض بیچا پھر دونوں کے قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو گئی اور اگر ایک نے قبضہ کیا اور دوسرے نے نہ کیا یا دونوں نے قبضہ کیا پھر جدا ہونے کے بعد جو ایک کے قبضہ میں ہے اس کا کوئی حقدار پیدا ہوا اور اس نے لے لیا تو بیع اپنے حال پر صحیح رہے گی یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کسی نے چاندی یا سونے کی انگوٹھی جس میں نگینہ تھا یا نہ تھا کسی قدر پیسوں کے عوض خریدی اور پیسے اس کے پاس نہیں ہیں تو جائز ہے خواہ جدائی سے پہلے دونوں نے قبضہ کر لیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ یہ بیع صرف نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں حکم اُس وقت ہے جبکہ دانگ اور قیراط لوگوں میں مختلف نہ ہو☆

اگر چاندی کا پتر بعوض فلوس غیر معینہ کے بیچا اور باہمی قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو جائز ہے اور اگر پتر اس کے پاس موجود نہ ہو تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر آدھے درہم کے پیسوں پر کوئی چیز خریدی تو صحیح ہے اور اس پر اتنے پیسے واجب ہوں گے جو آدھے درہم کو بکتے ہیں اور ایسے ہی تہائی یا چوتھائی درہم کہنا بھی جائز ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر ایک دانگ پیسے یا ایک قیراط پیسے کے عوض خریدی تو استحساناً درست ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ دانگ اور قیراط لوگوں میں مختلف نہ ہو اور اگر مختلف ہو کہ بعض دس کا اور بعض نو کا لیتے ہوں تو جھگڑے کی وجہ سے عقد جائز نہ ہو گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ بعوض ایک درہم پیسوں یا دو درہم پیسوں کے خریدی تو بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے ایک درہم سے کم میں جائز ہے اور مشائخ نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ کا قول اصح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے کو ایک درہم دیا اور کہا کہ اس کے آدھے کے پیسے دے دیئے اور آدھے کا ایک چھوٹا درہم دے دے تو جائز ہے پس اگر چھوٹا درہم اور پیسے لینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو پیسوں کا عقد قائم ہے اور حصہ درہم کا ٹوٹ گیا اور اگر اس نے بڑا درہم نہیں دیا تھا اور جدا ہو گئے تو کل کی بیع ٹوٹ جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ آدھے درہم کے پیسے دے اور باقی آدھے کے عوض ایک چھوٹا درہم کہ اس کا وزن آدھے درہم کے برابر ہو مگر ایک حبہ یعنی ایک حبہ کم ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک سب کی بیع باطل ہو جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک

خاص چھوٹے درہم کی بیع باطل ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر دینے کا لفظ مکرر کہا تو امام کے نزدیک بھی وہی حکم ہے جو صاحبینؒ کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر ایک ایسا درہم زیف جو نہیں چلتا ہے دوسرے کے ہاتھ بیچا بعوض پانچ دانگ پیسوں کے اور اس کا عیب معلوم تھا تو یہ جائز ہے اور ایسے ہی اگر آدھے درہم پیسے اور ایک چھوٹے درہم کے عوض جنس کا وزن دو دانگ ہے بیچا تو جائز ہے بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے دونوں قبضہ کریں اور اگر پانچ دانگ چاندی کے عوض یا بعوض ایک درہم کے سوائے ایک قیراط چاندی کے بیچا تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ بعوض اس چاندی کے میرے ہاتھ اتنے پیسے فروخت کر تو جائز ہے اور اگر اس کو پانچ چھٹے درہم یا آدھے درہم کے عوض بیچا تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر کسی رائج الوقت پیسے کا چلن جاتا رہے (حکومت وقت منسوخ کر ڈالے) تو؟

اگر سو پیسے بعوض ایک درہم کے خریدے پھر درہم پر قبضہ کیا اور دوسرے نے پیسے پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ وہ پیسے کاسد[1] ہو گئے تو قیاساً بیع باطل نہ ہوگی اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ان کاسد پیسوں پر قبضہ کرے ورنہ بیع فسخ کر دے اور یہی قول امام زفر کا ہے اور استحساناً بیع باطل ہو جائے گی اور اگر پچاس پیسوں پر قبضہ کیا پھر پیسے کاسد ہو گئے تو آدھے کی بیع باطل ہو جائے گی پس آدھا درہم واپس کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر وہ پیسے کاسد نہ ہوئے لیکن ارزاں یا گراں ہو گئے تو بیع فاسد نہ ہوگی اور باقی پیسے مشتری کو ملیں گے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر درہم کے عوض کچھ پیسے خریدے اور ان پر قبضہ کر لیا اور درہم نہ ہو یا یہاں تک کہ پیسے کاسد ہو گئے تو بیع جائز ہے اور درہم اس پر قرض ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر ایسے درہموں کے عوض جن میں میل زیادہ ہے یا پیسوں کے عوض کوئی چیز خریدی اور حالانکہ یہ دونوں چلتے تھے یہاں تک کہ بیع جائز ہو گئی اور ہنوز مشتری نے بائع کو نہ دیئے تھے کہ ان کا چلن جاتا رہا اور کاسد ہو گئے تو بیع باطل ہو جائے گی اور لوگوں کو دستیاب نہ ہونا مثل کاسد ہو جانے کے ہے اور مشتری پر واجب ہوگا کہ مبیع اگر باقی ہو تو واپس کرے اور اگر نہ باقی ہو تو اس کا مثل واپس کرے اگر وہ مثلی چیز ہو ورنہ اس کی قیمت واپس کرے اور اگر مبیع پر قبضہ نہ ہوا ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس بیع کا کچھ فائدہ نہیں ہے اور صاحبین نے کہا کہ بیع باطل نہ ہوگی اور جب بیع باطل نہ ہوئی اور سپرد کرنا متعذر ہے تو اس کی قیمت واجب ہوگی لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع کے دن کی قیمت اور امام محمدؒ کے نزدیک کاسد ہونے کے روز کی قیمت واجب ہوگی اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے اور محیط اور تتمیہ اور حقائق میں ہے کہ لوگوں پر آسان کرنے کے واسطے امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر کوئی معین مال یا معین اسباب یا معین میوہ بعوض پیسوں کے خریدے اور پیسے اس کے پاس نہیں ہیں تو جائز ہے اور اگر معین مال بعوض معین پیسوں کے خریدا تو مشتری ان پیسوں کے سوا دوسرے جن کا لوگوں میں چلن ہے دے سکتا ہے اور اگر ان فلوس معینہ کو دیا اور دونوں جدا ہو گئے پھر ان میں ایک ایسا پیسا پایا جو نہیں چلتا ہے پھر واپس کر کے اس کو بدل لیا پھر ایسی صورت میں کہ جن میں پیسے مال کا ثمن ہیں عقد باطل نہیں ہوتا ہے خواہ یہ واپس کئے ہوئے پیسے تھوڑے ہوں یا بہت ہوں اور خواہ بدل لیا ہو یا نہ بدل لیا ہو اور اگر یہ پیسے درہم کا ثمن ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو درہم پر قبضہ ہو گیا ہوگا یا نہ ہوا ہوگا پس اگر قبضہ ہو گیا ہے پھر ایسا پیسہ واپس کیا جو نہیں چلتا ہے اور بدل لیا یا نہ بدل لیا تو بیع اپنی صحت پر باقی رہے گی اور ایسے ہی اگر سب پیسے اس صورت میں ایسے پائے کہ نہیں چلتے ہیں اور ان کو واپس کر کے بدلا یا نہ بدلا تو بھی عقد اپنی صحت پر باقی رہے گا اور اگر درہموں پر قبضہ نہیں ہوا ہے پس اگر سب پیسوں کو ایسا ہی پایا جو نہیں چلتے ہیں اور واپس کیا تو امام اعظمؒ و زفرؒ کے نزدیک عقد باطل ہو جائے گا خواہ اس نے واپسی کی مجلس میں بدل لئے ہوں یا نہ بدلے ہوں اور صاحبینؒ نے کہا کہ اگر واپسی کی مجلس میں بدل

---

[1] کاسد یعنی ان کا چلن جاتا رہا۔

لئے تو عقد صحیح رہے گا اور اگر نہ بدلے تو ٹوٹ جائے گا اور اگر بعضے ایسے ہوں کہ جو نہیں چلتے ہیں اور ان کو واپس کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ عقد ان کی مقدار تک خواہ تھوڑے ہوں یا بہت ہوں ٹوٹ جائے خواہ واپسی کی مجلس میں بدلا ہو یا نہ بدلا ہو اور یہ امام اعظمؒ کے قول میں ہے اور یہی قول امام زفر کا ہے لیکن امام اعظمؒ نے قلیل کے باب میں اگر واپس کر کے اسی مجلس میں بدل لیا تو استحسانًا کہا ہے کہ عقد نہ ٹوٹے گا اور قلیل کی حد بیان کرنے میں امام اعظمؒ سے مختلف روایتیں آئی ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی روایات ☆

ایک روایت میں ہے کہ اگر آدھے سے زیادہ ہو تو وہ کثیر ہے اور اس سے کم قلیل ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اگر آدھے تک پہنچ جائے تو کثیر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اگر تہائی سے زائد ہو تو کثیر ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ خواہ تھوڑے واپس کرے یا بہت اگر مجلس واپسی میں ان کو بدل لیا تو عقد نہ ٹوٹے گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب یہ فلوس ایسے ہوں کہ کبھی چلتے ہیں اور کبھی نہیں چلتے لیکن اگر ایسے پیسے ہوں گے جو کبھی نہیں چلتے ہیں اور بائع اور مشتری جدا ہو چکے ہیں پھر اس نے واپس کئے تو عقد ٹوٹ جائے گا خواہ اسی مجلس میں بدل لئے ہوں یا نہ بدلے ہوں اور اگر بعض پیسے اس صفت کے پائے اور ان کو واپس کر دیا تو بقدر ان کے عقد ٹوٹ جائے گا خواہ مجلس واپسی میں بدلے ہوں یا نہ بدلے ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کچھ پیسے بعوض درہموں کے خریدے اور دونوں جدا ہو گئے پھر کسی قدر پیسوں کا کوئی حقدار پایا اور حقدار نے اجازت نہ دی پس اگر پیسوں کے خریدار نے درہم دے دیا ہے تو وہ ان کے مثل بدل لے اور عقد جائز ہو گا اور اگر اس نے درہم نہیں دیا ہے تو بقدر استحقاق کے عقد ٹوٹے گا اگر بعض پیسوں کا کوئی حقدار ہوا تو اس کے قدر اور کل کا کوئی حقدار ہوا تو پورا عقد ٹوٹ جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

چوتھی فصل:

کانوں میں اور سناروں کی مٹی میں بیع صرف واقع ہونے کے بیان میں

کان کی مٹی سے سونے اور چاندی کو پاک کرنے پر مزدور مقرر کرنا بھی اس بیان میں داخل ہے اگر سونے کی مٹی بعوض سونے کے یا چاندی کی مٹی بعوض چاندی کے خریدی تو جائز نہیں ہے مگر جب یہ معلوم ہو جائے کہ اس مٹی میں اس قدر ہے کہ جتنا یہ دیتا ہے اور ایسے ہی اگر بعوض سونے اور چاندی کے بیچی تو بھی جائز نہیں ہے اور اگر سونے کی مٹی بعوض چاندی کے یا چاندی کی مٹی بعوض سونے کے خریدی تو ہاتھوں ہاتھ جائز ہے اور جو کچھ اس میں سے نکلے اس کے دیکھنے کے وقت مشتری کو خیار ہو گا اور اگر کچھ سونا نہ نکلا تو بیع جائز نہیں ہے اور ثمن واپس کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر ایک قفیز مٹی غیر معین کو بعوض کسی مال یا اسباب کے یا سونے کے خریدا یا کوئی اسباب بعوض ایک قفیز مٹی غیر معین کے خریدا تو بیع جائز نہیں کیونکہ معقود علیہ مجہول ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور اگر آدھی مٹی یا چوتھائی مٹی خریدی تو جائز ہے اور جو اس میں سے نکلے گا وہ دونوں میں بقدر اپنی اپنی ملکیت کے مشترک ہو گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر وہ مٹی سونے اور چاندی کی ہو پس اگر سونے یا چاندی کے عوض بیچی جائے تو جائز نہیں ہے اور اگر سونے اور چاندی کے عوض بیچی جائے تو جائز ہے اور ہر جنس اپنے خلاف کے مقابل ہو گی اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس مٹی میں سونا ہے یہ نہ معلوم ہو کہ اس میں دونوں چیزیں ہیں یا ایک ہے پس اگر سونے یا چاندی کے عوض بیچی جائے تو جائز نہیں ہے اور ایسے ہی اگر سونے اور چاندی کے عوض بیچی جائے تو بھی جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر اس کے مثل مٹی کے عوض خریدی جائے تو بھی جائز نہیں اور اگر اس کے خلاف جنس مٹی کے عوض خریدی جائے تو جائز ہے اور اگر دونوں میں سے کچھ نکلا تو بیع صرف ہو گی اور اگر دونوں میں سے یا ایک

میں سے کچھ نہ نکلا تو بیع باطل ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر سونے اور چاندی کی کان کی مٹی دو شخصوں میں مشترک ہو☆

اگر بعوض کپڑے یا کسی قسم کے اسباب کے خریدی تو خرید کرنا جائز ہے اور اس میں بیع صرف کے شرائط ملحوظ نہ ہوں گے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور یہی حکم سناروں کی مٹی کا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور شعبی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ سناروں کی مٹی فروخت کرنے میں بہتری نہیں ہے اور یہ بھی مثل پانی کے اندر مچھلی بیچنے کے ایک دھوکا ہے اور ہم اسی قول کو لیتے ہیں لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ جب یہ نہ معلوم ہو کہ اس میں کچھ سونا اور چاندی ہے یا نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ اگر کسی نے سناروں کی مٹی بعوض اسباب کے خریدی اور اس میں کچھ سونا یا چاندی نہ نکلا تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اس نے صرف مٹی کو نہیں خریدا ہے جو کچھ اس میں ہے وہ خریدا ہے پس اگر اس میں سونا یا چاندی ہو تو بیع جائز ہوگی اور سنار کو یہ حلال نہیں ہے کہ اس مٹی کا ثمن اپنے کھانے میں صرف کرے کیونکہ جو کچھ اس میں ہے وہ لوگوں کا مال ہے الا اس صورت میں کہ اس نے لوگوں کو ادا کرتے وقت جو کچھ ان کا مال مٹی میں گر پڑا ہے اس کے عوض کچھ زیادہ کر کے ادا کیا ہو پس اگر اس نے ایسا کیا ہو تو اس کو اس مٹی کا ثمن کھانا حلال ہے اور بھی امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جب تک مشتری کو سنار یہ خبر نہ دے کہ میں نے لوگوں کو ان کا مال پورا کر دیا ہے تب تک اس کو خرید کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ مشتری یقیناً جانتا ہے کہ سنار اس کا مالک نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کوئی ایسا دار کہ جس میں سونے کی کان تھی بعوض سونے کے خریدا تو جائز نہیں ہے اور بعوض چاندی کے خریدا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر سونے اور چاندی کی کان کی مٹی دو شخصوں میں مشترک تھی اور ان دونوں نے اٹکل پر تقسیم کر لیا تو جائز نہیں[1] ہے اور اگر مٹی میں سے جدا کر کے باعتبار وزن کے تقسیم کیا تو جائز ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر کسی شخص کا دوسرے پر کچھ قرض تھا پھر اس نے کوئی معین مٹی ہاتھوں ہاتھ دے دی پس اگر قرضہ چاندی تھا اور اس نے چاندی کی مٹی دی تو جائز نہ ہوگا اور اگر سونے کی مٹی دی تو جائز ہے اور جو کچھ اس میں سے برآمد ہو اس کے دیکھنے کے وقت قرض خواہ کو اختیار ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کسی نے سونے یا چاندی کی مٹی دوسرے سے قرض لی تو اس پر مثل اس کے قرض ہوگا جو مٹی سے نکلے اور اس کی مقدار بیان کرنے میں قرض لینے والے کا قول معتبر ہوگا اور اگر اس شرط پر دو مٹی قرض لی کہ اس کے مثل مٹی ادا کرے گا تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کان میں گڑھا کیا پھر اس گڑھے کو بیچا تو جائز نہیں ہے اور اگر کسی مردہ زمین میں کوئی گڑھا کھودا تو وہ اس کا مالک ہوگا کسی خاص کان کی مٹی صاف کرنے کے واسطے اس کان کی معین مٹی کے عوض کوئی مزدور کیا تو جائز ہے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے دیکھنے کے وقت اس کو خیار ہوگا پس اگر اس نے واپس کیا تو اس شخص سے اپنی مزدوری کے مثل لے لے اور اگر اس کو کسی غیر معین مٹی کے کسی قدر وزن پر مزدور کیا تو جائز نہیں ہے اگر کسی شخص کو مزدور کیا کہ کسی کان میں گڑھا کرے اور جو کچھ اس میں نکلے اس کا آدھا مزدوری ہے تو جائز نہیں ہے اور اس کو موافق کام کے مزدوری ملے گی یہ محیط میں سرخسی میں لکھا ہے کسی نے ایک مزدور کیا کہ جو سونے یا چاندی کو کان کی مٹی یا سناروں کی مٹی سے صاف کر کے اس کے لئے نکالتا تھا تو اس کی تین صورتیں ہیں یا تو اس سے کہا کہ میں نے تجھ کو اس واسطے مزدور کیا کہ تو ہزار درہم چاندی میرے واسطے اس مٹی سے صاف کر دے یا کہا کہ ہزار مثقال سونا اس مٹی سے نکال دے اور یہ نہیں معلوم کہ اس مٹی سے جس کی طرف اشارہ کرتا ہے اس قدر سونا یا چاندی نکلے گا یا نہیں تو ایسی مزدوری جائز نہیں ہے اور یا یہ کہا کہ میں نے تجھ کو اس واسطے مزدور کیا کہ تو اس مزدوری پر میرے لئے سونا یا چاندی اس مٹی میں سے نکال دے اور یہ جائز ہے اور یا یہ کہے کہ میں نے تجھ کو اس واسطے مزدور کیا کہ تو میرے واسطے

---

[1] کیونکہ یہ بٹوارہ بمنزلہ بیع کے ہے اور مٹی میں سے الگ ہونے سے پہلے دونوں حصوں کا مساوی ہونا معلوم نہ ہوگا۔

ہزار درہم چاندی مٹی میں سے نکال دے اور کسی مٹی کی طرف اشارہ نہ کیا تو یہ بھی ناجائز ہے جیسا کہ کسی شخص کو اس واسطے مزدور کیا کہ بعوض ایک درہم کے ایک قمیص میرے واسطے سی دے اور کپڑا معین نہ کیا تو نہیں جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کوئی لگام کسی شخص کو اس واسطے دی کہ وہ کسی قدر وزن معلوم کی چاندی اس لگام پر ملمع کر دے کہ وہ اس شخص پر قرض رہے گی اور کسی قدر معلوم مزدوری وہ اس کو دے گا تو یہ جائز ہے اور اس پر مزدوری اور قرض لازم آئے گا اور اگر چاندی کی مقدار میں جو ملمع میں صرف ہوئی ہے دونوں اختلاف کریں تو لگام کے مالک کا قول قسم لے کر معتبر ہوگا اور اس کے علم پر قسم لی جائے گی اور اگر اس نے کہا کہ تو اس پر سو درہم بھر چاندی کا ملمع کر دے اس شرط پر کہ میں تجھ کو اس کا ثمن اور تیرے کام کی مزدوری سب دس دینار دوں گا اور اسی قول پر دونوں جدا ہو گئے تو یہ فاسد ہے اور جب بعینہٖ اس کا واپس کرنا متعذر ہو گیا تو اس کا مثل واپس کرنا اس پر واجب ہے اور اس کو اپنے کام کے موافق دیناروں میں سے اجرت ملے گی مگر جس قدر اس نے بیان کیا ہے اس سے تجاوز[1] نہ ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

پانچویں فصل:

عقد صرف میں قبضہ سے پہلے خریدی ہوئی چیز کے تلف کر دینے کے بیان میں

ایک چاندی کا کنگن بعوض ایک دینار کے خریدا اور مشتری کے قبضہ سے پہلے اس کو کسی شخص نے توڑ ڈالا پس مشتری نے کہا کہ میں کنگن لے کر توڑنے والے سے اس کی ضمان لوں گا تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کوئی چاندی کا کنگن بعوض ایک دینار خریدا اور دینار دے دیا پھر مجلس میں کسی نے اس کو جلا دیا تو مشتری کو خیار ہوگا پس اگر اس نے بیع تمام کرنی چاہی اور چاہا کہ جلانے والے سے کنگن کی قیمت میں سونا لے پس اگر مشتری اور بائع کی جدائی سے پہلے اس کی قیمت پر قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر اس میں دینار پر کچھ زیادتی ہو تو صدقہ کر دے اور اگر قیمت پر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صرف باطل ہو جائے گی اور بائع کو چاہئے کہ دینار واپس کرے اور جلانے والے سے کنگن کی قیمت لے یہ قول امام محمدؒ کا ہے اور پہلا قول امام ابو یوسفؒ کا بھی ہے یہی پھر انہوں نے رجوع کیا اور کہا کہ جب مشتری نے جلانے والے سے ضمان لینا اختیار کیا تو اس سے قیمت لینے سے پہلے دونوں کے جدا ہونے سے صرف باطل نہ ہوگی اور یہی قول امام اعظمؒ کا ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے ایک حلیہ[(1)] دار تلوار کہ جس میں پچاس درہم حلیہ ہے بعوض سو درہم کے یا بعوض دس دینار کے خریدی اور ثمن ادا کر دیا اور تلوار پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ کسی شخص نے تلوار کی حمائل یا اس کا نیام کچھ بگاڑ دیا پھر مشتری نے تلوار کا لینا اختیار کیا اور بگاڑنے والے سے ضمان لینا اختیار کیا تو اس کو یہ پہنچتا ہے پس اگر اس نے تلوار پر قبضہ کر لیا اور بگاڑنے والے نے جو کچھ بگاڑا ہے اس کی قیمت کی ضمان پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے جدا ہو گیا تو کچھ اس کو مضر نہیں ہے اور اگر تلوار پر قبضہ نہ کیا ہو اور بائع سے جدا ہو گیا تو بالاجماع سب کا عقد فاسد ہو جائے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب اس نے تلوار میں سے کوئی چیز بگاڑی ہو اور اگر اس نے پوری تلوار بگاڑی ہو مثلاً اس کو آگ میں جلا دیا اور مشتری نے اس کا دامن گیر ہونا اختیار کیا پس اگر بائع سے جدا ہونے سے پہلے مشتری نے پوری تلوار کی قیمت یا فقط حلیہ کی قیمت اس سے لے لی ہے تو سب کا عقد جائز ہوگا اور اگر حلیہ کی قیمت پر قبضہ نہیں کیا ہے اور بائع سے جدا ہو گیا تو مسئلہ میں ویسا ہی اختلاف ہے یعنی امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک

[1] یعنی مثلاً ایک دینار مزدوری بیان ہوئی تھی اور اجر المثل تین چوتھائی دینار ہوا تو اسی قدر دیا جائے گا اور اگر اجر المثل ڈیڑھ دینار ہو تو ایک دینار سے زیادہ نہ دیا جائے۔ (1) حلیہ : زیور۔

قول کے موافق عقد بالکل باطل نہ ہوگا اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول کے موافق باطل ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک تلوار حلیہ دار کو کہ جس میں پچاس درہم چاندی ہے بعوض سو درہم کے خریدی پھر کسی نے اس کے حلیہ کا بکرہ[1] جلا دیا اور مشتری نے بیع کا تمام کرنا اور جلانے والے کا دامنگیر ہونا اختیار کیا اور ثمن ادا کر دیا اور تلوار پر قبضہ کر لیا پھر بکرہ کی قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے جدا ہو گیا تو خاصۃً بکرہ کی بیع ٹوٹ جائے گی اور تلوار کی نہ ٹوٹے گی یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول میں بکرہ کی بیع بھی نہ ٹوٹے گی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

باب : ۴

بعد عقد کے دونوں عقد کرنے والوں کے تصرفات کے بیان میں

اس میں چند فصلیں ہیں

فصل اوّل:

قبضہ سے پہلے بدل الصرف میں تصرف کرنے کے بیان میں اور ان چیزوں اور صورتوں کے بیان میں کہ جو اس کے بدل کا قصاص ہوتی ہیں اور جو نہیں ہوتی ہیں

اگر بدل الصرف کے عوض کوئی چیز اس سے یا دوسرے شخص سے خریدی یا اس سے بدلی اور ہنوز قبضہ نہیں ہوا ہے تو جائز نہیں ہے اور بیع الصرف اپنے حال پر باقی رہے گی کہ اس پر قبضہ کر کے عقد بیع تمام کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے کسی نے دس درہم بعوض ایک دینار کے خریدے اور دونوں نے قبضہ کر لیا مگر صرف ایک درہم دس میں سے رہ گیا کہ وہ اس کے بائع کے پاس نہ تھا پس خریدار نے ارادہ کیا کہ دینار کا دسواں حصہ واپس کر لے تو واپس کر سکتا ہے اور یہ حکم اس اطلاق کے ساتھ اس صورت میں صحیح ہے کہ جب دسواں حصہ ادا کرنے سے پہلے مجلس سے جدا ہو گئے ہوں اور اگر جدا ہونے سے پہلے مشتری نے دینار کا دسواں حصہ واپس کرنا چاہا تو بدوں دوسرے کی رضامندی کے ایسا نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر اس سے کہا کہ دسویں حصہ دینار کے عوض کے مقدر معین پیسے یا کوئی خاص اسباب میرے ہاتھ فروخت کر دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے خواہ جدائی سے پہلے ہو یا بعد ہو اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہے کہ اگر دینار بیچنے والے نے کہا کہ کوئی چیز درہم کے عوض میرے ہاتھ بیچ ڈال اور اس نے بیچی تو جائز نہیں ہے خواہ جدائی سے پہلے ہو یا بعد ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک ہزار درہم معین بعوض سو دینار کے خریدے اور درہم سپید ٹھہرے تھے پھر بجائے ان کے سیاہ دیئے اور بائع راضی ہو گیا تو جائز ہے اور مراد سیاہ سے وہ درہم ہیں جو سیاہ چاندی کا سکہ ہوں اور دراہم نجاریہ نہیں مراد ہیں کیونکہ اگر ایک دینار سپید چاندی کے درہموں کے عوض بیچا اور بجائے ان درہموں کے درہم نجاری پر قبضہ کیا تو جائز نہیں ہے اور ایسے ہی اگر درہموں پر قبضہ کیا اور چاہا کہ سوائے معین دیناروں کے دوسری قسم کے ادا کرے تو جائز نہیں ہے مگر جب کہ دوسرا راضی ہو جائے اور اگر وہ راضی ہو گیا تو بدلنے والا نہ ہوگا بلکہ پورا حق لینے والا ہوگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب دوسری قسم کے دینار گھٹے ہوئے ہوں اور اگر معین دیناروں سے بڑھ کر ہوں تو دینے میں دوسرے کی رضامندی کی حاجت نہیں ہے کیونکہ وہ

---

[1] قولہ بکرہ تلوار کے حلیہ یعنی زیور میں جو کڑیاں ہوتی ہیں ان کو بکرہ کہتے ہیں۔

اس کا پورا حق اور زیادہ دیتا ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر واجبی حق کے درہموں سے جید یا ردی درہم لے لئے اور یہ درہم لوگوں کے معاملات میں واجبی درہموں میں قائم مقام چلتے ہیں تو جائز ہے اور یہ بھی بدلنا نہیں ہے بلکہ اپنا حق لے لینا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم سے مروی روایات ☆

کتاب الصرف میں ہے کہ اگر ایک ہزار درہم بعینہ بعوض سو دینار کے خریدے اور یہ درہم سپید ہیں پھر درہم کے خریدار نے چاہا کہ اپنے بائع کو جید دینار دے کر احسان کرے اور اس نے انکار کیا تو اس کو اختیار ہے اور یہ صورت[1] ویسی ہے جیسی جامع میں مذکور ہے کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم قرض ہوں پھر وہ جید ایک ہزار درہم لائے اور قرض خواہ قبول نہ کرے تو اس پر جبر نہ کیا جائے گا اگرچہ وہ اس کا حق اور زیادہ دیتا ہے کیونکہ یہ احسان ہے اور اس کو احسان نہ اٹھانے کا اختیار ہے اور اسی طرح اگر اس سے ایک قسم کے دینار خریدے اور بائع سے کہا کہ مجھے ان کے سوا دوسرے دینار دے تو یہ نہیں کر سکتا ہے اگرچہ جس قسم کے طلب کرتا ہے وہ اس کے حق سے گھٹ کر ہوں لیکن اگر دوسرا راضی ہو جائے تو جائز ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ جس پر سیاہ درہم آتے ہیں اس کو جائز ہے کہ سپید ادا کرے جو سیاہ کے مانند یا اس سے جید ہوں اور دوسرے پر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جائے گا اور اسی طرح جس پر سپید درہم آتے ہیں اگر اس نے اس کے مثل سیاہ ادا کیے تو بھی قبول کرنے پر جبر کیا جائے گا اور یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دونوں بیع صرف کرنے والوں میں سے ایک نے دوسرے کو بری کیا یا ہبہ کیا اور دوسرے نے قبول کیا تو صرف ٹوٹ جائے گی اور اگر نہ قبول کیا تو نہ ٹوٹے گی اور اگر ہبہ کی اور اس نے قبول نہ کی اور ہبہ کرنے والے نے اس چیز کو لینے سے انکار کیا تو اس پر جبر کیا جائے گا کہ قبضہ کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک چاندی کا کنگن جو دس درہم بھر ہے بعوض دس درہم کے بیچا اور کنگن دے دیا اور درہم پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ کنگن کے خریدار نے کنگن اس کو ہبہ کر دیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس نے کنگن کا ثمن جدا ہونے سے پہلے اس کو ادا کیا تو بیع صحیح اور ہبہ جائز ہے اور اگر دینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع اور ہبہ دونوں باطل اور کنگن اس کے بائع کو پھر جائے گا اور نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ کسی نے ایک دینار بعوض بیس درہم کے دوسرے سے خریدا اور دینار پر قبضہ کیا اور درہم نہ دیئے یہاں تک کہ مشتری نے دینار اس کے بائع کو ہبہ کیا پھر درہم ادا کرنے سے پہلے جدا ہو گیا تو دینار میں ہبہ جائز ہے اور دینار بیچنے والے کا اس کے خریدار پر ایک دینار اس کے مثل چاہئے ہے یہ محیط میں لکھا ہے ایک دینار خریدا اور دینار بیچنے والے پر اس کے درہم چاہئے ہیں پھر دونوں نے بدلا کر لیا تو استحسانا جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ دینار بعوض مطلق دس درہم کے بیچا ہو تو ایسا جائز ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر قرضہ بعد بیع صرف کے پیدا ہوا پس اگر دونوں نے بدلا نہ کیا تو بدلا نہ ہوگا اور اگر بدلا کیا تو ایک روایت میں صحیح نہیں اور دوسری میں صحیح ہے اور یہی اصح ہے یہ کافی میں لکھا ہے حسن ابن زیاد نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ کسی کے دوسرے پر ہزار درہم قرض تھے اس نے اس سے سو دینار بعوض ہزار درہم کے خریدے پھر درہموں کا بدلا کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر جدا ہونے سے پہلے بدلا کیا تو جائز ہے اور اگر بدلا کرنے سے پہلے جدا ہو گئے تو باطل ہے اور یہی قول امام اعظمؒ کا ہے یہ محیط میں لکھا ہے فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں کہا کہ اگر دینار بیچنے والے نے دس درہم مشتری سے قرض لئے یا غصب کر لئے تو بدلا ہو گیا اور باہمی رضامندی کی حاجت نہیں ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ یہ صورت...... اور جیسے قرض خواہ نے قرض دار کو کسی قدر حق سے بری کیا مگر قرض دار نے رد کر دیا اور پورا حق دینا چاہا تو اس کو اختیار ہے کذا قال شیخ الاسلام خواہر زادہ فی شرحہ۔

متصلات المقاصہ:

کسی شخص کے پاس دوسرے کی ودیعت رکھی تھی اور دوسرے کا اس پر ودیعت کی جنس کا قرضہ تھا تو ودیعت قرض کا بدلا نہیں ہو سکتی اور اگر دونوں اس پر متفق ہوں جب بھی بدلا نہ ہوگی کہ ودیعت اپنے مالک کے قبضہ میں نہ جائے اور اگر اس کے قبضہ میں ہو اور دونوں بدلا کرنے پر متفق ہوں تو ہو جائے گی[1] اور اگر غصب کی ہوئی چیز بعینہ قائم ہو تو اس کا اور ودیعت کا حکم یکساں ہے اور دو قرضہ اگر دونوں میعادی ہوں تو بدوں بدلا کرنے کے بدلا نہ ہوں گے اور اسی طرح اگر ایک میعادی ہو اور دوسرا نہ ہو یا ایک غلہ ہو اور دوسرا صحیح ہو تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الذخیرہ۔

دوسری فصل:

بیع صرف میں مرابحہ کے بیان میں

اگر کچھ سونا دس درہم کو خریدا اور ایک درہم نفع پر بیچا تو جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر دس درہم وزن کا ایک چاندی کا کنگن بعوض ایک دینار کے بیچا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر ایک درہم یا آدھے دینار نفع سے بیچا تو جائز ہے کیونکہ آدھا دینار نفع کی صورت میں اس نے چاندی کا کنگن ڈیڑھ دینار کو فروخت کیا تو جنس کے اختلاف سے نفع ظاہر نہ ہوگا پس وہ بیع ہوگی ابد جائز ہوگی اور ایک درہم نفع سے بیچا تو اس نے کنگن بعوض ایک دینار اور ایک درہم کے بیچا اور یہ جائز ہے کیونکہ درہم کے مقابلہ میں کنگن میں سے اسی کے برابر رکھا جائے اور باقی کنگن بمقابلہ دینار کے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ درہم کے مقابلہ میں اسی کے مثل ہوگا اور دینار بمقابلہ نودسویں کنگن کے اور درہم بمقابلہ دسویں حصہ کے ہوگا پس بعض جزء جس کو راس المال گردانا ہے وہ نودسویں حصہ کنگن میں نفع ہوگا اور بعض جزء جس کو رنج گردانا ہے دسویں حصہ کنگن میں راس المال ہوگا اور یہ ان کی تصریح کے برخلاف ہے یہ محیط میں لکھا ہے مختصر خواہر زادہ میں ہے کہ اگر سونا بعوض سونے کے یا چاندی بعوض چاندی کے خریدی تو مرابحۃً بیچنا بالکل جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر دس درہم چاندی کا کنگن دس درہم کے عوض خریدا اور اس کے ساتھ ایک کپڑا جو اس کو دس درہم میں پڑا ہے ملا کر بیچا اور کہا کہ مجھ کو بیس درہم میں پڑے ہیں اور ایک درہم نفع لیا یا دو یا زیادہ کے نفع سے بیچا تو صاحبینؒ کے نزدیک کپڑے کے حصہ میں جائز ہے اور کنگن میں جائز نہیں ہے اور امام اعظمؒ کے قول پر کسی میں جائز نہیں ہے یہ شرح حاوی میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر ایک باندی اور سو درہم چاندی کا طوق بعوض ہزار درہم کے خریدی اور دونوں نے قبضہ کیا پھر مشتری نے وہ یازدہ کے نفع سے باندی اور طوق بیچا تو امام اعظمؒ کے نزدیک عقد فاسد ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک باندی میں جائز ہوگا طوق میں نہیں اور کرخیؒ نے ذکر کیا کہ ابو یوسفؒ نے طوق کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ کے قول کی طرف رجوع کیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک حلیہ دار تلوار کہ جس کا حلیہ پچاس درہم ہے بعوض سو درہم کے خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کیا پھر مشتری نے اس کو بیس درہم یا دہ یازدہ یا ایک معین کپڑے کے نفع سے مرابحۃً یا انہیں صورتوں کے ساتھ وضیعۃً بیچا تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر سوائے حلیہ کے صرف تلوار ایک درہم نفع سے بیچی تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور ملمع دار لگام کو مرابحۃً بیچنے میں کچھ خوف نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر دس درہم چاندی کا کنگن دس درہم میں خریدا پھر اس نے یا دوسرے نے ایک کپڑا دس درہم میں خریدا

---

[1] ہو جائے گی آہ اور جب ودیعت امانت سے قرضہ ہو جائے تب بھی بدلا ہو سکتا ہے۔

پھر دونوں کو دہ یازدہ کے نفع سے بیچا تو صاحبینؒ کے نزدیک کپڑے میں جائز ہے کنگن میں جائز نہیں ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک کل فاسد ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر دونوں کو وضیعۃً اسی طرح فروخت کیا تو وہ بھی مرابحۃً بیچنے کے مانند ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر پچاس درہم چاندی پچاس درہم کو خریدی اور ایک تلوار مع حمائل اور نیام کے پچاس درہم کو خریدی پھر اس پر پانچ درہم خرچ کئے اور پانچ درہم کاری گر کو دیئے پھر کہا کہ مجھ کو ایک سو دس درہم میں پڑی ہے اور اس کو دہ یازدہ کے نفع سے یا بیس درہم نفع سے بیچا تو یہ سب فاسد ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر چاندی پانچ دینار کو خریدی اور تلوار کو مع نیام اور حمائل کے پانچ دینار میں خرید کر کاری گر سے اس کی ترکیب کرائی اور ایک دینار صرف کیا پھر اس پر اس کو دہ یازدہ کے نفع سے بیچا اور باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر چاندی کا کنگن اس کو ایک دینار میں پڑا اور دوسرے شخص کا ایک کپڑا جو اس کو دو دینار میں پڑا ہے دونوں ملا کر ایک دینار کے نفع سے فروخت کئے تو نفع ہر ایک کے راس المال کی مقدار پر دونوں میں تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

تیسری فصل:

بیع صرف میں زیادتی یا کمی کر دینے کے بیان میں

اگر دس درہم چاندی کا کنگن دس درہم کو خریدا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر اس نے ایک درہم کم کر دیا اور کنگن کے مشتری نے قبول کیا پھر مجلس سے جدا ہونے کے بعد یا پہلے اس درہم پر قبضہ کر لیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک کل بیع فاسد ہو گئی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کمی کرنا باطل ہے درہم اس کو واپس کر دے اور پہلا عقد صحیح رہے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک پہلا عقد صحیح ہے اور یہ کمی کرنا بمنزلہ از سر نو ہبہ کے ہے پس جب تک اس کے سپرد نہ کیا ہو اس کو اختیار ہے کہ نہ دے اور اگر ثمن میں ایک درہم بڑھا دیا اور اس کے سپرد کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک عقد فاسد ہو گیا اور صاحبینؒ کے نزدیک زیادتی باطل ہے اور عقد اول صحیح ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر دس درہم چاندی کا کنگن اور ایک کپڑا بیس درہم کو خریدے اور باہم قبضہ کر لیا پھر بائع نے ایک درہم مجموع دونوں کے ثمن میں سے گھٹا دیا تو آدھا درہم کپڑے میں رکھا جائے گا اور بیس درہم میں سے جو اس کا حصہ ہے اس سے آدھا درہم کم پر اس کی بیع صحیح ہو گی اور یہ بلا خلاف ہے اور اسی طرح امام اعظمؒ کے نزدیک آدھا درہم کنگن کے حصہ میں سے بھی کم ہو سکتا ہے لیکن کنگن کا عقد فاسد ہو جائے گا مگر چونکہ یہ فساد طاری[1] ہوا ہے اس لئے کپڑے کی بیع فاسد نہ ہو گی اور صاحبینؒ کے نزدیک کنگن کے حصہ میں کمی کرنا صحیح نہیں ہے مگر امام محمدؒ اس کو از سر نو ہبہ گردانتے ہیں اور یہ صورت یعنی دونوں کے ثمن کے مجموعہ سے ایک درہم کم کرنا برخلاف اس صورت کے ہے کہ اگر اس نے کہا کہ میں نے دونوں کے ثمن میں سے ایک درہم کم کر دیا اور دونوں کے مجموعہ میں سے نہ کہا تو ساری کمی کپڑے کی ثمن کی طرف پھیر دی جائے گی اور کمی کرنا اور کنگن کی بیع جائز ہو گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر پچاس درہم حلیہ کی تلوار سو درہم میں خریدی اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر تلوار بیچنے والے نے ثمن سے ایک درہم کم کر دیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر جنس مختلف ہو مثلاً دینار کو بعوض درہم کے بیچا پھر ایک نے دوسرے کو ایک درہم بڑھا دیا اور دوسرے نے قبول کیا یا دینار کے ثمن میں سے ایک درہم کم کیا تو زیادتی اور کمی بالاجماع جائز ہے مگر زیادتی کی صورت میں جدائی سے

---

[1] قولہ طاری یعنی ابتدائے عقد میں فساد نہ تھا پھر جب بائع نے مجموعہ میں سے گھٹا دیا تو فساد چھا گیا اور جب کنگن میں سے نصف درہم گھٹا دیں تو وزن کم ہو کر سود ہوا جاتا ہے فافہم۔

پہلے قبضہ شرط ہے حتیٰ کہ اگر زیادتی پر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو بقدر زیادتی کے بیع باطل ہو گئی اور کمی میں جائز ہے کہ خواہ جدائی سے پہلے قبضہ ہو یا اس کے بعد ہو مگر اس پر کم کئے ہوئے کا پھیر دینا واجب ہے اور اگر دینار کے خریدار نے ایک قیراط اس سے کم کر دیا تو دینار بیچنے والا بقدر قیراط کے اس کا شریک ہو گا یہ بدائع میں لکھا ہے اگر دس درہم چاندی کا کنگن بعوض دینار کے خریدا پھر ایک نے دوسرے کو کچھ بڑھا دیا تو دیکھنا چاہئے کہ اگر کنگن بیچنے والے نے بڑھایا اور وہ کپڑا ہے اور کنگن کا خریدار راضی ہو گیا تو زیادتی جائز ہے اور اسی مجلس میں قبضہ کر لینا کپڑے پر شرط نہیں ہے اور اگر بائع کی طرف سے سونا زیادہ کیا گیا پس اگر یہ زیادتی ایک دینار یا اس سے زیادہ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ زیادتی صحیح ہے اور عقد باطل ہو جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک زیادتی صحیح نہیں ہے اور عقد باقی رہے گا اور اگر اس نے آدھا دینار زیادہ کیا تو جائز ہے اور اسی مجلس میں قبضہ کر لینا شرط ہے اور اگر کنگن بیچنے والے نے چاندی زیادہ کی تو جائز ہے اگر چہ کتنی ہی زیادہ ہو اور اگر زیادتی کنگن خریدنے والے کی طرف سے ہو پس اگر کپڑا ہو تو صحیح ہے اور اسی مجلس میں قبضہ شرط نہیں ہے اور اگر وہ زیادتی سونا ہو پس اگر ایک دینار یا زیادہ ہو تو بھی زیادتی جائز ہے مگر اسی مجلس میں قبضہ شرط ہے اور اگر قبضہ نہ کیا تو بقدر زیادتی نے کنگن کا عقد باطل ہو جائے گا اور اگر زیادتی چاندی ہو پس اگر کنگن کے برابر یا زیادہ ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر اس سے کم ہو تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر چاندی کی چھاگل سو دینار میں خریدی اور باہم قبضہ کر لیا ☆

اگر پچاس درہم حلیہ کی تلوار سو درہم میں خریدی اور باہم قبضہ کر لیا پھر تلوار کے خریدار نے ایک درہم یا دینار بڑھا دیا تو جائز ہے اگر چہ قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے ہوں اور اگر تلوار بیچنے والے نے ایک دینار یا چاندی جدائی سے پہلے بڑھائی تو جائز ہے اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو ثمن میں سے بقدر حصہ دینار کے کم ہو جائے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر اس نے درہموں میں سے کچھ کم کر دیا تو جائز ہے اور وہ چاندی سے نہ ہو گی یہ حاوی میں لکھا ہے جامع میں ہے کہ اگر چاندی کی چھاگل سو دینار میں خریدی اور باہم قبضہ کر لیا اور جدا ہو گئے پھر دونوں سے ملاقات ہوئی پھر مشتری نے دس دینار ثمن میں بڑھا دیئے تو زیادتی صحیح ہے اور اسی مجلس میں اس پر قبضہ کرنا شرط ہے اور چھاگل پر فی الحال قبضہ شرط نہیں ہے اگر چہ زیادتی فی الحال چھاگل کے مقابل ہے مگر حقیقۃً مقابل نہیں ہے صرف زبانی مقابلہ ہے کذا فی المحیط۔

چوتھی فصل:

بیع صرف میں صلح کے بیان میں

ہزار درہم چاندی کی چھاگل بعوض سو دینار کے خریدی اور باہم قبضہ کر لیا پھر چھاگل میں کوئی عیب پایا اور وہ بعینہٖ موجود ہے یہاں تک کہ اس کو واپس کر سکتا ہے پھر بائع نے کچھ دینار پر اس سے صلح کی اور مشتری نے اس پر قبضہ کیا یا نہ کیا یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو صلح پوری ہو گئی یہ مسئلہ کہ باب الاصل میں بلا ذکر خلاف مذکور ہے اور یہ صاحبینؒ کے قول پر درست ہے اور ایسے ہی امام اعظمؒ کے قول پر جس نے ان کا قول یہ بیان کیا ہے کہ حصہ عیب کی صلح ثمن میں سے واقع ہوئی کیونکہ اس کے حصہ میں دینار ہیں اور بدل صلح بھی دینار ہیں تو پہلے اس کے حق کی جنس پر ہوئی پس صرف نہ ہو گی اور اگر صلح دس درہم پر واقع ہو پس اگر مشتری نے جدا ہونے سے پہلے اس پر قبضہ کر لیا تو صلح جائز ہے اور اگر قبضہ نہ کیا اور جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی کیونکہ یہ جنس حق کے خلاف پر صلح ہے پس عقد صرف

---

۱ قولہ حدیث پہنچی...... یہ مسئلہ دلیل ہے کہ حدیث پر عمل کر لینا مقبول ہے اور یہ شامی وغیرہ کے نزدیک محقق ہے کیونکہ وہ اصل ہے۔

کا اعتبار کیا جائے گا پس جن درہموں پر صلح واقع ہوئی ہے اگر وہ حصہ عیب سے زیادہ ہوں تو صلح جائز ہے کیونکہ بعض مشائخ کے نزدیک صلح سب اماموں کے نزدیک حصہ عیب سے واقع ہوئی ہے اور حصہ عیب دینار ہیں اور دینار کا خریدنا بعوض اتنے درہموں کے جو دینار کی قیمت سے زائد ہیں جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر چاندی کی چھاگل بعوض سو دینار کے خریدی اور اس کو عیب دار پایا پھر عیب سے ایک دینار پر صلح کی اور عیب کی قیمت اس سے کم اس قدر ہے جس میں لوگ ٹوٹا نہیں اٹھاتے ہیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک صلح جائز ہے اور یہ صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے مگر اسی قدر میں کہ جس میں لوگ ٹوٹا اٹھاتے ہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں صاحبینؒ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مابین اختلاف کی وجہ ☆

ایک غلام سو دینار کو خریدا اور باہم قبضہ کر لیا پھر غلام میں کوئی عیب پا کر اس کے بائع سے جھگڑا کیا اور بائع نے عیب کا اقرار کیا یا انکار کیا مگر مشتری کے ساتھ اس عیب سے کچھ دینار پر صلح کر لی تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ بدل الصلح ثمن کے حصہ عیب سے کم ہو اور باہمی قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح جائز ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم صاحبینؒ کے قول پر ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس طور پر صلح جائز نہ ہونا چاہئے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ سب کا قول ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ثمن کے حصہ عیب سے زیادہ پر صلح واقع ہو پس اگر یہ زیادتی ایسی ہو کہ جس کے مانند لوگ ٹوٹا اٹھاتے ہیں تو جائز ہے اور اگر ایسی ہو کہ جس کے مانند لوگ ٹوٹا نہیں اٹھاتے ہیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی قدر معین درہموں پر صلح کی اور جدائی سے پہلے ان پر قبضہ کیا تو جائز ہے اور اگر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح ٹوٹ جائے گی اور جب صلح ٹوٹ گئی تو وہی جھگڑا جو عیب میں تھا پیش آئے گا اور ایسے ہی اگر درہموں کی کچھ مدت مقرر کی اور قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے یا صلح میں خیار کی شرط لگائی اور شرط والے کے شرط باطل کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بھی صلح باطل ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر کسی پر سو درہم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس کا اقرار کیا یا انکار کیا پھر دعویٰ سے دس درہم پر فی الحال یا میعادی صلح کی پھر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح جائز ہے اور ایسے ہی اگر اس میں کسی کے واسطے خیار شرط ہو اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہوئے تو صلح باطل نہ ہو گی اور اگر پانچ دینار پر اس سے صلح کی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گی اگر اور بعد قبضہ کے جدا ہوئے تو صلح صحیح رہے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی قدر ادا کرنے کے بعد جدا ہوا تو ادا کئے ہوئے حصہ سے بری ہوا اور باقی حصہ اس پر لازم ہو گا اور اگر سو درہم سے ایک سونے کا پتر یا ڈھلا ہوا سونا کہ جس کا وزن نہیں معلوم ہے دے کر صلح کی تو جائز ہے بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے قبضہ ہو جائے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر ایک عورت مری اور اس نے اپنے ترکہ میں غلام اور کپڑے اور سونا اور چاندی اور زیور کہ جس میں موتی اور جواہر جڑے ہیں چھوڑے اور اپنے شوہر اور باپ کو وارث چھوڑا اور اس کی پوری میراث اس کے باپ کے پاس ہے پھر باپ نے سو دینار پر شوہر سے صلح ٹھہرائی تو اس کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ سونے کے ترکہ میں سے شوہر کا حصہ معلوم ہو اور اس صورت میں اگر بدل صلح اس کے سونے کے حصہ سے زائد ہو تو صلح جائز ہے اور اگر برابر یا کم ہو تو جائز نہیں ہے اور دوسری یہ ہے کہ اس کا حصہ نہ معلوم ہو تو صلح جائز نہ ہو گی اور ایسے ہی اگر پانچ سو درہم پر صلح ٹھہرائی تو اس کی بھی یہی دو صورتیں ہیں اور اگر سو درہم اور پچاس درہم پر صلح ٹھہرائی تو ہر طرح صلح جائز ہے پس اگر قبضہ پایا گیا تو کل کی صلح صحیح رہی اور اگر قبضہ نہ پایا گیا تو صلح باطل ہو گی ایسا ہی کتاب میں مذکور ہے اور واجب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حصہ صرف کی صلح باطل ہو جائے گی اور ایسا ہی موتی اور جواہر کی بھی اگر ان کا بدوں ضرر کے نکالنا ممکن نہ ہو تو باطل ہو گی لیکن اس کے سوا کپڑے اور مال و اسباب کی صلح صحیح رہے گی اور اگر شوہر نے درہم اور دینار پر جو بدل صلح ہیں قبضہ کر لیا اور میراث باپ کے گھر میں ہے اور وہ مجلس صلح میں موجود نہیں ہے تو صلح بقدر حصہ سونے اور چاندی کے باطل ہو جائے گی

ایسا ہی کتاب میں لکھا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ باپ کے پاس جو مال موجود ہے اس میں شوہر کے حصہ کا اقرار کرتا ہو کہ شوہر کا حصہ اس کے پاس امانت ہو اور امانت کا قبضہ قبضہ خرید کا نائب نہیں ہوتا ہے پس جدائی بدوں قبضہ کے ہوگی تو صرف کا حصہ اور حصہ جواہر مرصع جو بلا ضرر نکالے نہیں جا سکتے ہیں باطل ہوگا اور اگر باپ شوہر کے حصہ سے انکار کرتا ہو تو وہ شوہر کے حصہ کا غاصب ہوا اور غصب کا قبضہ خرید کے قبضہ کا نائب ہوتا ہے پس جب بدل الصلح پر قبضہ کیا تو جدائی دونوں کے قبضہ کے بعد حاصل ہوئی تو حصہ صرف کی بھی صلح باطل نہ ہوگی اور ایسے ہی اگر باپ شوہر کے حصہ کا مقرر ہے مگر میراث مجلس میں موجود ہے تو کل کی صلح جائز ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

کیا اصلیتِ صلح یہی ہے کہ حق میں سے کچھ منہا کر دیا جائے؟

اگر ایک حلیہ دار تلوار پر جو کسی کے ہاتھ میں موجود ہے ایک شخص نے دعویٰ کیا اور اس سے دس دینار پر صلح کی اور اس میں سے پانچ دینار پر قبضہ کر کے دونوں جدا ہو گئے یا جدائی سے پہلے باقی کے عوض ایک کپڑا خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا پس اگر دینار بقدر حلیہ کے ادا کئے تو صلح باقی رہے گی اور اگر اس سے کم ہیں تو صلح فاسد اور کپڑے کا خریدنا بھی فاسد ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر کسی پر دس دینار اور دس درہم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا یا اقرار کیا لیکن مدعا علیہ نے پانچ درہم پر اس سب سے صلح کر لی تو یہ جائز ہے خواہ یہ نقدی ہوں یا ادھار ہوں یہ محیط میں لکھا ہے اگر دس مثقال سونے کا کنگن بعوض سو درہم کے خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر اس کو تلف کیا یا نہ کیا پھر اس میں کوئی ایسا عیب پایا جو تدلیس[1] سے بائع نے اس پر چھپا دیا تھا پھر دس درہم ادھار پر صلح کی تو یہ جائز ہے اور اگر ایک دینار پر صلح کی تو جائز نہیں ہے مگر جبکہ جدا ہونے سے پہلے اس پر قبضہ کر لے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر دس درہم چاندی کا کنگن ایک دینار کو خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر کنگن میں کچھ ایسی شکستگی پائی جس سے نقصان آتا ہے پھر دینار میں سے دو قیراط سونے پر صلح کی اس شرط پر کہ کنگن کا خریدار چوتھائی کر گیہوں بڑھائے گا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر گیہوں معین ہوں اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو جائیں تو بھی جائز ہے اور اگر باہم قبضہ کے بعد گیہوں میں کچھ عیب پایا تو واپس کر کے اس کا ثمن لے سکتا ہے اور اس کا ثمن پہچاننے کی یہ صورت ہے کہ دو قیراط سونا گیہوں اور عیب کی قیمت پر تقسیم ہو پھر جو گیہوں کے حصہ میں پڑے وہی گیہوں کا ثمن ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے منتقی میں ہے کہ اگر کسی کے نجاری درہم دوسرے پر قرض ہوں اور ان کے عوض ایسے درہموں پر جن کا وزن معلوم نہیں ہے صلح کی تو نجاری درہم کو دیکھنا چاہئے پس اگر اس میں تانبا زیادہ ہو تو صلح قلیل و کثیر پر جائز ہے اور اگر اس میں چاندی زیادہ ہو تو صلح صرف برابر وزن پر جائز ہوگی اور اگر کسی میعاد پر صلح کی تو جائز نہیں ہے اس جہت سے کہ یہ بطریق[2] کمی کرنے کے نہیں ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر اس پر ہزار درہم غلہ کے ہوتے اور ان سے نو سو سپید درہم پر صلح کرتا تو جائز نہ تھا اور اگر ہزار درہم سپید قرض تھے اور نو سو درہم سیاہ پر صلح کی تو بطریق کم کر دینے کے جائز ہے اور اگر نو سو پر صلح کی اور سپید کی شرط نہ لگائی اور اس نے سپید دیئے تو جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ اگر سیاہ افضل ہوں تو سپید سے کم وزن سیاہ پر صلح ناجائز ہے اور اگر دونوں برابر ہوں تو ایک کے وزن سے دوسرا کم دینا صلح میں جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

باب : ④

بیع صرف اقسام خیار کے بیان میں

اگر کسی نے ایک ہزار درہم دوسرے سے بعوض سو دینار کے خریدے اور ایک دن کے خیار کی شرط کی پس اگر اس نے خیار کو

[1] تدلیس کر کے عیب چھپا ڈالنا۔ [2] قولہ بطریق ... اس واسطے کہ صلح کی اصلیت یہی ہے کہ حق میں سے کچھ گرا دیا جائے۔

جدا ہونے سے پہلے باطل[1] کر دیا تو بیع جائز ہے اور اگر باطل کرنے سے پہلے جدا ہو گئے اور دونوں نے قبضہ بھی کیا تو بھی بیع فاسد ہے اور ایسے ہی اگر خیار بائع کا ہو یا دونوں کا ہو مدت کم ہو یا زیادہ ہو یہی حکم ہے اور یہی حکم ڈھالے ہوئے برتن اور حلیہ دار تلوار اور سونے کے طوق کا ہے کہ جس میں موتی اور جواہرات ہوں کہ جو بدوں طوق توڑنے کے نہ نکل[2] سکتے ہوں لیکن ملمع دار لگام اور اس کے مانند چیزوں کی بیع میں خیار کی شرط صحیح ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر ایک باندی اور پچاس دینار سونے کا طوق ہزار درہم میں خریدے اور ایک دن کے خیار کی شرط کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک کل کی بیع فاسد ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک باندی کی بیع اس کے حصہ ثمن کے عوض جائز ہے اور ایسے ہی اگر دونوں کو سو دینار کے عوض خریدا تو بھی یہی حکم ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر دونوں کو سو دینار کے عوض خریدا اور میعاد کی شرط لگائی تو میعاد اور خیار کی شرط کا ایک ہی حکم ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر دونوں کو بعوض گیہوں یا کسی اسباب کے خریدا تو ایک دن یا زیادہ کے خیار کی شرط جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر ایک رطل تانبا ایک درہم کو خریدا تو اس میں خیار کی شرط جائز ہے کیونکہ یہ بیع صرف نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کچھ فلوس بعوض درہموں کے اس شرط پر خریدے کہ درہموں کے بیچنے والے کو خیار ہے پھر درہم دے دے اور پیسوں پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو بیع فاسد ہے اور اگر خیار پیسے بیچنے والے کا ہو اور درہموں پر اس نے قبضہ کر لیا ہے تو بیع جائز ہے اور امام اعظمؒ کے قول پر ایسا عقد جائز نہ ہونا چاہئے یہ محیط میں لکھا ہے اور درہم اور دینار اور تمام دین[3] میں خیار رویت نہیں ہوتا ہے اور جو چیزیں معین ہو سکتی ہیں جیسے پتر اور زیوران میں خیار رویت ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور خیار استحقاق کی صورت یہ ہے کہ اگر عقد درہم اور دینار پر وارد ہو مثلاً ایک دینار بعوض دس درہم کے خریدا پھر آدھے دینار کا کوئی مستحق ہوا تو آدھے درہم واپس لے اور اس کو آدھا درہم ملے گا اور خیار نہ ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اگر زیوف تھوڑے ہوں تو یہی حکم ہے ☆

اگر درہموں کا کوئی مستحق نکلا اور اس نے لے لئے تو قبضہ باطل ہو جائے گا اور اس کے مثل واپس کر سکتا ہے اور عقد باطل نہ ہوگا اور اگر مستحق نے بیع کی اجازت دی تو دیکھنا چاہئے کہ اگر اس کی اجازت قبضہ کے بعد حاصل ہوئی تو قبضہ جائز ہے اور مستحق کو مقبوضہ لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور اس کو اختیار ہے کہ ادا کرنے والے سے لے اور اگر قبضہ سے پہلے اس کی اجازت ہوئی تو اجازت کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے اور مستحق کو اختیار ہے کہ اپنے درہم لے لے اور عقد باطل نہ ہوگا اور اس کے مثل بھی لے سکتا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب تک جدائی نہ ہوئی ہو یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر سب درہم یا تھوڑے کا کوئی حق دار پیدا ہوا اور وہ دونوں جدا ہو چکے ہیں پس اگر مستحق نے اجازت دی اور وہ درہم بعینہٖ قائم ہیں تو جائز ہوگی اور اگر نہ اجازت دی تو پوری صرف باطل ہو جائے گی اگر وہ کل کا مستحق ہے اور اگر بعض کا مستحق ہے تو بقدر اس کے باطل ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے دس درہم بعوض ایک دینار کے خریدے اور باہم قبضہ کیا پھر ان کو بعد جدا ہونے کے زیوف پایا پھر ان کو بدل لیا پھر ان زیوف درہموں کا کوئی مستحق نکلا تو صاحبینؒ کے نزدیک صرف باطل نہ ہوگی اور ایسے ہی امام اعظمؒ کے نزدیک بھی اگر زیوف تھوڑے ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کل کو زیوف پایا تو صرف ٹوٹ جائے گی خواہ بدل لیا ہو یا نہ بدلا ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر عقد کسی چیز معین پر وارد ہو مثلاً ایک کنگن خریدا اور اس میں سے بعض کا کوئی مستحق ہوا تو مشتری کو خیار ہے کہ باقی کو چاہے واپس کرے یا اس کے حصہ کے عوض لے لے پس اگر کوئی حق دار

---

[1] قولہ باطل اس واسطے کہ صرف کے عقد میں ادھار حرام ہے۔ [2] قولہ نہ نکل سکتے ہوں کیونکہ اگر بے ضرر کے جواہر نکل آئیں تو جواہر کا حصہ بعد قبضہ کے بیع ہو سکتا ہے۔ [3] قولہ دین یعنی برخلاف عین کے جو چیز وصف بیان کر کے اپنے ذمہ رکھی ہو۔

نکلا اور ہنوز قاضی نے اس کے واسطے حکم نہیں دیا کہ اس نے بیع کی اجازت دے دی تو بیع جائز ہوگی اور یہ ثمن مستحق کا ہوگا کہ بائع اس کو لے کر مستحق کے سپرد کردے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کوئی ڈھالا ہوا برتن یا کنگن چاندی کا بعوض سونے یا چاندی کے پتر کے خریدا پھر برتن یا کنگن کا کوئی حق دار ہوا تو بیع باطل ہو جائے گی اگرچہ دونوں مجلس میں موجود ہوں اور یہ اس وقت ہے کہ مستحق نے بیع کی اجازت نہ دی ہو اور اگر اس نے اجازت دی تو جائز ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی ایک پیچیدہ صورت ☆

کسی کے دوسرے پر ایک ہزار درہم غلہ کے قرض تھے پھر ان کے عوض نو سو کھرے اور ایک دینار لے لیا اور دونوں جدا ہو گئے پھر دینار کا کوئی مستحق نکلا تو وہ قرض دار سے سو درہم غلہ کے لے لے اور اگر جدا ہونے سے پہلے اس دینار کا کوئی مستحق ہو تو اس کے مثل دینار واپس لے اور اگر بجائے دینار کے پیسے ہوں تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا خیار اس شخص کو ثابت ہوتا ہے کہ جس کے عقد صرف کی چیز میں عیب معلوم ہو یہ حاوی میں لکھا ہے اگر ایک دینار بعوض دس درہم کے یا سونے کی کوئی ڈھلی چیز فروخت کی اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر درہم کے قبضہ کرنے والے نے ان کو زیوف یا نبہرہ پایا تو ان کو واپس کر سکتا ہے پس اگر بعد جدائی کے واپس کیا تو امام اعظمؒ اور زفرؒ کے نزدیک صرف باطل ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ کے نزدیک اگر واپسی کی مجلس میں بدل لیا تو جائز ہے اور اگر جدائی سے پہلے بدل لیا تو اجماعاً جائز ہے اور اگر بعض کو زیوف پایا پس اگر یہ بعض تھوڑے ہوں تو استحساناً عقد باطل نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر ان کو ستوق پایا اور مجلس عقد میں واقع ہوا تو ان سے چشم پوشی جائز نہیں ہے پس اگر ان کے بدلے اسی مجلس میں جید درہم قبضہ میں لے لئے تو جائز ہے اور گویا اس نے آخر مجلس تک قبضہ کرنے میں تاخیر کی یہ محیط میں لکھا ہے اور ایسے ہی اگر قبضہ کرنے کے وقت یہ معلوم ہوا اور اس نے قبضہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اس کو اختیار ہے کہ واپس کر کے جید بدل لے اور اگر عقد کے وقت معلوم ہوا کہ وہ ستوق یا رصاص ہیں تو دیکھا جائے گا کہ اگر بیان کر دینے[1] یا نام لینے سے معلوم ہوا تو بیع جائز ہوگی اور عقد بعینہ انہیں سے متعلق ہوگا اور اگر ستوق یا رصاص ہونے کا نام نہ لیا لیکن کہا کہ میں نے یہ دینار تجھ سے بعوض ان درہموں کے خریدے اور ستوق یا رصاص کی طرف اشارہ کیا پس اگر دونوں کو معلوم ہو کہ یہ ستوق یا رصاص ہیں اور ہر ایک کو یہ بھی معلوم ہو کہ دوسرا اس کو جانتا ہے تو عقد بعینہ ان کی ذات سے متعلق ہوگا اور اگر دونوں نہ جانتے ہوں یا ایک جانتا[2] ہو اور دوسرا نہ جانتا ہو یا دونوں جانتے ہوں لیکن ہر ایک کو یہ نہ معلوم ہو کہ دوسرا جانتا ہے تو عقد ان کی ذات سے متعلق نہ ہوگا بلکہ اسی قدر جید درہموں سے متعلق ہوگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر پورے درہموں کو یا بعض کو جدا ہونے کے بعد ستوق پایا پس اگر سب کو ستوق پایا تو صرف باطل ہو جائے گی اور اگر بعض کو ستوق پایا تو بقدر اس کے صرف باطل ہو جائے گی خواہ اس سے چشم پوشی[3] کی یا واپس کیا اور بجائے اس کے دوسرا بدلا یا نہ بدلا ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگر جدا ہونے کے بعد درہموں کو ستوق پایا اور وہ اس کے پاس تلف ہو گئے تو اس پر ان کی قیمت واجب ہوگی اور صرف باطل ہو جائے گی اور اپنے دینار واپس کر لے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

یہ سب اس صورت میں ہے کہ دینار کے بدلے درہم ہوں جو عقد میں متعین نہیں ہوتے اور اگر ایسی چیز ہو جو متعین ہوتی ہے مثلاً چاندی کا کنگن بعوض دینار کے یا چاندی کا برتن یا پتر بعوض دینار کے خرید کر دونوں نے قبضہ کیا پھر برتن یا پتر میں عیب پایا پس اگر اس کے عیب پر راضی ہوا تو جائز ہے اور اگر راضی نہ ہوا اور واپس کیا تو عقد باطل ہو جائے گا خواہ جدائی ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو اور

---

[1] مثلاً کہا کہ میں نے تجھ سے یہ دینار بعوض ان ستوقہ یا رصاص درہموں کے خریدے۔ [2] قولہ ستوق دراصل درہم ہی نہیں ہیں اور رصاص علی ما القیاس رانگ ہیں [3] قولہ چشم پوشی یعنی یہی مثلاً قبول کر لئے یا پھیر کو دوسرے بدل لئے۔

دینار پر قبضہ کرنے والے کو اختیار ہے کہ چاہے بعین مقبوضہ واپس کرے یا اس کا مثل واپس دے مگر اس صورت میں[1] کہ اصل سے عقد فاسد نکلے مثلاً مبیع کا کوئی مستحق ہو پس ایسی صورت میں جب عقد فاسد ہوا تو وہ دینار بعینہ واپس کرے بشرطیکہ موجود ہو اور اگر تلف ہو گیا ہو تو اس کا مثل واپس کرے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر بعوض درہموں کے کوئی حلیہ دار تلوار خریدے اور اس کی کسی چیز میں عیب پایا تو کل کو واپس کرے نہ بعض کو اور اس کے بعض کا عیب کل میں اثر کرتا ہے کیونکہ وہ ایک ہی شی ہے پس اگر کل کو بغیر حکم قاضی واپس کیا پھر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو واپس کرنا باطل ہو گیا کیونکہ باہمی رضامندی سے واپس کرنا تیسرے کے حق میں نئی بیع ہوتی ہے اور صرف میں قبضہ شرعی حق کے طور پر واجب ہے اور یہی ثالث ہے تو گویا بدوں حق شرع کے قبضہ سے پہلے افتراق ہوا اور اگر قاضی کے حکم سے واپس کیا تو واپسی باطل نہ ہو گی کیونکہ وہ سب کے حق میں فسخ ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر دونوں نے اقالہ کیا اور بیع کوئی برتن ہے پھر قبضہ سے پہلے اس شخص نے جو اقالہ کے سبب سے اس کا مالک ہوا ہے پھر مشتری یا دوسرے کے ہاتھ بیچا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام محمدؒ نے جامع کبیر میں فرمایا کہ اگر مشتری کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اور اگر دوسرے کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر ہزار درہم چاندی کی چھاگل بعوض ہزار درہم یا سو دینار کے خریدی اور باہم قبضہ کر کے جدا ہو گئے پھر یہ درہم رصاص یا ستوق پا کر واپس کر دیئے تو ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے اور چھاگل واپس کرنے سے پہلے اس سے جدا ہونے کا اختیار ہے اور یہی حکم زیوف درہموں کا بھی امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک زیوف کو مجلس واپسی سے جدا ہونے سے پہلے بدل لے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر کوئی سونے کا زیور کہ جس میں جواہر ہیں خریدا پھر جواہر میں عیب پا کر چاہا کہ فقط جواہر کو واپس کر دے تو ایسا نہیں کر سکتا ہے یا تو سب کو واپس کر دے یا سب کو لے لے اور ایسے ہی اگر چاندی کی انگوٹھی کہ جس میں یاقوت کا نگینہ ہے خریدی پھر نگینہ یا چاندی میں عیب پایا تو دونوں کو واپس کرے یا دونوں کو لے لے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کسی نے کوئی طشت یا برتن خریدا اگر یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس چیز کا ہے اور اس کے مالک نے کسی چیز کے ہونے کی شرط بھی نہیں کی ہے تو یہ جائز ہے اور اگر چاندی کا برتن خریدا پھر وہ چاندی کے سوا نکلا تو دونوں میں بیع نہ ہوئی اور اگر وہ چاندی سیاہ یا سرخ تھی کہ جس میں رانگہ یا تانبا ملا تھا اور میل نے اس کو فاسد کر دیا تھا تو مشتری کو خیار ہے چاہے اس کو لے ورنہ چھوڑ دے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر چاندی کا کنگن بعوض سونے کے خریدا پھر اس میں عیب پایا تو واپس کر سکتا ہے پس اگر وہ اس کے پاس تلف ہو گیا یا کوئی دوسرا عیب آ گیا تو نقصان عیب لے سکتا ہے اور بائع یہ کہہ سکتا ہے کہ میں اس کو ایسا ہی واپس لے لیتا ہوں اور اگر ثمن چاندی ہو تو نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

اگر اس میں عیب پایا لیکن اس کے آدھے کا کوئی مستحق پیدا ہوا اور باقی آدھا اس نے واپس نہ لیا یہاں تک کہ ٹوٹ گیا تو باقی اس کے ذمہ پڑے گا اور آدھا ثمن واپس کرے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر ایک دینار بعوض دس درہم کے خریدا اور باہم قبضہ کر لیا اور وہ درہم زیوف ہیں پھر ان کو ان کے خریدار نے خرچ کیا اور اس نے یہ نہ جانا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بائع پر اس کا کچھ حق نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ان کے مثل واپس کر دے اور کھرے کے لے اور امام محمدؒ کو قدوری نے امام ابو یوسفؒ کے ساتھ کیا ہے اور کرخیؒ نے امام اعظمؒ کے ساتھ ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور فخر الاسلام وغیرہ نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسفؒ کا قول استحسان ہے اور ان دونوں کا قول قیاس ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر یہ دس درہم قرض ہوں یا بیع کا ثمن ہوں تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ حاوی

---

[1] قولہ مگر...... یعنی اگر ثبوت ہوا کہ اس مال کا مالک دوسرا ہے تو بیع اصل سے باطل ہے۔

میں لکھا ہے اور اگر چاندی خریدی اور اس کو بدوں عیب کے ردی پایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر درہم بیچنے والے نے کہا کہ میں نے تجھ سے ہر عیب سے برأت کر لی پھر مشتری نے ان کو ستوق[1] پایا تو بری نہ ہوگا اور اگر زیوف پایا تو بری ہو جائے گا یہ حاوی میں لکھا ہے امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں یہ درہم تیرے ہاتھ بیچتا ہوں اور درہم دکھلا دیئے پھر اس نے ان کو زیوف پایا تو فرمایا کہ ان کو بدل لے لیکن اگر اس نے کہہ دیا ہو کہ یہ زیوف ہیں یا ان کے عیب سے برائت کر لی تو بدل نہیں سکتا یہ محیط میں لکھا ہے امام محمدؒ سے روایت ہے کہ زید نے عمرو سے کچھ دینار بعوض درہموں کے خریدے اور دیناروں پر قبضہ کر لیا اور ان کو بکر کے ہاتھ بیچا پھر بکر نے اس میں عیب پا کر بدوں حکم قاضی کے زید کو واپس کر دیا تو زید کو اختیار ہے کہ عمرو کو واپس کرے اور یہ بیع اسباب کی بیع کے مشابہ نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کوئی چاندی کی انگوٹھی کہ جس میں نگینہ ہے بعوض درہم یا دینار کے خریدی اور باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری نے چاندی میں سے نگینہ الگ کر لیا اور الگ کرنے سے کچھ ضرر نہ ہوا پھر ایک میں عیب پایا تو اس کے حصہ ثمن کے عوض واپس کر دے[2] اور اسی طرح اگر نگینہ اکھاڑنے سے پہلے ایک میں عیب پایا اور دونوں کو واپس کرنا چاہا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے لیکن نگینہ کو چاندی سے جدا کرے اور جس میں عیب ہے اس کو واپس کرے اور اگر مشتری نے دونوں پر قبضہ کیا اور ثمن نہ دیا یہاں تک کہ ایک میں عیب پایا تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے دونوں لے یا دونوں کو واپس کر دے اور اگر اس نے کسی میں عیب نہ پایا لیکن ثمن پر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو چاندی کی بیع باطل ہو جائے گی اور نگینہ اپنے داموں میں مشتری کو لینا پڑے گا اور چاندی اور نگینہ اگر ایسے ہوں کہ دونوں کو جدا کرنا مضر نہیں ہے تو ایک ساتھ فروخت کئے جائیں گے اور یہی حال حلیہ دار تلوار و حلیہ دار پٹی وغیرہ کا ہے پس ہر ایسی چیز کہ جس میں سے جواہر کا نکالنا مضر نہ ہو وہ بمنزلہ علیحدہ دو چیزوں کے ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

متفرقات:

اگر ایک دینار بعوض دس درہم کے خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر دینار بیچنے والا کچھ زیوف درہم لایا اور کہا کہ میں نے انہیں درہموں میں پائے ہیں اور مشتری نے اپنے درہموں میں سے ہونے سے انکار کیا تو اس مسئلہ میں چند صورتیں ہیں کہ دینار بیچنے والے نے اس وقت سے پہلے یا یہ اقرار کیا ہوگا کہ میں نے جید پر قبضہ کیا یا اپنے حق پر قبضہ کیا یا راس المال پر قبضہ کیا یا درہم بھر پائے یا درہموں پر قبضہ کیا یا فقط قبضہ کیا تو پہلی' دوسری' تیسری اور چوتھی صورت میں اس کا دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا پس مشتری سے قسم نہ لی جائے گی اور پانچویں صورت میں قول دینار بیچنے والے کا ہوگا اور خریدنے والے پر گواہ لانا چاہئے کہ اس نے جید درہم دیئے ہیں اور یہ استحساناً ہے اور چھٹی صورت میں بھی یہی حکم ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے ان درہموں کو ستوق یا رصاص پایا ہے تو بھی پانچ صورت میں اس کا قول قابل سماعت نہ ہوگا اور چھٹی صورت میں قبول ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

باب : ⑤

عقد صرف کے ان احکام کے بیان میں جو دونوں عقد کرنے والوں کے حال سے متعلق ہیں

اس میں چھ فصلیں ہیں

---

[1] قولہ ستوق کیونکہ ستوق درحقیقت درہم ہی نہیں ہیں اور زیوف کھوٹے درہم ہیں فافہم۔ [2] قولہ یعنی واپس کر کے اپنا حصہ ثمن لے لے۔

فصل اوّل:

مرض میں بیع صرف کے بیان میں

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مریض نے اپنے وارث کے ہاتھ دینار بعوض ہزار درہم کے فروخت کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے مگر جبکہ باقی وارث اجازت دے دیں اور غبن[1] کے ساتھ اس کی وصیت وارث کے واسطے معتبر ہے اور اسی طرح اگر اس کو مثل قیمت پر یا کم پر بیچا ہو تب بھی یہی حکم ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر مثل قیمت یا زیادہ پر بیچا تو باقی وارثوں کی بلا اجازت بیع جائز ہے اگر مریض نے اپنے بیٹے سے ہزار درہم بعوض سو دینار کے خریدے اور باہم قبضہ کر لیا اور اس کے بالغ وارث موجود ہیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک باقی وارثوں کی بلا اجازت جائز نہیں ہے خواہ دیناروں کی قیمت ہزار درہم ہو یا زیادہ ہو یا کم ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر دیناروں کی قیمت ہزار درہم یا کم ہے تو باقی وارثوں کی بلا اجازت جائز ہے اور اگر ہزار درہم سے زیادہ ہے تو باقی وارثوں کی اجازت دینے سے بیع جائز ہو گی اور اگر انہوں نے اجازت نہ دی تو مشتری کا بیٹا مختار ہو گا کہ اگر چاہے تو بیع توڑ کر دینار واپس کرے اور اپنے درہم لے لے اور اگر چاہے تو دیناروں میں سے اپنے درہموں کی قیمت کے برابر لے لے اور زیادتی کو واپس کرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر مریض نے کسی اجنبی کے ہاتھ ہزار درہم بعوض ایک دینار کے بیچے اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مریض مر گیا اور دینار اس کے پاس ہے اور سوائے اس کے اس کا کچھ مال نہیں ہے تو وارثوں کو اختیار ہے کہ جس قدر تہائی سے زائد ہے واپس کریں اور جب انہوں نے واپس کیا تو مشتری کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو دینار لے لے اور ہزار درہم واپس کر دے اور اگر چاہے تو ہزار میں سے دینار کی قیمت لے اور ہزار کی پوری تہائی بھی لے اور اگر مریض نے دینار کو تلف کر دیا تو مشتری دینار کی قیمت ہزار میں سے لے گا اور باقی کی یک ایک تہائی لے گا یہ حاوی میں لکھا ہے پھر امام محمدؒ نے مشتری درہم کو مریض کے پاس دینار تلف ہو جانے کے بعد اختیار دیا ہے اور اس صورت میں اور دوسری صورت میں کہ جب درہم کے خریدار کے پاس ہزار درہم تلف ہو گئے اور مریض کے فعل کی وارثوں نے اجازت نہ دی اور امام محمدؒ نے فرق بیان کیا ہے کہ اس میں مشتری درہم فسخ اور اجازت میں مختار نہیں ہے بلکہ دینار کی قیمت اور ہزار کی تہائی لے گا اور باقی وارثوں کو واپس کر دے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اسی طرح اگر مریض نے سو درہم چاندی کے حلیہ کی تلوار کہ فقط تلوار کی قیمت سو درہم تھی اور کل کی قیمت بیس دینار ہے بعوض ایک دینار کے فروخت کی اور دونوں نے قبضہ کر لیا اور وارثوں نے اجازت دینے سے انکار کیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو تلوار اور حلیہ میں سے دینار کی قیمت اور اس کے بعد تہائی تلوار کامل لے لے اور اگر چاہے تو کل کو واپس کر دے اور اپنا دینار لے لے اور یہ اور پہلا مسئلہ تخریج میں برابر ہیں اور خصوصیت اس مسئلہ میں یہ ہے کہ دینار کی قیمت تلوار اور حلیہ دونوں میں سے لے گا اور اگر مریض نے دینار تلف کر دیا تو مشتری کو خیار ہو گا کہ اگر چاہے تو اس کے مثل دینار لے اور بیع کو پھیر دے اور یہ میت کے ترکے میں سے ہو گا کہ تلوار فروخت کر کے اس کا دینار ادا کیا جائے اور اگر چاہے تو تلوار اور حلیہ میں سے دینار کی قیمت اور باقی کی تہائی اس کو ملے گی اور اگر مشتری نے بھی اپنے مقبوضہ کو تلف کر دیا تو اس کو اس میں سے ایک دینار کی قیمت اور باقی کی تہائی جائز ہو گی اور باقی کی دو تہائی وارثوں کو دیئے یہ مبسوط میں لکھا ہے ایک مریض کے پاس نو سو درہم ہیں اور اس کے سوا کچھ مال نہیں ہے پھر ان کو بعوض ایک

---

[1] قولہ غبن یعنی جب ایک دینار لے کر ہزار درہم دے تو یہ صریح غبن ہے تو ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا اس نے دینار سے زائد درہموں کو وارث کے حق میں وصیت کیا ہے حالانکہ وارث کے لئے وصیت صریح نہیں جائز ہے اور اگر اجنبی ہو تو وہ تہائی بطور وصیت لے لے گا فافہم۔

دینار کے کہ جس کی قیمت نو درہم ہے فروخت کیا اور مشتری نے دینار پر قبضہ کیا اور دوسرے نے سو درہم پر قبضہ کیا پھر دونوں جدا ہو گئے اور مریض مر گیا اور دینار و درہم ویسے ہی قائم ہیں پس یہاں وارثوں کی اجازت اور نہ اجازت برابر ہے اور درہم لینے والے کو سو درہم دیئے جائیں گے بعوض نویں حصہ دینار کے اگرچہ نویں حصہ دینار سے سو درہم کی قیمت زیادہ ہو اور باقی آٹھ نواں حصہ دینار اس کو واپس کر دیں گے اور اگر درہم کے خریدار نے درہموں میں سے دو سو یا تین سو درہم پر قبضہ کیا تو بھی وارثوں کی اجازت یا نہ اجازت[1] برابر ہے اور مشتری کو دو سو درہم بعوض دو نویں[2] حصہ دینار کے یا تین سو درہم بعوض تین نویں حصہ دینار کے دیئے جائیں گے اور اگر درہموں کے خریدار نے چار سو درہم پر قبضہ کیا تو وارثوں کی اجازت کی احتیاج ہے پس اگر وارثوں نے اجازت دی تو مشتری کو چار سو درہم اور وارثوں کو چار نواں دینار دیا جائے گا اور وارثوں کو لازم ہے کہ پانچ نواں حصہ دینار مشتری کو واپس کریں اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے بیع کو توڑ دے اور دوم واپس کر دے اور اپنا دینار لے لے اور اگر چاہے تو درہموں میں سے بقدر چار نویں حصہ دینار کے اور کل مال کی تہائی کہ جو تین سو ہوتے ہیں لے لے اور باقی وارثوں کو واپس کر دے اور اگر درہموں کے خریدار نے درہموں پر قبضہ نہیں کیا ہے تو وارث اس کا دینار واپس کریں اور بعینہٖ بھی دینار واپس کرنا چاہئے یا نہیں اس میں دو روایتیں ہیں اگر دونوں جدا نہ ہوئے اور نہ مریض مرا اور مشتری نے انسٹھ دینار اور بڑھا دیئے اور باہم قبضہ کر لیا تو یہ سب جائز ہے بشرطیکہ ہر دینار کی قیمت دس درہم ہوں اور اگر مریض نے کوئی وکیل کیا تھا اور اس نے یہ درہم اس کے ہاتھ ایک دینار کو بیچے پھر باہمی قبضہ سے پہلے مریض مر گیا پھر مشتری نے کہا کہ میں نو سو درہم نوے دینار میں لیتا ہوں تو یہ جائز ہے اگر وکیل راضی ہو جائے اور مشائخ نے اس مسئلہ کی تاویل اس طرح بیان کی ہے کہ مریض نے اس شخص کو ان درہموں کے بیچنے کا وکیل کر کے اس کی رائے پر چھوڑ دیا تھا اور کہا کہ اس میں اپنی رائے سے کام کر یا یہ کہا کہ جو کچھ اس میں تو کرے گا وہ سب جائز ہے تاکہ وکیل کی بیع مریض کے حق میں باوجود محاباۃ کے جائز ہو پس بمنزلہ مریض کی بیع کے ہوگی پھر جب مشتری نے زیادتی کر کے محاباۃ دور کر دی تو بیع جائز ہوگئی اور اگر مریض نے اس کی رائے پر نہیں چھوڑا تو بیع جائز نہ ہوگی دونوں[3] مذہبوں میں اگرچہ مشتری نے زیادتی کر دی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک مریض سے ہزار درہم بعوض سو درہم کے خریدے اور باہم قبضہ کر لیا پھر مریض اس مرض میں مر گیا تو یہ ربوا ہے اور صحیح و سالم اور مریض سب سے لینا جائز نہیں ہے اور جس شخص نے سو درہم دیئے ہیں اس کو اختیار ہے کہ ہزار میں سے سو درہم اپنے سو درہم کے عوض لے لے اور باقی واپس کر دے اور اس صورت میں وصیت اس کے لئے نہ ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اس روایت کے موافق ہے کہ جس میں یہ آیا ہے کہ عقد فاسد کی وجہ سے جو چیز قبضہ میں آئی اسی کا واپس کرنا متعین نہیں ہوتا ہے اور جس روایت میں اسی کا واپس کرنا متعین آیا ہے اس کے موافق اس شخص کو چاہئے ہے کہ ہزار درہم مقبوضہ میت کے وارثوں کو واپس کرے اور اپنے سو درہم ان سے واپس لے بشرطیکہ یہ بعینہٖ قائم ہوں یہ محیط میں لکھا ہے پس اگر اس نے سو درہم پر ایک کپڑا یا دینار زیادہ دیا تھا تو یہ بیع صحیح ہو جائے گی پھر اگر مریض مر گیا اور وارثوں نے اجازت دینے سے انکار کیا تو اس شخص کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے

---

[1] قولہم برابر ...... کیونکہ جو فروخت کیا وہ تہائی ہے کم یا تہائی ہے اور اس سے میت کا حق متعلق ہے پھر جب اس سے بڑھے تو بسبب تعلق حق وارثان ان کی اجازت کی احتیاج ہے [2] قال المترجم: نسخ موجودہ میں ایک نواں حصہ دینار ہو لیکن مترجم کے نزدیک صحیح کہ دو نویں حصے دینار کے فافہم واللہ اعلم

[3] قولہ دونوں ...... کیونکہ صاحبینؒ کے قول پر وکیل بالصرف ایک وجہ سے وکیل خریدار ایک وجہ سے وکیل فروخت ہے اور بہر صورت اس سے محاباۃ فاحش بحق ہو کل مریض نہیں روا ہے اور امام اعظمؒ کے قول پر بلحاظ وجہ وکیل بالبیع ہونے کے اگرچہ محاباۃ روا ہے مگر بنظر وکیل خرید ہونے کے نہیں روا ہے لہٰذا شک کی وجہ سے تصرف جائز نہیں ہوا۔

تو بیع توڑ دے اور اگر چاہے تو اس کو ہزار میں سے سو درہم اس کے سو کی جگہ اور دیناروں اور اسباب کی قیمت بطریق معاوضہ کے اور ہزار کی ایک تہائی بطریق وصیت کے ملے گی بشرطیکہ دینار اور ہزار وارثوں کے پاس موجود ہوں کذا فی المبسوط اور اگر دونوں تلف ہو گئے ہوں تو باقی کی تہائی ملے گی یہ محیط میں لکھا ہے اگر مریض کے پاس سو درہم چاندی کی چھاگل کہ جس کی قیمت بیس دینار ہیں موجود ہو اور اس نے اس کو بعوض سو درہم کے کہ جس کی قیمت دس دینار ہیں فروخت کیا پھر مریض مر گیا اور وارثوں نے اجازت دینے سے انکار کیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے تو بیع واپس کر دے اور اگر چاہے تو دو تہائی چھاگل بعوض سو کی دو تہائی کے لے لے اور ایک تہائی وارثوں کی ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے۔

دوسری فصل:

اپنے مملوک اور قرابتی اور شریک اور مضارب کے ساتھ بیع صرف کرنے کے بیان میں اور قاضی اور اس کے امین اور وکیل اور وصی کے یتیم وغیرہ کے مال میں بیع صرف کرنے کے بیان میں

مالک اور اس کے غلام کے درمیان میں ربوا نہیں ہوتا ہے پس اگر غلام پر قرض ہو تب بھی ربوا نہیں ہے لیکن مالک پر واجب ہے کہ جو اس نے لیا ہے غلام کو واپس کرے خواہ ایک درہم بعوض دو درہم کے یا دو درہم بعوض ایک درہم کے خریدے ہوں یہ مبسوط میں لکھا ہے اور یہی حکم ام ولد اور مدبر کا ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر اپنے مکاتب کے ہاتھ ایک درہم بعوض دو درہم کے یا دو درہم بعوض ایک درہم کے بیچا تو جائز نہیں ہے اور سود ہوگا اور جس غلام کا تھوڑا حصہ آزاد کیا گیا ہو اور وہ امام اعظمؒ کے نزدیک بمنزلہ مکاتب کے ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک بمنزلہ ایسے آزاد[1] کے ہے جس پر قرض ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور والدین اور شوہر و زوجہ اور قرابتی اور شریک العنان ایسی چیزوں میں جو دونوں کی تجارت سے نہیں ربوا میں بمنزلہ اجنبیوں کے ہیں اور مملوک بمنزلہ احرار[2] کے ہیں لیکن متفاوضین ہیں اگر ایک نے ایک درہم بعوض دو درہم کے دوسرے سے خریدا تو یہ بیع نہیں ہے بلکہ وہ ان کا مال جیسا بیع سے پہلے تھا اب بھی ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے اور قدوری نے کہا کہ قاضی اور اس کے امین کا فعل یتیم کے مال میں اور باپ یا اس کے وصی کا فعل نابالغ کے حق میں وہی جائز ہوگا جو دو اجنبیوں میں جائز ہوتا ہے اور اسی طرح اگر باپ نے اپنے لڑکے کے مال میں سے اپنے واسطے کچھ خریدا یا مضارب نے رب المال کے ہاتھ کچھ بیچا تو فقط اسی طرح جائز ہوگا جس طرح دو اجنبیوں میں جائز ہوتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر یتیم کے درہم ہوں اور وصی ان کو بعوض دیناروں کے بازار کے بھاؤ پر اپنے واسطے بیع صرف کرے تو جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر چاندی کا برتن ہو اور اس کو اس کے وزن پر اپنے ہاتھ بیچے تو بھی جائز نہیں ہے اور اگر اس کے پرورش میں دو یتیم ہوں کہ ایک کے پاس درہم ہوں اور دوسرے کے پاس دینار ہوں پھر وصی نے دونوں میں بیع صرف کر دی تو جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر یتیم کے مال سے کوئی چیز اس کے واسطے خریدی تو امام نے فرمایا کہ میں اس میں مقرر کر دوں گا اگر یتیم کی بہتری ہوگی تو بیع پوری کر دوں گا ورنہ یہ باطل ہے اور یہ قول امام اعظمؒ کا ہے اور دوسرا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور پہلا قول ان کا اور امام محمدؒ کا یہ ہے کہ بسبب اس اثر کے جو

[1] تو لیم آزاد اس واسطے کہ صاحبینؒ کے نزدیک عتق کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے تو ایسی کوئی صورت نہیں کہ غلام میں سے تھوڑا حصہ آزاد ہو اور امامؒ کے نزدیک ٹکڑے ہو سکتے ہیں۔ [2] احرار بمعنی آزاد یعنی سود کے معاملہ میں مملوک آزاد کا حکم یکساں ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے ہم کو پہنچا ہے بالکل بیع جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور بیع صرف میں قاضی اور اس کے وکیل اور امین کا حکم اور دیگر لوگوں کا حکم یکساں ہے یعنی مجلس میں باہمی قبضہ شرط ہے اور اگر اس نے غائب یا یتیم کے مال میں کچھ تصرف کیا تو باہمی قبضہ اس کی طرف رجوع کرے گا اور اگر یتیم کا مال اپنے ہاتھ فروخت کیا یا اس کے درہم یا دینار کے عوض بیع صرف کر لئے تو جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

تیسری فصل:

بیع صرف میں وکالت[1] کے بیان میں

اگر دو وکیلوں نے بیع صرف کی تو قبضہ سے پہلے ان کو جدا ہونا نہ چاہئے اور ان کے موکلوں کا ان کے پاس سے غائب ہونا معتبر نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے دو شخصوں نے بیع صرف اور قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کئے پھر موکلوں کے جدا ہونے سے پہلے انہوں نے قبضہ کر لیا تو بیع جائز ہے اور موکلوں کے جدا ہونے کے بعد جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو کسی قدر درہموں کی بیع صرف کے واسطے وکیل کیا کہ ان کی بیع صرف کریں تو ایک کو بدوں دوسرے کے صرف کا اختیار نہیں ہے اور اگر دونوں نے عقد بیع کیا پھر قبضہ سے پہلے ایک چلا گیا تو اس کا آدھا حصہ باطل ہو جائے گا اور دوسرے کے آدھے کی بیع باقی رہے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر دونوں نے رب المال کو قبضہ کرنے یا ادا کرنے کے واسطے وکیل کیا اور دونوں چلے گئے تو بیع صرف باطل ہو جائے گی یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کچھ درہموں کو دیناروں کے عوض بیع صرف کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے بیع صرف کی اور باہم قبضہ کیا اور جس شخص نے درہموں پر قبضہ کیا اس نے پورا حق پا لینے کا اقرار کیا پھر اس میں ایک درہم زیف پایا اور وکیل نے اس کو قبول کر لیا اور اقرار کیا کہ یہ میرے درہموں میں سے ہے اور موکل نے انکار کیا تو وہ وکیل کے ذمہ پڑے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر وکیل نے انکار کیا کہ میرے درہموں میں سے نہیں ہے پھر خریدار نے گواہ پیش کئے کہ انہیں میں سے ہے اور اس نے پورے درہم پا لینے کا اقرار بھی نہیں کیا تھا تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور درہم وکیل کو واپس کرے گا اور وہ موکل کے ذمہ پڑیں گے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ خطا ہے کیونکہ یہ صورت گواہ قائم کرنے کی نہیں ہے بلکہ استحساناً درہموں کے خریدار کا قول لیا جائے گا جیسا کہ مسلم الیہ اگر زیوف درہم لائے اور دعویٰ کرے کہ یہ راس المال میں سے ہیں اور پورا حق پا لینے کا اقرار نہ کیا ہو تو اس کا قول لیا جاتا ہے اور جیسا کہ کسی اسباب کے بیچنے میں اگر بائع زیوف درہم لا کر کہے کہ یہ ثمن میں سے ہیں اور پورا حق پا لینے کا اقرار نہ کیا ہو تو اس کا قول استحساناً لیا جاتا ہے پس اسی طرح یہاں بھی اس کا قول لیا جائے گا اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میلان کیا ہے لیکن شیخ الاسلام خواہر زادہ نے امام محمدؒ کے قول کی تصحیح کی ہے اور کہا استحساناً مشتری کا قول اگرچہ لیا جائے گا لیکن قسم کے ساتھ لیا جائے گا پس اس نے یہ گواہ پیش کر کے قسم اپنے اوپر سے ساقط کی اور قسم ساقط کرنے کے واسطے گواہ مقبول ہوتے ہیں مثلاً ودیعت جس کے پاس ہے اگر وہ واپس کر دینے یا تلف ہو جانے پر گواہ پیش کرے تو مقبول ہیں اور امام ابو عبداللہ ابن الحسن بن احمدؒ فرماتے تھے کہ کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ درہم کے خریدار کو گواہ پیش کرنے کے واسطے تکلیف دی جائیگی صرف اس میں یہ ہے کہ اگر اس نے گواہ پیش کئے تو مقبول ہونگے

---

[1] قولہم وکالت واضح ہو کہ وکیل خود عاقد ہوگا یا وکیل قبضہ ہوگا پس عاقد کو خود قبضہ کرنا ضرور ہے یا موکل کے قبضہ کے وقت تک جدا نہ ہو اور وکیل قبضہ کا قبضہ اسی وقت تک جائز ہوگا کہ عاقد جدا نہ ہو کیونکہ اصل یہ کہ بیع صرف میں عاقدین کی رائے قبضہ سے پہلے جائز نہیں ہے۔

پس شاید وہ اس واسطے پیش کرے کہ قسم اس کے اوپر سے جاتی رہے پس اس شخص کے مانند ہو جائیگا جسکے پاس ودیعت رکھی گئی ہے۔

اگر کسی نے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ درہم بعوض دیناروں کے بیع کرے اور اس نے بیع کی تو وکیل کو دیناروں میں تصرف کرنے کا اختیار نہیں ☆

پھر امام محمدؒ نے فرمایا اور اسی طرح اگر اس نے وکیل سے قسم لی اور وہ قسم سے باز رہا اور درہم اس کو پھیر دیئے گئے تو موکل کے ذمہ پڑیں گے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ بھی خطا ہے کیونکہ اس صورت میں وکیل پر قسم نہیں آتی ہے اور قسم صرف مشتری پر آتی ہے کیونکہ شرعاً اسی کا قول معتبر رکھا گیا ہے پس اسی پر قسم آئے گی پس اگر اس نے قسم کھالی تو وہ واپس کر سکتا ہے لیکن وکیل سے قسم لینا نہیں ہو سکتا ہے پس صحیح حکم یوں بیان کرنا چاہئے کہ اگر درہموں کے خریدار نے قسم کھالی اور درہم وکیل کو واپس کر دیئے تو یہ بعینہٖ موکل کو واپس کرنا ہے اور جو مشائخ اہل تحقیق نہیں انہوں نے امام محمدؒ کے قول کی تصحیح کی ہے اور کہا ہے کہ یہ جو مذکور ہوا بطریق استحسان[1] ہے اور امام محمدؒ کا قول بطریق قیاس ہے کیونکہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ درہم لے کر وکیل کا قول معتبر ہو جیسا کہ بیع عین میں ہوتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ درہم بعوض دیناروں کے بیع کرے اور اس نے بیع کی تو وکیل کو دیناروں میں تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک شخص کو اس لئے وکیل کیا کہ اس کے لئے چاندی کی چھاگل معین بعوض درہموں کے خریدے پھر اس نے بعوض درہموں کے اس کے حکم کے موافق خریدی اور یہ نیت کی کہ چھاگل میرے واسطے ہے تو موکل کے واسطے ہوگی اور اگر بعوض دیناروں یا اسباب کے خریدی تو چھاگل وکیل کی ہوگی اور اگر چاندی کی معین چھاگل خریدنے کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا اور ثمن کا نام اس کو نہ بتلایا پھر اس نے درہم یا دینار کے عوض خریدی تو چھاگل موکل کی ہوگی اور اگر بعوض اسباب کے یا کیلی یا وزنی چیز کے خریدی تو چھاگل وکیل کی ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر بعینہٖ چاندی فروخت کرنے کے واسطے کوئی وکیل مقرر کیا اور ثمن کا نام نہ بتلایا پھر اس نے اس سے زیادہ چاندی کے عوض بیچی تو جائز نہیں ہے اور وہ ضامن نہ ہوگا اور اس سے چاندی کے لینے کا موکل زیادہ حقدار ہے کہ اپنی چاندی کے برابر لے لے وکیل کو چاہئے کہ باقی چاندی اس کے مالک کو واپس کرے یہ خزانۃ الاکمل میں لکھا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ امام محمدؒ کا یہ قول کہ وکیل کے قبضہ میں جو چاندی ہے اس کے لینے کا موکل زیادہ حق دار ہے اس طور پر ماؤل کیا گیا ہے کہ جب موکل اپنی معینہ چاندی کے لینے پر قادر نہ ہو مثلاً اس کا قابض غائب ہو گیا یا موجود ہے اگر اس نے تلف کر دی تو ایسی حالت میں موکل کا زیادہ استحقاق ہے کہ اس چاندی میں سے اپنی چاندی کے برابر لے لے اور اگر بعینہٖ اپنی چاندی کے لینے پر قادر ہو تو سوائے اس کے اس میں سے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک شخص کو چاندی کی مٹی بیچنے کا وکیل کیا اور اس نے چاندی کے عوض بیچی تو جائز نہیں ہے پس اگر مشتری کو معلوم ہوا کہ مٹی میں چاندی ثمن کے برابر ہے اور وہ راضی ہو گیا تو جائز ہے اور اس کو خیار ہوگا پس اگر اس نے بلا حکم قاضی واپس کر دی تو موکل پر جائز ہوگی اور اگر مشتری کے جاننے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع فاسد ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر بعوض اسباب کے بیچی اور مشتری نے جانا کہ اس میں سونا یا چاندی یا دونوں ہیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع جائز ہے اور صاحبینؒ اس میں خلاف کرتے ہیں اور اگر یہ نہ جانا کہ اس میں ایک یا دونوں ہیں اور بعوض اسباب کے بیع کی تو سب کے نزدیک جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر

---

[1] قولہم بطریق استحساناً استحسان ہے اقول قیاس تو علت ظاہر ہے اور استحسان دلیل خفی ہے اور شاید کہ غایت میں استحسان مختار ہے اور شاید امام محمدؒ کا قول قیاس ہو واللہ اعلم۔

اپنی حلیہ دار تلوار بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور ادھار بیچی تو بھی فاسد ہے اور وکیل ضامن[1] ہوگا اور اسی طرح اگر اس میں خیار کی شرط کی یا جس قدر اس میں چاندی ہے اس سے کم پر نقد بیچی تو بھی فاسد ہے اور وکیل ضامن نہ ہوگا اگر ایسے سونے کے زیور کے بیچنے کے واسطے کہ جس میں موتی اور یاقوت ہیں وکیل کیا اور اس نے درہموں کے عوض بیچا پھر ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے پس اگر موتی اور یاقوت بلا ضرر جدا ہو سکتے ہیں تو ان کی بیع جائز ہوگی اور حصہ صرف کی بیع باطل ہوگی اور اگر بلا ضرر جدا نہیں ہو سکتے ہیں تو کسی کی بیع جائز نہ ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر درہموں کے عوض کچھ پیسے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے خرید کر قبضہ کیا پھر موکل کے سپرد کرنے سے پہلے وہ کاسد ہو گئے تو یہ موکل کے ذمہ پڑیں گے اور اگر وکیل کے قبضہ سے پہلے وہ کاسد ہوئے تو وکیل کو اختیار ہوگا کہ چاہے ان کو واپس کر دے چاہے لے لے پس اگر اس نے لے لئے تو اسی کو لازم ہوں گے نہ موکل کو مگر اس صورت میں کہ موکل ان کو لے لینا پسند کرے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک سونے کا طوق بیچنے کے واسطے وکیل مقرر کیا ☆

کسی نے ایک شخص کو ایک بعینہ سونے کے طوق کو ہزار درہم میں خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور ہزار درہم اس کو دے دیئے پھر وکیل نے طوق ہزار درہم میں خریدا اور ثمن ادا کر دیا پھر طوق کو وکیل کے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے پاس کسی نے توڑ دیا تو وکیل کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو عقد پورا کر کے توڑنے والے کا دامن گیر ہو کر طوق کی قیمت میں ڈھلی ہوئی چیز اس کی جنس کے برخلاف لے لے اور اگر چاہے تو عقد کو فسخ کر دے اور بائع اس کو خواہ بعینہ یہ درہم یا ان کے مثل واپس کرے پس اگر وکیل نے عقد پورا کر لیا اور توڑنے والے سے طوق کی قیمت لی تو موکل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ یہ قیمت وکیل سے لے لے صرف وہ درہم لے گا جو اس نے دیئے ہیں کذا فی المحیط اور وکیل کو چاہئے کہ اس قیمت میں جو زیادتی ہو اس کو صدقہ کر دے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک سونے کا طوق بیچنے کے واسطے وکیل مقرر کیا اور اس نے فروخت کر کے ثمن لے لیا اور طوق مشتری کو دے دیا پھر اس کے بعد مشتری آیا اور کہا کہ میں نے وہ طوق پیتل کا سونے سے ملمع کیا ہوا پایا ہے اور موکل نے انکار کیا تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وکیل نے اس سے انکار کیا اور مشتری نے اس پر گواہ قائم کئے یا وکیل سے قسم لی اور وہ قسم سے باز رہا اور قاضی نے طوق اس کو واپس کر دیا تو اس حالت میں طوق موکل کو لازم ہوگا اور دوسری صورت یہ ہے کہ وکیل نے اس کا اقرار کر لیا اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں اگر بدوں حکم قاضی کے اس کو واپس دیا گیا تو یہ واپسی وکیل پر ہوگی اور اس کو گنجائش نہیں ہے کہ موکل سے جھگڑا کرے اور اگر قاضی کے حکم سے واپس دیا گیا ہے تو بھی وکیل کو لازم ہوگا لیکن اس کو موکل سے جھگڑا کرنے کا استحقاق ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ مسلمان کے حق میں میں مکروہ جانتا ہوں کہ وہ ذمی یا حربی کو درہم یا دینار کی بیع صرف کے واسطے وکیل کرے اور اگر اس نے کیا[2] تو جائز رکھوں گا یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر کچھ درہموں کی بیع صرف کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے موکل کے غلام کے ساتھ بیع کی تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ غلام پر قرض نہ ہو تو اس صورت میں جائز نہیں ہے جو جیسا کہ اگر موکل خود اس غلام کے ساتھ بیع صرف کرتا تو جائز نہ ہوتا لیکن وکیل پر ضمان نہ ہوگی اور اگر اس غلام پر قرض ہو تو جائز ہے جیسا کہ اس صورت میں اس کے مالک کا بیع کرنا اس کے ساتھ جائز ہوتا ہے لیکن وکیل کو چاہئے کہ جب تک اپنا ثمن پورا نہ حاصل کر لے مبیع غلام کو نہ دے یہ محیط میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہم ضامن مراد ضمان سے یہ ہے کہ اگر وہ تلف ہو تو وکیل کو قیمت دینی پڑے گی اور یہ معنی نہیں کہ وہ تاوان دے دے اس واسطے کہ معا بیع فاسد ہے اور چاندی حلیہ سے کم کے عوض بیچنے میں جواز کی صورت نہیں نکلتی ہے اور اگر حلیہ کی چاندی سے ایک درہم زائد ہو تو بھی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ حلیہ وہ چاندی کے برابر درہموں میں سے مساوی ہوں تا کہ سود نہ ہو اور باقی ایک درہم بمقابلہ تلوار کے ہے۔

[2] کیا یعنی وکیل مقرر کیا تو اس کی صرافیاں شرعاً جائز ہیں۔

اگر ہزار درہم کی بیع صرف کے وکیل کیا اور وہ دونوں کوفہ میں موجود تھے اور کوئی جگہ نہ بتلائی ☆

اگر ہزار درہم کی بیع صرف کے واسطے وکیل کیا اور اس نے دیناروں کے عوض بیچے اور اس قدر کم کر دیا کہ جس قدر لوگ ٹوٹا نہیں اٹھاتے ہیں تو یہ بیع موکل پر جائز نہیں ہے اگر وہ درہم ان کے نرخ کے موافق اپنے مفاوض[1] کے ہاتھ یا صرف کے شریک کے ہاتھ یا مضارب کے ہاتھ فروخت کئے تو جائز نہیں ہے اور اگر موکل کے مفاوض کے ہاتھ فروخت کئے تو بھی جائز نہیں ہے اور اگر موکل کے شریک کے ہاتھ جو مفاوض نہیں ہے فروخت کئے تو جائز ہے اور یہی حکم موکل کے مضارب کا ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر ہزار درہم کی بیع صرف کے وکیل کیا اور وہ دونوں کوفہ میں موجود تھے اور کوئی جگہ نہ بتلائی تو کوفہ کے جس کنارہ پر ان کی بیع کر دے گا جائز ہو گی اگر ان کو حیرہ میں لے گیا اور وہاں بیع کیا تو جائز ہے اور وکیل ضامن نہ ہو گا لیکن یہ حکم ایسی چیزوں میں ہے کہ جن کی بار برداری اور خرچ نہ ہو اور اگر ان کی بار برداری اور خرچ ہو جیسے غلام یا اناج وغیرہ اور ان کو کوفہ کے سوا دوسرے شہر میں بیچا[2] اور اس شہر میں نہیں لے گیا تو قیاساً و استحساناً بیع جائز ہے اور اگر دوسرے شہر میں لے گیا تو کتاب الصرف میں ابو سلیمان کی روایت سے منقول ہے کہ اگر مکہ میں لے گیا اور اجرت دی پس اگر ضائع ہو جائے یا چوری ہو جائے تو وہ ضامن ہو گا اور اگر وہ چیز بیچ گئی[3] اور اس نے فروخت کر دی تو میں بیع کی اجازت دیتا ہوں لیکن موکل پر کچھ اجرت لازم نہ کروں گا اور ابو حفص کی روایت سے منقول ہے کہ جس جگہ اس کی بیع کی اجازت دی ہے اگر وہیں اس کے مثل ثمن پر فروخت کرے تو میں بیع کی اجازت دیتا ہوں اور یہ مسئلہ کتاب الوکالت میں بھی مذکور ہے اور ابو سلیمان اور ابو حفص نے روایت کی ہے کہ امام نے فرمایا کہ میں استحساناً اس سے ضمان لوں گا اور بیع کی اجازت نہ دوں گا پس کتاب الصرف میں ابو سلیمان کی روایت سے جو حکم ہے وہ قیاساً ہے نہ استحساناً پس حاصل اس مسئلہ کا یہ ہوا کہ جن چیزوں میں بار برداری اور خرچ ہے اگر ان کو وکیل نے دوسرے شہر میں لے جا کر بیچا تو قیاساً جائز ہے اور موکل پر کچھ اجرت لازم نہ آئے گی اور استحساناً بیع جائز نہیں ہے کذا فی الذخیرہ اور یہی اصح ہے کذا فی المبسوط اگر کسی نے دوسرے کو ایک ہزار درہم کی بیع صرف کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے ان ہزار کی بیع کر لی پھر وکیل موکل کے گھر آیا اور دوسرے ایک ہزار لے کر بیع کی تو جائز ہے اور اسی طرح اگر پہلے درہم باقی ہوں اور وکیل نے ان کے سوا دوسرے لے کر صرف کئے تو جائز[4] ہے اور یہی حکم دینار اور فلوس کا ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر موکل نے یہ درہم وکیل کو دے دیئے اور اس کے پاس سے چوری ہو گئے یا تلف ہو گئے تو وکالت باطل ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی معین چاندی یا معین سونے کے بیچنے کا حکم دیا اور اس نے اس کے سوا دوسری بیچ ڈالی تو جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کسی کو اس واسطے وکیل کیا کہ اس کے درہم بعوض دیناروں کے بیع صرف کرے اور وہ دونوں کوفہ میں موجود ہیں اور اس نے کوفیہ مقطعہ دیناروں کے عوض صرف کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے کہا کہ جائز نہیں ہے مگر جبکہ شامی دیناروں کے عوض صرف کرے تو جائز ہے جاننا چاہئے کہ وکالت اسی شہر کے نقد کی طرف پھیری جایا کرتی ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں نقد شہر کا کوفیہ مقطعہ اور شامیہ دینار تھے پس انہوں نے اپنے زمانے کے موافق فتویٰ دیا اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے زمانہ میں شہر کا نقد فقط شامی دینار تھے تو انہوں نے اپنے زمانے کے موافق فتویٰ دیا ہے پس یہ فی الحقیقت عصر و زمانہ میں شہر کا نقد فقط شامی دینار تھے تو انہوں نے اپنے زمانے کے موافق فتویٰ دیا ہے پس یہ فی الحقیقت عصر و زمانہ کا اختلاف ہے اگر کوفہ میں کسی شخص کو

---

[1] مفاوض برابری کا تجارتی شریک اور کتاب الشرکت دیکھو صرف کا شریک یعنی صرافی کا ساجھی مضارب جس کو نفع کی شرکت پر تجارت کے لئے مال دیا ہے۔ [2] یعنی زبان سے دوسرے شہر میں اس کو فروخت کیا لیکن اور وہاں نہیں لے گیا۔

[3] قولہ حکم ہو کہ اگر وہ چیز بیچ گئی تو بیع جائز ہے۔ [4] جائز ہے اس واسطے کہ درہم و دینار بلکہ فلوس یہاں متعین نہیں ہوتے ہیں تو وکالت عام ہے۔

وکیل کیا کہ ان دیناروں کے عوض غلہ کے درہم خریدے تو اس سے کوفہ کا غلہ مراد ہوگا بغداد وغیرہ کا نہیں اور اگر اس نے بغداد یا بصرہ کا غلہ خریدا پس اگر کوفہ کے غلہ کے مانند یا اس سے بڑھ کر ہو تو جائز ہے اور اگر اس سے گھٹ کر ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ یہ درہم بعوض اتنے شامی دیناروں کے فروخت کرے اور اس نے کوفی دیناروں کے عوض بیچ ڈالے پس اگر کوفیہ غیر مقطعہ ہوں اور ان کا وزن بھی شامیوں کے برابر ہو تو بیع موکل کے واسطے جائز ہوگی ورنہ نہیں[1] اور اگر کسی نے وکیل کیا کہ یہ دینار بعوض اتنے درہم غلہ کوفہ کے فروخت کرنے اور اس نے غلہ بغداد یا غلہ بصرہ کے عوض فروخت کیے پس اگر بصرہ کا غلہ مثلاً غلہ کوفہ کے مانند ہو تو جائز ہے اور یہ شرط نہیں کہ اس کا وزن بھی برابر ہو اور اگر یہ کہا کہ ان درہموں کو بعوض دیناروں عتق کے فروخت کرلے اور اس نے شامی کے عوض فروخت کیے تو بیع موکل کے واسطے جائز نہ ہوگی اگر کسی نے دوسرے کو ایک ہزار درہم قرض دیئے اور قرض لینے والے نے ان پر قبضہ کیا پھر قرض خواہ نے اس سے کہا کہ میرے درہم جو تجھ پر ہیں ان کو بیع صرف کردے اور یہ نہ بتلایا کہ کس کے ساتھ صرف کرے تو امام اعظمؒ کے نزدیک وکیل کرنا صحیح نہیں ہے اور یہ بیع قرض دار کے واسطے ہوگی اور صاحبین کے نزدیک وکیل کرنا صحیح ہے یہ اور بیع قرض خواہ کے واسطے ہوگی اور اگر اس نے صرف یہ کہا کہ ان کو بیع صرف کردے اور اس پر کچھ زیادہ نہ کیا تو بالا جماع وکیل کرنا صحیح نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر زید کو عمرو نے اپنا ایک کنگن بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور بکر نے اسکو ایک کپڑا بیچنے کے واسطے وکیل کیا ☆

ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درہم آتے ہیں اس نے طالب کو کچھ دینار دیئے اور کہا کہ ان کو بیع صرف[2] کر کے اپنا حق اس میں سے لے لے پھر وہ دینار بیع صرف کرنے سے پہلے طالب کے پاس تلف ہو گئے تو اس شخص کا مال گیا جس نے دیئے تھے اور اگر اس نے بیع صرف کر لی اور درہموں پر قبضہ کر لیا پھر اپنا حق لینے سے پہلے وہ درہم اس کے پاس تلف ہو گئے تو بھی دینار دینے والے کا مال گیا اور اگر اس نے اپنا حق اس میں سے لے لیا پھر تلف ہو گئے تو یہ طالب کے مال میں شمار ہوگا اور اگر مطلوب نے طالب کو کچھ دینار دیئے اور کہا کہ ان کو اپنے حق کے ادا کے واسطے لے اور اس نے لے لئے تو وہ اس کی ضمانت میں ہو گئے اور اگر مطلوب نے اس کو دینار دیئے اور کہا کہ اپنے حق کے عوض بیچ لے اور اس نے اپنے حق کے برابر درہموں کے عوض ان کو فروخت کیا تو بعد بیع[3] کے درہموں پر قبضہ کرنے سے اپنے حق پر قبضہ کرنے والا شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر زید کو عمرو نے اپنا ایک کنگن بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور بکر نے اس کو ایک کپڑا بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے دونوں کو ایک ہی صفقہ میں بعوض ایک دینار اور دس درہم کے اس شرط پر کہ دینار کنگن کا ثمن ہے اور درہم کپڑے کے دام ہیں فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر اس نے کنگن دے کر اس کے ثمن پر قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہے اور کپڑے والا اس کا شریک نہ ہوگا اور اگر دونوں کو بیس درہم میں بیچا پھر دس درہم نقد لئے تو یہ کنگن کے دام ہوں گے اور بیع جائز ہوگی اور سب عمرو کو ملیں گے اور بکر اس کا شریک نہ ہوگا[4] یہ حاوی میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ ورنہ نہیں......فی الاصل ایضاً قال ولیس لنا فی ھذا کالدراھم یریان فی الدراھم لا یعتبر زیادۃ الوزن بزیادۃ جودۃ فی الدنانیر یعتبر زیادۃ الوزن بزیادۃ جودۃ حتیٰ قال لو وکلہ بان یبیع ھذہ الدراھم بکذا فعاثرا شامیۃ فباعہ ھکذا دینار کو فیہ فان کانت...... یعنی امام محمدؒ نے فرمایا کہ باب الصرف میں دیناروں کا حکم مانند درہموں کے نہیں ہے اور اس سے امام محمدؒ کی مراد یہ ہے کہ درہموں میں وزن کی زیادتی مع کھرے ہونے کی خوبی کے معتبر نہیں ہے اور دیناروں یعنی اشرفیوں میں زیادتی کے ساتھ ہونے کی عمدگی بھی معتبر ہے چنانچہ امام محمدؒ نے کہا کہ اگر زید نے وکیل کیا کہ ان درہموں کو اتنی شامی اشرفیوں کے عوض فروخت کرے پھر وکیل نے درہموں کو اتنی ہی کوفیہ اشرفیوں کے عوض فروخت کئے تو دیکھا جائے کہ اگر کوفیہ برابر وزن ہوں تو جائز ہے ورنہ موکل لازم نہ ہوگی مترجم کہتا ہے کہ اگر وزن برابر ہو لیکن شامیہ کا سونا عمدہ ہو تو بھی جائز نہ ہوگا فافہم۔ [2] قولہ بیع صرف یعنی بھنا کر یا توڑا کر[3] قولہ بعد بیع حتیٰ کہ اگر بیع سے پہلے تلف ہوں تو بھی قرض دار کا مال گیا۔ [4] قولہ نہ ہوگا اس واسطے کہ بیع صرف میں ادھار جائز نہیں ہے تو ادھار میں کنگن کا حصہ نہیں ہے اور نقد میں کپڑے والا شریک نہیں ہے۔

چوتھی فصل:

بیع صرف میں رہن اور حوالہ اور کفالہ واقع ہونے کے بیان میں

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے دس درہم بعوض ایک دینار کے خریدے اور دینار دے دیا اور درہم کے عوض رہن لے لیا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے پس اگر وہ تلف ہوا حالانکہ دونوں مجلس میں موجود ہیں تو اپنے معاوضہ میں تلف ہوا اور عقد جائز ہے اور اگر جدائی کے بعد تلف ہوا تو صرف باطل ہو جائے گی اور وہ شخص اپنا حق پورا لینے والا نہ شمار ہوگا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور اگر دونوں عقد کرنے والے جدا ہو جائیں اور رہن موجود رہے تو جدا ہونے کے سبب سے صرف باطل ہو جائے گی اور اس رہن کا مرتہن ضامن ہوگا بعوض اپنے دام کے کہ جو اس کی قیمت دے دیں ان دونوں میں سے کم ہو اور اگر مرتہن نے راہن کو قرضہ سے بری کیا تو رہن کی ضمان باطل ہو جائے گی اور اگر کسی نے دوسرے سے ایک حلیہ دار تلوار بعوض ایک دینار کے خریدی اور تلوار پر قبضہ کر لیا اور دینار کے عوض کچھ رہن دے دیا تو وہی حکم ہے جو مسئلہ سابقہ میں ہے یعنی اگر دونوں کی جدائی سے پہلے رہن تلف ہو گیا تو بیع صرف باقی رہے گی اور اگر دونوں جدا ہو گئے اور رہن موجود ہے تو صرف باطل ہو جائے گی اور وہ رہن اپنی قیمت اور قرضہ دونوں میں سے جو کم ہے اس کے عوض مضمون ہوگا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ مشتری نے دینار دے دیا اور تلوار کے عوض کچھ رہن لے لیا پھر جدا ہونے سے پہلے وہ اس کے پاس تلف ہو گیا تو تلوار بیچنے والے کو حکم دیا جائے گا کہ تلوار اس کے خریدار کو دے اور وہ رہن کے تلف ہونے سے تلوار کا پانے والا نہ ہو جائے گا اور مرتہن اپنے راہن کو تلوار کی قیمت اور رہن میں سے جو کم ہو اس کی ضمان دے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر بجائے تلوار کے پٹی یا زین پوش کہ جس میں چاندی ہے یا چاندی کا برتن یا پتر ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور حوالہ اور کفالہ ثمن صرف کے ساتھ جائز ہے پس اگر دونوں عقد کرنے والوں کے جدا ہونے سے پہلے کفیل یا حوالہ کرنے والا یا جس پر حوالہ کیا ہے اس نے اسی مجلس میں ادا کر دیا تو عقد صحیح ہوگا اور اگر دونوں عقد کرنے والے یا ایک جدا ہو گیا اور کفیل یا جس شخص پر حوالہ کیا ہے باقی رہا[۱] تو صرف باطل ہو جائے گی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

پانچویں فصل☆

غصب اور ودیعت میں بیع صرف واقع ہونے کے بیان میں

کسی نے دوسرے کا ایک چاندی کا یا سونے کا کنگن غصب کر کے تلف کیا تو ہمارے نزدیک اس پر واجب ہے کہ اس کے جنس کے برخلاف سے اس کی قیمت میں ڈھالی ہوئی چیز ادا کرے اور وزن اور قیمت کے باب میں قسم لے کر غاصب کا قول معتبر ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے اور جب قاضی نے غاصب سے برخلاف جنس سے اس کی قیمت کی ضمان لی تو وہ کنگن اس کی ملک ہو گیا اور بعد اس کے دیکھا جائے گا کہ اگر باہم جدا ہونے سے پہلے کنگن کے مالک نے غاصب سے اس کی قیمت لے لی تو ضمان لینا بالاجماع صحیح ہو گیا اور اگر قیمت لینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بھی ائمہ ثلاثہ[۲] کے نزدیک ضمان لینا باطل نہ ہوگا اور اسی طرح اگر قیمت پر صلح کی تو بھی جائز ہے اور اگر ایک مہینہ قیمت لینے میں اس کو مہلت دی تو بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر کسی نے دوسرے کا چاندی یا سونے کا پیالہ توڑ دیا تو اس پر بھی اس کی برخلاف جنس سے اس کی قیمت دینی واجب ہوگی خواہ اس میں

---

[۱] قولہ باقی...... اور اگر وہ بھی چلا جائے تو بدرجہ اولیٰ صرف باطل ہے۔ [۲] قولہ ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابوحنیفہؒ و ابو یوسفؒ و محمدؒ۔

تھوڑا نقصان آیا ہو یا بہت یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر کسی نے دوسرے سے ہزار درہم غصب کیے پھر ان کو بعوض سو دینار کے خریدا اور جدا ہونے سے پہلے سو دینار پر قبضہ کر لیا تو خرید جائز ہے اگر چہ خریدنے کے وقت درہم اس کے ہاتھ میں نہ ہوں اور اسی طرح اگر اس سے سو دینار پر صلح کی اور جدا ہونے سے پہلے دیناروں پر قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہے اگر چہ درہم اس کے غاصب پاس موجود[1] نہ ہوں کذا فی المحیط اور اسی طرح اگر چاندی کا برتن غصب کیا پھر غاصب نے اس کو مالک سے خریدا یا اسی جنس یا برخلاف جنس پر صلح کی اور جدا ہونے سے پہلے مالک نے عوض پر قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہے اور اگر عوض پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو خرید نا قیاساً و استحساناً جائز نہیں ہے خواہ غصب کی ہوئی چیز موجود ہو یا تلف ہو گئی ہو اور صلح کی صورت یہ ہے کہ اگر غصب کی ہوئی چیز حقیقۃً تلف کر دی گئی ہو مثلاً غاصب نے اس کو جلا دیا یا حکماً مثلاً وہ عیب دار ہو گئی اور غاصب نے قسم[2] کھالی اور عوض پر قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو قیاس چاہتا ہے کہ صلح باطل ہو اور استحساناً باطل نہ ہو گی اور اگر غصب کی ہوئی چیز غاصب کے پاس موجود ہو اور اس کا اقرار کرتا ہو اور مالک کو اس کے لینے سے منع نہ کرتا ہو تو صلح قیاساً و استحساناً جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر حلیہ میں کچھ زیادتی ہو تو یہ زیادتی دوسرے کی حمائل اور پھل کے مقابل کر دی جائیگی ☆

اگر ایسے شخص نے جس کے پاس ودیعت ہے اس ودیعت کو بعوض اس کے خلاف جنس کے خریدا اور ہنوز خریدار نے اس پر از سر نو قبضہ نہ کیا تھا کہ دونوں جدا ہو گئے تو بیع صرف باطل[3] ہو جائے گی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اگر کوئی حلیہ دار تلوار ودیعت رکھی اور اس نے اپنے گھر میں رکھ لی پھر دونوں بازار میں ملے اور اس نے بعوض ایک کپڑے اور دس درہم کے وہ تلوار خریدی اور کپڑا اور دس درہم اس کو دے دیئے پھر دونوں جدا ہو گئے تو کل بیع ٹوٹ جائے گی اور اسی طرح اگر اس تلوار کو بعوض ایک حلیہ دار تلوار کے خرید کر اس کو دے دی اور ودیعت پر نیا قبضہ نہ کیا اور دونوں جدا ہو گئے تو بیع بھی ٹوٹ جائے گی اور اگر جدا ہونے سے پہلے قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور ہر ایک کی چاندی دوسرے کی چاندی کے مقابل اور ہر ایک کی حمائل اور پھل دوسرے کی حمائل اور پھل کے مقابل ہو گی یہ حاوی میں لکھا ہے پس اگر حلیہ میں کچھ زیادتی ہو تو یہ زیادتی دوسرے کی حمائل اور پھل کے مقابل کر دی جائے گی یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر کسی شخص کے دوسرے کے پاس ہزار درہم ودیعت تھے پھر اس نے ان کے عوض سو دینار خریدے اور ودیعت کے مالک نے دونوں کے جدا ہونے سے پہلے خرید کی اجازت دے دی تو جائز ہے اور مالک کے اس شخص پر جس کے پاس ودیعت ہے ہزار درہم واجب ہوں گے اور اگر دونوں کی جدائی کے بعد اس نے اجازت دی پس ودیعت کے مالک کو اختیار ہے کہ چاہے اپنے مال کی اس شخص سے ضمانت لے اور بیع جائز ہو گی یا دینار بیچنے والے سے ضمانت لے اور بیع ٹوٹ جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اگر درہم یا دینار کسی شخص کے پاس ودیعت تھے پھر اس نے درہموں کو بعوض دیناروں یا دیناروں کو بعوض درہموں کے بیچا اور باہم قبضہ کیا پھر ودیعت کا مالک آیا اور اس نے اس کو بائع سے لے لیا پس اگر دونوں جدا نہیں ہوئے تو اس پر واجب ہے کہ اس کے مثل ادا کرے اور اگر دونوں جدا ہو گئے ہیں تو بیع باطل ہو جائے گی اور اگر مالک نے اس پر قبضہ نہ کیا اور بیع کی اجازت دے دی تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور اس شخص پر جس کے پاس ودیعت تھی اس کے مثل دینار مالک کو واجب ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ موجود یعنی بیع کی گفتگو کے وقت ہاتھ میں یا ملک میں نہ ہوں لیکن جدا ہونے سے پہلے اس نے دے دیئے۔ [2] قولہ قسم یعنی غاصب کے قسم کھانے سے یہ بات ثبوت ہو گئی۔ [3] کیونکہ قبضہ ودیعت قبضہ خرید کا نائب نہیں ہوتا۔

چھٹی فصل:

دارالحرب میں بیع صرف واقع ہونے کے بیان میں

کوئی مسلمان یا ذمی دارالحرب میں امان لے کر یا بلا امان گیا اور کسی حربی کے ساتھ ایسا عقد کیا کہ جس میں سود رہم مثلاً ایک درہم بعوض دو درہم کے یا ایک درہم بعوض ایک دینار کے کسی مدت معلوم کے ادھار پر خریدا یا ان کے ہاتھ شراب یا سوز یا مردار یا خون بعوض مال کے فروخت کیا تو یہ سب امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ مسلمان اور حربی کے درمیان دارالحرب میں وہی جائز ہے جو دو مسلمانوں میں جائز ہوتا ہے کذا فی جواہر الاخلاطی اور صحیح امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے اور میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب ان سے دو درہم بعوض ایک درہم کے خریدے اور اگر ایک درہم بعوض دو درہم کے خریدا تو بالاتفاق جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کوئی حربی امان لے کر دارالسلام میں آیا اور اس کے ہاتھ مسلمان نے اس طرح بیچا تو جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر ایک مسلمان نے جو امان لے کر دارالحرب میں گیا ہے ایک شخص کے ساتھ کہ جو وہیں اسلام لایا ہے اور دارالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی ہے عقد بیع کیا اور ایک درہم بعوض دو درہم کے بیچا تو جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور دو مسلمان تاجروں میں دارالحرب میں وہی جائز ہے جو دارالاسلام میں جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے دو حربی دارالحرب میں اسلام لائے پھر باہم سود یا شراب یا سور وغیرہ کی بیع کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے مگر مکروہ ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور سود واپس کرے اور اگر باہم قبضہ سے پہلے دونوں دارالاسلام کی طرف نکل آئے تو عقد باطل ہو جائے گا اور جس میں قبضہ ہو گیا ہے اس میں صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر مسلمانوں میں سے ایک تاجر نے اہل حرب میں سے کسی شخص کو ہزار درہم بعوض ہزار درہم کے ادھار دیئے تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اہل حرب کے تاجر دارالاسلام میں امان لے کر آئے اور ایک نے دوسرے سے ایک درہم بعوض دو درہم کے خریدا تو امام نے فرمایا کہ میں اس کی اجازت نہ دوں گا صرف وہی جائز رکھوں گا جو اہل اسلام میں جائز ہے اور اگر ذمی لوگ ایسا کریں تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر ہمارے دو قیدی یعنی مسلمان دارالحرب میں ایسا کریں تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر حربی نے دوسرے کے ہاتھ ایک درہم بعوض دو درہم کے بیچا پھر مسلمان یا ذمی ہو کر دارالسلام میں آئے اور دونوں نے قاضی کے روبرو جھگڑا پیش کیا پس اگر باہمی قبضہ کے بعد ہے تو قاضی اس کو باطل نہ کرے گا اور اگر اس سے پہلے ہے تو قاضی اس کو باطل کر دے گا اور اسی طرح اگر دونوں نے دارالحرب میں سود کا عقد کیا پھر باہمی قبضہ سے پہلے دارالاسلام میں چلے آئے پھر یہاں باہمی قبضہ کیا پھر قاضی کے روبرو پیش کیا تو قاضی سب کو توڑ دے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر مسلمان نے کسی حربی سے دارالحرب میں ایسی بیع کی پھر حربی مسلمان ہوا اور باہمی قبضہ سے پہلے دارالاسلام میں چلا آیا پس اگر اس نے قاضی کے سامنے جھگڑا کیا تو قاضی اس کو باطل کر دے گا اور اگر دونوں نے دارالحرب میں باہم قبضہ کر لیا تھا پھر جھگڑا کیا تو میں اس میں لحاظ نہ کروں گا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

باب : ⑥

متفرقات میں منتقی میں ہے کہ کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک دینار بعوض بیس درہم کے بیچا اور باہم قبضہ کیا پھر مقبوضہ دینار

کو اس نے ایک قیراط کم پایا تو امام نے فرمایا کہ اس کو اختیار ہے کہ ایک درہم حصہ قیراط واپس لے کیونکہ ہر دینار بیس قیراط کا ہوتا ہے اور فرمایا کہ اس کو اختیار ہے کہ دینار واپس کر کے اپنے درہم لے لے کیونکہ وہ عیب دار ہو گیا اور اگر چاہے تو رکھ لے اور اس کو بعینہٖ دینار کے سوا کچھ نہ ملے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ دینار کا نقصان واپس لے پھر چاہے تو بعینہٖ دینار رکھ لے ورنہ اس کو واپس کر دے اور بیس جزوں میں سے انیس جز ایک دینار میں سے لے پس دینار بیچنے والے کو ایک جزو اور اس کو انیس جز ملیں گے یہ محیط میں لکھا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے سے دس درہم چاندی بعوض دس درہم کے خریدی اور اس پر ایک دانگ بڑھا کر ہبہ کیا اور اس کو بیع میں شرط[1] نہیں کیا ہے تو یہ جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ دانگ کا ہبہ کرنا صرف اسی صورت میں صحیح ہے کہ جب درہم کو توڑنا مضر ہو اور اگر توڑنا درہم کو مضر نہیں ہے تو یہ جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ابو سلیمان نے ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے درہموں کو بعوض دینار کے دوسرے کے بیع کر کے باہم قبضہ کیا اور دونوں جدا ہو گئے پھر جس قسم کے درہم ٹھہرے تھے اس کے سوا دوسری قسم کے پائے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر شرط سے کمتر ہوں تو ان کو بدل لے اور اس سے بہتر ہوں تو نہیں بدل سکتا ہے یہ حکم اس وقت ہے کہ یہ درہم بھی موافق شرط کے درہموں کے ہر شہر اور ہر بیع میں چلتے ہوں اور اگر بعض بیع میں یا بعض شہر میں نہ چلتے ہوں تو ان کو بدل سکتا ہے اور چاہے ان سے چشم پوشی کرے اور امام ابو حنیفہؒ کے قول میں یہ ہے کہ اگر ان میں یہ نقصان ہو تو بمنزلہ نبہرہ کے ہیں اور اگر تہائی سے زیادہ ایسے ہوں تو ان کے حساب سے بیع ٹوٹ جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ کسی نے ایک درہم بعوض ایک درہم کے بیچا پھر ایک نے دوسرے کو راجح[2] دیا پھر راجح والے نے اس کے واسطے حلال کر دیا تو فرمایا کہ یہ جائز ہے کیونکہ وہ تقسیم نہیں ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک چاندی کی انگوٹھی کہ جس میں نگینہ ہے بعوض درہم یا دینار کے خریدی پھر اس پر قبضہ کر کے جدا ہونے سے پہلے یا اس کے بعد نگ اور انگوٹھی کو الگ کیا اور یہ جدا کرنا اس کو مضر ہے پھر ثمن دینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو کل بیع فاسد ہے اور مشتری بائع کو نگینہ اور اس کا نقصان واپس کرے اور اگر اس کے ساتھ چاندی میں بھی نقصان آیا ہے یا فقط چاندی میں نقصان آیا ہے تو مشتری اس کو واپس کر سکتا ہے لیکن اس کی قیمت سونے کی جنس سے ڈھلی ہوئی دے اگر اس صورت میں واپس نہیں کر سکتا ہے کہ جب بائع فقط اس کو واپس لینا چاہے پس مشتری اس کے ساتھ نقصان نہ دے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

مسئلہ: کسی نے ایک پٹی سو درہم کو اس شرط پر خریدی کہ اس پٹی میں پچاس درہم حلیہ ہے ☆

اگر ایک چاندی کی انگوٹھی کہ جس میں یاقوت کا نگینہ ہے بعوض سو دینار کے خریدی پھر نگینہ بائع کے پاس جاتا رہا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے اس کو چھوڑ دے یا اس کا حلقہ سو دینار میں لے لے یہ خزانۃ الاکمل میں لکھا ہے اگر کسی نے بعوض درہموں کے خریدی تھی تو اس کو اختیار ہو گا کہ حلقہ اس کے برابر چاندی میں لے لے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درہم قرض دیئے اور ان پر ایک کفیل لے لیا پھر کفیل نے طالب سے دس دینار پر صلح کی اور طالب نے اس پر قبضہ کیا تو یہ جائز ہے اور کفیل اپنے اصول سے درہم لے گا اور اگر کفیل نے سو درہم پر صلح ٹھہرائی ہو تو اصیل سے بھی فقط سو درہم لے گا اور اگر کفیل نے اصیل سے دس دینار پر صلح ٹھہرائی اور اس سے پہلے کہ کفیل طالب کو کچھ ادا کرے یہ صلح واقع ہوئی تو صلح صحیح ہو گی بشرطیکہ کفیل اصیل سے دس دینار لے کر اپنے

---

[1] قولہ شرط یعنی یہ دانگ دینا اس نے بیع میں شرط نہیں کیا اور نہ درہم بغیر ضرر کے ٹوٹ سکتا ہے تو یہ جائز ہے۔ [2] راجح یعنی جھکتا ہوا دینا بعد حلت کے اس واسطے جائز ہوا کہ توڑنا اور تقسیم کرنا جائز نہیں ہے۔

قبضہ میں کر لے پھر کفیل کا اصیل سے صلح کر لینا طالب کے مطالبہ کو ساقط نہیں کرتا ہے نہ اصیل سے اور نہ کفیل سے پس طالب یہ اختیار ہے کہ چاہے اصیل سے مطالبہ کرے یا کفیل سے پس اگر اس نے کفیل سے مطالبہ کر کے اس سے ہزار درہم لئے تو کفیل اپنے اصیل سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس نے اصیل سے مطالبہ کر کے اس سے لے لئے تو اصیل کو اختیار ہے کہ کفیل سے ہزار درہم لے لے مگر اس صورت میں نہیں لے سکتا ہے کہ جب کفیل یہ چاہے کہ وہ دینار جو اس نے اصیل سے لئے ہیں اس کو واپس کر دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے نوادر میں ہے کہ اگر دس دینار ثابت بعوض بارہ درہم ٹوٹے ہوئے کے بیچے تو جائز نہیں ہے کیونکہ یہ سود درہم اور حیلہ یہ ہے کہ اس سے بارہ درہم ٹوٹے ہوئے قرض لے پھر اس کو ثابت دس درہم ادا کرے اور دو درہم معاف کرا لے اور اگر ایک کپڑا بعوض ٹوٹے ہوئے دس درہم کے کسی میعاد پر فروخت کیا پھر جب میعاد آئی تو مشتری ثابت نو درہم لایا اور کہا کہ یہ نو بعوض ان دس کے ہیں تو جائز نہیں ہے اور اس میں حیلہ یہ ہے کہ نو درہم ادا کرے پھر بائع باقی ایک درہم اس کو معاف کر دے پس اگر مشتری کو یہ خوف ہو کہ بائع ایسا نہ کرے گا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ یہ نو درہم اور ایک پیسہ یا ایسی کوئی چیز حقیر دے کر صلح کر لے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر درہم بعوض درہم کے بیچے اور ایک میں وزن کی راہ سے کچھ زیادتی ہے اور دوسرے کے ساتھ کچھ پیسے ہیں تو جائز ہے لیکن میں اس کو مکروہ جانتا ہوں کیونکہ لوگ اس کی عادت کر لیں گے اور ناجائز صورتوں میں استعمال کریں گے اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اس میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اس کی صحت اس طور پر ہو سکتی ہے کہ زیادتی کو پیسوں کے مقابل کیا جائے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے منتقی میں ہے کہ کسی نے ایک پٹی سو درہم کو اس شرط پر خریدی کہ اس پٹی میں پچاس درہم حلیہ ہے اور باہم قبضہ کر لیا اور یہ شرط لگائی تھی کہ اس کے حلیہ کی چاندی سپید ہے پھر بعد توڑنے کے معلوم ہوا کہ وہ سیاہ ہے تو یہ جائز ہے اور کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر کچھ حلیہ رانگ کا پایا تو بیع فاسد ہے اور اگر اس نے حلیہ کو تلف کر دیا ہو تو سونے کی جنس سے اس کی قیمت دے اور رانگ کی قیمت دے اور تسمہ واپس کرے اور اگر تسمہ میں نقصان آیا ہو تو اس کا نقصان بھی دے اور اگر حلیہ میں رانگ نہ پایا لیکن حلیہ چالیس ہی درہم نکلا تو چاہے اس کو واپس کر دے یا دس درہم پھیر لے اور اگر حلیہ ساٹھ درہم پایا پس اگر دونوں جدا ہو گئے ہیں تو بیع فاسد ہے اور اگر جدا نہیں ہوئے ہیں تو چاہے مشتری دس درہم بڑھا دے اور بیع جائز رکھے یا بیع توڑ دے اور اگر ثمن میں دینار ٹھہرے ہوں اور دونوں جدا ہو جائیں اور مسئلہ یہی رہے تو بیع جائز ہے چنانچہ اگر ایک چاندی کا کنگن اس شرط پر کہ وہ دس درہم بھر ہے بعوض ایک دینار کے بیچا پھر وہ بیس درہم بھر نکلا تو بیع جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک بیع صرف کرنے والے نے دو ہزار درہم بعوض سو دینار کے بیچے اور اس کے پاس درہم نہ تھے تو میں اس پر جبر کروں گا کہ یا اس کے[1] لئے خریدے یا جہاں سے چاہے دو ہزار قرض لے کر اس کو ادا کر دے اور اسی طرح اگر دوسرے کے پاس دینار نہ ہوں تو اس پر بھی جبر کروں گا کہ صراف کو سو دینار ادا کرے اور یہ حکم اس وقت تک ہے کہ دونوں متفرق نہ ہوئے ہوں اور اگر دونوں جدا ہو گئے تو صرف باطل ہو گئی یہ خزانۃ الاکمل میں لکھا ہے۔

اگر دس درہم دودھیا بعوض دس درہم مکحلہ (سیاہ چاندی) کے بیچے تو صحیح نہیں ☆

کسی نے ایک صراف کے ہاتھ ہزار درہم غلہ کے بعوض نو سو درہم کھرے اور سو پیسوں کے فروخت کئے اور باہم قبضہ کر لیا پھر دونوں کے جدا ہونے کے بعد غلہ کے ہزار درہم صراف پاس سے استحقاق میں لے لئے گئے تو صراف اس مشتری سے نو سو درہم کھرے جو اس نے دیئے ہیں اور سو درہم غلہ کے دام ان پیسوں کے جو اس نے دیئے ہیں واپس لے گا اور اگر دونوں جدا نہ ہوئے

---

[1] قولہ یعنی کرنے کے لئے کہیں سے حاصل کرے خواہ خرید کر یا قرض لے کر جس طرح چاہے۔

یہاں تک کہ ان درہموں کا استحقاق ثابت ہوا تو صراف اس کے مثل غلہ کے ہزار درہم لے لے گا اور اگر دونوں جدا ہونے کے بعد سو پیسے استحقاق میں لے لئے گئے تو مشتری صراف سے سو پیسے اس کے مثل لے لے گا اور اگر جدا ہونے کے نوسو کھرے درہم کا استحقاق ثابت کیا گیا تو صراف سے کھرے درہموں کا ثمن نوسو درہم غلہ کے لے گا اور اگر دونوں کے جدا ہونے کے بعد نوسو درہم کھرے اور سو پیسے استحقاق میں لے لئے گئے تو صراف سے نوسو درہم غلہ کے اور سو پیسے واپس لے اور اگر اس شخص کے ہاتھ سے کھرے درہم اور پیسے سب لے لئے گئے اور صراف کے پاس سے غلہ کے سب درہم لے لئے گئے پس اگر دونوں کے جدا ہونے کے بعد ہو تو سب کی بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر دونوں جدا نہیں ہوئے تو ہر ایک دوسرے سے اس کے مثل لے لے گا اور بیع تمام ہو گی یہ محیط میں لکھا ہے حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی کہ ایسی ایک انگوٹھی کو جس میں نگینہ ہے بعوض دو انگوٹھیوں کے کہ جن میں دو نگینے ہیں بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اسی طرح اگر ایک حلیہ دار تلوار کو دو تلواروں کے عوض بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر دس درہم دو دھیا بعوض دس درہم مکحلہ[1] کے بیچے تو صحیح نہیں ہے کیونکہ ان میں کمی ہے اور اس کے کحل کا کچھ ثمن نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ جس میں میل ہو اس کو اگر بیان کر دے یا وہ ظاہر معلوم ہوتا ہو تو اس کے بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہی قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور کسی نے تانبے پر چاندی چڑھائی تو جب تک اس کو بیان نہ کرے نہ بیچے اور کہا کہ ستوق درہموں کو اگر بیان کر دے تو ان کے ساتھ خرید نے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور بادشاہ کو چاہئے کہ ان کو توڑ وا دے کیونکہ شاید وہ ایسے شخص کے ہاتھ پڑیں کہ جو نہ بیان کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ یا مکحلہ یا نبجاریہ کسی کو دے اگر چہ یہ بیان بھی کر دے اور لینے والا چشم پوشی بھی کر دے اس جہت سے کہ ان کے رواج سے عوام کو ضرر ہے اور جس سے عوام کو ضرر پہنچے وہ مکروہ ہے اور فرمایا کہ صرف ان دونوں لینے دینے والوں کا راضی ہونا مفید نہیں ہے اس جہت سے کہ شاید جاہل دھوکا کھائے یا فاجر دھوکا دے پس جو شئی ایسی ہو کہ اس کا رواج لوگوں میں جائز نہ ہو اس کا رواج توڑ دینا چاہئے اور جو شخص اس کو جان کر رواج دے اس کو سزا دینی چاہئے یہ محیط میں لکھا ہے۔

[1] قولہ مکحلہ سرمئی یعنی سیاہ چاندی کے۔

کتاب الکفالۃ

اِس میں چند ابواب ہیں

باب : ①

کفالت کی تعریف اوراس کے رکن وشرائط کے بیان میں

قال المترجم: مسائل میں غور کرنے سے پہلے چند الفاظ کو سمجھ کر یاد رکھنا چاہئے کفالت اس کی تعریف آتی ہے کفیل کفالت کرنے والا خواہ کفالت مال کی کرے اس کو کفیل بالمال کہتے ہیں یا ذات کی کفالت کرے وہ کفیل بالنفس ہے یا دونوں کا کفیل ہو مکفول عنہ جس کی طرف سے کفیل نے کفالت کی ہے مکفول لہ جس کے واسطے کفالت کی ہے ضامن ضمانت کرنے والا مضمون بہ جس چیز کی ضمانت کی ہے مضمون عنہ جس کی طرف سے ضمانت کی ہے مضمون لہ جس شخص کے واسطے ضمانت کی ہو محتال علیہ جس پر حوالہ کیا گیا یعنی کچھ حق اترایا گیا ہو کفالت کی تعریف بعضوں نے یہ کہی ہے کہ مطالبہ میں اپنا ذمہ دوسرے کے ذمہ ملانا کفالت ہے اور بعضوں نے بجائے مطالبہ کے دین کہا ہے یعنی قرض[1] اور اول اصل ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور کفالت کا رکن امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک ایجاب و قبول ہے اور یہی امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول ہے حتیٰ کہ فقط کفیل سے کفالت تمام نہیں ہوتی ہے خواہ مال کی کفالت کرے یا نفس کی تاوقتیکہ اسی مجلس میں مکفول لہ کی طرف سے قبول نہ پایا جائے یا اس کی طرف سے کوئی اجنبی قبول کرے یا مکفول لہ خطاب[2] کرے یا اس کی طرف سے کوئی اجنبی خطاب کرے مثلاً طالب دوسرے سے کہے کہ میرے لئے تو فلاں شخص کے نفس کا کفیل ہو اور اس نے کہا کہ میں نے کفالت کی یا کسی اجنبی نے اس کی طرف سے اس شخص سے کہا کہ تو فلاں شخص کے نفس یا مال کا فلاں شخص کے واسطے کفیل ہو جا اور اس شخص نے کہا کہ میں نے کفالت کی تو کفالت صحیح ہو گی اور ماسوا مجلس کے کفالت مکفول لہ کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے اور جب تک وہ کفالت کی اور اجازت نہ دے تب تک کفیل کو اختیار ہے کہ اپنے آپ کو کفالت سے نکال لے اور اگر ان میں سے کوئی چیز نپائی جائے گی مثلاً کفیل نے کہا کہ میں نے زید کے واسطے عمرو کے نفس کی کفالت کی یا جو زید کا قرضہ عمرو پر چاہئے اس کی میں نے کفالت کی تو یہ موقوف نہیں ہے حتیٰ کہ اگر طالب کو اس کفالت کی خبر پہنچی اور اس نے قبول کی تو صحیح نہ ہو گی پھر امام ابو یوسفؒ نے اپنے پہلے قول سے رجوع کیا اور کہا کہ کفالت فقط کفیل سے تمام ہو جاتی ہے خواہ قبول یا خطاب دوسرے کی طرف سے پایا جائے یا نہ پایا جائے کذا فی المحیط اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے معنی میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ ان کے نزدیک توقف کے ساتھ جائز ہے یعنی طالب اگر اس پر راضی ہوا تو نافذ ہو گی ورنہ باطل ہو گی اور بعضوں نے کہا ہے کہ نافذ ہونے کے ساتھ جائز ہے اور طالب کا راضی ہونا شرط نہیں ہے اور یہی اصح ہے کذا فی الکافی اور یہی اظہر ہے کذا فی فتح القدیر اور بزازیہ میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ

---

[1] قولہ قرض یعنی دوسرے کے قرضہ میں اپنا ذمہ ملانا اس میں تردد ہے کہ کفیل درحقیقت مدیون نہیں ہو جاتا۔ [2] قولہ خطاب یعنی ایجاب مکفول لہ کی طرف سے ہو اور کفیل قبول کرلے تو بھی صحیح ہے۔

نہر الفائق میں لکھا ہے۔

اگر خطاب یا قبول مکفول عنہ کی طرف سے پایا گیا مثلاً مطلوب نے کسی سے کہا کہ تو فلاں شخص کے واسطے میرے نفس کی یا اس مال کی جو اس کا مجھ پر چاہئے ہے کفالت کر لے یا کسی شخص نے کسی مطلوب کی طرف سے اس کے نفس یا مال کی کفالت کی اور مطلوب نے قبول کیا پس اگر خطاب یا قبول مطلوب کی طرف سے اس کی صحت میں پایا گیا تو کفالت امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور یہی پہلا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور مکفول عنہ کے خطاب یا قبول کا وجود بمنزلہ عدم کے ہوگا اور اگر مطلوب کی طرف سے یہ خطاب اس کے مرض میں پایا جائے پس اگر اس نے اپنے وارث کو ایسا خطاب کیا مثلاً کہا کہ تو فلاں شخص کے واسطے میری طرف سے جو اس کا مال مجھ پر چاہئے ہے کفیل ہو جا پھر اسی مرض میں مر گیا تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک کفالت صحیح نہ ہو اور استحساناً صحیح ہو حتیٰ کہ اگر مر گیا تو بحکم کفالت وارث پکڑے جائیں گے اگرچہ مکفول لہ غائب[1] ہو کذا فی المحیط اور اگر بلا ترکہ چھوڑے مر گیا تو وارث اس کے ادا کے واسطے نہ پکڑے جائیں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر اس نے کسی اجنبی سے کہا اور اس نے ضمانت کر لی تو مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ یہ ضمان صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اجنبی سے اس کے قرض کا مطالبہ بدون التزام[2] کے نہیں کیا جا سکتا ہے پس مریض اور اس کے حق میں برابر ہوئے اور بعضوں نے کہا کہ یہ ضمانت صحیح ہے کیونکہ مریض نے اس سے پہلے اپنی ذات پر لحاظ رکھا ہے اور اس پر نرمی کی ہے اور اجنبی نے جب اس کے حکم سے قرضہ ادا کر دیا تو اس کے ترکہ سے لے لے گا پس یہ مریض سے صحیح ہے کیونکہ وہ مرنے کی حالت میں ہے اور تنگی کے سبب سے اس نے اس کو طالب کا قائم مقام کیا اور ایسا حال تندرست میں نہیں پایا جاتا ہے پس اس میں قیاس کا حکم لیا جائے گا کذا فی الکافی وغیرہ اور یہی وجہ ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر وارثوں نے مریض سے یہ کہا کہ جو لوگوں کا قرض تجھ پر ہے سب کے ہم ضامن ہوئے اور مریض نے ان سے ایسی ضمانت نہیں طلب کی تھی اور قرض خواہ موجود نہ تھے تو یہ صحیح نہیں ہے اور اگر انہوں نے ایسا کلام اس کے مرنے کے بعد کہا تو استحساناً کفالت صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کفالت کی شرائط

کفالت کی شرائط پر چار اقسام پر ہیں

قسم اوّل ☆

جو کفیل کی طرف رجوع کرتے ہیں از انجملہ عقل اور بلوغ ہے یعنی عاقل اور بالغ ہونا چاہئے اور یہ انعقاد کی شرطوں میں سے ہے پس لڑکے اور مجنون کی کفالت منعقد نہ ہوگی مگر جب کہ ولی نے کوئی دین یتیم کے نفقہ میں لیا ہو اور اس کو ضمان مال کا حکم دیا ہو تو صحیح ہے اور اگر اس کو اپنی ذات کی کفالت کی اجازت دی تو جائز نہیں ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر لڑکے نے نفس یا مال کی کفالت کی پھر بالغ ہو کر کفالت کا اقرار کیا تو وہ اس میں پکڑا نہ جائے گا کیونکہ اس نے کفالت باطلہ[3] کا اقرار کیا ہے پس اگر لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد اس میں اور طالب میں جھگڑا ہوا اور طالب نے کہا کہ تو نے ایسے حال میں کفالت کی ہے کہ تو بالغ تھا اور لڑکے نے کہا کہ میں نے نابالغی کی حالت میں کفالت کی ہے تو لڑکے کا قول معتبر ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ میں نے ایسی حالت میں کفالت کی ہے کہ میں

---

[1] قولہ غائب یعنی جس وقت دونوں نے کفالت قبول کی تھی اس وقت یہ موجود نہ تھا تو بھی کفالت صحیح ہے۔ [2] قولہ التزام یعنی جب اپنے اوپر خود لازم کر لے تب البتہ مطالبہ ہو سکتا ہے۔ [3] باطلہ اس واسطے کہ بچپن میں اس کی کفالت باطل تھی۔

مجنون تھا یا مجھ پر بے ہوشی تھی یا مجھے برسام تھا اور طالب نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ تو نے صحیح اور تندرست ہونے کی حالت میں کفالت کی ہے پس اگر ایسے امراض اس مقر کو پیدا ہونا معہود ہوں کہ اکثر ہوتے رہتے ہوں تو اس کا قول معتبر ہوگا اور اگر معہود نہ ہوں تو طالب کا قول لیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور از انجملہ حریت یعنی آزادی شرط ہے اور یہ اس تصرف کے نافذ ہونے کی شرط ہے پس ایسے غلام کی کفالت جس کو اس کے آقا نے تصرف سے منع کیا ہے یا ایسا غلام ہو جس کو اس کے مالک نے تجارت کی اجازت دی ہے جائز نہ ہوگی لیکن کفالت منعقد ہو جائے گی حتیٰ کہ بعد آزادی کے پکڑا جائے گا اور کفیل کی صحت بدنی شرط نہیں ہے پس مریض[1] کا کفالت کرنا تہائی مال سے صحیح ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

قسم دوم ☆

قسم ثانی میں وہ شرائط ہیں جو اصیل کی طرف رجوع کرتی ہیں از انجملہ یہ ہے کہ اصیل مکفول بہ[2] کے سپرد کرنے پر خواہ خود یا اپنے نائب کے ذریعہ سے امام اعظمؒ کے نزدیک قادر ہو پس امام اعظمؒ کے نزدیک ایسی میت کی طرف سے جو قاضی کے بیان سے مفلس قرار پایا ہے قرضہ کی کفالت کرنا صحیح نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک صحیح ہے کذا فی البدائع اور امام اعظمؒ کا قول صحیح ہے کذا فی الزاد اور اگر اس میت نے کسی قدر مال چھوڑا ہو تو بقدر اس کے جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور از انجملہ اس کا معلوم ہونا چاہئے بشرطیکہ کفالت مضاف ہوئے یہاں تک کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ تو نے کسی سے بیع کی میں اس کا تیرے لئے کفیل ہوں تو یہ کفالت باطل ہوگی اور اگر یہ کہا کہ جو کچھ تیرا فلاں شخص پر یا دوسرے فلاں شخص پر آتا ہے اس کا میں تیرے لئے کفیل ہوں تو یہ جائز ہے اور کفیل کو خیار[3] ہوگا اور یہ کفالت چونکہ مضاف[4] نہیں ہے اگرچہ مکفول عنہ مجہول ہے جائز ہے یہ ذخیرہ اور محیط میں ہے اور یہ شرط نہیں ہے کہ وہ آزاد عاقل اور بالغ ہو یہ بحرالرائق میں لکھا ہے پس اگر کسی شخص نے کسی لڑکے یا مجنون پر کچھ دعویٰ کیا اور کسی کفیل نے اس کی ذات کی یا قرض کی اس کے ولی کی بلا اجازت کفالت کر لی تو یہ صحیح ہے خواہ وہ لڑکا ایسا ہو کہ جس کو تجارت کی اجازت دی گئی یا ایسا نہ ہو اور خواہ وہ عاقل ہو یا غیر عاقل ہو پس اگر کفیل سے اس کے حاضر لانے کا مواخذہ کیا گیا پس اگر یہ کفالت اس کے ولی کی اجازت سے ہوئی تھی اور کفیل نے لڑکے کو حاضر کرنا چاہا تو زبردستی حاضر کیا جائے گا اور اگر لڑکے اور ولی کی بلا اجازت یہ کفالت ہوئی ہے تو لڑکا حاضر ہونے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر خود لڑکے نے اس کو کفیل سے چاہا تھا پس اگر اس لڑکے کو تجارت کی اجازت دی گئی ہے تو اس کو حاضر ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اگر کفیل نے اس کی طرف سے مال ادا کر دیا تو اس سے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

قسم سوم ☆

تیسری قسم کی شرطیں وہ ہیں جو مکفول لہ سے متعلق ہیں از انجملہ یہ کہ مکفول لہ معلوم ہونا چاہئے یہ بدائع میں لکھا ہے پس اگر کسی شخص نے دو شخصوں سے کہا کہ اس شخص کا جو قرضہ فلاں شخص پر ہے میں اس کے لئے کفیل ہوتا ہوں یا جو اس دوسرے شخص کا اس پر ہے اس کا کفیل ہوتا ہوں تو یہ کفالت بسبب اس کے کہ مکفول لہ معلوم[5] نہیں ہے باطل ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر کسی شخص نے ایک قوم

---

[1] قولہ مریض جو اس مرض میں آخر مر گیا۔ [2] قولہ مکفول بہ یعنی اصیل اس لائق ہونا چاہئے کہ کفیل نے جس مال وغیرہ کی کفالت کی ہے اس کو اصیل ادا کر سکے۔ [3] قولہ خیار یعنی ان دونوں میں سے جس ایک کی طرف سے چاہے اس کو متعین کر لے۔ [4] قولہ مضاف...... غرض اس سے یہ کہ بحکم مکفل عنہ یا مکفول لہ نہیں ہے واللہ اعلم۔ [5] قولہ معلوم یعنی متعین نہ ہوا کیونکہ اس نے ان دونوں میں سے کسی ایک کے واسطے کفالت کی کہ میں اس کے لئے یا اس دوسرے کے لئے کفیل ہوتا ہوں اور ترجیح کی کوئی وجہ نہیں ہے بخلاف مسئلہ آئندہ کے کہ اس میں جن لوگوں سے خطاب ہے وہی مرجح ہیں۔

سے یہ کہا کہ جو تم نے اور تمہارے غیر نے بیع کیا وہ مجھ پر ہے یعنی میں اس کا کفیل ہوں تو یہ ان لوگوں کے حق میں صحیح ہے جن سے خطاب کرتا ہے غیروں کے حق میں صحیح نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے ایک شخص سے چند لوگوں کی طرف اشارہ کر کے یہ کہا کہ جو شخص ان میں سے تیرے ہاتھ بیع کرے میں تیری طرف سے داموں کا اس کے لئے کفیل ہوں تو یہ جائز ہے کیونکہ مکفول لہ معلوم ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے از انجملہ صاحبینؒ کے قول پر متفرع ہے کہ مکفول لہ عاقل ہونا چاہئے پس مجنون کا قبول کرنا یا ایسے لڑکے کا جو بےعقل ہے صحیح نہیں ہے اور ولی کا ان دونوں کی طرف سے قبول کرنا جائز نہیں ہے اور مکفول لہ کا آزاد ہونا شرط نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

قسم چہارم:

چوتھی قسم کی وہ شرطیں ہیں جو مکفول بہ کی طرف راجع ہیں از انجملہ یہ کہ وہ چیز اصیل کے ذمہ ضمانت ہو اس طرح پر کہ اصیل اس کے سپرد کرنے پر مجبور کیا جائے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے پس مبیع کے سپرد کرنے کی اور قرضوں کی اور ضمانتی چیزوں کی جیسے غصب یا مہر یا خلع کا عوض یا عمداً خون کرنے کا عوض صلح یا بیع فاسد کی مبیع کی کفالت جائز ہے اور چکانے کے طور پر جو چیز قبضہ میں لی گئی ہے اگر اس کا ثمن بیان کر دیا گیا ہو تو اس کی کفالت بھی جائز ہے ورنہ وہ امانت ہوگی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور جو چیزیں امانت میں ہوں ان کی کفالت جائز نہیں ہے جیسے ودیعت یا مال مضاربت وغیرہ نہ بعینہٖ ان چیزوں کی اور ان کے سپرد کرنے کی کیونکہ ان چیزوں کی ضمانت نہیں ہے کذا فی الذخیرہ اور ایسے ہی مرہون اور مستعار اور مستاجر کی بعینہٖ کفالت صحیح نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے لیکن ودیعت رکھنے[1] والے کو لے لینے پر قادر کرنے کی کفالت کرنا صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اسی طرح قبضہ کے بعد رہن کی سپردگی کی یا جو چیز اجرت پر لی ہے اس کو مستاجر کے سپرد کرنے کی کفالت صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور عاریت کے سپرد کرنے کی کفالت کی نسبت امام محمدؒ نے جامع میں لکھا ہے کہ اس کی کفالت صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور کسی گواہ کے سپرد کرنے کی اس واسطے کہ وہ قاضی کے دربار میں حاضر ہو کر گواہی دے کفالت جائز نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

از انجملہ یہ ہے کہ کفیل کو اس کے سپرد کرنے کی قدرت ہو اور اسی واسطے ہم نے کہا ہے کہ اگر کسی نے کسی سے ایک گھر بنانے یا کسی زمین جوتنے کو قبول کیا اور اس پر کفیل دے دیا پس اگر اس نے مطلقاً کام کی شرط لگائی ہے پس اگر بعینہٖ اسی شخص پر لگائی اور صرف اس نے کام کی کفالت کی تو جائز نہیں ہے اور اگر اس کے نفس کے سپرد کرنے کی کفالت کی تو جائز ہے اور اگر کچھ اونٹ ایک شہر سے دوسرے شہر کو لے جانے کے واسطے کرایہ کئے اور اس سے کوئی کفیل لے لیا پس اگر وہ اونٹ غیر معین ہیں تو کفالت صحیح ہے خواہ اس بار برداری کی کفالت کی ہو یا اونٹوں کے سپرد کرنے کی کفالت کی ہو اور اگر وہ اونٹ معین ہوں تو سپرد کرنے کی کفالت صحیح ہے اور بار برداری کی کفالت صحیح نہیں[2] ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایسے ہی اگر کسی شخص نے کوئی غلام خدمت کے واسطے مزدور کیا اور کسی نے اس کی خدمت کرنے کی کفالت کی تو باطل ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور ایسے حدود[3] اور قصاص کی کفالت صحیح نہیں ہے اور اسی طرح اگر کسی غائب آدمی کے نفس کی کفالت کی اور اس کا مکان معلوم نہیں تو کفالت صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ قرض صحیح ہو پس بدل کتابت کی کفالت جائز نہ ہوگی یہ نہایہ میں لکھا ہے اور بدل سعایت اور بدل کتابت یکساں ہیں پس اس کی طرف سے

---

[1] قولہ قادر یعنی کہا کہ زید کے لئے میں کفیل ہوں کہ زید نے بکر کے پاس جو ودیعت رکھی اس کو وصول کرنے پر میں اس کو قادر کر دوں گا۔ [2] قولہ نہیں اس واسطے کہ شاید یہ سب مر جائیں یا بیمار ہو جائیں۔ [3] قولہ حدود اس واسطے کہ کفیل سے قصاص نہیں لیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ قاتل نہیں ہے یا اس کو درے مارنا غیر ممکن کیونکہ اس نے زنا نہیں کیا۔

کفالت کرنا امام اعظمؒ کے نزدیک درست نہیں ہے کیونکہ وہ مکاتب کے مانند ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک وہ ایسا آزاد ہے کہ جس پر قرض ہے تو کفالت صحیح ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے اور مقدار معلوم ہونا شرط نہیں ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

باب : ②

کفالت کے الفاظ اور اس کے اقسام اور احکام کے بیان میں

اس میں چند فصلیں ہیں

فصل اوّل:

اُن الفاظ کے بیان میں جن سے کفالت واقع ہوتی ہے اور جن سے واقع نہیں ہوتی

ضمانت اور کفالت اور حمالت اور زعامت اور غرامت الفاظ کفالت کے ہیں یا کہے کہ یہ مجھ پر ہے یا میری طرف ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور جو الفاظ کہ عرف و عادت میں ذمہ داری کے معنی دیتے ہیں وہ سب کفالت کے الفاظ ہیں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور میں نے اس کی طرف سے کفالت کی کہنا صحیح ہے یا ایسا لفظ کہے کہ جس سے حقیقۃً اس کا بدن مراد لیا جائے جیسے نفس اور تن یا عرفاً مراد لیا جائے جیسے اس کی روح یا سر یا منہ یا آدھا یا تہائی یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میں نے اس کے ہاتھ یا پاؤں کی کفالت کی یا کوئی ایسا لفظ کہا کہ جس کی طرف طلاق کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہوتی ہے تو کفالت بھی صحیح نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر اس کی عین کی کفالت کی تو اس کا حکم کتاب میں مذکور نہیں ہے اور فقیہ ابوبکر بلخیؒ نے کہا کہ کفالت صحیح نہیں ہے اور اگر اس نے عین سے بدن مراد لیا تو نیت صحیح ہے اور بدوں نیت کرنے کے صرف آنکھ کے معنی لئے جائیں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر فرج کی طرف نسبت کی تو کتاب الطلاق کے سوائے اس مقام پر امام محمدؒ نے اس کو ذکر نہیں کیا اور مشائخ نے فرمایا کہ جب فرج کی نسبت عورت کی طرف ہو تو کفالت کی نسبت بھی اس کی طرف صحیح ہونا چاہئے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کفیل کی طرف کسی جزو کی نسبت کی مثلاً کہا کہ میرے آدھی یا تہائی کی کفالت کر لے تو کرخیؒ نے باب الرہن میں ذکر کیا کہ یہ جائز نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ یہ مجھ پر ہے کہ میں تجھ سے اس کو خود ملا دوں تو کفیل ہو جائے گا اور یہ کہنا مثل اس کہنے کے ہے کہ یہ مجھ پر ہے کہ میں تجھ کو اس کی ذات سپرد کر دوں گا اور یہ کہنا کہ یہ مجھ پر ہے کہ میں اس کو تیرے ساتھ ملا دوں گا یہ کہنا کہ یہ مجھ پر ہے کہ میں اس کو تیرے پاس لے آؤں گا برابر ہیں اور وہ شخص کفیل ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اجناس ناطفی میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ تیرا یہ شخص میرے پاس ہے یا کہا کہ میرے پاس اس کو چھوڑ دے تو یہ کفالت ہے اور میں نے بعض مقام پر لکھا دیکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر میں اس شخص کو کل کے روز تجھے نہ پہنچاؤں تو یہ مال تیرا میرے پاس ہوگا اور اس نے اسے نہ پہنچایا تو مال اس پر لازم آئے گا کذا فی الذخیرہ اور اگر اس نے کہا کہ یہ مال تیرا میرے نزدیک ہوگا تو اس صورت میں بھی چاہئے کہ وہ شخص کفیل شمار ہوگا کیونکہ میرے نزدیک اور میرے پاس دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یہ محیط میں لکھا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ لفظ نزدیک اور پاس محاورہ عرب میں ایسے مقام پر مستعمل ہوئے کہ جس میں ملکیت غیر ثابت ہوتی ہے اسی واسطے کہنے والا کفیل ہو گیا مگر ہمارے محاورہ میں اس طرح نہیں بولتے ہیں لیکن اگر اس کو اس طرح سمجھا جائے کہ یہ تیرا مال میرے پاس ہے اس کے یہ معنی کہ تو مجھ سے لینا اور یہ ہو سکتا ہے اگر کسی شخص نے کسی شخص کے نفس کی کفالت کی اور اس کو طالب کے سپرد کر کے بری ہو

گیا پھر طالب نے مطلوب کا دامن پکڑا پس کفیل نے کہا کہ تو اسے چھوڑ دے اور میں اپنی کفالت پر ہوں یا یوں کہا کہ چھوڑ دے میں ویسے ہی اپنی کفالت پر ہوں اور اس نے ایسا ہی کہا تو یہ کفالت اس پر لازم ہوگی اور وہ اسی طرح جیسے پہلے تھا اس کے نفس کا کفیل ہوگا اور یہ کفالت از سرنو پیدا ہوئی کیونکہ جب طالب نے اس کے کہنے سے اس کا دامن چھوڑا تو دلالۃً سمجھا گیا کہ اس نے قبول کیا کذا فی الذخیرہ اور اگر طالب نے اس کے کہنے سے مطلوب کو نہ چھوڑا تو یہ شخص کفیل نہ ہو جائے گا کیونکہ کفالت بدوں قبول طالب کے صحیح نہیں ہوتی ہے اور وہ نہ پایا گیا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک شخص سے کہا کہ جو تو نے فلاں شخص کے ہاتھ بیچا وہ مجھ پر ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ کفالت کی اضافت سبب وجوب کی جانب ہے اور کفالت کو آئندہ وقت کی طرف نسبت کرنا لوگوں کے تعامل کی وجہ سے جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کسی پر کچھ دعویٰ کیا اور مدعیٰ علیہ نے اس سے انکار کیا پھر ایک شخص نے کہا کہ جو تو نے فلاں شخص پر دعویٰ کیا ہے وہ مجھ پر ہے یعنی میں اس کو دوں گا تو یہ شخص ضامن ہو جائے گا اور اگر ایسا لفظ کہا کہ جس کے معنی زمانہ آئندہ کے بھی ہو سکتے ہیں مثلاً عربی میں صیغہ[1] مضارع کے ساتھ دعویٰ بیان کیا تو یہ شخص ضامن ہو جائے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر کسی سے کہا کہ تو ہر روز فلاں شخص کو ایک درہم دے دیا کر میں تیرے واسطے ضامن ہوتا ہوں اور اس نے دے دیا یہاں تک کہ اس پر بہت مال ہو گیا پھر حکم دینے والے نے کہا کہ اس قدر مال دے دینا میرا مقصود نہ تھا تو یہ سب مال اس کو ادا کرنا واجب ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور اگر یہ کہا کہ یہ مال مجھ پر اس وقت تک ہے کہ جب تک دونوں باہم ملاقات نہ کریں یا باہم یکجا نہ ہوں یا ایک دوسرے کے پاس نہ پہنچیں تو وہ شخص اسی وقت تک کفیل ہوگا جو اس نے بیان کیا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میں اس وقت تک ضامن ہوں کہ جب تک دونوں یکجا نہ ہوں یا باہم ملاقات نہ کریں تو کفیل نہ ہوگا کیونکہ اس نے یہ نہ بیان کیا کہ اس نے نفس کی کفالت کی یا مال کی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کسی نے کہا کہ آشنائی فلاں برمن تو فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ نفس کا کفیل ہو جائے گا اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ کفیل نہ ہوگا مگر لوگوں کا عرف ویسا ہے جیسا فقیہ ابوجعفر نے فرمایا ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور واقعات میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے کہ وہ کفیل ہو جائے گا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر یہ کہا کہ فلاں شخص میرا آشنا ہے یا فلاں شخص آشنا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ نفس کا کفیل ہو جائے گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان میں اور کبریٰ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

کسی اور زبان میں بیان کئے گئے بیان کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کا مسئلہ ☆

مترجم کہتا ہے کہ فلاں آشنائے من ہست یا فلاں شناست ایسے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں کہ جس سے کفالت ثابت ہو اور اردو محاورہ میں ان کا استعمال ایسے معنی پر ثابت نہیں ہوتا واللہ اعلم۔ اگر کسی نے کہا کہ میں تیرے واسطے اس کی شناخت کی ضمانت کرتا ہوں تو کفیل نہ ہو جائے گا اور یہ کہنا بمنزلہ اس کے ہے کہ کہا میں تیرے لئے اسبات کی ضمانت کرتا ہوں کہ میں تجھے اس کا پتہ دوں گا یا تجھے واقف کر دوں گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی نے کہا کہ فلاں شخص کی شناخت ونشاندہی کرا دینا مجھ پر ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اس پر واجب ہے کہ اس کا پتہ دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کسی نے کہا کہ انچہ ترا برفلاں ست من بدہم یعنی جو کچھ تیرا فلاں شخص پر ہے اس کو میں دوں گا تو یہ وعدہ ہے کفالت نہیں ہے اور اگر یہ کہا کہ انچہ[2] ترا برفلاں ست من جواب گویم تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ عرف کی راہ سے یہ کفالت ہے اور امام ظہیر الدین کفالت نہ ہونے پر فتویٰ دیتے تھے اور اسی طرح اس قول میں کہ جواب مال تو برمن یا جواب مال تو من بگویم بھی فرماتے تھے کہ کفالت نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے کہا کہ پذیرفتم یہ ضمانت صحیح ہے اور اگر کہا کہ

---

[1] قولہ صیغہ مضارع مثلاً الامین شریک ہو جاؤں گا۔ [2] قولہ انچہ ترا...... جو کچھ ترا فلاں پر ہے میں اس کا جواب دہ ہوں۔

قبول کردم تو اس میں متاخرین نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ کفالت نہ ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ اگر کفالت کا ارادہ کیا تو ہو جائے گی اور اگر نہ ارادہ کیا تو وعدہ ہوگا کفالت نہ ہوگی اور اگر کسی نے کہا ہر چہ ترا[1] بر دی آید من تو یہ کفالت نہ ہوگی اور اگر یہ کہا کہ ہر چہ ترا بر فلاں بشکند[2] بر من یہ صحیح نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ پذیرفتم فلاں را کہ فردا بتو تسلیم کنم تو یہ کفالت مطلقہ ہے کیونکہ اس کا یہ کہنا پذیرفتم فلاں را پوری کفالت ہے اور یہ کہنا کہ فردا بتو تسلیم کنم یہ کفالت میں داخل نہیں ہے جو بخلاف اس صورت کے کہ اگر اس نے کہا کہ میں کل کے روز فلاں شخص کی ذات کا کفیل ہوں تو اس مسئلہ پر قیاس کر کے اگر کہا کہ پذیرفتم تن فلاں را ہر گاہ طلب کنی بتو تسلیم کنم یہ کفالت مطلقہ ہوگی حتیٰ کہ اگر اس کے طلب کرنے سے پہلے اس کے سپرد کر دیا تو بری ہو جائے گا اور اگر یوں کہا کہ ہر گاہ طلب کنی فلاں راتن اور پذیرفتم تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ قبل اس کے طلب کرنے کے کفیل نہ ہوگا اور یہ مسئلہ واقع ہوا تھا کہ جس پر فتویٰ ہو چکا ہے اور اگر یوں کہا کہ اگر مال تو بر فلاں فر درد و من جواب گویم تو یہ کفالت نہ ہوگی اور اگر کہا کہ اگر فلاں تا آنوقت مال تو نگذارد من جواب گویم یا کہا کہ نتو اند گذاردن من جواب گویم تو یہ کفالت صحیح نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور شیخ علی سعدیؒ سے منقول ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر من فلاں را حاضر نتوانم کردن جواب آں مال بر من تو یہ کفالت نہ ہوگی اور فتاویٰ نسفی میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ جو تیرا قرض فلاں شخص پر ہے اس کو میں تجھے دے دوں گا یا تیرے سپرد کر دوں گا یا تجھے ادا کر دوں گا تو کفیل نہ ہوگا تاوقتیکہ کوئی ایسا لفظ نہ بولے کہ جس سے معلوم ہو کہ اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور امام ظہیر الدین فرماتے تھے کہ اگر ان لفظوں کو بلا شرط لایا تو کفالت نہ ہوگی اور اگر شرط کے ساتھ لایا اور کہا کہ اگر فلاں شخص جو تیرا مال اس پر ہے نہ ادا کرے گا تو میں ادا کروں گا یا میں دے دوں گا تو کفیل ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے میرا غلام غصب کیا ہے اور وہ اس کے پاس مر گیا ☆

اگر ایک قوم معین کو مخاطب کیا کہ ہر چہ شمارا از فلاں آید بر من تو اس ضمانت سے اس پر کچھ واجب نہ ہوگا کیونکہ از فلاں آید مجمل لفظ ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ کسی شخص کا دوسرے پر مال آتا ہے پھر طالب سے ایک شخص نے کہا کہ جو تیرا فلاں شخص پر آتا ہے میں تیرے لئے اس کا ضامن ہوں کہ میں اس سے اپنے قبضہ میں لے کر تجھ کو دے دوں گا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس پر اس ضمانت کی وجہ سے یہ واجب نہ ہوگا کہ اپنے پاس سے ادا کرے بلکہ یہ چاہئے کہ تقاضا کر کے اس کو طالب کو دے دے اور بھی نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ اگر کسی نے کسی کے ہزار درہم غصب کئے پھر جس کے درہم غصب کئے ہیں اس نے اس سے جھگڑا کیا اور لے لینا چاہا پھر کسی شخص نے اس سے کہا کہ تو اس سے جھگڑا نہ کر میں اس مال کا ضامن ہوں کہ لے کر تجھ کو دے دوں گا تو یہ مال اس کے ذمہ لازم ہوگا اور یہ قرض کے مشابہ نہیں ہے اور اگر غاصب نے وہ ہزار درہم تلف کر دیئے ہوں اور قرض ہو گئے ہوں تو یہ ضمانت باطل ہوگی صرف تقاضا کی ضمانت ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے امام محمدؒ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے کسی پر دعویٰ کیا کہ اس نے غلام غصب کر لیا ہے پھر کسی شخص نے کہا کہ میں اس غلام کا جس کا کہ تو دعویٰ کرتا ہے ضامن ہوں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ وہ ضامن رہے گا یہاں تک کہ غلام کو لائے اور گواہ پیش کرے پس اگر اس کو نہ لایا اور مدعی نے گواہی سے اس کا استحقاق ثابت کیا تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے میرا غلام غصب کیا ہے اور وہ اس کے پاس مر گیا ہے پھر کسی نے کہا کہ تو اس کو چھوڑ دے میں غلام کی قیمت کا ضامن ہوں تو وہ ضامن ہو جائے گا اور اسی وقت اس سے مواخذہ ہو سکتا ہے اور گواہی سے ثابت کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ ہر چہ ترا...... جو کچھ تیرا اس پر آئے مجھ پر ہے۔ [2] قولہ بشکند جو کچھ تیرا اس پر ٹوٹے مجھ پر ہے۔

دوسری فصل:

نفس[1] اور مال کی کفالت کے بیان میں

نفس کی کفالت کرنا جائز ہے کیونکہ کفیل اس کو سپرد کر سکتا ہے بایں طور کہ طالب کو اس کا مکان بتادے اور دونوں کے درمیان میں موانع سے تخلیہ کردے یہ ہدایہ میں لکھا ہے یا اس کے دعویٰ کی موافقت کرے یا حاکم کے دربار میں زبردستی اس کو حاضر کرے اور اگر اس پر قادر نہ ہو تو قاضی کے پیادوں سے مدد لے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر کسی نے کسی شخص سے اس کے نفس پر کوئی کفیل لیا پھر جا کر اس سے دوسرا کفیل لیا تو یہ دو کفیل ہوئے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور مکفول بہ[2] کے حاضر کرنے کا ضامن ہوتا ہے پس اگر مکفول بہ کا کسی خاص وقت میں حاضر کرنا شرط کیا تو اس کو اسی وقت کے طلب کرنے پر حاضر کرنا لازم ہے پس اگر اس نے حاضر کیا تو خیر اور اگر انکار کیا تو حاکم اس کو قید کرے گا کذافی الکافی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اس کا عذر ظاہر نہ ہو اور اگر عجز ظاہر ہوا تو قید کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں مگر یہ کہ طالب اس کے درمیان حائل نہ ہوگا اور طالب اس سے مطالبہ کرتا رہے گا مگر اس کے اشغال میں جرح نہ ہونے دے گا کذافی التبیین اور اگر اس کے ساتھ رہنے سے کفیل کو ضرر ہو تو اس سے کوئی کفیل مضبوطی کے واسطے لے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اول مرتبہ میں قید نہ کرے بلکہ دو تین مرتبہ کے بعد اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب وہ کفالت کا اقرار کرتا ہو اور اگر انکار کرتا ہو پھر گواہ قائم ہوئے یا اس سے قاضی نے قسم لی اور وہ قسم سے باز رہا تو اول ہی مرتبہ قید کرے گا کذافی الظہیر یہ اور یہی ظاہر الروایت ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

یہ حکم اسی موقع پر خاص نہیں ہے بلکہ عام حقوق میں ایسا ہی ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر مکفول بالنفس روپوش ہو گیا تو حاکم کفیل کو آنے جانے کی مہلت دے گا پس اگر مدت گزری اور حاضر نہ کیا تو اس کو قید کرے گا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر وہ ایسا روپوش ہوا کہ اس کا پتہ نہیں معلوم ہے تو اس سے مطالبہ نہ ہوگا اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اور کفیل نے کہا کہ میں اس کا مکان نہیں جانتا ہوں اور طالب نے کہا کہ تو جانتا ہے تو لحاظ کیا جائے گا کہ اگر مطلوب مکفول عنہ ہمیشہ کسی مقام پر تجارت کے واسطے جاتا رہتا ہے اور یہ معروف ہے تو طالب کا قول معتبر ہوگا اور کفیل کو حکم دیا جائے گا کہ اس مقام کو جائے اور اگر اس کا اسی طرح جانا معروف نہ ہو تو کفیل کا قول معتبر ہوگا اور اگر طالب نے گواہ پیش کئے کہ مکفول عنہ فلاں مقام پر ہے تو کفیل کو جانے اور اس کو حاضر کرنے کے واسطے حکم دیا جائے گا یہ تبیین میں لکھا ہے اگر مکفول بہ مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا تو لحاظ کیا جائے گا کہ اگر کفیل اس کے واپس لانے پر قادر ہے مثلاً ہمارے اور کافروں کے درمیان یہ عہد ہو کہ اگر کوئی ہم میں سے مرتد ہو کر ان میں جائے گا تو جائے حسب الطلب وہ اس کو واپس کریں گے تو کفیل کو آنے جانے کی مہلت دی جائے گی اور اگر اس کے واپس کرلانے پر قادر نہ ہو مثلاً ہمارے ان کے درمیان ایسا وعدہ نہ ہوا ہو تو کفیل سے اس کا مواخذہ نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قصاص اور حد قذف اور چوری میں کفالت بالنفس جائز ہے ☆

واضح ہو کہ جس مقام پر یہ جائز رکھا گیا ہے کہ کفیل کو مہلت دے کر مکفول عنہ کے لانے کے واسطے اجازت دی جائے وہاں طالب کو اختیار ہے کہ اپنی مضبوطی کے واسطے اس سے اس کا دوسرا کفیل لے لے تاکہ کفیل غائب نہ ہو جائے کہ اس کا حق ضائع ہو یہ

---

[1] قولہ نفس...... اردو میں ضمانت نفس کو حاضر ضامنی کہتے ہیں اور دوم کو مال ضامنی بولتے ہیں۔ [2] قولہ مکفول بہ یعنی جس چیز کی کفالت کی ہے مثلاً حاضر ضامنی تو اس شخص کو حاضر لائے۔

تبیین میں لکھا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک قصاص اور حد قذف اور چوری میں کفالت بالنفس جائز ہے لیکن اس پر[1] جبر نہ کیا جائے گا بلکہ اگر اس کا نفس کفیل دینے پر خوش ہو تو لیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے مگر جو حدود خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں جیسے شراب خواری کی حد یا حد زنا یا بعضوں کے نزدیک چوری کی حد پس ان میں کفالت بالنفس جائز نہیں ہے اگرچہ اس کا نفس راضی ہو یہ کفایہ میں لکھا ہے اور جب کہ اس پر کفیل دینے کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا تو مدعی اس کا دامن گیر رہے گا یہاں تک کہ اگر قاضی کی کچہری سے اٹھنے تک اس نے گواہ پیش کئے تو خیر ورنہ اس کی راہ چھوڑ دے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ خطا سے مجروح یا مقتول کرنے یا اسی قسم کے اور زخموں میں جن میں قصاص نہیں آتا ہے اور کل وہ چیزیں جن میں تعزیر واجب ہوتی ہے مطلوب پر جبر کیا جائے گا کہ کفیل دے کیونکہ یہ دعویٰ اور مال کا دعویٰ یکساں ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور حدود وقصاص میں قید نہ ہوگا یہاں تک کہ دو گواہ کہ جن کا حال پوشیدہ[2] ہو یا ایک گواہ عادل کہ جس کے عادل ہونے کو قاضی جانتا ہوں گواہی نہ دیں کذا فی الکافی اور مال کی کفالت کرنا جائز ہے خواہ مال معلوم ہو یا مجہول ہو خواہ مکول عنہ کے حکم سے ہو یا نہ ہو اور طالب مختار ہوگا کہ چاہے اصیل سے مطالبہ کر لے یا کفیل سے یہ سراجیہ میں لکھا ہے اور اگر اس نے ایک سے مطالبہ کیا تو دوسرے سے مطالبہ کر سکتا ہے اور اس کو یہ اختیار ہے کہ دونوں سے مطالبہ کرے کذا فی الہدایہ۔

تیسری فصل:

کفالت سے بری ہونے کے بیان میں

ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ کفالت بالنفس جب صحیح ہو گئی تو اس سے بری ہونا ان تین صورتوں میں سے ایک صورت سے ہو سکتا ہے یا تو مکفول عنہ کو طالب کے سپرد کرے یا مکفول کو اس کفیل کو بری کر دے یا مکفول عنہ مر جائے یہ محیط میں لکھا ہے اور جب کفیل نے مکفول عنہ کو لا کر مکفول لہ کو ایسے مقام پر سپرد کر دیا کہ جہاں اس سے خصومت کر سکتا ہے مثلاً شہر ہے کہ جس میں نالش کر سکتا ہے تو کفیل بری ہو جائے گا کذا فی الکافی خواہ طالب اس کو مان لے یا نہ مانے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر کفیل نے مکفول عنہ کو کسی جنگل یا میدان میں مکفولہ کے سپرد کیا تو بری نہ ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے اگر کسی شہر میں کفالت کی اور دوسرے شہر میں اس کو سپرد کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بری ہو گیا اور صاحبینؒ کے نزدیک بری نہ ہوگا کذا فی الہدایہ اور صاحبینؒ کا قول اوجہ ہے کذا فی فتح القدیر اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ یہ شرط نہ ہوئی ہو کہ جس شہر میں کفالت واقع ہوئی ہے اس میں سپرد کیا جائے اور اگر یہ شرط ہوئی ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک بری نہ ہوگا اور امام اعظمؒ کے قول میں مشائخ نے اختلاف[3] کیا ہے یہ کفایہ میں لکھا ہے اگر کسی نے اس شرط پر کفالت کی کہ قاضی کی کچہری میں سپرد کرے گا اور اس نے بازار میں سپرد کیا تو بری ہو جائے گا کذا فی الکافی اور امام سرخسی نے فرمایا کہ متاخرین مشائخ کہتے ہیں کہ یہ حکم اس زمانہ کی عادت کے موافق ہے اور ہمارے زمانہ میں جس جگہ سپرد کرنا شرط کیا ہے وہاں کے سوا دوسری جگہ سپرد کرنے سے بری نہ ہوگا کذا فی غایۃ البیان اور کبریٰ میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر کفیل کے ذمہ شرط لگائی کہ اس کو امیر کے پاس مجھے سپرد کرے اور اس نے قاضی کے پاس سپرد کیا یا قاضی کے پاس سپرد کرنے کی شرط لگائی اور اس نے

---

[1] قولہ اس پر یعنی قاتل یا قاذف یا چور پر کفیل دینے کے واسطے جبر نہ ہوگا۔ [2] قولہ جو پوشیدہ یعنی اگر عدالت ظاہر نہ ہو تو ان کا فسق بھی ظاہر نہ ہو بلکہ پردہ چھپا ہوا ہو۔ [3] قولہ اختلاف...... بعض نے کہا کہ امامؒ کے قول میں بھی بری نہ ہوگا۔

امیر کے پاس سپرد کیا یا یہ شرط لگائی کہ اس قاضی کے پاس سپرد کرے پھر اس جگہ دوسرا قاضی مقرر ہوا اور اس نے اس کے سامنے سپرد کیا تو بری ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کسی شرط کے ساتھ مشروط کی ☆

ابو حامدؒ سے پوچھا کہ کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور مکفول اپنی برادری کے ساتھ خانقاہ میں بیٹھا تھا پھر کفیل مکفول عنہ کو لے کر آیا اور مکفول عنہ نے قوم کو سلام کیا اور کفیل نے اس سے کہا کہ یہی مکفول عنہ ہے اور مکفول عنہ وہاں بیٹھا بلکہ چلا اور دوسرے دروازہ سے نکل گیا تو کیا اس قدر سے سپرد کرنا ہو جاتا ہے انہوں نے فرمایا کہ ہاں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت اس شرط کے ساتھ کی کہ اگر میں فلاں وقت اس کو طالب کے پاس نہ پہنچا دوں تو جو مال اس کا اس پر ہے وہ کفیل پر ہوگا اور کفیل نے کفالت میں یہ بھی شرط کی کہ اگر بڑی مسجد میں اس کو طالب سے ملا دے تو وہ کفالت سے بری ہوگا پھر اسی وقت پر اسی جگہ اس کو لایا اور اس پر گواہ کر لئے اور طالب روپوش ہو گیا تو یہ کفیل نفس و مال دونوں کی کفالت سے بری ہو گیا اور اسی طرح اگر فقط کفالت بالنفس ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کل تک کے واسطے کسی شخص کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں اس کو کل مسجد میں نہ پہنچا دوں تو جو مال اس پر ہے وہ مجھ پر ہوگا اور کفیل نے طالب سے یہ شرط لی کہ اگر طالب کل کے روز بڑی مسجد میں نہ ملا اور اس سے لے کر اپنے قبضہ میں نہ کیا تو کفیل بری ہوگا پھر کل کے روز گزرنے کے بعد دونوں ملے پس کفیل نے کہا کہ تو روپوش ہو گیا اور طالب نے کہا کہ میں وہاں پہنچا تو ایک کی دوسرے پر تصدیق نہ کی جائے گی اور کفالت اپنے حال پر رہے گی اور مال کفیل پر لازم ہوگا اور اگر ہر ایک نے دونوں میں سے گواہ پیش کئے کہ ہم مسجد میں پہنچے تھے اور گواہوں نے یہ گواہی نہ دی کہ کفیل نے مکفول بہ کو دے دیا ہے تو کفالت بالنفس اپنے حال پر باقی رہے گی اور مال کفیل پر لازم نہ آئے گا اور اگر کفیل نے مسجد میں پہنچنے پر گواہ پیش کئے اور طالب نے گواہ پیش نہ کئے تو کفالت مال اور نفس سے بری ہو جائے گا اور وہاں پہنچنے پر طالب کی تصدیق نہ کی جائے گی کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور مکفول عنہ قاضی کے پاس قید تھا پھر کفیل نے قید خانہ میں اسے طالب کے سپرد کر دیا تو یہ کفیل بری ہو گیا اور اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت کی اور وہ قید میں تھا پھر چھوٹا پھر قید میں پڑا پھر کفیل فی طالب کے سپرد کر دیا مشائخ نے فرمایا کہ اگر دوبارہ قید ہونا کسی تجارت وغیرہ کی وجہ سے تھا تو سپرد کرنا صحیح اور کفیل بری ہوگا اور اگر کسی سلطانی امور کی وجہ سے ہو تو کفیل بری نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مکفول بالنفس قرض وغیرہ کی وجہ سے قید کیا گیا تو کفیل سے مواخذہ کیا جائے گا اور کتاب الاصل میں مطلقاً ایسے ہی لکھا ہے مگر مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ وہ دوسرے شہر میں قید ہوا اور اگر اسی شہر میں جس میں کفالت واقع ہوئی اور اسی قاضی کے قید خانہ میں جس کے پاس جھگڑا پیش کیا ہے قید ہو تو کفیل سے سپرد کرنے کا مطالبہ نہ کیا جائے گا لیکن قاضی اس کو قید خانہ سے نکالے گا تا کہ اپنے مدعی کو جواب دے پھر اس کو قید خانہ بھیج دے گا اور اگر وہ اسی شہر میں قید ہو کہ جس میں کفالت واقع ہوئی ہے لیکن دوسرے قاضی کے قید خانہ میں ہو یا حاکم کے قید خانہ میں ہو تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ کفیل کے سپرد کرنے کا مواخذہ کیا جائے اور استحساناً مواخذہ نہ کیا جائے گا اور اس کا حکم ویسا ہی ہوگا جیسا اسی قاضی کے قید خانہ میں قید ہونے کا حکم تھا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور منتقی میں ہے کہ اگر مکفول بالنفس شہر کے دوسرے قاضی کے قید خانہ میں قید ہو تو قاضی طالب کو حکم دے گا کہ اس قاضی کے پاس جائے اور وہیں نالش کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مکفول بالنفس کفالت کے بعد قید کیا گیا اور کفیل نے قید خانہ میں اس کو سپرد کیا تو بری نہ ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم

اس صورت میں جو کہ دوسرے قاضی کے قید خانہ میں قید ہو اور اگر اسی قاضی کے قید خانہ میں جس کے یہاں نالش ہے قید ہو تو اختلاف ہے بعض مشائخ نے کہا کہ بری نہ ہوگا اور ائمہ مشائخ نے کہا کہ بری ہو جائے گا اور یہی صحیح ہے اور مسئلہ گزشتہ کے قیاس پر اگر اسی شہر میں جس میں کفالت واقع ہوئی ہے قید ہو تو استحساناً بری ہونا چاہئے اگرچہ دوسرے قاضی یا حاکم کے قید خانہ میں قید ہو اور بھی مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ سوائے طالب کے دوسرے شخص کی وجہ سے قید ہو اور اگر طالب کی وجہ سے قید ہوگا تو دونوں صورتوں میں سپرد کرنے سے لامحالہ بری ہو جائے گا اور فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر طالب کے طلب پر قید خانہ میں اس کو سپرد کیا تو بری ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور وہ قیدی نہ تھا پھر قید کیا گیا پھر طالب نے کفیل سے اسی قاضی کے سامنے جس نے قید کیا ہے جھگڑا پیش کیا اور کفیل سے کہا کہ میں نے اس کی کفالت کی اور آپ نے فلاں شخص کے قرضہ کی وجہ سے اس کو قید کیا تو امام محمدؒ سے روایت ہے کہ قاضی اس کے حاضر کرنے کا حکم کرے تاکہ کفیل اس کو مکفول لہ کے سپرد کرے پھر اس کو قید خانہ بھیج دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک[1] مکفول بہ قرضہ کی وجہ سے قید تھا پھر اس کو قاضی نے طالب کی خصومت کی وجہ سے نکالا اور کفیل نے کہا کہ میں نے اس کو تجھے سپرد کیا پس اگر یہ کلام قاضی کے سامنے کہا تو کفالت سے بری ہو گیا اور اگر قاضی کی مجلس کے سوا دوسری جگہ کہا اور اس پر قاضی کے ایلچی کا بہرہ ہے تو بری نہ ہوگا امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت کی اور قاضی کی مجلس میں وہ شخص جن لوگوں کے ساتھ قید سے لایا گیا ہے طالب کے سپرد کیا تو بری نہ ہوگا اور اگر کفیل کفالت میں قید کیا گیا پس اگر مکفول بہ خون کے باب میں قید ہو تو کفیل پر مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر کفیل قید کیا گیا اور مکفول بہ کا بعض شہروں میں مسافر ہونا معلوم ہوا تو قاضی اس طالب کو حکم دے گا کہ اس کفیل کے نفس کا کوئی کفیل لے کر اس کو قید خانہ سے نکالے تاکہ وہ مکفول بہ کو لائے اور اسی طرح اگر کفیل قرض داری کی وجہ سے قید کیا گیا اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کا کچھ مال اس شہر میں نہیں ہے اور اس کا مال خراسان میں ہے تو قاضی اس کو نکالے گا اور اس کے طالب کو حکم دے گا کہ بقدر دوری کے اس کے نفس پر کوئی کفیل لے لے اور اس کا مال فروخت کر کے اس کا قرضہ ادا کرے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت کی اور یہ نہ کہا کہ جب میں تیرے سپرد کروں تب بری ہوں گا پھر اس کے سپرد کر دیا تو بری ہو گیا یہ ہدایہ میں لکھا ہے لیکن اس کی کئی صورتیں ہیں یا اس کو طالب کی خواہش کے بعد سپرد کیا یا اس سے پہلے سپرد کیا پس اگر اس کے طلب کرنے کے بعد سپرد کر دیا تو بری ہو جائے گا اگرچہ یہ نہ کہا ہو کہ میں نے کفالت کی راہ سے تیرے سپرد کیا ہے اور اگر بدوں طالب کی طلب کے سپرد کیا تو جب تک یہ نہ کہے کہ میں نے کفالت کی راہ سے تجھے سپرد کیا ہے بری نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

ماہِ معین کے لیے کسی کے نفس کی کفالت کرنا ☆

اگر کفیل نے مکفول عنہ کو طالب کے سپرد کر دیا اور اس نے قبول کرنے سے انکار کیا تو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا یہ تبیین میں لکھا ہے اگر ایک مہینہ تک کے واسطے کسی کے نفس کی کفالت کی پھر مہینہ سے پہلے اس کو سپرد کیا تو بری ہو جائے گا اگرچہ مکفول لہ قبول کرنے سے انکار کرے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر مطلوب اپنے نفس کو کفالت کی راہ سے خود سپرد کرے تو کفیل بری ہو

---

[1] قولہ مکفول بہ یعنی جس کی حاضر ضامنی کی گئی ہے۔

جاتا ہے اور کفیل کے وکیل[1] اور اس کے ایلچی کے سپرد کرنے سے بھی بری ہو جاتا ہے یہ کنز میں لکھا ہے اور برائت کی شرط یہ ہے کہ یہ لوگ سب یہ کہیں کہ ہم نے کفالت کی راہ سے تیرے سپرد کیا یہ تبیین میں لکھا ہے پھر امام محمدؒ نے اس مسئلہ میں یہ بھی شرط لگائی ہے کہ اس کفیل کا نام لیا جائے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ کفالت کی جہت سے سپرد کرنا لازمی شرط ہے لیکن فلاں شخص کی کفالت سے سپرد کرنے کی اس وقت احتیاج ہوگی کہ جب اس کے نفس کے دو کفیل ہوں کہ ہر ایک علیحدہ عقد پر کفیل ہو اور اگر اس کے نفس کا ایک ہی کفیل ہو تو فلاں شخص کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی اجنبی آدمی نے جس کو سپرد کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے مکفول بہ کو طالب کے سپرد کیا اور کہا کہ میں نے کفیل کی طرف سے سپرد کیا ہے پس اگر طالب نے قبول کر لیا تو کفیل بری ہو گیا اور اگر خاموش رہا اور قبول کا لفظ کہا تو بری نہ ہوگا اور اگر قاضی یا اس کے امین نے مدعا علیہ سے کوئی کفیل بالنفس مدعی کی خواستگاری سے یا بدوں خواستگاری کے طلب کیا اور کفیل نے قاضی کے سپرد کر دیا تو بری ہو جائے گا اور اگر طالب کے سپرد کیا تو بری نہ ہوگا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ قاضی یا امین نے یہ کفالت طالب کی طرف منسوب نہ کی ہو اور اگر منسوب کی اور کہا مدعا علیہ سے کہ مدعی تجھ سے کفیل بالنفس چاہتا ہے اس کو دے اور کفیل نے قاضی یا اس کے امین کے سپرد کر دیا تو بری نہ ہوگا اور اگر طالب کے سپرد کیا تو بری ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر مکفول بالنفس مر گیا تو کفیل بالنفس کفالت سے بری ہو گیا ☆

اگر طالب نے کسی شخص کو اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے مطلوب سے کفیل بالنفس لے تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو وکیل کفالت کو اپنی طرف[2] منسوب کرے گا پس اس صورت میں کفیل سے مطالبہ کرنے کا حق وکیل کو ہوگا اور اگر اس نے کفالت موکل کی طرف منسوب کی تو حق مطالبہ موکل کو ہوگا اور اگر وکیل نے مطلوب کو موکل کے سپرد کر دیا تو استحساناً دونوں صورتوں میں بری ہو جائے گا کذا فی الذخیرہ اور اگر اس نے وکیل کے سپرد کیا پس اگر وکیل نے اضافت کفالت اپنی طرف رجوع کی تھی تو بری ہوگا ورنہ نہیں بری ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر ایک جماعت نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور سب کی ایک ہی کفالت ہے پھر ان میں سے ایک نے اس کو حاضر کیا تو سب بری ہو گئے اور اگر کفالت سب کی جدا جدا ہو تو باقی لوگ بری نہ ہوں گے یہ بدائع میں لکھا ہے اگر مکفول بالنفس مر گیا تو کفیل بالنفس کفالت سے بری ہو گیا کذا فی الہدایہ خواہ مکفول بہ غلام ہو یا آزاد ہو دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے کذا فی فتح القدیر اور ایسے ہی اگر کفیل مر گیا تو بھی بری ہو گیا یہ ہدایہ میں لکھا ہے کفیل بالنفس نے اگر طالب کو اپنے نفس کا کوئی کفیل دیا پھر اصیل مر گیا تو دونوں کفیل بری ہو جائیں گے اور اسی طرح اگر پہلا کفیل مر گیا تو دوسرا کفیل بری ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی شخص نے دوسرے کے نفس کی کفالت کی پھر طالب مر گیا تو کفالت بالنفس اپنی حالت پر باقی ہے پھر اگر کفیل نے مکفول بہ کو میت کے وصی کے سپرد کیا تو بری ہو گیا خواہ ترکہ میں قرض ہو یا نہ ہو اور اگر اس نے مکفول بہ کو وارث میت کے سپرد کیا پس اگر ترکہ میں قرض ہو تو بری نہ ہوگا خواہ وہ قرض تمام ترکہ کو گھیرے ہوئے ہو یا نہیں اگر ترکہ میں قرض نہ ہو تو جس کے سپرد کر دیا ہے خاصہ اسی کے حصہ سے بری ہوگا اور اگر ترکہ کا مال قرضہ سے زیادہ ہو اور میت نے تہائی مال کی وصیت بھی کی ہو تو پھر کفیل نے مکفول بہ کو کسی وارث یا موصی لہ کے سپرد کیا یا قرض خواہ کے سپرد کیا تو بری نہ ہوگا اور اگر ان تینوں لوگوں کے سپرد کیا تو شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اصح میرے نزدیک یہ ہے کہ بری نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے پس اگر وارث نے قرضہ اور وصیت ادا کر دی تو کفیل کو وارثوں کے سپرد

---

[1] قولہ وکیل یعنی کفیل کی طرف سے کفیل کے وکیل ایلچی نے سپرد کیا ہو اور قولہ یہ لوگ یعنی وکیل وغیرہ۔ [2] قولہ طرف مثلاً زید قرض خواہ کے وکیل بکر نے قرض دار خالد سے کہا کہ مجھے اپنی ذات کا کفیل دے یا دوسری صورت میں کہا کہ زید کے واسطے کفیل مجھے دے۔

کرنا بھی جائز ہے اور بری ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

کفیل کے حق میں بری کرنا یا اس کو ہبہ کرنا مختلف ہے ☆

کسی شخص نے ایک شخص کے واسطے ایک ہزار درہم کی کفالت کی پھر طالب مر گیا اور کفیل اس کا وارث ہوا تو کفیل کفالت سے بری ہوا اور وہ مال مکفول عنہ پر بحالہ باقی رہا اور اگر کفالت اس کے بلا حکم تھی تو مطلوب بھی بری ہو جائے گا کیونکہ جب طالب مر گیا تو یہ مال اس کے وارثوں کی میراث ہو گیا اور اگر طالب کی حیات میں کفیل ہبہ وغیرہ سے اس کا مال کا مالک ہوا تو مکفول عنہ سے لے سکتا ہے بشرطیکہ کفالت اس کے حکم سے ہو اور اگر اس کے بلا حکم ہو تو نہیں لے سکتا ہے اور ایسے ہی اگر میراث کی وجہ سے مالک ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ سب جو مذکور ہوا اس صورت میں تھا کہ جب طالب مر گیا اور کفیل اس کا وارث ہوا اور اگر یہ صورت ہو کہ طالب مر گیا اور مکفول عنہ اس کا وارث ہوا تو کفیل بری ہو گیا کیونکہ جب اصیل وارث ہوا تو مالک ہوا اور بری ہو گیا اور اصیل کی برات سے کفیل بری ہو جاتا ہے اور اگر مطلوب وارث کے ساتھ طالب کا کوئی دوسرا بیٹا ہو تو کفیل بقدر حصہ مطلوب کے بری ہو گا اور دوسرے بیٹے کے حصہ کے قدر اس پر باقی رہے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اصیل کے ادا کرنے یا طالب کے اس کو بری کر دینے سے کفیل بری ہو جاتا ہے کذانی الکافی اور شرط یہ ہے کہ اصیل اس برات کو قبول کر لے اور قبول کرنے یا انکار کرنے سے پہلے اس کا مر جانا قائم مقام قبول کرنے کے ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر اس نے اس برات کو رد کر دیا تو رد ہو جائے گی اور طالب کا قرضہ بحالہ باقی رہے گا اور ہمارے مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا وہ قرضہ پھر کفیل کی طرف عود کرے گا پس بعضوں نے کہا عود کرے گا اور بعضوں نے کہا نہیں عود کرے گا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر طالب نے مال قرضہ مطلوب کو ہبہ کیا اور قبل انکار کے قرضدار مر گیا تو کفیل بری ہو گیا اور اگر نہ مرا اور اس نے ہبہ سے انکار کیا تو اس کا انکار صحیح ہے اور مال اس پر اور کفیل پر بحالہ باقی رہے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بری کرنا یا ہبہ کرنا مطلوب کی موت کے بعد واقع ہوا اور اس کے وارث قبول کریں تو صحیح ہے اور اگر انہوں نے انکار کیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رد ہو جائے گا اور ابراء باطل ہو گا کیونکہ اس کے مرنے کے بعد بری کرنا وارثوں کے لئے ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ان کے رد کرنے سے رد نہ ہو گا جیسا کہ اگر اس کی زندگی میں برات واقع ہوتی پھر وہ قبول کرنے یا انکار کرنے سے پہلے مر تا تو وارثوں کے انکار سے رد نہیں ہوتا ہے یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر اس نے کفیل کو بری کیا تو صحیح ہے خواہ قبول کیا یا نہ کیا اور کفیل اپنے اصیل سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر قرضہ اس کو ہبہ کیا یا اس نے صدقہ میں دے دیا تو اسے قبول کرنے کی احتیاج ہے اور جب اس نے قبول کر لیا تو اصیل سے لے سکتا ہے کذانی غایۃ البیان پس کفیل کے حق میں بری کرنا یا اس کو ہبہ کرنا مختلف ہے کہ بری کرنے کی صورت میں اس کے قبول کی احتیاج نہیں ہے اور ہبہ اور صدقہ میں اس کے قبول کرنے کی ضرورت ہے اور اصیل کے حق میں بری کرنے اور ہبہ کرنے اور صدقہ کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ سب میں قبول کرنے کی حاجت ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر مریض نے اپنے وارث کو کفالت بالنفس سے بری کیا تو جائز ہے کیونکہ مرض الموت کا مریض ایسے امور میں جس میں وارثوں یا قرض خواہوں کا حق متعلق ہو بمنزلہ تندرست کے ہے اور کفالت بالنفس سے ان لوگوں کا حق متعلق نہیں ہے کیونکہ نفس مال نہیں ہے اور اسی واسطے اگر کفیل بالنفس کوئی اجنبی ہو اور اس کو مریض نے بری کیا تو برات فقط تہائی ترکہ سے معتبر نہیں ہوتی اور اسی طرح اگر کفیل بالنفس سوائے وارث کے ہو اور مریض پر اس قدر قرضہ ہو جو تمام ترکہ کو گھیرے ہوئے ہو اور اس نے کفیل کو بری کیا پھر اسی مرض میں مر گیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر طالب نے کفیل کو بری کیا تو وہ بری ہو گیا اصیل بری نہ ہو گا اور اگر کفیل نے

اس حق سے جو اس نے اپنے ذمہ واجب کر لیا ہے صلح کر لی تو اصیل بری نہ ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے اگر کفیل یا اصیل نے ہزار درہم سے جو اس پر آتے ہیں پانچ سو پر صلح کر لی پس صلح میں یا دونوں کی برات ذکر کی تو دونوں بری ہو جائیں گے یا اصیل کی برات ذکر کی تو بھی یہی حکم ہے یا کچھ شرط نہ لگائی تو بھی یہی حکم ہے یا یہ شرط کی کہ کفیل بری ہے نہ دوسرا تو پانچ سو درہم سے فقط وہی بری ہوگا اور ہزار درہم اصیل پر رہیں گے کذفی التبیین پس طالب اگر چاہے تو پورا قرضہ اپنا اصیل سے لے لے یا پانچ سو درہم اصیل سے اور پانچ سو کفیل سے لے اور کفیل نے جس قدر ادا کیا ہے اصیل سے لے گا بشرطیکہ صلح اس کے حکم سے کی ہو اور اگر اس کے بلا حکم صلح کی تو نہیں لے سکتا ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر کفیل نے مکفول لہ کو کسی دوسرے شخص پر حوالہ کر دیا کہ اس سے لے اور مکفول لہ اور محتال علیہ نے قبول کر لیا تو کفیل اور مکفول عنہ[1] بری ہو گئے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے دوسرے کی نفس کی کفالت کی پھر طالب نے اقرار کیا کہ مکفول بہ کی طرف میرا کچھ حق نہیں ہے تو اس کو یہ اختیار باقی ہے کہ کفیل سے مکفول بہ کے سپرد کرنے کے لئے مواخذہ کرے اور اگر یہ اقرار کیا کہ مکفول بالنفس کی جانب کچھ حق میری طرف سے نہ غیر کی طرف سے نہ وصیت سے نہ ولایت سے نہ وکالت سے کسی وجہ سے نہیں ہے تو کفیل کفالت سے بری ہو گیا کذا فی الخلاصہ اور اگر یہ اقرار کیا کہ میرا کچھ اقرار کفیل کی طرف سے نہیں ہے کفیل بری ہو گیا اور جس قدر حقوق کفیل کی جانب طالب کے لئے ثابت تھے سب اس اقرار سے جاتے رہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی شخص نے کسی شخص کے لئے فلاں پر ہزار درہم قرضہ کی ضمانت کی اور فلاں اس پر برہان لایا کہ کفالت سے پہلے میں نے یہ قرضہ ادا کر دیا ہے تو وہ بری ہوگا نہ کفیل اور اگر اس پر برہان پیش کی کہ کفالت کے بعد ادا کر دیا ہے تو دونوں بری ہو جائیں گے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اگر کفیل نے اصیل کو قرضہ طالب کا ادا کرنے سے پہلے بری کیا یا اس کو ہبہ کر دیا تو جائز ہے یہاں تک کہ اگر بعد اس کے کفیل نے طالب کو ادا کیا تو اصیل سے نہیں لے سکتا ہے یہ امام قاضی خان و محبوبیؒ نے ذکر کیا ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ کفیل بالنفس نے وہ قرضہ جو مکفول بہ پر آتا ہے اس شرط پر ادا کیا کہ اس کو کفالت بالنفس سے بری کر دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو ادا کرنا اور بری کرنا دونوں جائز ہیں یہ محیط میں لکھا ہے اگر مطلوب نے طالب کا قرضہ ادا کر دیا تو کفیل بالنفس بری نہ ہوگا جبکہ طالب مطلوب پر دوسرے حق کا دعویٰ کرتا ہو یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

کفیل بالنفس نے اگر کسی قدر مال پر کفالت ساقط کرنے کے واسطے صلح کی تو اس مال کا لینا صحیح نہیں ہے اور کفالت ساقط ہو جانے میں دو روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ ساقط ہو جائے گی کذا فی الفصول الاستروشنیہ و اسی پر فتویٰ ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر نفس اور مال میں دونوں کا کفیل ہو اور اس نے کفالت بالنفس سے بری ہونے کی شرط پر صلح کر لی تو اس کفالت سے بری ہو جائے گا یہ فصول استروشنیہ میں لکھا ہے اگر مکفول لہ نے کفیل سے کہا کہ تو نے مال سے میری طرف سے برات کر لی تو یہ اس کا اقرار ہے کہ میں نے تمام مال پا یا حتیٰ کہ اگر کفیل نے اصیل کے حکم سے کفالت کی ہو تو اس سے وہ مال لے سکتا ہے اور اگر اس نے کفیل سے کہا کہ میں نے تجھ کو بری کیا تو یہ بری کرنا ہے اور اقرار نہیں کہ میں نے کفیل سے مال لے کر قبضہ میں کیا حتیٰ کہ کفیل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اصیل سے لے لے اور اگر طالب نے کفیل سے کہا کہ تو نے برات کر لی اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے تو امام محمدؒ کے نزدیک یہ صرف برات ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ قبضہ[2] کر لینے کا اقرار ہے کذا فی الکافی اور امام اعظمؒ کی نسبت بعضوں نے کہا کہ وہ اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ کے ساتھ ہیں اور اسی کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے اور یہی احتمال اقرب ہے یہ عنایہ میں لکھا ہے یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب

---

[1] قولہ بری اس واسطے کہ حوالہ میں برأت اصیل سے ضرور ہے۔ [2] قولہ قبضہ یعنی قرض وصول پانے کا اقرار ہے۔

طالب غائب ہو اور اگر حاضر ہو تو اس سے دریافت کیا جائے گا کہ اس کہنے[1] سے تیری کیا مراد تھی یہ اختیار میں لکھا ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اگر اس نے نوشتہ میں لکھ دیا کہ کفیل نے جس قدر درہموں کی کفالت کی تھی اس سے بری ہو گیا تو یہ قبضہ کا اقرار ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی بابت ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم اقوال ☆

اگر طالب نے کفیل سے کہا کہ تو مال سے حلت میں ہے تو باجماع ائمہ اربعہ یہ قول بمنزلہ اس کے ہے کہ میں نے تجھ کو بری کیا کیونکہ یہ لفظ محاورہ میں صرف برات کر دینے کے معنی میں آیا ہے نہ یہ کہ قبضہ کر لینے کی وجہ سے برات ہو یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے اگر ثمن کی کفالت کی پھر مبیع کا کوئی مستحق پیدا ہوا تو کفیل بری ہو گیا اور اسی طرح اگر اس کو عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے یا بدوں حکم قاضی واپس کیا یا خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کیا تو بھی ایسا ہی ہے اگر مشتری نے ثمن بائع کے کسی قرض خواہ کو دے دینے کی کفالت کر لی پھر مبیع کا کوئی مستحق نکلا تو کفیل بری ہو گیا اور اگر بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے یا بلا حکم واپس کر دی تو بری نہ ہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر کسی نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کے مہر کا شوہر کی طرف سے کوئی شخص کفیل ہو گیا پھر دخول واقع ہونے سے پہلے عورت کی طرف سے جدائی[2] واقع ہونے سے تمام مہر ساقط ہو گیا یا دخول سے پہلے طلاق دے دینے کی وجہ سے نصف مہر ساقط ہو گیا تو پہلی صورت میں کفیل تمام مہر سے بری ہو گا اور دوسری صورت میں آدھے مہر سے بری ہو گا اور اگر کسی عورت نے اپنا نکاح کسی شخص سے کیا اور ہزار درہم مہر قرار پایا اور اپنے شوہر کو حکم دیا کہ میرے قرض خواہ کے واسطے تو اس کا ضامن ہو یا قرض خواہ کو اس پر حوالہ کر دیا یا وہ اس کا کفیل ہو گیا پھر دخول سے پہلے عورت کی طرف سے جدائی واقع ہوئی کہ جس سے تمام مہر ساقط ہو گیا تو شوہر کفالت سے بری نہ ہو گا اور جب کفالت باقی رہی اور شوہر نے وہ مال ادا کر دیا تو جس قدر ادا کیا ہے اس کو عورت سے لے گا اور اسی طرح اگر دخول سے پہلے شوہر نے اس کو طلاق دے دی تو بھی وہ ضامن رہے گا مگر بقدر نصف کے اس سے واپس لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے کفالت سے بری کرنے کو شرط کے ساتھ تعلیق کرنا جائز نہیں ہے کذا فی الہدایہ اور یہی ظاہر ہے کذا فی غایۃ البیان اور بعض روایت میں آیا ہے کہ یہ صحیح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ یہی اوجہ ہے اور عنایہ میں لکھا ہے کہ بعضوں نے اختلاف روایتیں کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ جائز نہ ہونا اس صورت میں ہے کہ جب شرط محض شرط ہو کہ اس سے طالب کا کچھ نفع نہ ہو مثلاً یوں کہے کہ جب کل کا روز آئے گا تو تو بری ہے کیونکہ یہ لوگوں میں متعارف نہیں ہے اور اگر ایسی شرط ہو کہ جس میں طالب کا نفع[3] اور لوگوں کا معمول بھی ہے تو صحیح ہے انتہی۔ اصیل کی برات کی تعلیق شرط کے ساتھ کرنا جائز نہیں ہے مثلاً اگر مطلوب سے کہا کہ جب کل کا روز آئے گا تو تو قرضہ سے بری ہے پس یہ جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

ایک شخص کا دوسرے پر قرض تھا اور اس نے قرض دار سے کہا کہ اگر میں تجھ سے اپنا مال لے کر قبضہ نہ کروں یہاں تک کہ تو مر جائے تو تو اس کی طرف سے حلت میں ہوگا پس یہ برات باطل ہے اور اگر طالب نے یہ کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو تو مال سے حلت میں ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ وصیت ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر طالب نے مطلوب سے کہا کہ جب فلاں شخص قید خانہ سے نکلے گا یا اپنے سفر سے واپس آئے گا تو تو قرضہ سے بری ہے پس یہ باطل ہے اور اگر مطلوب اس قیدی کی طرف سے ہزار درہم کا کفیل ہو تو بری کرنا جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے کسی شخص نے دوسرے کی طرف سے مال کی

---

[1] قولہ کہنے یعنی برأت کر لی کیونکہ اسی نے مہمل بات کہی تو وہی بیان کرے۔ [2] قولہ جدائی یعنی عورت کی طرف سے ایسی بات پیدا ہوئی مثلاً مرتدہ ہوئی کہ تمام مہر ساقط ہو۔ [3] قولہ نفع مثلاً جب فلاں کفیل مال دار آ جائے تو بری ہے۔

کفالت کی پھر کفیل نے مکفول لہ سے کہا کہ اگر میں اس کو کل کے روز تجھ سے ملا دوں تو میں مال سے بری ہوں پس یہ جائز ہے کیونکہ لوگوں کا اس طرح تعامل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ہشام نے ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر بیٹے کی زوجہ کے مہر کا اس شرط پر ضامن ہوا کہ اگر بیٹا یا اس کی زوجہ باہم خلوت اور دخول سے پہلے مر گئے تو ضامن بری ہے پس یہ ضمان لازم ہوگی اور شرط باطل ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور اگر کفیل بالنفس نے کہا کہ جب اس کو طالب دیکھے یا اس سے ملاقات کرے تو میں بری ہوں پس یہ جائز ہے اور وہ طالب کے دیکھنے کے بروقت بری ہو جائے گا یا ایسے موضع میں اس سے ملا جہاں اپنا حق اس سے لے سکتا ہے تو بھی بری ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے مجرد میں امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں تیرے واسطے آج دن بھر کفیل ہوں اور جب آج کا دن گزرا تو میں بری ہوں پس امام نے فرمایا کہ جب دن گزر گیا تو وہ بری ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی کی طرف سے کسی کے واسطے مال کی کفالت اس شرط پر کی کہ جب میں مطلوب کا نفس طالب کے سپرد کروں تو مال سے بری ہوں گا اور اگر طالب نے ضامن سے نفس مطلوب کے دینے سے پہلے مال لیا ہو تو ضامن واپس لے لے گا پھر ضامن مطلوب کو لے کر آیا اور طالب کے حوالہ کیا تو جو مال اس نے دیا ہے واپس لے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

براءت کو کسی شرط سے مقید کرنا ☆

اگر طالب نے کفیل بالنفس کی برات کسی شرط پر معلق کی تو اس کی تین صورتیں ہیں ایک وجہ میں تو برات جائز اور شرط باطل ہے مثلاً کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت کی اور طالب نے کفیل کو اس شرط پر بری کیا کہ کفیل دس درہم مجھے دیئے تو برات جائز اور شرط باطل ہے اور کفیل نے اگر مکفول لہ سے برات کے واسطے کسی قدر مال پر صلح قرار دی تو صلح صحیح نہیں ہے اور نہ مال کفیل پر واجب ہوگا اور نہ کفیل کفالت سے بری ہوگا یہ روایت جامع اور ایک روایت حوالہ و کفالہ میں ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ کفالت سے بری ہو جائے گا اور دوسری وجہ میں برات اور شرط دونوں جائز نہیں اور اس کی یہ صورت ہے کہ کسی نے ایک قرض دار کے قرضہ اور اس کے نفس کی کفالت کی پھر طالب نے کفیل سے یہ شرط کی کہ مال طالب کے سپرد کرے اور اس سے کفالت بالنفس سے بری ہو جائے تو برات اور شرط دونوں جائز ہیں اور تیسری صورت میں دونوں جائز ہیں مثلاً کسی نے دوسرے کے نفس کی فقط کفالت کی اور طالب نے اس سے یہ شرط لگائی کہ مجھے مال ادا کر دے اور اسی قدر مطلوب سے لے لے تو یہ باطل ہے کذا فی قاضی خان۔

چوتھی فصل:

واپس لینے اور رجوع کے بیان میں

کسی نے دوسرے سے کہا کہ فلاں شخص کے واسطے تو میری طرف سے ہزار درہم کا کفیل ہو یا اس کو میری طرف سے نقد دے دے یا میری طرف سے ضمان دے ہزار درہم یا جو اس کے ہزار درہم مجھ پر آتے ہیں ان کا ضامن ہو یا جو اس کا مجھ پر آتا ہے اس کو تو ادا کر دے یا میری طرف سے اسے ادا کر دے یا جو ہزار درہم اس کے مجھ پر آتے ہیں اس کو دے دے یا میری طرف سے اس کو ہزار درہم دے دے یا اس کو وفا کر دے یا اس کی طرف دفع کر اور مامور نے ایسا ہی کیا تو ان مسائل میں روایت اصل کے موافق رجوع[1] کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے جس صورت میں کفالت صحیح ہوگئی اگر کفیل نے مال کفالت اپنے پاس سے ادا کر دیا تو مکفول

---

[1] قولہ رجوع یعنی جو کچھ کفیل یا وکیل نے دیا وہ اصل سے واپس لے سکتا ہے۔

عنہ سے لے لے گا اور ادا کر دینے سے پہلے نہیں لے سکتا ہے اور جب اس نے ادا کیا تو جس قدر مال کی اس نے کفالت کی ہے اسی قدر لے سکتا ہے اور وہ مال نہیں لے سکتا ہے جو اس نے ادا کیا ہے یہاں تک کہ اگر اس نے زیوف درہم ادا کر دیئے اور کفالت جید درہموں کی تھی تو جید واپس لے گا اور اگر بجائے دیناروں کے صلح کے طور پر درہم یا کوئی کیلی یا کھوٹی وزنی چیز ادا کر دی اور کفالت دیناروں کی تھی تو انہیں کو مکفول عنہ سے لے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور حکم دینے والے سے رجوع کر کے لے لینا صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب وہ شخص ایسا ہو کہ جس کا قرضہ کا اقرار اپنے نفس پر جائز ہو حتیٰ کہ اگر مکفول عنہ حکم دینے والا لڑکا ہو کہ تصرف سے منع کیا گیا ہے اور اس نے کسی کو حکم دیا کہ اس کی کفالت کرے اور کفیل نے اس کی طرف سے ادا کیا تو اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اسی طرح اگر غلام نے کہ جس کو تصرف سے منع کیا گیا ہے کسی کو اپنی طرف سے کفالت کر لینے کا حکم دیا اور اس نے کفالت کر کے ادا کیا تو اس سے نہیں لے سکتا ہے مگر جبکہ وہ آزاد ہو جائے اور اگر ایسے لڑکے کی طرف سے جس کو تجارت کی اجازت ہے اس کے حکم سے کفالت کر کے ادا کیا تو اس سے لے سکتا ہے یہ عتابیہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ اس کی طرف دفع کر دے یا اس کی ضمانت کر یعنی دے دے یا اس کے لئے کفالت کر اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے یا جو اس کا مجھ پر ہے پس اگر یہ کفیل اس کا خلیط ہو کہ اس سے لین دین رکھتا ہو اور اپنا مال اس کے پاس رکھتا ہے یا اس کے عیال میں سے ہو تو حکم کرنے والے سے لے لے گا ورنہ نہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اصل میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنے دوست ہم پیشہ صراف کو حکم دیا کہ فلاں شخص کو ہزار درہم میری طرف سے ادائی میں دے دے یا میری طرف سے ادا کرنے کو ذکر نہ کیا اور صراف نے ایسا ہی کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک صراف اس سے لے لے گا اور اگر وہ اس کا ہم پیشہ دوست نہ ہو تو بدوں اس کے کہ کہے کہ میری طرف سے ادا کر دے واپس نہیں لے سکتا ہے اصل میں ہے کہ ایک نے غیر خلیط سے کہا کہ فلاں کو ہزار درہم دے اس نے دے دیئے تو حکم کنندہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے لیکن قبضہ کنندہ سے پھیر لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک شخص حاضر کی طرف سے اس کی بلا اجازت سو درہم کی کفالت کی اور مکفول عنہ نے کہا کہ میں تیری کفالت سے راضی ہوا پس اگر یہ رضامندی مکفول لہ کے قبول کرنے سے پہلے ہوئی تو کفیل کو اختیار ہوگا کہ جب وہ ادا کرے اپنے مکفول عنہ سے واپس لے اور اگر مکفول لہ کے قبول کے بعد پائی گئی تو کفیل اپنے اصیل سے نہیں لے سکتا ہے ورنہ اس کی رضامندی کا اعتبار ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی غلام نے اپنے مالک کی طرف سے کفالت کی پھر وہ آزاد ہوا اور اس نے ادا کر دیا یا غلام کے مالک نے اس کی طرف سے کفالت کی اس کے حکم سے پھر اس کے آزاد ہونے کے بعد مال کفالت ادا کیا تو کوئی دونوں میں سے دوسرے سے نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں باپ کے مسئلہ میں روایت محفوظ ہے ☆

اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور عورت اپنے خاوند[1] کے گھر میں رہتی ہے پس وہاں اترا اور اس کی طرف سے کرایہ کا ضامن ہوا تو اس سے نہیں لے سکتا ہے خواہ اس کے حکم سے ہو یا بدوں حکم کے ہو اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر باپ نے اپنے بالغ لڑکے کی طرف سے مہر ضمانۃً ادا کر دیا تو بھی رجوع نہیں کر سکتا ہے اور باپ کے مسئلہ میں یہ روایت محفوظ ہے کہ اگر اس نے ضمانت اور ادا کے وقت بیان کیا کہ میں ادا کرتا ہوں تاکہ اپنے بیٹے سے لے لوں گا تو وہ لے سکتا ہے پس عورت کے مسئلہ میں بھی یہی جواب ہونا چاہئے یعنی

---

[1] قولہ خاوند...... یوں ہی اصل میں مذکور ہے تو شاید شوہر سابق مراد ہو یا بجائے اس کے قرابتی ہو غرض یہ کہ وہ عورت کرایہ کے مکان میں تھی اسی میں شوہر نے سکونت اختیار کی۔

شوہر نے ادا کرنے کے وقت اگر یہ شرط کی تو واپس لے گا کذا فی الذخیرہ اگر بائع کے واسطے کوئی شخص ثمن کا کفیل ہوا پھر بائع نے ثمن کفیل کو ہبہ کر دیا اور اس کو مشتری سے لے کر اس نے اپنے قبضہ میں کیا پھر مشتری نے مبیع میں کوئی عیب پایا تو امام نے فرمایا کہ بائع کو واپس کرے اور اپنا ثمن اس سے واپس لے لے اور دونوں میں سے کسی کو کفیل سے لینے کی راہ نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کفیل نے بیع سلم کے کپڑے ادا کر دیئے تو ان کی قیمت لے گا اگر بیع سلم میں یہ شرط قرار پائی تھی کہ شہر میں ادا کیا جائے اور اس بیع کا کوئی کفیل تھا اور اس نے مسلم فیہ شہر کے باہر ادا کر دی اور رب السلم راضی ہو گیا تھا تو کفیل اس[1] سے شہر میں لے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے تو اور ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے دوسرے پر ہزار درہم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ کے حکم سے کوئی اس کا ضامن ہوا اور اس نے ادا کر دیئے پھر مدعی نے مدعا علیہ کے ساتھ سچا اقرار کیا کہ میرا مدعا علیہ پر کچھ نہیں تھا جو کچھ اس نے لیا ہے واپس کر دے اور پھر ضامن مدعا علیہ سے لے لے اور منتقی میں ہے کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم تھے اور طالب نے مطلوب کو حکم دیا کہ تو میری طرف سے کسی شخص کے لئے ایک ہزار درہم نقدی میعادی ادھار کا ضامن ہو جا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر وہ ہزار درہم جو طالب کے مطلوب پر تھے فی الحال[2] ادا کئے تھے اور مطلوب نے اس کی طرف سے ایک ہزار درہم میعادی کی ضمانت کی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ حکم دہندہ سے ہزار درہم لے لے خواہ میعاد آ گئی ہو یا نہ آئی ہو اور اگر طالب کے ہزار درہم میعادی تھے اور مطلوب نے بھی اسی قدر میعاد پر اس کی طرف سے ضمانت کر لی تو میعاد کے آنے پر اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کا مواخذہ کرے اور ایسی ہی اگر اس کے پاس ہزار درہم ودیعت رکھے ہوں اور طالب نے اس کو حکم دیا کہ میرے قرض خواہ کی ضمانت ایک ہزار کی کرے تو مواخذہ نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر عاریت لینے والے یا غصب کرنے والے نے کوئی وکیل کیا ☆

امام محمدؒ نے فرمایا کہ عاریت دینے والے نے اگر مستعار چیز کے واپس دینے کے واسطے کوئی کفیل کر لیا یا جس شخص کا مال غصب ہوا ہے اس نے اس کے رد کرنے کے واسطے کفیل لیا پھر کفیل نے مکفول بہ کو اٹھوا کر مالک کو پہنچا دیا تو کفیل کو اختیار ہے کہ عاریت لینے والے اور غصب کرنے والے سے بار برداری کی اجرت اس کے مثل[3] کے اعتبار سے لے لے اور یہ استحسان ہے اور اگر عاریت لینے والے یا غصب کرنے والے نے کوئی وکیل کیا کہ اس کو عاریت دینے والے یا مغصوب عنہ کے مکان میں پہنچا دے یا جس جگہ عاریت و غصب واقع ہوا ہے پہنچا دے تو یہ بھی جائز ہے لیکن وکیل پر جبر نہ کیا جائے گا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائے اور کفیل پر جبر کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ابو سلیمانؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ کسی شخص نے دوسرے کے حکم سے اس کی طرف سے ایک ہزار درہم کی کفالت کی پھر اصیل نے اس کو کفیل کے سامنے ادا کیا پھر طالب اس سے انکار کر گیا اور قسم کھالی اور دوبارہ کفیل سے لے لئے تو کفیل اپنے مکفول عنہ سے لے سکتا ہے اور اگر یہ صورت ہوئی کہ کفیل نے اصیل کے سامنے وہ درہم طالب کو ادا کر دیئے وہ پھر منکر ہو گیا اور قسم کھالی اور دوبارہ اصیل سے لے لئے تو کفیل اپنے اصیل سے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر وصی نے میت کا قرضہ ادا کیا[4] تو اس کے ترکہ میں سے لے لے تو یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور مشتری کی طرف سے ایک شخص ثمن کا کفیل ہو گیا پھر کفیل نے بائع کو ثمن دے دیا اور مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا پھر کفیل مشتری سے اپنے دام لینے سے پہلے غائب ہو گیا پھر ایک شخص مستحق آیا اور اس نے استحقاق میں وہ غلام پر مشتری سے لے لیا اور مشتری نے چاہا کہ اپنا ثمن بائع

---

[1] قولہ اس سے یعنی مسلم الیہ سے۔ [2] قولہ فی الحال یعنی انکا ادا کرنا فی الحال لازم تھا۔ [3] قولہ مثل یعنی ایسے کام کی مقید اجرت ہوتی ہو۔
[4] قولہ ادا یعنی اپنے مال سے ادا کیا۔

سے لےتو بدوں کفیل کے حاضر ہونے کے نہیں ہو سکتا ہے پھر جب کفیل حاضر ہوا تو وہ مختار ہے کہ چاہے اپنا ثمن بائع سے واپس کرے یا مشتری سے لے لے اور جب اس نے ایک سے ضمان لینا اختیار کیا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے سے ضمان لے پس اگر اس نے بائع سے ضمان لی تو بائع مشتری سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس نے پہلے ہی مشتری سے ضمان لی تو مشتری کو اختیار ہے کہ جو اس نے دے دیا ہے اپنے بائع سے واپس لے اور اگر کفیل نے ثمن کو ادا کرتے وقت مشتری سے واپس لیا تھا پھر غائب ہو گیا پھر غلام میں استحقاق ثابت ہوا مشتری کو اختیار ہے کہ اپنا ثمن سے بائع سے واپس[1] کرے اور اگر اس غلام میں استحقاق نہ ثابت ہوا بلکہ یہ ظاہر ہوا ہو کہ یہ آزاد یا مکاتب یا مدبر ہے یا باندی کی صورت میں ظاہر ہوا کہ ام ولد ہے تو ان صورتوں کا حکم بھی مثل استحقاق کے ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مشتری نے دوسرے سے ایک غلام پر ہزار درہم کو خریدا اور مشتری کے حکم سے اس کی طرف سے کوئی شخص اس کے ثمن کا کفیل ہو گیا اور ثمن ادا کر دیا اور غائب ہو گیا پھر وہ غلام بائع کے پاس مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے مر گیا تو مشتری بائع سے ثمن واپس لے سکتا ہے خواہ مشتری سے کفیل نے ثمن لے لیا ہو یا نہ لیا ہو اور اگر غلام نہ مرا ولیکن مشتری نے اس میں کچھ عیب پایا اور اس کو قاضی کے حکم سے یا بدوں حکم کے واپس کیا یا خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کیا تو مشتری بائع سے ثمن واپس لے سکتا ہے اور کفیل کو اس[2] سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے۔

اگر اِس شرط پر صلح کی کہ مشتری ثمن سے بری ہے ☆

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درہم میں خریدا اور کسی نے مشتری کے حکم سے اس کی طرف سے ثمن کی کفالت کر لی پھر کفیل نے بائع سے ان ہزار درہم سے پچاس دینار پر صلح کر لی تو کفیل اپنے اصیل سے درہم لے گا نہ دینار پس اگر غلام کا کوئی مستحق نکلا اور کفیل غائب تھا تو مشتری[3] بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر کفیل حاضر ہوا تو بائع سے دینار واپس لے گا اور اگر کفیل نے چاہا کہ مشتری سے لے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اس صورت کے کہ اگر کفیل نے درہم ادا کئے تو کفیل کو اختیار ہے کہ مشتری سے لے لے اور اگر بجائے صلح کے بیع واقع ہوئی مثلاً کفیل نے پچاس دینار بعوض بائع کے ہزار درہم کے بیع کر دیئے پھر غلام کا استحقاق ثابت ہوا تو بیع اور صلح دونوں کا یکساں حکم ہے اور مراد امام محمدؒ کی یکساں ہونے سے یہ ہے کہ جب دونوں کی جدائی کے بعد غلام کا استحقاق ثابت ہوا تو بیع باطل ہو جائے گی جیسا کہ صلح باطل ہو جاتی ہے اور اگر درہموں کا استحقاق اسی مجلس میں ثابت ہوا اور وہ دونوں مجلس میں ہیں تو بیع[4] باطل نہیں ہوتی ہے اور صلح باطل ہو جاتی ہے اگر غلام میں استحقاق ثابت نہ ہوا بلکہ وہ مشتری کے قبضہ سے پہلے بائع کے پاس مر گیا اور کفیل نے پچاس دینار بعوض ہزار درہم کے بائع کے ہاتھ فروخت کر دیئے تھے اور بائع نے دیناروں پر قبضہ کیا تھا تو مشتری بائع سے درہم لے سکتا ہے اور کفیل کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر بجائے بیع کے صلح ہو مثلاً کفیل نے بائع سے درہموں کے عوض پچاس دینار پر صلح کی پھر مشتری کے سپرد کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو بیع کے مانند اس کا بھی حکم ہے مگر صلح اور بیع میں یہ فرق ہے کہ صلح کی صورت میں غلام بیچنے والے کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو پچاس دینار واپس کرے یا ہزار درہم واپس کرے اور بیع کی صورت میں اس پر ہزار درہم ہی واپس کرنا واجب ہیں پھر صلح کی صورت میں اگر بائع نے دینار واپس دینے چاہے تو ان کو کفیل اپنے قبضہ میں لائے گا اور اگر درہم واپس دینا چاہے تو اس سے مشتری لے گا اگر کفیل مشتری کی طرف سے مامور تھا کہ بائع کو ثمن ادا

---

[1] قولہ واپس کرے یعنی کفیل کے حاضر ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ [2] قولہ اس سے یعنی بائع سے کیونکہ یہ معاملہ بعد عقد اول ہے اگرچہ فسخ ہو۔
[3] قولہ مشتری اس واسطے کہ کفالت کے بعد غیر جنس پر صلح واقع ہوئی ہاں اگر بجنسہ ہزار درہم دیتا تو مشتری بھی واپس کر سکتا تھا۔ [4] قولہ یعنی اس صورت میں صلح بیع میں فرق ہے۔

کرے اور اس نے پچاس دینار بائع کے ہاتھ ثمن کے عوض فروخت کئے یا صلح میں دیئے تو جائز ہے اور اگر کفیل نے مشتری کی طرف سے بدوں اس کے حکم کے کفالت کی پھر کفیل نے بعوض ثمن کے پچاس دینار فروخت کئے یا بائع کے ساتھ صلح کر لی تو بیع کسی صورت میں جائز نہیں ہے اور صلح میں اگر یہ تقریر ہے کہ جو ثمن بائع کا مشتری پر آتا ہے وہ اس متبرع یعنی کفیل کا ہو تو صلح بھی باطل ہے اور اگر اس شرط پر صلح کی کہ مشتری ثمن سے بری ہے تو صلح جائز ہے اور اگر صلح کو مطلقاً چھوڑ دیا اور کچھ شرط نہ لگائی تو بھی صلح صحیح ہے پس اگر مشتری کے سپرد کر دینے سے پہلے غلام مر گیا یا اس کا کوئی حق دار نکلا پس اس صورت میں کہ صلح میں کوئی شرط نہیں مطلقاً ہے مشتری کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے لیکن کفیل ہی بائع سے واپس لے گا اور بائع کو اختیار ہوگا کہ خواہ درہم دے یا دینار دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

قیدی نے کسی شخص کو حکم دیا کہ فدیہ دے کر اس قیدی کو اہل حرب سے چھڑا لے ☆

اگر دوسرے شخص کا نائبہ[1] اس کے حکم سے ادا کر دیا تو اس سے لے گا اگرچہ واپس لینے کی شرط نہ کی ہو جیسا کہ قرض کی صورت میں ہوتا ہے یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب اس کو ادا کرنے کے واسطے بدوں زبردستی کے حکم دیا ہو اور اگر اس پر زبردستی کی گئی تو واپس لینے کے باب میں اس کا حکم دینا کچھ معتبر نہ ہوگا یہ عنایہ میں لکھا ہے سیر میں مذکور ہے کہ اگر کوئی مسلمان حربیوں کے قبضہ میں مقید ہو پھر اس کو کسی شخص نے حربیوں سے خرید کیا پس اگر بدوں اس کے حکم کے خرید اتو اس پر احسان کیا اور کچھ نہیں لے سکتا ہے اور جس کو خرید لایا وہ رہا کر دیا جائے گا اور اگر اس نے حکم کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ مامور اپنے حکم دینے والے سے کچھ نہ لے سکے اور[2] استحساناً پھر لے گا خواہ قیدی نے اس سے کہا ہو کہ اس شرط پر کہ تو مجھ سے لے لینا یا یہ نہ کہا ہو اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اپنا مال میرے عیال پر خرچ کر دے یا میرے مکان کی عمارت میں خرچ کر دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو اس کو اختیار ہے کہ جس قدر اس نے خرچ کیا ہے اپنے حکم دینے والے سے لے لے اور اسی طرح اگر قیدی نے کسی شخص کو حکم دیا کہ فدیہ دے کر اس قیدی کو اہل حرب سے چھوڑا لے تو یہ خرید نے کے واسطے حکم دینے کے مانند ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی نے کچھ اونٹ غیر معین کہ جو لاد و اور سواری کے تھے کرایہ پر لئے اور ان کا کوئی کفیل لے لیا پھر حمال غائب ہو گیا اور کفیل نے لدایا تو ضمانت کے دن کا اجر مثل اس کرایہ دینے والے سے لے لے ایسے ہی اگر سلائی کی کفالت کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کفیل نے حق دار کو اس کے دین کے عوض کسی پر حوالہ کر دیا اور حق دار نے اس کو بری کر دیا تو کفیل کو اختیار ہے کہ اپنے اصیل سے لے لے یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور زفرؒ کے نزدیک نہیں لے سکتا ہے کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درہم تھے اور اس نے کسی کو اپنی طرف سے طالب کے واسطے کفالت کرنے کا حکم دیا پھر اصیل نے ایک شخص سے کہا کہ تو اس کفیل کی ذات کی کفالت کر اور اس نے ایسا ہی کیا پھر طالب نے کفیل بالنفس سے مواخذہ کیا تو کفیل کو اس شخص پر جس نے حکم دیا ہے کوئی راہ نہیں ہے اور اگر اس نے کسی شخص کو حکم دیا کہ اس نے مال کی کفالت کی پھر طالب نے دوسرے کفیل کو پکڑا اور اس سے اپنا مال لے لیا تو اس کو اختیار ہے کہ اپنے حکم دینے والے سے وہ مال لے لے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے سے کہا کہ فلاں شخص کو میری طرف سے ہزار درہم ہبہ کر دے اور اس نے موافق حکم کے کیا تو یہ ہبہ حکم دینے والے کی طرف ہوگا اور یہ مامور اپنے حکم دینے والے سے نہ لے گا اور نہ قبضہ کرنے والے سے لے گا اور حکم دینے والے کو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کر لے اور جس نے ادا کئے ہیں وہ متبرع ہوگا اور اگر کسی نے کہا کہ ہزار درہم فلاں شخص کو ہبہ کر دے اس شرط پر

[1] قولہ جو چیز چوکیداری وغیرہ کے مانند سلطان کی طرف سے بندھی ہے۔ [2] قولہ لے سکے اس واسطے کہ وہ غلام نہیں ہے جس کی خریداری کا حکم صحیح ہو۔

☆ ☆ کہ میں ضامن ہوں اور اس نے ایسا ہی کیا تو ہبہ جائز ہے اور حکم دینے والا مامور کو ضمانت دے دے اور حکم دینے والے کو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کر لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ اس کو میری طرف سے قرضہ دے یا میری طرف سے اس کو عطا کر تو ان صورتوں میں واپس لے گا اگر چہ یہ شرط نہ لگائی ہو کہ میں ضامن ہوں اور اگر اس نے جس چیز کے دینے کا حکم دیا ہے اس کے سوائے دوسری ذی تو رجوع[1] نہیں کر سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر اس سے کہا کہ تو فلاں شخص کو ہزار درہم قرض دے اور اس نے قرض دیئے تو حکم دینے والا کچھ بھی ضامن نہ ہوگا خواہ اس کا خلیط ہو یا نہ ہو اور اگر کسی شخص نے کچھ مال کسی اجنبی کو ہبہ کیا پھر جس کو ہبہ کیا ہے اس نے کسی شخص کو حکم کیا کہ اپنے مال میں سے اس ہبہ کا عوض ہبہ کرنے والے کو دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور حکم دینے والے سے رجوع نہیں کر سکتا ہے مگر اس صورت میں کہ اس نے یہ کہہ دیا ہو کہ اس شرط پر دے کہ تو مجھ سے اس کو لے لینا تو البتہ رجوع کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر کسی سے کہا کہ اپنے طعام سے میری قسم کا کفارہ ادا کر یا اپنے مال سے میرے مال کی زکوٰۃ ادا کر یا اتنا دے کر کسی کو میری طرف سے حج کرا دے یا میرے کفارہ ظہار سے ایک غلام آزاد کر دے تو اس میں رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مامور نے کہا میں نے اِس کا مال ادا کر دیا اور اب تجھ سے لے لونگا اور قرض دار نے اس بات کی تصدیق کی ☆

اگر کسی[2] نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو ہزار درہم ہبہ کر اس شرط پر کہ فلاں شخص اس کا ضامن ہے اور فلاں شخص حاضر تھا اور اس نے کہا کہ ہاں پھر مامور نے اس کو ہزار درہم ہبہ کر دیئے تو ہبہ ضامن کی طرف سے ہوگا اور یہ مال دینے والے کا ضامن پر قرض ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا ہے کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم قرض تھے پھر قرض دار نے کسی سے کہا کہ قرض خواہ کو اس کا مال ادا کر دے اور مامور نے کہا کہ میں نے اس کا مال ادا کر دیا اور اب تجھ سے لے لوں گا اور قرض دار نے اس بات کی تصدیق کی اور قرض خواہ نے کہا کہ تو نے کچھ بھی ادا نہیں کیا ہے تو قسم لے کر قرض خواہ کا قول معتبر ہوگا اور مامور اپنے حکم دینے والے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اگر چہ اس نے اس کی تصدیق کی ہے اور اسی طرح اگر کسی شخص نے مکفول عنہ کے حکم سے مال کی کفالت کی پھر کفیل نے کہا کہ میں نے قرض خواہ کو اس کا مال ادا کر دیا اور مکفول عنہ نے اس کی تصدیق کی اور قرض خواہ نے اس کی تکذیب کی اور قسم کھائی اور اپنا مال مکفول عنہ سے لے لیا تو مکفول عنہ سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر حکم دینے والے نے بھی ادا کر دینے سے انکار کیا اور مامور نے گواہ پیش کئے کہ میں نے قرض خواہ کو ادا کر دیا ہے تو مامور اپنے حکم دینے والے سے لے لے گا اور یہ گواہی طالب پر بھی مقبول ہوگی اگر چہ طالب غائب ہو اور اگر حکم دینے والے نے مامور سے کہا کہ فلاں شخص کے مجھ پر ہزار درہم ہیں تو اپنا غلام اس کے عوض فروخت کر دیئے تو یہ جائز ہے پس اگر اس نے غلام قرضہ کے عوض بیچا پھر دونوں نے اختلاف کیا قرض خواہ نے کہا کہ اس نے بیچا تھا مگر ہنوز میں نے قبضہ نہ کیا تھا کہ غلام اسی کے پاس مر گیا اور بائع اور حکم دینے والے نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے قبضہ کر لیا تو قرض خواہ کا قول قسم لے کر معتبر ہوگا پس اگر اس نے قسم کھالی تو ثابت ہوگا کہ مبیع قبضہ سے پہلے تلف ہوئی ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ عقد جڑ سے فسخ ہو جائے پس بدلا کرنے کا حکم جاتا رہے گا اور قرض خواہ کو اختیار ہوگا کہ قرض دار کی طرف رجوع کرے اور

---

[1] قولہ یعنی مامور کو اپنے حکم دینے والے سے واپس لینے کا اختیار نہیں ہے۔ [2] قولہ مثلاً زید نے بکر سے کہا کہ مجھے ہزار درہم ہبہ کر اس شرط سے کہ خالد ضامن ہے خالد نے کہا کہ ہاں تو یہ خالد کی طرف سے ہبہ ہوا اور بکر کا خالد پر قرض ہے۔

ماموراپنے حکم دینے والے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اگر چہ اس نے اس کی تصدیق کی ہے اور اگر حکم دینے والے نے طالب کے قبضہ کرنے سے انکار کیا اور مامور نے گواہ پیش کئے کہ اس نے وصول کر لیا تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور یہ بھی قضاء علی الغائب[1] ہے اور اگر حکم دینے والے نے اس سے کہا کہ تو فلاں شخص سے ہزار درہم سے جو اس کے مجھ پر ہیں اپنے اس غلام پر صلح کر لے اور اس نے صلح کر لی پھر طالب نے کہا کہ میں نے قبضہ نہیں کیا تو یہ صورت اور پہلی صورت یکساں ہے مگر اس صورت میں غلام کا مالک حکم دینے والے سے غلام کی قیمت لے گا اور بیع کی صورت میں اس سے قرضہ لے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر زید کے عمرو پر ہزار درہم قرض تھے پھر عمرو نے بکر سے کہا کہ تو زید کو ہزار درہم دے دے تا کہ ان ہزار درہم کے عوض جو مجھ پر آتے ہیں قبضہ کرے ☆

اگر کسی شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی تھی بسبب ہزار درہم کے جو مدعی کے اس پر آتے تھے اگر کل کے روز اس کو نہ پہنچا دے اور اس پر دو گواہوں نے گواہی دی اور یہ بھی گواہی دی کہ مکفول بہ نے کفیل کو اس کا حکم دیا تھا اور کفیل و مکفول عنہ دونوں مال سے اور حکم دینے سے انکار کرتے ہیں اور قاضی نے اس گواہی کی وجہ سے کفیل پر حکم دیا اور نہ پہنچانے کی وجہ سے مال لے لیا اور ادا کر دیا تو کفیل مکفول عنہ سے لے سکتا ہے اگر چہ اس کے زعم میں یہ تھا کہ میں اصیل سے نہیں لے سکتا ہوں اور ان دونوں میں کفالت نہ تھی مگر قاضی نے اس کے زعم کی تکذیب کی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے کے پاس ہزار درہم یا ایک غلام ودیعت رکھا اور ودیعت رکھنے والے نے اس کو اجازت دی کہ ہزار درہم ودیعت سے اپنا قرضہ ادا کرے یا اپنے قرض خواہ سے غلام پر صلح کرے پس اس نے کہا کہ میں نے ایسا ہی کیا اور قرض خواہ نے اس کی تکذیب کی اور قسم کھا کر اپنا حق مدیوں سے لے لیا تو مدیوں ودیعت کا ضامن ہے اور اگر غلام کے مالک نے قرض دار کو حکم دیا کہ اپنے قرض میں اس کو فروخت کرے اور اس نے کہا کہ میں نے فروخت کر کے سپرد کر دیا اور قرض خواہ نے اس کی تکذیب کی اور قسم کھالی تو ودیعت رکھنے والا مدیون سے نہ لے گا یہ کافی میں لکھا ہے اگر زید کے عمرو پر ہزار درہم قرض تھے پھر عمرو نے بکر سے کہا کہ تو زید کو ہزار درہم دے دے تا کہ ان ہزار درہم کے عوض جو مجھ پر آتے ہیں قبضہ کرے اس شرط پر کہ میں تیرے لئے اس کا ضامن ہوں پھر بکر نے کہا کہ میں نے دے دیئے اور عمرو نے اس کی تصدیق کی اور زید نے اس کی تکذیب کی تو زید کا قول معتبر ہوگا اور بکر عمرو سے ہزار درہم لے لے گا اور اگر عمرو نے بکر سے کہا کہ تو زید کو ہزار درہم میرے قرضہ کے ادا میں دے دے اس شرط پر کہ جو تو دے گا میں اس کا ضامن ہوں پھر بکر نے کہا کہ میں نے دے دیا اور عمرو نے اس کی تصدیق کی اور زید نے اس کی تکذیب کی اور قسم کھالی اور اپنا قرضہ قرض دار سے لے لیا تو بکر عمرو سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر عمرو و زید نے مال ادا کر دینے سے انکار کیا اور بکر نے دے دینے پر گواہ پیش کئے تو مامور یعنی بکر عمرو سے جو اس نے دیا ہے لے لے گا اور پہلے مسئلہ میں زید عمرو سے اپنا قرضہ لے گا اور دوسرے مسئلہ میں بری ہو جائے گا کذا فی المحیط۔

پانچویں فصل:

تعلیق[2] اور تعجیل کے بیان میں

کفالت کی تعلیق شرطوں کے ساتھ صحیح ہے مثلاً کہا کہ جو تو نے فلاں شخص کے ہاتھ بیع کیا وہ مجھ پر ہے یا جو تیرا حق اس پر ثابت

---

[1] قولہ علی الغائب یہ مسئلہ دلیل ہے کہ غائب پر گواہی مال کی صورت میں ضمناً قبول ہوتی ہے۔

[2] تعلیق کسی شرط پر معلق کرنا مثلاً اگر تو نے اس کے ہاتھ تا جرانہ بیع کی تو میں ضامن ہوں تعجیل بلاشرط۔

ہو وہ مجھ پر ہے یا جو تیرا فلاں شخص نے غصب کیا وہ مجھ پر ہے پھر اگر یہ شرط مناسب[1] ہو مثلاً حق کے واجب ہونے کی شرط ہو جیسے کہ مبیع کے استحقاق پر تعلیق کرنا یا پورا حق لینے کے واسطے مثلاً کہا کہ جب زید آئے اور زید ہی مکفول عنہ ہے یا حق لینا متعذر ہونے کے وقت کی شرط کرنا مثلاً یہ کہنا کہ وہ جب شہر سے غائب ہو جائے تو اس کا قرضہ مجھ پر ہے پس یہ صحیح ہے اور اگر یہ شرط مناسب نہ ہو مثلاً یہ شرط لگانا کہ اگر ہوا چلے یا اگر مینہ آئے یا اگر زید گھر میں جائے تو یہ صحیح نہیں ہے اور کفالت ایسی چیز ہے کہ جس کا شرط کے ساتھ میں تعلیق کرنا صحیح ہے پس فاسد شرطوں سے مثل طلاق اور عتاق کے باطل نہ ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ جب تو نے فلاں شخص کے ہاتھ کچھ بیچا تو وہ مجھ پر ہے پھر اس نے اس کے ہاتھ ایک چیز بیچی پھر دوسری چیز بیچی تو کفیل کو پہلا مال لازم ہوگا دوسرا نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص سے کہا کہ تو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر اور جو کچھ تو بیچے وہ مجھ پر ہے پس یہ استحساناً جائز ہے اور جب اس نے کوئی چیز کسی جنس کے عوض اور کسی قدر کو اس کے ہاتھ فروخت کی تو کفیل کو لازم ہوگی پس اگر کفیل نے انکار کیا کہ تو نے کچھ نہیں بیچا ہے اور طالب نے کہا کہ میں نے اس کے ہاتھ ایک مال ہزار درہم کو بیچا ہے اور اس نے مجھ سے لے کر قبضہ کیا ہے اور مکفول عنہ نے اس کی تصدیق کی تو اس صورت میں کفیل پر مال لازم آنے کی دو صورتیں ہیں اول یہ ہے کہ وہ مال کہ جس کے بیچنے کا دعویٰ کرتا ہے اس کے پاس یا مشتری کے پاس موجود ہو پس اس میں قیاس یہ چاہتا ہے کہ کفیل پر کچھ نہ لازم آئے اور ایسا ہی اسد ابن عمرؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے اور استحساناً اس کے ذمہ ثابت ہوگا اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مال تلف ہو گیا ہو اور اس صورت میں کفیل پر کچھ نہ لازم آئے گا تاوقتیکہ طالب بیع ہو جانے پر گواہ پیش نہ کرے اور یہ قیاس اور استحسان ہے اور اگر کفیل نے کہا کہ تو نے اس کو پانچ سو درہم کو بیچا ہے اور طالب نے کہا کہ میں نے اس کو ہزار درہم کو بیچا ہے اور مکفول عنہ نے اس کا اقرار کیا تو استحساناً یہ حکم ہے کہ کفیل سے ہزار درہم کا مواخذہ کیا جائے گا اور اگر کہا کہ جو کچھ تو اس کے ہاتھ آج کے روز بیچے وہ مجھ پر ہے پھر اس نے اس کے ہاتھ دو چیزیں اسی روز بیچیں تو دونوں کفیل پر لازم ہوں گی اور اسی طرح اگر کہا کہ جب کبھی تو نے اس کے ہاتھ کچھ بیچا تو میں ضامن ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ اگر یا جب کوئی اسباب تو نے اس کے ہاتھ فروخت کیا تو میں اس کے ثمن کا ضامن ہوں پس اس نے کوئی اسباب دو ٹکڑے کر کے ایک دوسرے کے پیچھے پانچ سو کے حساب سے فروخت کیے تو کفیل کے ذمہ پہلا مال لازم ہوگا اور دوسرا نہیں اور اگر کفیل نے یہ کہا کہ جو تو نے زطی کپڑا بیچا تو وہ مجھ پر ہے پھر اس نے یہودی کپڑا یا ایک کر گیہوں فروخت کیے تو کفیل پر کچھ نہ لازم آئے گا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر اس شرط پر کہ جو تجھ کو خسارہ ہوگا وہ مجھ پر ہے یا کہا کہ اگر یہ تیرا غلام تلف ہوا تو میں ضامن ہوں تو یہ کفالت صحیح نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مسئلہ ☆

اگر کسی نے کہا کہ جو کچھ بیع آج کے دن فلاں شخص سے کی میں کفیل ہوں پھر اس سے ایک سے زیادہ[2] لوگوں نے بیع کی تو کفیل پر کچھ نہ لازم آئے گا اور بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا یہ غلام فلاں شخص کے ہاتھ ہزار درہم کو اس شرط پر فروخت کر دے کہ میں ان ہزار کا ضامن ہوں پھر اس نے دو ہزار کو فروخت کیا تو کفیل صرف ایک ہزار کا ضامن ہوگا اور اگر اس کو پانچ سو درہم کم کو بیچا تو پانچ سو درہم کا ضامن ہوگا اور اگر اس کا آدھا پانچ سو درہم کو بیچا تو پانچ سو درہم کا ضامن ہوگا یہ

---

[1] قولہ مناسب ہو یعنی کفالت کے مناسب ہے کہ جس سے حق واجب ہوتا ہے مثلاً یہ بیع میرے ہاتھ سے چھن جائے تو میں ضامن ہوں یا حق وصول ہو جاتا ہے مثلاً جب اصیل آ جائے کیونکہ کفیل اس وقت حق ضائع ہو جانے کا خوف ہو مثلاً جب اصیل غائب ہو جائے تب ضامن ہوں۔

[2] قولہ زیادہ اس واسطے کہ صیغہ عموم نہیں علاوہ اس کے کفالت صریح نہیں ہے ۱۲ منہ

محیط میں ہے اور فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اگر یوں کہا کہ جو کچھ تو فلاں شخص کو ادھار دے وہ مجھ پر ہے تو یہ نقد[1] قرض و ادھار خرید پر ہے اور اگر اس نے بیع واقع ہونے سے پہلے ضمانت سے انکار کیا یا اس کے ساتھ بیع کرنے سے منع کیا تو ضامن نہ رہے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر یہ کہا کہ جو تو نے اس کو آج کے روز قرض دیا وہ میری ضمانت میں ہے پھر اس نے اس کے ہاتھ کچھ مال فروخت کیا تو کفیل کے ذمہ اس کا ثمن واجب نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر کفیل نے کہا کہ جو کچھ تیرا اس پر ہے میں نے اس کی کفالت کی پھر اس پر گواہ قائم ہوئے کہ اس پر ہزار درہم ہیں تو کفیل اس کا ضامن ہوگا اور اگر گواہ نہ قائم ہوئے تو مقدار کی اقرار میں کفیل کا قول قسم لے کر معتبر ہوگا پس اگر مکفول عنہ نے اس سے زیادہ کا اقرار کیا تو یہ اس کے حق میں حجت ہوگا اس کے کفیل کے حق میں تصدیق نہ کیا جائے گا یہ کافی میں لکھا ہے بکر نے اپنی صحت میں کہا کہ جو کچھ زید اپنے اوپر عمرو کا قرضہ اقرار کرے وہ مجھ پر ہے پھر کفیل بیمار ہو گیا اور اس پر اس قدر قرض تھا کہ تمام مال اس کا گھیرے ہوئے تھا پھر زید نے اقرار کیا کہ عمرو کا اس پر ہزار درہم قرضہ ہے تو یہ سب مریض کے ذمہ اس کے تمام مال میں لازم ہوگا اور اسی طرح اگر مکفول عنہ نے کفیل کے مرنے کے بعد یہ اقرار کیا تو بھی اس کے ذمہ لازم کیا جائے گا اور مکفول عنہ کفیل کے قرض خواہوں کا مخاصم ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر مطلوب نے غلام کو رہن میں دینے سے انکار کیا تو وہ کفالت سے بری ہو☆

اگر کسی نے کہا کہ جو کچھ تیرا فلاں شخص پر ثابت ہو وہ مجھ پر ہے یا جو اس پر حکم کیا جائے وہ مجھ پر ہے پھر مطلوب نے کسی قدر مال کا اقرار کیا تو کفیل کے ذمہ لازم ہوگا مگر اس صورت میں کہ جو کچھ اس پر حکم کیا جائے اس کا ضامن ہے بدوں حکم قاضی کے صرف اقرار سے ضامن نہ ہوگا اور اگر کہا ہو کہ جو کچھ تیرا ہے یا جو کچھ تیرے لئے کل[2] اقرار کیا ہے اور مطلوب نے کہا کہ میں نے اس کے واسطے ہزار درہم کا اقرار کیا ہے تو کفیل پر لازم نہ ہوں گے اور اگر اس نے کہا کہ جو اقرار کیا[3] پس اس نے فی الحال اقرار کیا تو لازم ہو جائے گا اور اگر اس بات پر گواہ قائم ہوئے کہ اس نے کفالت سے پہلے اس کے واسطے مال کا اقرار کیا ہے تو کفیل پر لازم نہ ہوگا کیونکہ اس نے یہ نہیں کہا ہے کہ جو کچھ اقرار کیا ہوا تھا اس کا ضامن ہوں اور اگر مطلوب نے قسم کھانے سے انکار کیا اور قاضی نے اس کے ذمہ لازم کیا تو کفیل کے ذمہ لازم نہ ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو تیرا حق فلاں شخص پر ثابت ہو وہ مجھ پر ہے اور طالب اس پر راضی ہوا پھر مطلوب نے طالب سے کہا کہ مجھ پر ہزار درہم ہیں اور طالب نے کہا کہ میرے تجھ پر دو ہزار درہم ہیں اور کفیل نے کہا کہ طالب کا مطلوب پر کچھ نہیں ہے تو کتاب الاصل میں مذکور ہے کہ مطلوب کا قول معتبر ہوگا اور ہزار درہم کفیل پر واجب ہوں گے اور یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کسی کے کم سے جو کچھ اس پر ثابت ہو اس کی کفالت کی پھر کفیل کی موت کے بعد مکفول عنہ پر حکم دیا گیا تو کفیل کے ترکہ سے لیا جائے گا اور طالب اس کے قرض خواہوں کے ساتھ شامل کیا جائے گا اور اگر اصیل مر گیا اور جو باقی رہا اس میں اگر اصیل مر گیا ہو تو اس کے ترکہ میں وارثوں کے ساتھ شامل کیا جائے گا اور اگر طالب چاہے تو اصیل کے قرض خواہ میں اس کے ترکہ میں شامل ہو جائے پھر جو باقی رہا اس کے لئے کفیل کے ترکہ میں شامل ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے کسی کی طرف سے اس کے حکم سے ہزار درہم کی کفالت کی اس شرط پر کہ مکفول عنہ مجھے یہ غلام رہن دے اور طالب[4] پر یہ شرط نہیں

---

[1] قولہ نقد قرض یعنی ایسے لفظ سے کفالت فقط قرض نقد اور خرید اور اُدھار پر کہ جائے گی حتیٰ کہ اگر نقد قرض لیا تو بھی کفیل ضامن ہے ہاں! جب تک معاملہ اُدھار واقع نہیں ہوا تب تک کفیل کو اپنی کفالت سے پھر جانے کا اختیار ہے اور بعد اس کے نہیں ۱۲ منہ

[2] قولہ کل یعنی گزرے ہوئے کل کے دن جو کچھ اقرار کر چکا ہے۔

[3] قولہ جو اقرار کیا یعنی اگر کہا کہ جو اقرار کیا وہ مجھ پر ہے اور کل کا روز نہیں کہا پس مطلوب نے فی الحال اقرار۔

[4] قولہ طالب یعنی قرض خواہ سے کفیل ہونے کے وقت یہ شرط نہ تھی کہ قرض دار یہ غلام رہن دے گا تو میں کفیل ہوں ورنہ نہیں اور مشروط یعنی وہ غلام۔

لگائی پھر مکفول عنہ نے غلام کے دینے سے انکار کیا تو اس کو یہ اختیار ہے اور کفیل کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ چاہے کفالت کو تمام کرے یا فسخ کردے اگرچہ اس کو مشروط نہ دیا گیا کیونکہ یہ شرط فقط اس کے اور مکفول عنہ کے درمیان ہوئی ہے پس خیار اگر ثابت ہو تو ملفول عنہ کی طرف سے ہوگا اور وہ مالک نہیں ہے بخلاف اس کے کہ اگر طالب کے درمیان یہ شرط قرار پائی مثلاً یوں کہا کہ میں تیرے لئے اس مال کی کفالت کرتا ہوں بشرطیکہ مکفول عنہ مجھے یہ غلام رہن میں دے پس اگر مطلوب دینے سے انکار کرتا تو کفیل کو یہ خیار طالب کی طرف سے جو مالک فسخ ہے حاصل ہوتا اور اسی طرح اگر اس نے طالب سے کہا کہ میں تیرے لئے اس مال کی کفالت اس شرط پر کرتا ہوں کہ مطلوب مجھے اپنا غلام فلاں رہن میں دے اور اگر اس نے نہ دیا تو میں اس مال کی کفالت سے بری ہوں پھر مطلوب نے غلام کو رہن میں دینے سے انکار کیا تو وہ کفالت سے بری ہوگا اور اگر مطلوب سے کہا کہ میں تیری طرف سے اس مال کی کفالت اس شرط پر کرتا ہوں کہ تو مجھے کفیل دے تو اس صورت میں اس کو کفالت کے باقی رکھنے اور فسخ کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر اس نے طالب سے یہ شرط لگائی کہ میں کفالت اس شرط پر کرتا ہوں کہ اگر مطلوب نے مجھے کفیل دیا تو میں کفالت کروں گا ورنہ میں بری ہوں پھر کفیل دوسرا نہ دیا تو وہ بری ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر ودیعت تلف ہوگئی تو کفیل پر ضمان نہ رہے گی ☆

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کی طرف سے ہزار درہم کی اس شرط سے کفالت کی کہ یہ مال طالب کو اس ودیعت سے جو اس کے پاس مطلوب کی ہے ادا کرے گا تو ضمان جائز ہے اور اس پر جبر کیا جائے گا کہ ودیعت سے دین ادا کرے اور یہ حکم استحسان ہے پس اگر ودیعت تلف ہوگئی تو کفیل پر ضمان نہ رہے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر صاحب ودیعت نے اس شخص سے جس کے پاس ودیعت ہے یہ خواہش کی کہ ودیعت کا ضامن ہوتا کہ فلاں شخص کو اس کے قرضہ کے ادا میں دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور یہ مسئلہ اور پہلا مسئلہ یکساں ہے اور منتقی میں ہے لکھا ہے کہ اگر اس ضامن نے مال ودیعت اس کے مالک کو دے دیا یا اس کے مالک نے اس سے لے لیا تو مال اس کے ضامن پر رہے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی شخص کے واسطے ہزار درہم کا ضامن اس شرط پر ہوا کہ اس کو اس مکان کے ثمن سے ادا کرے گا پھر اس مکان کو فروخت نہ کیا تو کفیل پر ضمان نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر اس طرح ضمان کر لی کہ اس مکان کے ثمن میں سے ادا کرے گا پھر وہ مکان کسی غلام کے عوض فروخت کیا تو اس پر مال لازم نہ ہوگا اور اس پر جبر نہ کیا جائے گا کہ غلام کو ضمان میں فروخت کرے پس اگر اس کے بعد اس نے غلام کو فروخت کیا اور درہم اس کے ثمن میں آئے تو استحساناً اس پر یہ حکم دیا جائے گا کہ یہ درہم ضمانت میں ادا کرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی کی طرف سے کسی قدر مال کی ضمانت اس شرط پر کی کہ اس غلام کے ثمن سے ادا کرے گا اور وہ غلام کفیل کا ہے پھر فروخت کرنے سے پہلے وہ مر گیا تو ضمان کفیل سے ساقط ہوگئی اور اگر اس نے غلام کو سو درہم کو بیچا اور یہی اس کی قیمت تھی اور قرضہ ہزار درہم تھے تو اس کے ذمہ صرف بقدر قیمت غلام کے لازم آئے گا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر اس شرط پر ضمانت کی کہ اس غلام کے ثمن سے ادا کروں گا اور غلام اس کا نہ ہو تو ضمان باطل ہے اور اگر اس شرط پر ضمانت کی کہ اپنے غلام کے ثمن سے ادا کروں گا اور اس کا کوئی غلام نہیں ہے تو ضمان لازم ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی نے کسی کے واسطے سو درہم کی ضمانت اس شرط پر کی کہ اس کے آدھے یہاں اور ادا کرے گا اور آدھے رے میں اور کوئی وقت نہ مقرر کیا تو جہاں چاہے اس کو لینے کا اختیار ہے اور اگر جس شئی کی ضمانت کی ہے اس کی بار برداری اور خرچ ہے تو شرط کی جگہ لے گا اور اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے ہزار درہم کی ضمانت تیرے واسطے اس شرط پر کی کہ وہ تجھے نہ ادا کرے گا تو یہ باطل ہے اور اگر کہا کہ اس شرط پر کہ میری زندگی میں تجھے نہ دے گا تو جائز ہے پھر مال بعد موت کے اس کے میراث سے لیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے

اگر کسی نے دوسرے کی کفالت بالنفس میں کہا کہ میں اس کا ضامن ہوں کہ جو مال اس پر قاضی کوفہ کے حکم سے لازم آئے پھر اس پر مال کا حکم دوسری جگہ کے قاضی نے کیا تو اس کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر کہا کہ جو تیرے لئے فلاں حکم کے حکم سے اس پر واجب ہوگا وہ مجھ پر ہے پھر اس پر دوسرے حکم کے حکم سے واجب ہو تو اس کے ذمہ لازم نہ ہوگا اور یہ سب حکم اس صورت میں ہے کہ دونوں قاضی حنفی المذہب ہوں اور اگر حنفی مذہب کی شرط تھی اور شافعی مذہب نے حکم دیا تو وہ پکڑا نہ جائے گا اور ہمارے زمانہ میں تعیین[1] کا درست ہونا واجب ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرا ایک کپڑا غصب کر لیا ہے اور مدعا علیہ سے ایک کفیل بالنفس لے لیا اور کفیل سے کہا کہ اگر تو اس کو کل کے روز مجھے نہ واپس دے گا تو تجھ پر کپڑے کے دس درہم واجب ہوں گے پس کفیل نے کہا نہیں بلکہ بیس درہم پھر مکفول لہ خاموش رہا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہمارے اور امام اعظمؒ کے قیاس میں فقط اس پر دس درہم واجب ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی کے دوسرے پر سو درہم تھے اور ایک شخص نے قرض دار کے نفس کی کفالت اس شرط پر کر لی کہ اگر میں اس کو کل کے روز نہ طالب سے ملا دوں تو قرضہ سو درہم مجھ پر ہے پھر اگر اس نے کل کے روز اسے نہ ملایا تو سو درہم کا کفیل ہو گیا اور کفالت بالنفس بھی بحالہ باقی رہی پھر اگر اس کے بعد یہ سو درہم طالب کو دے دیئے تو کفالت بالنفس سے بری نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور دوسرا آیا اس نے کفیل کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں کفیل کو فلاں وقت تجھ سے نہ ملا دوں تو جو مال طالب کا مکفول بہ اول پر ہے وہ مجھ پر ہوگا تو دونوں کفالتیں بلا اختلاف صحیح ہیں اگر کفالت بالنفس اس شرط پر کی کہ اگر میں اس کو کل کے روز تجھے نہ پہنچاؤں تو ہزار درہم جو طالب کے مکفول عنہ پر ہیں مجھ پر ہوں گے اور طالب کا مکفول عنہ پر سو دینار کا دعویٰ ہے نہ درہم کا پھر کفیل نے دوسرے روز نہ پہنچایا تو کفیل پر کچھ مال نہ لازم ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے منتقی میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت اس شرط سے کی کہ اگر مکفول بالنفس طالب سے روپوش ہو جائے تو کفیل اس کے مال کا جو اس پر ہے ضامن ہے پھر مکفول عنہ کوفہ کی طرف چلا گیا اور غائب ہو گیا پھر واپس آیا اور کفیل نے اسے طالب کو دے دیا تو مال کفیل پر لازم آئے گا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے دوسرے کے نفس کی اس شرط پر کفالت کی کہ اگر میں اس کو کل کے روز نہ پہنچا دوں تو جو کچھ مطلوب ہے وہ کفیل پر ہوگا اور دوسرے روز اس نے نہ پہنچایا اور طالب نے اس پر ہزار درہم کا دعویٰ کیا اور مطلوب نے اس کی تصدیق کی اور کفیل نے انکار کیا تو کفیل سے اس کے علم پر قسم لے کر اسی کا قول معتبر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت اس شرط سے کی کہ اگر میں اس کو کل کے روز تجھ سے نہ ملا دوں تو جو اس پر ہے وہ مجھ پر ہوگا ☆

اگر طالب نے دعویٰ پر گواہ پیش کیے اور کفیل نے قسم سے انکار کیا تو اس پر ہزار درہم لازم آئیں گے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر اس کو کل نہ پہنچا دوں تو مجھ پر اس قدر مال لازم ہوگا جس قدر مطلوب اقرار کرے پھر دوسرے روز اس نے نہ پہنچایا اور مطلوب نے ہزار درہم کا اقرار کیا تو کفیل اسی قدر کا ضامن ہے جس قدر اس نے اقرار کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے قال المترجم اور خلاصہ فرق یہ ہے کہ مسئلہ اقرار میں کفالت کا مضاف الیہ ہر طرح سبب وجوب ہے اور تعامل میں تعامل ہے اور مجرد دعویٰ مفید نہیں ہے پس دعویٰ مثبت بالحجہ مراد لیا گیا تاکہ سبب وجوب میں کل وجہ ہو کذا فی الذخیرہ۔ اگر کسی شخص سے جائز ہے اور مسئلہ دعویٰ میں مضاف الیہ یعنی دعویٰ اگرچہ مدعی کے حق میں سبب وجوب ہو مگر مدعا علیہ کے حق میں نہیں ہے اور نہ اس

[1] قولہ تعیین: یعنی ہمارے زمانہ میں چونکہ تقلید عام ہو گئی تو عرف بمنزلہ شرط ہوتا ہے پس چاہیے کہ جو مذہب معین کیا وہ اختیار ہو ۱۲

کے نفس کی کفالت اس شرط سے کی کہ اگر میں اس کو کل کے روز تجھ سے نہ ملادوں تو جو اس پر ہے وہ مجھ پر ہوگا پھر وہ شخص خود طالب سے ملا اور طالب نے اس کا دامن گیر ہو کر جھگڑا کیا تو مال کفیل پر لازم ہوگا کیونکہ اس نے اس کو نہیں ملایا اگر چہ آخر روز تک وہ طالب کے پاس رہا اور اگر اس شخص نے طالب سے مل کر کہا کہ میں نے اپنے تئیں فلاں کفیل کی طرف سے تیرے سپرد کیا تو کفیل مال سے بری ہو گیا خواہ کفالت بالنفس اس کے حکم سے ہو یا بلاحکم ہو یہ بدائع میں لکھا ہے اگر کفالت میں یہ شرط کی کہ اگر کل کے روز میں اس کو تیرے پاس نہ پہنچا دوں تو جس قدر مال تیرا اس پر ہے وہ مجھ پر ہوگا اور مال کی مقدار نہ بیان کی تو دوسری کفالت مال کی بھی صحیح ہے پس اگر اس نے دوسرے روز نہ پہنچایا پس اگر کسی قدر مال پر دونوں نے اتفاق کیا یا اس پر گواہ قائم ہوئے تو اس قدر کفیل پر لازم ہوگا اور اگر مقدار مال میں کہ جو مکفول عنہ پر ہے دونوں نے اختلاف کیا تو کفیل کا قول معتبر ہے کہ وہ زیادتی سے انکار کرتا ہے اگر کفالت بالنفس میں یہ شرط لگائی کہ اگر اس کو کل کے روز نہ پہنچادوں تو مجھ پر سو درہم ہیں اور یہ نہ کہا کہ مجھ پر وہ سو درہم ہوں گے جو مکفول عنہ پر ہیں پھر دوسرے روز نہ پہنچایا تو دیکھنا چاہئے کہ اگر کفیل نے اقرار کیا کہ اس پر سو درہم ہیں اور اس کی طرف سے کفالت کی تو یہ شخص کفیل ہو گیا اور یہ ظاہر ہے اور اگر کفیل نے کہا کہ اس کا اس پر کچھ نہیں آتا اور میں نے اپنی طرف سے طالب کو سو درہم دینے کا اقرار کیا تھا اور طالب نے کہا کہ میرے سو درہم اس پر آتے ہیں اور تو نے شرطیہ کل کے روز نہ پہنچانے پر دینے کا اقرار کیا تھا اور کفالت کی تھی تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ کفیل پر کچھ نہ لازم ہو اور کفیل کا قول معتبر ہو اور اسی کو امام محمدؒ نے اختیار کیا ہے اور یہی امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول ہے اور استحساناً کفیل کے ذمہ مال لازم ہوگا اور یہی قول امام اعظمؒ کا اور دوسرا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کفیل نے کہا کہ جب تو اس کو طلب کرے اور میں نہ پہنچادوں تو اس کے ہزار درہم مجھ پر ہوں گے پھر طالب نے اس کو طلب کیا اور اس نے اسی مکان میں اس کو سپرد کیا تو مال سے بری ہو گیا اور امام محمدؒ کے اس قول کے معنی کہ اسی مکان میں سپرد کیا اور اس الائمہ سرخسی نے یہ بیان کئے ہیں کہ اسی مجلس میں جس میں طلب کیا تھا سپرد کیا اور شیخ الاسلام نے یہ معنی بیان کئے کہ جیسے ہی اس نے طلب کیا یہ فوراً اس کے حاضر کرنے اور حاضری کی تدبیر میں مشغول ہوا یہاں تک کہ اس کو حاضر کیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے مترجم کہتا ہے کہ عربی محاورہ کے موافق یہ معنی بعید نہیں ہیں ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر فلاں شخص تجھے تیرا مال نہ دے گا تو وہ مال مجھ پر ہے پھر طالب نے اس سے تقاضا کیا اور اس نے تقاضے کے وقت نہ دیا تو استحساناً کفیل پر لازم ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کفیل نے کہا کہ اگر میں اس کو کل کے روز تیرے پاس نہ پہنچادوں تو مجھ پر سو درہم سوائے ان سو درہموں کے جو تیرے اس شخص پر ہیں لازم ہوں گے پھر اس نے وفا نہ کیا تو یہ مسئلہ امام محمدؒ کے قول کے موافق نہیں بنتا ہے اور امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے قول کے موافق مشائخ نے بعد جواز کے اختلاف[1] کیا ہے بعضوں نے کہا کہ دوسرے قرض دار کی طرف سے کفیل نہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ کفیل ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے کہا کہ اگر میں اس کو کل کے روز نہ پہنچادوں تو تیرے سو درہم فلاں شخص پر ہیں وہ مجھ پر ہوں گے تو دوسرے کا کفیل ہونا بالاتفاق جائز ہے بشرطیکہ یہ دوسرا قرض دار مکفول عنہ کا قرضہ میں شریک ہو مثلاً دونوں پر ایک ہی سبب سے قرض لازم آیا ہو اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو اور اگر یہ شخص دوسرا مکفول عنہ سے اجنبی ہو تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دوسری کفالت جائز ہے حتیٰ کہ اگر اس نے وفا نہ کیا تو مال کفیل پر لازم ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک دوسری کفالت باطل ہے بخلاف اس

---

[1] قولہ اختلاف ...... اصل میں اسی طرح عبارت ہے اور میرے نزدیک نسخہ غلط ہے اور صحیح جواب یہ کہ شیخین کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ اس پر کچھ مال لازم نہ ہوگا اور نہ کفیل ہوگا اور بعض نے کہا کہ کفیل ہو جائے گا انتہی۔ بالجملہ سو درہم جرمانہ کسی کے نزدیک لازم نہیں ہیں رہا کفیل قرضہ ہو جاتا تو امام محمدؒ کے نزدیک باطل ہے اور شیخین کے قول پر اختلاف ہے فافہم واللہ اعلم۔

صورت کے کہ مثلاً یوں کہا کہ اگر میں اس کو کل تجھے نہ پہنچادوں تو جو مال تیرا اس پر ہے وہ فلاں شخص پر ہوگا اور وہ فلاں شخص موجود تھا اور اس نے قبول کرلیا تو یہ جائز ہے اور اگر یوں کہا کہ اگر اس کو میں تجھے کل کے روز نہ پہنچادوں تو مجھ پر وہ سو درہم ہوں گے جو تیرے اس پر آتے ہیں اور طالب نے اس پر سو دینار کا دعویٰ کیا ہے نہ سو درہم کا پس اگر اس نے شرط پوری نہ کی بلا خلاف اس کے ذمہ مال لازم نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر کہا کہ اگر میں تجھے اس کو کل کے روز نہ پہنچادوں تو جو مال فلاں شخص کا فلاں شخص پر ہے وہ مجھ پر ہوگا تو دوسری کفالت صحیح نہیں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں اس کو کل تیرے ساتھ نہ ملا دوں تو جس قدر مال فلاں شخص کا اس مکفول عنہ پر ہے وہ مجھ پر ہے تو بلا خلاف دوسری کفالت صحیح نہیں ہے اگر کہا کہ کل کے روز زید کو اگر میں تیرے پاس نہ پہنچادوں تو میں عمرو کا جس پر طالب کا کچھ حق تھا کفیل بالنفس ہوں پس دوسری کفالت جائز ہے حتیٰ کہ اگر اس نے دوسرے روز زید کو نہ پہنچایا تو عمرو کا کفیل بالنفس ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی بدیں شرط کہ اگر میں اس کو فلاں وقت تیرے پاس نہ پہنچاؤں تو جو مال اس پر ہے وہ مجھ پر ہوگا پھر طالب اس وقت پر غائب ہوگیا اور کفیل نے اس کو تلاش کیا اور نہ پایا کہ مکفول عنہ اس کے سپرد کرے اور اس امر پر گواہ کر لئے تو مال کفیل کے ذمہ لازم ہوگا اور اسی طرح اگر کوئی خاص مقام شرط کیا اور کفیل لے کر اس مقام پر آیا اور طالب غائب ہوگیا تو بھی مال کفیل پر واجب ہوگا اور متاخرین کے نزدیک بنا بر قول ابو یوسفؒ کے اگر طالب اس وقت وہاں سے غائب ہو جائے تو چاہئے کہ یہ امر قاضی کے سامنے پیش کرے کہ قاضی اس کی طرف سے ایک وکیل مقرر کر دے کہ اس کو سپرد کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے جامع صغیر میں ہے کہ کسی نے دوسرے کا دامن پکڑا اور اس پر سو دینار کا دعویٰ کیا یا مطلق حق یا مال یا دینار کا دعویٰ کیا اور مقدار بیان نہ کی پھر کسی شخص نے کہا کہ تو اس کو چھوڑ دے اور میں اس کے نفس کا کفیل ہوں اور اگر میں اس کو کل تجھ نہ پہنچادوں تو مجھ کو سو دینار تیرے واجبی دینے پڑیں گے اور طالب اس پر راضی ہوگیا اور اس نے دوسرے روز نہ پہنچایا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پر دونوں صورتوں میں سو دینار واجب ہوں گے بشرطیکہ صاحب حق سو دینار کا دعویٰ کرے اور یہی قول امام اعظمؒ کا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص کی کفالت بالنفس اس شرط پر کی کہ اگر اس کو کل کے روز نہ پہنچادوں تو جو مال طالب کا اس پر ہے مجھ پر ہوگا پھر کل کا روز گزرنے سے پہلے مکفول عنہ مر گیا پھر کل کا روز گزر گیا تو وہ شخص مال کا کفیل ہوگا پس اگر مدت گزرنے سے پہلے کفیل مر گیا پس اگر کفیل کے وارثوں نے مکفول عنہ کو طالب کے پاس پہنچا دیا تو کفیل پر مال لازم نہ ہوگا یہ خود مکفول عنہ نے اپنے آپ کو کفالت کی راہ سے مدت گزرنے سے پہلے طالب کو پہنچا دیا تو بھی کفیل پر مال لازم نہ ہوگا کذا فی الظہیر یہ اور اگر وارثوں نے اس کو نہ پہنچایا اور کل کا روز گزر گیا تو مال کفیل کے ذمہ[1] واجب ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر زید نے عمرو کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں اس کو کل کے روز نہ حاضر لاؤں تو بکر اس کا وکیل بالخصومة ہے ☆

ایک شخص نے دوسرے کے واسطے ایک شخص کی کفالت بالنفس اس شرط پر اختیار کی کہ جب تو اس کے سپرد کرنے کی نسبت مطالبہ کرے گا تب سپرد کروں گا ورنہ مجھ پر اس قدر مال لازم ہوگا جو اس پر ہے پھر مکفول عنہ مر گیا اور مکفول لہ نے کفیل سے اس کی حاضری کا مطالبہ کیا اور وہ عاجز رہا تو کیا اس پر مال لازم ہوگا اس مسئلہ کی کوئی روایت نہیں ہے اور شیخ نے فرمایا کہ میرے والدؒ فرماتے

[1] ذمہ یعنی ترکہ میں۔۱۲

تھے کہ چاہئے کہ مال لازم نہ آئے کیونکہ بعد موت کے مطالبہ کرنا صحیح نہیں ہے پس شرط نہ پائی گئی کذا فی الظہیر یہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص سے کہا کہ اگر تجھ کو فلاں شخص نے قتل کر ڈالا تو میں تیری دیت کا ضامن ہوں اور اس نے رضامندی ظاہر کی تو یہ جائز ہے اور اگر اس نے کہا کہ اگر اس نے تیرا سر زخمی کیا یا ہاتھ کاٹا یا تیرا غلام قتل کیا یا غصب کیا پس میں اسی کی قیمت کا ضامن ہوں اور وہ شخص راضی ہو گیا تو جائز ہے اور اگر کہا کہ لوگوں میں سے جس نے تجھے قتل کیا یا تجھے غصب کیا تو میں تیری دیت کا ضامن ہوں تو یہ باطل ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں کل اس کو نہ لاؤں تو وکیل خصومت ہوں اور جو کچھ حق اس پر ثابت ہو گا اس کا ضامن ہوں اور اس پر مطلوب راضی ہو گیا پس یہ سب جائز ہے اور اس نے کل کے روز پہنچا دیا تو اس سب سے بری ہے اور اگر نہ پہنچایا تو کفیل بالمال اور وکیل بالخصومۃ ہو گا پس اگر بعد اس کے مکفول عنہ کو سپرد کر دیا تو کفالت بالنفس سے بری ہو جائے گا اور اگر سپرد کرتے وقت اس نے وکالت بالخصومۃ اور کفالت بالمال سے برات نہیں کر لی تو بری نہ ہو گا اور اگر شرط کر لی تو کفالت بالمال سے بری ہو گا اور وکالت بالخصومۃ سے بری نہ ہو گا اگر زید نے عمرو کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں اس کو کل کے روز نہ حاضر لاؤں تو بکر اس کا وکیل بالخصومۃ ہے اور جو کچھ اس پر قاضی حکم دے اس کا بکر ضامن ہے اور سب لوگ اس پر راضی ہو گئے تو یہ جائز ہے کیونکہ طالب مطلوب دونوں کفالتوں میں متحد ہیں صرف کفیل میں اختلاف ہے اور یہ مانع جواز نہیں ہے۔

اگر کسی شخص نے نفس کی کفالت اس شرط پر کی اگر میں اس کو کل نہ پہنچا دوں تو اس کا وکیل خصومۃ ہوں اور طالب اسی سے راضی ہو گیا اور اس نے دوسرے روز اسے نہ پہنچایا تو وہ شخص اس کے ساتھ خصومت کرنے میں وکیل ہے پس اگر قاضی نے اس پر کچھ حکم دیا تو کفیل کے ذمہ نہ ہو گا اور اگر کفیل نے طالب کو اس کا حق ادا کیا تو طالب کو اختیار ہے کہ اس سے نہ لے کیونکہ وہ احسان کرتا ہے اور اگر قبول کرے تو مطلوب سے نہ لے سکے گا اگر کسی نے نفس کی کفالت میعاد معلومہ تک اس شرط کے ساتھ کی کہ اگر اس کو مدت پر نہ پہنچایا تو اس کے ساتھ وکیل بالخصومۃ ہوں اور جو کچھ حق اس پر ثابت ہو اس کا ضامن ہوں اور طالب اس پر راضی ہوا پھر طالب نے چاہا کہ کفیل بالنفس[1] سے میعاد سے پہلے مواخذہ کرے تو نہیں کر سکتا ہے یہی ظاہر الروایت ہے اور میعاد گزرنے سے پہلے مخاصمہ بھی نہیں کر سکتا ہے اگر کسی نے کسی کے نفس کی کفالت کی اور مکفول عنہ نے اس کو وکیل بالخصومۃ اور ضامن اس مال کا جو اس پر ثابت ہوئے بنایا اور کفیل راضی ہو گیا پھر کفیل مر گیا تو طالب اور کفیل کے وارثوں میں کچھ خصومت نہ ہو گی پس اگر طالب نے مکفول عنہ کو پایا اور قاضی کے سامنے پیش کیا پس جو کچھ مال کا اس پر حکم دیا جائے وہ کفیل کے مال میں ہو گا لیکن طالب کو مطلوب کے ساتھ خصومت کرنے میں یہ ضرور ہے کہ طالب اپنا حق حجت اور قضائے قاضی سے ثابت کرے بعد اس کے اس کو اختیار ہو گا چاہے مطلوب کا دامن گیر ہو یا کفیل کے ترکہ میں سے لے پس اگر اس نے مطلوب سے لینا اختیار کیا تو ادا کرنے کے بعد مطلوب اس کو کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس نے ترکہ کفیل سے لیا اور اس کے وارثوں نے ادا کیا تو اسی قدر مطلوب سے واپس لیں گے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے کہا کہ اگر تیرا قرض دار ادا سے عاجز ہو گا تو مال مجھ پر ہے پس عاجز ہونا قید ہونے سے معلوم ہو گا پس اگر قید کیا گیا اور ادا نہ کیا تو کفیل کو دینا پڑے گا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

اگر مطلوب نے طالب سے کہا کہ اگر میں خود اپنے تئیں کل کے روز تیرے پاس نہ پہنچاؤں تو مجھ پر وہی مال ہو گا جس کا تو دعویٰ کرتا ہے پھر وہ نہ آیا تو اس پر کچھ لازم نہ ہو گا[2] شیخ الاسلام نے شرح جامع صغیر میں لکھا ہے کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو اس

[1] قولہ کفیل بالنفس: حاضر ضامنی مخاصمہ نالش جھگڑا وکیل بالخصومۃ نالش کرنے والا۔ حجت گواہ مدت متعارفہ جس کا رواج جاری ہے ۱۲ منہ [2] قولہ کچھ یعنی سوائے قرضہ سابق کے اس قول سے کچھ نہ ہو گا۔ ۱۲ منہ

راستہ پر چلا جا اگر تیرا مال چھین لیا جائے گا تو میں ضامن ہوں پس وہ شخص اسی راستہ پر چلا اور اس کا مال چھین لیا گیا تو ضمان صحیح ہے اور باوجود اس کے کہ مضمون عنہ مجہول ہے ضمان جائز رکھی گئی ہے اور اگر کسی نے کہا کہ اگر تیرے بیٹے کو بھیڑیئے نے کھا لیا یا تیرا مال درندہ نے تلف کیا تو میں ضامن ہوں پس یہ ضمان باطل ہے یہ فصول استروشنیہ میں لکھا ہے کسی نے دوسرے کی طرف سے قرضہ کی کفالت اس شرط پر کی کہ اس مال سے اس قدر کی فلاں وفلاں دو شخص کفالت کریں گے اور ان دونوں نے کفالت سے انکار کیا تو فقیہ ابوبکر بلخیؒ نے فرمایا کہ پہلی کفالت لازم ہوگی اور اس کے ترک کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر طالب نے مطلوب سے کہا کہ تو میرا حق جو تجھ پر ہے فلاں شخص پر حوالہ کر دے بشرطیکہ تو بھی مثل اس کے ضامن رہے اور اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور اس کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کو چاہے ماخوذ کرے اور یہ بمنزلہ کفالت کے ہے کیونکہ جس حوالہ میں اصل کی ضمانت بھی شرط ہو وہ کفالت ہو جاتی ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے مال کی جو فلاں پر ہے اس شرط سے ضمانت کی کہ میں تجھے فلاں شخص دیگر پر حوالہ کر دوں گا اور طالب راضی ہو گیا پس اگر کفیل نے اس کو فلاں شخص پر حوالہ کیا تو جائز ہے اور اگر اس نے حوالت قبول کرنے سے انکار کیا تو ضامن جیسا تھا ضامن رہے گا پس طالب کو اختیار ہوگا کہ چاہے اس سے مطالبہ کرے یا اصیل سے اور اگر کہا کہ میں نے تیرے مال کی جو فلاں شخص پر ہے اس شرط سے ضمانت کی کہ میں تجھے فلاں شخص پر ایک مہینہ تک حوالہ کروں گا تو وہ جب چاہے اس کے حوالے کر دے اور محتال علیہ پر ایک مہینہ تک ہوگا کذا فی المحیط اور کفالت کی میعاد مقرر کرنا جائز ہے اور میعاد معلوم ہو اور اگر حقیقت سی جہالت ہو تو وہ برداشت کی جاتی ہے اور اس کو خیال نہیں کرتے ہیں کذا فی التبیین اور تمام مدتیں اسباب میں برابر ہیں اور اگر مدت متعارفہ ہو تو ثابت ہو جائے گی خواہ ایسی مدت ہو جس کے فی الحال واقع ہو جانے کا وہم ہو یا ایسا وہم نہ ہو چنانچہ اس وقت تک کفالت کی کہ مکفول لہ اپنے سفر سے واپس آئے اور اگر وہ مدت مدتوں متعارفہ سے نہ ہو پس اگر اس کے فی الحال آ جانے کا بالکل وہم نہ ہو مثلاً کھیتی کٹنے اور نوروز وغیرہ تک کی شرط ہو تو مدت ثابت ہو جائے گی اور اگر اس کے فی الحال واقع ہونے کا خوف ہو تو ثابت نہ ہوگی مثلاً کسی کی کفالت بالنفس اس شرط پر کی کہ تا مدت ہوا چلنے یا پانی برسنے کے کفالت ہے تو یہ مدت ثابت نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ ہر گاہ تو مجھ سے اس کو طلب کرے تو مجھے ایک مہینہ کی مہلت ہوگی ☆

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی کے نفس کی کفالت ایک مہینہ یا تین دن تک وعدہ کی مدت پر قرار دی تو یہ جائز ہے اور جب کفالت صحیح ہوئی تو کفیل سے اسی وقت مطالبہ کیا جا سکتا ہے جب ایک مہینہ گزر جائے اور ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ میں ہے کہ فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا ہے کذا فی المحیط اور سراجیہ میں ہے کہ یہی اصح ہے اور صغریٰ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر کسی نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کی کفالت بالنفس اس ساعت سے ایک مہینہ تک کی تو بلا خلاف یہ کفالت مہینہ کے گزرنے پر ختم ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے فلاں شخص کے نفس کی کفالت ایک مہینہ یا تین دن اختیار کی تو امام محمدؒ نے اس صورت کو کتاب میں ذکر نہیں فرمایا اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ یہ کہنا اور تین روز تک کہنا یکساں ہے اور بعضوں نے کہا کہ کفیل سے اس صورت میں مدت کے اندر مطالبہ کیا جا سکتا ہے اور مدت گزرنے پر بری ہو جائے گا اور اسی قول کی طرف امام عبدالواحد شیبانی کا میلان ہے یہ ظہیریہ اور محیط میں ہے امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے مال کی جو فلاں شخص پر آتا ہے اس شرط پر کفالت کی کہ جب تو طلب کرے گا تو مجھے ایک مہینہ کی میعاد حاصل ہوگی تو یہ جائز ہے پھر جب وہ طلب

کرے گا تو اس کو ایک مہینہ کی مہلت ملے گی اور جب مہینہ گزر گیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ پہلی طلب کے موافق جب چاہے اس کو ماخوذ کرے اور اگر یہ شرط کفالت کے بعد لگائی ہو تو پہلی طلب پر جب چاہے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور منتقی میں ہے کہ کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ ہرگاہ تو مجھ سے اس کو طلب کرے تو مجھے ایک مہینہ کی مہلت ہوگی پس جب اس نے طلب کیا تو اسی دن سے اس کو ایک مہینہ کی رخصت دی جائے گی اور جب اس وقت سے ایک مہینہ گزر گیا تو اس کو اختیار ہے کہ پہلی طلب کے موافق جب چاہے اس کو ماخوذ کرے اور اس کو دوسری بار طلب کرنے پر ایک مہینہ کی فرصت نہ ملے گی اور جب اس نے مکفول عنہ کو طالب کے حوالے کیا اور کہا کہ میں نے تجھ سے برات کر لی تو وہ اس کی کفالت سے آئندہ بری[1] ہے اور اگر اس نے مکفول عنہ کو طالب کے سپرد کرنے کے وقت اس سے برات نہ طلب کی تو طالب کو اختیار ہے کہ اس سے دوبارہ طلب کرے اور یہ دے دینا آئندہ کے دے دینے سے بری نہ کرے گا اور جب اس نے ایک بار اس کے سپرد کیا اور برات نہ طلب کی تو پھر دوبارہ طلب کرنے میں بھی کفیل کو ایک مہینہ کی میعاد اسی روز سے دینا چاہئے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص کا دوسرے پر میعادی قرضہ ہو اور اس نے اس سے کفیل لے لیا تو کفیل پر بھی میعادی ثابت ہوگا اور اگر اس پر فی الحال ہو اور اس کی کفالت کسی نے میعادی طور سے کی تو کفالت صحیح ہوگی اور دونوں کو تاخیر دی جائے گی مگر اس صورت میں کہ طالب نے کفالت کے وقت شرط کر لی کہ تاخیر خاصۃً کفیل کے واسطے ہے تو البتہ اصیل سے تاخیر نہ کی ہو یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر کسی شخص کی طرف سے میعادی قرضہ کی کفالت کی اور کفیل مر گیا تو اس کے ترکہ سے فی الحال لے لیا جائے گا اور اس کے وارث مکفول عنہ سے ابھی نہیں بلکہ میعاد آ جانے پر لیں گے اور اگر اصیل مر گیا تو اس کے حق میں دین فی الحال ہو گیا اور کفیل کے حق میں میعادی باقی رہا حتیٰ کہ اگر مکفول لہ نے کفیل سے لینا چاہا اور اصیل کے وارثوں سے نہ لیا تو اس کو انتظار کرنا چاہئے تاکہ میعاد آ جائے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درہم کسی مبیع کے ثمن کے فی الحال واجب الادا تھے پھر ان کی کسی شخص نے ایک سال کی میعاد تک کفالت کی تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ میعاد کی نسبت اپنی طرف کی اور کہا کہ مجھے مہلت دے تو میعاد صرف اسی کے حق میں ثابت ہوگی اور اگر میعاد کو اس نے اپنی طرف منسوب نہ کیا بلکہ مطلقاً ذکر کی اور طالب اس پر راضی ہو گیا تو میعاد کفیل اور اصیل دونوں کے واسطے ثابت ہو جائے گی اگر کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درہم میعادی قرض تھے پھر ان کی کسی شخص نے میعادی کفالت کی خواہ یہی میعاد رکھی یا اس سے کم یا زیادہ تو یہ جائز ہے اور یہ کفیل کو مال اسی میعاد پر دینا واجب ہوگا اور اگر مال اصیل پر فی الحال واجب ہو اور کفیل نے اس سے موخر کر دیا تو یہ تاخیر اس کے اور کفیل کے حق میں[2] صحیح ہے اور طالب کے حق میں صحیح نہ ہوگی اور اگر طالب نے مطلوب کو تاخیر دی تو اس کے اور کفیل دونوں کے حق میں ہوگی اور کفیل کو کسی قدر تاخیر دی تو خاصۃً اس کے حق میں درست ہوگی کذا فی المحیط اور اگر کفیل نے تاخیر کو رد کر دیا تو رد ہو جائے گی کذا فی خزانۃ المفتین پس اگر ایسی صورت میں کہ طالب نے کفیل کو خاصۃً تاخیر دی ہے کفیل نے قرضہ مدت سے پہلے ادا کر دیا تو جب تک میعاد نہ گزرے اپنے اصیل سے نہ لے گا اسی طرح عامہ روایات میں آیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور مبسوط میں ہے کہ اگر مال قرضہ ثمن مبیع یا غصب ہو اور اس کا کوئی کفیل ہو پھر طالب نے اصیل کو ایک سال کی تاخیر دی اور اس نے قبول نہ کی تو اس پر اور کفیل پر مال فی الحال ہوگا جیسا کہ تاخیر دینے سے پہلے تھا یہ نہایہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے مال

---

[1] قولہ بری ہے یعنی کفالت باقی نہ رہے گی اور کفیل کو اس وقت ترک کفالت کا اختیار ہے اور اگر ترک کرے تو کفالت باقی رہے گی ۱۲ منہ [2] قولہ حق میں یعنی یہ تاخیر قرض خواہ کے حق میں نہ ہوگی اور قرض خواہ کی تاخیر اگر اصیل کو ہو تو کفیل بھی پائے گا اور برعکس نہیں ہے۔ ۱۲

کی کفالت کی اور اس سے کسی دوسرے نے کفالت کی پھر طالب نے اصیل کو تاخیر دے دی تو دونوں کفیلوں سے بھی تاخیر ہو گئی اور اگر اس نے پہلے کفیل کو تاخیر دی تو دوسرے کفیل سے بھی ہو جائے گی اور اصیل پر مال فی الحال رہے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک شخص نے کسی سے ہزار درہم کی کفالت ایک سال کی میعاد پر کی پھر کفیل نے میعاد سے پہلے قرضہ کے عوض طالب کے ہاتھ ایک غلام فروخت کر کے سپرد کر دیا پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو مال کفیل پر اپنے میعاد پر واجب الادا ہو گا اور اسی طرح اگر طالب مشتری نے بحکم قاضی عیب کی وجہ سے اس کو واپس کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر واپس کر دینا بدوں حکم قاضی ہو یا دونوں بیع کا اقالہ کر لیں تو میعاد قرضہ کی عود نہ کرے گی اور اگر اس کے ہاتھ غلام نہ فروخت کیا بلکہ جلدی کر کے اس کو قبل میعاد قرضہ ادا کر دیا پھر اس نے اس کو ستوق پایا اور واپس کیا تو مال کفیل پر میعاد پر واجب الادا ہو گا اور اسی طرح اگر ان کو زیوف پایا یا نبہرہ پایا اور قاضی کے حکم سے یا بلا حکم قاضی واپس کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس نے مال ادا کرنے کے وقت آگاہ کیا تھا کہ یہ زیوف میں اور با ایں ہمہ اس نے قبضہ کر لیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے مگر کسی شخص نے مال کی کفالت کی اور اصیل نے طالب کے ہاتھ ایک غلام بعوض اس مال کے فروخت کیا اور سپرد کر دیا یہاں تک کہ اصیل کی برات کی وجہ سے کفیل بھی بری ہو گیا پھر طالب کے پاس سے غلام استحقاق میں لیا گیا یا عیب کی وجہ سے اس نے قاضی کے حکم سے واپس کر دیا تو مال کفیل کے ذمہ عود[1] کرے گا اور اگر بدوں قاضی کے حکم سے واپس کر دیا تو کفیل کے ذمہ عود نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے ایک قرضہ کی کفالت میعادی طور سے کی تو کفالت جائز ہے اور کفیل اسی میعاد پر ہو گا جو اس نے بیان کی ہے اور اصیل پر فی الحال واجب ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کفیل اور اصیل کو ایک مہینہ کی تاخیر دی پھر ایک سال کی تاخیر دی تو مہینہ اسی سال میں داخل ہو گیا اور ایک زمانہ[2] میں تمام ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے اور امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ شرط خیار کفالت میں صحیح ہے اور جو امام محمدؒ نے ذکر کیا اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں شخص کے واسطے ہزار درہم کی کفالت تین روز کی خیار پر کی ہے پس اگر طالب نے اس کی تصدیق کی تو خیار ثابت ہو گا اور اگر تکذیب کی تو جب تک اس پر گواہ قائم نہ ہوں خیار ثابت نہ ہو گا کذا فی الذخیرہ۔

باب : ②

دعویٰ اور خصومت کے بیان میں

کسی شخص نے دوسرے کی طرف سے ہزار درہم کی کفالت کی پھر کفیل نے دعویٰ کیا کہ جس مال کی میں نے کفالت کی ہے وہ قمار ہے یا شراب کا ثمن یا اس کے مانند کہ جو واجب نہیں ہوتا ہے تو اس کا قول مقبول نہ ہو گا اور اگر مکفول لہ پر اس نے گواہ پیش کئے اور وہ انکار کرتا ہے تو گواہی مقبول نہ ہو گی اور اگر اس نے چاہا کہ طالب کو قسم دلا دے تو اس کی طرف التفات نہ کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کفیل نے طالب کے اس اقرار پر کہ یہ قمار یا ثمن خمر وغیرہ ہے گواہ پیش کئے کہ اس نے ایسا اقرار کیا ہے تو اس کی گواہی کی سماعت نہ ہو گی یہ محیط میں لکھا ہے اگر کفیل نے طالب کو مال ادا کر دیا اور چاہا کہ مکفول عنہ سے لے اور طالب غائب ہو گیا پھر مکفول عنہ نے کہا کہ یہ مال قمار یا شراب کا ثمن تھا یا مردار کا ثمن تھا اور کفیل پر گواہ قائم کرنا چاہے تو اس کی گواہی مقبول نہ ہو گی اور حکم کیا جائے گا کہ کفیل کو مال ادا کر دے اور اس سے کہا جائے گا کہ اپنے خصم[3] کو تلاش کر کے اس سے مخاصمہ کرے پس اگر کفیل کے

[1] قولہ یعنی عود پھر کفیل ہو جائے گا۔ [2] قولہ زمانہ یعنی مہینہ علاوہ سال کے نہ ہو گا بلکہ اسی مہینہ سے سال شروع ہو گا۔ [3] قولہ خصم =

ال لینے سے پہلے طالب حاضر ہوا اور اس نے بحضور قاضی اقرار کیا کہ یہ مال شراب کا ثمن یا مثل اس کے ہے تو اصیل اور کفیل دونوں بری ہو جائیں گے اور اگر قاضی نے کفیل کو بری کیا پھر مکفول عنہ حاضر ہوا اور اقرار کیا کہ یہ مال قرضہ یا بیع کا ثمن تھا اور طالب نے اس کی تصدیق کی تو مال مکفول عنہ کے ذمہ لازم ہوگا اور کفیل پر دونوں کی تصدیق نہ کی جائے گی اور حوالہ اس حکم میں بمنزلہ کفالت کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے تین شخصوں میں سے ہر ایک کے ایک ہزار درہم کسی شخص پر بدوں باہمی شرکت کے قرض ہیں پھر دو شخصوں نے تیسرے شخص کے واسطے زید پر گواہی دی کہ اس نے مطلوب کے نفس کی کفالت کی ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر قرضہ ان میں مشترک ہو تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر دعویٰ کفالت بالنفس کا ہے اور ایک گواہ نے ایک مہینہ کی مدت بیان کی اور دوسرے نے دو مہینہ کی تو شیخ الاسلام نے اس مسئلہ میں بھی تفصیل سے حکم دیا ☆

ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال بالنفس کے کفیل ہونے کا دعویٰ کیا اور دو گواہ لایا کہ انہوں نے گواہی دی مگر زمانہ یا مکان میں اختلاف کیا تو قاضی ایسی گواہی قبول کرے گا اور اگر زمانہ اور مکان میں دونوں متفق رہے اور میعاد میں اختلاف کیا اور دعویٰ مال کی کفالت میں تھا پس ایک نے کہا کہ ایک مہینہ کی میعاد تھی اور دوسرے نے کہا کہ دو مہینہ کی میعاد تھی پس اگر مدعی دونوں مدتوں سے کم مدت کا دعویٰ کرتا ہے تو قاضی دونوں کی گواہی قبول کرے گا اور اگر مدعی زیادہ مدت کا دعویٰ کرتا ہے تو دونوں کی گواہی قبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر گواہی دی کہ اس نے فلاں شخص کی طرف سے ہزار درہم کی کفالت کی ہے مگر ایک نے قرضہ میں ایک سال کی میعاد بتلائی اور دوسرے نے فی الحال بیان کیا اور طالب بھی فی الحال ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور کفیل نے کفالت سے انکار کیا یا اقرار کیا اور میعادی کا دعویٰ کیا تو دونوں صورتوں میں مال اس پر فی الحال واجب ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور اگر دعویٰ کفالت بالنفس کا ہے اور ایک گواہ نے ایک مہینہ کی مدت بیان کی اور دوسرے نے دو مہینہ کی تو شیخ الاسلام نے اس مسئلہ میں بھی تفصیل سے حکم دیا ہے یعنی اگر مدعی کم مدت کا مدعی ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر زیادہ مدت کا مدعی ہے تو مقبول نہ ہوگی اور شمس الائمہ سرخسی نے بلا تفصیل بیان کیا ہے کہ یہ گواہی مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک معاینہ کا گواہ تھا اس نے کفالت کا واقع ہونا بالمعائنہ بیان کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ کفیل نے کفالت کا اقرار کیا ہے تو دونوں کی گواہی مقبول ہوگی اور اگر دو گواہوں نے ہزار درہم کی کفالت واقع ہونے کی گواہی دی مگر لفظ میں دونوں نے اختلاف کیا ایک نے کہا کہ اس نے کفالت کی اور دوسرے نے کہا کہ اس نے ضمانت کی یا ایک نے کہا کہ اس نے کہا کہ یہ میری[1] طرف ہے اور دوسرے نے کہا کہ مجھ پر ہے تو گواہی جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے دوسرے پر مال معین کا دعویٰ کیا اس سبب سے کہ اس نے مدعی کے واسطے کسی آدمی کی طرف سے کفالت کی تھی اور مکفول عنہ کا نسب نہ بیان کیا تو کیا یہ دعویٰ صحیح ہے پس شمس الائمہ اور زجندی نے جواب دیا کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اسی طرح ظہیر الدین مرغینانی بھی فتویٰ دیتے تھے اور امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اس شخص کے واسطے کسی آدمی کے نفس کی کفالت کی ہے اور اس آدمی کا ہم نام نہیں جانتے ہیں لیکن اس کی صورت پہچانتے ہیں تو بھی کفیل سے اس کا مواخذہ کیا

= یعنی مکفول لہ غائب اور قولہ بری..... کیونکہ مسلمان کے حق میں شراب قابل ثمن نہیں ہے۔۱۲

[1] قولہ یہ میری..... یعنی یہ مال میری ذمہ داری میں ہے۔

جائے گا اور اسی طرح اگر گواہ نے کہا کہ ہم اس کی صورت بھی نہیں پہچانتے ہیں تو بھی کفیل سے مواخذہ کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اس کو بیان کرے پس اگر کفیل کسی شخص کو لے آیا اور کہا کہ مکفول عنہ یہ ہے اور طالب نے اس کی تصدیق کی تو خیر ہے اور اس قسم نہ لی جائے گی اور اگر اس کی تکذیب کی تو اس صورت میں دعویٰ[1] اور انکار کا حکم معتبر رکھا جائے گا پس یہ مسئلہ جو مذکور ہوا اس امر کی دلیل ہے کہ کفالت کے دعویٰ میں مکفول عنہ کا نام و نسب ذکر کرنا ضروری نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس مسئلہ کی وضع یہ ہے کہ کفالت ایک شخص معین سے واقع ہوئی لیکن گواہ اس کو نہیں پہچانتے ہیں اور نہ اس کا نسب جانتے ہیں پس یہ کفالت واقع میں اور فی نفسہ شخص معلوم سے ہے اور جو صورت شمس الاسلام سے مذکور ہے یعنی مدعی نے کہا کہ اس شخص نے کسی آدمی کی طرف سے کفالت کی ہے مراد اس سے نکرہ ہے پس یہ کفالت فی نفسہ مجہول ہے پس دعویٰ صحیح نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر کفالت بالنفس کی گواہی دی مگر ایک نے کہا کہ مکفول عنہ زید ہے اور دوسرے نے کہا کہ عمرو ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ طالب نے ایک ہی کی کفالت کا دعویٰ کیا یا دونوں کی اور اگر ایک شخص نے دوسرے پر دو شخصوں کی کفالت بالنفس کا دعویٰ کیا اور دو گواہ پیش کئے انہوں نے ایک کی کفالت پر گواہی دی اور دوسرے کی کفالت میں اختلاف کیا اس طرح کہ ایک نے اس کی طرف سے کفالت کر لینے کا بھی اقرار کیا اور دوسرے نے اس کے حق میں سکوت کیا اور کہا کہ یہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ وہی ہے یا اور ہے پس کفیل[2] اس کی کفالت کے باب میں پکڑا جائے گا جس میں دونوں متفق ہوئے اور دوسرے کی کفالت کا حکم نہ دیا جائے گا۔

اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے ہمارے باپ اور فلاں شخص کے واسطے فلاں شخص کے نفس کی کفالت کی ہے تو یہ گواہی باطل ہے کیونکہ انہوں نے ایک ہی گواہی دی اور ان کی گواہی ان کے باپ کے حق میں نامقبول ہے پس دوسرے کے حق میں بھی جاتی رہی اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے فلاں شخص کے واسطے فلاں شخص کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی ہے کہ اگر میں کل کے روز اس کو نہ پہنچا دوں تو جو اس پر ہے وہ مجھ پر ہوگا اور وہ ہزار درہم ہیں تو ایسی گواہی جائز ہے پس اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے مکفول عنہ کو اسی روز پہنچا دیا ہے تو وہ کفالت سے بری ہوگا اگر دونوں نے مال میں اختلاف کیا ایک نے کہا کہ ہزار درہم تھا اور دوسرے نے پانچ سو درہم بیان کئے اور دونوں کفالت بالنفس پر متفق ہوئے تو قاضی کفالت بالنفس کا حکم دے کیونکہ اس میں اختلاف نہیں ہے اور کفالت بالمال میں دونوں نے اختلاف کیا اور امام اعظمؒ کے نزدیک گواہوں کا مال میں اس طرح گواہی دینا مقبول نہیں خواہ مدعی دونوں میں سے کم کا دعویٰ کرتا ہو یا زیادہ کا اور اگر دونوں گواہوں نے اس طرح اختلاف کیا کہ ایک نے درہم کی گواہی دی اور دوسرے نے دیناروں کی تو کچھ بھی گواہی جائز نہیں ہے خواہ مدعی دونوں قسموں کا دعویٰ کرتا ہو یا ایک قسم کا اور اگر دونوں نے مال میں اتفاق کیا کہ ہزار درہم ہے مگر اس طرح اختلاف کیا کہ ایک نے کہا کہ قرض ہے اور دوسرے نے کہا کہ ثمن مبیع ہے اور مدعی نے دعویٰ کیا کہ ثمن مبیع ہے تو ایسی صورت میں کچھ حکم نہ دیا جائے گا مگر جبکہ اس طرح توفیق دی جائے کہ درحقیقت میرا اس پر ثمن مبیع تھا مگر اس نے دوسرے گواہ کے سامنے اقرار کیا کہ مجھ پر قرض ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مدعی نے ایک ہی قسم کا دعویٰ کیا ہے اور اگر دونوں قسموں کا دعویٰ کیا تو دونوں کی گواہی مقبول ہوگی اور ہزار درہم کا حکم دیا جائیگا اور اگر دونوں شاہد کم مال[3] کے مدعی کے کفیل ہوں تو دونوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور ہزار درہم کا حکم دیا جائے گا ہشام فرماتے ہیں کہ میں نے امام

---

[1] قولہ دعویٰ یعنی مدعی پر گواہ اور منکر پر قسم ہے۔ ۱۲ [2] قولہ اس کی یعنی اس مکفول عنہ کے واسطے ماخوذ ہوگا اور قولہ ایک ہی گواہی دی یعنی ایک ہی عبارت میں ادا کی ۱۲ منہ [3] قولہ کم مال یعنی درصورتیکہ کم مال کے دعوے میں ان کی کفالت مدعا علیہ کی طرف سے تھی تو گواہی مردود ہے کیونکہ گواہی میں ان کا نفع ہے۔ پس زائد مال کی کفالت میں بدرجہ اولیٰ گواہی مردود نہ ہوگی ۱۲ منہ

محمدؒ سے سوال کیا کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس نے خالد کی کفالت بالنفس کی ہے اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے کفیل پر گواہ پیش کئے کہ اس مدعا علیہ نے خالد کے نفس کی کفالت کی ہے تو امام نے فرمایا کہ کفالت اس کے ذمہ لازم ہوگی اور پھر اگر کفیل نے گواہ پیش کئے کہ کفالت اس کے حکم سے کی ہے تو فرمایا کہ گواہی مقبول نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کی طرف سے اس مال کی جو اس پر قاضی حکم کرے ضمانت کی پھر مکفول عنہ غائب ہوگیا پھر طالب نے کفیل پر گواہ پیش کئے کہ طالب کے غائب پر ہزار درہم ہیں تو قاضی اس کا حکم نہ دے گا نہ کفیل پر اور نہ اصیل پر کیونکہ اس نے کفالت غیر لازمہ کا دعویٰ کیا اس لئے کہ کفالت جب لازم ہو کہ اصیل پر حکم دیا جائے اور یہ ہنوز ثابت نہیں ہوا حتیٰ کہ اگر طالب نے کہا کہ میں نے بعد کفالت کے مطلوب کو فلاں قاضی کے سامنے پیش کیا اور ہزار درہم کے اس پر گواہ پیش کئے اور اس نے میرے لئے اس کا فیصلہ کیا ہے اور کفیل نے انکار کیا پھر طالب نے اس پر گواہ[1] پیش کئے تو قاضی اس پر ہزار درہم کا حکم دے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کوئی شخص کسی شخص پر برہان لایا کہ میرے فلاں غائب پر ہزار درہم ہیں اور یہ شخص اس کی طرف سے اس کے حکم سے میرا کفیل ہے تو قاضی کفیل اور مکفول عنہ پر حکم کرے گا اور چونکہ اس کا حکم ثابت ہوا اس واسطے کہ کفیل نے جو ادا کیا وہ مکفول عنہ سے لے لے گا اور اس نے کفالت کا دعویٰ بلا حکم مکفول عنہ کے پیش کیا تو قاضی کفیل پر مال کا حکم دے گا نہ اصیل پر اور اگر یہ دعویٰ کیا کہ تو نے میرے لئے فلاں شخص کی طرف سے جو کچھ میرا اس پر ہے کفالت کی ہے اور اس پر میرے ہزار درہم ہیں پھر مال اور کفالت دونوں پر اس نے برہان قائم کی تو کفیل اور غائب دونوں پر مال کا حکم دیا جائے گا خواہ اس نے کفالت کا اس کے حکم سے دعویٰ کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن اگر کفالت مکفول عنہ کے حکم سے واقع ہوئی ہوگی تو کفیل اس سے یہ مال جو ادا کیا ہے واپس لے گا ورنہ نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے اگر کفالت کے دو گواہوں کی گواہی پر دو گواہوں نے گواہی دی اور کہا کہ ہم کفیل اور مکفول عنہ کو نہیں پہچانتے ہیں لیکن فلاں وفلاں نے اپنی گواہی پر ہم کو گواہ کیا کہ فلاں بن فلاں جو مخزومی نسب کا ہے اس نے اس شخص کے واسطے فلاں بن فلاں صدیقی کے نفس کی کفالت کی ہے تو دونوں کی گواہی مقبول ہوگی پھر بعد اس کے اگر اس شخص نے جس پر کفالت کا دعویٰ تھا اقرار کیا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں تو اس سے مواخذہ کیا جائے گا اور اگر انکار کیا تو مدعی کو دوسرے گواہوں کی ضرورت ہوگی کہ یہ گواہی دیں کہ یہی مدعا علیہ فلاں بن فلاں مخزومی نسب کا ہے کذا فی المحیط۔

باب : ④

دو شخصوں کی کفالت کے بیان میں

دو شخصوں پر کسی شخص کے ہزار درہم قرض کے یا کسی مال کے ثمن کے ہیں اور ہر ایک نے دونوں میں سے دوسرے کی کفالت کی پس جو ایک نے ادا کیا وہ اسی کی طرف سے ہوگا اور اپنے شریک نہیں لے سکتا ہے جب تک کہ نصف سے زائد اس نے نہ ادا کیا ہو پس اگر جو ادا کیا ہے نصف سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے لے سکتا ہے کذا فی الکافی اور اگر اس نے کہا کہ یہ اس میں سے ہے جو میں نے اپنے شریک کی کفالت کی ہے تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا جب تک کہ یہ مال اس کے حصہ سے زائد نہ ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص پر ہزار درہم تھے پھر کسی شخص نے پورے ہزار درہم کی کفالت اختیار کی پھر دوسرا آیا اور اس نے بھی پورے ہزار درہم کی کفالت کر لی پھر ہر ایک نے دونوں کفیلوں میں سے پورے ہزار درہم کی دوسرے کی طرف سے کفالت کر لی پس جو ہر ایک ادا کرے وہ دونوں

---

[1] قولہ گواہ: یعنی قاضی فلاں نے ایسا فیصلہ کیا ہے تو قاضی کفیل پر کفالت کا حکم کرے گا۔

سے شائع[1] ادا ہوگا پس اس کا آدھا اپنے شریک سے لے سکتا ہے کذا فی شرح النافع پھر دونوں اپنے اصیل سے لے سکتے ہیں اور اگر چاہے تو سب مکفول عنہ سے لے لے اور اگر مکفول لہ نے ایک کو بری کیا تو دوسرا پورے مال کی کفالت میں ماخوذ ہوگا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر دو شخصوں پر خرید کی قیمت میں ہزار درہم واجب ہوئے اور ایک نے دوسرے کی طرف سے کفالت کی اور دوسرے نے اس کی طرف سے کفالت نہ کی پھر کفیل نے کچھ ادا کیا اور کہا کہ یہ اس میں ہے جو میں نے اپنے شریک کی کفالت کی ہے تو اس کا قول مقبول ہو گا دو شخصوں نے ایک شخص سے ایک غلام ہزار درہم کو اس شرط پر خریدا کہ ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے پھر بائع نے ایک مشتری کو خاصۃ اس حق سے جو اس پر ہے تاخیر دی پھر اس شخص نے جس کو تاخیر دی گئی ہے نصف مال ادا کیا اور کہا کہ یہ مال اس میں سے ہے جو میں نے اپنے شریک کی کفالت کی ہے تو اس کا قول قبول ہوگا کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درہم قرض تھے یا کسی مبیع کا ثمن تھے اور ایک شخص نے آدھے مال کی کفالت کی اور دوسرے نے باقی آدھے مال کی کفالت کی خواہ یہ دونوں کفالتیں ایک ہی عقد میں یا جدا واقع ہوئی پھر اصیل نے پانچ سو درہم ادا کئے اور کچھ نہ کہا تو یہ مال دونوں کی طرف سے ہوگا اور اگر اس نے کہہ دیا کہ یہ خاص فلاں شخص کی کفالت میں سے ہے تو اسی کا ہوگا اور اسی طرح اگر ہزار درہم اصیل پر متفرق طور پر مثلاً دو قرضوں میں ہوں یا دو مبیع میں یا دونوں مال دونوں مختلف سببوں سے واجب ہوئے ہوں پھر ایک کفیل نے ایک حصہ کی کفالت کی اور دوسرے نے دوسرے کی پھر اصیل نے پانچ سو درہم ادا کئے اور کہا کہ یہ فلاں اور فلاں کفیل کی طرف سے ہے تو اس کے کہنے کے موافق ہوگا اور اگر صرف ایک حصہ کا کوئی کفیل ہوا اور اصیل نے کہا کہ یہ اس کی طرف سے ہے تو قول مقبول ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

دو متفاوض جب شرکت سے جدا ہوئے تو قرض خواہوں کو اختیار ہے کہ تمام قرضہ کے واسطے جس کو چاہیں گرفتار کریں ☆

اگر ہزار درہم اس پر بیع کی وجہ سے واجب ہوئے پھر رب المال نے نصف مال کی ایک ساعت مہلت دی یا نصف مال ابتدا سے ایک سال کی تاخیر پر واجب ہوا اور آدھا فی الحال واجب ہوا اور ہر نصف کا علیحدہ کفیل ہوا پھر اصیل نے پانچ سو درہم ادا کئے اور کچھ نہ کہا تو یہ اس کفیل کی طرف سے رکھے جائیں گے جس کی کفالت فی الحال کی ہے کذا فی الذخیرہ اور اس نے کہہ دیا کہ یہ اس کی طرف سے ہے جس نے میعادی قرضہ کی کفالت کی ہے تو اس کا قول مقبول ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے ایک شخص کی طرف سے ہزار درہم کی کفالت کی اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے کفیل ہے اس شرط پر کفالت کی کہ ایک کے ذمہ ایک برس کے بعد مال واجب الادا ہے اور دوسرے پر دو برس کے بعد تو یہ جائز ہے پس اگر برس روز والے کی میعاد آگئی اور اس نے ادا کر دیا تو اصیل سے لے گا دوسرے کفیل سے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے دو متفاوض[2] جب شرکت سے جدا ہوئے تو قرض خواہوں کو اختیار ہے کہ تمام قرضہ کے واسطے جس کو چاہیں گرفتار کریں اور ایک دوسرے سے نہیں لے سکتا ہے یہاں تک کہ نصف سے زیادہ ادا کرے پس وہ زیادتی کو لے سکتا ہے جب دو مکاتب ایک ہی کتابت کے ہوں تو ایک کو دوسرے کی کفالت کرنا قیاساً صحیح نہیں ہے اور استحساناً صحیح ہے پھر اگر ایک نے کچھ ادا کیا تو دوسرے سے اس کا نصف لے سکتا ہے اور اگر اس نے کچھ نہ ادا کیا یہاں تک کہ مولیٰ نے دونوں میں سے ایک کو آزاد کر دیا تو عتق جائز اور نصف سے بری ہو گیا اور باقی آدھے کے واسطے مالک کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے ماخوذ کرے پس اگر اس نے اس کو پکڑا جو آزاد ہوا ہے تو وہ دوسرے سے بھی لے گا اور اگر اس نے دوسرے کو پکڑا تو وہ آزاد سے کچھ نہ لے گا یہ شرح جامع صغیر میں ہے تین شخصوں نے ایک شخص کی طرف سے ہزار درہم کی کفالت کی پھر ایک نے ادا کر دیئے تو سب بری

---

[1] قولہ شائع یعنی دونوں کی طرف سے مشترک ۱۲ [2] قولہ متفاوض مساوی شریک جن میں سے ہر ایک دوسرے کا کفیل بھی ہوتا ہے دیکھو کتاب الشرکۃ۔

ہو گئے اور کوئی کفیل دوسرے سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر ہر کفیل بھی دوسرے کفیل کی طرف سے کفیل ہو اور ایک نے ادا کیا تو ادا کرنے والا دونوں سے دو ثلث لے لے گا اور رب المال ہر ایک سے ہزار درہم لے سکتا ہے یعنی ایک ہی سے لے گا مگر ہر ایک سے مطالبہ کر سکتا ہے اور یہ اس صورت میں کہ دونوں کفیلوں پر قابو پایا اور اگر ایک پر قابو پایا تو اس سے نصف لے لے گا پھر دونوں تیسرے سے ایک تہائی لیں گے اور اگر غائب پر قابو پایا تو ہر ایک اس سے چھٹا حصہ لے گا پھر سب مل کر اصیل سے ہزار درہم لیں گے اور اگر دوسرے کفیل سے پہلے اصیل پر قابو پایا تو اس سے کامل ہزار درہم لے گا۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر دو شخصوں نے کسی شخص کے واسطے ہزار درہم کا اقرار کیا اس شرط پر کہ اس مال کے عوض اس کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے وصول کرے تو یہ بمنزلہ اس کے ہے کہ ہر ایک نے دوسرے کے حکم سے کفالت اختیار کی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

باب : ⑤

غلام اور ذمی[1] کی کفالت کے بیان میں

غلام سے کفیل یا مال کی کفالت کرنا بدوں مالک کی اجازت کے جائز نہیں ہے مگر آزاد ہو کر ماخوذ[2] ہو سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور تجارت کے واسطے اجازت دینا کفالت کی اجازت نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر مالک نے کفالت کی اجازت دی اور اس نے مالک اجنبی کی طرف سے مال کی کفالت کی تو صحیح ہے خواہ اس کو تجارت کی اجازت ہو یا منع کیا گیا ہو جبکہ اس پر قرض نہ ہو اور یہی حکم باندی اور مدبرہ اور ام ولد کا ہے کذا فی المحیط اور کفالت کے قرضہ کے عوض خود فروخت کیا جائے گا مگر جب اس کا مولیٰ فدیہ دے تو نہیں یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر غلام پر قرض[3] ہو اور اس نے اپنے مالک یا اجنبی کی طرف سے مال کی کفالت کی اور مالک نے اجازت دی تو جب تک وہ مملوک ہے اس پر کچھ دینا لازم نہ ہوگا اور جب آزاد کیا گیا تو اس کے ذمہ لازم ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے مالک کا غلام کی طرف سے کفالت کرنا صحیح ہے خواہ کفالت بالنفس ہو یا بالمال خواہ غلام پر قرض ہو یا نہ ہو یہ نہایہ میں لکھا ہے اور مکاتب کو کسی اجنبی کی کفالت کرنا جائز نہیں ہے خواہ مالک نے اس کو اجازت دی ہو یا نہ دی ہو لیکن عقد کفالت منعقد ہو جائے گا حتیٰ کہ بعد آزادی کے پکڑا جائے گا اور اگر مکاتب نے مالک کی طرف سے کفالت کی تو جائز ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اگر کسی[4] نے غلام کی طرف سے مال کی ضمانت کی تو بعد آزادی کے پکڑا جائے گا پس اگر اس نے مال تلف کر دینے کا اقرار کیا اور اس کے مالک نے تکذیب کی یا اس نے مالک کو وہ مال قرض دیا یا اس کے ہاتھ فروخت کیا اور وہ تصرف سے باز رکھا گیا ہے اور فی الحال یا میعادی ہونا کچھ نہ بیان کیا تو اس کا کفیل فی الحال ماخوذ ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے اسی طرح اگر اس کو کچھ ودیعت دی اور اس نے تلف کر دی یا بلا اجازت مالک کے اس نے شبہہ سے کسی عورت سے وطی کی تو فی الحال اس سے مواخذہ نہ کیا جائے گا اور اگر اس کی کسی شخص نے ضمانت کی اور فی الحال یا میعادی ہونا نہ بیان کیا تو کفیل پر فی الحال ادا واجب ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ ذمی: وہ کفار جو دار السلام میں مطیع ہیں ۱۲ منہ

[2] قولہ ماخوذ: یعنی غلام کفیل سے فی الحال کچھ نہیں لے سکتا مگر جبکہ وہ آزاد ہو جائے ۱۲ منہ

[3] قولہ قرض ہو یعنی تاجر غلام قرضدار ہو ۱۲ منہ

[4] قولہ اگر کسی نے: یوں ہی نسخ موجود ہیں شاید مراد یہ کہ اجنبی غلام سے ضمانت کی تو کفیل فی الحال ماخوذ ہوگا لیکن غلام سے فی الحال نہیں لے سکتا ہے جبکہ جتلا غلام نے پرایا مال تلف کرنے کا اقرار کیا اور مولیٰ نے اپنا حق نہ چھوڑا اور کہا کہ تو جھوٹا ہے تو غلام فی الحال فروخت نہیں ہو سکتا لیکن کفیل ماخوذ ہوگا۔ اسی طرح مجور ہونے کی حالت میں پرایا مال لے کر مولیٰ کو قرض دیا یا فروخت کر دیا لانکہ مجور کی بیع باطل ہے تو بھی یہی حکم ہے فافہم ۱۲ منہ۔

پھر جب اس کی طرف سے ادا کیا تو بعد آزادی کے اس سے لے گا بشرطیکہ اس کے حکم سے ہو یہ تبیین میں لکھا ہے امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا ہے کہ کسی شخص نے غلام پر قرض کا دعویٰ کیا اور ایک شخص نے غلام کے نفس کی کفالت کی پھر غلام مر گیا تو کفیل بری ہو گیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر غلام کے قابض پر نفس غلام کا دعویٰ کیا اور کسی نے غلام کے نفس کی کفالت کر کی پھر غلام مر گیا پھر مدعی نے گواہ پیش کئے کہ وہ غلام میرا تھا تو کفیل اس کی قیمت کا ضامن ہے اور اگر مدعی کی ملکیت اس قابض کے اقرار سے یا قسم سے باز رہنے کی وجہ سے ثابت ہوئی ہو اور وہ غلام قابض کے پاس مر گیا تو غلام کی قیمت کا حکم مدعا علیہ پر ہو گا اور کفیل کے ذمہ کچھ لازم نہ ہو گا مگر جبکہ وہ بھی مثل اپنے اصیل کے اقرار کرے اور امام تمرتاشی نے ذکر کیا ہے کہ غلام کے مر جانے میں قابض کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور وہ اور کفیل قید کئے جائیں گے پھر جب دیر ہو گی تو قیمت کی ضمان لے لی جائے گی یہ نہایہ میں لکھا ہے جاننا چاہئے کہ کفالت کے احکام میں اہل ذمہ اور اہل اسلام برابر ہیں مگر سور اور شراب کے باب میں فرق ہے پس اگر کسی ذمی کی شراب دوسرے پر قرض تھی یا غصب کی تھی اور اس کی کسی ذمی نے کفالت کی تو جائز ہے پھر اگر ان میں سے کوئی مسلمان ہو گیا تو اس کی چند صورتیں ہیں یا تو طالب مسلمان ہوا اور اس صورت میں ائمہ کے نزدیک بالاتفاق کفیل شراب اور اس کی قیمت سے بری ہے اور یا مطلوب مسلمان ہوا تو وہ بھی شراب اور اس کی قیمت سے بری ہو گا اور اس کی برات سے کفیل بھی بری ہو گا اور یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے بھی مروی ہے اور زفر نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ مطلوب پر شراب کی قیمت ہو گی اور کفیل اپنی کفالت پر ہو گا اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے اور اگر کفیل خاصۃً مسلمان ہوا تو اس صورت میں شراب بالکل اس پر سے ساقط ہو جائے گی کہ اس کو بدل بھی نہ دینا چاہئے اور یہی قول اخیر امام اعظمؒ کا اور قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک طالب کو اختیار ہے چاہے تو اصیل سے عین شراب لے یا کفیل سے شراب کی قیمت لے اور اگر سب لوگ مسلمان ہو گئے تو بلا بدلے کے شراب ساقط ہو جائے گی اور اسی طرح اگر طالب اور کفیل یا طالب اور اصیل مسلمان ہوئے تو بھی بلا بدل ساقط جائے ہو گی۔

اگر کفیل اور اصیل مسلمان ہوئے تو بھی امام اعظمؒ کے قول اخیر پر اور ابو یوسفؒ کے نزدیک بلا بدل ساقط ہو جائے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک طالب کو اختیار ہے جس سے چاہے مطالبہ کرے اگر خمر کسی مبیع کا ثمن ہو اور طالب اور مطلوب دونوں مسلمان ہو گئے تو کفیل عین شراب اور اس کی قیمت سے بالاجماع بری ہو جائے گا اور اگر کفیل مسلمان ہوا تو طالب اپنے مطلوب سے عین خمر کا مطالبہ کرے گا اور کفیل شراب اور اس کی قیمت سے بری ہو گا اور یہ آخر قول امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کے حق میں عین شراب سے بدل کر قیمت کی طرف تحویل ہو گی اور طالب اس سے قیمت کا مطالبہ کر سکتا ہے اگر شراب بسبب سلم کے واجب ہوئی ہو اور طالب اور مطلوب دونوں مسلمان ہو گئے تو سلم باطل ہو گئی اور اس کے بطلان سے اصیل بری ہوا تو کفیل بھی بری ہو گیا اگر کفیل مسلمان ہوا تو بلا خلاف بری ہو گیا اور طالب کی شراب مطلوب کی طرف اپنے حال پر باقی ہے کذا فی المحیط اور اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ طالب کا مسلمان ہونا جڑ سے شراب کو کھو دیتا ہے کیونکہ سپرد کرنا اس کی طرف سے ممنوع ہوا ہے اور مطلوب کا مسلمان ہونا بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایسا ہی ہے کیونکہ اب اس کو سپرد کرنا ممنوع ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک باطل نہیں کرتا ہے بلکہ عین سے تحویل کر کے قیمت کی طرف لاتا ہے۔

کیونکہ امتناع حق دار کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اس کی طرف سے ہے جس پر حق ہے اور کفیل[1] طالب کے لحاظ سے مطلوب ہے اور مطلوب کی نسبت طالب ہے ایک نصرانی نے دو عورتوں نصرانیہ سے شراب پر اس شرط سے خلع کیا کہ ہر ایک عورت دوسرے کی

---

[1] قولہ کفیل یعنی طالب حقدار تو کفیل سے مطالبہ کر سکتا ہے تو وہ مطلوب ٹھہرا لیکن کفیل اپنے مکفول عنہ سے مطالبہ کر سکتا ہے پس اس کا طالب ٹھہرا۔

کفیلہ ہے پھر نصرانی مسلمان ہوا یا سب ساتھ مسلمان ہو گئے تو دونوں عورتیں کفالت سے بری ہو گئیں اور جوان پر واجب ہے وہ بدل کر قیمت کی طرف آیا اور اگر ایک مسلمان ہو گئی تو اس پر قیمت ہو گئی اور دوسری عورت پر شراب رہے گی پس اگر مسلمان ہونے والی عورت نے قیمت ادا کر دی تو دوسری سے نہیں لے سکتی ہے اور اگر کافرہ نے تمام خمر ادا کر دی تو مسلمہ کے حصہ کی قیمت اس سے لے لے گی اگر دونوں عورتیں ساتھ مسلمان ہو گئیں اور نصرانی مسلمان نہ ہوا تو ہر ایک پر جو حق کفالت اور اصالت کی راہ سے ہے تحویل پا کر قیمت کی طرف رجوع کرے گا اور جس عورت نے کل قیمت ادا کر دی وہ دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتی ہے اگر دونوں کے پیچھے مسلمان ہوئیں تو ان پر تحویل سے قیمت واجب ہو گی اور اگر دوسری مسلمہ نے سب قیمت ادا کر دی تو پہلی سے واپس لے لے گی اور اگر پہلی عورت مسلمہ نے ادا کی تو اس سے نہیں لے سکتی ہے اور اگر ایک مسلمان ہوئی پھر اس کا شوہر مسلمان ہوا پھر دوسری اسلام لائی تو جس قدر حق پہلی عورت پر ہے تحویل ہو کر قیمت کی طرف رجوع کرے گا پس جب اس نے قیمت ادا کی تو دوسری سے کچھ نہیں لے سکتی ہے اور جو دوسری عورت پر ہے اصالۃً تحویل پا کر قیمت ہو گی اور کفالت کی راہ سے زوج کا حق اس پر نہیں ہے اگر ایک نصرانی دو نصرانی عورتوں سے ایک خون[1] سے جوان دونوں پر ہے شراب پر صلح کرا دی اور ہر ایک عورت نے دوسری عورت کی کفالت کی تو اس کی صورتیں بلا فرق وہی نکلتی ہیں جو خلع میں مذکور ہوئی ہیں یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی پر شراب یا سور کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ کے نفس کی کسی مسلمان نے کفالت کر لی اور اس کی خصومت کا وکیل اور جو کچھ حکم دیا جائے اس کا ضامن بنایا تو کفالت بالنفس جائز ہے لیکن مکروہ ہے پھر اگر اس پر گواہ پیش ہو کر شراب یا سور کا فیصلہ ہوا تو کفیل پر لازم ہونے کے باب میں دو صورتیں ہیں کہ اگر اس نے شراب اور سور کے تلف ہونے سے پہلے کفالت کی تو کفیل پر کچھ لازم نہ ہو گا اور اگر دونوں کے تلف ہونے کے بعد کفالت کی تو شراب میں اس پر کچھ لازم نہ ہو گا اور سور کی صورت میں اگر قاضی نے اصیل پر اس کی قیمت میں درہم یا دینار کا حکم دیا تو کفیل پر لازم ہوں گے اور اگر قاضی نے اس پر قیمت کا حکم نہ دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک کفیل پر کچھ لازم نہ ہو گا کیونکہ قیمت کی طرف تحویل پانا قاضی کے حکم ہی سے ہے اور وہ یہاں پایا نہ گیا اور صاحبینؒ کے نزدیک قاضی کے حکم کی ضرورت نہیں فقط تلف کرنے سے عین شئی منتقل ہو کر قیمت ہو جاتی ہے تو وہ قیمت کا کفیل ہوا اور یہ جائز ہے یہ محیط[2] میں لکھا ہے مرتد کی کفالت مانند اس کے دیگر تصرفات کے موقوف رہتی ہے اور عورت مرتدہ کی کفالت بالاتفاق جائز ہے جیسے اس کے اور تصرفات جائز ہیں پس اگر وہ دارالحرب میں جا ملی اور گرفتار ہوئی پس اگر کفالت بالنفس تھی تو باطل ہو جائے گی اور اگر کفالت بالمال تھی اور اس کا مال ہے تو کفالت مال کی طرف منتقل ہو گی کسی حربی بے نفس یا مال کی کفالت کی اور دارالحرب میں جا ملا پھر امان لے کر آیا تو کفالت اس کو لازم ہو کہ کسی مسلمان نے کسی مرتد کے واسطے نفس یا مال کی کفالت کی پھر وہ دارالحرب میں جا ملا تو اس کی کفالت کے حق پر اس کے ورثہ ہوں گے اور اگر وہ واپس آیا اور اس کے وارثوں نے تمام حق پا لیا ہے تو کفیل بری ہے ورنہ اس کو اختیار ہو گا کہ کفیل کو ماخوذ کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

متفرقات ☆

کفالت بالدرک ہے جائز ہے یعنی مبیع کے مستحق ہو جانے کے وقت ثمن مشتری کو واپس دینے کا التزام کر لینا اگر کفالت

---

[1] قولہ خون: یعنی خون ناحق سے صلح کی ۱۲ منہ [2] قولہ محیط: اگر کسی نے زید کے قرضہ کی کفالت کی پھر زید پر دو سال بعد نصرانی حاکم نے معد سود قرضہ ادا کرنے کی ڈگری کی تو کیا کفیل پر بھی یہ سود لازم آئے گا اس میں بھی اس مسئلہ پر قیاس کر کے اختلافی حکم نکالا جائے کیونکہ یہاں روپیہ کا حکم ہوا ہے اور کفیل جس قدر ادا کرے سب اصیل سے لے لے گا واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

بالدرک کی اور مبیع استحقاق میں لی گئی تو کفیل سے مواخذہ نہ ہوگا یہاں تک کہ بائع پر ثمن کا حکم دیا جائے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور کفالت بالدرک میں نفس بائع کفالت کرنا بھی جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور ضمانت عہدہ ظاہر الروایہ کے موافق باطل ہے کذا فی غایۃ البیان اور اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک غلام کسی شخص سے خریدا پھر اس کے استحقاق میں لئے جانے کے خوف سے مشتری کے لئے ضمان عہدہ کر لی پس ناجائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ عہدہ کا لفظ مشترک ہے کبھی قدیمی نوشتہ پر بولا جاتا ہے اور عقد پر حقوق عقد پر اور درک ثمن پر اور خیار شرط پر بولا جاتا ہے پس معنی بیان کرنے سے پہلے اس پر عمل کرنا متعذر ہے پس جہالت کی وجہ سے ضمانت باطل ہوگی یہ تبیین میں لکھا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک ضمان خلاص بھی باطل ہے کیونکہ خلاص کے معنی ان کے نزدیک یہ ہیں کہ خلاص کا ضامن یہ ضمانت کرتا ہے کہ میں مبیع کو اس کے حق دار سے خلاص کر کے لامحالہ مشتری کے سپرد کروں گا اور یہ التزام امر غیر مقدور پر ہے پس باطل ہے اور اگر اس طرح ضمانت کرتا ہے کہ یا میں مبیع کو خلاص کرا کے سپرد کروں یا ثمن واپس کروں گا تو صحیح ہوتی کیونکہ اس کو وفا کر سکتا ہے اس طرح کہ اگر مستحق نے اجازت دی تو مبیع سپرد کرے ورنہ ثمن یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر ایک شخص کے حکم سے اس کی طرف سے کسی نے ایک ہزار درہم کی کفالت کی پھر اصیل نے ایک حریر کی بیع بالعینہ کا حکم دیا تو خرید کفیل کی اور جو نفع بائع نے لیا ہے اس کا ہوگا ☆

اگر ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا اور کسی شخص نے بائع کی طرف سے مشتری کے واسطے ضمان درک کر لی تو اس کی کفالت کے یہ معنی ہیں کہ مبیع سپرد کرے اور یہ اقرار ہے کہ میرا کچھ حق اس مکان میں نہیں ہے یہاں تک کہ پھر اگر اس نے دعویٰ کیا کہ مکان میں میری ملکیت ہے یا شفعہ پہنچتا ہے یا اجارہ پر ہے تو اس کا دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر اس نے حاضر ہو کر مہر کر[1] دی اور کفالت نہ کی تو وہ اپنے دعویٰ پر باقی ہے کذا فی الہدایہ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب اس نے یہ لکھا کہ فلاں شخص (یعنی خود) خرید فروخت میں حاضر ہوا یا یہ لکھا کہ مبیع میرے سامنے واقع ہوئی یا یہ کہ خرید فروخت کا اقرار میرے پاس ہوا تو البتہ اس کو دعویٰ کا اختیار ہے اور اگر اس نے گواہی میں ایسی بات پیش کی کہ جس سے اس بیع کا صحیح ہونا و نافذ ہونا ثابت ہو مثلاً بیع نامہ میں تھا کہ فلاں شخص اس مکان میں مالک نے اس کو فروخت کیا اور اس نے لکھ دیا کہ میں اس پر گواہ ہوں تو پھر اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا یہ نہایہ میں لکھا ہے اگر کفیل بالدرک نے کچھ رہن لیا تو باطل ہے اور ضمان نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص کے حکم سے اس کی طرف سے کسی نے ایک ہزار درہم کی کفالت کی پھر اصیل نے ایک حریر کی بیع بالعینہ کا حکم دیا تو خرید کفیل کی اور جو نفع بائع نے لیا ہے اس کا ہوگا بیع عینہ کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی تاجر نے دس درہم قرض مانگے اس نے انکار کیا اور ایک کپڑا جو دس درہم کا ہوتا ہے پندرہ درہم میں اس کے ہاتھ بیچا تاکہ قرض لینے والا دس درہم کو فروخت کر لے اور پانچ درہم میرے برداشت کرے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور یہ مکروہ ہے یہ کافی میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے کی طرف سے اس کے حکم سے ایک ہزار درہم قرضہ کی کفالت کی پھر اصیل نے کفیل کو ادا کر دیئے پس یا تو اس نے ادا کر دینے کے طور پر دیئے ہیں مثلاً مال دے کر کہا کہ تو اس کو اپنے قبضہ میں لے کہ مجھے اس کا اطمینان نہیں ہے کہ طالب اپنا حق تجھ سے لے پس تو ادا کرنے سے پہلے لے لے یا اس نے بطور ایلچی کے دیئے ہیں مثلاً اصیل نے کفیل سے کہا کہ یہ مال لے کر طالب کو پہنچا دیئے پس اصیل کو دونوں صورتوں میں واپس کر لینے کا اختیار رجوع نہیں ہے پس اگر پہلی صورت واقع ہوئی اور کفیل نے اس میں کچھ تصرف کیا اور نفع اٹھایا تو نفع اس کا ہے اس کو صدقہ کرنا واجب نہیں ہے لیکن اگر اصیل نے

(۱) مہر کر دی یعنی بیعانہ پر گواہی کر دی ۱۲ منہ

قرضہ ادا کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس میں ایک طرح کی خباثت ہے اور اگر کفیل ہی نے ادا کیا تو بالا جماع اس میں کچھ خباثت نہیں ہے اور دوسری صورت میں اگر نفع اٹھایا تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نفع اس کو حلال نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حلال ہے۔

اگر کفالت ایسی چیز میں ہو کہ جو متعین ہو سکتی ہے جیسے ایک کر گیہوں تھے کہ ان کو کفیل نے اصیل سے بطور ادائے قرض کے لے کر قبضہ میں لئے اور اس میں تصرف کر کے نفع اٹھایا تو نفع اس کا ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک بہت پسندیدہ ہے کہ مکفول عنہ کو واپس کرے اور یہی اصح ہے اور جب اس کو واپس دیا اور وہ فقیر ہے تو اس کو حلال ہے اور اگر غنی ہو تو اس میں دو روایتیں ہیں اور فخر الاسلام نے فرمایا کہ حق یہ معلوم ہوتا ہے کہ حلال ہے اور اگر متعین چیز کو اس نے بطور ایلچی ہونے کے لے کر قبضہ کیا تھا تو مثل سابق کے جو غیر متعین میں گزرا امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کا نفع لے لینا حلال نہیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حلال ہے یہ عنایہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے چاہا کہ میں کسی شخص کے نفس کی کفالت کرلوں اور بالکل کفیل نہ ہوں تو ظاہر الروایہ کے موافق اس میں یہ حیلہ ہے کہ کفیل کفالت کے وقت کہے کہ میں نے فلاں شخص کے نفس کی کفالت ایک مہینہ تک کی اس شرط پر کہ بعد مہینہ کے میں کفیل نہ ہوں گا تو وہ شخص بالکل کفیل نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے مجموع النوازل میں ہے کہ کسی کے دوسرے پر ہزار درہم ہیں اور اس کا کوئی کفیل ہوا پھر مطلوب نے طالب سے کہا کہ فلاں شخص نے تیرے واسطے میری طرف سے اس کی کفالت کر لی ہے تو مجھے بری کر دے تا کہ تیرا جھگڑا کفیل سے باقی رہ جائے اور میں درمیان میں سے نکل جاؤں اور اس نے اس کو بری کر دیا تو کفیل بھی بری ہو گیا کیونکہ اصیل کی برات سے اس کی برات ہوتی ہے اگر کسی نے دوسرے کی طرف سے اس کی اجازت سے مال کی کفالت کی اور مکفول عنہ نے اس کو کچھ رہن دیا تو جائز ہے پس اگر رہن تلف ہو گیا تو کفیل نے اپنا تمام حق جو مکفول عنہ پر چاہئے تھا رہن کے تلف ہونے کی وجہ سے حاصل کر لیا اور اس کا حکم اور حقیقۃً وصول کر لینے کا حکم ایک ہی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص کی کفالت بالنفس اس شرط پر کی کہ اگر اس کو ایک سال میں نہ پہنچا دوں تو جو مال اس پر ہے وہ مجھ پر ہوگا اور وہ ہزار درہم تھے پھر مکفول عنہ نے کفیل کو مال کے عوض سال تک کچھ رہن دیا تو باطل ہے اگر کفیل نے طالب سے کفالت کے باب میں کہا کہ اگر مکفول عنہ مر گیا اور اس نے تجھے مال ادا نہ کیا تو وہ مال مجھ پر ہوگا پھر مکفول عنہ نے اس کو کچھ رہن دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر طالب نے اس کو کفالت سے بری کیا تو جائز نہیں ہے اور اصیل کا بری کرنا جائز ہے اور اصل یہ ہے کہ جس حق کے عوض رہن درست نہیں ہے اسے بری کرنا بھی درست نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے وکیل کیا کہ موکل کے نفس کے واسطے فلاں کفیل کر دے اور جو کچھ موکل پر ثابت ہو اس کا وہ ضامن ہو پس اس نے ایک ایسا ہی کفیل دیا پھر موکل پر کسی قدر مال کا حکم دیا گیا تو طالب کو اختیار ہے کہ کفیل کو گرفتار کرے اور کفیل وکیل کو گرفتار نہیں کر سکتا ہے کیونکہ وکیل یہاں بمنزلہ ایلچی کے تھا کیونکہ اس سے ایجاب وقبول نہیں پایا گیا بلکہ صرف اس نے مطلوب کی طرف سے کفالت کا حکم دیا اور عقد کا حکم دینے والا حقوق عقد میں ماخوذ نہیں ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے منتقیٰ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں فلاں شخص کے واسطے فلاں شخص کی طرف سے جو اس تحریر میں ہے یا جو قاضی کی تحریر میں ہے ضامن ہوا تو یہ باطل ہے اور اگر کہا کہ جو فلاں پر آتا ہے اس تحریر میں اس کا میں ضامن ہوا تو یہ جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی نے کسی کے لئے کپڑا فروخت کیا اور ثمن کا ضامن ہوا یا مضارب نے کسی مال کے ثمن کی ضمانت کی تو باطل ہے اور اسی طرح اگر دو شخصوں نے ایک غلام کو ایک ہی صفقہ میں فروخت کیا اور ہر ایک نے دوسرے کے حصہ ثمن کی ضمانت کی تو باطل ہے کذا فی الہدایہ اور اگر دونوں نے دو صفقہ میں مثلاً ہر ایک نے ایک نصف علیحدہ عقد کے ساتھ فروخت کیا اور ایک نے دوسرے کے حصہ ثمن کی ضمانت کر لی تو جائز ہے وکیل النکاح نے اگر عورت کے مہر کی ضمانت کی یا بیع میں ایلچی نے اگر ثمن کی مشتری کی

کی طرف سے ضمانت کر لی تو ضمانت صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے اگر کسی عورت کے واسطے اس کے شوہر کی طرف سے ہر مہینہ کے نفقہ کی ضمانت کی تو جائز ہے اور اس کو شروع ماہ میں رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اجارہ میں ہر مہینہ کے اجارہ کی ضمانت کی تو اس کو اختیار ہوگا کہ شروع مہینہ میں ضمانت سے رجوع کر لے اور فرق یہ ہے کہ نفقہ میں ہر مہینہ میں سبب از سر نو شروع نہیں ہوتا ہے اور اجارہ میں از سر نو شروع ہوتا ہے پس اس کو اختیار ہے کہ کفالت آئندہ کو چھوڑ دے کذا فی الاختیار پس اگر کفیل مر گیا اور اس کے بعد مستاجر ایک مہینہ مکان میں رہا تو جس قدر اس پر لازم آئے کفیل کے ترکہ پر لازم ہوگا اور موت سے یہ کفالت مثل کفالت درک کے باطل نہیں ہوتی ہے بخلاف کفالت بالنفس کے کہ وہ باطل ہو جاتی ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور اجرت کے کفیل کو ادا کرنے سے پہلے یہ اختیار ہے نہیں ہے کہ مستاجر سے مواخذہ کرے اور اگر ادا کر دیا تو مستاجر سے لے سکتا ہے بشرطیکہ کفالت اس کے حکم سے ہو کسی شخص نے ایسے لڑکے کو جو تصرفات سے باز رکھا گیا ہے دس درہم دیئے اور کہا کہ اس کو اپنے واسطے صرف کرے پھر ایک شخص نے دینے والے کی ضمانت کی تو صحیح نہیں کیونکہ اس نے لڑکے کی طرف سے ایسی چیز کی ضمانت کی جو مضمون[1] علیہ نہیں ہے اور اگر دے دینے سے پہلے کسی نے اس طرح ضمانت کی کہ تو اس کو دس درہم دے اس شرط پر کہ میں تیرے لئے ان دس درہم کا ضامن ہوں تو یہ صحیح ہے گویا ضامن نے دس درہم اس سے قرض لئے اور حکم دیا کہ تو اس لڑکے کو دے دے اور لڑکا اس کی طرف سے قبضہ کا نائب ہو جائے گا اور اسی طرح اگر ایسے لڑکے نے جو تصرفات سے منع کیا گیا ہے کوئی چیز فروخت کی اور ثمن پر قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے مشتری کے واسطے ضمان درک کی پس اگر لڑکے کے ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد ضمانت کی تو کفالت صحیح نہیں ہے اور اگر اس سے پہلے کفیل ہوا تو صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے مال اجارہ کی ضمانت کی پھر اجارہ فسخ ہو گیا ☆

اگر کوئی شخص گونگا ہے اور وہ سمجھتا ہے اور لکھتا ہے اور اس نے نفس یا مال کی کفالت اپنے اوپر لکھی یا اس کے واسطے کسی نے کسی چیز کی کفالت کی اور اس نے تحریر سے قبول کیا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے رطب یعنی خرمائے تر کی کفالت کی اور اصیل پر بوجہ اس کے کہ اسکا زمانہ منقطع ہو گیا تھا رطب کی قیمت کے واسطے قاضی نے حکم دیا تو کفیل پر رطب باقی رہیں گے اور تغیر نہ ہوگا اور اگر اصیل سے قیمت لی گئی تو کفیل بری ہو جائے گا اور اگر اس نے رطب ادا کر دیئے تو اپنے اصیل سے قیمت لے لے گا یہ کافی میں لکھا ہے مرض الموت کے مریض نے اگر کسی کی طرف سے مال کی کفالت کی پس اگر اس پر اس قدر قرض ہو جو اس کے کل مال کو محیط ہے تو کل کفالت باطل ہے اور اگر قرض نہ ہو تو بقدر تہائی مال کے کفالت جائز ہے اور اگر اس نے کسی وارث کی طرف سے یا کسی وارث کے واسطے کفالت کی تو تہائی بھی جائز نہ ہوگی قال المترجم لقولہ علیہ السلام لا وصیۃ لوارث پس جب وصیت وارث کے حق میں نہ ہوئی تو کفالت باطل ہو گئی اگر مریض نے کسی کی طرف سے ہزار درہم کی کفالت کی اور اس پر قرض نہیں ہے پھر اس نے کسی اجنبی کے واسطے اس قدر قرضہ کا اقرار کیا جو اس کے تمام مال کو محیط ہے پھر کفیل مر گیا تو جس کے لئے قرضہ کا اقرار کیا ہے وہ کفیل کے ترکہ کا اس سے زیادہ حق دار ہے جس کے لئے کفالت کی ہے اور اگر اس کا ترکہ اس قدر قرضہ سے جس کا اقرار کیا ہے زیادہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر قرضہ ادا کرنے کے بعد باقی کی تہائی میں سے کفالت نکل سکتی ہے تو کل کفالت صحیح ہے اور اگر کل کفالت اس سے نہ نکل سکتی ہو تو کفالت بقدر تہائی باقی مال کے جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے امامؒ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے مال اجارہ کی ضمانت کی پھر اجارہ فسخ ہو گیا اور انہوں نے اسی مال پر از سر نو عقد کیا تو فرمایا کہ وہ شخص کفیل نہ رہے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ مضمون علیہ یعنی لڑکے پر اس کی ضمانت نہ تھی اور غیر مضمون کی کفالت نہیں ہوتی ۱۲

ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم میعادی قرض تھے اس نے قرضہ کے واسطے قرض دار سے کوئی کفیل طلب کیا تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایہ کے موافق قاضی کفیل دینے کے واسطے اس پر جبر نہ کرے گا اور منتقیٰ میں مذکور ہے کہ اس سے کفیل دینے کا مطالبہ کرے گا اگرچہ قرض میعادی ہو اور اس کے بعد ذکر کیا کہ میعادی قرض میں قاضی نے اگر اس خصم سے جو غائب ہو جانا چاہتا ہے کفیل لیا تو اس کو نافذ کرے گا اس دلیل سے کہ عورت نے اگر اپنے نفقہ کے واسطے اپنے شوہر کے سفر کو جانے کے وقت کفیل طلب کیا تو استحساناً امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قاضی اس سے ایک مہینہ کے نفقہ کے واسطے کفیل لے گا اور یہ لوگوں کے حق میں آسانی کے واسطے ہے اور یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک استحساناً ہے اور صدر الشہید نے اپنے واقعات میں لکھا ہے کہ مسئلہ نفقہ میں لوگوں پر نرمی کے واسطے امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے پس اگر اور قرضوں میں بھی کسی مفتی نے لوگوں پر آسانی کے واسطے ایسا ہی فتویٰ دیا تو بہتر ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے کی طرف سے جو اس کے اوپر مال آتا ہے اس کی کفالت کی پھر مکفول لہ اور مکفول عنہ اور کفیل نے باہم اختلاف کیا اور کفیل نے سو درہم کا اقرار کیا اور مکفول لہ نے بیس دینار کا دعویٰ کیا اور مکفول عنہ نے ایک کُر گیہوں کا اقرار کیا تو کچھ بھی کفیل اور مکفول عنہ پر نہ ہوگا اور جب ایسا واقع ہوا تو دونوں میں سے ہر ایک سے قسم لی جائے گی پس اگر دونوں کفیل اور مکفول عنہ نے قسم کھالی تو دونوں بری ہو گئے اور اگر ایک نے قسم کھالی اور دوسرے نے انکار کیا تو منکر پر دعویٰ ثابت ہوگا اور قسم کھانے والا بری ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی کفیل نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے اس مال کی جو تیرا فلاں شخص پر آتا ہے ایک مہینہ تک کی کفالت کی تھی اور بعد مہینہ کے کفالت نہیں بلکہ میں نے مطالبہ کفالت سے برات کر لی تھی اور مال کے مالک نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے اس شرط سے کفالت کی تھی کہ میں تجھ سے ایک مہینہ مطالبہ نہ کروں گا اور بعد مہینہ کے مطالبہ کروں گا تو مال کے مالک کا قول معتبر ہے اور کفیل کا قول معتبر نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے نفس کی کفالت تیرے واسطے قبول کی اور مکفول لہ اس مکفول عنہ پر کچھ دعویٰ نہیں کرتا تھا تو کفالت جائز ہے اور کفیل کے حق میں مکفول عنہ کا مجلس میں آنا طالب کے لئے مستحق علیہ[۱] ہو جائے گا پس یہ کفالت کفیل اور مدعی کے زعم میں اصیل پر حق استحقاق کے واقع ہوئی اور گویا بمنزلہ اس صورت کے ہوئی کہ کسی شخص نے کسی کی طرف سے مال کی کفالت کی اور مدعا علیہ مال سے انکار کرتا ہو پس اگر کفیل بالنفس پر طالب نے نالش کی اور اس نے قاضی سے کہا کہ مکفول عنہ پر اس کا کچھ حق نہیں ہے تو اس پر التفات نہ کیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اپنے مال میں سے میرا قرضہ ادا کرے اور اس نے ادا کرنے سے انکار کیا تو اس پر جبر نہ کیا جائے گا مگر جبکہ اس نے کفالت اختیار کی ہو تو اس پر ادا کرنے کے واسطے جبر کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

منتقیٰ میں ہے کہ کسی شخص نے دوسرے کو ایک ہزار درہم ایک تھیلی کے اندر ادا کر دیئے پھر اس کو خوف کمی کا ہوا پس دوسرے شخص نے اس کی کمی کی کفالت کر لی پھر جب اس نے دیکھا تو پورے پائے مگر وہ زیوف[۲] تھے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس پر کچھ ضمان نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہزار درہم جید کا ضامن ہے اور قرض دار کو زیوف واپس کر دے اگر قرضہ دو شخصوں میں مشترک ہے پھر ایک نے دوسرے شریک کے حصہ کی کفالت کی تو باطل ہے اگر ایک عورت کے مہر کے ہزار درہم اس کے شوہر پر تھے اور اس کے شوہر کی طرف سے ایک شخص نے اس کی ضمانت کر لی پھر وہ عورت مر گئی اور اس کا وارث اس کا شوہر اور ایک بھائی ہے تو کفیل آدھے[۳] مال سے بری ہو جائے گا اور بھائی کے حصہ یعنی نصف کا کفیل رہے گا اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان پر کسی قدر مال کا

۱ قولہ مستحق علیہ یعنی اس پر حق واجب ہوگا کہ قاضی کی مجلس میں طلبی کے وقت حاضر ہوا۔۱۲ ۲ قولہ زیوف کھوٹے ۱۲ ۳ قولہ آدھے۔ اس ... =

دعویٰ کیا اور اس نے انکار کیا اور طالب نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کی طرف سے اس کے حکم سے فلاں ذمی نے کفالت کی تھی اور کفیل منکر ہے اور اس پر دو ذمیوں نے گواہی دی تو دونوں کی گواہی ذمی پر جائز ہوگی اور مسلمان مدعا علیہ پر جائز نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر کفیل نے مال ادا کر دیا تو بدیں وجہ اپنے اصیل سے نہیں لے سکتا ہے ایسا ہی عامہ روایات کتاب الاصل میں مذکور ہے اور بعض روایتوں میں ہے کہ یہ گواہی بالکل مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

کفیل بالنفس یا مال نے اگر مکفول لہ ومکفول عنہ کے سامنے اپنے آپ کو عہدہ کفالت سے الگ کرنا چاہا تو بری نہ ہوگا اور کفیل باقی رہے گا اور وکیل نے اگر اپنے تئیں موکل کے سامنے الگ کرنا چاہا تو وکالت سے خارج ہو جائے گا اور کتاب الحیل میں اشارہ ہے کہ کفیل بھی کفالت سے نکل سکتا ہے اور اس کی صورت وہاں یہ ذکر کی ہے کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر کچھ میعادی یا قسط وار قرض تھا پھر ایک شخص نے قرض خواہ سے کہا کہ جب تیرے مال کا جو فلاں شخص پر ہے وقت آئے تو میں تیرے لئے اس کے نفس کا کفیل ہوں یا ہر قسط کی میعاد پر میں اس کے نفس کا کفیل ہوں پھر مال کی میعاد آنے سے پہلے کفیل نے چاہا کہ میں اپنے تئیں الگ کروں تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے پس اس مسئلہ میں یہ قید لگانا کہ میعاد آنے سے پہلے ایسا نہیں ہو سکتا ہے اشارہ ہے کہ اگر مال فی الحال ہوتا تو اس کو اختیار تھا کہ الگ ہو جائے کذا فی الذخیرہ قال المترجم[1] لعل القید متعلق بالارادۃ فافہم خراج میں کفالت اور رہن جائز ہے کذا فی الہدایہ بعض نے فرمایا کہ خراج سے مراد خراج مواظف[2] ہے کذا فی الکفایہ اور نوائب کا حال یہ ہے کہ ان میں جس قدر انصاف سے ہیں مثلاً سب کے واسطے مشترک نہر کے کھودنے کا صرف یا محلہ کی چوکیداری یا بیت المال کے خالی ہونے کی صورت میں قیدیوں کے فدیہ دینے کے واسطے تحصیل کرنا یا لشکر جہاد کے سامان کے لئے وظیفہ لینا پس اس کی کفالت بالاجماع جائز ہے اور جو نوائب ایسے ہیں کہ انصاف نہیں ہیں جیسے ہمارے زمانہ میں بادشاہ کی طرف سے روزانہ یا ماہواری ٹیکس درزیوں یا رنگریزوں وغیرہ پر بندھا ہے تو یہ ظلم ہے اور اس کی کفالت کے صحیح ہونے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور صحیح ہونے پر فتویٰ ہے یہ شرح وقایہ میں لکھا ہے۔

جو مشائخ صحت کی طرف میلان کرتے ہیں ان میں سے شیخ علی بزدوری بھی ہیں کذا فی الہدایہ اور نسفی اور شمس الائمہ قاضی خان نے بھی یہی کہا ہے کیونکہ اس میں مطالبہ سب سے بڑھ کر سخت ہے اور باب کفالت میں اسی کا اعتبار ہے اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ جو شخص ان نوائب کی قسط بندی میں کوشش کرے اس کو ثواب ہے اگرچہ اس کا لینے والا ظالم ہے یہ معراج الدرایہ میں ہے جن عقود میں کفالت شرط کی گئی تین قسمیں ہیں ایک قسم یہ ہے کہ اگر کفیل غائب ہو خواہ اس نے کفالت قبول کی یا نہ قبول کی یا حاضر ہو اور اس نے نہ قبول کی تو قیاساً واستحساناً عقد فاسد ہوگا اور اگر حاضر ہو اور اس نے قبول کر لیا تو استحساناً صحیح ہے اور یہ ہر عقد کا حال ہے جو شروط فاسدہ سے باطل ہو جاتا ہے جیسے بیع اور اجارہ اور سلم وغیرہ اور دوسری قسم وہ کہ جن میں شرط کفالت مفسد نہیں ہے خواہ کفیل حاضر ہو یا غائب ہو خواہ قبول کرے یا نہ کرے اور یہ ہر عقد کا حال ہے جس میں شروط فاسدہ مفسد نہیں ہیں جیسے قرض اور عتق علی المال اور نکاح اور صلح عن دم العمد لیکن جب کفیل کفالت نہ قبول کرے تو ثابت نہ ہوگی اور اگر قبول کر لی تو ثابت ہوگی اور عقد تو ہر طرح ثابت ہے شرط کفالت سے کسی حال میں فاسد نہ ہوگا تیسری قسم وہ یہ ہے کہ جب کفالت کی شرط لگائی اور کفیل نے قبول کر لی تو صحیح ہے خواہ کفیل حاضر ہو یا

= واسطے کہ عورت کے ترکہ میں نصف شوہر کا اور نصف بھائی کا ہے ۱۲ منہ [1] قولہ قال المترجم: خلاصہ یہ ہے کہ اشارہ مذکور بعید ہے اس واسطے کہ قرض دینے والے نے اسی کی کفالت پر مال دیا ہے۔ ہاں اگر بعد معاملہ قرض کے کفیل ہو گیا ہو تو یہ حکم محتمل ہے۔ [2] قولہ مواظف: یعنی پیداوار کی بٹائی نہیں بلکہ نقدی بندھا ہوا ہے اور نوائب وہ چیزیں ہیں جو مانند چوکیداری و تعمیر پل وغیرہ کے اور مانند غیر معمولی ٹیکس وغیرہ کے باندھ جائیں۔ ۱۲

غائب ہو اور اس نے نہ قبول کی تو صحیح نہیں ہے کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درہم کسی بیع کا ثمن یا سلم کے فی الحال واجب تھے اس نے درخواست کی کہ اس کی قسط کر دے اس شرط پر کہ فلاں شخص کفیل ہے اس نے منظور کیا پس اگر کفیل نے منظور کیا تو تاخیر[1] درست ہے خواہ حاضر ہو یا غائب ورنہ نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

دو شخص ایک کشتی پر سوار کسی جگہ کو جہاں تھوڑا پانی ہے جاتے تھے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا مال اس شرط سے پانی میں پھینک دے کہ میرا مال ہم دونوں میں مشترک ہے تو یہ فاسد ہے اور اس کے مال کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا کذا فی محیط السرخسی اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ یہ شخص اس کے مال کا جو اس نے پھینک دیا بعوض نصف مال کے خریدنے والا ہو گیا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ دو غلام تو کہ بمن بضاعت دادی وگفتی کہ اگر وے خیانتی کند در مال تو نہ بضاعت گیر مذہ من در ضمانم وعہدہ وآن بر من است ودوی چندیں از مال من خیانت کردہ است بر تو واجب ست کہ بدہی تو یہ دعویٰ صحیح ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر مدعی نے مدعا علیہ سے مال دعویٰ پر کفیل طلب کیا تو دعویٰ یا مال منقولہ ہوگا یا عقار یا دین پس اگر منقولہ ہو اور مثلی چیز ہو تو اس پر کفیل دینے کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا کیونکہ اس پر مال دعویٰ کا حاضر کرنا ضرور نہیں ہے اور اگر مثلی چیز نہ ہو جیسے غلام یا گھوڑا یا کپڑا وغیرہ تو کفیل دینے پر مجبور کیا جائے گا اگر دعویٰ میں عقار یا دین ہو تو کفیل نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی بکری ذبح کر کے کھالی پھر کسی نے اس بکری کی ضمانت کر لی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس پر اس کی ضمانت نہ ہوگی کیونکہ اس پر بکری واجب نہ تھی بلکہ اس کی قیمت تھی اسی طرح اگر کسی نے ایک بکری قرض دی اور اس نے قبضہ کر کے اس کو تلف کر دیا پھر ایک شخص نے اس کی طرف سے بکری کی ضمانت کی تو ضمانت لازم نہ ہوگی کیونکہ اس پر بکری لازم نہ تھی پس اس قسم کے یہ مسائل امام اعظمؒ سے صریح اس کی دلیل ہیں کہ غصب کی چیز تلف ہونے کے بعد اس کا حق اس کی قیمت سے متعلق ہوتا ہے نہ بعینہ اس شئی سے اور کتاب الاصل کی صلح میں امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ مستہلک[2] علیہ کا حق عین شے سے متعلق ہوتا ہے یہاں تک کہ فرمایا کہ غصب کی چیز سے بعد تلف ہو جانے کے اس کی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ لیکن میرا یہ قول ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کی بکری غصب کر کے ذبح کر لی اور دوسرے نے اس کی ضمانت کی تو میں ضمانت اس پر لازم کروں گا اور قیاس اس میں چھوڑ دوں گا اور فرمایا کہ سب حیوان کا یہی حال ہے اور اسی طرح اگر کسی نے ایک غلام غصب کر لیا اور وہ اس کے پاس مر گیا اور کسی نے اس کی ضمانت کر لی تو میں اس کو ضامن قرار دوں گا پس ایسے مسائل امام ابو یوسفؒ سے اس بات کی صریح دلیل ہیں کہ غصب کی چیز میں مالک کا حق بعد تلف ہونے کے بعینہ اس شے سے متعلق ہوتا ہے نہ اس کی قیمت سے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اصل میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کا غلام یا باندی یا جانور یا کچھ اسباب غصب کر لیا اور اس کی کسی نے کفالت کی تو صحیح ہے اور کفیل پر بعینہ اس کا واپس کرنا جب تک وہ قائم ہے واجب ہے اور اگر تلف ہو جائے تو اس کی قیمت پھیرنا واجب ہے جیسا کہ اصیل پر بھی یہی حکم ہے اور اس کی قیمت کی مقدار میں اگر کفیل اور طالب میں اختلاف ہو تو کفیل کا قول معتبر ہے اور اگر غاصب نے اس شئی کی قیمت کفیل کے بیان سے زیادہ اقرار کی تو اس کے ذمہ لازم ہوگی اور کفیل پر لازم نہ ہوگی اور اگر زیادہ قیمت ہونے پر گواہ قائم ہوئے تو زیادتی کفیل پر بھی لازم ہوگی اور کتاب میں یہ صورت نہیں مذکور ہے کہ اگر اصیل سے قسم لی گئی اور اس نے انکار کیا تو جو زیادتی

---

[1] قولہ صحیح ہونے پر اس واسطے کہ کفیل نے ان بیچاروں کو ظلم سے بچایا اور اس سے یہ ٹیکس جائز نہ ہوگا ۱۲ منہ [2] قولہ مستہلک علیہ جس کی چیز تلف کی گئی ہے ۱۲

اس پر واجب ہوگئی وہ کفیل پر بھی لازم ہوگی یا نہیں اور مشائخ نے فرمایا کہ اس میں تفصیل ہونی چاہئے اسی طرح اگر پہلے اصیل اس سے قیمت مثلاً پانچ سو درہم بیان کرتا تھا پھر جب اس سے قسم لی گئی اور مالک شئی نے ہزار درہم بیان کئے اور اس نے قسم نہ کھائی اور اس پر ہزار درہم لازم آئے تو اس صورت میں کفیل پر زیادتی لازم نہ ہوگی اور اگر اصیل سے پہلے خاموش رہا اور کوئی اقرار پر خلاف اس نے نہیں کیا اور اس پر قسم دلانے سے اور انکار سے ہزار درہم واجب ہوئے تو کفیل پر بھی واجب ہوں گے یہ محیط میں لکھا ہے قاضی مدعا علیہ سے ایک ثقہ کفیل لے گا جبکہ مدعی اس کی درخواست کرے اور کہے کہ میرے گواہ شہر میں موجود ہیں اور اس کی مقدار تین دن ہوگی اس وجہ سے کہ ہر تیسرے روز احکام قضا کے واسطے بیٹھتے تھے اگر مدعا علیہ نے کفیل دینے سے انکار کیا تو مدعی کو حکم دے گا کہ اس کا ساتھ نہ چھوڑے اور مدعا علیہ کو قید نہیں کرے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور ثقہ وہ ہے کہ جس کا گھر یا دوکان معلوم ہو اور وہ اپنے آپ کو پوشیدہ نہ کر سکے اور اس کے سوائے کفیل کا ہونا یا اور ایسی چیزوں کی طرف قاضی التفات نہ کرے گا اور جو شخص کسی گھر یا حجرہ میں کرایہ پر رہتا ہے وہ ثقہ[1] نہیں ہے پس اگر اس نے کہا کہ مجھے کفیل نہیں ملتا تو اس کا قول معتبر ہے اور مدعی کو حکم دے گا کہ اس کے ساتھ رہے جیسے قرض خواہ قرض دار کا دامن گیر رہتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کتاب امام میں کفیل لینے کے واسطے مذکور شرط ☆

اگر کہ دونوں گواہ میرے غائب ہیں یا ایک گواہ پیش کیا اور کہا کہ دوسرا غائب ہے تو کفیل نہ لے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے یہ حکم اس وقت ہے کہ مدعا علیہ مقیم شہر ہے اور اگر مسافر ہو تو کفیل دینے پر مجبور نہ کیا جائے گا لیکن مجلس قاضی تک اسے میعاد دی جائے گی کہ اپنے گواہ لائے اگر مدعی گواہ لایا تو خیر ورنہ اس کا راستہ چھوڑے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر مدعا علیہ نے دعویٰ کیا کہ میں مسافر ہوں اور مدعی نے اس سے انکار کیا تو قول مدعی معتبر ہے کیونکہ شہر میں سکونت کرنا اصل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر اس نے کہا کہ میں کل یا پرسوں جاؤں گا تو اسی وقت تک کفالت کرے گا اور اگر طالب نے اس کے باہر جانے سے انکار کیا تو اس کے لباس مسافرت کو دیکھے گا یا اس کے دوستوں کے پاس آدمی بھیج کر دریافت کرے گا پس اگر انہوں نے بیان کیا کہ ہاں بے شک اس نے ہمارے ساتھ چلنے کا سامان کیا ہے تو اسی وقت تک کفالت لے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے کتاب امام میں کفیل لینے کے واسطے یہ شرط مذکور ہے کہ مدعی اس کو قاضی سے طلب کرے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس مدعی کے حق میں ہے جو جھگڑے کے معاملات جانتا ہو اور اگر جاہل ہو تو قاضی خود مدعا علیہ کو حکم دے گا کہ کفیل دے اگرچہ مدعی نے نہ طلب کیا ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگر اس نے کفیل بنفسہ دیا اور وکیل خصومت دینے سے انکار کیا تو قاضی نہ اس پر جبر کرے گا اور نہ اس کے ساتھ رہنے کا حکم دے گا اور اگر اس نے وکیل بالخصومت دیا اور کفیل دینے سے انکار کیا تو اس پر کفیل دینے پر جبر کرے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے ایک شخص پر قرض ہے اور قرض کا کوئی کفیل اور اس کے عوض رہن ہے اور کفیل قرض دار کے حکم سے ہے پھر کفیل نے اس کا قرضہ ادا کر دیا پھر قرض خواہ کے پاس رہن تلف ہو گیا تو نوازل میں مذکور ہے کہ کفیل نے جس قدر دیا ہے اصیل سے لے لے گا اور یہ ایسی صورت ہے کہ بائع نے کچھ فروخت کیا اور مشتری سے اس کے حکم سے ایک کفیل لیا اور اس نے ثمن ادا کر دیا پھر بائع کے پاس مبیع تلف ہوگئی تو کفیل بائع سے مخاصمہ نہ کرے گا صرف مشتری سے اپنا مال لے گا اور مشتری پھر بائع سے وہ مال لے گا جو کفیل نے ادا کیا ہے ایک شخص کے ذمہ دوسرے کا قرض ہے اور اس کا کوئی کفیل بھی ہے پھر طالب نے کفیل سے رہن لیا پھر بعد کو اصیل سے بھی رہن لیا اور دونوں رہنوں سے ہر ایک سے قرضہ ادا ہو سکتا ہے پھر مرتہن کے

---

[1] قولہ ثقہ نہیں ہے شاید روپوش ہو جائے اور یہاں ثقہ سے صدق و دیانت کا ثقہ مراد نہیں ہے ۱۲

پاس ایک رہن تلف ہو گیا پس امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر دوسرا رہن تلف ہوا اور دوسرا رہن کرنے والا رہن کے وقت پہلے رہن سے آگاہ تھا تو دوسرا رہن بعوض نصف قرضہ کے تلف ہو گا اور اس کو پہلے رہن کا حال نہ معلوم ہوا تھا تو بعوض تمام قرضہ کے تلف ہوا اور کتاب الرہن میں لکھا ہے کہ دوسرا رہن بعوض نصف قرضہ کے تلف ہو گا اور اس میں آگاہ ہونے اور نہ ہونے کا ذکر نہیں کہ پہلے رہن سے آگاہ تھا یا نہ تھا اور کتاب الرہن کی روایت صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کتاب الرہن میں لکھا ہے کہ دو نصرانیوں میں ایک غلام مشترک تھا دونوں نے ایک ساتھ اس کو مکاتب کر دیا اور شراب عوض کتابت رکھی پھر ایک شخص مسلمان ہو گیا تو کل شراب تحویل ہو کر قیمت ہو جائے گی اور کتابت باقی رہے گی اور اسی طرح اگر غلام ایک ہی نصرانی کا ہو اور وہ مر گیا اور وارثوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر دو غلاموں کی ایک ہی کتابت کر دی اور ہر ایک نے دوسرے کی کفالت کی پھر مالک یا دونوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک نے دو غلاموں کو یا دو شخصوں نے ایک غلام مشترک کو بعوض رطب کے مکاتب کیا اور اس کا زمانہ منقطع ہو گیا اور قاضی نے ایک پر قیمت کا حکم دے دیا تو جو کچھ دوسرے پر آتا ہے وہ بھی قیمت ہو جائے گا کیونکہ اگر رطب باقی رہے تو تفرق کتابت لازم آتی ہے کذا فی الکافی اور سفتجہ مکروہ ہے اور وہ ایسے قرض کو کہتے ہیں جس سے قرض دینے والا راہ کے کھٹکے سے بے خوف ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے قرض دینے سے جن میں نفع حاصل ہو منع فرمایا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ دس درہم کسی تاجر کو دیئے کہ فلاں شہر میں میرے دوست کو دے دینا اور اس کو دینا بطور امانت کے نہیں بلکہ قرض کے ہے تاکہ راستے کے خوف سے بے خوف ہو جائے پس اگر یہ شرط مشروط نہ ہو یا ایسا عرف ظاہر نہ ہو[1] تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک سفتجہ فلاں مقام کے واسطے لکھ دے اس شرط پر کہ میں تجھے یہاں چند روز میں دے دوں گا تو اس میں بہتری نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر سفتجہ کا خط کسی کے پاس اس کے شریک یا خلیط کی طرف سے لایا اور اس کو دے دیا پھر پڑھ کر کہا کہ تیرے لئے مجھ کو لکھا ہے یا خط دینے والے نے کہا کہ اس کو مجھے دے یعنی جو کچھ اس میں لکھا ہے وہ مجھے دے اس نے کہا کہ لکھنے والے نے تیرے لئے میرے پاس ٹھیک لگا دیا ہے یا میرے پاس لکھ دیا ہے پس یہ باطل ہے کذا فی الذخیرہ اگر چاہے تو مال اس کو دے ورنہ نہ دے اور طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ جب اس نے کہ جس کو خط دیا گیا لے لیا اور جو کچھ لکھا ہے پڑھ لیا تو مال اس پر لازم آئے گا اور اعتماد پہلی روایت پر ہے کہ مال اس پر لازم نہ آئے گا جب تک کہ اس کی ضمانت نہ کرے یا یہ کہے کہ تیرے واسطے میرے اوپر لکھ دیا ہے تیرے لئے مال مجھ پر ثابت کر دیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں حکم اُس وقت جاری ہو گا جب اجیر نے سفتجہ والے کے واسطے مال کی ضمانت کر لی ☆

فتویٰ اسی پہلی روایت پر ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے امام ابو بکر محمد بن الفضلؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنا اجیر کسی شہر کو بھیجا پھر اجیر کے شہر سے نکلنے کے بعد اجیر کو کچھ سود و زیاں بھیجا پھر اس شخص نے اپنے اجیر کو ایک سفتجہ کسی آدمی کے نام لکھا اور جب وہ سفتجہ اجیر کے پاس پہنچا تو اس نے قبول کیا اور کچھ مال دیا اور باقی کے بدلے سفتجہ والے کو ایک خط تحریر کر دیا پھر اجیر کے پاس آقا کی طرف سے ایک خط پہنچا کہ جو میں نے فلاں آدمی کے نام تجھ کو ایک سفتجہ لکھا ہے اس کو قبول نہ کرنا اور اگر تو نے قبول کر لیا ہو تو مال نہ دینا اور سفتجہ کا خط اس کو واپس کر دے کہ مجھ کو اسباب میں اپنی رائے میں تبدیلی معلوم ہوئی تو کیا اجیر کو اختیار ہے کہ باقی کے ادا کرنے سے

---

[1] قولہ ظاہر نہ ہو یوں ہی اصل میں بھی ہے اور ظاہر یہ کہ بثبت ہے یعنی عرف ظاہر ہو اور غایت تو جیہ نفی یہ کہ سقوط خط کا عرف نہ ہو واللہ اعلم۔ اور بر تقدیر ثبت کے اس سے ہنڈی وغیرہ کے جواز پر بوجہ عرف کے دلیل ہو سکتی ہے لیکن شیخ امام محمدؒ تقدیر زیادتی؟ کو سود فرماتے تھے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

انکار کرے پس امام ابو بکرؒ نے فرمایا کہ اگر سفتجہ والے نے سفتجہ لکھنے والے کو اس قدر مال دے دیا ہے اور اجیر نے اس کی ضمانت کر لی تو اجیر کو اختیار نہیں ہے کہ نہ دے اور ضمان صحیح ہے اور اگر سفتجہ والے نے خط لکھنے والے کو مال نہیں دیا تو اجیر کی ضمانت اس کی طرف سے نہیں درست ہے اور اس کو اختیار ہے کہ باقی نہ دے اور جو دیا ہے اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اجیر نے سفتجہ والے کے واسطے مال کی ضمانت کر لی اور اگر اس نے ضمانت نہیں کی تو دونوں صورتوں میں اس کو اختیار ہے کہ مال کے دینے سے انکار کرے اور بھی فرمایا کہ تحریر کر دینا باقی کے واسطے ضمانت نہیں ہے لیکن اگر اس کے ساتھ زبان سے اقرار کرے یا یہ تحریر کرے کہ فلاں شخص کا مجھ پر اس قدر مال ہے اور اس پر گواہی کرا دے تو لازم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

فتاویٰ فضلی میں ہے کہ ایک شخص نے کسی تاجر کے پاس ایک سفتجہ پیش کیا اور اس نے کسی قدر مال تمام مال میں سے دے دیا اور کچھ باقی رہ گیا پس اگر خط لکھنے والے کا مال مکتوب الیہ کی طرف آتا ہو اور اس نے لکھا ہے کہ اس سفتجہ والے کو دے دے اور مکتوب الیہ نے خط کا اقرار کیا اور یہ بھی اقرار کیا مال اس پر قرض ہے تو باقی کے دے دینے کے واسطے مجبور کیا جائے گا اور اگر اس نے یہ اقرار نہ کیا ہو تو مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر کاتب کا مکتوب الیہ کی طرف کچھ مال نہ ہو تو بھی مجبور نہ کیا جائے گا مگر جبکہ اس نے سفتجہ والے کے واسطے ضمانت کر لی ہو تو مجبور کیا جائے گا کذا فی الذخیرہ۔

کتاب الحوالة

اس میں چند ابواب ہیں

پہلا باب:

حوالی کی تعریف ورکن وشرائط اوراحکام کے بیان میں

حوالہ کی تعریف ☆

قال المترجم حوالہ کی تعریف بیان ہوگی احالہ کسی کو دوسرے پر حوالہ کرنا محیل حوالہ کرنے والا محتال علیہ وہ شخص ہے جس پر حوالہ کیا گیا محتال لہ وہ شخص جس کے واسطے حوالہ واقع ہو محتال بہ جس چیز کا حوالہ واقع[1] ہو مثلاً زید نے عمرو کو بکر پر سو درہم اتارے تو زید محیل بکر محتال علیہ عمرو محتال لہ بہ ہیں قال فی الکتاب حوالہ کی تعریف یہ ہے کہ قرضہ کو ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ پر نقل کرنا حوالہ ہے اور یہی صحیح ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

حوالہ کا رُکن ☆

اس کا رکن ایجاب وقبول ہے ایجاب تو محیل کی طرف سے ہونا چاہئے اور قبول محتال علیہ اور محتال لہ دونوں کی طرف سے چاہئے اور محیل کی طرف سے ایجاب کی یہ صورت ہے کہ وہ طالب سے کہے کہ میں نے اس قدر درہم لینے کو تجھے فلاں شخص پر حوالہ کیا اور محتال علیہ اور محتال لہ کی طرف سے قبول کی یہ صورت ہے کہ ہر ایک ان میں سے کہے کہ میں نے قبول کیا یا راضی ہوا یا اور ایسے ہی الفاظ کہ جن سے رضامندی ظاہر ہوتی ہے بیان کرے اور یہ ہمارے اصحاب کے نزدیک ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

حوالہ کی شرائط ☆

حوالہ کے شرائط چند قسم ہیں بعضے محیل کی طرف راجع ہوتے ہیں اور بعض محتال لہ کی طرف راجع ہوتے ہیں اور بعض محتال علیہ کی طرف اور بعض محتال بہ کی طرف راجع ہوتے ہیں پس جو محیل کی طرف راجع ہوتے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ عاقل ہو پس مجنون اور لڑکے کا جو عاقل نہیں ہے حوالہ صحیح نہیں ہے از انجملہ یہ ہے کہ بالغ ہو اور یہ شرط انعقاد کی نہیں بلکہ شرط نفاذ ہے پس حوالہ عاقل لڑکے کا منعقد ہوگا مگر نفاذ اس کا موقوف رہے گا اس کے ولی کی اجازت پر اور محیل کا حر ہونا صحت حوالہ کے واسطے شرط نہیں ہے حتیٰ کہ غلام کا حوالہ صحیح ہے اور اگر اس کو تجارت کی اجازت ہو تو محتال علیہ فی الحال اس سے لے لے گا اگر اس کی طرف سے ادا کیا تو غلام پر اس کا اس کے مثل قرض نہ ہوگا بلکہ اس کے رقبہ سے متعلق ہوگا اور اگر غلام کو تصرفات سے منع کیا گیا ہے تو بعد آزادی کے واپس لے گا اور اسی طرح تندرست ہونا صحت حوالہ کے واسطے شرط نہیں ہے حتیٰ کہ مریض سے حوالہ درست ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور قرض دار کی رضامندی اور اس کا حکم شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے غیر سے کہا کہ تیرے فلاں شخص پر اس قدر درہم ہیں تو اس کو مجھ پر حوالہ کر دے اور قرض خواہ راضی ہو گیا تو حوالہ صحیح ہے پس اگر اس نے مال ادا کیا تو قرض دار سے نہیں لے سکتا ہے اور وہ بری ہو گیا یہ نہایہ میں

[1] تو لہم اور محتال عنہ جس کی طرف حوالہ ہو جیسا کہ آگے آئے گا۔

لکھا ہے۔

جو شرائط محتال لہ کی طرف راجع ہیں از انجملہ عقل ہے کیونکہ اس کی طرف سے قبول پایا جاتا رکن ہے اور غیر عاقل قبول کی اہلیت نہیں رکھتا ہے از انجملہ بلوغ شرط نفاذ ہے نہ شرط انعقاد اور عاقل نابالغ کا حوالہ قبول کر لینا اس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا بشرطیکہ محتال علیہ محیل سے زیادہ غنی ہوئے یہ بدائع میں لکھا ہے اور مال صغیر کا حوالہ قبول کر لینا باپ یا اس کے وصی کو جائز ہے بشرطیکہ دوسرا پہلے سے زیادہ غنی ہو اور اگر غنا میں برابر ہوں تو دو قول اختلافی ہیں یہ بحر الرائق میں ہے از انجملہ رضامندی سے قبول کیا ہو اور اگر زبردستی قبول کیا تو صحیح نہیں ہے از انجملہ مجلس حوالہ اور یہ شرط امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک شرط انعقاد ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شرط نفاذ ہے حتیٰ کہ اگر محتال لہ مجلس سے غائب ہو پھر اس کو خبر پہنچی اور اس نے اجازت دے دی تو دونوں اماموں کے نزدیک نافذ نہ ہوگی اور یہی صحیح ہے کذا فی البدائع مگر اس صورت میں کہ غائب کی طرف سے کوئی شخص حوالہ کو قبول کرے تو نافذ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے جو شرائط محتال علیہ کی طرف راجع ہیں از انجملہ عقل ہے کہ مجنون اور لایعقل لڑکے کا حوالہ قبول کرنا صحیح نہیں ہے اور از انجملہ بلوغ ہے اور وہ بھی شرط انعقاد ہے پس لڑکے کا حوالہ قبول کرنا صحیح نہیں ہے اگرچہ سمجھدار ہو خواہ اس کو تجارت کی اجازت ہو یا منع کیا گیا ہو اور خواہ محیل کے حکم سے قبول کیا ہو یا بدوں اس کے حکم کے اور اگر اس کی طرف سے اس کے ولی نے قبول کیا تو بھی صحیح نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے از انجملہ قبول حوالہ میں اس کی رضامندی چاہئے خواہ اس پر حوالہ کرنے والے کا قرض ہو یا نہ ہو یہ ہمارے علما کے نزدیک ہے یہ محیط میں لکھا ہے محتال علیہ کا حاضر ہونا صحت حوالہ کے واسطے شرط نہیں حتیٰ کہ اگر اس نے ایک شخص غائب کو محتال علیہ بنایا اور اس نے سن کر قبول کر لیا تو حوالہ صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

جو شرائط کہ محتال بہ میں ہیں از انجملہ یہ کہ قرضہ لازم ہو پس حوالہ اعیان[1] قائمہ یا دین غیر لازم کا صحیح نہیں ہے اور اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس کی کفالت صحیح نہیں ہے اس چیز کی حوالت بھی صحیح نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے احکام حوالہ میں سے یہ کہ محیل قرضہ سے بری ہو جاتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے پس اگر محتال علیہ نے محیل کو قرضہ سے بری کیا یا اس کو ہبہ کیا ہو تو صحیح نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر راہن نے مرتہن کو قرضہ کا کسی دوسرے پر حوالہ کر دیا تو راہن واپس لے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر حوالہ کیا پھر رہن کیا تو صحیح نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے اگر شوہر نے عورت کو اس کا مہر حوالہ کر دیا تو عورت اپنے نفس روک نہیں[2] سکتی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے محتال لہ کی طرف رجوع نہیں کر سکتا مگر اس صورت میں کہ اس کا حق ڈوب جائے پھر جب ایسا ہوا تو قرضہ محیل کے ذمہ عود کرے گا اور محتال لہ مطالبہ کرے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک ڈوب جانا دو طرح سے ہوتا ہے یا تو محتال علیہ حوالہ سے انکار کرے اور قسم کھا لے اور محیل و محتال لہ کے پاس گواہ نہ ہوں اور یا وہ مفلس مرا کہ اس نے کچھ بھی نہ چھوڑا نہ مال عین نہ دین نہ کوئی کفیل یہ تبیین میں لکھا ہے خواہ کفالت اس کے حکم سے ہو یا بغیر حکم کے یعنی کسی طرح کا کفیل نہ ہو یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور اگر اس نے طالب کو اصیل پر حوالہ کیا تو ڈوب جانے سے سر عود نہ کرے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر محتال علیہ اس طرح مفلس مر گیا مگر محتال علیہ نے کچھ رہن کسی سے لے کر محتال لہ کو دے دیا تھا بعوض مال کے یا کسی شخص نے احساناً محتال عنہ کے پاس کچھ رہن کر کے محتال علیہ اس کے فروخت کرنے کا اختیار دے دیا تھا یا نہ دیا تھا تو مال محیل کے ذمہ عود کرے گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

اگر رہن کے مالک نے محتال علیہ کے مرنے کے بعد رہن کو واپس نہ لیا یہاں تک کہ وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو بعوض

---

1. قولہ اعیان قائمہ یعنی جو چیز بعینہ قائم ہے مثلاً کسی نے کسی کا گھوڑا غصب کیا تو یہ جائز نہیں ہے کہ اس کو کسی دوسرے پر حوالہ کر دے کہ فلاں شخص سے لے لے
2. قولہ یعنی مرد کو اپنے ساتھ وطی کرنے سے منع نہیں کر سکتی بایں دعویٰ کہ مجھ کو میرا مہر معجل دے دے پس مہر مذکور سے مراد موجل ہے۔

اس مال کے گیا جس کے عوض ضمانت میں تھا اگر چہ محتال علیہ کے مفلس مرنے سے اس سے رہن ساقط ہو گیا تھا پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر راہن نے احساناً رہن کیا تھا تو کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر محتال علیہ کے حکم سے رہن کیا یا محتال علیہ نے اس سے لے کر رہن کیا تو رہن کا مالک محیل سے مال لے گا اور یہ محتال علیہ کا ترکہ ہو گا کہ اس سے اس کے قرض خواہوں کا قرضہ ادا کیا جائے گا اور راہن بھی منجملہ قرض خواہوں کے ہو گا کذا فی المحیط اگر محتال علیہ مر گیا اور محتال لہ نے کہا کہ مفلس مرا ہے اور محیل نے اس کے برخلاف بیان کیا تو شافی میں لکھا ہے کہ محتال لہ سے اس کے علم پر قسم لے کر اسی کا قول لیا جائے گا اور ایسا ہی مبسوط میں ہے کذا فی النہایہ اگر میت کا کچھ مال ظاہر ہوا کہ کسی غنی پر اس کا قرضہ تھا یا ودیعت تھی یا مدفون تھا کہ قاضی کو اس کے موت کے روز نہ معلوم ہوا کہ اس نے بطلان حوالہ کا اور قرضہ محیل کی طرف عود کرنے کا حکم دے دیا تو بعد علم کے قاضی اپنے حکم سے رجوع کرے پھر اگر محتال عنہ نے محیل سے کچھ نہیں لیا ہو تو اپنا قرضہ اس مال میں سے جو محتال علیہ کا نکلا ہے لے اور اگر کچھ لیا ہو تو اس کو واپس کر دے اور اگر قاضی جانتا ہے کہ اس میت کا قرضہ دوسرے مفلس پر ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک بطلان حوالہ کا حکم نہ دے گا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص کو بسبب اس کے قرضہ کے جو اس پر آتا ہے کسی شخص پر حوالہ کر دیا اور محتال علیہ شہر سے غائب ہو گیا اس طرح کہ اس کا پتہ معلوم نہ ہوتا تھا اور یہ بسبب تنگدستی اور عاجزی کے اس نے کیا پھر محتال لہ نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے لے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے جب تک کہ محتال علیہ کا مرنا ثابت نہ ہو یہ جواہر الفتاویٰ میں لکھا ہے اگر محیل نے ادا کیا اور محتال لہ نے قبول نہ کیا تو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا کذا فی الخلاصہ اور وہ شخص احسان کرنے والا نہیں ہے یعنی جس نے ادا کرنے میں احسان نہیں کیا کیونکہ احسان کرنے والا وہ شخص ہے کہ دوسرے سے نیکی کا قصد کرے بدوں اس کے کہ اپنے سے ضرر دور کرے اور اس نے ہر چند کہ بری الذمہ ہو گیا تھا یہ قصد کیا کہ وقت تنگی کے اگر عود کرے تو قید اور مطالبہ سے بری ہو کذا فی الکافی اور از انجملہ یہ ہے کہ محتال علیہ کو محیل پر دامن گیری کا حق اس وقت حاصل ہو کہ جب محتال لہ محتال علیہ کو گرفتار کرے پس جب محتال لہ اس کا دامن گیر ہو تو وہ محیل کا دامن گیر ہو تا کہ اپنے آپ کو گرفتاری سے چھوڑا دے اور جب وہ اس کو قید کرے تو یہ محیل کو قید کرائے بشرطیکہ یہ حوالہ محیل کے حکم سے ہو اور محتال علیہ پر اس قدر یعنی بقدر حوالہ کے محیل کا قرضہ نہ ہو اور اگر حوالہ اس کے بلا حکم ہو یا محتال علیہ اس کا اسی قدر قرض دار ہو اور حوالہ میں قرضہ کی قید ہو تو گرفتاری اور حبس میں اس کو محیل پر یہ حق حاصل نہ ہو گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

باب : ۲

حوالہ کی تقسیم کے بیان میں

حوالہ کی دو قسمیں ہیں ایک حوالہ مطلق دوسرا حوالہ مقید حوالہ مطلق کی یہ صورت ہے کہ مطلقاً حوالہ کر دے اور کسی چیز کے ساتھ جو محتال علیہ کے پاس اس محیل کی جو موجود ہے مثلاً ودیعت یا غصب یا قرض کے اپنے حوالہ میں مقید نہ کرے کہ میرے قرضہ سے دے دے یا غصب سے حوالہ کر دے یا ودیعت سے حوالہ کرے اور اگر ایسے شخص پر حوالہ کرے جس کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہیں ہے تو یہ بھی حوالہ مطلق ہے یہ تبیین میں لکھا ہے پس اگر اس نے مطلقاً حوالہ کیا تو حق محتال لہ کا محیل کے قرضہ یا ودیعت یا غصب سے جو محتال علیہ کے پاس ہے کسی سے متعلق نہ ہو گا بلکہ محتال علیہ کے ذمہ سے متعلق ہو گا اور اس پر واجب ہو گا کہ محتال لہ کا قرضہ اپنے مال سے ادا کرے اور محیل کو اختیار ہو گا کہ اپنا قرضہ اور ودیعت اور غصب اس سے لے لے اور ان چیزوں کے لینے سے حوالہ باطل نہ ہو گا اور اگر

محیل مر گیا تو جو کچھ اس کا قرضہ اور ودیعت اور غصب محتال علیہ کے پاس ہے وہ سوائے محتال لہ کے اس کے تمام قرض خواہوں میں تقسیم ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے پھر مطلق حوالہ کی دو قسمیں ہیں ایک فی الحال دوسرا میعادی پس فی الحال کا حوالہ یہ ہے کہ قرض دار طالب کو کسی شخص پر مثلاً ہزار درہم کا حوالہ کر دے تو جائز ہے اور ہزار درہم محتال علیہ پر فی الحال واجب ہوں گے اور میعادی کی صورت یہ ہے کہ دوسرے پر ہزار درہم مبیع کا ثمن ایک سال کی میعاد سے تھا پس اس پر حوالہ کر دیا اور ایک سال کی میعاد لگائی تو حوالہ جائز ہے اور محتال علیہ پر بھی ایک سال کے وعدہ سے ہوگا اور امام محمدؒ نے اس صورت میں ذکر نہ فرمایا کہ اگر حوالہ مبہم واقع ہوا تو محتال علیہ کو میعاد حاصل ہو گی یا نہ ہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ حاصل ہونا چاہئے جیسا کہ کفالت میں ہوتا ہے پس اگر محیل مر گیا تو محتال علیہ پر سر دست مال واجب نہ ہوگا اور اگر محتال علیہ میعاد سے پہلے اور محیل دونوں مر گئے تھے کہ مال فی الحال محتال علیہ پر دینا واجب ہو گیا یعنی ورثہ ادا کریں پس اگر وفا ہونا ممکن نہ ہو تو محتال لہ کو اصیل کے پاس واپس کیا جائے کہ اپنے وقت پر قرض کا خواستگار ہو یہ نہایہ میں لکھا ہے اگر قرض کا مال کسی پر فی الحال واجب الادا ہو پھر اس کو کسی شخص پر ایک سال کے وعدہ پر اتر ادیا تو جائز ہے اگرچہ اس میں لازم آتا ہے کہ قرضہ میں مدت قرار دی گئی پس اگر محتال علیہ مدت گزرنے سے پہلے مفلس مر گیا تو وہ مال محیل کی طرف پھر فی الحال ادا پر عود کرے گا اور اگر بجائے قرضہ کے ثمن بیع یا غصب فی الحال واجب الادا ہوا اور باقی تمام مسئلہ اسی[1] طرح واقع ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

زید پر عمرو کے ہزار درہم فی الحال ادا کے قرضہ ہیں اور زید کے بکر پر ہزار درہم فی الحال ادا کے قرض ہیں پھر زید نے عمرو کو بکر پر حوالہ کر دیا اور قید لگا دی کہ بعوض اس مال کے جو میرا تجھ پر چاہئے ہے تو حوالہ صحیح ہے پس اگر محتال لہ نے محتال علیہ کو ایک سال کی تاخیر دی تو محیل کو اختیار نہ ہوگا کہ اپنے قرض دار سے قرض کا تقاضا کر کے لے پھر اگر محتال لہ نے تاخیر کے بعد محتال علیہ کو قرضہ حوالہ سے بری کر دیا تو محیل کو اختیار ہوگا کہ اپنے قرض دار سے قرضہ فی الحال لے لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک شخص کے ہزار درہم دوسرے پر ہیں پھر قرض دار اپنے قرض خواہ کو ایک سال کے وعدہ پر حوالہ کیا پھر محیل نے سال گزرنے سے پہلے وہ مال محتال لہ کو خود ادا کر دیا تو اس کو اختیار ہے کہ محتال علیہ سے فی الحال لے لے یہ سراجیہ میں لکھا ہے اگر کسی نے کسی قدر مال کا حوالہ اپنے اوپر قبول کر لیا اور اس میں کسی قدر میعاد ہے پھر اس شخص نے اسی قدر میعاد یا اس سے کم یا زیادہ پر دوسرے شخص پر حوالہ کیا تو محتال علیہ اول کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے اصیل سے لے تاوقتیکہ مال طالب کے قبضہ میں نہ آ جائے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر لڑکے کے قرضہ کا حوالہ باپ یا وصی نے کسی قدر میعاد پر قبول کر لیا تو جائز نہیں ہے اور یہ اس وقت ہے کہ اس قرضہ کا لڑکا وارث ہوا ہو اور اگر دونوں کے عقد کی وجہ سے واجب ہوا ہو تو اس میں میعاد جائز ہے اور یہ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور محتال علیہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ خود ادا کرنے سے پہلے محیل سے لے لے لیکن اگر اس کا ساتھ پکڑا جائے تو یہ بھی محیل کا دامن گیر ہو سکتا ہے اور اگر قید کیا جائے تو اس[2] کو اختیار کہ اصیل کو قید کرائے تاکہ وہ اس کو چھوڑا دے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر محتال علیہ نے محتال عنہ کو ادا کر دیا یا اس کو ہبہ کیا یا صدقہ میں دیا یا محتال لہ مر گیا اور محتال علیہ اس کا وارث ہوا تو اب سب صورتوں میں محیل سے واپس لے سکتا ہے اور اگر محتال لہ نے محتال علیہ کو بری کیا تو بری ہو جائے گا اور وہ محیل سے نہیں لے سکتا ہے کذا فی الخلاصہ اور اگر اس نے محتال علیہ سے یہ کہا کہ میں نے تیرے واسطے چھوڑا تو محتال علیہ کو اختیار ہے کہ اپنے محیل سے لے لے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہم یعنی لڑکے کا قرضہ آتا تھا اس کے قرض دار سے باپ یا وصی نے کسی پر حوالہ میعادی قبول کیا تو جائز نہیں کیونکہ جیسے ابراء ابدی ان کے اختیار میں نہیں اسی قیاس پر یہ ابراء وقتی بھی اختیار میں نہیں۔ [2] قولہ یعنی محتال لہ کو جیسے کفیل کو اختیار ہوتا ہے۔

ایک شخص پر دوسرے کا قرض ہے پھر قرض دار نے قرض خواہ کو ایسے شخص پر حوالہ کیا کہ قرض دار کا اس پر کچھ قرض نہ تھا پھر ایک درمیانی آدمی آیا اور اس نے محتال علیہ کی طرف سے احساناً مال ادا کر دیا تو محتال علیہ کو اختیار ہے کہ محیل سے لے لے چنانچہ اگر اپنے مال سے ادا کر دیتا اور اس پر قرض نہ ہوتا تب بھی یہی صورت تھی اور اگر محتال علیہ پر محیل کا قرض ہو اور اس نے اس مال کا حوالہ اپنے قرض خواہ کو کیا پھر ایک درمیانی آیا اور اس نے محتال لہ کو محیل کی طرف سے جس پر اصل قرضہ ہے ادا کر دیا تو محیل کو اختیار ہے کہ محتال علیہ سے اپنا قرضہ لے لے اور اگر محیل اور محتال علیہ میں سے ہر ایک نے اختلاف کر کے دعویٰ کیا کہ فضولی یعنی درمیانی آدمی نے میری طرف سے ادا کیا ہے اور خود فضولی نے ادا کرتے وقت کسی کو معین نہ کیا تھا تو اس سے دریافت کیا جائے گا کہ کس کی طرف سے اس نے ادا کیا پس اگر فضولی بیان سے پہلے مر گیا یا غائب ہو گیا تو یہ ادا کرنا محتال علیہ کی طرف سے شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور محتال علیہ اپنے محیل سے فقط محتال بہ کو لے سکتا ہے نہ وہ لے سکتا ہے جو اس نے ادا کیا ہے مثلاً محتال بہ درہم تھے اور اس نے دینار ادا کئے یا بالعکس اور دونوں نے باہم بیع صرف کی اور اس کے شرائط مرعی رکھے اور بیع صرف صحیح ہو گئی تو محتال علیہ محیل سے درہم لے سکتا ہے نہ دینار اور اسی طرح اگر اس نے درہم کے عوض کوئی مال فروخت کیا تو درہم لے سکتا ہے نہ وہ مال جو اس نے ادا کیا ہے اسی طرح اگر اس نے بجائے جید درہموں کے زیوف عطا کئے اور محتال لہ نے اس سے چشم پوشی کی تو اپنے محیل سے جید درہم لے گا اور اگر محتال لہ نے محتال علیہ سے صلح کر لی پس اگر صلح جنس حق[1] پر واقع ہوئی اور باقی سے اس نے بری کر دیا تو محیل سے بقدر ادا کئے ہوئے کے لے سکتا ہے کیونکہ اس نے اسی قدر قرض دیا ہے تو اس قدر واپس لے گا اور اگر صلح خلاف جنس پر ٹھہرائی مثلاً درہم کی صلح دینار پر یا بالعکس قرار دی تو محیل سے پورا قرضہ لے لے گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

حوالہ مقیدہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ محیل حوالہ میں اسی قرضہ کی قید لگائے جو محیل کا اس پر ہے اور دوسری یہ کہ حوالہ میں اس عین کی قید لگائی جو محیل کی محتال علیہ کے پاس بوجہ غصب یا ودیعت کے موجود ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے جس حوالہ میں عین شئی کی قید ہے اس کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص کے ہزار درہم دوسرے کے پاس غصب یا ودیعت ہیں اور ودیعت یا غصب کے مالک پر کسی شخص کے ہزار درہم قرض ہیں پھر صاحب ودیعت یا غصب نے قرض خواہ کو اس پر حوالہ کیا کہ جس کے پاس ودیعت یا غصب ہے اور ہزار درہم اس قید سے اترائے لے کہ انہیں ہزار درہم سے جو ودیعت یا غصب ہیں ادا کرے پس بعد حوالہ کرنے کے محیل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ محتال علیہ سے لے اور اگر ودیعت کو اپنے پاس رکھنے والے نے اس کو دے دی تو وہ اس کا ضامن ہوگا پس اگر محیل نے اپنا مال محتال علیہ سے لے لیا پھر محتال لہ نے اپنا مال اس سے لیا تو محتال علیہ کو اختیار ہے کہ محیل سے واپس لے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر حوالہ میں ودیعت کی قید ہو اور ودیعت کو اپنے پاس رکھنے والے نے کہا کہ مال ودیعت ضائع ہو گیا تو حوالہ باطل ہو گیا اور اگر غصب[2] سے مقید تھا تو صورت حوالہ باطل نہ ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر ودیعت یا غصب میں استحقاق ثابت ہوا تو حوالہ باطل ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے جو حوالہ کہ مقید ایسے دین کے ساتھ ہو جو محیل کا محتال علیہ پر ہے اس کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص کے ہزار درہم قرض ہیں اس کو اس کے قرض دار نے ایسے شخص پر حوالہ کیا کہ جس پر اس کے قرض دار کے ہزار درہم ہیں اس شرط سے کہ وہی ہزار درہم قرضہ کے اس کو ادا کرے یہ نہایہ میں لکھا ہے اگر حوالہ میں ایسے عین کی قید تھی جو محیل کی محتال علیہ کے پاس ہے پھر محتال لہ نے محتال علیہ کو ہبہ کیا تو ملکیت ثابت ہو گئی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر محتال لہ نے محتال علیہ کو قرضہ سے بری کر دیا اور محیل نے اس کو اپنے قرضہ کے ساتھ قید لگا کر

---

[1] قولہ جنس حق یعنی جس جنس کا قرضہ ہے اس جنس پر کی ہے صلح کی کیونکہ کی ضروری ہے تو لامحالہ معنی یہ کہ اس جنس میں سے کچھ لیا اور باقی سے بری کر دیا مثلاً دس من گیہوں قرضہ سے آٹھ من پر صلح کی تو دو من معاف کر دیئے۔ [2] قولہ غصب سے یعنی کہا تھا کہ مال غصب سے ادا کرے تو بعد تلف کے اس کے تاوان سے ادا کرے گا۔

حوالہ کیا تھا تو اس کو اختیار ہوگا کہ محتال علیہ نے اپنا قرضہ لے لے اگر اس نے محتال علیہ کو ہبہ کیا تو محیل اس سے نہیں لے سکتا ہے اور ہبہ بمنزلہ تمام حق لینے کے ہے اگر محتال علیہ نے محتال لہ کی وراثت میں پایا تو بھی محیل اس سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر محیل کا محتال علیہ پر کچھ قرضہ نہ ہو تو ہبہ اور میراث کی صورت میں وہ محیل سے لے سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے اگر محتال لہ نے اپنا مال تغلب کے طور پر محیل سے لے لیا اور کہا کہ محتال علیہ مفلس ہے اور حوالہ میں یہ قید لگی تھی کہ اس سے ادا کیا جائے جو محیل کا محتال علیہ پر قرض ہے تو صحیح یہ ہے کہ محیل اپنا وہ قرض جو محتال علیہ پر ہے لے لے گا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

اگر حوالہ میں اس ودیعت کی قید ہو جو محیل کی محتال علیہ کے پاس ہے ☆

اگر ایسی صورت میں کہ حوالہ میں اس قرضہ کی قید تھی کہ جو محیل کا محتال علیہ پر چاہیے یا اس عین کی جو اس کی اس کے پاس ہے محیل مر گیا اور اس پر بہت قرضے ہیں اور اس نے سوائے اس دین یا عین کے جو محتال علیہ پر ہے کچھ نہ چھوڑا تو محتال لہ کو اس مال کے ساتھ استحساناً زیادہ خصوصیت نہ ہوگی کذا فی الذخیرہ اور وہ بھی محیل کے دوسرے قرض خواہوں کے ساتھ یکساں شریک ہوگا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر حوالہ میں اس ودیعت کی قید ہو جو محیل کی محتال علیہ کے پاس ہے پھر محیل بیمار ہوا اور اس نے ودیعت محتال لہ کے حوالہ کر دی پھر محیل مر گیا اور بہت قرضے اس پر ہیں تو جس کے پاس ودیعت تھی وہ محیل کے قرض خواہوں کے لئے کچھ ضامن نہ ہوگا اور وہ ودیعت فقط محتال لہ کو نہ دی جائے گی بلکہ تمام قرض خواہوں میں حصہ رسد تقسیم ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر ودیعت کو جس کے پاس ودیعت ہے روک لیا اور اس نے اپنے مال سے ادا کیا تو استحساناً وہ متبرع[1] نہ ہوگا کذا فی الکافی۔ کسی شخص پر ہزار درہم قرض ہیں اس نے قرض خواہ کو اپنے ایک ہزار کے قرض دار پر اس شرط سے کہ قرضہ سے ادا کرے حوالہ کیا اور ہنوز اس نے نہ ادا کئے تھے کہ محیل بیمار ہوا پھر اس نے ادا کر دیئے اور مریض مرض سے مر گیا اور اس پر بہت قرضے ہیں اور سوائے اس مال کے جو محتال علیہ پر تھا کچھ مال نہ تھا تو یہ محتال لہ کو دے دیا[2] جائے گا اور قرض خواہوں کا اس میں کچھ حق نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر حوالہ میں ادا کرنے میں قید یہ تھی کہ اس غلام کے ثمن سے جو محیل کا محتال علیہ پر چاہیے ادا کرے پھر بسبب خیار رویت یا خیار عیب یا خیار شرط کے قبضہ سے پہلے یا اس کے بعد قاضی کے حکم سے بیع فسخ ہوگئی یا سپرد کرنے سے پہلے غلام مر گیا تو ثمن محتال علیہ کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور استحساناً حوالہ باطل نہ ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر قرض خواہ کی طرف سے مبیع میں کچھ استحقاق ثابت ہوا یا جس قرضہ کے ساتھ حوالہ مقید ہے اس میں استحقاق پیدا ہوا یا یہ بات ظاہر ہوئی کہ غلام مبیع مرد آزاد تھا تو بالاجماع حوالہ باطل ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر مکاتب کے مالک نے کسی اپنے قرض دار کو اس پر حوالہ کیا پس اگر حوالہ مطلقاً چھوڑا تو جائز نہیں ہے اس لئے کہ غلام کی ضمانت باطل ہے اور اگر بدل کتابت کی قید لگائی تو اس صورت میں جائز ہے کہ یہ قرض خواہ اس کی طرف سے بدل کتابت وصول کرنے کا وکیل ہو جائے اور بدل کتابت وصول کرنے کا وکیل کرنا جائز ہے اور ادا کر دینے سے پہلے مکاتب آزاد نہ ہو جائے گا اور اگر ادا کرنے سے پہلے مالک مر گیا اور اس پر بہت قرضے ہیں تو جس قدر مکاتب پر ہے اس کی نسبت تمام قرض خواہوں میں سے محتال لہ مخصوص ہو کر پائے گا اور اگر مالک نے مکاتب کو آزاد کر دیا کہ بدل کتابت اس کے ذمہ سے ساقط ہو گیا تو حوالہ استحساناً باطل نہ ہوگا اور اسی کو ہمارے ائمہ ثلاثہ نے اختیار کیا ہے اور جب حوالہ باطل نہ ہوا اور مکاتب نے بدل کتابت محتال لہ کو ادا کر دیا تو اپنے مولیٰ سے واپس لے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر مالک نے اپنی ام ولد کو مکاتب کیا پھر بدل کتابت کے واسطے کسی قرض خواہ کو اس پر حوالہ کیا پھر مالک مر گیا تو ام ولد آزاد ہوگئی اور استحساناً حوالہ باطل نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے مکاتب نے اپنے مالک کو بدل کتابت کے

---

[1] قولہ نہ ہوگا بلکہ ودیعت سے بدلا کر لے گا۔ [2] قولہ دے دیا جائے گا یعنی اس کا وصول پانا مسلم رکھا جائے گا۔

واسطے کسی شخص پر مطلقاً حوالہ کیا تو باطل ہے کذا فی الکافی اور وہ آزاد نہ ہوگا کذا فی المحیط السرخسی اور اگر حوالہ کسی قرض یا ودیعت یا غصب کے ساتھ مقید ہو تو صحیح ہے اور یہ محتال لہ کو وکیل کرتا ہے تا کہ مکاتب کے مال سے جو اس کے پاس ہے بدل کتابت ادا کرے اور جب حوالہ صحیح ہوا تو مکاتب بری ہوا اور آزاد ہو گیا پھر اگر محتال علیہ کے پاس جو کچھ ہے وہ ادا کرنے سے پہلے تلف ہو گیا تو حوالہ باطل ہو گیا اور بدل کتابت مکاتب کے ذمہ آیا اور عتق باقی رہا یہ کافی میں لکھا ہے اگر زید قرض خواہ نے اپنے قرض خواہ عمرو کو خالد کفیل پر مال کا حوالہ کیا تو خالد زید کے مطالبہ سے بری ہو گیا اور زید کو اختیار ہے کہ مکفول عنہ کو پکڑے تا کہ اس کو حوالہ سے چھوڑا دے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر محتال لہ نے پورا مال کفیل سے لے لیا تو مکفول عنہ بری ہو گیا اور جو کفیل نے ادا کیا ہے وہ محیل سے نہیں لے سکتا ہے لیکن مکفول عنہ سے لے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مکفول عنہ نے کفیل کے ادا کرنے سے پہلے محیل کو مال ادا کر دیا تو کفیل کو مکفول عنہ سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے لیکن وہ محیل کو پکڑے گا تا کہ اس کو حوالہ سے چھوڑا دے اور محتال لہ کے حق سے کفیل بری نہ ہوگا اور بعد اس کے اگر کفیل نے محتال لہ کو ادا کر دیا تو اس کو اختیار ہے کہ محیل سے لے لے نہ اصیل سے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر طالب نے اپنے قرض خواہ کو مقید حوالہ کے ساتھ اصیل پر حوالہ کیا تو جائز ہے اور محتال لہ کو کفیل سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اصیل اور کفیل محیل کے مطالبہ سے بری ہو گئے پھر اگر طالب نے چاہا کہ کسی دوسرے قرض خواہ کو اس کے بعد اسی قرضہ کی قید کے ساتھ کفیل پر حوالہ کروں تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے زید کے عمرو پر ہزار درہم ہیں اور خالد اس کا کفیل ہے اور زید پر دو شخصوں میں ہر ایک کے ایک ایک ہزار درہم ہیں پھر زید نے ایک قرض خواہ کو عمرو پر اسی دین کی قید سے حوالہ کیا اور دوسرے قرض خواہ کو عمرو پر اسی دین کی قید سے حوالہ کیا پس اس کی دو صورتیں ہیں اگر دونوں حوالے آگے پیچھے واقع ہوئے دو وجہ سے یا ابتداءً کفیل پر حوالہ کیا یا ابتداءً اصیل پر حوالہ کیا پس اگر ابتداءً کفیل پر حوالہ کیا تو دونوں حوالے صحیح ہیں پس اگر کفیل نے کچھ ادا کیا تو مکفول عنہ سے اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے لیکن محیل سے لے لے گا اور اگر کچھ نہ ادا کیا لیکن مکفول عنہ نے خود ادا کر دیا تو مکفول عنہ بری ہو گیا اور کفیل بھی مال کفالت سے بری ہو گیا اور یہ حوالہ ہمارے علمائے ثلاثہ کے نزدیک مطلق تھا اور اگر کفیل نے مال محتال لہ ادا کیا تو مکفول عنہ سے نہیں لے سکتا ہے بلکہ محیل سے مطالبہ کرے اور اگر ابتداءً اصیل پر حوالہ ہو پھر کفیل پر تو اصیل کا حوالہ صحیح ہے اور کفیل کا باطل ہے اور اگر دونوں حوالے ایک ساتھ واقع ہوئے تو جائز ہیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے زید پر عمرو کے درہم قرض ہیں اور خالد اس کا کفیل ہے پھر خالد نے عمرو کو بکر پر حوالہ کیا اور اس نے قبول کر لیا تو اصیل و کفیل دونوں بری ہو گئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے پس اگر محتال علیہ کے مفلس مرنے کی وجہ سے مال ڈوب گیا تو پھر اصیل و کفیل پر عود کرے گا اور طالب جس سے چاہے مواخذہ کرے اگر کفیل نے طالب کو سو درہم کا حوالہ اس شرط پر کیا کہ اسے بری کر لے تو اس کو اختیار ہے کہ اصیل اور محتال علیہ سے مطالبہ کرے اور اگر اس صورت میں محتال علیہ مفلس مر گیا تو طالب کو اختیار ہے کہ کفیل کو بھی ماخوذ کرے اور اگر کسی نے تبرعاً کہا کہ تو اس مال کا حوالہ مجھ پر قبول کر لے اور اس نے قبول کیا تو یہ اصیل اور کفیل دونوں کی طرف سے ہوا یعنی دونوں بری ہوں گے اور اگر اس نے حوالہ میں کفیل کی برات کی شرط کر لی تو اصیل بری نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص قرض خواہ کو اس کے قرضہ کا حوالہ کسی شخص پر کیا اور اس شخص نے قبول کر لیا پھر قرض خواہ نے اس کو ایک شخص قرض دار پر حوالہ کیا اور اس نے قبول کیا تو پہلا حوالہ دوسرے سے ٹوٹ گیا اور طالب کا اس پر کچھ باقی نہ رہا اور دوسرے شخص کو اختیار ہے کہ وہ حوالہ کے موافق اپنے قرض کا اس سے مطالبہ کرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

کسی دوسرے پر اس شرط سے حوالہ کیا کہ مال حوالہ اس دار کے ثمن سے ادا کرے تو حوالہ جائز ہے اور محتال علیہ اس گھر کے فروخت کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور نہ مال دینے پر مجبور کیا جائے حتیٰ کہ اگر اس گھر کو فروخت کرے اور جب اس نے فروخت کیا تو مال حوالہ کو اس میں سے ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر اس طرح حوالہ کیا کہ یہ مال محیل کے گھر کے ثمن سے بلا اس کی اجازت کے ادا کرے تو باطل ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر محیل نے اس کا حکم و اجازت دے دی تو کہ حوالہ جائز ہو گیا تو بھی محتال علیہ پر گھر فروخت کرنے سے پہلے ادا کرنے کا جبر نہ کیا جائے گا لیکن مکان کے فروخت کرنے پر مجبور کئے جانے کے باب میں دیکھنا چاہئے کہ اگر حوالہ میں فروخت کر دینا مشروط ہے تو اس پر جبر کیا جائے گا اور اگر پہلی صورت میں محتال علیہ نے اپنا گھر اور دوسری صورت میں محیل کا گھر فروخت کر کے مال ادا کر دیا تو پھر ضمانت نہ ہوگی کیونکہ ثمن ادا کرنے کا اس نے التزام کیا تھا اور وہ پورا ادا کر دیا یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص کے ہزار درہم دو شخصوں پر تھے اور ہر ایک دوسرے کا کفیل تھا پھر ایک نے اس کو ہزار درہم کسی شخص پر اتر ادیئے تو محتال لہ کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ہزار درہم محتال علیہ سے لے لے اور اگر چاہے تو اس سے پانچ سو لے اور جس نے حوالہ نہیں کیا اس سے پانچ سو لے اور یہ اس کو اختیار نہیں ہے کہ جس نے حوالہ نہیں کیا ہے اس سے پانچ سو سے زیادہ طلب کرے اور محتال علیہ اپنے محیل سے پانچ سو درہم لے گا اور اگر اس نے پورے ہزار درہم لئے تو ہزار درہم لے گا پھر محیل دوسرے سے پانچ سو لے گا امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم نبہرہ[1] قرض تھے اور قرض دار کے دوسرے شخص پر سو درہم جید قرض تھے پھر جس پر نبہرہ تھے اس نے اس پر جس پر جید تھے حوالہ کیا کہ بجائے نبہرہ کے کھرے لے لئے اور یہ شرط لگائی کہ بعوض اپنے درہم نبہرہ کے جید درہم لے لے اور محتال علیہ غائب تھا پھر اس کو حوالے کی خبر پہنچی اور اس نے اجازت دی تو حوالہ قیاساً و استحساناً باطل ہے اور اگر محتال علیہ حاضر تھا اور اس نے حوالہ قبول کیا تو استحساناً جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے محتال عنہ کے محیل سے جدا ہونے سے پہلے اگر اس نے دے دیئے تو جائز ہے ورنہ باطل[2] اور حوالہ ٹوٹ جائے گا اور وہی نبہرہ عود کریں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر دونوں جدا ہو گئے پھر محتال علیہ نے کھرے ادا کئے تو صحیح ہے کیونکہ حوالہ اگرچہ باطل ہو گیا لیکن ادا کرنے کا حکم باقی ہے اور بدلا ہو جانے کی وجہ سے محتال علیہ بھی محیل کے قرضہ سے بری ہو گیا اور محیل اپنے محتال لہ سے کھرے درہم لے لے گا کیونکہ اس نے بیع صرف باطل ہونے کے بعد قبضہ کیا ہے پھر محتال لہ محیل سے اپنا قرضہ یعنی درہم نبہرہ لے لے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔

اسی طرح اگر محیل نے محتال لہ سے جید کے عوض زیوف پر اس شرط سے صلح کی کہ محیل اس کو فلاں شخص پر حوالہ کرے تو جائز ہے ☆

اسی طرح اگر محتال لہ کو محتال علیہ نے حوالہ اولیٰ میں کھرے درہم ادا کر دیئے تو محتال علیہ بری ہو گیا اور محیل کو اختیار ہے کہ محتال لہ سے کھرے درہم واپس لے اور نبہرہ اس کو ادا کر دے اور اگر اس مسئلہ میں محتال علیہ پر سو درہم نہ ہوں اور باقی مسئلہ کی یہی صورت ہے تو محتال علیہ کو اختیار ہوگا کہ محیل سے سو درہم کھرے لے لے یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم کھرے ہیں اور اس پر زیوف ہیں پھر زیوف والے نے کسی کو اس شخص پر جس پر کھرے درہم ہیں اس شرط سے حوالہ کیا کہ اس کو کھرے دیئے یا یہ شرط کی کہ زیورف دے دے اور کھرے اس کے ہو لئے تو باطل ہے یہ کافی میں لکھا ہے خواہ محتال علیہ حاضر یا غائب ہو اور اس نے قبول کیا ہو اور یہی حکم قیاساً و استحساناً ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اس نے ادا کر دیا تو محیل سے لے لے گا کیونکہ اس کے حکم سے ادا کیا ہے یا محتال لہ سے پھر لے گا کیونکہ اس نے بطریق حوالہ فاسد کے ادا کئے ہیں یہ کافی میں لکھا ہے اور جب اس نے محتال لہ سے نبہرہ

---

[1] قولہ نبہرہ ناکارہ جس کو عوام تاجر بھی نہیں لیتے ہیں۔ [2] قولہ باطل کیونکہ بیع صرف کی شرط معدوم ہے اور جہاد کھرے زیوف کھوٹے۔

لے لئے تو محیل اس سے کھرے لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر محیل نے محتال علیہ سے جیاد سے زیوف پر اس شرط سے صلح قرار دی کہ زیوف والا اس پر حوالہ کر دے تو صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور محتال علیہ جیاد درہم سے بری ہو گیا اور اس پر ہزار درہم نبہرہ محتال لہ کے رہ گئے پس اگر اس صورت میں محیل مر گیا اور اس پر بہت قرضے ہیں سوائے محتال لہ کے قرضے کے تو محتال علیہ سے ہزار درہم نبہرہ لے کر محتال لہ اور باقی قرض خواہوں میں تقسیم ہوگا اور اگر محتال علیہ کے پاس جید درہم غصب یا ودیعت میں ہوں اور وہ موجود ہوں پھر محیل نے نبہرہ والے کو غاصب کے اوپر یا اس پر جس کے پاس ودیعت ہے حوالہ کیا اور محیل نے محتال علیہ سے کہا کہ میں نے اس کو تیرے اوپر جید درہم کے واسطے حوالہ کیا کہ بعوض نبہرہ کے اس کو دے دیئے تو حوالہ جائز ہے بشرطیکہ محتال لہ نے محیل کے جدا ہونے سے پہلے اس پر قبضہ کر لیا ہو اسی طرح اگر محیل نے محتال لہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو تیرے درہم یا نبہرہ کے واسطے فلاں شخص پر حوالہ کیا کہ وہ تجھ کو جید درہم دے گا جو اس کے پاس موجود ہیں تو حوالہ جائز ہے بشرطیکہ محیل کے جدا ہونے سے پہلے اس نے قبضہ کر لیا ہو اور اگر دونوں قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو بیع صرف باطل ہو گئی اور اگر دونوں جدا نہ ہوئے لیکن جس کے پاس ودیعت ہے یا غاصب وہ چلا گیا تو حوالہ جائز رہا کیونکہ وہ عاقد نہیں ہے کذا فی المحیط۔ کسی کے زیوف چاہئے ہیں اور اس پر جید درہم قرض ہیں پس اس شرط پر حوالہ کیا کہ زیوف لے لے تو صحیح ہے اور اسی طرح اگر محیل نے محتال لہ سے جید کے عوض زیوف پر اس شرط سے صلح کی کہ محیل اس کو فلاں شخص پر حوالہ کرے تو جائز ہے اور اگر محتال علیہ مر گیا اور مفلس تھا تو محیل سے زیوف لے سکتا ہے محیل پر درہم قرض ہیں اور محیل کا قرضہ دینار ہیں پس حوالہ کیا اس شرط پر کہ اس کو دینار دیئے اس کو دراہم دیئے بعوض ان دیناروں کے جو اس پر ہیں تو باطل ہے مگر اس صورت میں کہ وہ اس کے پاس ودیعت یا غصب ہوں اور بعینہٖ قائم ہوں یہ کافی میں لکھا ہے۔

باب : ③

حوالہ میں دعویٰ وشہادت کے بیان میں

مدیوں نے زعم کیا کہ اس نے قرض خواہ کو فلاں شخص پر حوالہ کیا اور اس نے قبول کیا اور قرض خواہ نے انکار کیا اور پھر قرض دار سے اس حوالہ پر گواہ طلب ہوئے پس اگر اس نے پیش کئے اور محتال علیہ حاضر ہے تو قبول ہوں گے اور مدیون بری ہوگا اور اگر غائب ہے تو حق توقیت[1] میں محتال علیہ کے حاضری تک مقبول ہوں گے پس اگر حاضر ہو کر مدیون کے قول کا اقرار کیا تو بری (1) ہے ورنہ حکم دیا جائے گا کہ دوبارہ گواہ پیش کرے اور اگر گواہ غائب ہو گئے یا مر گئے تو محتال علیہ سے قسم لی جائے گی اور اگر مدیون کے پاس گواہ نہ ہوں اور اس نے قسم طلب کی تو محتال علیہ قسم کھائے گا کہ واللہ مجھ پر فلاں شخص نے مال کا حوالہ نہیں کیا اور اگر قسم سے منکر ہوا تو مطلوب بری ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے محیل غائب ہوا اور محتال علیہ نے زعم کیا کہ جو قرضہ محیل پر ہے وہ شراب کا ثمن ہے تو اس کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اگرچہ وہ اس بات پر برہان پیش کرے جیسا کہ باب کفالت میں ہوتا ہے اور اگر محتال علیہ نے مال محتال کو دے دیا ہے اور پھر محیل سے لینا چاہا اور اس نے کہا کہ وہ مال شراب کا ثمن تھا تو مسموع نہ ہوگا اگرچہ برہان پیش کرے اور محیل سے کہا جائے گا کہ یہ محتال کو ادا کر دے پھر اپنے مخاصم سے جھگڑا کر پھر اگر اس نے محتال لہ پر برہان پیش کی کہ یہ ثمن شراب کا تھا تو مقبول ہوگی پھر محتال علیہ کو خیار ہوگا کہ چاہے محیل سے واپس لے یا محتال لہ سے وجیز کردری میں لکھا ہے۔

اگر محتال لہ نے قاضی کے سامنے اقرار کر دیا کہ یہ مال شراب کا ثمن ہے تو محتال علیہ کے ساتھ کچھ جھگڑا نہ ہوگا پھر اگر محیل آیا

---

[1] قولہ توقیت وقت مقرر کر دینا۔ (1) یعنی مدیون۔

اور کہا کہ نہیں بلکہ یہ مال قرض ہے تو مال اس پر لازم نہ ہوگا بشرطیکہ محتال لہ اس کی تصدیق کرے لیکن محتال علیہ کے ذمہ کچھ لازم نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر اپنی عورت کو اس کے مہر کے واسطے کسی سے لے لینے [1] کا حوالہ کیا اور اس نے قبول کیا پھر شوہر غائب ہو گیا پھر محتال علیہ نے اس امر پر گواہ پیش کئے کہ اس کا نکاح فاسد ہے اور اس کی کوئی وجہ بیان کی تو محتال علیہ کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور اگر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اپنا مہر اپنے شوہر کو معاف کر دیا یا زوج نے اس کو دیا ہے بعوض مہر کے کوئی شئی اس کے ہاتھ فروخت کی ہے اور اس نے قبضہ کر لیا ہے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر مبیع پر قبضہ نہ ہوا ہو تو مقبول نہ ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کے ہاتھ شراب ہزار درہم کو بیچی پھر بائع نے ایک مسلمان کو مشتری پر حوالہ مقید کر کے کہا کہ ان ہزار درہم کے دینے کے واسطے جو تجھ پر آتے ہیں میں نے فلاں شخص کو حوالہ کیا پھر باہم اختلاف کیا کہ مشتری نے کہا کہ یہ ہزار درہم وہی ہیں جو شراب کا ثمن ہیں اور بائع نے کہا کہ مال کا ثمن ہیں تو بائع کا قول معتبر ہوگا پھر اگر محتال علیہ نے محیل پر اپنے دعویٰ کے موافق گواہ قائم کئے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر حوالہ میں قید نہ ہو مثلاً یوں کہا ہزار درہم کے دینے کے واسطے میں نے تجھ پر یہ حوالہ کیا تو حوالہ باطل نہ ہوگا اگر چہ مشتری ثابت کرے کہ یہ ہزار ثمن شراب ہیں یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم ہیں پھر قرض خواہ نے کسی شخص کو قرض دار پر بقیہ قرضہ کے حوالہ کیا پھر محتال لہ نے محتال علیہ سے مال لے کر قبضہ کیا پھر محیل نے محتال لہ سے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہیں چاہئے تھا میں نے تو تجھ کو صرف اس واسطے حوالہ کیا تھا کہ بطور وکیلوں کے قبضہ کر کے میرے سپرد کرے اور اس نے کہا کہ نہیں بلکہ تجھ پر میرے ہزار درہم چاہئے تھے اس کے عوض تو نے ہزار درہم کا حوالہ کیا ہے تو محیل کا قول معتبر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر محتال علیہ نے قرضہ ادا کیا پھر دونوں نے اختلاف کیا اور محیل نے کہا کہ میں نے اپنے مال کا تجھ پر حوالہ کیا ہے اور محتال علیہ نے کہا کہ تیرا کچھ قرضہ مجھ پر نہیں چاہئے تھا میں تجھ سے واپس لے لوں گا تو قول محتال علیہ کا معتبر ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر محتال لہ غائب ہوا اور محیل نے چاہا کہ محتال علیہ سے اپنا مال لے لے اور کہا کہ میں نے اس کو بطور وکالت کے حوالہ کیا ہے اور اس کا مجھ پر کچھ قرض نہیں ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں اس کی تصدیق نہ کروں گا اور نہ اس کی دلیل قبول کروں گا کیونکہ یہ قضائے علی الغائب ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ قول کہ میں نے اس کو وکیل کیا ہے مقبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کفالت سے نکل کر حوالہ ثابت ہونا ☆

دو گواہوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اس نے اپنے مال کا کسی شخص پر حوالہ کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس شخص نے یعنی محتال علیہ نے بہ شرط براءت الاصیل اس کی ضمانت کی ہے یا براءت کا ذکر نہ کیا اور طالب کا دعویٰ حوالہ کا تھا تو اس صورت میں اصیل بری ہو جائے گا کیونکہ دونوں گواہ ضامن ہونے کے شاہد [2] ہیں اور اس میں اتفاق ہے اور اصیل کی براءت مدعی کے قول سے کہ حوالہ کا دعویٰ کرتا ہے ثابت ہوتی ہے اور اگر طالب نے کہا کہ بدوں حوالہ کے ضامن ہے تو اصیل بری نہ ہوگا اور طالب [(1)] جس کو چاہے گرفتار کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر ایک شخص کے دو شخصوں پر ہزار درہم ہوں اور ان دونوں نے ایسے شخص پر جس پر ان کا کچھ مال آتا ہے حوالہ کیا پھر طالب نے حوالہ کرنے سے انکار کیا اور اس پر اس کے دو بیٹوں یا باپ یا دادا نے گواہی دی کہ فلاں دو شخص نے اس کو حوالہ کر دیا ہے تو ان دونوں کی گواہی جائز ہے اور اگر مطلوب کے دو بیٹوں نے گواہی دی پس اگر دونوں مدعی ہیں تو مقبول

---

[1] قولہم لے لینے یعنی عورت سے کہا کہ تو مہر اپنا فلاں شخص سے لے لے۔ [2] قولہ یعنی دونوں گواہوں سے ثابت ہوا کہ محتال علیہ ضامن ہوا اور مدعی کے دعویٰ سے نکلا کہ بوجہ حوالہ کے اصیل بری ہے پس کفالت سے نکل کر حوالہ ثابت ہو گیا۔ (۱) قولہ یعنی اصیل یا محتال علیہ کو۔

نہیں ہے اور اگر منکر ہیں تو مقبول ہے کذا فی المحیط۔

مسائل متفرقات:

جس کفالت[1] میں اصیل کی برات شرط ہو وہ حوالہ ہے اور جس حوالہ میں اصیل سے مطالبہ شرط ہو وہ کفالت ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے قرض خواہ نے اگر کسی شخص کو اپنے قرض دار پر حوالہ کیا اور اس محتال لہ کا اس پر کچھ قرض نہیں ہے تو یہ وکالت ہے حوالہ نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر سو من گیہوں کا حوالہ کیا اور محیل کا محتال علیہ پر کچھ نہیں آتا ہے اور نہ محتال لہ کا محیل پر ہے اور محتال علیہ نے اس کو قبول کر لیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے دلال نے اپنے درہم گیہوں یا روئی کے ثمن میں دیہاتی کو دیئے تا کہ یہ درہم مشتری[2] سے پھر واپس کر لے پھر مشتری نے افلاس کی وجہ سے دلال اس کے واپس لینے سے عاجز ہوا تو استحساناً دیہاتی سے واپس کر لے اور یہ ہمارے شہروں کا دستور ہے کہ دلال اپنی طرف سے کسان کو دے دیتے ہیں پھر مشتری سے لے لیتے ہیں اور بخارا کے شہر میں دلال ایک قوم ہیں کہ ان کی دکانیں اس واسطے تیار ہین کہ اس میں دیہاتی لوگ جو کچھ فروخت کرنا چاہتے ہیں لا کر رکھتے ہیں اور الگ ہو جاتے ہیں کہ دلال ان کو فروخت کر دیتا ہے پھر بھی دیہاتی جلدی کرتا ہے کہ لوٹ جائے تو دلال اپنے پاس سے اس کو دام دیتا ہے کہ پھر مشتری سے لے لے یہ قنیہ میں لکھا ہے کسی نے دوسرے پر کسی قدر غلہ کا حوالہ کیا پھر محتال لہ نے محتال علیہ کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر اس نے ثمن پر قبضہ نہ کیا تو صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بیع ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں لکھا ہے اگر کسی کے ہاتھ ایک دینار بعوض دس درہم کے فروخت کیا اور دینار بیچنے والے نے اس کو دینار دے دیا اور درہموں پر قبضہ نہ کیا حتیٰ کہ اس کے حکم سے یا بلا حکم کسی نے کفالت کر لی تو جائز ہے پس اگر دونوں جدا نہ ہوئے تھے کہ درہم والے نے سب درہموں سے کفیل و اصیل کو بری کیا تو کفیل بری ہو جائے گا خواہ قبول کرے یا نہ کرے اور مکفول عنہ نے اگر قبول کیا تو بری ہے ورنہ نہیں اور اگر کسی نے کفالت نہ کی بلکہ درہم بیچنے والے نے درہموں کا حوالہ ایک شخص حاضر پر کر دیا اور اس نے قبول کیا تو جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ اسی مجلس میں قبضہ ہو جائے اور اگر دونوں جدا نہ ہوئے تھے کہ محتال لہ نے محتال علیہ کو درہموں سے بری کیا تو بری کرنا صحیح ہے اور بیع صرف ٹوٹ جائے گی خواہ اس نے برات قبول کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر حوالہ درہم کے قرض دار کی بلا اجازت ہو تو ابراء سے محتال علیہ بری ہو جائے گا اور درہم بیچنے والے کے حق میں اس کی رضامندی پر موقوف رہے گا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

حوالۂ فاسد کا بیان ☆

جن صورتوں میں حوالہ فاسد ہو اور محتال علیہ نے مال ادا کر دیا تو اس کو خیار حاصل ہوگا اگر چاہے تو قابض سے لے ورنہ محیل سے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر قرض خواہ کو قرض دار پر مال کا حوالہ کر دیا اس شرط سے کہ محتال لہ کو خیار ہے تو یہ جائز ہے اور اس کو خیار ہوگا کہ چاہے حوالہ کو باقی رکھے یا محیل سے لے لے اور اسی طرح اگر یہ شرط لگائی کہ محتال لہ کو اختیار ہے کہ جب چاہے محیل سے لے تو بھی[(1)] جائز ہے اور اس کو اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے وصول کرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع اپنے کسی قرض خواہ کو مشتری پر حوالہ کرے گا تو بیع باطل ہے اور اگر اس شرط پر بیچا کہ ثمن کا حوالہ اس سے لے لے گا تو صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے

[1] قولہ مثلاً زید نے بکر قرض دار کی کفالت اس شرط سے کی کہ بکر بری ہے تو یہ برائے نام کفالت ہے اور حقیقت میں حوالہ ہے اسی طرح اگر حولہ قبول کیا بشرطیکہ اصل قرض دار بھی ماخوذ ہو تو یہ مجازاً حوالہ ہے اور حقیقۃً کفالت ہے۔ [2] قولہ مشتری یعنی اصلی خریدار جس کی طرف سے یہ دلال ہے۔

(۱) لیکن یہ حوالہ نہیں بلکہ کفالت ہے۔

بائع نے اگر اپنے قرض خواہ کو اس مال کے واسطے جو ثمن ہے مشتری پر حوالہ کیا تو اس مقید بالثمن حوالہ سے بائع [1] کو یہ اختیار نہ رہا کہ تمام ثمن حاصل کرنے کے واسطے مبیع کو روک سکے اور اگر مشتری نے بائع کو اپنے قرض دار پر حوالہ کیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق بائع کو حق حبس باقی ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک چوپایہ سو درہم کو خریدا اور اس پر قبضہ کیا پھر بائع کو ثمن کا کسی شخص پر حوالہ کیا پھر مشتری نے اس میں کچھ عیب پایا اور قاضی کے حکم سے اس کو واپس کیا تو مشتری کو اختیار نہ ہوگا کہ یہ درہم بائع سے لے لیکن بائع اس کا حوالہ محتال علیہ پر کردے گا خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو اور اس باب میں قول بائع کا معتبر ہوگا کہ میں نے سو درہم محتال علیہ سے نہیں لئے ہیں اور اسی طرح اگر بدوں حکم قاضی واپس کیا تو بھی مال بائع سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر بیع فاسد ہو کہ اس کو قاضی نے نیست کر کے چوپایہ واپس کر دیا تو مشتری اپنے قرضہ کو محتال علیہ سے حاصل کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر محتال علیہ سے بعد قبول کرنے کے کچھ نوشتہ لے لیا پھر محیل سے کہا کہ وہ مفلس ہے پھر محیل نے اس سے کہا کہ جو خط تحریری تو نے اس سے لیا ہے مجھے بھیج دے اور حوالہ چھوڑ دے پھر اس نے وہ نوشتہ بھیج دیا اور زبان سے کچھ نہ کیا تو حوالہ ٹوٹ جائے گا اور اگر اس نے نوشتہ واپس کریں گا کچھ ذکر نہ کیا لیکن اس نے محیل کا کچھ مال تغلب سے لے لیا پس اگر محیل نے اختیار سے ادا کیا ہے تو مال اپنا محتال علیہ سے لے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر مشتری نے بائع کو ثمن کا حوالہ کسی شخص پر کر دیا تو بائع کو حبس مبیع کا اختیار نہ ہوگا اور اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو حوالہ کیا تو رہن کو روک نہیں سکتا ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے مشتری نے اگر ثمن کا کوئی کفیل دیا پھر کفیل نے مال کے واسطے بائع کو کسی شخص پر حوالہ کیا پھر بائع نے چاہا کہ مال مشتری سے لے نہ محتال علیہ سے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کذا فی الذخیرہ۔

[1] قولہ بائع کو اس واسطے کہ حوالہ سے بائع بری ہو گیا ہے غیر ممکن ہے کہ بغیر وصول پائے بری ہو تو مبیع کو بھی داموں کے لئے روک نہیں سکتا۔

کتاب ادب القاضی

اس میں چند ابواب ہیں

باب : ①

معنی ادب وقضاء کے اور اس کی اقسام وشرائط کا بیان اور کس کی طرف سے تقلد[1] جائز ہے اور اِس کے متصلات کا بیان

واضح ہو کہ لوگوں سے برتاؤ اور معاملہ کرنے میں اخلاق جمیلہ اور خصال حمیدہ سے آراستہ ہونے کو ادب کہتے ہیں اور قاضی کا ادب یہ ہے کہ جس کو شرع نے اچھا کہا ہے کہ عدل کو پھیلانا اور ظلم کو دور کرنا اور حق سے تجاوز نہ کرنا اور حدودِ شرع کی حفاظت کرنا اور سنت طریقہ پر چلنا اختیار کرے اور قضا کے معنی لغت میں الزام اور اخبار اور فراغ اور تقدیر کے ہیں اور شرع میں ایسے قول کو کہتے ہیں جو ولایت عامہ کے حق سے صادر ہو جس کا اختیار کرنا لازم ہو یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور اصل یہ ہے کہ قضاء فریضہ محکمہ اور سنت متقضیہ ہے کہ جس کو صحابہ اور تابعین نے کیا ہے اور صالحین اسی راہ پر گزرے ہیں لیکن فرضیت اس کی فرض کفایہ ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور قضاء پانچ طرح کی ہے ایک وہ جن کا اختیار کرنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ کوئی خاص شخص اس کے واسطے متعین ہو جائے فی الواقع اور اس کام کا صالح اس کے سوا دوسرا نہ ہو دوسری مستحب ہے وہ یہ ہے کہ اس کا صالح دوسرا بھی ہو مگر یہ شخص اس سے بہتر ہو تیسری مخیر وہ ہے کہ یہ شخص اور شخص دونوں اس کے لائق اور اس کی درستی میں برابر ہوں تو اس کو یہ اختیار ہے کہ چاہے قبول کرے یا نہ قبول کرے چوتھی مکروہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ شخص اس کے لائق ہو مگر دوسرا اس سے لائق تر ہو پانچویں حرام ہے وہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کام میں عاجز دیکھے اور نامنصف جانے اس طرح پر کہ وہ اپنے باطنی حالت کو جانتا ہے کہ نفس اس کا ہوا اور ہوس کی پیروی کرتا ہے اگر چہ اور لوگ نہ جانتے ہوں تو ایسے شخص پر حرام ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے قاضی کی ولایت صحیح نہیں ہے جب تک کہ اس کو جامع اوصاف شہادت نہ پائے کذا فی الہدایہ یعنی مسلمان ہو مکلف ہو آزاد ہو اندھا نہ ہو محدود القذف نہ ہو گونگا نہ ہو بہرا نہ ہو اور اطرش ہو نا یعنی جو بلند آواز سنتا ہے اور پست نہیں سنتا ہے تو اصح یہ ہے کہ اس کا تولیہ جائز ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اہل اجتہاد میں سے ہونا چاہئے۔

اہل اجتہاد سے ہونا اولویت کی شرط ہے ☆

صحیح یہ ہے کہ اہل اجتہاد سے ہونا اولویت کی شرط ہے کذا فی الہدایہ حتیٰ کہ اگر جاہل قاضی ہوا یعنی جو مجتہد نہ تھا اور اس نے غیر کے فتویٰ پر فیصلہ کیا تو جائز ہے کذا فی الملتقط لیکن با ایں ہمہ جاہل کو احکام میں قاضی کرنا نہ چاہئے اور اسی طرح ہمارے نزدیک عدالت بھی جواز تقلید قاضی کے واسطے شرط نہیں ہے لیکن یہ شرط کمال کے واسطے ہے پس فاسق کی تقلید جائز ہے اور اس کے قضایا نافذ ہوں گے تاوقتیکہ حد شرع سے ان میں تجاوز نہ ہو لیکن فاسق کو قاضی کرنا نہ چاہئے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر ایک شخص قاضی کیا گیا اور

[1] قولہ تقلد عہدہ قضاء قبول کرنا۔

وہ عادل تھا پھر فاسق[1] ہو گیا تو معزول کیے جانے کا مستحق ہے لیکن اس[2] سے معزول نہ ہوگا اور اسی کو عامہ مشائخ نے لیا ہے اور سلطان پر واجب ہے کہ اس کو معزول کر دے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور اگر سلطان نے یہ شرط کر دی تھی کہ جب قاضی فسق کو اختیار کرے تو معزول ہو تو معزول ہو جائے گا یہ بزازیہ میں لکھا ہے اور قضاء کا عہدہ سلطان عادل اور ظالم دونوں کی طرف سے اختیار کرنا جائز ہے مگر ظالم سے اس وقت جائز ہے کہ قاضی حق فیصلہ کر سکے اور ظالم اس میں شرعی نظر سے نہ دیکھے اور اس کو بعض احکام کے جیسا چاہئے نافذ کرنے میں ممانعت نہ کرے اور اگر حق فیصلہ کرنا ممکن نہ ہو یا ظالم اس میں شرعی نظر سے دیکھے یا بعض احکام کو جیسا چاہئے جاری نہ ہونے دے تو قضاء اختیار کرنا نہ چاہئے اور سغناقی میں لکھا ہے کہ ظلم میں اس کی اطاعت نہ کرے اور ملتقط میں ہے کہ جس حاکم کی طرف سے عہدہ قضا اختیار کیا اس کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اہل[3] بغاوت سے یہ عہدہ لینا جائز ہے چنانچہ کتاب الاصل کے باب خوارج میں لکھا ہے کہ اگر باغی کسی شہر پر قابض ہوئے اور انہوں نے قاضی بنایا اور اس نے چند قضایا فیصل کیے پھر اہل عدل اس شہر پر قابض ہوئے اور ان کے قاضی کے سامنے یہ مقدمات پھر پیش ہوئے تو جس قدر انصاف سے ہوں ان کو نافذ کرے گا اور اسی طرح اگر اس نے ایسا حکم دیا کہ جو مختلف فیہ ہے مگر کوئی فقیہ اس طرف گیا ہے تو اس کو جاری رکھے جیسا اور قاضیوں میں حکم ہے اور خصافؒ نے ذکر کیا ہے اگر اہل بغاوت کا قاضی ہو اور اس نے فیصلہ کیا تو قاضی اہل عدل اس کو نافذ نہ کرے گا اور اقضیہ میں اشارہ کیا کہ نافذ کرے گا چنانچہ یہ لفظ فرمایا ہے کہ وہ بمنزلہ اہل عدل کے فاسق قاضی کے ہے اور فاسق کے حق میں اصح قول یہ ہے کہ قاضی ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اہل بغاوت وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے ناحق امام برحق سے نافرمانی کی ☆

فقیہ ابو اللیثؒ نے ذکر کیا کہ باغی نے اگر کسی شخص کو شہر کی قضاء سپرد کی اور اس قاضی نے کسی مختلف فیہ حکم میں فیصلہ کیا پھر دوسرے قاضی کے پاس یہ مقدمہ پیش ہوا اگر اس کی رائے کے موافق ہے تو نافذ کرے اور مخالف ہو تو باطل کر دے اور فتاویٰ میں ہے کہ اہل بغاوت کی طرف سے قضا اختیار کرنا صحیح ہے اور فقط باغیوں کے تسلط سے اہل عدل کے قاضی معزول[4] نہ ہو جائیں گے اور باغی کا معزول کرنا اہل عدل سے صحیح ہے حتیٰ کہ اگر باغی بھاگ گیا تو اس کے قاضیوں کے فیصلے بعد اس کے نافذ نہ ہوں گے جب تک سلطان عادل ان کو دوبارہ قاضی نہ کرے اور بھی فتاویٰ میں لکھا ہے کہ جمعہ کی نماز ایسے باغی کے پیچھے جس کے واسطے بادشاہی فرمان نہ ہو جائز ہے بشرطیکہ اس کا برتاؤ امر کا ہو کہ والیان حکومت کی طرح اپنی رعیت میں احکام جاری کرتا ہے پھر اہل بغی کا پہچاننا ضرور ہے پس واضح ہو کہ اہل بغاوت وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے ناحق امام برحق سے نافرمانی کی ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمانوں نے جب کسی شخص کی امامت پر اجماع کیا اور اس کے سبب سے بے خوف ہو گئے اور اس پر کسی فرقہ مسلمانوں نے خروج کیا پس اگر یہ نافرمانی اور لڑائی اس سبب سے تھی کہ امام عادل نے ان پر ظلم کیا تو وہ لوگ باغی نہیں ہیں بلکہ اس پر واجب ہے کہ ظلم کو چھوڑ دے اور انصاف کرے اور لوگوں کو نہیں چاہئے کہ ان کے مقابلے میں امام کی اعانت کریں کیونکہ یہ ظلم کی اعانت ہے اور نہ اس فرقہ کی اعانت کریں کیونکہ اس سے وہ لوگ زیادہ خروج کریں گے اور اگر ان لوگوں کی نافرمانی اس سبب سے نہ ہو کہ امام نے ان پر کچھ ظلم کیا بلکہ وہ لوگ والی ہونے کا اور اپنے حق کا دعویٰ کریں تو یہ لوگ باغی ہیں پس ہر شخص پر جو لڑائی پر قادر ہے واجب ہے کہ امام المسلمین کی مدد

[1] قولہ فاسق مثلاً رشوت لی یا شراب پی یا زنا کیا۔ [2] قولہ یعنی فاسق ہو جانے سے خود بخود وہ معزول نہ ہو جائے گا۔ [3] قولہم جو سلطان اسلام سے باغی لوگ ہوں جب مسلط ہوں تو ان کی طرف سے عہدہ قضا قبول کرنا جائز ہے۔ [4] قولہ معزول یعنی فقط ان کے تسلط سے معزول نہ ہوں گے جب تک معزول نہ کیے جائیں۔

کرے اور ان خارجیوں کو زیر کرے اس واسطے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان پر لعنت فرمائی اور فرمایا ہے کہ فتنہ سوتا ہے اور جو اس کو جگائے اس پر خدا کی لعنت ہے پس اگر ان لوگوں نے کلمات خروج زبان سے نکالے لیکن خروج کا عزم نہ کیا تو امام کو ان سے تعرض کرنا نہ چاہئے اور ہمارے زمانہ میں غلبہ پر حکم ہے اور عادل اور باغی معلوم نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ سب دنیا کے طالب ہیں یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

مفتی فقط مجتہد ہوتا ہے اور سوائے مجتہد کے غیر شخص جو مجتہدوں کے اقوال یاد رکھتا ہے مفتی نہیں ☆

قاضی مقرر کرنا فرض ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور یہ کام مسلمانوں کے اہم کاموں سے ہے اور ان پر زیادہ واجب ہے پس جو شخص کہ زیادہ عارف ہو اور زیادہ قادر و ہیبت والا و زیادہ وجیہ ہو اور جو اس کو لوگوں سے پہنچے اس پر خوب صبر کر سکتا ہو تو وہ اس کام کے واسطے اولیٰ ہے اور قاضی بنانے والے کو چاہئے کہ اس کام کو محض اللہ تعالیٰ کے واسطے کرے اور جو شخص کہ سب سے اولیٰ ہو اسی کو ولایت قضا سپرد کرے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کوئی کام کسی کے سپرد کیا اور اس کی رعیت میں اس سے بہتر موجود ہے تو اس نے اللہ و رسول اور جماعۃ المسلمین کی خیانت کی کذا فی التبیین۔ قال المترجم **تکلموا فی رفعه وهو ضعیف فان ثبت فالمراد بالعمل عمل من احمال الشرع فافهم** اور مشائخ نے فرمایا کہ مستحب ہے کہ امام ایسے شخص کو قاضی مقرر کرے کہ جو غنی اور ذی ثروت ہو تاکہ وہ لوگوں کے مال میں طمع نہ کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے قاضی امام ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ کسی شخص کو فتویٰ دینا نہ چاہئے مگر جو شخص عادل ہو اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا عالم ہو اور اجتہاد سے واقف ہو لیکن اگر سنا ہوا حکم بیان کیا اور فتویٰ دیا تو جائز ہے اگرچہ اس کو دلیل سے نہ جانتا ہو کیونکہ دوسرے کی حکایت کی پس مثل حدیث کے راوی کے ہوا تو راوی میں عقل اور ضبط اور عدالت اور فہم شرط ہے یہ محیط میں لکھا ہے اصولیین کی رائے اس پر قرار پائی ہے کہ مفتی فقط مجتہد ہوتا ہے اور سوائے مجتہد کے غیر شخص جو مجتہدوں کے اقوال یاد رکھتا ہے مفتی نہیں ہے اور اس پر واجب ہے کہ جب کوئی مسئلہ اس سے دریافت کیا جائے تو بطور حکایت کے کسی مجتہد کا قول مثل امام اعظمؒ وغیرہ کے نقل کرے پس اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ میں جو فتویٰ ہوتا ہے یہ فتویٰ نہیں ہے بلکہ کسی مفتی کا کلام نقل کیا جاتا ہے تاکہ مستفتی اس کو اختیار کرے اور مجتہد کا قول نقل کرنے کی دو صورتیں ہیں یا تو اس شخص کو مجتہد تک کوئی سند حاصل ہو یا کسی کتاب مشہور سے جو دست بدست چلی آتی ہے نقل کرے جیسے تصانیف امام محمد بن الحسنؒ کی کیونکہ یہ بھی بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہیں ایسا ہی رازیؒ نے ذکر کیا ہے اور اس بنا پر یہ کہا چاہئے کہ جو بعض نسخہ نوادر کے ہمارے زمانہ میں دستیاب ہوتے ہیں اور وہ مشہور یا متواتر نہیں ہیں ان کے مسائل و احکام امام محمدؒ یا ابو یوسفؒ کی طرف نسبت نہ کرنا چاہئے ہاں اگر اس نوادر سے کسی معروف کتاب مثل ہدایہ و مبسوط وغیرہ کے کچھ نقل کیا گیا ہو تو مضائقہ نہیں مگر یہ اعتماد اس کتاب معروف پر ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور فقہا کا اس پر اجماع ہے کہ مفتی کو اہل اجتہاد سے ہونا چاہئے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

ملتقط میں ہے کہ اگر صواب[۱] اس کے خطا سے زیادہ ہوں تو اس کو فتویٰ دینا حلال ہے اور اگر وہ اہل اجتہاد میں سے نہ ہو تو اس کو فتویٰ دینا حلال نہیں ہے مگر بطور نقل کے پس جو کچھ اس کو مجتہد کے قول معلوم ہوں نقل کر لے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے فاسق مفتی ہو سکتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ نہیں صالح ہے اور عینی نے فرمایا کہ اسی کو اکثر متاخرین نے اختیار کیا ہے اور مجمع اس کی شرح میں اسی پر یقین کیا ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ مفتی کے واسطے اسلام اور عقل شرط ہے اور بعضوں نے اس کے لئے بیداری شرط کی ہے کہ غافل نہ ہو ہاں اس کا آزاد ہونا یا مرد کے جنس سے ہونا یا ناطق ہونا کہ جو باتیں کرتا ہو شرط نہیں ہے پس گونگے کا فتویٰ دینا درست

---

[۱] قولہم یعنی جتنے فتوے دیتا ہے ان میں اکثر اقوال ٹھیک ہوتے ہوں اور بعض میں چوکتا ہو۔

ہے جبکہ اس کا اشارہ سمجھ میں آجائے بلکہ جو شخص بولتا ہے اگر اس نے سوال کے جواب میں سر ہلایا یعنی ہاں تو اس پر عمل کرنا جائز ہے اور چاہئے کہ خلاف مروت باتوں سے پاک ہو اور فقیہ النفس سلیم الذہن ہو اور اپنے تصرفات میں نیک روش ہو اور صحیح یہ ہے کہ اس کا فتویٰ دینا مکروہ نہیں ہے جو اس کا اہل ہو اور حاکموں پر واجب ہے کہ اہل اور نا اہل کی تفتیش کریں پھر نا اہل کو فتویٰ دینے سے باز رکھیں یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور فتویٰ کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ فتویٰ طلب کرنے والوں میں انصاف کے ساتھ ترتیب کا لحاظ رکھے اور مالداروں اور سلطان و امرا کے سپاہیوں کی سبقت نہ کرے بلکہ جو شخص پہلے لایا ہے اسی کا جواب پہلے لکھ دے خواہ وہ مالدار ہو یا فقیر ہو اور مفتی کے آداب میں سے یہ ہے کہ تحریری سوال کو تعظیم سے لے اور سوال کو اچھی طرح مکرر پڑھے اور جب اس پر کھل جائے تو اس کا جواب لکھے اور یہ شرط ہے کہ کاغذ کو جیسے بعضے آدمیوں کی عادت ہے نہ پھینکے کیونکہ اس میں اللہ کا نام ہے اور اس کی تعظیم واجب ہے اور جب مفتی نے جواب لکھ دیا تو چاہئے کہ اس کے پیچھے مثل واللہ اعلم کے کوئی لفظ لکھ دے اور بعض نے کہا کہ مسائل اعتقادیہ میں کہ جن پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے یہ لکھنا چاہئے اللہ الموفق یا التوفیق یا باللہ العصمۃ یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور بعضے مفتی پرچہ عورت یا لڑکے کے ہاتھ سے نہیں لیتے تھے اور ان کا شاگردان لوگوں سے لے کر جمع کر کے ان کے پاس پیش کرتا تھا اور یہ سب علم کی تعظیم کے واسطے تھا اور عمدہ یہ ہے کہ مفتی تواضع کے ساتھ ہر ایک سے لے اور نوجوان اگر رواتیوں کا حافظ ہو اور روایات سے واقف ہو اور طاعت الٰہی میں قاصر نہ ہو اور نافرمانی میں سرگرم نہ ہو تو جائز ہے کہ فتویٰ دے اور عالم اگرچہ چھوٹا ہو از راہ علم بڑا ہے اور جاہل اگرچہ بڑا ہو مگر چھوٹا ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

مفتی کو چاہیے کہ بدوں سوال فتویٰ نہ دے ☆

واجب ہے کہ مفتی بردبار بھاری بھرکم نرم زبان ہو کشادہ پیشانی ہو یہ سراجیہ میں لکھا ہے اور بدوں سوال فتویٰ نہ دے اور اگر خطا کرے تو اس سے رجوع کرے اور حیا اور عار نہ کرے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور صحیح مسائل کے واسطے حساب جاننے کی شرط میں دو وجہیں[1] ہیں اور یہ شرط ہے کہ اپنے امام کے مذہب کا حافظ ہو اور اس کے قواعد و اسلوب پہچانتا ہو اور جو شخص اصولی ہو اور اس میں ماہر ہو اور جو شخص خلافیات ایک فقہ میں بحث کرتا ہو اس کو فروع شرعیہ میں فتویٰ دینا نہ چاہئے اور غیر[2] واقع میں افتاء واجب نہیں ہے اور حرام ہے مفتی پر فتویٰ دینے میں تساہل کرنا اور غرض فوت ہونے کی وجہ سے حیل کی پیروی کرنا اور ایسے شخص سے جو اس کو جانتا ہے دریافت کرنا اور جس وقت اس کے اخلاق میں تغیر ہو اور اعتدال سے خارج ہو خواہ بسبب شدت خوشی کے یا سبب غصہ کے تو اس وقت فتویٰ نہ دے اور اگر اس کو یہ اعتقاد ہے کہ بایں ہمہ راہ صواب میں خطا نہ ہوگی تو اس کا فتویٰ صحیح ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ فتویٰ لینے والے سے اجرت نہ لے بلکہ نیک کام سمجھ کر فتویٰ دے پس اگر شہر کے لوگوں نے اس کے لئے رزق مقرر کیا تو جائز ہے یا اگر اس کو اجرت دی گئی تو جائز ہے اور امام پر واجب ہے کہ مدرس اور مفتی کے واسطے بقدر کفایت مقرر کر دے اور ہر شہر کے لوگوں کی اصطلاح جدا ہے پس ایسی اصطلاح نہ لکھنا چاہئے جو وہ لوگ نہ جانتے ہوں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے پھر فتویٰ مطلقاً امام کے قول پر ہے پھر امام ابو یوسفؒ کے قول پر پھر امام محمدؒ کے قول پر پھر امام زفر کے قول پر پھر حسن بن زیادہ کے قول پر و بعضوں نے کہا کہ اگر امام ایک طرف ہوں اور صاحبینؒ ایک طرف ہوں تو مفتی کو اختیار ہے لیکن اول اصح ہے جبکہ مفتی مجتہد نہ ہو اور حاوی قدسی میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ اعتبار قوت[3] مدرک پر

---

[1] قولہم دو وجہوں میں سے ایک وجہ یہ کہ جب امین موجود نہ ہو حساب جاننا شرط ہے اور دوسری وجہ یہ کہ نہ جاننا مضر نہیں ہے جب امین محاسب ہو۔ [2] قولہ یعنی جو واقعہ ابھی تک پیش نہیں آیا اس کا فتویٰ لینا ضروری نہیں ہے۔ [3] قولہ قوت مدرک یعنی عالم جو طرفین کے دلائل سمجھتا ہے وہ اپنی قوت ادراک کے موافق جس طرف ترجیح پائے وہی اختیار کرے۔

ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور مفتی اور امام کو جائز ہے کہ ہدیہ قبول کرے اور دعوت خاصہ قبول کرے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ وہ ایک مسئلہ میں فتویٰ دینے کے واسطے راست درست ہوئے چادر اوڑھی اور عمامہ باندھا پھر فتویٰ دیا اور یہ فتویٰ کی تعظیم تھی یہ تبیین میں لکھا ہے۔

باب : ②

قاضی ہونا اختیار کرنے کے بیان میں

خصافؒ نے ادب القاضی میں چند احادیث قضاء کے قبول کرنے کے مکروہ ہونے میں پیش کیں اور کچھ اس کی قبولیت میں رخصت ہونے کی پیش کیں اور لکھا ہے کہ اس کو صالحین نے اختیار کیا ہے اور صالحین ہی نے اس سے انکار کیا ہے اور نہ قبول کرنا ہی اسلم واصلح فی الدین ہے اور اس صورت میں کہ ایک شخص میں سب شرطیں قضاء کی موجود ہیں تو اس کو قضا قبول کرنا جائز ہے مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ مکروہ ہے کذا فی المحیط کیونکر آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص قضا کے بلا میں پکڑا گیا گویا بغیر چھری ذبح کیا گیا قال المترجم قد تکلموا فیه اور عبداللہ بن وہب سے روایت ہے کہ ان کو قاضی بنانا چاہا پس انہوں نے نہ قبول کیا اور اپنے گھر مجنون بن بیٹھے پھر جو اس کے پاس جاتا تھا اس کا منہ نوچتا تھا اور اس کے کپڑے پھاڑتا تھا پھر ایک شخص صحابہ میں سے آئے اور کہا کہ اے عبداللہ اگر تم قضاء کو قبول کرتے اور انصاف کرتے تو بہتر تھا پس عبداللہ بن وہب نے فرمایا ارے یہ تیری سمجھ ہے تو نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ قاضی لوگ سلطانوں کے ساتھ حشر میں ہوں گے اور عالم لوگ انبیاء کے ساتھ ہوں گے اور مشہور یہ ہے کہ ابو حنیفہؒ کو قضاء اختیار کرنے کی تکلیف دی گئی تھی انہوں نے انکار کیا تو ظالم نے نوے کوڑے مارے پھر جب ان کو اپنی جان کا خوف ہوا تو اپنے اصحاب سے پوچھا پس قاضی امام ابو یوسفؒ نے ان کے لئے قضاء قبول کرنا تجویز کیا اور کہا کہ اگر آپ قبول کر لیتے تو لوگوں کو بہت نفع پہنچاتے پھر امام اعظمؒ نے کہا کہ اگر تو مجھ سے سمندر پیر جانے کو کہتا تو میں اپنے میں اس کام کرنے سے زیادہ قوت وقدرت پاتا اور میں تو تجھے دیکھتا ہوں کہ تو قاضی ہو گیا ہے پھر سر نیچا کر لیا اور ان کی طرف کبھی نہ دیکھا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

قاضی بننے سے کب تک انکار کیا جائے؟

امام محمدؒ قاضی بنانے کو بلائے گئے اور انکار کیا حتیٰ کہ قید ہوئے پھر مجبور ہوئے تو اختیار کر لی یہ عنایہ میں لکھا ہے کرخی اور خصافؒ وعلمائے عراق نے اسی پر کہا ہے کہ جب تک اس پر جبر نہ کیا جائے قبول نہ کرے اور مشائخ ہمارے دیار کے کہتے ہیں جو شخص صالح ہو اور بے خوف ہو کہ مجھ سے ظلم نہ صادر ہو گا تو اس کو قبول کر لینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور جو ایسا نہ ہو اس کو دور رہنا بہتر ہے اور صحابہ اور تابعین نے اس کو بلا کراہ منظور کر لیا ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور جس شخص کو خوف ہو کہ ظلم صادر ہو گا اس کو مکروہ ہے اور اگر یہ خوف نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور ینابیع میں ہے کہ عہدہ قضا کو طلب کرنا یا اس کا سوال کرنا نہیں چاہئے اور طلب کرنے کی یہ صورت ہے کہ امام سے کہے کہ مجھے قاضی کر دے اور سوال کی یہ صورت ہے کہ لوگوں سے کہے کہ اگر امام مجھے فلاں شہر کا قاضی کرنا چاہے تو میں قبول کر لوں اور یہ اس طمع سے کہ خبر امام کو پہنچے اور وہ اس کو قاضی کر دے اور یہ سب مکروہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ جو شخص بلا درخواست اس کو قبول کرے تو ڈر نہیں ہے اور جس نے درخواست کی اس کو مکروہ ہے اور عامہ مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ قضا کو اختیار کرنا رخصت ہے اور باز رہنا عزیمت ہے اور سراجیہ میں ہے کہ یہی مختار ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور عہدہ قضا کو نہ

قلب[1] سے طلب کرے اور نہ زبان سے مگر جب کوئی دوسرا اس لائق نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ لوگ مسلمانوں کے حقوق کو نگاہ میں رکھے اور قضاء کو قبول کرے یہ شمنی میں ہے اگر شہر میں چند لوگ ایسے ہوں جو قاضی ہونے کے لائق ہیں اور ایک نے انکار کیا تو گنہگار نہ ہو گا کذا فی المحیط اور اگر سب نے انکار کیا یہاں تک کہ ایک جاہل قاضی کیا گیا تو گناہ میں سب شریک ہوں گے یہ عنایہ میں لکھا ہے۔ ینابیع میں ہے کہ اگر دو شخص قاضی ہونے کے لائق ہیں مگر ایک زیادہ فقیہ ہے اور دوسرا زیادہ پرہیزگار ہے تو یہ فقیہ سے اولیٰ ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

اگر نا اہل شخص قاضی بن گیا تو؟

اگر سلطان نے ایسے شخص کو قاضی کیا جو صلاحیت نہیں رکھتا ہے حالانکہ اس شہر میں ایسا شخص موجود تھا جو اس کے لائق ہے تو گناہ سلطان پر ہو گا یہ شرح ادب القاضی للخصاف میں ہے اگر کوئی شخص رشوت دے کر قاضی ہو گیا تو صحیح یہ ہے کہ وہ قاضی نہ اعتبار کیا جائے گا اور اگر حکم دے گا تو نافذ نہ ہو گا اور جس نے رشوت یا سفارش سے قضا حاصل کی اور اس نے کسی مختلف فیہ میں حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے پاس پیش ہو پس اگر اس کی رائے کے موافق ہو تو نافذ کرے گا اور اگر مخالف ہے تو باطل کر دے گا اور اصح یہ ہے کہ جو سفارش سے قاضی ہوا اور جس کو خود قاضی کیا گیا دونوں قضاء مجہدات کے نافذ ہونے میں برابر ہیں قاضی نے رشوت لے کر اگر حکم دیا تو اس کی قضاء نافذ نہ ہو گی اور جس مقدمہ میں رشوت نہیں لی اس میں نافذ ہو گی اسی کو سرخسی اور خصاف نے اختیار کیا ہے اور اگر قاضی کے بیٹے یا اس کے محرر یا بعض پیادوں نے رشوت لی پس اگر قاضی کے حکم اور رضامندی سے لی تو یہ اور قاضی کا خود رشوت لینا برابر ہے اور اس کا فیصلہ مردود ہے اور اگر اس کے بلا دانستگی ایسا ہوا تو قضا نافذ ہو جائے گی اور لینے والے پر واجب ہے کہ رشوت واپس کر دے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

باب : ③

دلائل پر عمل کرنے کی ترغیب

قاضی کو چاہئے کہ کتاب اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق عمل کرے اور جو کتاب میں ناسخ و منسوخ ہے اس کو پہچانے اور ناسخ میں سے جو محکم یا متشابہ مختلف التاویل ہے جیسے اقراء[2] معلوم کرے پس اگر اس نے کتاب اللہ تعالیٰ میں نہ پایا تو حدیث رسول اللہ ﷺ کے موافق عمل کرے اور چاہئے کہ اس کے بھی ناسخ و منسوخ معلوم کرے اور اگر احادیث مختلف آئی ہوں تو جو حکم حدیث کا اشبہ اور موافق اجتہاد ہو اس کو اختیار کرے اور اس پر واجب ہے کہ اقسام حدیث سے آحاد و مشہور و متواتر کو معلوم کرے اور مراتب رواۃ کو معلوم کرنا واجب ہے پس بعضے رواۃ فقہ و عدالت میں مشہور ہیں جیسے چاروں خلفاء راشدین اور عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر وغیرہ اور بعضے اس میں مشہور ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ مدت تک ہم نشیں رہے اور جو سنا ہے وہ خوب محفوظ رکھتے ہیں اور جو فقہ جانتے ہیں مشہور ہے کہ اس کی روایت کا لینا اولیٰ ہے بہ نسبت اس کے جو غیر فقیہ ہے اور اسی طرح جس کی ہم نشینی زیادہ رہی اس کی روایت کا لینا اس سے اولیٰ ہے جو زیادہ ہم نشیں نہیں رہا ہے اگر کوئی واقعہ ایسا پیش آئے کہ جس میں آنحضرت ﷺ سے کوئی حدیث نہیں آئی ہے تو اجماع صحابہؓ پر عمل کرے کیونکہ اجماع صحابہ پر عمل کرنا واجب ہے اور اگر صحابہ میں باہم اختلاف ہو تو خود کوشش کر کے بعض کے قول کو بعض پر ترجیح دے بشرطیکہ خود اہل اجتہاد سے ہو اور اس کو یہ روا نہیں ہے کہ ایک تیسرا قول نکال کر سب کی مخالفت اختیار کرے

---

[1] قولہ قلب سے یعنی دل سے بھی خواہش نہ کرے۔ [2] قولہ اقراء جمع قرء بمعنی حیض وطہر۔

کیونکہ انہوں نے باوجود اختلاف کے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ان دونوں قولوں کے سوا تیسرا قول نہیں ہے اور باطل ہے و خصاف کہتے تھے کہ اس کو تیسرا قول نکالنے کا اختیار ہے کیونکہ ان کا اختلاف اس کی دلیل ہے کہ اس واقعہ میں اجتہاد کو گنجائش ہے اور صحیح وہی ہے جو ہم نے بیان کر دیا اگر صحابہ نے کسی حکم پر اجماع کیا اور تابعین میں سے کسی نے اختلاف کیا پس اگر یہ ایسا تابعی ہے جس کو صحابہ کا زمانہ نہیں ملا ہے تو اس کے اختلاف کا اعتبار نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی قاضی نے برخلاف اجماع صحابہ کے اس قول کے موافق فیصلہ کیا تو باطل ہوگا اور اگر ایسا تابعی ہے جس نے صحابہ کا زمانہ پایا ہے اور ان کی فتاویٰ سے مزاحم ہوا ہے اور صحابہ نے اس کے واسطے اجتہاد تجویز کیا ہے جیسے شریح اور شعبی وغیرہ تو اس کی مخالفت کی وجہ سے اجماع منعقد نہ ہوگا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ مذکورہ کی بابت دو روایتیں ☆

اگر کوئی حکم بعض تابعین کی طرف سے پہنچا اور اس کے سوا دوسروں سے اس باب میں کچھ منقول نہ ہوا تو امام اعظمؒ سے اس صورت میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں ہے کہ میں ان کی تقلید نہ کروں گا اور یہی ظاہر المذہب ہے اور دوسری روایت نوادر میں ہے کہ امام نے فرمایا کہ اگر ان میں سے ایسے نہ ہوں گے جنہوں نے زمانہ صحابہ میں فتویٰ دیا ہے اور صحابہ نے اس کے حق میں اجتہاد جائز رکھا ہے جیسے شریح و مسروق و حسن بصری تو میں ان کی تقلید کروں گا یہ محیط میں لکھا ہے پھر اگر کوئی ایسا واقعہ ہو جس میں صحابہ سے کچھ روایت نہیں ہے اور تابعین کا اجماع ہے تو اس دلیل سے فیصل کرے اور اگر تابعین میں باہم اختلاف ہو تو بعضے قول کو ترجیح دے کر اس کے موافق حکم کرے اور اگر ان میں سے کچھ بھی روایت نہ ہو پس اگر خود اہل اجتہاد سے ہے تو مشابہ احکام پر قیاس کر کے اور اجتہاد کر کے وصواب کی خواہش کر کے رائے کے موافق حکم دے اور اگر خود اہل اجتہاد میں سے نہیں ہے تو فتویٰ طلب کرے اور اس کے موافق حکم دے اور بلا علم حکم نہ دے اور نہ سوال[1] سے شرمندہ ہو پھر دو باتوں کا جاننا ضروری ہے کہ اگر ہمارے اصحاب ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ و محمدؒ کسی بات پر متفق ہوں تو قاضی کو نہ چاہئے کہ اپنی رائے سے ان کی مخالفت کرے اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر ان میں اختلاف ہو تو عبداللہ بن المبارکؒ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول لیا جائے گا کیونکہ وہ تابعین میں سے تھے اور ان کے فتویٰ کے مزاحم ہوتے تھے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب سے کوئی روایت نہ ملی اور متاخرین سے پائی گئی تو ان کے موافق حکم دے اور اگر متاخرین میں باہم اختلاف ہو تو کسی کو ان میں سے اختیار کر لے اور اگر متاخرین سے بھی نہ پائی گئی تو اپنی رائے سے اس میں اجتہاد کرے بشرطیکہ وجوہ فقہ کو جانتا ہو اور اہل فقہ سے اس میں مشاورت لے اور شرح طحاوی میں ہے کہ اگر اس نے اپنی رائے سے حکم دیا پھر وہ نص صریح کے مخالف ہوا تو اس کا فیصلہ جائز نہ ہوگا اور اگر نص کے مخالف نہ ہوا بلکہ اس کے بعد اس کو دوسری رائے ظاہر ہوئی تو جو کچھ گزرا اس کو باطل نہ کرے اور آئندہ کے واسطے اس رائے کے موافق عمل کرے اور یہ قول امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اول مرتبہ اس نے اجتہاد سے فیصلہ کیا پھر دوسری رائے اس سے بہتر دیکھی تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے کہنے کے موافق ہوگا پس اگر متقدمین کا اختلاف دو قولوں پر ہو اور پھر ان کے بعد کسی ایک قول پر اجماع ہو گیا ہو تو یہ اجماع امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر پہلے اختلاف کو رفع نہیں کرتا ہے اور امام محمدؒ کے قول پر رفع کرتا ہے اور شیخ الاسلام و شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ یہ اجماع پہلے اختلاف کو رفع کرتا ہے اور اس میں کچھ اختلاف ہمارے اصحاب میں نہیں ہے صرف بعضے علما البتہ ہمارے مخالف ہیں اگر کسی زمانے کے لوگ کسی حکم پر متفق ہوئے اور وہ زمانہ گزر گیا اور قاضی نے ان کا قول چھوڑ کر دوسری رائے پر حکم دیا بسبب اس کے کہ اس کو صواب ان کے برخلاف معلوم ہوا تو ایسی صورت میں اگر اس اتفاق سے پہلے اختلاف واقع ہو گیا ہے تو مشائخ نے باہم اختلاف

[1] قولہم یعنی مفتی سے اس کا حکم پوچھ لینے میں شرم نہ کرے۔

کیا بعضوں نے کہا کہ قاضی کو مخالفت کرنا روا نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ رواہ ہے اور اگر اس اتفاق سے پہلے اختلاف نہ تھا تو بالاتفاق قاضی مخالفت نہیں کر سکتا ہے۔

فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ ایک قاضی نے فتویٰ طلب کیا اور فتویٰ کے جواب سے اس کی رائے مخالف ہے پس اگر وہ اہل رائے میں سے ہے تو اپنی رائے کے موافق عمل کرے اور اگر اس نے اپنی رائے کو ترک کیا اور مفتی کی رائے کے موافق عمل کیا تو صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک نافذ ہو جائے گی اگر حکم دینے کے وقت قاضی کی کوئی رائے نہ تھی اور اس نے مفتی کی رائے کے موافق فیصلہ کر دیا پھر اس کے برخلاف ایک رائے ظاہر ہوئی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اپنی قضاء توڑے اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ قضاء نہ توڑے چنانچہ اس صورت میں کہ اس نے اپنی رائے سے حکم دیا پھر اس کو دوسری رائے ظاہر ہوئی تو پہلی رائے نہ ٹوٹے گی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور جس صورت میں کوئی نص مخالف یا اجماع نہیں ہے پس قاضی یا اہل اجتہاد سے ہوگا یا نہ ہوگا پس اگر وہ اہل اجتہاد میں سے ہو اور اس کی رائے ایک طرف پہنچی تو اس کو اپنی رائے پر عمل کرنا واجب ہے اگرچہ دوسرے اہل اجتہاد و رائے کے مخالف ہو اور اس کو دوسروں کی رائے کی تابعداری جائز نہیں ہے کیونکہ جس طرف اس کا اجتہاد پہنچتا ہے وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظاہر میں حق ہے اگر اس کی رائے ایک امر کی طرف پہنچی اور وہاں کوئی دوسرا مجتہد تھا کہ وہ اس سے زیادہ فقیہ تھا اور اس کی رائے اس کے برخلاف تھی اور اس نے چاہا کہ بلانظر و غور کے اس کی رائے پر عمل کرے کیونکہ یہ اس کو زیادہ فقیہ جانتا ہے تو کتاب الحدود میں مذکور ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو گنجائش ہے اور امام ابو یوسفؒ و محمدؒ کے نزدیک نہیں بلکہ صرف اپنی رائے پر عمل کرے اور بعض روایات میں یہ اختلاف اس کے برعکس مذکور ہے اور اگر واقعہ کا حکم اس کی عقل پر مشکل ہو جائے تو اپنی رائے کو کام میں لائے اور اس پر عمل کرے اور افضل یہ ہے کہ اہل فقہ سے اس میں مشاورت کرے اگر دے اختلاف کریں تو غور کر کے جس طرف اس کی رائے ظاہر میں پہنچے اس پر عمل کرے اور اگر وہ لوگ ایک رائے پر متفق ہوں اور اس کی رائے ان کے مخالف ہو تو بھی اپنی رائے پر عمل کرے لیکن چاہئے کہ حکم دینے میں جلدی نہ کرے جب تک حق تاویل و کوشش کو پورا کر کے وجوہ حق کو منکشف نہ کر لے اور جب اس کی کوشش سے حق کھل گیا تو اپنی رائے سے اس میں فیصلہ کرے اور جب اس نے اپنی کوشش اس میں اظہار حق کے واسطے صرف کر دی تو پھر اپنے فیصلہ سے خوفناک نہ ہو حتیٰ کہ اگر اس نے جزافا[1] حکم دے دیا ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ جائز نہیں ہے اگرچہ وہ اہل اجتہاد سے ہو مگر جب اس کا حال دریافت نہ ہو تو محمول کیا جائے گا کہ اس نے اپنی رائے سے حکم دیا اور جب تک ممکن ہوگا مسلمان کا کام صحت پر محمول کیا جائے گا یہ سب اس صورت میں ہے کہ قاضی اہل اجتہاد میں سے ہو اور اگر اجتہاد میں سے نہ ہو پس اگر اس نے ہمارے اصحاب کے اقوال کو یاد رکھا اور مضبوطی اور اتفاق کے ساتھ حفظ کیا تو جس کا قول حق سمجھتا ہے اس پر بر سبیل تقلید عمل کرے اور اگر ان کے اقوال کا حافظ نہیں ہے تو جو اس شہر میں ہمارے اصحاب میں سے اہل فقہ میں سے ہوں ان کے فتویٰ پر عمل کرے اور اگر شہر میں صرف ایک ہی فقیہ حنفی ہو تو اسی کا قول اختیار کرے اور ہم کو امید ہے کہ اس سے باز پرس نہ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے۔

مجتہد ہونے کی شرائط ☆

واضح ہو کہ مقصود حاصل کرنے کے لئے اپنی کوشش کو صرف کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں اور آدمی کے مجتہد ہو جانے کی شرط یہ ہے کہ کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ ﷺ سے جس قدر کہ جس سے احکام متعلق ہیں جاننا ہو نصائح کا جاننا شرط نہیں ہے اور بعضوں نے کہا

---

[1] قولہ جزافا یعنی بطور گزاف بدوں کوشش کے سرسری طور سے۔

کہ جس کی رائے میں صواب زیادہ ہوں خطا سے اس کو اجتہاد حلال ہے اور اول اصح ہے اور یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اصح تعریف مجتہد کی یہ ہے جو بعضوں نے بیان کی ہے کہ اس نے علم[1] کتاب اللہ اور اس کے وجوہ معانی کو جانا ہو اور علم حدیث کو بھی اس کے طرق و متون و وجوہ معانی سے پہچانا ہو اور قیاس میں مصیبت ہو اور عرف الناس کو جانتا ہو یہ کافی میں لکھا ہے اگر شہر میں کچھ لوگ اہل فقہ ہوں تو ان سے اس بات میں مشورہ لے اور مشورہ میں اگر اس کی اور ان کی رائے متفق ہو تو اس پر حکم کرے اور اگر اختلاف ہوا تو جو قول حق سے قریب معلوم ہو اس پر نظر ڈال کر اپنے اجتہاد سے عمل کرے بشرطیکہ اس قدر اجتہاد کا صالح ہو اور اس باب میں بڑی عمر کا آدمی معتبر نہیں ہے اور نہ کثرت عدد کا اعتبار ہے بلکہ ایک ہی شخص کو بھی علاوہ جماعت کے توفیق صواب حاصل ہوتی ہے اور یہ قول امام اعظمؒ پر ہونا چاہئے اور امام محمدؒ کے قول پر کثرت عدد کا اعتبار ہے اور اگر اس کا اجتہاد کسی امر پر نہ قرار پایا اور وہ حادثہ ویسا ہی مختلف اور مشکل رہ گیا تو اس شہر کے سوا جس میں وہ ہے دوسرے شہر کے فقیہوں کو لکھے اور خط کے ساتھ مشورت کرنا پرانا طریقہ چلا آیا ہے کہ حوادث شرعیہ میں ایسا ہوتا ہے پس اگر ان لوگوں نے جن کی طرف خط بھیجا ہے کسی بات پر اتفاق کیا اور قاضی کی رائے بھی ان کی رائے کے موافق ہوئی اور وہ بھی اہل رائے و اجتہاد میں سے تھا تو اسی رائے کے موافق اس پر عمل کرے اور اگر ان لوگوں نے بھی اختلاف کیا پس اگر یہ شخص اہل اجتہاد میں سے ہے تو جو قریب حق کے قول معلوم ہو اسی پر عمل کرے اور اپنی رائے سے عمل کرے اور اگر اس صورت میں قاضی اہل اجتہاد سے نہ ہو تو جو شخص اس کے نزدیک زیادہ فقیہ اور بہت پرہیزگار ہے اس کے قول پر عمل کرے اگر قاضی نے ایک قوم سے مشورہ کیا اور یہ لوگ اہل فقہ تھے اور ان کی رائے سے قاضی کی رائے مخالف ہے تو قاضی کو اپنی رائے چھوڑ کر ان کی رائے پر عمل کرنا نہیں جائز ہے اور اگر قاضی نے ایک شخص فقیہ سے مشورہ کیا تو کافی ہے مگر چند لوگوں سے فقہا میں مشورہ لینا احوط ہے۔ اگر اس شخص نے ایک رائے کا مشورہ دیا اور قاضی کی رائے اس کے برخلاف ہے تو قاضی اپنی رائے نہیں چھوڑ سکتا ہے اور اگر قاضی نے اس کی رائے کو بسبب اس کے کہ وہ افضل اور افقہ ہے لائق اہتمام و بزرگی جانا تو اس مسئلہ کو کتاب الحدود میں ذکر کیا اور کہا کہ اگر اس شخص کی رائے کے موافق اس نے فیصلہ کیا تو مجھے امید ہے کہ اس کو اتنی گنجائش ہوگی اور اگر اس نے اس کی رائے کو ایسا لائق اہتمام نہ جانا تو اس کو اپنی رائے چھوڑ کر دوسرے کی رائے پر عمل کرنا نہ چاہئے یہ محیط میں لکھا ہے۔

باب : ④

اختلاف علما کا اِس بات میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اجتہاد کرنا جائز تھا یا نہیں؟

اِس امر میں اختلاف ہے کہ صحابی مجتہد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اجتہاد کرنا جائز تھا یا نہیں بعضوں نے کہا کہ نہیں جائز تھا اور اکثر عالموں نے کہا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دور تھا اس کے لئے جائز تھا اور جو نزدیک تھا اس کے لئے جائز نہ تھا اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اس میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں میں جن میں آپ کو وحی نہیں بھیجی گئی تھی اجتہاد کرتے اور حکم دیتے تھے یا نہیں پس بعضوں نے کہا کہ اجتہاد نہیں کرتے تھے بلکہ وحی کا انتظار کرتے تھے اور بعضوں نے کہا کہ پہلے انبیاء کی شریعت کی طرف رجوع کرتے تھے کیونکہ ان کی شریعت جب تک اس کا نسخ نہ ثابت ہو ہمارے واسطے بھی ثابت ہے اور

---

[1] قولہ علم کتاب...... یعنی قرآن کے احکام سے آگاہ ہو اور حق یہ کہ کمتر مرتبہ یہی ہے ورنہ کل سے عالم ہو وجوہ معانی یعنی عبارت و اشارت وغیرہ جو اصول میں مذکور ہیں اور علم حدیث میں اسناد کا علم اس سے زائد ہے مصیبت ہو یعنی قیاس کو ٹھیک ہوتا ہو عرف الناس لوگوں کے رواج۔

بعضوں نے کہا کہ اس وقت تک اجتہاد نہیں کرتے تھے جب تک کہ وحی کی طمع ہوتی اور جب امید منقطع ہوتی تب اجتہاد کرتے پھر وہی ہماری شریعت ہو جاتی تھی پس اگر اس کے برخلاف وحی آتی تھی تو وہ اس کی ناسخ ہو جاتی تھی کیونکہ سنت کا کتاب سے منسوخ ہونا ہمارے نزدیک جائز ہے اور بھی آنحضرت ﷺ وہ فیصلہ جس کو جاری کر دیا ہے نہیں توڑتے تھے ہاں آئندہ کے واسطے فیصلہ میں دوسرا حکم دیتے تھے یہ محیط میں لکھا ہے۔

باب : ۵

قاضی کو مقرر کرنے اور معزول کرنے کے بیان میں

اگر سلطان نے کسی شخص کو کسی خاص شہر کا قاضی کیا تو وہ اس شہر کے سواد[1] کا قاضی نہ ہوگا جب تک کہ فرمان قضاء میں شہر مع سواد نہ ہو اور یہ جواب روایت نوادر کے موافق ہے کہ نفاذ قضاء کے واسطے مصر شرط نہیں ہے۔ قال المترجم یعنی نوادر میں آیا ہے کہ حکم قضاء کے نافذ ہونے کے واسطے شہر کا ہونا شرط نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہی مختار ہے لیکن ظاہر الروایہ کے موافق نفاذ قضاء کے واسطے شہر کا ہونا شرط ہے تو قاضی گاؤں میں والی نہ ہوگا اگرچہ سلطان نے اپنے فرمان میں لکھ دیا ہو اگر سلطان نے امیر بنایا یا قاضی بنانا کسی شرط یا آئندہ وقت پر معلق کیا ہو مثلاً کہا کہ جب تو فلاں شہر میں داخل ہو تو تو وہاں کا قاضی ہے یا جب تو شہر مکہ میں جائے تو تو وہاں کا امام ہے یا کہا کہ شروع مہینے سے میں نے تجھے قاضی کیا یا شروع مہینے سے میں نے تجھے امیر بنایا تو یہ جائز ہے کذا فی الملتقط اور اس پر اجماع ہے کذا فی الخلاصہ۔ قاضی کے معزول ہونے کو بھی تعلیق[2] کرنا جائز ہے اگر سلطان نے کسی شخص کو ایک دن کا قاضی کیا تو جائز ہے اور اس کا وقت مقررہ ہوگا اور اگر مکان کی قید لگائی تو بھی جائز ہے اور اسی مکان کی خصوصیت ہوگی اور اسی بنا پر اگر قاضی نے اپنا نائب کسی خاص مسجد پر معین کیا تو وہ نائب دوسری مسجد میں بیٹھ کر وہاں کے قضایا فیصل نہیں کر سکتا ہے یہ ملتقط میں لکھا ہے اور کسی شخص کے واسطے دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرنے کو معلق[3] کرنا اور اضافت کرنا آئندہ زمانہ پر صحیح نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسی طرح بعض کو حکم استثناء کرنا مثلاً ہمارے زمانہ میں دعویٰ تلجیہ کی ساعت نہ کرنا یا خاص کسی کے مقدمہ میں حکم نہ کرنا ایسا استثناء صحیح ہے اور مستثنیٰ میں وہ شخص قاضی نہ ہوگا اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ فلاں شخص کے مقدمہ کی ساعت اس وقت تک نہ کرے کہ میں اپنے سفر سے واپس ہوں تو اس کو نہیں جائز ہے کہ ساعت کرے یا اس میں حکم دے جب تک کہ وہ واپس نہ ہو اور اگر اس نے فیصلہ کیا تو نافذ نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

اگر قاضی نے کسی حادثہ کے حق میں حکم دیا پھر سلطان نے کہا کہ اس مقدمہ کی دوبارہ علماء کے سامنے ساعت کرے تو یہ قاضی پر فرض نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور شہر حکم قضا کے نافذ ہونے کے واسطے شرط ہے اور یہ ظاہر الروایہ ہے اور نوادر میں ہے کہ شرط نہیں ہے اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے سلطان نے اگر کہا کہ میں نے تجھ کو قاضی بنایا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس شہر میں تو جس شہر میں ہے اس کا قاضی نہ ہوگا اور مختار یہ ہے کہ تمام شہروں پر جو سلطان کے تحت میں ہیں قاضی ہو جائے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور یہی ظاہر تر ہے اگر کسی شہر کے لوگوں نے جمع ہو کر ایک شخص کو مقرر کیا کہ ان میں فیصلہ کیا کرے تو قاضی نہ ہوگا اور اگر جمع ہو کر ایک شخص کے ہاتھ پر عقد سلطنت و خلافت قرار دیا تو وہ خلیفہ و سلطان ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر بادشاہ نے کسی سے کہا کہ میں نے تجھ کو

---

[1] قولہ سواد یعنی شہر کے مضافات دیہات و قصبات بشرطیکہ دیہات میں قاضی ہوتا ہو اور یہی نوادر کی روایت ہے۔ [2] تعلیق مثلاً کہا کہ تو اس مہینہ کے اخیر میں قضاء سے معزول ہے یا جب کوفہ میں پہنچے تو قضاء سے معزول ہو۔ [3] معلق کرنا مثلاً کہا کہ شروع مہینہ میں فیصلہ کروں گا اور اضافت کرنا مثلاً کہا کہ جب باقی برسے گا یا زید آئے گا تب فیصلہ کروں گا۔

قاضی بنایا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسروں کو اپنا خلیفہ مقرر کرے مگر اس وقت مقرر کر سکتا ہے کہ جب سلطان نے اسے صریحاً اجازت دے دی ہو یا دلالۃً مثلاً کہا کہ میں نے تجھ کو قاضی القضاۃ بنایا کیونکہ قاضی القاضاۃ اسی کو کہتے ہیں جو قاضیوں کے مقرر و معزول کرنے میں تصرف رکھتا ہو یہ ذخیرہ میں مذکور ہے نجم الدین نسفی نے ایک محضر کی نسبت کہا کہ غیر صحیح ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ یہ قاضی القضاۃ کی طرف سے مقرر ہے اور اس میں یہ نہ تھا کہ قاضی القضاۃ کو سلطان کی طرف سے خلیفہ مقرر کرنے کی اجازت ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور شمس الائمہ اور جندی فرماتے تھے کہ حاکم کی طرف سے فرمان میں چاہئے کہ خلیفۃ الحکم از جانب فلاں وفلاں جو خلیفہ گردانئے کی اجازت فلاں کی طرف سے بحکم فرمان صحیح حاصل رکھتا ہے تحریر کیا جائے اگر سلطان نے کسی شخص سے کہا کہ میں تجھ کو اپنا نائب قضاء میں اس شرط سے کرتا ہوں کہ تو رشوت نہ لے اور نہ شراب پیئے اور نہ کوئی امر خلاف شرع کرے تو مقرر کرنا اور شرط کرنا دونوں صحیح ہیں اور اگر ان میں سے کوئی چیز اس نے کی تو قاضی نہ رہے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت نہ ہو☆

اگر قاضی مقرر کر دیا پھر اس کے ساتھ ملا دیا کہ فلاں شخص کے مقدمہ کی ساعت نہ کرے تو اس شخص کے حق میں معزول ہوگا کذا فی الخلاصہ اور خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر امام نے کسی شخص کو قاضی مقرر کیا اور اس کو خلیفہ بنانے کی اجازت دے دی پھر قاضی نے کسی کو حکم دیا کہ اس حادثہ میں دعویٰ اور گواہی سن لے اور گواہوں سے سوال کرے اور اقرار کی ساعت کر لے اور خود حکم نہ کرے بلکہ قاضی کو لکھے اور اس کو خبر دے تاکہ قاضی خود حکم کرے تو ایسے خلیفہ کو اختیار نہیں ہے کہ کچھ حکم کرے مگر اسی قدر جس کا قاضی نے حکم دیا ہے اور جب یہ مقدمہ قاضی کے پاس گیا تو قاضی صرف اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا نہ اس اقرار پر حکم دے گا بلکہ مدعی اور مدعا علیہ کو جمع کر کے دوبارہ گواہی ادا کرنے کا حکم دے گا پس اگر گواہوں نے دونوں کے سامنے یہی گواہی دی تو اس وقت اس گواہی پر فیصلہ کر دے گا اور اس مسئلہ میں بہت سے قاضی غلطی کرتے ہیں کہ قاضی کسی شخص کو کسی مقدمہ کی گواہی سننے کے واسطے مقرر کرتا ہے پھر خط خلیفہ کے ساتھ اس کو لکھتا ہے پھر وہ شخص قاضی کو لکھتا ہے کہ گواہوں نے میرے پاس اس طرح گواہی دی اور ان کے الفاظ شہادت نقل کر دیتا ہے یا یہ کہ مدعا علیہ نے میرے سامنے ایسا ایسا اقرار کیا پھر قاضی بدوں اس کے کہ دوبارہ اپنے پاس گواہ سے فیصلہ کر دیتا ہے تو ایسی قضاء صحیح نہیں کیونکہ قاضی نے خود یہ اقرار وغیرہ نہیں سنا پھر کیوں کر اس نے اس گواہی اور اقرار پر فیصلہ کر دیا فقط خلیفہ کے خبر دینے سے مگر اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب خلیفہ اور ایک دوسرا آدمی اس اقرار و گواہی کی گواہی دیں اور اس خلیفہ بنانے کا فائدہ یہ ہے کہ خلیفہ دیکھ لے کہ مدعی کے پاس گواہ ہیں یا وہ جھوٹا ہے پس شاید اس کے گواہ ہوں مگر عادل نہ ہوں اور کبھی گواہوں کے الفاظ متفق نہیں ہوتے ہیں پس قاضی خلیفہ کو سپرد کر دیتا ہے اس میں غور کرے سلطان نے اگر کہا کہ میں نے فلاں شہر کی قضاء زید یا عمرو کو دے دی تو بسبب جہالت[1] کے صحیح نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت نہ ہو اور اس نے غیر کو خلیفہ کیا تو خلیفہ کا حکم نافذ نہ ہوگا خواہ یہ استخلاف اس نے اپنی صحت میں کیا ہو یا مرض یا سفر میں۔

اگر اس نے امام وقت کی اجازت سے خلیفہ کیا تو یہ خلیفہ امام کی طرف سے قاضی ہوگا یہاں تک کہ قاضی کو اس کے معزولی کا اختیار نہیں ہے مگر جبکہ امام نے قاضی سے کہہ دیا ہو کہ جس کو تیرا جی چاہے مقرر کر اور جس کو چاہے معزول کر تو اس کو معزول کر سکتا ہے اور یہ صورت قاضی کی اس شخص کے برخلاف ہے جو جمعہ کے قائم کرنے کے واسطے مامور ہوا ہے کیونکہ وہ اپنا خلیفہ مقرر کر سکتا ہے اگرچہ امام نے اس کو اجازت نہ دی ہو قاضی کو اگر خلیفہ بنانے کی اجازت نہ ہو اور اس نے خلیفہ بنایا اور خلیفہ نے قاضی کی مجلس میں اس کے سامنے

---

[1] قولہ جہالت یعنی ایک کو معین نہیں کیا بلکہ مجہول رکھا۔

حکم دیا تو جائز ہے اور اگر اس نے قاضی کے سامنے حکم نہ دیا بلکہ اس کے پیچھے حکم کیا اور وہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش ہوا اور اس نے اجازت دی تو نافذ ہو گا یہ ہمارے نزدیک ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر مجتہدات[1] میں قاضی نے حکم محکم کی اجازت دی تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر لڑکے کو قاضی بنانا چاہا پھر وہ بالغ ہوا تو اس کو اختیار نہیں ہے کہ اس حکم کے موافق قاضی ہو اور غلام سے اگر قضاء طلب ہوئی پھر وہ آزاد ہوا تو اس حکم کے موافق قضاء کر سکتا ہے فتاویٰ نسفی میں ہے کہ یہ مسئلہ دریافت کیا گیا کہ ایک سلطان نے وفات پائی اور رعیت نے اتفاق کر کے اس کے چھوٹے لڑکے نابالغ کو سلطان بنایا تو قاضیوں اور خطیبوں وغیرہ کا کیا حال ہو گا اور چونکہ یہ ولایت نہیں رکھتا ہے پس قاضی وغیرہ کا تقرر کیوں کر ہے تو فرمایا کہ رعیت کو چاہئے کہ بڑے آدمی پر اتفاق کریں کہ جو والی ہو اور اسی کی طرف سے تقرر ہو گا اور وہ اپنے آپ کو سلطان کے بیٹے کا تابع سمجھے اور درحقیقت وہ والی ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے سلطان نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ فلاں شہر میں قاضی مقرر کرے اور اس نے مقرر کیا تو بطور اجازت سلطانی کے صحیح ہے اور اگر اس نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں ہے یہ بزازیہ میں لکھا ہے اگر خلیفہ نے کسی والی شہر سے کہا کہ ہر کرامی باید ت قضا تقلید کن یا عربی میں قلد من شئت یا اردو میں مترجم کہتا ہے کہ جس کو تیرا جی چاہے قاضی مقرر کر دے تو صحیح ہے اور اگر کہا کہ کسی را قضا تقلید کن یا قلد احدا یا ایک کو قاضی کر دے تو صحیح نہیں ہے اگر سلطان نے اپنے کسی امیر کو خطاب کیا کہ فلاں ولایت بتو وادم یا ترا دادم تو وہ شخص قاضی مقرر کرنے کا مالک نہیں ہے اور اگر اس کو کسی شہر کا امیر کیا اور خراج اس کو چھوڑ دیا اور رعیت میں تصرف کا اختیار علی العموم دے دیا جیسا کہ مقتضائے امارت ہے تو اس کو قاضی مقرر کرنے اور معزول کرنے کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

احکام و حکام سے مراد ☆

امام اگر عادل نہ ہو تو اس کے احکام[2] و حکام جائز ہیں اور نابالغ ہو تو اس کا تولیہ جائز نہیں ہے اور امام کو قرشی ہونا چاہئے اور ہاشمی ہونا شرط نہیں ہے اور اگر قریش میں سے نہ پایا جائے تو چاہئے کہ عادل و امانت دار ہو کہ قاضی کے شرائط جانتا ہو اگر مقرر کیا ہوا سلطان نابالغ تھا اور وہ پھر بالغ ہوا تو کیا سلطان باقی رہے گا یا ازسرنو بیعت چاہئے اور اصح یہ ہے کہ ازسرنو بیعت کی حاجت ہے سلطان نے اگر کسی شخص کو ایک شہر کی قضاء سپرد کی اور اس میں ایک قاضی تھا کہ اس کو صریح معزول نہ کیا تو شبہہ یہ ہے کہ پہلا قاضی معزول نہ ہو گا یہ ملتقط میں لکھا ہے اگر سلطان نے ایک طرف کی قضا دو شخصوں کے سپرد کی اور فقط ایک نے حکم دیا تو جائز نہیں ہے جیسے دو وکیلوں کا حکم ہے اور اگر ان کو اس طرح مقرر کیا کہ ہر ایک قاضی فیصلہ کر سکتا ہے تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے سلطان کو اختیار ہے کہ بجائے قاضی کے دوسرا بدل دے خواہ کسی شک کی وجہ سے یا بلا شک کے اور امام اعظمؒ سے یہ روایت صحیح ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے ایک سال سے زیادہ قاضی کو قاضی نہ رکھنا چاہئے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور سلطان کو چاہئے کہ جب ایک سال گزر جائے تو اس قاضی کی طرف التفات کرے اور کہے کہ تجھ میں کوئی فساد نہیں ہے لیکن مجھے خوف ہے کہ تو علم کو بھول جائے اس لئے چند روز تو علم کا درس دے پھر ہمارے پاس آنا تاکہ ہم دوبارہ قاضی مقرر کر دیں گے یہ نہایہ میں لکھا ہے سلطان نے اگر کسی قاضی کو معزول کیا تو معزول نہ ہو جائے گا جب تک کہ اس کو خبر نہ پہنچے حتیٰ کہ اگر اس نے معزولی کے بعد خبر پہنچنے سے پہلے کچھ قضیہ فیصل کئے تو جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ وہ باوجود اپنی معزولی سے آگاہی کے بھی معزول نہ ہو گا جب تک کہ دوسرا اس کی جگہ مقرر نہ ہوتا کہ بندگان خدا کے حقوق محفوظ رہیں اور امام ابو یوسفؒ نے اس کو امام جمعہ کی معزولی پر قیاس کیا ہے اور یہ سب جو بیان ہوا اس وقت ہے

---

[1] قولہ مجتہدات یعنی جو مسائل ایسے ہیں کہ جن میں اجتہاد جاری ہو سکتا ہے اس میں قاضی نے ایک حکم کو قطعی کر دیا تو وہ نافذ ہو جائے گا۔ [2] قولہ احکام جمع حکم جو نافذ کرے حکام جمع حاکم جن کو اس عملہ میں مقرر کرے مانند نائب قاضی وقسام وغیرہ۔

کہ جب عزل مطلق ہو اور اگر یہ قید ہو کہ جب یہ حکم فرمان قاضی کو پہنچے تو وہ معزول ہے پس ایسی صورت میں جب تک خط و فرمان نہ پہنچے معزول نہ ہوگا خواہ اس کو اپنی معزولی کا علم فرمان کے پہنچنے سے پہلے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

اگر قاضی نے انتقال کیا یا معزول ہوا تو اس کے خلیفہ جو قاضی ہیں معزول ہو جائیں گے ☆

اگر خلیفہ کا انتقال ہو گیا اور اس کے قاضی اور والی تھے تو وہ اپنے حال پر مقرر رہیں گے اور ہدایہ الناطفی میں لکھا ہے کہ اگر قاضی نے انتقال کیا یا معزول ہوا تو اس کے خلیفہ جو قاضی ہیں معزول ہو جائیں گے اور اگر صوبہ دار مر گیا تو اس کے قاضی معزول ہو جائیں گے بخلاف خلیفہ کے انتقال کے کہ اس سے معزول نہ ہوں گے کذا فی الملتقط۔ اگر امام کی طرف سے عامل خراسان کو فرمان پہنچا کہ وہاں کے فقیہوں یا کسی خاص قوم کو لکھا کہ ان کو جمع کر کے کہے کہ قاضی کے باب میں غور کریں اگر ان کو پسند ہو تو پھر مقرر کر دے ورنہ اس کو معزول کر دے پھر ان لوگوں نے جمع ہو کر ناپسند کیا اور عامل نے رشوت لے کر لکھ دیا کہ وہ لوگ راضی ہیں اور قاضی کو چھوڑ دیا وہ حکم دیتا رہا تو صحیح ہے کیونکہ وہ معزول نہیں ہوا ہے اور اگر ابتدائی تقرری میں ایسا ہوا ہو تو اس کے قضایا نافذ نہ ہوں گے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے قاضی اگر اندھا ہو گیا پھر بینا ہو گیا تو وہ اپنے عہد پر باقی رہے گا جیسے بعد مرتد ہونے کے اسلام لایا لیکن بحالت مرتد ہونے اور اندھے ہونے کے اس کے فیصلے نافذ نہ ہوں گے چار چیزیں ہیں کہ اگر وہ قاضی میں پیدا ہوں تو معزول ہو جائے گا آنکھ کی بینائی جاتی رہی اور ایسے ہی سماعت اور عقل جاتی رہی اور مرتد ہو جانا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے قاضی اگر معزول کیا جائے تو بعض نے کہا کہ اس کا نائب بھی معزول ہوگا اور اگر مر جائے تو نہیں معزول ہوگا اور فتویٰ اس پر ہے کہ قاضی کی معزولی سے نائب معزول نہ ہوگا کیونکہ وہ سلطان کی یا عام لوگوں کی طرف سے نائب ہے اور قاضی کی معزولی سے نائب قاضی معزول نہ ہوگا یہ بزازیہ میں لکھا ہے سلطان نے اگر کسی کو مقرر کیا[1] اور اس نے اس کو رد کر دیا پس اگر بالمشافہ مقرر کیا تو اس کو نہیں پہنچتا ہے کہ رد کرنے کے بعد قبول کرے اور اگر غیبت میں مقرر کیا مثلاً اپنا فرمان اس کو بھیجا اور اس نے رد کیا پھر قبول کیا تو جائز ہے اور اگر تقرری کسی ایلچی کے ذریعہ سے تھی اور اس نے رد کر دی تو اس کو اختیار ہے کہ سلطان کو رد کی خبر پہنچنے سے پہلے قبول کر لے قاضی نے جب کہا کہ میں نے اپنے تئیں معزول کیا یا میں نے اپنے تئیں عہدہ قضاء سے الگ کر لیا اور سلطان نے اس کو سن لیا تو معزول ہو گیا اور بدوں بادشاہ کے سننے کے معزول نہ ہوگا اور اس نے اگر بادشاہ کو خط لکھا کہ میں نے اپنے تئیں معزول کیا اور یہ خط بادشاہ کے پاس آیا تو قاضی معزول ہو جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

باب : ⑥

سلطان اور امرا کے احکام کے بیان میں اور خود قاضی کے اپنے ذاتی معاملہ کے فیصلہ کے بیان میں

نوازل میں ہے کہ اگر سلطان نے دو شخصوں میں حکم دیا تو نافذ نہ ہوگا اور ادب القاضی خصافؒ میں ہے کہ نافذ ہوگا اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر قاضی خلیفہ کی طرف سے ہو امیر کی طرف سے نہ ہو تو امیر کو اختیار نہیں ہے کہ فیصلہ کرے اور اگر اس نے قضاء کا فیصلہ کیا تو نافذ نہ ہوگا ہشام کی روایت ہے کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے سنا ہے کہ اگر قاضی کی طرف سے ہو پھر خلیفہ نے انتقال کیا تو امیر کو اختیار نہیں ہے کہ قاضی مقرر کرے اگرچہ مع عشر و خراج وہاں کا امیر ہو اور اگر اس امیر نے حکم کیا تو

[1] قولہ کسی کو مقرر کیا...... یعنی ایک شخص کو قاضی مقرر کیا مگر اس نے رد کر دیا اور یہ عہدہ قبول نہ کیا۔

اس کا حکم جائز نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اس امیر نے کوئی قاضی اپنی طرف سے مقرر کیا تو اس کا حکم بھی جائز نہ ہوگا اور اگر اس قاضی کے پاس جس کو امیر نے مقرر کیا ہے خلیفہ کا خط آیا تو یہ قضاء کا تمام کرنا نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے مجموع النوازل میں ہے کہ شیخ الاسلام ابوالحسن سے دریافت کیا گیا کہ اگر قاضی کی کسی شخص سے خصومت ہے اور اس نے فیصلہ کے واسطے خلیفہ کے سامنے پیش کیا اور اس نے حکم دیا تو جائز ہے انہوں نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ اس کا حکم قاضی کے حق میں ایسا ہے جیسے اپنے واسطے خود فیصلہ کر کے خود حکم دے دیا ہو اور شیخ ابوالحسن نے فرمایا کہ جو ایسی بلا میں مبتلا ہو تو چاہئے کہ سلطان سے درخواست کرے کہ دوسرا قاضی مقرر کر دے کہ اس سے اپنے مقدمہ کا فیصلہ کرا دے یا کسی حاکم محکم کے پاس پیش کر کے دونوں راضی ہو جائیں پھر وہ حکم دے دے تا کہ نافذ ہو جائے اور بعض مشائخ نے اس کو جائز رکھا ہے کہ خلیفہ اس کے واسطے یا اس کے اوپر فیصلہ کرے اور نوازل میں بھی اس پر دلالت موجود ہے کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ کسی نے سلطان پر قاضی کے سامنے نالش کی پھر قاضی مع سلطان کے ایک جگہ بیٹھے اور مدعی زمین پر بیٹھا تو شیخ نے فرمایا کہ چاہئے کہ قاضی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اور مدعی کو اپنی جگہ بٹھا دے اور خود زمین پر بیٹھے پھر دونوں میں فیصلہ کر دے اور یہ روایت صحت کو پہنچی کہ زمانہ امام ابو یوسفؒ میں کسی یہودی نے خلیفہ ہارون رشید پر نالش کی اور قاضی ابو یوسفؒ نے اس کی نالش کی سماعت کی اور خصافؒ نے ذکر کیا ہے کہ علیؓ نے شریح کو قاضی کیا اور اپنی ایک نالش ان کے یہاں پیش کی خصافؒ نے کہا کہ اگر قاضی نے اس امام کے واسطے جس نے اسے مقرر کیا ہے کوئی فیصلہ کیا یا اس کے اوپر حکم دیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر امام کے بیٹے یا اس کے باپ یا اس کی زوجہ کے واسطے فیصلہ کر دیا تو بھی جائز ہے اور اسی طرح اگر قاضی القضاۃ نے اپنے مقرر کئے ہوئے قاضی کے سامنے نالش کر دی اور اس نے اس کے لئے یا اس کے اوپر فیصلہ کیا تو جائز ہے۔

حد القذف اور قصاص اور تعزیر میں امام وقت اپنے علم پر فیصلہ کرے گا:

اسی طرح اگر امام نے مثلاً خراسان پر ایک قاضی مقرر کیا اور حکم دیا کہ اطراف میں اور قاضی مقرر کر دے اور اس نے مقرر کر دیئے پھر بڑے قاضی نے ان قاضیوں میں سے کسی کے پاس مقدمہ پیش کیا تو جائز ہے خواہ اس پر[1] اس نے حکم دیا یا اس کے واسطے حکم کیا ہو اور واضح ہو کہ پہلے قول کی تائید اس سے نکلتی ہے کہ ہشام نے اپنی نوادر میں ذکر کیا کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک قاضی کا شفعہ جوار کسی شخص کے ذمہ ثابت ہوا اور اس نے نہ دیا اور انکار کیا اور اس شہر کا والی ایسا نہیں ہے کہ جو قاضی مقرر کر سکے تو امام نے فرمایا کہ والی دونوں سے کہے گا کہ تم دونوں کوئی حکم مقرر کر لو کہ فیصلہ کر دے پھر میں نے کہا کہ اگر وہ شخص اسے نہ مانے تو فرمایا کہ اس پر جبر کیا جائے گا پس امام محمدؒ نے اس صورت میں حکم مقرر کرنے کی طرف اشارہ کیا اور یہ نہ کہا کہ خلیفہ قاضی دونوں میں فیصلہ کر دے اور حکم مقرر کرنا حضرت عمرؓ کے اثر سے ثابت ہے کہ انہوں نے ایک جھگڑے میں جو ان کے اور ابو ہریرہ کے درمیان میں واقع تھا زید بن ثابت کو حکم قرار دیا اور دوسرے مقدمہ میں شریح کو حکم بنایا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ شہر کا قاضی مر گیا اور وہاں کا والی متولی تقرر[2] قضا نہیں ہے تو کیا خصوم پر جبر کیا جائے گا کہ باہم ایک حکم مقرر کریں پس امامؒ نے فرمایا کہ جن صورتوں میں یہ احتیاج واقع ہو کہ مقضی[3] علیہ دوسرے سے رجوع کرے تو جائز نہیں ہے اور مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر مثل قرض و غصب کے ہو تو حکم مقرر کرنے کے واسطے جبر کیا جائے گا اور منتقی میں ہے کہ اگر قاضی کے بیٹے نے باپ کے یہاں دوسرے پر نالش کی تو قاضی غور کرے کہ اگر فیصلہ اس کے بیٹے کے اوپر ہوتا ہے تو فیصلہ کر دے اور اگر اس کے بیٹے کے واسطے فیصلہ ہوتا ہے تو دونوں سے

[1] قولہ اس پر...... یعنی قاضی کے نام دوسرے پر یا دوسرے کے نام قاضی یہ فیصلہ کرے۔ [2] قولہم یعنی اس کو اس بات کی ولایت نہیں ہے کہ قاضی کو مقرر کرے۔ [3] قولہ مقضی علیہ جس پر حکم دیا گیا۔

کہہ دے کہ میرے سوا کسی دوسرے کے سامنے پیش کر دیہ محیط میں لکھا ہے قاضی کو اس امیر کے واسطے جس نے اس کو قاضی کیا ہے فیصلہ کر دینا صحیح ہے اسی طرح پر نیچے کے قاضی کو اونچے اور نیچے دونوں قاضیوں کے واسطے فیصلہ کر دینا درست ہے اور قاضی کو اپنی عورت کی ماں کے واسطے فیصلہ کر دینا درست ہے بشرطیکہ اس کی عورت مرگئی ہو اور جب تک اس کی ماں زندہ ہو تب تک جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر والد کی بیوی کے واسطے فیصلہ کر دیا تو درست ہے بشرطیکہ والد کا انتقال ہو گیا ہو اور اگر باپ زندہ ہو تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے حد القذف اور قصاص اور تعزیر میں امام وقت اپنے علم پر فیصلہ کرے گا یہ سراجیہ میں ہے۔

باب : ۷

قاضی کی نشست' اس کے مکان نشست اور متعلقات کے بیان میں

قاضی حکم قضا کے واسطے جلوس ظاہری کے طور پر بیٹھے اور مسجد میں تا کہ اس کا ٹھکانا اکثر مسافروں اور بعض مقیم لوگوں پر پوشیدہ نہ رہے اور عنایہ میں لکھا ہے اور جامع مسجد اولیٰ ہے پھر جس مسجد میں جماعت قائم ہوتی ہے اگر چہ اس میں جمعہ نہ پڑھا جائے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور فخر الاسلام علی بزودی نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جامع مسجد بیچ شہر میں ہو اور اگر شہر کے کنارے ہو تو چاہئے کہ دوسری مسجد جو بیچ شہر میں ہے اختیار کرے تا کہ بعض مقدے والوں کو شہر کے کنارے جانے میں مشقت نہ ہو اور اگر اپنے قوم کی مسجد میں بیٹھا تو کچھ ڈر نہیں ہے اور یہی بعض سلف سے روایت ہے اور فخر الاسلام نے فرمایا کہ یہ حکم بھی جب ہے کہ اس کی مسجد قوم بیچ شہر میں ہو اور بازار کی مسجد میں بیٹھنا اختیار کرے کیونکہ وہ بہت مشہور ہوتی ہے یہ محیط میں لکھا ہے جب قاضی مسجد میں داخل ہوا تو میرے نزدیک مستحب ہے کہ پہلے دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے اور چار رکعت افضل ہے کہ وہ دن کی نماز ہے پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اس کو توفیق وسداد وعطا کرے اور عصیان سے بچائے پھر حکم دینے کے واسطے بیٹھے اور اگر اپنے ساتھ اہل فقاہت وکرامت کو بٹھانا چاہے تو اپنے قریب بٹھا دے اور ایسے ہی اہل امانت بھی اس سے قریب ہوں گے اور کچھ ڈر نہیں ہے کہ تنہا بیٹھے اگر قضایا کا عالم ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر قاضی[1] جاہل ہو تو مستحب ہے کہ اس کے ساتھ اہل علم بیٹھیں یہ تبیین میں لکھا ہے اور ان لوگوں سے مشاورت کرے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور خصومت کے وقت مشاورت نہ کرے یہ بزازیہ میں لکھا ہے اور جزودان اپنے داہنی طرف رکھے کیونکہ اس میں سجل اور محضر اور نوشتہ ہوتے ہیں اور ان کا سامنے ہونا چاہئے اور اس کا کاتب کچھ ہٹ کر اس سے بیٹھے اس طرح کہ قاضی اس کو دیکھتا رہے تا کہ وہ رشوت لے کر الفاظ شہادت میں زیادتی وکمی نہ کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر اپنے گھر میں بیٹھنا اختیار کیا تو کچھ ڈر نہیں ہے اور لوگوں کو اس دار میں آنے کی اجازت دے اور جو اس کے ساتھ بیٹھتے ہیں بیٹھیں یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ دار وسط شہر میں جیسا کہ مسجد کا حکم ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

اور مبسوط میں مذکور ہے کہ اپنے منزل میں بیٹھ کر حکم قضا دینے میں یا جہاں اس کا جی چاہے کچھ ڈر نہیں ہے کیونکہ قضا کا کام کسی مکان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں مذکور ہے اور اگر اپنے بیت میں بیٹھا تو ہمارے نزدیک کچھ ڈر نہیں ہے اگر وسط شہر میں ہو یہ بزازیہ میں لکھا ہے اور خانیہ میں ہے کہ اگر قاضی مسجد یا دار میں بیٹھا تو ایک دربان مقرر کرے کہ خصوم کو ازدحام سے منع کرے اور دربان کو حلال نہیں ہے کہ اس سے کچھ لے کر آنے کی اجازت دے دے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے پھر اگر مسجد میں بیٹھا تو

---

[1] قولہ جاہل یعنی مجتہد نہ ہو اگر چہ موافق عرف کے عالم ہو۔

حائض اور چوپایہ کے واسطے باہر نکلے اور مسجد میں حد نہ مارے اور نہ تعزیر دے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور راستہ میں بیٹھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ راہ چلنے والوں پر تنگ نہ ہو یہ تبیین میں لکھا ہے اگر قاضی مسجد میں آیا تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ خصوم کو سلام کرے اور ارادہ اس سے عام سلام ہو پھر مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ ان پر سلام کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور نہ کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے تاکہ ہیبت باقی رہے اور حشمت زیادہ ہو اور اسی واسطے والی اور امیر لوگوں میں رسم ہے کہ جب داخل ہوتے ہیں تو سلام نہیں کرتے ہیں اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس پر سلام کرنا واجب ہے اور ترک کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور اسی طرح والی اور امیر پر بھی آنے کے وقت سلام واجب ہے اور ترک کرنے کی گنجائش نہیں ہے پھر جب قاضی کسی طرف مسجد میں حکم کے واسطے بیٹھ گیا تو خصوم پر سلام نہ کرے اور نہ وہ لوگ قاضی کو سلام کریں اور بعض مشائخ نے کہا کہ اسی سے یہ رسم جاری ہوئی کہ لوگ جب والی اور امیروں کے پاس جاتے ہیں تو سلام نہیں کرتے ہیں اور نہ وہ ان پر سلام کرتے ہیں کیونکہ جب قاضی میں یہ حکم ہے تو والی اور امیر میں بدرجہ اولیٰ ہوگا اور یہ امر ایسا صحیح ہے جیسا کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ لوگ امرا کو سلام کریں اور امرا لوگوں کو بخلاف قاضی کے اور فرق یہ ہے کہ والی و امیر اس واسطے بیٹھا ہے کہ زیارت کرے اور سلام زائرین کا تحیہ ہے اور قاضی فیصلہ اور حکم دینے کے واسطے بیٹھا ہے نہ زیارت کے واسطے اور اگر باایں ہمہ لوگوں نے اس کو سلام کیا تو اس کو جواب دینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ اس پر جواب سلام واجب نہیں ہے بلکہ مختار ہے چاہے جواب دے یا نہ دے کذا فی ادب القاضی اور اگر قاضی نے جواب دینا چاہا تو وعلیکم سے زیادہ نہ کرے اور گواہ قاضی کو سلام کرے اور قاضی اس کو جواب دے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

صاحبِ مجلس سے مراد☆

شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل بخاریؒ سے منقول ہے کہ جو شخص اپنے اتلامذہ کے فقہ سکھلانے کو بیٹھا اور کسی آنے والے نے اس کو سلام کیا تو اس کو گنجائش ہے کہ اس کو جواب سلام نہ دے اور ایسے ہی اس شخص کے حق میں بھی فرماتے ہیں جو ذکر کرنے کے واسطے بیٹھا خواہ کسی طرح یاد الٰہی ہو پھر کسی آنے والے نے اس کو سلام کیا تو گنجائش ہے کہ اس کا جواب نہ دے اور جب قاضی فیصلہ مقدمات کے واسطے بیٹھا تو چاہئے کہ ایک آدمی اس کے سامنے کھڑا ہو کہ لوگوں کو بے وقت آگے بڑھنے سے اور بے ادبی سے منع کرے اور ایسے شخص کو صاحب المجلس کہتے ہیں اور اس کو شرطی اور عریف اور جلواز بھی کہتے ہیں اور اس کے ساتھ ادب کا کوڑا بھی ہونا چاہئے اور چاہئے کہ یہ شخص امین ہو اور طماع نہ ہونا چاہئے کہ رشوت لے کر بعضے خصوم کی طرف داری کرے اور بے ادبی کے وقت اس کی تادیب نہ کرے جب دونوں مقدمہ والے قاضی کے سامنے بیٹھیں اور قاضی نے مصلحت دیکھی کہ صاحب المجلس چلا جائے تو اس کو حکم دے کہ اٹھ کر دور چلا جائے تاکہ اس کو نہ معلوم ہو کہ دونوں مقدمہ والے اور قاضی میں کیا ہوتا ہے کہ کسی مقدمہ والے کو اس سے اطلاع نہ دے اور نہ کسی کو کچھ سکھلائے پڑھائے اور قاضی کو ایسا کرنا چاہئے اگرچہ صاحب المجلس مامون ہو اور اگر اپنے قریب رہنے دیا تو کچھ ڈر نہیں ہے اور حاصل یہ ہے کہ کل کام جس میں لوگوں کی بھلائی اور احتیاط ہو قاضی ملحوظ رکھے اور اس صاحب مجلس کو یہ نہ چاہئے کہ کسی مقدمہ والے سے خفیہ باتیں کرے یہ محیط میں لکھا ہے اولیٰ یہ ہے کہ امین کو اپنے بیٹھنے کی جگہ اپنے آنے سے پہلے بھیج دے تاکہ وہ یاد رکھے کہ پہلے کون آیا ہے اور پھر کون آیا ہے اسی ترتیب سے تاکہ اسی طرح مقدم کرے اور کسی کو اس کی منزلت اور سلطنت کی وجہ سے مقدم نہ کرے اور اگر اس کی رائے میں یہ آیا کہ مسافروں کو مقدم کرے تو کرسکتا ہے اور اگر وہ لوگ کثرت سے ہوں کہ ان کی طرف

توجہ سے اہل شہر ہے جاتے ہوں تو ان کو اپنے مرتبہ پر لوگوں کے ساتھ رکھے اور عورتوں کو الگ رکھے اور مردوں کو الگ اور اگر عورتوں کے واسطے ایک روز علیحدہ مقرر کرے تو اس میں ان کی زیادہ پردہ پوشی ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

مجلس حکم میں متانت و سنجیدگی ضروری اُمر ہیں ☆

امام محمدؒ نے فرمایا کہ جو شخص اسی رات اپنے اہل میں پہنچ جائے وہ بمنزلہ مقیم کے ہے اور جس کی رات غیروں میں گزرے وہ مسافر کے حکم میں ہے جو مسافر ہے اس کا حال سخت ہوتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر قاضی کو بوجہ غربت اور مسافرت کے مقدم کرنے کی رائے معلوم ہوئے تو صرف اس قول میں کہ میں مسافر ہوں اور میرا ارادہ اپنے وطن لوٹ جانے کا ہے اس کی تصدیق نہ کرے گا بلکہ اس سے گواہ طلب کرے گا کہ یہ مسافر ہے ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے اور عدالت اس شہادت کے واسطے شرط نہیں ہے اگر گواہوں کا حال مستور ہو تو بھی کفایت کرتا ہے اور بعضے اصحاب حنفیہ نے کہا کہ ان رفیقوں سے دریافت کرے جن کے ساتھ اس کا ارادہ جانے کا ہے کہ یہ لوگ کب جائیں گے اور کیا فلاں شخص بھی ان کے ساتھ جائے گا پس اگر انہوں نے کہا کہ ہاں تو عذر سفر متحقق ہو جائے گا اگر قاضی کے دروازے پر ارباب شہود وایمان جمع ہوئے اور مسافر اور عورتیں جمع ہو گئیں پس اگر قاضی نے ارباب شہود کو مقدم کیا تو ہو سکتا ہے اور اگر مسافروں کو مقدم کیا تو اس کو اختیار ہے اور اگر عورتوں کو مقدم کیا تو ہو سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور چاہئے کہ قاضی جب دونوں مقدمہ والوں کو بلائے تو برابر بٹھلائے اور دونوں کو اپنے سامنے بٹھلائے یہ محیط میں لکھا ہے اور دونوں کی طرف لحاظ اور کلام میں مساوات ملحوظ رکھے اور کسی ایک سے خفیہ بات نہ کرے اور نہ اس کی طرف اشارہ کرے نہ ہاتھ سے اور نہ سر سے اور نہ ابرو سے یہ عنایہ میں لکھا ہے اور کسی ایک کے بالمواجہہ نہ ہنسے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور مجلس حکم میں مزاح سے مطلقاً پرہیز کرے خواہ دونوں کے ساتھ یا ایک کے ساتھ یا غیر کے ساتھ ہو اور غیر مجلس حکم میں بھی زیادہ مزاح نہ کرے کیونکہ اس سے مہابت جاتی رہتی ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اسی طرح قاضی کو نہ چاہئے کہ کشادگی کے ساتھ ایک سے کوئی ایسی بات بولے جو دوسرے سے نہیں بولا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر اس کے قلب کا میلان دونوں مخاصموں سے ایک کی طرف ہو اور چاہئے کہ اس کی دلیل غالب[1] ہو تو اس سے مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ یہ بے اختیار امر ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ قاضی برابر کرنے پر مامور ہے مگر جہاں تک برابری ممکن ہو پس جتنی چیزوں میں دونوں میں برابری کر سکتا ہے ان کے ترک کرنے سے ماخوذ ہوگا اور جن چیزوں میں برابری نہیں کر سکتا ہے ان میں معذور ہے اور ماخوذ نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے پس اگر دونوں مخاصم میں سے ایک سلطان ہو یا عالم ہو پھر سلطان اس کے برابر بیٹھا اور خصم زمین میں بیٹھا تو قاضی کو چاہئے کہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اور زمین میں بیٹھے اور اس خصم کو اپنی جگہ بٹھلائے تاکہ ایک کی دوسرے پر تفضیل نہ لازم آئے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور ایک مقدمہ والے کی مہمانداری نہ کرے مگر جبکہ دوسرا بھی اس کے ساتھ ہو تو جائز ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور ایک کے ساتھ ایسی زبان میں گفتگو نہ کرے کہ جس کو دوسرا نہ جانتا ہو یہ بدائع میں لکھا ہے اور مختصر خواہر زادہ میں ہے کہ اپنی منزل میں دونوں میں سے ایک کے ساتھ تخلیہ نہ کرے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور قاضی کو ایسا فعل نہ کرنا چاہئے کہ جس سے تہمت لگائی جائے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور ایک کی طرف سے اپنی گردن پھیر لینا مکروہ ہے اور شرعاً ممنوع ہے اور مکروہ ہے کہ دونوں سے ایک کو اپنے مکان میں آنے کی اجازت دے اور جس کا مقدمہ نہ ہو اس کو اجازت دینے کا مضائقہ نہیں ہے کہ سلام کرنے یا کسی حاجت کے واسطے آئے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور ایک شخص کو داہنی طرف اور دوسرے کو بائیں جانب جگہ نہ دے کیونکہ دائیں طرف افضل ہوتی ہے اور ایسی برابری

[1] یعنی مقدمہ کا فیصلہ اسی کے واسطے ہو۔

چھوٹے بڑے میں کرے حتیٰ کہ اس پر واجب ہے کہ باپ اور بیٹے اور خلیفہ و رعیت اور ذمی و شریف میں بھی مساوات ملحوظ رکھے یہ تبیین میں لکھا ہے صاحب الاقضیہ نے لکھا ہے کہ خصوم کی نشست قاضی سے دو ہاتھ کے فاصلے پر ہونی چاہئے اس طرح کہ دونوں کا کلام بدوں آواز بلند کرنے کے سننے میں آئے اور جس وقت مجلس میں بیٹھے تو چاہئے کہ محراب سے تکیہ دے اور خصافؒ وغیرہ کے زمانہ میں قبلہ رو ہو کر بیٹھتے تھے اور ہماری رسم بہتر ہے اور قاضی کے پیادے اس کے روبرو حاضر رہیں تا کہ لوگوں میں ہیبت ہو مگر ان کو اتنی دور رکھے کہ جو کچھ مقدمہ والوں اور قاضی میں گفتگو ہوتی ہے اس کو نہ سنیں اور بعض مسائل میں قاضی کی رائے نہ معلوم کریں اور اس کے باطل کرنے کے واسطے حیلہ نہ تلاش کریں یہ محیط میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی بابت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول روایت ☆

جب دونوں خصم آگے بڑھیں تو مدعی سے اس کا دعویٰ دریافت کرے اور یہ خصافؒ اور ابو جعفرؒ نے ذکر کیا ہے اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے بعضوں نے کہا کہ قاضی دعویٰ دریافت نہ کرے بلکہ خاموش رہے اور مدعی کا دعویٰ سماعت کرے اور بعضوں نے کہا کہ دریافت کرے اسی کو خصافؒ اور ابو بکرؒ نے لیا اور ایسا ہی محاضر ابن سماعہ اور منتقی میں ہے شیخ الاسلام علی البزودی نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق قاضی دریافت کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک خاموش رہے اور خانیہ میں لکھا ہے کہ جب خصوم قاضی کے سامنے بیٹھیں تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ان سے دریافت کرے کہ تم میں سے کون مدعی ہے اور جب مدعی معلوم ہوا تو اس سے کہے کہ کیا دعویٰ ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرے اور قول امام ابو یوسفؒ کا ارفق ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور جب دونوں حاضر ہوں تو قاضی کو اختیار ہے کہ چاہے دونوں سے گفتگو شروع کرے اور کہے کہ تم دونوں کیا چاہتے ہو اور چاہے انہیں پر گفتگو چھوڑ دے اور یہی بہتر ہے تا کہ وہ جھگڑے کو چھیڑنے والا نہ گنا جائے یہ تبیین میں لکھا ہے پھر اگر اس سے سوال کیا یا نہ کیا بلکہ اس نے خود ہی دعویٰ کیا تو قاضی مدعا علیہ سے جواب دعویٰ مدعی دریافت کرے یہ صاحب اقضیہ اور خصافؒ نے ذکر کیا ہے قاضی دعویٰ مدعی کو ایک صحیفہ میں لکھے اور اس میں غور سے دیکھے کہ صحیح ہے یا فاسد ہے اگر فاسد ہو تو مدعی علیہ پر متوجہ نہ ہو لیکن مدعی سے کہے کہ اٹھ اور اپنے دعویٰ کی تصحیح کر یہ خصافؒ نے ایک مقام پر ادب القاضی میں ذکر کیا ہے اور دوسرے مقام پر ذکر کیا ہے ایسا نہ کہے اور اسی کو ہمارے بعض مشائخ نے اختیار کیا ہے اور یہ کہے کہ تیرے لئے یہ تقریر دعویٰ فاسد ہے پس مجھ پر اس کی سماعت واجب نہیں ہے اور تلقین نہیں ہے بلکہ دعویٰ کے فاسد ہونے کا حکم بیان کرتا ہے اور اگر اس کا دعویٰ صحیح ہو تو قاضی مدعا علیہ سے دریافت کرے کہ تیرے خصم نے تجھ پر ایسا ایسا دعویٰ کیا ہے پس تو اس کے جواب میں کیا کہتا ہے ایسا ہی خصافؒ نے ذکر کیا ہے اور یہی کتاب الاقضیہ میں ہے اور اس میں بھی مشائخ کا اختلاف ہے جیسا کہ مدعی سے استفسار میں اختلاف ہے یعنی بعضوں کے نزدیک مدعا علیہ سے جواب طلب نہ کرے بلکہ اس کی طرف دیکھے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

جب صاحب دعویٰ نے گفتگو شروع کی تو دوسرے کو خاموش کر دے اور صاحب دعویٰ کی گفتگو سنے کیونکہ اگر دونوں نے یکبارگی کلام کیا تو کسی کا کلام سمجھ میں نہ آئے گا پھر جب وہ کلام کر چکا تو اس کو حکم دے کہ خاموش رہے اور دوسرے سے دریافت کرے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے سے بلا درخواست مدعی بھی دریافت کرے اور یہی ہمارے نزدیک اصح ہے اور بعض قاضیوں نے اختیار کیا کہ بدوں درخواست مدعی کے نہ لے گا جواب یہ سغناقی میں لکھا ہے اور گواہوں کو اس طرح نہ سکھائے کہ کیا تو اس طرح گواہی دیتا ہے اور امام ابو یوسفؒ نے اس کو ان صورتوں میں مستحسن رکھا ہے کہ جن میں تہمت نہ ہو مثلاً وہ شخص امین ہو اور عالم ہو کہ اس کے سکھلانے کی ضرورت نہ ہو اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قاضی کے دبدبہ اور ہیبت سے گواہ کی زبان بند ہو جاتی ہے پس اس کے اس طرح

پوچھنے سے ایک مسلمان کا حق سربسر ہوتا ہے اور قنیہ اور خزانہ میں لکھا ہے کہ جو مسائل قضا سے متعلق ہیں ان میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے اس لئے کہ ان کو تجربہ سے زیادہ علم حاصل ہوا تھا کذفی شرح ابوالمکارم قاضی کو نہ چاہئے کہ کسی کو دونوں خصم میں سے حجت[1] سکھلائے مگر جب ایک سے قسم طلب ہوئی اور قسم لینے کا وقت آیا پس اگر مدعی کے گواہ حاضر نہ ہوں تو اس سے دریافت کرے کہ کیا تیرے پاس گواہ ہیں نوازل میں ہے کہ شیخ ابونصر سے دریافت کیا گیا کہ دو شخصوں نے قاضی کے سامنے بڑھ کر مقدمہ پیش کیا ایک نے کہا کہ میرے اس پر ہزار درہم ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو انہوں نے فرمایا کہ مدعا علیہ سے اس کا جواب طلب کرے اور ابو بکر نے فرمایا کہ دو شخص یحییٰ[2] بن اکثم کے آگے آئے اور ایک نے کہا کہ میرے اس شخص پر ہزار درہم ہیں پھر یحییٰ نے اس سے کہا کہ تو نے مجھے ایک خبر سنائی پھر تو کیا چاہتا ہے اور مراد یہ تھی کہ یہ دعویٰ صحیح نہ تھا جب تک کہ ایک بار یہ نہ کہے کہ میرا حق دلایا جائے یا مثل اس کے کوئی لفظ کہے اور شیخ ابونصر نے فرمایا کہ یہ ہمارے نزدیک کچھ نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں تو اسی غرض سے آئے تھے پھر جب قاضی نے جواب مدعا علیہ کا سن لیا تو اس کو ایک کاغذ پر لکھے یا کاتب سے کہے کہ اس کے سامنے تحریر کرے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فلاں بن فلاں قاضی پاس فلاں روز فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ سنہ میں حاضر ہوا پھر اگر قاضی مدعا علیہ اور مدعی کو پہچانتا ہے تو ان کو ایک رقعہ میں سنانے کے طور پر لکھے کہ فلاں حاضر ہوا اور اپنے ساتھ فلاں شخص کو لایا اور اگر نہ پہچانتا ہو تو یوں لکھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر بیان کیا کہ وہ فلاں بن فلاں ہے باپ دادا کی طرف اس نے نسبت کیا یا مولیٰ تھا تو لکھے فلاں شخص مولیٰ فلاں بن فلاں کا ہے پھر اگر اس کی کوئی تجارت یا صناعت ہو کہ جس سے پہچانا جاتا ہے تو زیادہ شناخت کے واسطے اسی کی طرف نسبت کر دے اور اسی طرح زیادہ شناخت کے واسطے اس کا حلیہ ذکر کر دے لیکن حلیہ ایسا ذکر کرے کہ جس سے اس کی زینت ہے نہ برائی پھر لکھے کہ یہ شخص ایک دوسرے شخص کو لایا کہ یہ فلاں بن فلاں ہے جیسی صورتیں ہم نے مدعی کی طرف ذکر کی ہیں سب لکھے پھر لکھے کہ اس مدعی فلاں بن فلاں نے فلاں بن فلاں مدعا علیہ پر یہ دعویٰ کیا ہے اور بدوں زیادتی و نقصان کے اس کا دعویٰ تحریر کرے پھر لکھے کہ قاضی نے مدعا علیہ فلاں بن فلاں سے جواب اس دعویٰ مذکورہ بالا کا جو فلاں بن فلاں مدعی نے پیش کیا ہے دریافت کیا پس اگر مدعا علیہ نے اس کا اقرار کر لیا ہو تو تحریر کر دے اور خانیہ میں لکھا ہے کہ مدعا علیہ کو حق[3] وفا کر دینے کا حکم دے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

جس کے پاس ودیعت تھی اگر اس نے سرے سے ودیعت کے رکھنے سے انکار کیا ☆

اگر اس نے انکار کیا ہو تو اس کا انکار تحریر کر دے تاکہ بعد اس کے دریافت ہو کہ اس پر گواہ طلب کرنا چاہئے تھا یا نہیں اور اس انکار کو بلفظ لکھنا چاہئے نہ یہ کہ اس کو زبان عرب میں لے جائے مگر جبکہ بدوں زیادتی و کمی کے لے جانا ممکن ہو اور بدوں اس کے کہ اس میں کوئی کلمہ مبہم مشترک داخل کرے کیونکہ انکار کا حکم اس کے اختلاف[4] انواع کے موافق بدل جاتا ہے مثلاً جس کے پاس ودیعت تھی اگر اس نے سرے سے ودیعت کے رکھنے سے انکار کیا پھر واپس کرنے یا تلف کرنے کا دعویٰ کیا تو مسموع نہ ہوگا اور اگر اس طرح منکر ہوا کہ مجھ پر تیرے متدعو بہ مال کا سپرد کرنا واجب نہیں ہے اور نہ اس کی قیمت واجب ہے پھر اس کے واپس دینے یا تلف ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ مسموع ہوگا پس اسی واسطے چاہئے کہ اس کی عبادت بلفظہ بدوں کمی و زیادتی کے تحریر کرے تاکہ اسی کی بنا پر حکم دیا جائے اور یہ جو ذکر ہوا خصافؒ اور ابو جعفرؒ کے قاضیوں کی رسم تھی اور ہمارے زمانہ کے قاضیوں کی رسم اس سے بہتر ہے یعنی مدعی قاضی

---

[1] حجت یعنی کسی خصم کو اس کے مقدمہ کی دلیل و حجت یہ بتلا دے بلکہ جس طرح لائیں اس کو دیکھے۔ [2] قولہ یحییٰ بن اکثم قاضی بصرہ حنفی ثقہ رواۃ حدیث سے ہیں۔ [3] قولہ حق وفا یعنی حکم دے کہ جو کچھ حق ثابت ہے وہ مدعی کو ادا کر دے جس طرح ادا کرنا مستحق ہو۔ [4] قولہ اختلاف یعنی انکار کئی طرح کا ہوتا ہے اور وہ انکار کے طریقہ سے ظاہر ہوتا ہو تو اس کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ طریقہ تبدیل نہ ہو۔

کے دروازہ کے کاتب کے پاس آتا ہے اور وہ اس کا دعویٰ ایک بیاض میں لکھتا ہے اور لکھتا ہے کہ قاضی کے پاس حاضر ہوا اور اس قاضی کا نام لکھتا ہے اور تاریخ کی جگہ چھوڑ دیتا ہے پھر مدعی کا نام اور اس کا نسب تحریر کرتا ہے پھر مدعا علیہ اور اس کا نسب تحریر کرتا ہے پھر دعویٰ مع شرائط تحریر کرتا ہے پھر جواب کی جگہ چھوڑ دیتا ہے پھر جب مدعی یا اس کا وکیل بیٹھا تو اسی تحریر کے موافق سوال پیش کرتا ہے اور قاضی مدعا علیہ سے اس کا جواب طلب کرتا ہے اور جب اس نے اقرار یا انکار کا جواب دیا تو بیاض اس نے قاضی کو دی کہ اس نے تاریخ لکھی اور آخر میں جواب بعبارۃ المدعی علیہ تحریر کیا پھر اگر اس نے اقرار کرلیا تو قاضی حکم دے گا کہ تو اپنے عہدہ[1] سے نکل گیا اور اگر اس نے انکار کیا تو مدعی سے کہے گا کہ اس نے انکار کیا تو کیا چاہتا ہے اور یہ خصافؒ اور ابو جعفرؒ نے ذکر کیا ہے اور اس میں اختلاف ہے پس اگر مدعی نے کہا کہ اس سے قسم لی جائے تو قاضی موافق رائے خصافؒ اور ابو جعفرؒ کے اس سے کہے کہ کیا تیرے پاس گواہ ہیں اگر اس نے کہا کہ نہیں ہیں تو مدعا علیہ سے قسم لے گا اور اگر اس نے کہا کہ ہاں تو قاضی ان کے حاضر لانے کا حکم دے گا اور گواہوں کے نام اور نسب اور حلیہ اور محلّہ سب لکھے گا یا کاتب سے لکھوائے گا پھر جب مدعی نے اپنے گواہ پیش کئے تو کاتب فقط ان کی گواہی کے الفاظ بدوں کمی یا زیادتی کے تحریر کرے گا پھر جب گواہ قاضی کے سامنے بیٹھے اور گواہی کا وقت آیا تو قاضی بیاض کو لے گا اور ان کی گواہی دریافت کرے گا اور اگر خود قاضی نے ان کے الفاظ شہادت لکھے تو بہت اوثق اور زیادہ احتیاط ہے پھر قاضی ان کے الفاظ شہادت دعویٰ کے ساتھ مقابل کرے گا پس اگر دعویٰ کے موافق ہوں اور قاضی نے گواہوں کا عادل ہونا بھی معلوم کیا تو مدعا علیہ سے کہے گا کہ تیرے پاس اس کا دفعیہ ہے اگر اس نے کہا کہ ہاں مگر تو مجھے مہلت دے کہ میں اسے پیش کروں تو اس کو مہلت دے گا اور اگر اس نے کہا کہ نہیں تو حکم اس پر جاری ہوگا اور اگر قاضی نے گواہوں کو عادل نہ جانا تو توقف کرے گا اور اگر مدعی نے کہا کہ میرے گواہ حاضر ہیں مگر میں مدعا علیہ سے قسم چاہتا ہوں پس اگر یہ مراد ہے کہ گواہ اسی مجلس میں حاضر ہیں تو قاضی اس کی استدعا قبول نہ کرے اور نہ مدعا علیہ سے قسم لے گا بالاجماع ایسا ہی قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے۔

قرضہ کے احکام اپنے اسباب کے ساتھ مختلف ہیں ☆

اگر اس نے کہا کہ شہر میں موجود ہیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک مدعا علیہ سے قاضی قسم نہ لے گا اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ لے گا اور امام محمدؒ قول مضطرب[2] ہے اور جب یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے پس اگر قاضی کے نزدیک حلف لینا روا تھا اور اس نے حلف لیا اور مدعا علیہ نے قسم کھالی اور پھر قاضی سے طلب کیا کہ مجھے ایک تحریر چاہئے کہ فلاں شخص نے فلاں شخص پر دعویٰ کیا اور اس نے قسم کھالی تا کہ یہ شخص دوبارہ اسی قاضی کے یہاں یا دوسرے قاضی کے پاس نالش نہ کرے اور مجھ سے قسم نہ لے تو قاضی اس کو تحریر کردے گا اور قاضی کو اختیار ہے کہ چاہے علیحدہ رقعہ میں لکھ دے یا اسی بیاض میں جس میں دعویٰ و انکار ہے تاریخ لکھ کر دے دے پھر واضح ہو کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو دعویٰ کسی میں واقع ہوگا یا دین میں پس اگر دعویٰ دین کا کیا اور مدعی یہ کوئی کیلی چیز ہے تو دعویٰ جب صحیح ہوگا کہ مدعی اس کی جنس کہ جو ہے یا گیہوں اور نوع سینچی ہوئی پیداوار ہے یا بری اور حریفی ہے یا ربیعی اور صنعت کہ جید ہے یا درمیانی یا ردی اور گیہوں میں سرخ یا سپید بھی ذکر کرے اور اس کی مقدار کہ اس قدر قفیز ہے اور قفیز بھی چونکہ فی ذاتہا مختلف ہے فلاں قفیز سے بھی ذکر کرے اور اس کے وجوب کا سبب ذکر کرے کیونکہ قرضہ کے احکام اپنے اسباب کے ساتھ مختلف ہیں مثلاً اگر قرضہ بسبب سلم کے ہو تو اس کا بدلنا جائز نہیں ہے اور اس کے ادا کرنے کی جگہ بیان کرنا بھی چاہئے تا کہ اختلاف سے نکل جائیں اور اگر کسی مبیع کا ثمن ہو تو اس سے بدلنا جائز

---

[1] قولہ عہدہ سے یعنی تو جواب دہی کا ذمہ دار تھا وہ اس اقرار سے پورا ہو چکا۔ [2] قولہ مضطرب ہے یعنی کسی وقت اجتہاد سے انہوں نے موافق امام اعظمؒ کہا اور کسی وقت موافق ابو یوسفؒ بیان کیا۔

ہے اور اس میں ادا کرنے کی جگہ شرط نہیں ہے اور قرض ہوئے تو اس میں میعاد لازم نہیں ہے اور اگر سلم ہو تو مع اس کی شرائط صحت کے ذکر کرنا چاہئے یعنی جنس راس المال اور اس کا وزن اگر وزنی ہو اور اسی مجلس میں اس کا لے لینا تاکہ امام اعظمؒ کے نزدیک صحیح ہو جائے اور مسلم فیہ کی مدت ایک مہینہ یا زیادہ تاکہ حد اختلاف سے نکل جائیں اور ایسے ہی سوا اس کے اور شرطیں سلم کی بیان کرے اور قرض میں قبضہ ذکر کرے اور قرض لینے والے کا اپنی حاجت میں صرف کرنا اس واسطے کہ قرضہ امام اعظمؒ کے نزدیک اس پر قرض نہیں ہوتا جب تک اس کو تلف نہ کرے اور چاہئے کہ دعویٰ قرض میں بھی یہ لکھے کہ میں نے اس کو اس قدر اپنے مال سے قرض دیا کیونکہ جائز ہے کہ شاید وہ مال قرض دینے میں دوسرے کا وکیل ہو اور وکیل قرض محض سفیر ہوتا ہے کہ اس کو لینے اور ادا کرنے کے مطالبہ کا حق نہیں ہوتا ہے اسی طرح ہر سبب میں اس کے شرائط ذکر کرے کیونکہ ہر شخص لینے کے شرائط کو نہیں دریافت کر سکتا ہے تو قاضی کے سامنے اس کو بیان کرنا چاہئے تاکہ قاضی اس میں غور کرے اگر اس کو صحیح پائے تو عمل کرے ورنہ واپس کر دے۔

اگر مدعی بہ یعنی جس چیز کا دعویٰ ہے وزنی ہو تو اس کی جنس ذکر کرے اگر سونا مضروب[1] ہو تو ذکر کرے کہ اس قدر دینار اور اس کی نوع ذکر کرے کہ نیشاپوری کل کے یا بخاری کل کے اور اس کی صفت ذکر کرے کہ جید یا ردی یا درمیانی اور یہی عامہ مشائخ کا مذہب ہے اور فتاویٰ نسفی میں ہے کہ اگر اس نے احمر خالص ذکر کر دیا تو جید ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور بعض مشائخ کے نزدیک یہ بھی ذکر ضروری ہے کہ کس سکہ کا ہے اور کون والی ملک تھا اور بعضوں نے یہ شرط نہیں لگائی اور اس میں گنجائش ہے اور مثقال بھی ذکر کرے اور مثقال کی نوع بھی ذکر کرے اور اگر مضروب نہ ہو تو دینار ذکر نہ کرے بلکہ مثقال ذکر کرے پس اگر خالص ہو تو ویسا ذکر کرے اور اگر اس میں کچھ میل ہو تو اسی قدر میل ذکر کر دے اور اگر مدعی[2] بہ نقرہ ہو اور مضروب ہو تو اس کی انواع ذکر کرے یعنی مضاف الیہ اور اس کی صفت کہ جید یا ردی یا وسط ہے اور اس کی مقدار ذکر کرے کہ وزن سبعہ سے کس قدر مثقال ہے اور اگر غیر مضروب ہو اور خالص ہو تو فضہ خالصہ ذکر کرے اور اس کی نوع اور صفت اور مقدار ذکر کرے اور اگر مدعی بہ درہم مضروب ہوں اور ان میں میل زیادہ ہو پس اگر وزن سے ان کا معاملہ ہوتا ہو تو ان کی نوع اور صفت اور مقدار ذکر کرے اور اگر عدد سے ان میں معاملہ ہو تو گنتی ذکر کر دے اور اگر دعویٰ کسی عین میں ہو پس اگر مدعی بہ مال منقول ہو اور وہ تلف ہو گیا ہے تو فی الحقیقۃ دعویٰ دین میں ہے یعنی اس کی قیمت میں تو موافق بیان سابق کے اس کی جنس اور صفت اور قدر و نوع بیان کرنا شرط ہے اور اگر تلف نہیں ہوا قائم ہے اور اس کا حاضر لانا ممکن ہے تو حاضر کرنا ضرور ہے اور دعویٰ اور گواہی کے وقت اس کی طرف اشارہ ہونا چاہئے اور اگر دعویٰ کسی عین غائب میں ہو مثلاً کسی نے دعویٰ کیا کہ ایک کپڑا میرا یا ایک میری باندی اس شخص نے غصب کر لی اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ مر گئی یا موجود ہے اور کہاں ہے پس اگر ایسی چیز عین کی جنس و صفت اور قیمت بیان کر دی تو اس کا دعویٰ مسموع اور گواہی مقبول ہوگی اور اگر قیمت نہ بیان کی تو عامہ کتب میں اشارہ ہے کہ دعویٰ مسموع ہوگا مثلاً کتاب الرہن میں ہے کہ اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کے پاس ایک کپڑا رہن کیا اور وہ انکار کرتا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کا دعویٰ مسموع ہوگا اور کتاب الغصب میں ہے کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ اس نے میری ایک باندی غصب کر لی اور اس پر گواہ پیش کئے تو دعویٰ مسموع اور گواہی مقبول ہوگی اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس صورت میں دعویٰ مسموع ہوگا کہ جب اس کی قیمت بیان کر دی اور فقیہ ابو بکر اعمش فرماتے تھے کہ تاویل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ گواہوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے غصب کا اقرار کیا ہے تو حبس اور قضا دونوں کے حق میں باندی کا غصب ثابت ہوگا اور عامہ مشائخ اس پر

---

[1] قولہ مضروب یعنی اس کو درس اشرفی ہو۔ [2] قولہ مدعی بہ نقرہ یعنی جس چیز کا دعویٰ ہے وہ گداختہ چاندی ہو۔

ہیں کہ یہی دعویٰ صحیح ہے اور گواہی مقبول ہے لیکن حبس کے واسطے فقط[۱] اور امام محمدؒ کے اطلاق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے فخر الاسلام علی بزودی نے فرمایا کہ جب مسئلہ میں اختلاف ہوا تو قاضی کو چاہئے کہ مدعی کو بیان قیمت کی تکلیف دے اگر وہ بیان نہ کر سکا تو بھی اس کے دعویٰ کی سماعت کرے اور یہ اس واسطے کہ کبھی آدمی اپنے مال کی قیمت نہیں جانتا ہے پس اگر اس کو بیان قیمت کی تکلیف لازم کی جائے تو ضرر دینا ہوگا اور اپنے حق کو نہیں پہنچ سکتا ہے اور جب بیان قیمت مدعی کے ذمہ سے ساقط ہوا تو گواہوں سے بدرجہ اولیٰ ساقط ہوگا اگر دعویٰ عقار میں ہو مثلاً دار ہو تو جس شہر میں وہ دار واقع ہے اس کا بیان کرنا ضروری ہے پھر محلّہ کو بیان کرے پھر کوچہ کو بیان کرے پہلے عام سے شروع کرے یعنی شہر سے پھر خاص کی طرف یعنی محلّہ وغیرہ کی طرف آئے اور بعضوں کے نزدیک خاص سے عام کی طرف جائے اور عامہ اہل علم کے نزدیک اس کو اختیار ہے جس طرح چاہے ذکر کرے لیکن اس کے بعد حدود کا ذکر کرنا ضروری ہے اور یہ ذکر کرے کہ فلاں کے دار سے ملا ہے اور نہ ذکر کرے کہ فلاں کا دار ہے کیونکہ اس سے فلاں کا دار بھی دعویٰ میں شامل ہو جائے گا کیونکہ حد اپنی محدود میں داخل ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک دونوں یکساں ہیں پس اگر اس نے دو حدیں ذکر کر دیں تو ظاہر الروایت کے موافق کافی نہیں ہے اور اگر تین ہی حدیں ذکر کر دیں تو کافی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

باب : ⑧

قاضی کے افعال وصفات کے بیان میں

قاضی کو چاہئے کہ اللہ سے ڈرے اور حق فیصلہ کرے اور ہوا و ہوس کی پابندی سے فیصلہ نہ کرے کہ گمراہ ہو جائے اور نہ دوسرے کی رغبت پر اور نہ خوف پر فیصلہ کرے بلکہ اپنے پروردگار کی فرمانبرداری اختیار کرے اور اس کے ثواب عظیم کا خواہش مند رہے اور اس کے عذاب الیم سے بچے اور خطاب[۲] فاصل اور حکمت حکیم کی پیروی کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے قاضی کے فتویٰ دینے میں چند اقوال ہیں اور صحیح یہ ہے کہ کچھ خوف نہیں ہے خواہ مجلس قضا میں ہو یا اس کے علاوہ معاملات میں ہو یا دیانات میں خلاصہ میں لکھا ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ خصوم کے پاس فتویٰ نہ دے تا کہ وہ اس کی رائے سے واقف ہو کر تبلیس کی فکر نہ کریں اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ وہ شخص قاضی کے پاس کسی کام کو آئے اور قاضی کو گمان ہوا کہ اس واسطے آئے ہیں کہ معلوم کریں کہ اس نے کیا حکم دیا ہے تو ان کو اپنے پاس سے اٹھا دے امام محمدؒ نے اصل میں لکھا ہے کہ اس کو اپنے واسطے مجلس قضا میں خرید و فروخت نہ کرنا چاہئے اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ اس لفظ میں کہ اپنے واسطے اشارہ ہے کہ اگر یتیم و قرض دار میت کے واسطے خرید و فروخت کرے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر غیر مجلس قضا میں اپنے واسطے خرید و فروخت کرے تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور خانیہ میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ایسا نہ کرے نہ مجلس قضاء میں اور نہ غیر مجلس قضاء میں کیونکہ لوگ اس کو معاملہ قضاء میں سبک سمجھیں گے اور چاہئے کہ اس کے واسطے کسی دوسرے ثقہ کو مقرر کرے اور اس کو قرض لینا نہ چاہئے مگر ایسے شخص سے جو اس کا دوست ہو یا قاضی ہونے سے پہلے اس کا خلط ہو اور اسی طرح عاریت لینے کا بھی یہی حکم ہے اور قاضی جنازہ کی مشایعت[۳] کرے اور مریض کی عیادت کرے مگر اس مجلس میں زیادہ نہ ٹھہرے اور نہ کسی خصم کو یہ قدرت دے کہ اس سے کسی مقدمہ میں کچھ کلام کرے اور سغناقی میں لکھا ہے کہ اسی مریض کی عیادت کرے جو مخاصم

---

[۱] قولہ فقط یعنی یہ دعویٰ و گواہی فقط اس واسطے مقبول ہوگی کہ غاصب قید کیا جائے تا کہ جواب دے یا باندی واپس دے۔ [۲] قولہ خطاب فاصل یعنی قرآن کے مفصل حکم محکم کا تابع ہو اور اسی حکمت پر چلے۔ [۳] مشایعت جنازے کے پیچھے پیچھے چلنا۔

نہ ہو اور اگر وہ مریض مدعی یا مدعا علیہ سے ہو تو اس کی عیادت نہ چاہئے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور قاضی کو بدخو سخت دل جفا کار لڑاکا نہ ہونا چاہئے اور اس کی عفت اور صلاحیت اور دانش مندی و عالم حدیث وفقہ ہونے پر لوگوں کو اعتماد ہونا چاہئے اور چاہئے کہ امورات شرعیہ میں سخت و شدید ہو مگر نہ بدزبانی کے ساتھ اور لوگوں کے ساتھ نرمی کرے مگر نہ ضعف کے ساتھ کذا فی التبیین اور اپنے پیادوں کو مہربانی کی تاکید رکھے یہ بزازیہ میں لکھا ہے۔

کن حالتوں میں قاضی کو فیصلہ کرنا مکروہ ہے ☆

ینابیع میں ہے کہ حالت غضب میں اس کو فیصلہ کرنا مکروہ ہے اور بھی ایسی حالت میں کہ اونگھ میں ہو مکروہ ہے اور بھوک پیاس کی حالت میں بھی مکروہ ہے اور یہ حکم کراہت اس وقت ہے کہ جہت[1] قضا واضح نہ ہو اور اگر صاف اور واضح ہو تو مکروہ نہیں ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جس روز فیصلہ کے واسطے کچہری کرنا چاہئے اس روز نفل روزہ رکھنا اس کو نہ چاہئے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور ایسی حالت میں کہ اس کا دل کسی زیادہ خوشی کی طرف ہو یا جماع کی حاجت ہو یا سخت گرمی و سردی سے پریشان ہو یا مدافعہ[2] کی طرف میلان ہو تو فیصلہ نہ کرے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور ایسی حالت میں کہ دل تنگ یا کھانے سے گراں بار ہو فیصلہ کے واسطے نہ بیٹھے اور اگر اس کو غم یا غصہ یا اونگھ لاحق ہو تو رک جائے حتیٰ کہ جب موقوف ہو جائے تو حکم دے بہر حال فیصلہ کے واسطے اس وقت بیٹھے جب مزاج اعتدال پر ہو اور اپنی چشم و گوش و فہم و قلب مقدمہ والوں کی جانب متوجہ رکھے اور جلدی ان کے حق میں نہ کرے اور نہ ان کو ڈرائے کیونکہ خوف سے آدمی کی مت کٹ جاتی ہے کذا فی الکافی اور عمدہ پوشاک پہن کر باہر آئے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور تکیہ دے کر یا چارزانو بیٹھ کر فیصلہ کرے یہ بزازیہ میں لکھا ہے لیکن برابر چارزانو بیٹھ کر فیصلہ کا حکم دینا شان قضا کی تعظیم کے مناسب ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور نہ چاہئے کہ دیر تک بیٹھ کر اپنے نفس کو تعب میں ڈالے بلکہ صبح و شام یا جتنے وقت تک خوشی سے بیٹھ سکے بیٹھے اور یہی حکم فقیہ اور مفتی کو ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر قاضی جوان عمر کا ہو تو چاہئے کہ اپنی اہلیہ سے اپنی حاجت فارغ ہو کر مجلس قضا میں بیٹھے یہ سراجیہ میں لکھا ہے چلتے وقت یا سواری کی حالت میں فیصلہ نہ کرے اور یہی حکم مفتی کے باب میں بھی مشائخ سے منقول ہے کہ چلتے وقت فتویٰ نہ دے بلکہ کسی جگہ بیٹھ کر جب قرار پائے تو فتویٰ دے اور بعضوں نے کہا کہ اگر مسئلہ واضح ہو تو راستہ میں فتویٰ دینے میں ڈر نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور عیون میں ہے کہ اگر قاضی کے بھائی یا چچازاد بھائی اس کے پاس مقدمہ پیش کریں تو ان کے درمیان جلد فیصلہ نہ کرے بلکہ تھوڑا ان کو ٹالے شاید باہم صلح کر لیں اور کبریٰ میں لکھا ہے کہ یہ حکم رشتہ داروں میں خاص نہیں ہے بلکہ اجنبیوں میں بھی ایسا ہی چاہئے کذا فی التاتارخانیہ۔

باب : ⑨

قاضی کے روزینہ اور دعوت اور ہدیہ وغیرہ کے بیان میں

اگر قاضی محتاج فقیر ہو تو اولیٰ ہے کہ اپنا رزق بیت المال میں سے لے بلکہ اس پر لینا فرض ہے اور اگر غنی ہو تو اس میں اختلاف ہے اولیٰ یہ ہے کہ بیت المال سے نہ لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اسی شہر کے بیت المال سے لے گا جہاں فیصلہ کرتا ہے کیونکہ وہیں کے لوگوں کے واسطے فیصلہ کرتا ہے یہ عتابیہ میں لکھا ہے جس طرح قاضی کے واسطے بقدر کفایت بیت المال سے دیا جاتا

---

[1] قولہ جہت قضا...... یعنی وہ امورات کہ جن کے ذریعہ سے حکم دیا جائے صاف صاف نہ ہوں بلکہ ایسے ہوں کہ جن میں غور و فکر تامل کی ضرورت پڑے۔

[2] قولہ مدافعہ پیشاب و پاخانہ کی حاجت ہو۔

ہے اسی طرح اس کے عیال اور اعوان ومیت[1] کی بھی خبر گیری بیت المال سے ہوگی اور تعطیل کے روز روزی کے باب میں امام محمدؒ سے منقول نہیں ہے اور متاخرین نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس دن کی روزی بھی لے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر قاضی نے بیت المال سے کچھ لیا تو اجرت پر کام کرنے والا نہ ہوگا بلکہ اللہ کے واسطے کام کرتا ہے اور یہی حکم فقہا اور علماء اور ان معلموں کا ہے جو قرآن پڑھاتے ہیں اور روایت ہے کہ ابو بکرؓ جب خلیفہ ہوئے تو اپنی روزی بیت المال میں سے لیتے تھے اور ایسے ہی عمرؓ اور علیؓ سے مروی ہے اور عثمانؓ چونکہ غنی اور صاحب ثروت تھے اس واسطے کچھ نہیں لیتے تھے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور امام کو چاہئے کہ قاضی اور اس کے عیال پر رزق کی وسعت رکھے تاکہ وہ لوگوں کے مال میں طمع نہ کرے اور روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عتاب بن اسید کو مکہ کا والی کیا تو ان کو چار سو درہم سالانہ دیا کرتے تھے اور بھی روایت ہے کہ صحابہ نے حضرت ابو بکرؓ کے واسطے بھی اسی قدر مقرر کیا تھا اور روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ کے واسطے ایک کاسہ ثرید ہر روز بیت المال میں سے تھا اور بھی روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے واسطے پانچ سو درہم ماہواری تھا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

ابراہیم سے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی روایت ☆

اور قاضی کے محرر[2] اور قسام کی اجرت کو اگر قاضی کی رائے میں مقدمہ والوں پر ڈالنا مصلحت معلوم ہو تو ایسا کرے اور اگر بیت المال سے دینا مناسب جانے اور اس میں گنجائش ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے اور علی ہذا القیاس وہ کاغذ جس میں مدعی کا دعویٰ اور گواہوں کی گواہی لکھتا ہے اگر مدعی سے لینا مناسب ہو تو لے اور نہ بیت المال سے بھی درصورت گنجائش ہو سکتا ہے اور نوازل میں ابراہیم سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے سنا کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر قاضی نے تیس درہم کاتب اور کاغذ کے صرف میں لئے پھر بیس درہم کاتب کو دیئے اور دس درہم ایک شخص کو جو اس کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے دیئے اور صحیفہ و کاغذ کے دام مدعی پر ڈالے تو ایسا ہو سکتا ہے انہوں نے فرمایا کہ جس طور پر اس نے نام بنام لئے ہیں اس کے سوا دوسرے طور پر صرف کرنا میرے نزدیک اچھا نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے واضح ہو کہ ہدایہ وہ مال ہے جو دیا جائے اور اس میں کچھ شرط نہ ہو اور رشوت وہ مال ہے جو بشرط اعانت دیا جائے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے پھر قاضی ہدایہ نہ قبول کرے مگر اپنے ذی رحم محرم سے یا ایسے شخص سے جس سے قاضی ہونے سے پہلے سے عادت جاری ہے اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ جب رشتہ دار قریب یا ہدایہ والے دوست کا مقدمہ نہ ہو اور حاصل یہ ہے کہ قاضی کا ہدیہ چند طرح کا ہوتا ہے ایک اس شخص کی طرف سے جس کا مقدمہ ہے تو ایسے ہدیہ کو قبول نہیں کر سکتا ہے خواہ قاضی ہونے سے پہلے اس سے رسم ہدیہ جاری تھی یا نہ تھی اور خواہ اس سے قرابت ہو یا نہ ہو اور ایک ایسے شخص کی طرف سے جس کا مقدمہ نہیں ہے اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں یا تو قاضی ہونے سے پہلے اس سے ہدیہ کی رسم قرابت یا دوستی کی وجہ سے جاری تھی یا نہ تھی اگر نہ تھی تو اس کو قبول نہیں کر سکتا ہے اور پہلے سے رسم تھی اور اب بھی اس نے اسی قدر بھیجا جس قدر پہلے بھیجتا تھا تو قبول کرے اور اگر اس نے اب زیادتی کی تو زیادتی کو قبول نہ کرے اور فخر الاسلام بزدوی نے کہا کہ اگر بھیجنے والے کا مال بھی اسی قدر بڑھ گیا ہے جس حساب سے اس نے زیادتی کی ہے تو اس کے قبول کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے پھر اگر قاضی نے ایسا ہدیہ لے لیا جس کا لینا نہ چاہئے تھا تو مشائخ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ اس کو بیت المال میں رکھے اور عامہ مشائخ کے نزدیک اگر صاحبان ہدیہ کو پہچانے تو ان کو واپس کر دے اور سیر کبیر میں بھی اسی طرح اشارہ ہے کذا فی النہایہ۔

یہی ہر مال کا حکم ہے کہ جس کا لینا نہ چاہئے تھا کذا فی الخلاصہ اگر صاحب ہدایہ کو نہیں پہچانتا ہے یا پہچانتا ہے مگر بسبب دوری

---

[1] یعنی جو کوئی اس کے یہاں مر جائے اس کی گور و کفن کی۔ [2] محرر لکھنے والا قسام بٹوارہ کرنے والا یعنی جس کو حصہ بانٹ میں مداخلت و مہارت ہو۔

کے واپس کرنا متعذر ہے تو اس کو بیت المال میں رکھے اور اس وقت اس کا حکم لقطہ[1] کا حکم ہے کذا فی النہایہ اور اگر ہدایہ دینے والے کو پھیرنے سے رنج ہو تو قبول کرے اور اس قدر قیمت اس کو دے دے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور قاضی اپنے والی سے جس نے اس کو مقرر کیا ہے ہدیہ قبول کرے اور اگر اس کا کوئی مقدمہ ہو تو بعد فیصلہ کے قبول کرے یہ عتابیہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے کسی واعظ کو کچھ بھیجا تو قبول کر سکتا ہے اور اسی کا ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور امام اور مفتی کو ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اور خاص دعوت بھی قبول کرنا درست ہے اور امام محمدؒ نے اصل میں لکھا ہے کہ عام دعوت کے قبول کرنے میں قاضی کو بھی کچھ ڈر نہیں ہے اور خاص دعوت نہ قبول کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ جو دعوت ایسی ہو کہ اگر دعوت کرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ قاضی اس میں نہ آئے گا تو وہ دعوت تیار نہ کرے تو یہ خاص دعوت کہلاتی ہے اور پھر بھی تیار کرے تو عام دعوت ہے کذا فی الکافی اور قریب رشتہ دار اور اجنبی کی دعوت خاصہ کی کچھ تفصیل نہیں مذکور ہوئی جیسا کہ اجنبی کی صورت میں اگر رسم دعوت سابق سے ہو یا نہ ہو اس کی بھی تفصیل نہ معلوم ہوئی اور قدوری نے ذکر کیا ہے کہ قاضی محرم قرابت والے کی دعوت خاصہ قبول کرے یہ شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے اور طحاوی نے لکھا ہے کہ امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک محرم قرابتی کی دعوت خاصہ قبول نہ کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک قبول کرے اور شمس الائمہ سرخسی اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اگر دعوت کرنے والا قاضی ہونے سے پہلے اس کی دعوت نہیں کیا کرتا تھا تو قبول نہ کرے خواہ قریب ہو یا اجنبی ہو اور اگر اس سے پہلے کیا کرتا تھا مگر ہر مہینہ میں ایک بار اور اب ہر ہفتہ میں ایک بار دعوت کرتا ہے تو قبول نہ کرے مگر وہی ہر مہینہ میں ایک بار اور اسی طرح اگر اس نے اقسام طعام میں زیادتی کر دی تو قبول نہ کرے مگر جب اس کا مال بھی اسی قدر زیادہ ہو گیا ہو جتنی اس نے کھانے میں زیادتی کی ہے تو قبول کرنے میں ڈر نہیں ہے اور یہ سب حکم اس صورت میں ہے کہ جب دعوت کرنے والے کا کوئی مقدمہ نہ ہو اور اگر ہو تو قبول نہ کرے گا خواہ قریب رشتہ دار ہو یا دوست ہو کہ پہلے سے رسم دعوت جاری ہو یا نہ ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگر دعوت بدعت ہو تو قاضی کو اس میں حاضر ہونا نہ چاہئے کیونکہ جب غیر کو اس میں حلال نہیں تو قاضی کو بدرجہ اولیٰ نہیں چاہئے اور اگر دعوت سنت ہو جیسے ولیمہ اور دعوت ختنہ تو اس میں جائے اور اس میں کچھ تہمت نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

رشوت کی مزید چند صورتیں ☆

واضح ہو کہ احکام رشوت بھی اسی سے متصل ہیں اور جاننا چاہئے کہ رشوت چند طرح کی ہوتی ہے ایک یہ کہ کوئی شخص کسی کو کچھ مال دوستی و محبت کی خواہش سے بھیجے اور یہ مہدی[2] اور مہدی الیہ دونوں کو حلال ہے اور ایک یہ ہے کہ کچھ مال اس غرض سے دے کہ اس نے اس کو جان یا مال کا خوف دلایا تھا یا سلطان کو اس غرض سے دے کہ اس سے اپنی جان یا مال کا ظلم واقع ہو تو ایسی رشوت لینے والے کو حلال نہیں ہے اور اگر لے گا تو جو حکم اس باب میں آیا ہے کہ آتش دوزخ میں جلے گا اس پر جاری ہوگا اور اس میں اختلاف ہے کہ دینے والے کو دینا جائز ہے یا نہیں ہے پس عامہ مشائخ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ اپنی جان یا مال کو بچاتا ہے اور ایک یہ صورت ہے کہ کسی کو اس غرض سے دے کہ اس کے اور سلطان کے درمیان معاملہ ٹھیک رکھے اور وقت حاجت کے مدد کرے اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ان کی حاجت حرام ہو تو اس صورت میں دینے والے کو دینا نہیں جائز ہے اور لینے والے کو لینا بھی نہیں جائز ہے اور دوسری یہ کہ اس کی حاجت مباح ہو اور اس میں بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دینے میں یہ شرط کر دی کہ مددگاری کے واسطے دیتا ہے تو لینا نہیں جائز ہے اور دینے میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک دینا حلال ہے اور بعضوں کے نزدیک نہیں حلال ہے اور سب کے نزدیک لینا و دینا حلال ہونے کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ اس کو مثلاً ایک رات و دن کے واسطے بعوض اس قدر مال کے جو دینا چاہئے مزدور مقرر کر

---

[1] لقطہ وہ مال جو پڑا ہوا پایا۔ [2] مہدی۔ ہدیہ دینے والا مہدی الیہ جس کو ہدیہ دیا گیا۔

لے تا کہ اس کا کام کرے اور اجرت کا مستحق ہو اور مزدور کرنے والا مختار ہے چاہئے اس کو اس کام پر رکھے یا کسی اور کام میں لگائے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حیلہ بھی اس وقت درست ہوگا کہ جب وہ کام اس لائق ہو کہ جس پر اجرت درست ہوتی ہے کذا فی المحیط اور اگر اجارہ میں مدت مقرر نہ ہوئی تو جائز نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور بدوں اس حیلہ کے دینا بعضوں کے نزدیک حلال نہیں ہے اور بعضوں کے نزدیک حلال ہے اور یہی اصح ہے اور یہ اختلاف اس وقت ہے کہ جب اس نے کام کی درستی سے پہلے دیا ہو اور اگر کام درست کرنے اور ظلم سے نجات دینے کے بعد ایسا کیا تو دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور دوسری صورت یہ کہ جس میں دینے میں یہ شرط صحیح نہ لگائی ہو لیکن غرض یہ ہو کہ میری مدد کرے سلطان کے یہاں اور اس صورت میں بھی اختلاف ہے عامہ مشائخ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور اختلاف اس وقت ہے کہ دونوں میں ہدیہ کی رسم پہلے سے کسی وجہ سے نہ ہو اور اگر پہلے سے ان میں یہ رسم ہو اور اس نے موافق رسم کے بھیجا اور اس شخص نے اس کے کام کی درستی میں کوشش کی تو یہ عمدہ بات ہے کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ کسی نے سلطان کو اس واسطے بھیجا کہ اس کو کوئی کام مثل قضا وغیرہ کے سپرد کرے تو ایسا دینا نہ دینے والے کو حلال ہے اور نہ لینے والے کو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

باب : ⑩

اُن صورتوں کے بیان میں جو حکم ہوتی ہیں اور جو نہیں ہوتی ہیں اور جن سے حکم قضا بعد صحت کے باطل ہو جاتا ہے اور جن سے باطل نہیں ہوتا ہے

مشائخ نے فرمایا کہ قاضی کو چاہئے کہ جس وقت حکم دینا چاہے تو خصوم سے بیان کرے کہ میں تمہارے درمیان میں حکم کر دوں اور یہ احتیاط ہے تا کہ اگر اس کے قاضی ہونے میں کچھ فتور ثابت ہو تو دونوں کے حکم بنانے سے وہ حکم ہو سکتا ہے اور اگر قاضی نے کہا کہ میرے نزدیک ثابت ہوا کہ اس شخص کا اس پر اس قدر حق ہے تو قاضی امام ابو عاصم عامری کہتے تھے کہ یہ قاضی کی طرف سے حکم ہوگا اور اس کو شمس الائمہ حلوائی اور صدر الشہید نے اختیار کیا ہے اور خانیہ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور قاضی شمس الاسلام محمود اور جندی فرماتے تھے کہ ضرور ہے کہ قاضی کہے کہ میں نے یہ حکم قضاء دیا یا یہ حکم دیا یا تجھ پر قضاء نافذ کی اور ایسا ہی ناطفی نے اپنے واقعات میں ذکر کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک دار کا جو دوسرے کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور قاضی نے مدعا علیہ سے کہا کہ میں اس دار میں تیرا حق نہیں دیکھتا ہوں تو یہ حکم نہیں ہے اور شیخ الاسلام ظہیر الدین مرغینانی بھی ایسا ہی فتویٰ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کسی دار کے حق میں گواہوں کی عدالت ظاہر ہوئی اور قاضی نے مدعا علیہ سے کہا کہ ایں محدود بایں مدعی وہ تو یہ حکم نہ ہوگا اور یوں کہنا چاہئے کہ حکم کردم بایں محدود مدعی را اور صحیح یہ ہے کہ یہ کہنا کہ میں نے حکم کیا یا میں نے قضا نافذ کی شرط نہیں ہے بلکہ یہ کہنا کہ میرے نزدیک ثابت ہوا ہے حکم ہونے کے واسطے کافی ہے اور اسی طرح یہ کہنا کہ میرے نزدیک ظاہر یا صحیح ہوا یا میں نے معلوم کیا یہ سب حکم ہیں اگر قاضی نے کسی حادثہ میں حکم دینے کے بعد کہا کہ میں نے اپنے فیصلہ سے رجوع کیا یا مجھے سوائے اس کے اور رائے معلوم ہوئی یا میں نے اپنا حکم باطل کر دیا یا مجھے گواہوں کی تلبیس معلوم ہوئی اور اپنا حکم باطل کرنا چاہا تو یہ کلام معتبر نہ ہوگا اور قضا اپنے موقع پر نافذ رہے گی بشرطیکہ دعویٰ صحیح و گواہی مستقیم و گواہوں کی عدالت ظاہر ہو گئی ہو اور فتاویٰ نسفی میں ہے کہ ایک غلام نے اپنی آزادی کا دعویٰ کیا اور غلام

کے گواہی پیش کرنے سے قاضی نے اس کی آزادی کا حکم دیا پھر غلام نے کہا کہ میں نے تو جھوٹ کہا تھا اور میں اس شخص کا غلام ہوں تو اس صورت میں قضا باطل ہونے کی کوئی روایت نہیں آئی ہے۔

شیخ نے فرمایا کہ باطل نہ ہونا چاہئے بخلاف اس کے اگر ایک شخص نے دوسرے پر کسی قدر مال کا دعویٰ کیا اور قاضی نے گواہوں کی گواہی پر مال کا حکم دیا پھر مدعی نے کہا کہ میں تو اپنے دعویٰ میں جھوٹا تھا تو قضا باطل ہو جائے گی اور حکم قضا کے بعد اگر مدعی نے کہا کہ یہ مقضی بہ یعنی مال مثلاً میری ملکیت نہیں ہے تو قضا باطل نہ ہوگی کیونکہ اب ملک نہ ہونے سے نہیں لازم آتا ہے کہ پہلے حکم قضا کے وقت بھی ملکیت نہ ہو بخلاف اس کے کہ اگر کہا کہ کبھی میری ملک نہ تھا تو قضا باطل ہو جائے گی مقضی لہ یعنی جس کے واسطے فیصلہ ہوا ہے اگر اس نے کہا کہ جس چیز کا میرے واسطے فیصلہ کیا گیا ہے وہ میرے لئے حرام ہے اور کسی شخص کو حکم دیا کہ مقضی علیہ یعنی مدعا علیہ سے اس کو میرے واسطے خرید کرے تو اس سے حکم قضا باطل ہو جائے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے ایک شخص نے گواہ قائم کئے کہ یہ مال معین بسبب خرید کے یا ارث کے میری ملکیت ہے پھر کہا کہ میری ملکیت ہرگز کبھی نہ تھا یا ہرگز کا لفظ نہ کہا تو اس کے گواہوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور حکم قضا باطل ہو جائے گا اور اگر یوں کہا کہ میری ملکیت نہیں ہے تو حکم باطل نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے قضا سے پہلے مشہود لہ نے اگر اپنے گواہوں کی تکذیب کی اور ان کو فاسق گردانا تو یہ امر مانع قضا ہے اور اگر بعد حکم قضا کے ایسا کیا تو موافق اشارات کتاب الاصل و جامع کے حکم قضا باطل ہوگا اور قاضی امام ابو علی نسفی فرماتے تھے کہ بعد حکم قضا کے اگر مشہود لہ نے اپنے گواہوں کی تفسیق کی تو قضا باطل نہ ہوگی اور اس کو بعض مشائخ نے گمان کیا کہ اصل اور جامع کے مخالف ہے اور یہ گمان غلط ہے کیونکہ جامع میں جو فاسق گردانا مذکور ہے اس سے یہ مراد ہے کہ وہ فسق بسبب گواہی جھوٹی دینے کے پیدا ہوا اور اس سے حکم قضا باطل ہو جائے گا اور مراد قاضی ابو علیؒ کی یہ ہے کہ اسے محض فاسق گردانا مثلاً یوں کہا کہ یہ گواہ زانی ہیں یا شراب خوار ہیں تو اس سے قضا باطل نہ ہوگی قال المترجم کیونکہ جائز ہے کہ بعد حکم قضا کے وہ لوگ ایسے ہو گئے ہوں یا اس نے لغو کہا یہ ملتقط میں مذکور ہے امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ اگر مدعی کے گواہ قائم کرنے سے قاضی نے کسی دار کا فیصلہ اس کے نام کر دیا پھر اس نے اقرار کیا کہ یہ فلاں شخص کا دار ہے میرا اس میں کچھ حق نہیں ہے اور فلاں شخص نے اس کی تصدیق کی پھر مدعا علیہ نے اس سے کہا کہ اس اقرار سے تو نے اپنے گواہوں کی تکذیب کی اور خطائے قاضی کا مقر ہوا تو اس صورت میں حکم قضا اپنے حال پر باقی رہے گا اور مدعا علیہ کو کوئی راہ نہ دار پر قبضہ کی ہے نہ مدعی پر۔

مسئلہ مذکورہ میں کلام سابق سے موصول ہونا چاہئے کیونکہ کلام کی تقدیم و تاخیر میں بعض کو بعض سے ملا ہونا چاہئے ☆

اگر اس نے اس طرح اقرار کیا کہ بعد حکم قضا کے کہا کہ یہ گھر فلاں شخص کا ہے اور کبھی میرا نہ تھا یا اس کا الٹا کہا مثلاً یہ دار کبھی میرا نہ تھا اور فلاں شخص کا ہے پس اگر اس فلاں شخص نے اس کی تصدیق کی تو بہر صورت یہ دار مدعا علیہ کو واپس کرے اور فلاں شخص کا اس مدعی پر کچھ نہ ہوگا اور اگر فلاں شخص نے اس کے اس اقرار کی کہ فلاں شخص کا ہے تصدیق کی اور اس کی کہ کبھی میرا نہ تھا تکذیب کی مثلاً یوں کہا کہ فی الواقع یہ دار اسی کا تھا مگر بعد فیصلہ کے اس نے مجھے ہبہ کیا اور میں نے اس پر قبضہ کر لیا تو اس صورت میں یہ دار اس فلاں شخص کو دے دیا جائے گا اور یہ حکم اس صورت میں ظاہر ہے کہ جب اس نے فلاں شخص کے واسطے ہونے کا اقرار زبان سے نکالا پھر اپنی ملکیت نہ ہونے کی نفی کی کیونکہ اقرار کی صحت ظاہری کے بعد وہ بطلان کا مدعی ہے اور فلاں شخص نے اس کے بطلان اقرار کی تکذیب کی تو اس کا اقرار باطل نہ ہوگا اور اس صورت میں مدعا علیہ کو دار کی قیمت دے دے گا کیونکہ اس کے زعم میں وہی دار کا مالک ٹھہرا مگر بسبب پہلے اقرار فلاں شخص کے واسطے کر لینے کے اس کے سپرد کرنے سے عاجز ہے تو اس کی قیمت ادا کرے جیسا کہ دار کے

منہدم ہو جانے کی صورت میں قیمت دینی پڑتی ہے مگر دوسری صورت میں مشکل ہے کہ جب اس نے پہلے اپنی ملکیت سے نفی کی اور اس صورت میں چاہئے کہ اس کا اقرار درست نہ ہو کیونکہ جب اس نے پہلے نفی کی تو اپنے گواہوں کو جھٹلایا کہ انہوں نے اقرار و گواہی دی تھی کہ دار فی الاصل اسی کا ہے اور یہی اس نے حکم قضا کے باطل ہونے کا اقرار کیا اور یہ کہ دار مدعا علیہ کی ملک ہے پھر جب اس نے دوسرے کی ملکیت کا اقرار کیا تو اس اقرار کے بعد واپس چاہئے کہ صحیح نہ ہو لیکن اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ بوجہ تقدیم و تاخیر کے ہے اور تقدیم اقرار سے اس کا کلام صحیح ہوتا ہے اور تقدیم و تاخیر شائع[1] ہے لہٰذا ہم نے اس کے کلام کی صحت کے واسطے اقرار کو مقدم رکھا کہ صحت کلام اصل ہے لیکن یہ کہنا اس کا کہ لیکن یہ فلاں شخص کا ہے کلام سابق سے موصول ہونا چاہئے کیونکہ کلام کی تقدیم و تاخیر میں بعض کو بعض سے ملا ہونا چاہئے۔

مشائخ نے فرمایا کہ فلاں شخص نے جو اقرار کیا کہ اس نے مجھ کو ہبہ کیا اور میں نے اس پر قبضہ کیا ہے یہ کلام ضروری ہے کہ بعد مجلس قضا کے واقع ہوا ہوتا کہ قاضی کو اس کے ہبہ کی تصدیق کرنا ممکن ہو اور اگر اسی مجلس حکم میں ہو تو ظاہر ہے کہ ان میں ہبہ اور قبضہ نہیں واقع ہوا تو اس کا اقرار صحیح نہ ہوگا اور بھی مشائخ نے فرمایا کہ مدعی دار کی قیمت مدعا علیہ کو دے گا یہ قول امام محمدؒ کا ہے اور یہی پہلا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہی سب کا قول ہے اگر مدعی نے کہا کہ یہ دار میرا نہیں ہے یہ فلاں شخص کا ہے پس یہ کہنا اور یوں کہنا کہ یہ دار فلاں شخص کا ہے میرا اس میں کچھ حق نہیں ہے دونوں یکساں ہیں کہ قاضی کا حکم باطل نہ ہوگا جامع میں ہے کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہے اور دوسرا شخص آیا اور کہا کہ یہ دار میرے باپ کا تھا وہ مر گیا اور اس نے میرے واسطے میراث چھوڑا ہے اور اس نے گواہ قائم کئے اور قاضی نے اس کے لئے فیصلہ کر دیا اور پھر ایک شخص دوسرا آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا دار ہے میں نے اس کو اس کے باپ کی زندگی میں اس سے خریدا تھا اور اس شخص نے اس کی تصدیق کی تو دار مدعا علیہ کو واپس دیا جائے گا اور قضا باطل ہو جائے گی اور خریداری کے دعویٰ کرنے والے سے کہا جائے گا کہ تو مدعا علیہ پر اپنی دلیل و گواہ قائم کر کہ تو نے اس کے باپ سے حالت زندگی میں خریدا تھا پھر اگر اس نے اس طرح گواہ پیش کئے تو اس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا ورنہ نہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔

باب : ⑪

عدویٰ[ا] اور تسمیر اور ہجوم علی الخصوم کے بیان میں

قال المترجم: ہر ایک لفظ کے معنی آگے اپنے موقع پر معلوم ہو جائیں گے اگر قاضی کے پاس ایک شخص آیا اور کسی شخص پر اپنے حق کا دعویٰ کیا اور قاضی کو نہیں معلوم کہ یہ حق کہتا ہے یا باطل ہے پھر اس نے عدویٰ چاہا یعنی قاضی سے طلب کیا کہ اس کے خصم کو حاضر کرائے پس اس کی دو صورتیں ہیں کہ ایک یہ کہ مدعا علیہ شہر میں ہو اور اس میں بھی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ مدعا علیہ مرد ہو تندرست یا عورت ہو تندرست ایسی کہ جو باہر نکلتی ہے اور لوگوں سے ملتی ہے تو اس صورت میں قیاس یہ چاہتا ہے کہ عدویٰ نہ دے اور استحساناً عدویٰ دے گا اور عدویٰ کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ قاضی خود جائے اور دوسری یہ کہ ایسے شخص کو بھیجے جو اس کو حاضر کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں صورتوں پر خود عمل فرمایا ہے مگر ہمارے زمانہ میں قاضی خود نہ جائے گا اور دوسری صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ شہر میں بیمار ہو یا عورت پردہ نشین ہو کہ جس کا نکلنا معہود نہیں ہے تو قاضی ان کے حاضر کرانے میں اس کی التماس کو قبول نہ کرے گا اور مشائخ کا

[ا] عدوی حاکم کا جانا یا سپاہی بھیجنا تسمیر اس کی روپوشی پر اس کے دروازہ کو کیلوں سے جڑ دینا ہجوم دورلے جا کر گھیر لینا۔

(۱) شائع ہے یعنی عرف و محاورات میں یہ صورت خوب رائج ہے۔

باہم اختلاف ہے کہ کس قدر مرض میں قاضی اس کو عدوی نہ دے گا بعضوں نے کہا کہ ایسا ہو کہ خود بنفسہ حاضر نہ ہو سکتا ہو اگر چہ سواری یا لوگوں کے اٹھا لانے سے بدوں مرض کے زیادتی کے آ سکتا ہو اور یہی قول ارفق اور اصح ہے پھر جب ان کو حاضر نہ کرایا تو کیا کرنا چاہئے تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت ہو تو خلیفہ کر کے دونوں کی طرف بھیج دے کہ وہاں مدعی و مدعا علیہ میں فیصلہ کر دے اور اگر اس کو خلیفہ کرنے کی اجازت نہ ہو تو اپنا ایک امین جو فقیہ ہو مع دو گواہوں عادل کے بھیج دے تا کہ جو کچھ واقع ہو اس کی شہادت قاضی کے سامنے گزرے کذا فی الذخیرہ اور ایسے دو گواہ بھیجے جو اس مریض کو یا عورت کو پہچانتے ہوں کذا فی المحیط اور قاضی کو چاہئے کہ جس وقت امین کو بھیجے تو اس کو قسم لینے کی صورت اور کیفیت بتلائے تا کہ جب مدعا علیہ انکار کرے تو موافق رائے قاضی کے اس سے قسم لے اور قسم لینے کی کیفیت میں لوگ مختلف ہیں اسی واسطے بیان کر دینا اور بتلا دینا اس کو چاہئے پھر جب یہ لوگ مدعا علیہ کے پاس گئے اور امین نے اس کو دعویٰ کی خبر دی پس اگر اس نے اقرار کیا تو اس پر دو گواہ کر کے اس سے کہے کہ اپنا وکیل ساتھ کرے کہ قاضی کی مجلس میں اس کے سامنے گواہ اس اقرار پر گواہی دیں اور قاضی اس کے وکیل کی حاضری پر فیصلہ کرے اور اگر مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی سے یوں کہے کہ تیرے پاس گواہ ہیں اگر اس نے کہا کہ ہاں تو مدعا علیہ سے کہے کہ اپنا وکیل ساتھ کرے کہ اس کے سامنے گواہ گواہی دیں اور اگر اس نے کہا کہ نہیں تو امین مدعا علیہ سے حلف لے گا اگر اس نے حلف کر لیا تو دونوں گواہ قاضی کو خبر دیں گے اور قاضی مدعی کو منع کرے گا کہ دعویٰ نہ کرے جب تک کہ اس کے پاس گواہ نہ ہوں اور اگر اس نے قسم کھانے سے تین مرتبہ انکار کیا تو امین اس سے وکیل طلب کرے گا کہ اس کے سامنے گواہ قاضی کے سامنے گواہی دیں کہ اس نے قسم سے انکار کیا تو قاضی اس کے انکار پر بحق مدعی فیصلہ کرے ایسا ہی خصافؒ نے ادب القاضی میں لکھا ہے۔

اگر قاضی نے کسی کو مدعا علیہ کے حاضر لانے کو بھیجا ☆

یہ اس صورت میں تھا کہ مدعی علیہ اسی شہر میں موجود ہے اور اگر شہر سے باہر ہو تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ شہر سے قریب ہو اور یہ صورت اور شہر میں ہونے کی صورت سے یکساں ہے کہ مجرد دعویٰ سے استحساناً عدوی دے گا اور اگر بعید ہو تو عدوی نہ دے گا اور قریب اس کو کہتے ہیں کہ اگر اپنے اہل میں صبح کو موجود ہو پھر اس کو یہ ممکن ہو کہ مجلس حکم میں حاضر ہو کر اپنے خصم کی جواب دہی کر کے اپنے اہل میں رات گزار سکے اور اگر اس کو رات راہ میں گزرے تو بعید ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے پھر اگر مسافت بعید ہو تو اس وقت قاضی کیا کرے گا اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ مدعی کو اپنے دعویٰ کے موافق گواہ گزارنے کا حکم دے گا اور یہ گواہی حکم قضا کے واسطے نہ ہوگی بلکہ حاضر کرانے کے واسطے کہ مدعی کا دعویٰ مع گواہ اور ایسی گواہی میں ایسے گواہ کافی ہیں جن کا حال مستور[1] ہو پھر جب اسے گواہ پیش کئے تو قاضی کسی آدمی کو حکم کرے گا کہ مدعا علیہ کو حاضر کرے اور جب حاضر ہوا تو مدعی سے دوبارہ گواہی طلب کرے گا اور جب گواہوں کی عدالت ظاہر ہوئی تو اس کے موافق فیصلہ کرے گا اور بعضوں نے کہا کہ مدعی سے قسم لے گا اور اگر اس نے انکار کیا تو اپنے اجلاس سے اٹھا دے گا اور اگر قسم کھا گیا تو کسی کو اس کے خصم کے حاضر کرنے کا حکم دے گا اور اول اصح ہے اور یہی اکثر قاضیوں کا مذہب ہے یہ شرح ادب القاضی میں لکھا ہے اگر قاضی نے کسی کو مدعا علیہ کے حاضر لانے کو بھیجا اور اس نے نہ پایا اور مدعی نے کہا کہ وہ روپوش ہو گیا اور اس نے درخواست کی کہ اس کے دروازے پر تسمیر اور ختم لگا دی جائے یعنی میخوں سے بند کر کے مہر کی جائے تو قاضی اس سے گواہ طلب کرے گا کہ مدعا علیہ اپنے گھر میں ہے پس اگر اس نے دو گواہ پیش کئے کہ انہوں نے گواہی دی کہ وہ اپنے گھر میں ہے تو قاضی دریافت کرے گا کہ تم نے کہاں سے معلوم کیا پس اگر انہوں نے کہا کہ ہم نے آج یا کل یا

---

[1] مستور جن کا حال مخفی ہے اور عدالت یا فسق اعلان نہیں ہے۔

تین روز ہوئے جب دیکھا تھا تو قاضی ان کی گواہی قبول کرے گا اور اس کے دروازہ پر میخیں جڑ کر ختم کر دے گا کذا فی المحیط اور اس کا گھر اس کے حق میں قید خانہ بنا دے گا اور اعلیٰ و اسفل سے راہ روک دے گا تا کہ تنگ ہو کر باہر نکلے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

اگر گواہوں نے گواہی زیادہ دنوں کے دیکھنے کی دی تو قبول نہ کرے گا اور تین روز سے بڑھ کر زیادہ دنوں میں شمار ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ قاضی کی رائے پر ہے اور اگر گواہوں کی گواہی زیادہ دنوں کی نکلی مگر تقادم[1] اس وجہ سے ہوا کہ مدعی دعویٰ نہ کر سکا کیونکہ اس کا قرعہ پیچھے نکلا تھا مثلاً قاضی نے خصوم میں قرعہ ڈالا تھا تا کہ ہر ایک کو پیشی کا روز معلوم ہو جائے اور اس کا قرعہ پیچھے نکلا تو قاضی گواہی کو قبول کرے گا پھر اگر چند روز گزر گئے اور تسمیر پر بھی مدعا علیہ نے برآمد ہوا اور مدعی نے کہا کہ وہ نکلے گا تو اس کی طرف سے وکیل قائم کر دے کہ میں اس کے سامنے گواہ پیش کروں تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ قاضی ایک ایلچی دو گواہوں کے ساتھ اس کے دروازہ پر بھیج کر تین روز منادی کرائے گا اور ہر روز تین بار کہہ دی فلاں بن فلاں بن فلاں تجھ کو قاضی حکم دیتا ہے کہ اپنے خصم فلاں بن فلاں کے مقابل میں نکل اور کچہری میں حاضر ہو ورنہ میں تیری طرف سے ایک وکیل قائم کر کے اس کے مواجہہ میں گواہی قبول کر لوں گا پھر اگر اس پر بھی وہ نہ برآمد ہوا تو قاضی اس کی طرف سے وکیل مقرر کر کے اس کے مقابلہ میں گواہی سماعت کر کے اس پر حکم جاری کر دے گا خصافؒ نے ذکر کیا کہ سوائے ابی یوسفؒ کے اور امام نے فرمایا کہ اس کی طرف سے وکیل مقرر کرنا میری رائے نہیں ہے اور خصافؒ نے غیر ابو یوسفؒ کا نام نہ ذکر کیا پس بعض مشائخ نے کہا کہ مراد امام ابو حنیفہؒ کیونکہ امام محمدؒ سے امام ابو یوسفؒ کے موافق روایت ہے اور امام ابو علی نسفی فرماتے تھے کہ بعض روایات نوادر میں میں نے دیکھا کہ امام اعظمؒ سے بھی موافق قول امام ابو یوسفؒ کے روایت ہے اور کبریٰ میں ہے کہ اس میں سب کا اتفاق تھا کہ قاضی اس کی طرف سے وکیل مقرر کر کے اس کے مقابلے میں سماعت کرے گا اور خانیہ میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اسی طرح اگر قاضی نے کسی دوسرے قاضی کو کسی کے معاملہ میں خط لکھا اور اس قاضی نے مخاصم پر قابو نہ پایا تو اس کی طرف سے بھی وکیل مقرر کرے گا جیسا کہ ہم نے بیان کیا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی مفسد سے یہ معلوم ہو کہ وہ اَمر معروف یا نہی منکر میں فساد کرتا ہے تو بلا اجازت اُس کے گھر ہجوم کرنا اور بلا پکار اُس کے گھر میں چلے جانا جائز ہے ☆

نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ سلطان پر کسی شخص کا کچھ حق آتا ہے اور وہ اس کے ساتھ قاضی کے پاس نہیں آتا ہے انہوں نے مجھے خبر دی کہ امام ابو یوسفؒ عدوی دیتے تھے اور یہ قول اہل بصرہ کا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ قاضی ایک ایلچی اس کی طرف بھیجے کہ جو اس کے دروازہ پر پکارے دے کہ قاضی کہتا ہے کہ حاضر ہونا قبول کرے اسی طرح چند روز پکار دے پھر اگر وہ حاضر ہو گیا تو خیر ورنہ قاضی اس کی طرف سے ایک وکیل مقرر کر کے اس کے روبرو فیصلہ کر دے پھر میں نے پوچھا کہ تم بھی ایسا ہی کرتے ہو انہوں نے فرمایا کہ ہاں پھر میں نے کہا کہ یہ قضا علی الغیب نہ ہوگی فرمایا کہ نہیں اور امام ابو حنیفہؒ عدوی پر عمل نہیں کرتے تھے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے واضح ہو کہ ہجوم علی الخصوم یعنی جو مدعا علیہ مثلاً روپوش ہو جائے اس پر ہجوم کر کے اندر مکان سے گرفتار کر لینا قال فی الکتاب اور اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید کے عمرو پر کچھ روپیہ قرض ہیں اور قرض دار اپنے مکان میں چھپ گیا اور یہ قاضی کو معلوم ہوا تو اپنے دو امینوں کو مع اپنی ایک جماعت پیادوں کے اور کچھ عورتوں کے اس کے مکان کی طرف ناگاہ بھیج دے کہ وہ اس کے مکان پر ہجوم کریں اور پیادے درواز پر اور گرد و پیش اور چھت کی راہ سب روک لیں تا کہ وہ بھاگ نہ سکے پھر بلا اجازت عورتیں اس

---

[1] تقادم زمانہ دراز گزر گیا اور حد سماعت عارض ہوئی تسمیر دروازہ پر کیلیں جڑ دینا قاضی کو شرعاً اختیار ہے بلکہ مدعا علیہ کی طرف سے وکیل کر اس پر بعد میں کے ڈگری کر دے۔

کے گھر میں داخل ہوں اور اس کے گھر کی عورتوں سے کہیں کہ تم ایک گوشہ میں ہو جاؤ پھر قاضی کے پیادے گھر میں داخل ہو کر سب تلاش کریں حتیٰ کہ جب پائیں تو اس کو نکالیں اور اگر ان کو نہ ملا تو عورتوں سے کہیں کہ تم تلاش کرو کیونکہ اکثر اوقات عورتوں کے بھیس میں چھپ جاتا ہے پس یہ صورت ہجوم علی الخصوم کی ہے اگر مدعی نے قاضی سے یہ طلب کیا تو خصافؒ نے فرمایا کہ اس کے عمل میں لانے کی گنجائش ہمارے اصحاب کی طرف سے ہے اور بعضوں نے کہا کہ مراد اس سے ابو یوسفؒ قاضی ہیں کہ وہ اپنے زمانہ میں ایسا ہی کرتے تھے اور ہشام نے امام محمدؒ سے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے اور اصل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے دو شخصوں کے گھروں پر ہجوم کیا تھا کہ ایک قریشی تھا اور دوسرا ثقفی تھا اور وجہ یہ تھی کہ حضرت عمرؓ کو خبر پہنچی تھی کہ ان دونوں کے گھروں میں شراب ہے پھر فقط ایک کے گھر میں سے نکلی یہیں سے ہمارے اصحاب نے نکالا ہے کہ اگر کسی مفسد سے یہ معلوم ہو کہ وہ امر معروف یا نہی منکر میں فساد کرتا ہے تو بلا اجازت اس کے گھر ہجوم کرنا اور بلا پکارے اس کے گھر میں چلے جانا جائز ہے کچھ ڈر نہیں ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ ظاہر مذہب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ ہجوم قاضی کو جائز نہیں ہے کذا فی المحیط۔ اگر قاضی نے مدعا علیہ کے حاضر کرنے کے واسطے مدعی کو طین[1] یا خاتم یا قرطاس کا ٹکڑا عنایت کیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور یہ حکم باہر شہر کے واسطے ہے اور شہر میں لوگوں کو بھیجے اور خصافؒ نے اس کے برعکس بیان کیا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور قاضی لوگ باہم مختلف ہیں کہ بعضوں نے طین کو دینا اختیار کیا ہے اور بعضوں نے خاتم کو اور بعضوں نے قرطاس کے ٹکڑے کو اور اگر قاضی نے اس کو طین یا خاتم دے دی اور اس کو مدعا علیہ کے پاس لے گیا اور اس کو دکھلائی تو چاہئے کہ اس وقت یہ کہے کہ یہ انگوٹھی فلاں قاضی کی ہے کہ وہ تجھ کو بلاتا ہے آیا تو اسے پہچانتا ہے اگر اس نے کہا کہ ہاں پہچانتا ہوں لیکن نہیں حاضر ہوتا تو مدعی اس پر دو گواہ کرے کہ وہ قاضی کے سامنے اس کی سرکشی کی گواہی دے دیں اور جب انہوں نے گواہی دی تو قاضی ایسے شخص کو بھیجے جو اس کو حاضر لائے یا والی شہر سے اس باب میں استعانت طلب کرے اور اس شخص کی اجرت میں مشائخ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ بیت المال میں سے دی جائے اور بعضوں نے کہا کہ مدعا علیہ متمرد کے ذمہ ہو گی کذا فی الذخیرہ اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اس شخص کا خرچ جس کو قاضی نے مدعا علیہ کے نکالنے کے واسطے اس کے پیچھے لگا دیا ہے تو قاضی صدر الاسلام نے ذکر کیا کہ مدعا علیہ پر ہے اور اسی کو بعض قاضیوں نے اختیار کیا اور بعض مشائخ نے کہا کہ مدعی کے ذمہ ہے اور یہی اصح ہے پھر جب مدعا علیہ مجلس حکم میں حاضر ہوا تو اس کی سرکشی کے گواہ پھر اس کے سامنے سنے گا اور اس کی سرکشی اور بے ادبی کی سزا دے گا اور اسی طرح اگر مدعا علیہ نے ابتداءً یہ کہا کہ میں حاضر ہوں گا اور پھر نہ آیا تو بھی سزا دے گا مگر پہلی صورت سے کم پھر اس گواہی میں عادل ہونا شرط نہیں ہے یعنی سرکشی کی گواہی میں اظہار عدالت شرط نہیں ہے صرف مستور الحال ہونا کافی ہے اور یہ خصافؒ کا قول ہے اور امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ تعدیل شرط ہے اور ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے کذا فی الذخیرہ اور خانیہ میں ہے کہ اسی طرح اگر مدعی کے دیکھنے کے بعد مدعا علیہ خاموش ہو گیا اور کچھ جواب نہ دیا تو بھی اس کا تعنت ظاہر ہونے سے یہی حکم ہے اور فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ جب حاضر ہو تو اس کو مارنے یا قید کرنے کی سزا دے گا اور یہ قاضی کی رائے پر اس کے حسب حال ہے اور اگر قاضی نے ابتداءً مدعی سے کہا کہ طین امیر مسلمین کے پاس سے لے کر مدعا علیہ کو حاضر کرنے کی تدبیر کرے تو جائز ہے اور فتاویٰ میں لکھا ہے اور اگر کسی نے امیر کے دروازے سے اپنا مال حق لینا چاہا اور قاضی کی کچہری میں نہ حاضر ہوا تو اس پر شرعاً کوئی قید نہیں ہے وہ مطلق چھوڑا گیا ہے لیکن اس پر فتویٰ نہیں ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اس کو مطلق چھوڑ دیا جانا اس صورت میں ہے کہ جب وہ پہلے قاضی کے پاس حاضر ہوا اور اپنا تمام حق

---

[1] طین گیلی مٹی یعنی مثلاً چھاپہ لگا دیا اور اس آسانی سے غرض یہ کہ فضول خرچ نہ ہو جیسے طلبانہ میں زیر باری ہوتی ہے۔

قاضی کے ذریعہ سے حاصل نہ کر سکا ہو اور اگر پہلے سے اس نے سلطان کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہا اور قاضی کے پاس نہ گیا تو اس کو اسی طرح مطلق نہ چھوڑا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے۔

قرض دار کرائے کے مکان میں رہائش پذیر ہے اور بوجوہ عدالتِ قاضی میں حاضری سے لیت ولعل سے کام لے تو اُس کو کس طرح مجبور کیا جائے گا ☆

اگر یہ شخص بادشاہی دربار میں حاضر ہوا اور چوبدار سے خواہش کی کہ اس کے مدعا علیہ کو حاضر لائے اور چوبدار نے مدعا علیہ سے رسم سے زیادہ لیا تو اس زیادتی کو مدعا علیہ مدعی سے لے سکتا ہے یا نہیں اس کی دو صورتیں ہیں اگر مدعی پہلے قاضی کے پاس گیا اور اس کے ذریعہ سے اپنا حق نہ لے سکا تو مدعا علیہ مدعی سے یہ زیادتی نہیں لے سکتا ہے اور اگر پہلے قاضی کے پاس نہیں گیا تو لے سکتا ہے اگر قرض دار کسی مکان میں اجرت پر رہتا ہے اور قرض خواہ نے اس سے مطالبہ کیا کہ قاضی کی کچہری میں چلے اور اس نے انکار کیا تو ایسے مکان کی تسمیر میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ مسمیر کرے گا اور مجموع النوازل میں ہے کہ اگر کوئی شخص زوجہ کے مکان میں رہتا ہے اور اس نے قاضی کی کچہری میں جانے سے انکار کیا تو دروازہ میخ بند[1] کر دیا جائے گا کیونکہ اس باب میں سکونت کا اعتبار ہے حتیٰ کہ اگر معلوم ہو جائے کہ اس نے اپنا اسباب وہاں سے منتقل کر لیا تو تسمیر نہ کرے گا اور جامع صغیر میں ہے کہ ایک مکان چند شریکوں میں مشترک تھا اور کسی شخص نے ایک شریک پر دعویٰ کیا پھر مدعی نے استغاثہ کیا یہاں تک کہ سلطان نے اس کے دار کے دروازہ کی تسمیر کر دی تو ابوالقاسم صفار نے فرمایا کہ اگر باقی شریک استغاثہ کریں کہ دروازے سے مسمار دور کر دی جائیں تو دور کر دی جائیں گی کیونکہ مشترک مکان میں ایک کی وجہ سے ایسا ہونا انصاف سے بعید ہے اور خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر ایسے لڑکے پر جو تصرف سے باز رکھا گیا ہے کسی حق کا دعویٰ کیا پس اگر اس کے پاس دعویٰ کے گواہ نہ ہوں تو قاضی اس کو حاضر نہ کرائے گا کذا فی التاتارخانیہ۔

باب : ⑫

کن صورتوں میں قاضی اپنے علم پر فیصلہ کر دے گا اور کن صورت میں اپنی دانستگی پر فیصلہ نہ کرے گا اور دو گواہوں کی گواہی سے کم پر فیصلہ کر دینے کا بیان

اگر قاضی نے ایک حادثہ کو جو اسی شہر میں جس میں وہ قاضی ہے واقع ہونا معلوم کیا اور وہ اس وقت قاضی تھا اور خود اس سے واقف ہوا پھر وہ قاضی ہنوز وہاں کا تھا کہ وہ حادثہ اس کے سامنے پیش ہوا تو حقوق العباد[2] میں قیاساً و استحساناً اپنے علم پر فیصلہ کر دے گا واضح ہو کہ امام ابوجعفرؒ نے اس مسئلہ میں ذکر کیا ہے کہ قاضی کو اس کا علم حالت قاضی ہونے میں اور مجلس قضا میں ہو اور خصافؒ نے ذکر کیا ہے کہ خواہ مجلس قضا میں ہو یا غیر مجلس قضا میں ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور جو حدود خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں جیسے حد زنا و سرقہ ان میں قیاس چاہتا ہے کہ اپنے علم پر حکم کرے مگر استحساناً حکم نہ کرے گا اور شرح طحاوی میں ہے کہ فقط چوری میں اس کو چاہئے

---

[1] میخ بند یعنی گل میخ سے مسدود کر دے تا کہ وہ مجبور ہو اگرچہ زوجہ کا مکان ہے۔ [2] حقوق العباد خواہ مال ہوں یا دیگر مانند نکاح و طلاق وغیرہ کے۔

کہ مال کا حکم دے اور ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور قصاص اور حد القذف میں اپنے علم پر فیصلہ کرے کذافی الخلاصہ اگر کوئی مست اس کے پاس لایا گیا تو اس کو تعزیر دے کیونکہ اس میں آثار نشہ کے پائے جانے سے تہمت ہے اور اس سزا سے حد نہ ہوگی اور اگر اس کو کسی حادثہ کا علم ہوا اور وہ اس وقت تک قاضی نہ تھا پھر قاضی ہوا اور قاضی ہونے کی حالت میں وہی حادثہ اس کے پاس پیش ہوا تو امام اعظمؒ کے قول پر اس علم پر فیصلہ نہ کرے گا اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر اسی علم پر فیصلہ کرے گا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قولِ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کرنا اور مشائخ کا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے اختلاف ☆

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے قول کی طرف رجوع کر لیا اور اگر وہ کسی حادثہ سے واقف ہوا اور اس کے سامنے پیش ہوا تو اپنے علم پر فیصلہ کرنے میں اس میں بھی وہی اختلاف گزشتہ ہے اور اگر کسی حادثہ سے واقف ہوا اور قاضی بھی تھا لیکن یہ حادثہ اس شہر کے سواد (یعنی پرگنہ و دیہات) میں واقع ہوا جس میں یہ قاضی ہے اور اس کے پاس پھر وہ حادثہ آ کر شہر میں پیش ہوا تو صاحبینؒ کے قول کے موافق اپنے علم پر فیصلہ کر دے گا لیکن امام اعظمؒ کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ اگر وہ قاضی فقط شہر کا ہے تو اس علم پر حکم اس حادثہ کا سواد شہر میں نہیں دے سکتا ہے اور اگر شہر اور سود دونوں کا قاضی ہے تو فیصلہ کر سکتا ہے اور یہ اس مذہب پر ہو سکتا ہے کہ شرط نفاذ قضا میں سے شہر نہیں ہے اور یہ امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگرچہ وہ قاضی سواد بھی ہوتا ہم اس علم پر فیصلہ نہیں کر سکتا ہے اور مرجع اس قول کا اس پر ہے کہ نفاذ قضا کے واسطے شہر شرط ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے اور منتقی میں ہے کہ قاضی اگر کسی وجہ سے باہر شہر کے نکلا تھا اور اسی حال میں اس نے کسی حادثہ کو سنا اور جانا تو اس بنا پر حکم نہ دے گا مگر جبکہ وہ عیدین کے واسطے نکلا ہو تو حکم دے سکتا ہے گویا اس نے مجلس قضا میں سنا ہے اور یہ امام اعظمؒ و زفر کے قیاس پر ہے اگر اس نے قاضی ہونے کی حالت میں کسی حادثہ سے وقوف پایا پھر وہ قضا سے معزول ہو گیا پھر اس کے بعد قاضی ہو گیا تو اسی علم سابق پر فیصلہ کرے گا یا نہیں پس صاحبینؒ کے نزدیک فیصلہ کرے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک حاکم کو خبر ملی کہ فلاں شخص نے اپنا غلام آزاد کر دیا یا فلاں شخص نے اپنی عورت کو تین مرتبہ طلاق دی پس اگر یہ خبر اس کو دو عادل مخبروں نے دی ہے تو چاہئے کہ اس امر میں کمال کوشش کرے اور مراد یہ ہے کہ اس خبر کی تفتیش کرے کہ فلاں شخص نے آزاد کیا مگر غلام سے خدمت غلامی لیتا ہے یا اس نے عورت کو طلاق دی مگر تین طلاق کے بعد بھی جدا نہیں ہوتا ہے اور اگر خبر دینے والا ایک شخص عادل ہو اور اس کی رائے میں غالباً وہ سچا ہے تو بھی اس کو طلب کرنا افضل ہے اور اگر اس نے تفتیش و طلب نہ کی تو مجھے امید ہے کہ اس کے لئے گنجائش ہے۔ کذافی المحیط۔

باب : ⑭

اُن چیزوں کے احکام میں کہ قاضی نے اپنی کچہری کے دفتر میں کچھ ایسی تحریر پائی کہ اُسے یاد نہیں ہے یا اپنے فیصلہ کو بھول گیا یا گواہ اپنی گواہی کو لکھا دیکھتا ہے مگر اِس کو یاد نہیں ہے

اگر قاضی نے کوئی فیصلہ کیا اور اس پر ایک زمانہ گزر گیا پھر مدعی یا جس کے حق کی ڈگری ہوئی ہے اس کو اس فیصلہ کی ضرورت ہوئی پھر دو گواہوں نے قاضی کے سامنے اس کی گواہی دی کہ تو نے اس شخص کے واسطے فلاں شخص پر اتنے مال کا حکم دیا ہے اور قاضی کو یہ فیصلہ یاد نہیں ہے تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ قاضی اس گواہی کو قبول نہ کرے گا اور سوائے اپنے حفظ کے کسی پر فیصلہ نہ کرے گا اور امام ابو یوسفؒ پہلے قائل تھے کہ قبول کرے گا پھر رجوع کر کے کہتے تھے کہ نہیں قبول کرے گا اور اس پر سب کا اجماع ہے کہ اگر انہوں نے مقضی علیہ کو یعنی جس پر فیصلہ کا حکم دیا گیا ہے نہ بیان کیا تو قاضی قبول نہ کرے گا یہ ملتقط میں لکھا ہے اگر قاضی نے گواہوں کی گواہی کسی خریطہ میں جس پر قاضی کی مہر لگی ہوئی تھی اپنے خط سے یا اپنے کاتب کے خط سے لکھی ہوئی پائی مگر اس کو یہ گواہی یاد نہیں ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس پر فیصلہ نہ کرے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک فیصلہ کر دے گا اور اسی طرح اگر قاضی نے کوئی قبالہ کسی خریطہ میں پایا اور خریطہ پر قاضی کی مہر ہے اور قبالہ اس کے یا اس کے نائب کی تحریر سے ہے تو وہ قبالہ قابل عمل درآمد امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک عمل درآمد ہوگا کذافی المحیط ایک شخص قاضی کے پاس بڑھ کر آیا اور دوسرے شخص کو ساتھ لایا اور کہا کہ تو نے میرے حق میں اس قدر مال یا زمین یا کسی حق کا اس شخص پر فیصلہ کیا تھا اور قاضی کو یاد نہ آیا پھر اس نے چند گواہ عادل قائم کئے کہ قاضی نے بروقت فیصلہ ان گواہوں کو گواہ کر لیا تھا کہ اس شخص کے لئے اس دعویٰ کا فیصلہ اس شخص پر جو اس کے ساتھ موجود ہے نافذ کیا جاتا ہے تو قاضی اس فیصلہ کو نافذ نہ کرے گا اور نہ حکم دے گا اور یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر گواہ نے اپنی گواہی اپنے خط سے لکھی ہوئی پائی اور اس کو حادثہ یاد نہیں ہے تو عامہ مشائخ کے نزدیک اس صورت میں اختلاف مذکورہ جاری ہے اور یہی ظاہر ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک گواہی دینا جائز نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک گواہی نہیں دے سکتا ہے۔

مذکورہ مسئلہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف ☆

جامع الفتاویٰ میں ہے کہ بالا جماع گواہی دے سکتا ہے اور ولوالجیہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ اس مسئلہ میں امام اعظمؒ کے ساتھ ہیں اور امام محمدؒ مخالف ہیں اور نوادر میں ہے کہ ایک شخص کسی شخص کے اقرار پر گواہ تھا اور کہتا تھا کہ میں اپنا خط پہچانتا ہوں اور اس شخص کو پہچانتا ہوں فقط مجھے وقت اور مکان یاد نہیں ہے تو ابو القاسمؒ نے فرمایا کہ جب اس کو معلوم ہے کہ میں اس پر گواہ ہوں اور مقر کو پہچانتا ہے تو وہ گواہی دے اور جامع الفتاویٰ میں ہے کہ اگر وہ شخص بے پڑھا ہوا ہو اور اس کو لکھ کر دے دیا گیا تو جب تک یاد نہ کرے گواہی دینا جائز نہیں ہے اور اسی جنس سے اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت بھی ہے کہ مثلاً ایک شخص نے اپنا سماع شیخ سے لکھا ہوا پایا مگر اس کو یاد نہیں ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو حلال نہیں ہے کہ روایت کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کو روایت کرنا جائز ہے پس امام اعظمؒ کے نزدیک روایت کی شرط یہ ہے کہ سننے کے وقت سے ادا کرنے کے وقت تک اس کو حدیث یاد ہو اور صاحبینؒ کے

نزدیک یاد ہونا شرط نہیں ہے تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

خصافؒ نے ذکر کیا کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کا محضر قاضی کی کچہری سے جاتا رہا اور اس میں اس کے کسی حق کے بارہ میں اس کے گواہوں کی گواہیاں تھیں اور قاضی کو یاد نہیں ہے پھر اس کے دو کاتبوں نے گواہی دی کہ قاضی نے گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کیا ہے تو یہ مقبول نہیں ہے اور اس صورت میں اور دوسری صورت میں فرق ہے کہ اگر کسی شخص کا قبالہ کچہری میں سے جاتا رہا اور اس کے دو کاتبوں نے گواہی دی کہ قاضی نے اس کو امضاء[1] کیا ہے تو یہ مقبول ہے اور اسی طرح اگر کسی شخص نے دوسرے کے واسطے کچھ اقرار کیا پھر دو کاتبوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے تیرے پاس اس شخص کے واسطے اس قدر مال کا اقرار کیا ہے اور ہم نے سنا ہے تو گواہی کو قاضی مقبول کر کے فیصلہ کر دے گا اگر اس قاضی کی جگہ پہلے دوسرا قاضی تھا اور اس کی کچہری میں کچھ اقرار یا گواہیاں موجود تھیں تو ان میں سے کسی پر عمل نہ کرے گا حتیٰ کہ از سر نو مقدمہ اس کے سامنے پیش کریں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اجماع ہے کہ جو کچھ اس کو پہلے قاضی کی کچہری میں گواہیاں وغیرہ ملیں ان پر عمل نہ کرے گا اگرچہ مہری ہوں یہ بزازیہ میں لکھا ہے اگر کوئی قاضی معزول کیا گیا پھر اسی عہدہ پر مقرر کیا گیا تو بالاجماع یہ بات ہے کہ اگر اس کو اپنے پہلے دیوان کی گواہیاں یا حقوق یاد نہ ہوں تو ان پر فیصلہ نہ کرے اور اگر یاد بھی ہوں جب بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبینؒ کا اس میں اختلاف ہے لیکن اگر کسی شخص کے حق کے دوسرے پر گواہ اس کے سامنے قائم ہوئے اور حکم دینے سے پہلے وہ معزول ہو گیا پھر وہ قاضی ہو گیا اور اس کے سامنے وہی مقدمہ پیش ہوا تو مدعی کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تاکید کی جائے گی اگرچہ اس کو یاد ہو یا نہ یاد ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

باب : ⑭

اِس بیان میں کہ قاضی نے کسی مقدمہ میں حکم دیا پھر اس کو اس حکم سے رجوع کر لینا ظاہر ہوا اور ناحق قضا واقع ہونے کے بیان میں

اگر قاضی نے کسی مقدمہ میں کچھ حکم دیا پھر اس کو معلوم ہوا کہ اس سے رجوع کرنا چاہئے پس اگر اس سے حکم میں ایسی خطا واقع ہوئی کہ جس حکم میں فقہا کا اختلاف نہیں ہے بلکہ سب کے نزدیک خطا ہے تو اس حکم کو لامحالہ رد کر دے اور اگر اس میں فقہا کا اختلاف ہے تو اس کو لامحالہ جاری کر دے اور اس رائے کو آئندہ مقدمات میں نافذ کرے یہ ملتقط میں ہے واضح ہو کہ ایک رائے سے پھر کر دوسری اختیار کرنا ایسی صورتوں میں جن میں اجتہاد کیا گیا ہے جائز ہے اگر قضائے قاضی خلاف واقع جاری ہوئی تو دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو اس سے حکم قضا میں خطا واقع ہوئی اور یا اس نے عمداً ظلم کی راہ سے خطا کی اور اس کا اقرار کر دیا پس اگر اس نے خطا کی اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ خطا حقوق اللہ تعالیٰ میں واقع ہوئی یا یہ کہ خطا حقوق العباد میں واقع ہوئی پس اگر اس نے حقوق العباد میں خطا کی اور اس کا تدارک اور رد ممکن ہے مثلاً کسی کے واسطے مال کا یا طلاق یا عتاق کا حکم دے دیا پھر خطا ظاہر ہوئی اس طرح کہ یہ معلوم ہوا کہ گواہ غلام ہیں یا کفارہ ہیں یا محدود القذف ہیں تو اس صورت میں قضا باطل ہو جائے گی اور لینے والے سے مال واپس دلایا جائے گا اور عورت اس کے شوہر کو واپس ملے گی اور غلام پھر مملوک ہو جائے گا اور اگر اس کا تدارک ممکن نہ ہو مثلاً کسی کے قصاص کا حکم دے دیا اور وہ پورا ہو گیا تو اس کے عوض مقضی لہ یعنی جس کے واسطے فیصلہ دیا گیا ہے قتل نہ کیا جائے گا اگرچہ بالیقین معلوم ہو گیا

---

[1] امضاء یعنی جاری و نافذ کیا ہے پھر اس کے بعد گم ہو گیا۔

کہ وہ ناحق قتل ہوا ہے اور یہی قضائے صوری ایک شبہ [1] ہے جو جوب قصاص سے مانع ہے لیکن دیت واجب ہوگی کہ مقضی لہ سے دلائی جائے گی اور یہ سب حکم اس وقت ہے کہ جب قاضی کی خطا سچی گواہی یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہوا ور اگر خود قاضی کے اقرار سے ثابت ہو تو مقضی لہ کے حق میں اس کا اثر ظاہر نہ ہوگا اور نہ اس کے حق میں قضا باطل ہوگی جیسے شاہد میں ہوتا ہے کہ اگر اس نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو مقضی لہ کے حق میں معتبر نہیں ہے حتیٰ کہ قضا باطل نہ ہوگی لیکن خود گواہ ضامن ہوگا اسی طرح یہاں بھی یہی حکم ہوگا اور اگر قاضی کی خطا حقوق اللہ تعالیٰ میں واقع ہوئی مثلاً حد زنا یا چوری یا شراب خواری کا حکم دے دیا اور رجم کرنا یا ہاتھ کاٹنا یا حد مارنے کا حکم پورا ہو گیا پھر معلوم ہوا کہ گواہ غلام تھے یا کفار یا محدود القذف تھے تو اس کی ضمانت بیت المال سے ہوگی اور اگر قاضی نے عمداً ظلم کی راہ سے خلاف کیا اور اقرار کیا تو ان سب صورتوں میں جو مذکور ہوئی ہیں اس کے مال سے ضمانت دلائی جائے گی اور چونکہ اس نے جرم عظیم کیا ہے اس واسطے اس کو تعزیر دی جائے گی اور عہدہ قضا سے معزول [2] کیا جائے گا کذا فی المحیط۔

باب : ⑮

قاضی کے اقوال میں اور ان افعال میں جو قاضی کو کرنا چاہئے ہیں اور جو نہ کرنا چاہئے ہیں

ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ قاضی کو یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فلاں شخص نے میرے سامنے ایسا اقرار کیا ہے مثلاً قتل نفس یا مال یا طلاق کا تا کہ قاضی اس اقرار سے اس پر حکم جاری کرے جب تک کہ قاضی کے ساتھ کوئی گواہ عادل نہ ہو اور بھی امامؒ نے فرمایا کہ میں قاضی کے اس کہنے سے کہ زید نے میرے سامنے ایسا اقرار کیا ہے زید پر یا کوئی ہو حد جاری نہ کروں گا جب تک کہ اس کے ساتھ ایک گواہ عادل نہ ہو پھر جب قاضی میرے نزدیک عادل ہو اور اس کے ساتھ کا گواہ بھی عادل ہو تو مجھے حد قائم کرنی چاہئے اور اگر وہ دونوں [2] غیر عادل ہوں تو ان کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر اسی حکم دینے والے نے خود ہی اس کے ہاتھ کاٹنے کا بھی تو لیہ اختیار کیا بسبب اسی اقرار کے جو اس کے زعم میں حکم کا سزاوار ہے تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ میں بھی اس کے ہاتھ کاٹنے کے قصاص کا حکم دوں لیکن میں اس سے اس شبہ پر دفع کرتا ہوں کہ فقہا کا اس باب میں اختلاف ہے کہ قاضی کا یہ قول کہ فلاں شخص نے میرے سامنے اقرار کیا آیا اس پر نافذ ہے یا نہیں اور بھی امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کی دیت میں قاضی کے مال سے دلواؤں گا ہکذا ذکر ابن سماعہ عن محمدؒ جاننا چاہئے کہ قاضی کا کسی شخص کے کچھ اقرار سے خبر دینا اس سے خالی نہیں کہ یا ایسی چیز سے اقرار کی خبر ہے کہ جس سے رجوع درست ہے مثلاً حد زنا و سرقہ و شراب خواری میں اور ایسی وجوہ میں بالاجماع قاضی کا قول مقبول نہ ہوگا اور یا ایسی چیز سے اقرار کی خبر ہے کہ جس سے رجوع نہیں صحیح ہوتا ہے جیسے قصاص اور حد قذف اور باقی حقوق عباد اور ایسی صورتوں میں ظاہر روایات میں اس کا قول مقبول ہوگا اور ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کیا کہ نہیں مقبول ہوگا اور شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ ظاہر روایات میں امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ اور پہلا قول امام محمدؒ کا مذکور ہے اور ابن سماعہ کی روایت میں امام محمدؒ کا پچھلا قول ہے اور ابن سماعہ کے بعض نسخوں میں ہے کہ اس کا قول مقبول نہ ہوگا اور یہ حکم مطلقاً ہے اور بعض نسخوں میں قید کے ساتھ ہے یعنی اس کا قول مقبول نہ ہوگا تاوقتیکہ اس کے

---

[1] شبہ یعنی شبہ کی وجہ سے بالاتفاق حد ساقط کی جاتی ہے تو یہی حکم قضاء ایسا شبہ ضروری ہے جس سے حد ساقط ہوگی یعنی مدعی سے قصاص نہ لیا جائے گا۔

[2] کتاب میں فرمایا کہ اس میں اشارہ ہے کہ فاسق ہو جانے سے خود معزول نہیں ہوتا جب تک معزول نہ کیا جائے۔ یہ مسئلہ شعر ہے کہ عادل ہونا قاضی کی شرط نہیں ہے۔

ساتھ دوسرا گواہ عادل نہ ہو اور یہی نسخہ صحیح ہے اور ہمارے زمانہ میں بہت سے مشائخ نے اسی روایت کو اختیار کیا ہے اور بعضے مشائخ نے امام محمدؒ کا اس سے رجوع کرنا ذکر کیا ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی بابت مروی چند صورتوں کا بیان ☆

امام ابو منصور ماتریدی نے اس مسئلہ کی چند صورتیں کی ہیں کہ اگر قاضی عالم و عادل ہو تو اس کا قول مقبول ہوگا اور اگر عادل غیر عالم ہو تو اس سے استفسار کیا جائے گا اگر اس نے اچھی طرح اس کو بیان کیا ہے تو اس کا قول مقبول ہوگا اور اگر فاسق جاہل ہو یا فاسق غیر جاہل ہو تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا مگر اس صورت میں مقبول ہوگا کہ معائن[1] سبب بھی ہو اور بعضے مشائخ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ باوجود جہل یا فسق کے اس کا قول بالکل مقبول نہ ہوگا یہ سب جو مذکور ہوا وہ صورت یہ ہے کہ قاضی اقرار سے ثبوت حق کے ساتھ خبر دے اور اگر گواہی اور دلیل سے ثبوت حق کی خبر دی مثلاً یوں کہا کہ میرے پاس اس کے گواہ قائم ہوئے اور ان کی تعدیل ہوئی اور میں نے ان کی گواہی قبول کی تو یہ قول اس کا مقبول ہوگا اور وہ اس کے موافق حکم کر سکتا ہے اور یہ سب صورتیں اس وقت ہیں کہ جب قاضی نے اپنے قاضی ہونے کی حالت میں خبر دی ہو اور اگر اس نے اپنے معزول ہو جانے کے بعد خبر دی مثلاً یہ صورت واقع ہوئی کہ ایک شخص آیا اور اس نے فی الحال جو قاضی ہو اس کے پاس نالش کی کہ فلاں قاضی معزول نے میرا اس قدر مال فلاں شخص کو لے کر ناحق دلا دیا ہے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے سنے قضا کے زمانہ میں فلاں شخص کو قتل کیا اور بلا حق قصاص تھا اور قاضی معزول نے کہا کہ میں نے کیا ہے اور میں نے اس کے اقرار یا گواہی پر ایسا حکم دیا ہے تو روایۃ ابن سماعہ کے موافق جب اس کا قول قاضی ہونے کی حالت میں مقبول نہ تھا تو معزولی کی حالت میں بدرجہ اولیٰ مقبول نہ ہوگا لیکن روایات ظاہرہ کے موافق مسئلہ کی دو صورتیں ہیں کہ اگر وہ مال معین جس میں دعویٰ ہے قائم ہو یا تلف ہو گیا ہو اور ان دونوں صورتوں میں قاضی پر ضمان نہیں ہے اور اسی طرح اگر قاضی معزول نے کہا کہ تجھ پر میں نے فلاں شخص کے ہزار درہم کا حکم دیا اور تجھ سے لے کر اس کو دے دیئے اور یہ جب میں قاضی تھا واقع ہوا اور اس شخص نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد معزولی کے تو نے ظلم کی راہ سے لئے تو روایات ظاہرہ کے موافق قاضی کا قول معتبر ہوگا اور اس میں تفصیل ہے کہ آیا یہ چیز معین اس شخص سے جس کے قبضہ میں ہے لی جائے گی یا نہیں پس اگر وہ چیز بعینہٖ قائم ہے اور صاحب قبضہ کہتا ہے کہ یہ چیز اصل میں میری ہے میں نے اس شخص سے نہیں لی ہے اور نہ قاضی معزول نے میرے لئے اس کا فیصلہ کیا ہے تو اس کے قبضہ سے نہ لی جائے گی اور اگر وہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری اس لئے ہے کہ قاضی معزول نے میرے حق میں اس کو لے لینے کا اس شخص سے حکم دیا ہے جب قاضی تھا تو وہ شے اس سے لے لی جائیں اور مقضی علیہ کو دے دی جائیں گی ادب القاضی میں لکھا ہے کہ قاضی کو جائز ہے کہ یتیموں کا مال قرض دے اور یہ ہمارا مذہب ہے کذا فی المحیط اور واجب ہے کہ ثقہ لوگوں کو قرض دے اور ثقاہت کے واسطے دو چیزیں شرط ہیں ایک تو تونگری اور لوگوں کے معاملہ سے اچھی طرح صاف ہو جانا اور یہ کہ جھگڑالو نہ ہو اور بعضے مشائخ نے ایک تیسری شرط لگائی کہ وہ شہر کا رہنے والا ہو اور اس کے رہنے کا مکان ہو اور مسافر نہ ہو کہ حجرہ میں رہتا ہو اگرچہ اس کے پاس مال بہت ہو اور کتاب الاقضیہ میں مذکور ہے کہ قاضی اس وقت قرض دینے کا اختیار رکھتا ہے کہ جب ایسی چیزیں دستیاب نہ ہوں جس سے یتیم کے حق میں کمائی حاصل ہو اور اگر ایسی چیزیں دستیاب ہوئیں اور ان کی خریداری ممکن ہوئی تو قرض نہیں دے سکتا ہے بلکہ خریداری متعین ہوگی اور ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے اور اسی طرح اگر کوئی ایسا شخص ملا کہ جس کے پاس اس کا مال مضاربت کے طور پر دیا جائے تب بھی قرض نہ دے اور ہشام نے ذکر کیا ہے کہ ہم لوگوں نے امام محمدؒ کے پاس یہ ذکر کیا کہ اگر قاضی کے پاس بہت سا مال یتیموں کا جمع ہو گیا تو قاضی کو ضمانت میں دینا افضل ہے یا

---

[1] معائن یعنی سبب حکم خود معائنہ کیا ہے یا سبب بالفعل معائنہ ہو۔

ودیعت رکھنا افضل ہے تو انہوں نے ہم کو خبر دی کہ امام ابوحنیفہؒ اور ابن ابی لیلیٰ اور ابو یوسفؒ کی یہ رائے تھی کہ ضمانت میں سپرد کرے اور ایسا ہی امام محمدؒ کا قول ہے کہ جب اس نے ضمانت میں دیا تو زندگی اور موت دونوں میں ادا ہو سکتا ہے کذا فی الذخیرہ۔ قاضی کو جائز نہیں ہے کہ اپنے واسطے قرض لے اور فتاویٰ عتابیہ میں ہے اور نہ اپنے واسطے خریدے اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ اگر اس میں بہتری ہو تو جائز ہے اور منتقی میں ہے کہ اگر کسی قاضی نے یتیم کا مال خود فروخت کیا یا ودیعت میں دیا یا اس کی دانستگی میں اس کے امین نے کسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر یہ قاضی مر گیا اور بجائے اس کے دوسرا مقرر ہوا اور اس کے سامنے چند لوگوں نے گواہی دی کہ ہم نے پہلے قاضی کو کہتے سنا کہ میں نے فلاں یتیم کا مال فلاں شخص کے پاس ودیعت رکھا یا فلاں شخص کے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا ہے اور وہ فلاں شخص اس سے انکار کرتا ہے تو دوسرا قاضی اس گواہی کو مقبول کرے گا اور مشتری یا مستودع کو ماخوذ کرے گا اگرچہ پہلے قاضی نے اس حکم پر ان کو گواہ نہ کر ہو مختصر خواہرزادہ میں ہے کہ اگر قاضی نے یتیم کا مال کسی تاجر کو دیا اور اس نے انکار کیا تو مال کا حکم اس پر جاری کر دے اور قاضی کی اس پر تصدیق کی جائے گی اور اسی طرح اگر مال میت کسی کے ہاتھ فروخت کیا اور اس نے انکار کیا تو قضاء اس پر بیع پوری کر دے۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ مال غائب کے قرض دینے کا قاضی ولی ہے ☆

اگر قاضی نے یتیم یا غائب کا مال اپنے قبضہ میں لے کر اپنے گھر میں کہیں رکھ دیا اور اب اس کو نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کہاں رکھا تو قاضی اس کا ضامن ہے اور اگر اس کو معلوم ہے کہ میں نے چند لوگوں کو دے دیا ہے اور یہ نہیں جانتا ہے کہ کن کو دیا ہے تو ضامن نہیں ہے اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ میں نے کسی ولی کو یتیم کے اولیاء میں سے دے دیا ہے اور نہیں جانتا کہ کس کو دیا ہے تو بھی ضامن نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ ہم نے قاضی کو کہتے سنا کہ میں نے یتیم کا مال فلاں شخص کے پاس ودیعت رکھا یا اس کے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا تو قاضی اس سے مواخذہ کرے اور اگر اس نے جس کے پاس ودیعت تھی دعویٰ کیا کہ میں نے ودیعت واپس کر دی اور قاضی نے انکار کیا تو اس پر قسم نہ آئے گی اور اسی طرح بیع کی صورت میں اگر مشتری نے عیب کی وجہ سے مبیع کو واپس کرنا چاہا اور قاضی نے ہر عیب سے برات کر لینے کا دعویٰ کیا تو بلا قسم اس کی تصدیق کی جائے گی اگر نابالغ بالغ ہو گیا اور قاضی نے جو کچھ فروخت کیا تھا اس کا ثمن اس کو دے دیا تو جائز ہے اور یہی حکم اس کے امین کا ہے بخلاف وکیل کے کہ حقوق[1] اس کی طرف راجع ہوتے ہیں اور اگر باپ یا وصی نے فروخت کیا اور یتیم کے بالغ ہونے کے بعد قاضی کو یا اس کو ثمن دے دیا تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے قنیہ میں ہے کہ اگر قاضی نے صغیر کا مال اپنے مال میں ملا دیا تو ضامن نہیں ہے اور قاضی کو اختیار ہے کہ اگر صغیر کا باپ مسرف[2] ہو تو اس کا مال اس سے لے کر کسی عادل کے پاس رکھ دے حتیٰ کہ وہ لڑکا بالغ ہو جائے شرح ابوالمکارم میں ہے ذخیرہ میں ہے کہ قاضی کو لقطہ[3] قرض دینا اسی لقطہ پانے والے کو جائز اور قاضی کو اس کی ولایت حاصل ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ مال غائب کے قرض دینے کا قاضی ولی ہے اور اگر غائب کے مال تلف ہو جانے کا خوف ہو تو اس کے فروخت کرنے کا بھی ولی ہے بشرطیکہ اس کی جگہ نہ معلوم ہو کہ غائب کہاں ہے اور اگر معلوم ہو تو جائز نہیں ہے اور جامع الفتاویٰ میں ہے۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ قاضی مفقود کا غلام اور مال منقول فروخت کرے اور اس کا عقار فروخت کرنا نہ چاہئے اور اگر فروخت کیا تو جائز ہے اور قاضی نے اگر یتیم کا مال جو پانچ ہزار کے انداز کا تھا ایک ہزار میں فروخت کیا اور وارثوں نے بڑے ہو کر دوسرے قاضی

[1] حقوق یعنی خرید و فروخت کے حقوق کا وکیل ضامن ہے بخلاف قاضی و امین کے۔ [2] مسرف فضول خرچ۔ [3] لقطہ وہ مال جو کسی نے پڑا پایا ہے پس جب کوئی لینے والا نہ آیا تو اس کو محفوظ رکھے لیکن اس سے بہتر ہے کہ جس نے پایا ہے اس کو قرض دے دے تاکہ وہ ضامن رہے۔

کے سامنے مقدمہ پیش کیا اور دلیل و گواہ قائم کئے تو بیع فسخ کر دے گا اور اگر اس نے فسخ کر دی اور پہلے قاضی نے لکھا کہ فروخت کے دن اس کی قیمت ایک ہزار تھی تو بعد فسخ کے معتبر نہیں ہے اور اگر فسخ سے پہلے ہو اور وہ بھی قاضی ہو تو یہ تحریر مقبول اور پھر یتیموں کے گواہوں کی گواہی مقبول نہ ہو گی اور ناصری میں ہے کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اس کا کوئی وارث نہیں معلوم ہوتا ہے اور قاضی نے اس کا گھر فروخت کر دیا تو جائز ہے پھر اگر کوئی وارث پیدا ہوا تو بیع پوری رہے گی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر کسی دار کے فروخت کرنے کے واسطے قاضی[1] نے کسی کو وکیل کیا تو اس کے یا اس کے باپ یا دادا کی توکیل کا حکم نہ دے گا اور اسی طرح ہر شخص کی جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں ہے توکیل جائز نہیں ہے اور حکم قضا اپنے لئے یا اپنے اوپر جائز نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے منتقی میں ہے کہ قاضی کا طریقہ یہ ہے کہ جھگڑنے[2] کا رخ صلح کی طرف پھیر دے جب کہ اس کو وجہ حکم قضا واضح نہ ہو اور اگر واضح ہو تو شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ حکم قضا جاری کرے اور صلح کی طرف نہ پھیرے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اگر صلح کی طمع ہو اور جہتہ قضا بھی واضح ہو تا ہم ان کو صلح کی طرف پھیر دے اور جب تک باہمی صلح سے مایوس نہ ہو حکم قضا فاری نہ کرے اور آخر ادب القاضی میں ہے کہ اگر قاضی کو صلح کی طمع ہو تو کچھ ڈر نہیں کہ ان کو صلح کی طرف پھیر دے اور حکم نافذ نہ کرے اور یہ نہ چاہئے کہ دو مرتبہ سے زیادہ وہ صلح کی طرف پھیرے اور اگر صلح کی طمع نہ ہو تو قضا ان پر نافذ کرے اگر بدوں صلح کی طرف واپس کرنے کے اس نے حکم قضا نافذ کر دیا حالانکہ صلح کی امید تھی تو بھی اس کو گنجائش ہے فتاویٰ نسفی میں ہے کہ اگر قاضی خود ہی تقسیم کرنے کا متولی ہے تو اس کو اجرت لینا حلال ہے اور کل نکاح جن کا پڑھنا اس پر واجب تھا جیسے نابالغ بچوں یا لڑکیوں کا تو اس کی اجرت لینا اس پر حلال نہیں ہے اور جس نکاح کا پڑھنا اس پر واجب نہ تھا اس کی اجرت لینا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی بابت اُجرت میں اختلاف اور حصوں کا بیان ☆

مسئلہ مذکورہ میں اُجرت میں اختلاف ہے اور فتویٰ کے واسطے یہ مختار ہے کہ اگر بکر کا نکاح کرے تو ایک دینار اور اگر ثیبہ ہو تو آدھا دینار لے اور یہ اس کو حلال ہے ایسا ہی مشائخ نے ذکر کیا ہے یہ برجندی میں ہے اگر اس نے یتیم کی مصلحت کے واسطے اس کے مال فروخت کرنے کا حکم دیا تو بسبب اس حکم دینے کے اس کو روا نہیں کہ یتیم کے مال سے اس کی اجرت لے اور اگر اس نے اجرت لی اور بیع کی اجازت دی تو بیع نافذ نہ ہو گی ایک مسافر کسی شہر میں مر گیا اور اس نے بہت سا مال چھوڑا تو قاضی کو چاہئے کہ اتنے دنوں تک انتظار کرے کہ اس کے دل میں یہ بات پیدا ہو کہ اگر اس کا کوئی وارث ہوتا تو اتنی مدت تک خبر لیتا اور حاضر ہوتا پھر جب اس قدر انتظار کیا اور اس کا کوئی وارث نہ آیا تو اس کو بیت المال میں رکھ دے اور نفقہ یتیموں وغیرہ میں صرف کرے اور اگر ایسے مصارف میں صرف کرنے کے بعد اس کا کوئی وارث حاضر ہوا تو اس کا حق بیت المال سے ادا کرے اصل میں لکھا ہے کہ اگر قاضی کے دل میں گواہوں کی طرف سے شک پڑ جائے تو ان کو الگ الگ کر دے اور سوا اس کے کچھ نہیں کر سکتا ہے اور ان سے یہ بھی دریافت کرے کہ یہ کہاں تھا یا وہ کب تھا اور یہ سوال بطور احتیاط کے ہے اگرچہ گواہوں پر واجب نہیں ہے پھر جب اس کو جدا کیا اور اس میں انہوں نے ایسا اختلاف کیا کہ جس سے شہادت فاسد ہوتی ہے تو گواہی رد کر دے اور اگر ایسا اختلاف نہیں کیا تو رد نہ کرے اور اگر ان کو متہم رکھتا ہے تو مجرد تہمت سے گواہی رد نہ ہو گی نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ تہمت کی صورت میں الگ کر دیئے جائیں گے اور ایسے اختلاف کی طرف التفات نہ کیا جائے گا کہ ان کا لباس کیا تھا یا ان کے ساتھ مردوں یا عورتوں

[1] یعنی قاضی نے اپنے کسی دار وغیرہ کے فروخت وغیرہ کا وکیل کیا تو وکیل کرنے کی بابت اس کا حکم قضاء معتبر نہیں ہے۔ [2] یعنی اگر ٹھکانا بتلانے میں گواہ اختلاف کریں تو گواہی مردود ہو گی۔

میں سے کون کون تھا اور جگہ کے اختلاف میں بھی ایسا ہی ہے بشرطیکہ یہ شہادت قولی ہو اور اگر یہ گواہی فعلی ہو تو جگہ کا اختلاف گواہی میں معتبر ہوگا امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر گواہوں کی طرف سے میرے دل میں شک ہو اور مجھے گمان ہو کہ یہ جھوٹے گواہ ہیں تو میں ان کو الگ الگ کر کے ان سے جگہ اور لباس اور ان کے ساتھ کون کون تھا سب دریافت کروں گا اگر انہوں نے اس میں اختلاف کیا تو میرے نزدیک گواہی میں اختلاف ہے میں اتنے پر شہادت رد کردوں گا کذا فی المحیط۔

باب : ⑯

قاضی معزول کی کچہری سے محضروں پر قبضہ کرنے کے بیان میں

قدیمی سے جدید سوال کرے یعنی جو شخص قضا پر مقرر ہوا اور اوّل اوّل یہ کام کرے کہ قاضی معزول سے دیوان طلب کرے اور قیدیوں کے حال کو دیکھے اور قید خانہ میں کسی کو بھیج کر قیدیوں کے نام و تعداد اخبار[۱] منگوائے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے نیا قاضی دو ثقہ آدمیوں کو اور ایک کافی ہے بھیج کر قاضی معزول کے دیوان پر قبضہ کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور دیوان قاضی سے وہ خریطہ مراد ہے کہ جس میں دست آویز اور محضر اور دمیوں کی تقرری اور قیام[۲] کی تقرری اور نفقات کی مقدار وغیرہ ہوتی ہیں یہ محیط میں لکھا ہے پھر جب دونوں ثقہ نے قبضہ کیا تو قبالہ و چک و محضر و فرمان تقرری و عیساء و قوام وغیرہ ہر ایک قسم کے کاغذات چھانٹ کر علیحدہ علیحدہ خریطوں میں رکھیں اور تھوڑا تھوڑا کر کے قاضی معزول سے دریافت کرلیں تا کہ جو اشکال ہو وہ منکشف ہو جائے اور یہ بھی کہ کب اس کا فیصلہ کیا تا کہ کمی و بیشی سے محفوظ رہے اور اگر قاضی معزول حاضر نہ ہوا تو اس پر جبر نہ ہوگا لیکن اپنے دو امیں اس واسطے بھیج دے کہ قاضی جدید کے دو امینوں کو دیوان سپرد کردیں اور جدید قاضی کے امین معزول کے امینوں سے سب مشکلات حل کرلیں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور داوین پر قبضہ کرنے کے ساتھ دو لعینین اور یتیموں کا مال بھی قبضہ میں لا دیں اور یہ جدید قاضی کے پاس رہے گا اور قیدیوں کے نام بھی سمجھ لیں اور جب قاضی نے کسی کو کسی حق میں قید کیا تو چاہئے کہ اس کا نام اور اس کے باپ دادا کا نام فہرست میں لکھ لے اور وجہ قید بھی لکھے اور تاریخ قید بھی لکھے اور قاضی کو چاہئے کہ اپنے تذکرہ میں وہ تاریخ لکھے کہ جس وقت سے قاضی معزول نے اس کو قید کیا ہے نہ اپنی تقرری کے وقت سے اور یہی دونوں شخص قاضی معزول سے قیدیوں اور اسباب قید کو دریافت کریں گے اور قیدیوں سے بھی قید کا سبب دریافت کریں گے اور ان کے خصوم کو ان کے ساتھ جمع کریں گے اور اگر قیدیوں میں ایک جماعت ایسی ہو کہ جن کا کوئی خصم نہ آیا اور انہوں نے کہا کہ ہم ناحق قید ہوئے ہیں قاضی مقرر شدہ ان کو رہا نہ کرے گا بلکہ منادی کرادے گا کہ فلاں فلاں شخص مقید پائے گئے پس جس کا کچھ حق ان پر ہو وہ حاضر ہو پس اگر کوئی حاضر ہوا تو بطور فیصلہ کے فیصلہ ہوگا ورنہ ان کو کفیل لے کر رہا کرے گا اور اس کی مدت کہ منادی کتنے دن میں اور رہائی کتنے دن میں قاضی کی رائے پر موقوف ہے بعضوں نے کہا کفیل لے کر رہائی صاحبینؒ کی رائے پر ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک کفیل نہیں ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ اس جگہ کفیل لینا سب کا قول ہے کذا فی المحیط اور صحیح یہ ہے کہ یہاں کفیل لے کر چھوڑنا بالاتفاق ہے یہ عتابیہ میں لکھا ہے۔

قید کی چند اقسام: قسم اوّل و دوم کا بیان ☆

جاننا چاہئے کہ قید کی چند قسمیں ہیں ایک حبس بالدین یعنی قرضہ کے عوض قید ہونا اور اس کی چند صورتیں ہیں اگر قیدی نے کہا

[۱] اخبار یعنی کیا حال ہے اور ہر شخص کیوں قید ہے۔ [۲] قیام جمع قیم وہ لوگ جو وقف پر متولی مقرر ہوتے ہیں۔

کہ میں قرضہ کے عوض قید ہوں کہ میں نے قاضی معزول کے سامنے فلاں شخص کے قرضہ کا اقرار کیا تھا تو قاضی جدید اس کو اور اس کے خصم کو جمع کرے گا پس اگر اس نے تصدیق کی تو اس کے خصم کی درخواست سے پھر اس کو قید کر دے گا اور اگر قیدی نے قرضہ سے انکار کیا کہ یہ شخص ناحق مجھ پر دعویٰ کرتا ہے اور میں ظلم سے قید ہوا ہوں اور اس کا خصم کہتا ہے کہ اس پر میرا حق ہے اور انصاف سے قید ہوا ہے تو قاضی اس کے مخاصم سے دوبارہ گواہی طلب کرے گا پس اگر قاضی نے گواہوں کو عادل جانا تو اس کو قید رکھے گا اور اگر عادل نہ جانا تو اس کے نفس کا کفیل لے کر رہا کرے گا اور اگر کسی قیدی نے کہا کہ میں فلاں شخص کے قرضہ میں قید ہوں تو[1] اس کو حکم دے کہ مجھ سے کفیل لے کر رہا کرے تو قاضی اس کے خصم کو حاضر کرے گا اگر اس نے حاضر ہو کر محبوس کے اقرار کی تصدیق کی اور قاضی اس مقرلہ کو نام و نسب سے پہچانتا ہے یا نہیں اور گواہوں نے اس کی گواہی دی یا نہیں سب صورتوں میں قاضی قیدی کو حکم دے گا کہ مال ادا کرے اور رہا نہ کرے گا اور ایک منادی کو حکم دے گا کہ وہ بطور مذکور ندا کرے پس اگر اس کا دوسرا مدعی کوئی شخص حاضر نہ ہو تو سب صورتوں میں رہا کرے گا اور خصافؒ نے کفیل لینا پہلی اور دوسری صورت میں ذکر نہیں کیا اور تیسری صورت میں ذکر کیا ہے اور بعضے مشائخ نے کفیل سب صورتوں میں ذکر کیا ہے اور اگر محبوس مال نہ لایا لیکن مقرلہ نے کہا کہ میں مہلت دیتا ہوں تو اس کو رہا کر دے تو قاضی اس کو بدوں احتیاط کرنے منادی کے اور کفیل لینے کے رہا نہ کرے گا اور اگر اس نے کہا کہ میرا کفیل نہیں ہے یا مجھ پر کفیل دینا واجب نہیں ہے اس واسطے کہ میرا کوئی مدعی نہیں ہے کہ جو کفیل طلب کرتا ہو تو قاضی چھوڑنے میں جلدی نہ کرے بلکہ آہستگی کے ساتھ اس کی منادی کرائے پھر اگر کوئی مدعی نہ پیدا ہوا تو رہا کر دے دوسری قسم قید کی یہ ہے کہ خالص حق العباد کی عقوبت میں قید ہو مثلاً قصاص۔ اگر قیدی نے کہا کہ میں اس وجہ سے قید ہوں کہ میں نے فلاں شخص کے لئے قصاص کا اقرار کیا ہے اور قاضی نے اس کو اور اس کے مدعی کو جمع کیا اور اس نے اس اقرار کی تصدیق کی تو اس کی دو صورتیں ہیں یا قصاص نفس ہوگا یا قصاص عضو۔ پس اگر قصاص نفس ہو تو قاضی بلا تاخیر اس کو قید خانہ سے باہر نکالے اور اس کے مدعی کو اپنا بدلا لے لینے کا حکم دے اور اگر قصاص عضو ہو تو بھی نکال کر بدلا دلوا دے لیکن اس کی رہائی میں جلدی نہ کرے کیونکہ شاید کسی دوسرے کا اس پر حق نفس ہو کہ اس نے اس مدعی کے واسطے قصاص عضو کا اقرار کر کے اپنی جان بچائی ہو۔

تیسری قسم ☆

تیسری قسم کی قید جو خالص عقوبت الٰہی میں قید ہو جیسے زنا یا چوری یا شراب خواری کی وجہ سے اگر قیدی نے کہا کہ میں اس واسطے قید ہوں کہ میں نے قاضی معزول کے سامنے چار بار چار مجلسوں میں زنا کا اقرار کیا پس مجھ کو حد مارنے کے واسطے قید کیا ہے پس جدید قاضی اس اقرار پر اس کو حد نہ مارے گا اور اگر چار مجلسوں میں چار مرتبہ اس نے اس کے سامنے بھی اقرار کیا تو حد مارے گا خواہ دیر گزر گئی ہو یا نہ گزری ہو پس اگر محصن تھا تو اس کو رجم کرے گا ورنہ درہ لگائے گا اور اس کی رہائی میں جلدی نہ کرے گا شاید کوئی اس کے نفس کا مدعی آئے اور اگر اس نے اپنے اقرار سے رجوع کر لیا تو رجوع صحیح ہے جیسے قاضی اول کے سامنے صحیح تھا لیکن قاضی اس کے رہا کرنے میں جلدی نہ کرے اور اگر اس نے کہا کہ میرے اوپر زنا کرنے کے گواہ قائم ہوئے تھے اس لئے حد مارنے کے واسطے قاضی معزول نے مجھے قید کیا تھا تو وہ گواہ جو قاضی معزول کے سامنے قائم ہوئے تھے اس قاضی کے لئے معتبر نہ ہوں گے پس حد نہ مارے گا اور اگر اس قاضی کے سامنے بھی اس کے زنا کے گواہ قائم ہوئے تو بھی اگر دیر گزری تو حد نہ مارے گا اور اس کی رہائی میں جلدی نہ کرے گا اور بعد اس کے کفیل لے کر رہا کرے گا اور اگر بعض قیدیوں نے کہا کہ میں نے شراب پینے کا اقرار کیا تھا یا مجھ پر شراب خواری

---

[1] قولہ تو اس کو یعنی قاضی سے درخواست کی کہ آپ قرض خواہ کو حکم دیجئے کہ وہ مجھ سے کفیل......

کے گواہ قائم ہوئے تھے اور مجھے حد مارنے کے واسطے قاضی معزول نے قید کیا ہے تو امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ قاضی اس پر حد نہ مارے گا اگر قیدی نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے مال کی چوری کا اقرار کیا یا گواہ قائم ہوئے تھے اس واسطے قید ہوں تو یہ قاضی اس اقرار یا گواہی پر ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دے گا اور اس کو اس کے خصم کو جمع کرے گا لیکن اگر اس قاضی کے سامنے بھی اس نے اقرار کیا تو اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے گا خواہ اس معاملے کو دیر گزری ہو یا نہ گزری ہو اور اس کی رہائی میں جلدی نہ کرے گا اور اگر دوبارہ اس پر گواہ قائم ہوئے تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دے گا بشرطیکہ دیر گزر گئی ہو پس حد زنا اور حد قسرقہ اس حکم میں یکساں ہیں۔

چوتھی قسم ☆

چوتھی قسم کی قید بسبب ایسی عقوبت کے جس میں حق اللہ تعالیٰ وحق العباد ہے اور وہ حد قذف ہے اگ قیدی نے کہا کہ میں اس وجہ سے قید ہوں کہ میں نے اس شخص کو زنا کی تہمت لگائی تھی اور اس شخص نے اس کے اقرار کی تصدیق کی تو یہ قاضی اس کو حد قذف کی پوری سزا دے گا اور اس کی رہائی میں جلدی نہ کرے گا اور اگر اس نے اقرار سے رجوع کیا تو صحیح نہیں ہے بخلاف ان حدود کے جن میں خالص اللہ تعالیٰ کا حق متعلق ہے کہ ان میں اقرار سے رجوع صحیح ہے اگر قاضی معزول نے کہا کہ فلاں شخص کے قبضہ میں میں نے اس قدر مال فلاں بن فلاں کا دے دیا ہے پس اگر قابض مال نے اس سب کی تصدیق کی تو حکم دیا جائے گا کہ مقرلہ کو دے دے اور یہ ظاہر ہے اور اگر اس نے کہا کہ مجھے فلاں قاضی معزول نے اس قدر مال دیا ہے مگر میں نہیں جانتا ہوں کہ کس کا ہے تو اس صورت میں بھی مقرلہ کو دلایا جائے گا اور اگر مال کے قابض نے قاضی معزول کی سب باتوں میں تکذیب کی تو اسی کا قول معتبر ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہے اور اگر مال کے قابض نے کہا کہ مجھے قاضی معزول نے اس قدر مال دیا ہے اور وہ فلاں شخص کا ہے سوائے اس شخص کے جس کا قاضی نے نام لیا تھا اقرار کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہی جو مذکور ہوئی اور اس میں اسی شخص کو دلایا جائے گا جس کا قاضی نے اقرار کیا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ یوں کہا کہ جو مال میرے قبضہ میں ہے وہ فلاں شخص کا ہے سوائے اس کے ایک شخص نے دوسرے کا نام لیا جس کا قاضی نے اقرار کیا تھا تو قاضی معزول کو دے دے اور وہ اس شخص کو دے جس کے لئے قابض نے اقرار کیا ہے پس اگر پہلے شخص کو بدوں حکم قضاء دے دیا تو دوسرے کے لئے ضامن ہوگا اور اگر بحکم قضاء دے دیا تو بھی امام محمدؒ کے نزدیک ایسا ہی ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا اگر قاضی معزول نے کہا کہ فلاں شخص کے پاس ہزار درہم فلاں یتیم کے ہیں کہ اس کو اس کے باپ کے ترکہ میں سے پہنچے تھے اور اس قابض نے اس کی تصدیق کی پس اگر کسی شخص نے وارثان میت سے اس میں دعویٰ نہ کیا تو یہ درہم یتیم کے ہوں گے اور اگر باقی وارثوں نے کہا کہ ہم میں سے کسی نے ترکہ میں سے اپنا حق نہیں پایا ہے تو یہ مال تمام وارثوں میں مشترک ہوگا اور منجملہ ان کے یتیم بھی ہوگا لیکن جدید قاضی کو چاہئے کہ بنظر یتیم باقی وارثوں سے قسم لے کہ واللہ تم نے اپنے والد فلاں شخص کے ترکہ سے اپنا حق نہیں پایا ہے اور اگر قاضی معزول نے کہا کہ یہ ہزار درہم فلاں یتیم کے ہیں اور یہ نہ بیان کیا کہ اس کے باپ کے ترکہ میں سے پہنچے ہیں اور باقی وارثوں نے دعویٰ کیا کہ یہ ان کے باپ کے ترکہ میں ہیں اور ہم لوگوں نے اپنا حق نہیں پایا ہے تو یہ مال یتیم کا ہوگا کیونکہ قاضی معزول نے ملک یتیم کا اقرار کیا ہے اور میراث کا اقرار نہیں کیا ہے تا کہ وارثوں کا حق ثابت ہو پس بلا حجت و دلیل ان وارثوں کا حق ثابت نہ ہوگا اگر موافق ایک تحریر کے یہ مال کسی شخص پر تھا اور قاضی نے نوشتہ میں سبب اس کا لکھ دیا تھا اور گواہی کرا دی تھی کہ یہ فلاں یتیم کا ہے اور اس کو اس کے فلاں والد کے ترکہ میں پہنچا ہے اور باقی وارثوں نے اپنا حق لے لیا ہے پس واضح ہو کہ مجرد تحریر حجت نہیں ہے اور اسی طرح قاضی کا قول کہ باقی وارثوں نے اپنا حق لے لیا ہے حجت نہیں ہے اور حجت یہاں

صرف اس طرح ہے کہ کچھ گواہ گواہی دیں کہ قاضی نے ان وارثوں کے اپنا تمام حق لے لیعنی پر گواہ کیا تھا یا اس امر کے گواہ ہوں کہ ان لوگوں نے اپنا تمام حق پا لینے پر اقرار کیا ہے پس ایسے گواہ ہیں اور انہوں نے گواہی دی تو مال یتیم کا ہوگا ورنہ وہ بھی مثل باقی وارثوں کے ہوگا اگر قاضی معزول نے بیان کیا کہ میرے نزدیک یہ بات گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوگئی تھی کہ فلاں شخص نے اپنی اس قدر زمین اس طور پر وقف کی ہے اور میں نے اس کا حکم دے دیا اور فلاں شخص کے قبضہ میں رکھی اور اس کو حکم دے دیا کہ اس کا محصول و آمدنی وقف کی شرطوں کے موافق صرف کرے اور قابض نے اس کی تصدیق کی پس اگر وقف کرنے والے کے وارثوں نے اس کا اقرار کیا تو قاضی مقرر شدہ اس کو نافذ کرے گا اور اگر وارثوں نے وقف سے انکار کیا اور ان پر گواہ قائم نہ ہوئے تو وارثوں کے درمیان میراث ہوگی لیکن وارثوں سے ان کے علم پر قسم لی جائے گی کہ ان کے مورث کا وقف کرنا ان کو نہیں معلوم ہے پس اگر انہوں نے قسم کھا لی تو میراث ہے اور اگر انکار کیا تو قاضی اس کے وقف ہونے کا حکم دے دے گا اور اگر وقف ہونے پر گواہ قائم ہوں تو وقف ہونے کا حکم دے دے گا چنانچہ وقف کرنے والے کی زندگی میں بھی یہی حکم تھا۔

ماحصل اور مالِ وقف کی آمدنی میں کس کا قول قبول کیا جائے گا؟

اگر قاضی معزول نے یہ نہ کہا کہ اس نے فلاں شخص پر وقف کیا ہے بلکہ کہا کہ ارباب[1] پر یا مسجد پر یا کسی اور وجہ خیر کا نام لیا کہ اس پر وقف کیا ہے تو مقرر شدہ قاضی اس کو نافذ کر دے گا اور اس کی تفصیل دریافت نہ کرے گا اور ہر جگہ جہاں استفسار کرنا متعذر ہو قاضی مقرر شدہ اجمال پر کفایت کرے گا اور تفصیل دریافت نہ کرے گا اور قاضی کو چاہئے کہ امینوں سے ہر ششماہی یا سال میں یتیموں کی آمدنی اور مال کا حساب لیا کرے تاکہ معلوم ہو کہ امین نے امانت کو ادا کیا ہے یا خیانت کی ہے اگر اس نے امانت داری کی تو مقرر رکھے اور اگر خیانت کی تو موقوف کر کے اس جگہ دوسرا مقرر کرے اور اسی طرح وقف املاک کے قوام[2] سے بھی حساب کرے اور ماحصل اور مال وقف کی آمدنی میں انہیں کا قول قبول کرے اور وصی اور قیم اس باب میں یکساں ہیں اور اصل یہ ہے کہ شرع میں سے مقبوضہ کی مقدار بیان کرنے میں یا یتیم کے نفقہ کی مقدار یا زمین وقف کے مصرف اور مونت کی مقدار بیان کرنے میں قابض کا قول معتبر ہوتا ہے لیکن اگر وصی ہو تو محتمل میں اس کا قول مقبول ہے اور غیر محتمل میں مقبول نہیں ہے ہکذا ذکر الخصاف اور وصی اور قیم میں فرق ہے وصی وہ ہے جس کی طرف حفظ اور تصرف سپرد ہے اور قیم وہ ہے جس کو حفاظت سپرد ہے اور تصرف سپرد نہیں ہے اور جب یہ فرق معلوم ہوگیا تو جاننا چاہئے کہ اگر وصی نے انفاق کا دعویٰ کیا تو اپنے ماتحت چیز کے تصرف کا دعویٰ کیا تو اس کا قول محتمل میں قبول ہوگا اور اگر قیم نے ایسا ہی دعویٰ کیا تو اس نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اس کے تحت ولایت نہیں ہے پس اس کا قول مقبول نہ ہوگا اور اکثر مشائخ نے ایسی چیزوں میں جن سے زمین کے واسطے چارہ نہیں ہے اور ضروری میں وصی اور قیم کو یکساں شمار کیا ہے اور کہا کہ ایسی چیزوں میں قیم کا قول مثل وصی کے قبول ہوگا اور اس مسئلہ پر قیاس کیا کہ اگر قیم مسجد یا ایک شخص نے اہل مسجد سے مسجد کے واسطے ضروری چیز خریدی مثلاً بوریہ یا تیل یا چٹائی وغیرہ یا کچھ مسجد کی آمدنی اس کے خادم کو دے دی تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ ان چیزوں کے نہ کرنے سے مسجد میں نقصان تھا پس گویا اس کو دلالۃً اجازت حاصل تھی پس اسی قیاس پر یہاں بھی انہوں نے یہی حکم دیا ہے اور ہمارے زمانہ کے مشائخ نے فرمایا کہ وصی اور قیم میں کچھ فرق نہیں ہے کیونکہ ہمارے زمانہ میں قیم بھی وہ ہے جس کو حفاظت اور تصرف دونوں کا اختیار ہو۔

اگر قاضی نے کسی وصی کو متہم جانا اور جو اس نے یتیم کے نفقہ میں صرف کرنے کا دعویٰ کیا ہے یا وقف کے صرف میں دعویٰ کیا

---

[1] ارباب یعنی اہل وقف و مستحقین۔ [2] قوام جو متولی و قائم و کارپرداز ہے یعنی جو شخص کارپرداز ہے اس سے وقف کا حساب سمجھے اور مصرف کا خرچہ جہاں وقف آمدنی خرچ ہوتی ہے اور مونت جو خرچہ خود وقف پر کیا جاتا ہے مثلاً زمین کی اصلاح ضروری میں خرچ کیا ہے۔

ہے اس میں اس کو شک ہوا تو قاضی اس سے قسم لے گا اگرچہ وہ امین ہو جیسا کہ اس شخص کا حکم ہے جس کے پاس ودیعت ہے اور اس نے ودیعت کے تلف ہو جانے یا واپس کر دینے کا دعویٰ کیا تو اس سے حلف لے گا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ حلف کے واسطے کسی قدر مقدار معلوم کا دعویٰ ہونا چاہئے کیونکہ قسم دعویٰ صحیح پر ہوتی ہے اور مقدار مجہول کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہر حال میں قسم لی جائے گی کیونکہ قاضی یتیم کی نظر سے قسم لیتا ہے اور ایسی احتیاط میں ہر طرح قسم لی جائے گی اگر انہوں نے یہ خبر دی کہ ہم نے زمین کے صرف میں یا یتیم کے نفقہ میں زمین کی آمدنی اور مال میں سے اس قدر صرف کیا ہے اور اس قدر ہمارے پاس باقی ہے پس ان میں سے جو شخص امانت داری میں مشہور ہو تو قاضی اس سے اجمال کو قبول کرے گا اور تفصیل کے واسطے جبر نہ کرے گا اور جو شخص مہتم ہو اس سے اجمال قبول نہ کرے گا اور تفصیل کے واسطے جبر کرے گا اور اس مقام پر جبر کے معنی قید کرنے کے نہیں ہیں صرف یہ ہیں کہ قاضی مقرر شدہ اس کو دو تین دن بلا کر دھمکا دے کہ اس کی تفصیل بیان کرے اور یہ یتیم کے حق میں احتیاط ہے پس اگر بایں ہمہ اس نے تفصیل نہ بیان کی تو قاضی اس کی قسم دینے یا قسم سے باز رہنے پر اکتفا کرے گا اگر وصی نے قاضی مقرر شدہ سے کہا کہ قاضی معزول نے مجھ سے حساب لے لیا ہے تو بدوں گواہی کے اس کو نہ چھوڑے اگر وصی یا قیم نے کہا کہ میں نے اپنا اس قدر ذاتی مال یتیم یا وقف کے صرف میں صرف کیا ہے اور قصد کیا کہ واپس لے تو بلا حجت اس کا قول مقبول نہ ہوگا بخلاف اس کے کہ اس نے مال وقف یا مال یتیم میں سے صرف کرنے کا دعویٰ کیا تو محتمل میں اس کا قول مقبول ہوگا اگر وصی یا قیم نے دعویٰ کیا کہ قاضی معزول نے میرے واسطے اس قدر ماہواری یا اس قدر سالانہ مقرر کیا تھا اور قاضی معزول نے اس کی تصدیق کی یا نہ کی تو مقرر شدہ قاضی اس کو نافذ نہ کرے گا اور اگر اس پر گواہی گزری تو قبول کر کے نافذ کرے گا پھر اگر قاضی کی رائے میں یہ اجرت اس کے کام کے برابر یا کم ہے تو سب کے نافذ ہونے کا حکم دے گا اور اگر اس کے کام سے زیادہ ہو تو بقدر اس کے کام کے دے گا اور باقی کو جو زیادہ ہے باطل کر دے گا اور اگر قیم نے زیادتی کو لے لیا ہو تو حکم دے گا کہ یتیم کو واپس کرے اور اصل میں لکھا ہے کہ مقرر شدہ نے قاضی معزول کے دیوان میں جس قدر گواہیاں یا قضا و اقرار پائے سب بیکار ہیں اور ان پر عمل نہ کرے گا لیکن اگر کسی حکم قضا کے گواہ گزرے کہ اس نے اس کا فیصلہ کر کے نافذ کیا تھا اور وہ اس وقت تک قاضی تھا تو اس کو قبول کرے اور عمل کرے کذا فی المحیط۔

باب : ⑰

ان صورتوں کے بیان میں جن میں جھوٹی گواہی پر فیصلہ واقع ہو گیا اور قاضی کو اس کا علم نہ ہوا

یہ صورت عقد اور فسخ میں واقع ہو سکتی ہے اور اس میں امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے اول قول کے موافق اختلاف ہے قاضی کی قضا عقد و فسخ میں جھوٹے گواہوں کی وجہ سے ظاہراً[1] و باطناً نافذ ہوتی ہے اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے موافق ظاہراً نافذ ہوتی ہے باطن میں نافذ نہیں ہوتی ہے عقود میں اس مسئلہ کی بہت سی صورتیں ہیں از انجملہ ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت انکار کرتی ہے اور اس شخص نے دو جھوٹے گواہ پیش کئے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول کے موافق اس مرد کو اس کے ساتھ وطی کرنا حلال ہے اور عورت کو جائز ہے کہ اس کو اپنے اوپر قابو دے دے اور امام محمدؒ کے نزدیک

---

[1] ظاہراً یعنی جیسے ظاہر میں قاضی و گواہوں سے اس کی بیوی ٹھہری اسی طرح باطن میں بھی عورت کو اس مرد سے اور مرد کو عورت سے وطی حلال ہے۔

اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول آخر کے موافق دونوں کو یہ بات حلال نہیں ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ ابتدائی نکاح اس صورت میں ثابت ہو جائے گا اگر حکم قضا گواہوں کے حضور میں ہو اور بعضے مشائخ نے کہا کہ اس صورت میں حکم قضا کے وقت گواہوں کی حاضری شرط نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی[1] کی معتدہ یا منکوحہ کے حق میں حکم قاضی بسبب جھوٹے گواہوں کے نکاح کا جاری ہو تو نافذ نہ ہوگا یہ نہایہ میں لکھا ہے اور فسخ میں بھی مسئلہ کی بہت صورتیں ہیں از انجملہ ایک عورت نے اپنے شوہر پر تین طلاق کا دعویٰ کیا اور اس پر جھوٹے گواہ قائم کئے اور قاضی نے دونوں میں جدائی کا حکم دے دیا پھر عدت گزرنے کے بعد اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا تو امام ابو حنیفہؒ اور پہلے قول امام ابو یوسفؒ کے موافق پہلے شوہر کو اس کے ساتھ وطی کرنا ظاہراً و باطناً حلال نہیں ہے اور دوسرے شوہر کو ظاہر و باطن اس سے وطی کرنا حلال ہے خواہ اس کو یہ حال معلوم ہو کہ پہلے شوہر نے اس کو طلاق نہیں دی مثلاً دوسرا شوہر ایک گواہ میں سے ہو یا اس کو یہ بات نہ معلوم ہو مثلاً یہ شوہر دوسرا اجنبی محض ہو اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے موافق اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے کہ دوسرا شوہر اگر اس حال سے واقف ہے تو اس کو وطی کرنا حلال نہیں ہے اور اگر نہیں جانتا ہے تو حلال ہے ہکذا ذکر شیخ الاسلام فی کتاب الرجوع اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول میں پہلے شوہر کو اس سے وطی حلال نہیں باوجودیکہ باطناً جدائی نہیں ہوئی اور شیخ الاسلام نے کہا کہ امام ثانی کے دوسرے قول میں باطناً اس سے وطی کرنا پہلے شوہر کو حلال ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جب تک دوسرے شوہر نے اس سے جماع نہیں کیا تب تک حلال ہے اور جب اس نے جماع کر لیا تو پھر حلال نہیں ہے خواہ دوسرے کو حقیقت حال معلوم ہو یا نہ معلوم ہو اور یہ حکم امام محمدؒ کا اس صورت ہے کہ دوسرے شخص کو حقیقت حال معلوم نہیں ہے ظاہر ہے کیونکہ ثانی شخص نے اس سے ایسی حالت میں نکاح کیا ہے کہ وہ دوسرے کی عورت ہے لیکن دوسرے کو نہیں معلوم ہے تو اس کا نکاح امام محمدؒ کے نزدیک فاسد ٹھہرا پس جب دوسرے نے اس سے جماع کیا تو اس پر عدت واجب ہے پس اول شوہر کو وطی نہیں حلال اگرچہ وہ پہلے شوہر کی بیوی ہے جب تک کہ عدت نہ گزرے مگر اس صورت میں مشکل ہے کہ جب دوسرے شخص کو حقیقت حال معلوم ہوئے کیونکہ اس کو معلوم ہوگا کہ دوسرے کی بیوی ہے تو اس کا نکاح باطل ہوگا پس یہ وطی زنا سے واقع ہوگی اور کسی کی منکوحہ اگر زنا کرے تو اس پر عدت نہیں واجب ہوتی ہے اور نہ شوہر پر اس سے وطی کرنا حرام ہوتی ہے اور منجملہ فسخ کی صورتوں کے ایک یہ ہے کہ ایک لڑکی اور ایک لڑکا مقید کر کے دار الحرب سے آئے پھر جب بالغ ہوئے تو آزاد کر دیئے گئے پھر دونوں نے باہم نکاح کیا پھر ایک حربی مسلمان ہو کر آیا اور اس نے گواہ پیش کئے کہ یہ دونوں اس کی اولاد ہیں اور قاضی نے حکم دے کر دونوں کو جدا کر دیا پھر اگر دونوں گواہ اپنی گواہی سے پھر جائیں اور معلوم ہو جائے کہ یہ دونوں گواہ جھوٹے تھے تو شوہر کو اس عورت سے وطی کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ قاضی نے اس پر حرام ہونے کا حکم دیا اور قضا ظاہر و باطن نافذ ہوئی اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک بھی وطی حلال نہیں ہے کیونکہ حقیقت میں گواہوں کے جھوٹے ہونے کا حال اس کو معلوم نہیں ہو سکتا ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی مزید دو صورتوں کا بیان ☆

منجملہ صورت عقد کے یہ ہے کہ جب قاضی نے جھوٹے گواہوں پر بیع ہو جانے کا حکم دے دیا اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دعویٰ مشتری کی طرف سے ہو مثلاً ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ تو نے میرے ہاتھ یہ باندی اتنے کو بیچی تھی اور اس پر جھوٹے گواہ قائم کئے اور قاضی نے وہ باندی مشتری کو دینے کا حکم دے دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی قضا باطن میں نافذ ہو

[1] قولہ کسی کی معتدہ یعنی مثلاً ہندہ اپنے خاوند عمرو کی طلاق یا وفات کی عدت میں ہے یا نکاح میں ہے اور زید نے دو جھوٹے گواہ لا کر اس پر اپنی بیوی ہونا ثابت کیا اور قاضی نے لاعلمی پر حکم دیا تو نافذ نہ ہوگا۔

جائے گی کہ مشتری کو اس سے وطی کرنا حلال ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک باطن میں نافذ ہو گی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ بیع امام اعظمؒ کے نزدیک تفصیل سے ہونا چاہئے یعنی اگر ثمن مذکور قیمت باندی کے برابر یا اس قدر کم ہو کہ جتنا خسارہ لوگ انداز میں اٹھا جاتے ہیں تو اس کا حکم باطن میں نافذ ہو گا اور منتقی میں اسی طرح صراحۃً امام اعظمؒ سے مروی ہے اور اگر اسی قدر کم ہو کہ جتنا خسارہ لوگ نہیں اٹھایا کرتے ہیں تو قضا باطن میں نافذ نہ ہو گی کیونکہ باطن میں نفاذ قضا کا طریقہ امام کے نزدیک اس طرح مصحح ہے کہ قاضی اپنی قضا میں بسبب ولایت تصرف کے اس تصرف کا پیدا کرنے والا ہو جاتا ہے اور بیع میں اس کو ولایت تصرف مثل قیمت یا اس قدر کمی کے ساتھ جتنا لوگ خسارہ برداشت کر لیتے ہیں حاصل ہے اور اس کے سوا نہیں ہے بس تفصیل ضرور ہوئی اور بعض مشائخ نے کہا کہ قضا ہر حال میں نافذ نہ ہو گی کیونکہ بیع اگرچہ غبن کے ساتھ ہو مبادلہ ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ دعویٰ بائع کی طرف سے ہو مثلاً ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ تو نے مجھ سے یہ باندی خریدی ہے اور اس پر جھوٹے گواہ قائم کئے اور قاضی نے اس کا فیصلہ کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری کو باندی سے وطی حلال ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر مشتری نے ترک خصومت پر عزم کر لیا تو وطی حلال[1] ہے اور مشائخ نے عزم کے معنی میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ قلب سے عزم کر لے اور بعضوں نے کہا کہ زبان سے عزم قلبی پر گواہی دے اور فقط قلب کی نیت کافی نہیں ہے اور منجملہ عقد کی صورتوں کے یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہبہ مقبوضہ کا دعویٰ کیا اور اس پر جھوٹے گواہ پیش کر دیئے اور قاضی نے مدعی کے واسطے فیصلہ کر دیا تو امام محمدؒ کے نزدیک ظاہر میں قضا نافذ ہو گی اور باطن میں نہیں حتیٰ کہ اس سے نفع اٹھانا مدعی کو حلال نہیں ہے اور امام اعظمؒ سے دو روایتیں ہیں ایک میں نافذ ہو گی اور دوسری میں نافذ نہ ہو گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک باندی نے اپنے مال پر دعویٰ کیا کہ باندی اس کی بیٹی ہے اور مالک نے اس کا اقرار کیا...... ☆

صدقہ میں دو روایتیں امام اعظمؒ سے آئی ہیں کذانی الکافی اور املاک مرسلہ[2] میں اگر یوں قضا واقع ہو تو بالاجماع باطن میں نافذ نہ ہو گی یہ ذخیرہ میں ہے اور یہ بالاجماع ہے کہ اگر معلوم ہو جائے کہ گواہ غلام یا محدود والقذف کا کفار میں تو قضا ظاہر میں نافذ ہو گی باطن میں نافذ نہ ہو گی اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر اس نے تین طلاق کا اقرار کیا پھر انکار کیا اور قسم کھالی اور اس کے واسطے قاضی نے حکم کر دیا تو اس کو وطی کرنا حلال نہیں ہے کذا[3] فی الخلاصہ۔ نسب کے باب میں جھوٹی گواہی پر قاضی کا حکم بعضوں کے نزدیک موافق اختلاف مذکور ہے کہ اور بعضوں کے نزدیک بلا خلاف باطن میں نافذ ہو گا اور صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک باندی نے اپنے مال پر دعویٰ کیا کہ باندی اس کی بیٹی ہے اور مالک نے اس کا اقرار کیا ہے اور اس پر اس نے جھوٹے گواہ پیش کر دیئے اور قاضی نے یہ حکم دے دیا تو بعضوں نے کہا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اس سے وطی کرنا مالک کو حرام ہے اور امام محمد کے نزدیک حرام نہیں ہے اور بعضوں کے نزدیک بالاتفاق حرام نہیں ہے پس اگر وہ شخص باپ مر گیا اور میراث چھوڑی تو اس کو کھانا حلال ہے اور یہ بلا ذکر خلاف کتاب الرجوع عن الشہادۃ میں لکھا ہے اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ اس میں ویسا ہی اختلاف ہے اور بعضوں نے کہا کہ بلا خلاف اس کا کھانا باندی کو حلال نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس کی میراث کا کھانا عورت کو بلا خلاف حلال ہے اور اگر یہ عورت مر گئی تو امام محمدؒ نے اس مسئلہ کو کتاب الرجوع میں لکھا ہے اور کہا کہ مرد کو اس کی میراث کھانا جائز ہے اور شیخ الاسلام نے کہا کہ یہ جواب سب کے قول پر ہے اس واسطے کہ فی الواقع وہ عورت یا اس کی بیٹی تھی یا باندی تھی پس اگر بیٹی تھی تو بالاجماع بیٹی کی میراث اس کو حلال ہے اور اگر باندی تھی تو باندی کی ملک بالاجماع اس کو حلال ہے امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر شوال میں یہ گواہی دی

[1] یہ اس وقت ہے کہ مدعی نے گواہ دیئے اور اگر نہ دیئے اور مشتری نے قسم کھا کر باندی بائع کو واپس کی پس اگر اس نے ترک خصومت پر عزم کیا تو اس کو باندی سے وطی حلال ہے۔ [2] املاک مرسلہ ایسے املاک جن کی ملکیت کا دعویٰ کسی سبب معین کے ذریعہ سے نہ ہو۔ [3] یعنی زید نے اقرار کیا کہ میں نے اپنی اس بیوی کو تین طلاق دیں پھر انکار کر کے قسم کھالی اور حکم ہو گیا کہ اس کی بیوی ہے تو زید کو اس سے وطی کرنا اور ہندہ کو قابو دینا حلال نہیں ہے۔

کہ اس نے اپنا غلام رمضان میں آزاد کیا ہے اور غلام کی قیمت گواہی کے دن دو ہزار درہم تھی اور رمضان میں اس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی پھر ان گواہوں کی ہنوز تعدیل نہ ہوئی یہاں تک کہ اس کی قیمت تین ہزار درہم ہوگئی پھر ان کی عدالت ثابت ہو کر ان کی گواہی پر فیصلہ کیا گیا پھر ان دونوں نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو غلام کو جس روز قاضی نے آزاد کیا اس روز کی قیمت یعنی تین ہزار درہم کے وہ لوگ ضامن ہوں گے کذا فی الذخیرہ اور فتاویٰ عتابیہ میں ہے اگر قاضی نے ایک باندی کو آزاد کیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو باندی آزاد ہوگئی اور گواہوں میں ہر ایک کو اختیار ہے کہ ایک اس سے نکاح کر لے اور منتقی میں موافق قول صاحبینؒ کے یہ شرط لگائی ہے کہ یہ امر اس کے بعد ہوگا کہ جب دونوں گواہوں سے قاضی قیمت باندی کی دلوا دے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اس نے اس عورت کو ایک طلاق یا تین طلاق کے ساتھ بائن کیا اور زوج نے انکار کیا اور قاضی نے اس کو قسم دلائی اور اس نے قسم کھالی پس اگر عورت کو یہ بات معلوم ہو کہ میرا کہنا درست ہے تو اس کو اس کے ساتھ بسر کرنا جائز نہیں ہے اور نہ وہ مرد اس کی میراث لے یہ نہایہ میں لکھا ہے۔

باب : ⑱

حکم قاضی برخلاف اعتقاد محکوم لہ یا محکوم علیہ کے واقع ہونے کے بیان میں

کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ تو البتہ طالق ہے اور یہ قول اس کے گمان میں ایک طلاق ہے کہ جس میں رجعت درست ہے اور اس نے رجعت کر لی اور اس عورت نے ایسے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا جس کے نزدیک یہ تین طلاق ہیں اس نے دونوں میں جدائی کر دی یا زوج کے نزدیک یہ طلاق ایک طلاق بائنہ تھی کہ اس نے دوبارہ نکاح کر لیا اور عورت نے مرافعہ کیا اور قاضی نے تین طلاق اعتقاد کر کے دونوں میں جدائی کر دی تو یہ قضا ظاہراً و باطناً نافذ ہوگی اور مرد کو اس کے پاس رہنا حلال نہیں ہے اور نہ عورت کو اپنے اوپر قابو دینا حلال ہے اور اگر زوج کی رائے میں یہ تین طلاق تھیں اور قاضی کے نزدیک وہ ایک بائنہ یا ایک رجعیہ تھی اور اسی کے موافق اس نے حکم دیا تو یہ حکم بھی امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک باطن میں نافذ ہوگا حتیٰ کہ اس کو جائز ہوگا کہ عورت سے رجعت یا نکاح کرے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باطن میں نافذ نہ ہوگا اور حاصل یہ ہے کہ اگر مبتلا بالحادثہ[1] عامی شخص ہے کہ جس کی کچھ رائے نہیں ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس حادثہ میں جو قاضی حکم کرے اس کی اتباع کرے خواہ حکم اس کے نفع کے لئے ہو مثلاً حلت کا حکم ہو یا حکم اس کے اوپر ضرر کا ہو مثلاً حرمت کا ہو اور اگر مبتلا بالحدثہ فقیہ صاحب رائے ہو اور قاضی نے اس کے برخلاف رائے حکم دیا ہو مثلاً اس کے اعتقاد میں حلت تھی اور قاضی نے حرمت کا حکم دیا تو بالاختلاف اس پر واجب ہے کہ اس کے حکم کی پیروی کرے اور اپنی رائے کو چھوڑ دے اور اگر حکم اس کے نفع کا ہو مثلاً وہ حرمت کا معتقد تھا اور حکم حلت کا ہوا تو بعض مواضع میں لکھا ہے کہ اپنی رائے کو چھوڑ کر اس کے حکم کی اتباع کرے اور اس میں اختلاف مذکور نہیں ہے اور استحسان میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جس چیز کو خود حرام جانتا ہے اس میں قاضی کے مباح کرنے کی طرف التفات نہ کرے اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اگر مبتلا بالحدثہ عامی ہو اور قاضی نے اس کے واسطے حکم کیا تو باطن میں نافذ ہو جائے گا اور قضا ایک امر ملزم تمام لوگوں کے حق میں ہے پس عالم کے حق میں بھی ہوگی پس اگر عالم ہوگا تو اس کے حق میں بھی باطن میں نافذ ہوگی امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ الزام مقضی علیہ کی

---

[1] مبتلا بالحادثہ یعنی اس واقعہ میں جو شخص مبتلا ہوا ہے وہ عالم نہ ہو بلکہ عامی ہو۔

طرف ہے اور مقضی لہ کی طرف نہیں ہے اسی واسطے بدوں اس کی طلب کے قاضی حکم نہیں دیتا ہے اور قاضی اس کے نزدیک اس حکم میں مخطی ہے تو اس کی اتباع نہ کرے گا کذافی المحیط۔

نوادر ہشام میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اس کو جنون مطبق ہو گیا اور اس شخص کا والد موجود ہے پھر عورت نے دعویٰ کیا کہ اس شخص نے نکاح سے پہلے قسم کھائی تھی کہ اگر کوئی عورت نکاح میں لائے تو اس پر تین طلاق ہیں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ قاضی اس کے باپ کو مخاصم بنائے اور اگر اس نے بتایا اور دیکھا کہ یہ تمام قول کچھ نہیں ہے اور اس کو باطل کیا اور نکاح کو باقی رکھا پھر اس کا شوہر اچھا ہو گیا اور اس کے نزدیک اس قول سے طلاق واقع ہوتی ہے تو بھی اس عورت کے ساتھ رہنا اس کو جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر جائز نہیں ہے اور حاوی میں لکھا ہے کہ اگر شوہر عالم تھا اور اس نے اس قول سے طلاق واقع ہونے کی نیت کی تو اس کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہے اور یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک عالم اور جاہل اس باب میں برابر ہیں ہر ایک کو قاضی کی رائے کی اتباع کرنا چاہئے اور خانیہ میں ہے کہ اس کے والد کو مخاصم بنانے کے واسطے امام محمدؒ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ اس کا جنون مطبق ہو اور جنون مطبق میں روایات مختلف ہیں اور ناطفی اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ذکر کیا کہ جنون مطبق امام اعظمؒ کے نزدیک ایک مہینہ کا ہے اسی پر فتویٰ ہے اور روایات ظاہرہ اس بات میں متفق پس کہ اگر جنون ایک روز یا دو روز کا ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہے اور غیر شخص اس کی طرف سے خصم نہیں ہو سکتا ہے اور مثل اغماء[1] کے اس کے تصرفات حالت افاقہ میں نافذ ہوتے ہیں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر ایک فقیہ نے اپنی عورت سے کہا کہ تو البتہ طالق ہے یعنی تجھ کو البتہ طلاق ہے اور یہ اس کے نزدیک تین طلاق ہیں اور اسی رائے کو اس نے جاری کیا اور عزم کیا کہ عورت اس کے لئے حرام ہے پھر اس کے بعد اس کی رائے اس پر قرار پائی کہ یہ لفظ ایک طلاق رجعی ہے تو اسی رائے کو جو جاری کر چکا ہے باقی رکھے اور جو رائے بعد کی پیدا ہوئی اس کے موافق اپنی زوجہ نہ گردانے بخلاف حکم قاضی کے کہ اگر اس نے برخلاف رائے حکم دیا تو اس کی رائے پر عمل درآمد ہوگا اور اسی طرح اگر ابتداءً اس کی رائے میں ایک طلاق رجعی تھی اور اس کے موافق اس نے عزم کیا کہ وہ اس کی عورت ہے پھر اس کے بعد اس کی رائے قرار پائی کہ یہ لفظ تین طلاق ہے تو وہ عورت اس پر حرام نہ ہوگی اور اگر ابتدا میں ایک طلاق رجعی زعم کر کے اس کے موافق اس نے عزم کیا یہاں تک کہ اس کی رائے میں یہ لفظ تین طلاق معلوم ہوئیں تو اس کو جائز نہیں ہے کہ اس کے ساتھ رہے اور اگر ابتدا میں اس کے نزدیک تین طلاق تھیں مگر اس نے اس پر عزم نہ کیا اور نہ اپنی رائے پر عمل کیا یہاں تک کہ اس کی رائے میں آیا کہ ایک طلاق رجعی ہے اور اس کے موافق اس نے عمل کیا تو اس کو اس کے ساتھ قیام کرنا جائز ہے اور آئندہ کسی رائے سے حرام نہ ہوگی اور اول منتقی میں مذکور ہے کہ اگر کسی فقیہ نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طالق ہے البتہ یعنی تجھ کو البتہ طلاق ہے اور یہ اس کی رائے میں ایک رجعی ہے اور یہ عزم کر کے کہ یہ اس کی عورت باقی۔ ہے اس سے مراجعت کر لی پھر کسی دوسری عورت سے کہا کہ تو البتہ طالق ہے یعنی تجھ پر طلاق ہے البتہ اور اس روز کہ جس دن کہ دوسری کو طلاق دی اس کی رائے میں یہ لفظ تین طلاق تھیں تو اس کہنے سے دوسری عورت اس پر حرام ہو گئی۔

پس ایک لفظ کے کہنے سے ایک ہی حادثہ میں ایک عورت اس پر حلال ہے اور دوسری حرام ہو گئی اگر وہ شخص جو حادثہ میں مبتلا ہوا ہے فقیہ صاحب رائے ہو اور اس نے دوسرے مفتی سے فتویٰ لیا اور اس نے اس کی رائے کے برخلاف فتویٰ دیا تو اس کو چاہئے کہ اپنی ہی رائے پر عمل کرے اور اگر وہ شخص جاہل ہو تو اس کو چاہئے کہ افضل عالم کی رائے پر عمل کرے اور یہ عامہ فقہا کے نزدیک ہے اور

---

[1] اغماء بے ہوشی بدوں نشہ کے۔

یہ اس کے حق میں بمنزلہ اجتہاد کے شمار ہوگا پس اگر وہ شخص جاہل ہے اور اس کو کسی مفتی نے اس حادثہ میں فتویٰ دیا اور قاضی نے اس حادثہ میں برخلاف رائے مفتی کے حکم دیا اور وہ حادثہ ایسا ہے کہ جس میں اجتہاد جاری ہوتا ہے پس اگر حکم قضا اس کے ضرر پر ہوا تو چاہئے کہ قاضی کی رائے پر عمل کرے اور مفتی کے فتویٰ کی طرف التفات نہ کرے اگرچہ اس حادثہ میں مفتی قاضی سے زیادہ جانتا ہو اور اگر قضا اس کے نفع کے طور پر ہو تو اس میں وہی اختلاف مذکور جاری ہے نوادر ابن رشید میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص غیر فقیہ اپنی عورت کے حادثہ میں مبتلا ہوا پھر ایک فقیہ سے مسئلہ پوچھا اس نے مثلاً حلال یا حرام ہونے کا حکم دیا ہے اور اس نے اس پر عمل کیا پھر اسی فقیہ نے یا دوسرے فقیہ نے اس کی دوسری عورت کے حادثہ میں بعینہٖ ایسے ہی حادثہ میں اس کو دوسرا حکم پہلے کے برخلاف دیا اور اس نے اس پر عمل کیا تو دونوں حکم اس کے لئے جائز ہیں۔

اگر کسی شخص نے ہر عورت کی طلاق پر قسم کھالی اور کسی مفتی سے فتویٰ طلب کیا اور اس نے قسم باطل ہونے کا فتویٰ دیا ☆

اگر ایک شخص نے اپنی عورت کے حادثہ میں کسی فقیہ سے کوئی حکم دریافت کیا اس نے مثلاً حلت یا حرمت کا حکم دیا پھر اس نے اس حکم پر عمل نہ کیا اور دوسرے فقیہ سے دریافت کیا اس نے پہلے مفتی کے برخلاف دوسرا حکم دیا اور اس پر اس نے عمل کیا اور پہلا حکم پہلے مفتی کا ترک کیا تو جائز ہے اور اگر اس نے پہلے مفتی کے قول پر عزم کر کے عمل کیا ہو اور پھر دوسرے مفتی نے اس کو برخلاف پہلے حکم کے حکم دیا ہو تو اس کو جائز نہیں ہے کہ پہلا حکم کہ جس پر عمل کیا ہے چھوڑ کر دوسرے مفتی کے فتویٰ پر عمل کرے اور امام محمدؒ نے کہا کہ یہ بالاجماع امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کا اور ہمارا قول ہے اور قدوری میں لکھا ہے کہ اگر مرد مبتلا بالحادثہ فقیہ نہ ہو اور وہ کسی حادثہ میں کسی فقیہ سے مستفتی ہوا اور اس نے حرام یا حلال کچھ فتویٰ دیا اور اس پر اس نے عزم نہ کیا یہاں تک کہ دوسرے نے اس کے برخلاف فتویٰ دیا اور اس نے دوسرے کے قول پر عمل کر لیا تو اس کو چھوڑ کر پہلے کے قول پر عمل کرنا اس کو جائز نہیں ہے کذا فی الذخیرہ اگر کسی شخص نے ہر عورت کی طلاق پر قسم کھالی[1] اور کسی مفتی سے فتویٰ طلب کیا اور اس نے قسم باطل ہونے کا فتویٰ دیا تو اس کو جائز ہے کہ عورت کو رہنے دے اور نوازل میں ہے کہ اگر اس نے اس مفتی کے فتویٰ کے موافق قسم باطل کر کے اس عورت کو رہنے دیا پھر دوسری عورت سے نکاح کیا اور دوسرے مفتی سے قسم کا مسئلہ پوچھا اس نے قسم کو درست کہا تو دوسری عورت کو جدا کر دے کذا فی التاتارخانیہ۔

باب : ⑲

مسائل اجتہادی میں حکم قضا واقع ہونے کے بیان میں

قاضی اول کا حکم یا تو ایسی صورت میں واقع ہوا ہے کہ جس میں کوئی نص مفسر کتاب یا سنت متواتر سے یا اجماع سے موجود ہے یا اس صورت میں واقع ہوا کہ جس میں اجتہاد واقع ہوا ہے نصوص ظاہرہ یا قیاس سے پس اگر پہلی صورت ہو اور وہ موافق کتاب و سنت متواتر اور اجماع کے ہے تو دوسرے قاضی کو چاہئے کہ اس کو نافذ کرے اور اس کا توڑنا اس کو حلال نہیں ہے اور اگر مخالف ہو تو رد کر دے اور اگر دوسری صورت ہو یعنی مسئلہ مجتہد فیہ میں حکم قاضی واقع ہوا تو یا وہ صورت ایسی ہوگی جس کے مجتہد فیہ ہونے پر اجماع ہے یا اس کے مجتہد فیہ ہونے میں اختلاف ہوگا پس اگر اس کے مجتہد فیہ ہونے میں اختلاف نہ ہو بلکہ اجماع ہو پس یہ مجتہد فیہ یا تو مقضی بہ[2] ہے یا نفس قضاء ہے پس اگر مقضی بہ ہوئے اور وہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوئے تو دوسرا قاضی اس کو رد نہ کرے بلکہ نافذ کرے

[1] قولہ قسم کھائی یعنی اس طرح کہ ہر عورت جس سے نکاح کروں وہ طالقہ ہے۔ [2] مقضی بہ وہ حکم جو قاضی نے دیا قضاء خود حکم دینا۔

اور اگر دوسرے قاضی نے اس کورد کیا اور وہ تیسرے کے سامنے پیش ہوئی تو تیسرا قاضی پہلے کے حکم کو نافذ کرے اور دوسرے کے حکم کو باطل کرے اور اگر نفس قضاء میں اجتہاد جاری ہے یعنی اس طور پر مثلاً قضاء جائز ہے یا نہیں جائز ہے مثلاً حجر الحر یعنی آزاد پر منع تصرف کا حکم یا غائب پر حکم قضا جائز ہے یا نہیں ہے تو ایسی صورت میں اگر دوسرے قاضی کے اجتہاد میں پہلے قاضی سے مخالفت ہو تو اس کو جائز ہے کہ پہلے کے حکم کو رد کر دے اور اگر قضا ایسی صورت میں واقع ہو کہ جس کے محل اجتہاد ہونے میں اختلاف ہے جیسے ام ولد کی بیع پس ایسی صورت میں امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کی قضا نافذ ہو گی کیونکہ ام ولد کی بیع میں صحابہ مختلف تھے کہ جائز ہے یا نہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک نافذ نہ ہو گی کیونکہ اختلاف اگرچہ پہلے تھا مگر بعد ازاں صحابہ اور تابعین متفق ہو گئے کہ اس کی بیع نا جائز ہے تو محل اجتہاد ہونے سے نکل گئی پس ایسی صورت میں اگر دوسرے قاضی کی رائے میں وہ صورت مجتہد فیہ ہو تو پہلے کی قضا کو نافذ کرے گا اور رد نہ کرے گا اور اگر اس کی رائے میں متفق علیہ ہو گئی ہو تو اس کی قضا کو نافذ نہ کرے گا بلکہ رد کر دے گا یہ بدائع میں لکھا ہے اگر نفس قضا میں اختلاف ہو چنانچہ قاضی نے مثلاً غائب پر یا غائب کے لئے کچھ حکم دے دیا تو اس میں اختلاف ہے اور نہ نافذ ہونے کی روایت صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں لکھا ہے کہ جس کام کا کرنا آنحضرت ﷺ سے مروی ہے اور نہ کرنا اس کام کا بلکہ دوسرے کام کا کرنا بھی مروی ہے یا کسی صحابی سے کوئی فعل روایت ہے اور اسی صحابی سے یا دوسرے صحابی سے اس کے خلاف بھی مروی ہے اور لوگوں نے دونوں کاموں سے ایک پر عمل کیا یا دو قولوں میں سے ایک کو لیا اور دوسرے فعل یا قول کو نہ لیا اور کسی نے اس کے موافق حکم نہ کیا تو وہ فعل منسوخ و متروک ہے اور اس کے موافق کوئی شخص ہمارے زمانہ میں حکم کرے تو جائز نہیں ہے اور اس سے ابن سماعہ نے اشارہ کیا کہ اگرچہ اس نے منصوص کے موافق حکم دیا لیکن اجماع امت سے اس کا نسخ ثابت ہوا ہے اس طرح کہ کسی نے اس پر عمل نہ کیا پس منسوخ پر عمل کرنا باطل ہے پھر ابن سماعہ نے فرمایا کہ صرف مختلف فیہ میں سے اس کو جائز رکھے گا کہ جس میں لوگوں کا اختلاف ہو اور کسی حاکم شہر نے اس پر حکم لگایا[1] پھر بعضوں نے ایک کا حکم لیا اور بعضوں نے دوسرے کا اختیار کیا اور اس کلام میں ارشارہ ہے کہ مجرد اختلاف علماء سے کوئی شے محل اجتہاد نہیں ہوتی ہے جب تک کہ علماء اس کو محل اعتبار نہ کریں چنانچہ عبداللہ بن عباسؓ میں سے تھے اور انہوں نے نقود کے ربوا میں گفتگو کی تو اس کو محل اجتہاد نا معتبر رکھا گیا اور ابو سعید خدریؓ نے اس پر بہت انکار کیا پس ایسا اختلاف معتبر نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کوئی قاضی حکم دے کہ ایک درہم بعوض دو درہم کے بیچنا جائز ہے تو اس کا حکم جائز نہ ہوگا اور ابن سماعہ نے جو فرمایا کہ صرف مختلف فیہ میں سے اس کو جائز رکھے گا کہ جس میں لوگوں کا اختلاف ہو اس میں اشارہ ہے کہ کسی محل کے مجتہد فیہ ہونے میں حقیقۃً اختلاف کا اعتبار ہے اور اسی کو خصافؒ نے اختیار کیا ہے لیکن ہمارا اور شافعی کا اختلاف معتبر نہیں کیا بلکہ متقدمین کا اختلاف معتبر رکھا اور متقدمین سے صحابہ اور جو لوگ ان کے ہم عصر تھے اور بعد کے تابعین سلف مراد ہیں۔

شیخ علی السغدی نے ایک مسئلہ میں اختلاف شافعی کا اعتبار کیا ہے جو آخر سیر کبیر میں ہے اور صورت اس کی یہ ہے کہ اگر کسی امام نے مشرکین عرب کو پا کر پکڑ لیا اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تو جائز ہے اور اس کے بعد دوسرے امام کو اس کے باطل کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ یہ موضع اجتہاد ہے کیونکہ شافعی کے نزدیک مشرکین عرب کا استرقاق یعنی لونڈی غلام بنانا جائز ہے اور اسی طرح شمس الائمہ سرخسی نے قضا جامع میں ایک مسئلہ میں شافعی کا اختلاف معتبر رکھا ہے واضح ہو کہ خلع کے بارہ میں قاضی کا حکم دینا کہ وہ فسخ[2] نکاح

---

[1] حکم لگایا یعنی حسل بھی کیا اور وہ حکم سب نے نہیں لیا بلکہ بعض نے لیا اور بعض نے نہ لیا تو اختلاف ہوا غرضیکہ اختلاف واقع ہوا اور قائل اختلاف بھی۔

[2] قولہ فسخ نکاح یہ امام شافعی کا قول ہے وہ طلاق یہ ائمہ حنفیہ کا قول ہے۔

ہے یا طلاق ہے یہ بھی مثل اور مسائل اجتہادیہ کے ہے کیونکہ اس میں بھی صحابہ میں اختلاف تھا اور منتقی میں ہے کہ یہاں اشارہ ہے کہ اختلاف کے بارہ میں اشتباہ دلیل کا اعتبار ہے اور حقیقت[1] میں اختلاف ہونا ضروری نہیں ہے اور ایسا ہی امام محمدؒ نے جامع میں اور سیر کبیر میں ذکر کیا ہے اور ایسا ہی صاحب الاقضیہ نے ذکر کیا ہے اور سیر کبیر کے مسئلہ کی یہ صورت ہے کہ اگر کسی مسلمان امام نے یہ اعتقاد کیا کہ مشرکین عرب سے جزیہ لیا جا سکتا ہے اور اس نے اس اعتقاد پر جزیہ قبول کیا تو جائز ہے اگرچہ یہ سب کے نزدیک خطا ہے اور اس واسطے جائز ہے کہ یہ محل اجتہاد ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور مسئلہ جس طرح خود اس میں[2] اختلاف ہونے سے مجتہد فیہ ہو جاتا ہے اسی طرح اس کے مثل میں اختلاف ہونے سے مجتہد فیہ ہو جاتا ہے یہ بزازیہ میں لکھا ہے اور مسائل اجتہاد میں حکم قاضی نافذ ہو جاتا ہے مگر یہ چاہئے کہ قاضی مواضع اختلاف کو جانتا ہو اور مخالف کے قول کو چھوڑ دے اور اپنی رائے پر حکم دے تاکہ جمیع علماء کے نزدیک صحیح ہو اور اگر مواضع اختلاف و اجتہاد کو نہیں جانتا ہے تو اس کے حکم قضاء کے نافذ ہونے میں دو روایتیں ہیں اور اصح یہ ہے کہ نافذ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر صلح عن الانکار[3] میں کسی مدعی نے بدل صلح کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے دینا واجب نہیں آتا ہے کیونکہ صلح انکار سے تھی اور وہ فاسد ہے اور صحیح نہیں ہے اور یہی ابن ابی لیلیٰ اور شافعی کا قول ہے پھر اگر قاضی نے قول مخالف کو باطل کیا اور صحت صلح کو ثابت کیا تو بالاجماع باتفاق روایات اس کی قضا نافذ ہوگی یہ ظہیر الدین نے ذکر کیا ہے۔

اگر قاضی خود تو مجتہد نہ ہو اور کسی کے اجتہاد پر مبنی فیصلہ صادر کرے ☆

شرح طحاوی اور جامع الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر قاضی مجتہد نہ ہو اور اس نے کسی مجتہد کی تقلید پر حکم دیا پھر معلوم ہوا کہ یہ حکم اس کے مذہب کے خلاف تھا تو دوسرا اس کو نہیں توڑ سکتا ہے اور وہ خود توڑ سکتا ہے ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جس کو غیر شخص نہیں توڑ سکتا ہے اور اس کو وہ خود بھی نہیں توڑ سکتا ہے اور اگر قاضی مجتہد ہو اور اپنی[4] رائے کو جانتا ہے اور اس نے دوسرے کی رائے پر حکم دے دیا تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اس کی قضا نافذ ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس کی قضا نافذ نہ ہوگی اور اگر وہ اپنی رائے کو بھول گیا اور دوسرے کی رائے پر حکم دینے کے بعد اپنی رائے یاد آئی تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اس کی قضا نافذ ہو جائے گی اور صاحبینؒ نے کہا کہ حکم قضا کو رد کر دے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے کہ کذا فی الہدایہ اور فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ ہے پس فتویٰ میں اختلاف ہوا اور اس زمانہ کے مناسب یہ ہے کہ صاحبینؒ کے موافق فتویٰ دیا جائے کیونکہ اپنے مذہب کا عمداً چھوڑنے والا اصرف کسی خواہش نفسانی سے چھوڑے گا کوئی غرض عمدہ نہ ہوگی اور یہ سب حکم قاضی مجتہد میں ہے اور اگر قاضی مقلد ہو تو وہ فقط اس واسطے قاضی کیا گیا ہے کہ موافق مذہب امام ابو حنیفہؒ کے مثلاً حکم دیا کرے پس اس نے اگر مذہب کی مخالفت کی تو اس حکم میں معزول ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اگر کسی حادثہ میں جو محل اجتہاد ہے اپنی رائے سے حکم دیا پھر ایسا مقدمہ دوبارہ اس کے سامنے پیش ہوا اور اس کی رائے بدل گئی تو دوسری رائے پر عمل کرے اور اس سے رائے اول کا توڑنا لازم نہیں آتا ہے اور اگر تیسری بار اس کے سامنے پیش ہوا اور پھر اس کی رائے بدل کر پہلی رائے پر آئی تو اس پر عمل کرے اور دوسری رائے

---

[1] قولہ حقیقت یعنی یہ ضروری نہیں کہ اس مسئلہ میں کسی مجتہد نے اختلاف کیا ہو بلکہ اگر وہ اختلاف کے لائق ہو تو بھی مجتہد فیہ ہے اگرچہ سب مجتہد متفق ہوں اور لائق ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس مسئلہ کی دلیل خود مشتبہ ہو حتیٰ کہ جو بات نکالی ہے اس کے سوا دوسرے معنی کو بھی محتمل ہو۔ [2] اس میں یعنی مجتہد فیہ ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اسی مسئلہ میں اختلاف ہو بلکہ اگر اس مسئلہ کا ذکر بھی نہ ہو لیکن ان کے مثل مسئلہ میں اختلاف ہو چکا تو مثل کے ساتھ یہ مسئلہ بھی مجتہد فیہ ہو جائے گا۔ [3] صلح عن الانکار یعنی انکار سے صلح مثلاً مدعا علیہ نے دعویٰ مدعی سے انکار کیا لیکن قسم کھانے سے بچاؤ کر کے مدعی سے صلح کر لی۔

[4] اپنی رائے یعنی اپنے اجتہاد کو یاد رکھتا ہے بھولا نہیں ہے۔

کی قضا اس قول سے باطل نہ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے صاحب الاقضیہ نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی عورت کی ماں سے زنا کیا اور ہنوز اس نے اس عورت سے دخول نہیں کیا ہے پھر قاضی نے اس کو دے مارے اور اس کی رائے میں وہ عورت اس پر حرام نہ ہوئی اور اس نے دونوں کو ساتھ رکھا تو اس کی قضا نافذ ہوگی اور قدوری نے شرح میں ذکر کیا کہ اگر کسی نے ایسی عورت سے نکاح کیا کہ جس کے ساتھ اس کے باپ یا بیٹے نے زنا کیا تھا اور قاضی نے اس نکاح کے نافذ ہونے کا فتویٰ دیا اس کے نفاذ میں اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نافذ نہ ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک نافذ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اجماعِ متاخر سے اختلافِ متقدم اُٹھ جانے میں اتفاق ہے ☆

قاضی نے اگر ایسی عورت کے ساتھ نکاح جائز ہونے کا حکم دیا کہ جس کی ماں یا جس کی بیٹی کے ساتھ اس شخص نے زنا کیا ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک نافذ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر کسی قاضی نے ام ولد کی بیع جائز ہونے کا حکم دیا تو نافذ نہ ہوگا[1] واضح ہو کہ ام ولد کی بیع جائز ہونے میں صحابہ میں اختلاف تھا حضرت عمرؓ و علیؓ دونوں اس کی بیع جائز نہیں سمجھتے تھے اور ایسا ہی حضرت عائشہ سے مروی ہے پھر آخر میں حضرت علی نے کہا کہ اس کی بیع جائز ہے پھر متاخرین نے اجماع کیا کہ بیع جائز نہیں ہے اور قول علی کو ترک کیا شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہ حکم نافذ نہ ہونا امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نافذ ہو جانا چاہئے اور توجیہ اس کی یہ ہے کہ اختلاف متقدمین کے بعد متاخرین نے اگر دونوں قولوں سے ایک پر اجماع کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک اختلاف متقدم اٹھ جاتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہیں اٹھتا ہے اس لئے امام محمدؒ کے نزدیک یہ محل مجتہد فیہ نہ رہا اور ان دونوں کے نزدیک باقی رہا تو قضا نافذ ہونی چاہئے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ اجماع متاخر سے اختلاف متقدم اٹھ جانے میں اتفاق ہے تو عدم نفاذ کا حکم سب کے نزدیک ہوگا اور خصافؒ نے ذکر کیا کہ قضا نافذ نہ ہوگی اور کچھ اختلاف ذکر نہیں کیا ہے اور باب اول اقضیۃ الجامع میں ہے کہ ام ولد کی بیع جائز ہونے میں قاضی کا حکم دوسرے قاضی کے جاری کرنے پر متوقف رہتا ہے اور یہی اصح ہے اور اگر دوسرے قاضی نے اس کو جاری کیا تو پھر کسی کو باطل کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر دوسرے نے باطل کر دیا تو پھر کسی کو اس کے نافذ کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور ایسا ہی حکم ہر اس حادثہ میں ہے جس کے باب میں لوگوں میں اختلاف ہے کہ یہ مختلف فیہ ہے یا نہیں ہے زیادات میں ہے کہ اگر اہل حرب کو مسلمانوں نے قید کر کے دار الاسلام میں رکھا پھر ان پر مشرکوں نے غلبہ کر کے قیدی چھین لئے مگر دار الحرب میں محفوظ نہ کئے پھر ان پر دوسرا فرقہ مسلمانوں کا غالب ہوا اور ان کے ہاتھ سے دار السلام میں چھین لئے تو قیدی پہلے فرقہ مسلمانوں کو دے دیئے جائیں گے خواہ فریق ثانی نے ان کو باہم تقسیم کر لیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر فریق ثانی کے امام کی رائے میں یہ فعل مشرکوں کا احراز[2] اور قبضہ و ملک تام ہوئے تو البتہ فریق ثانی اس کے حق دار ہوں گے یہ محیط میں لکھا ہے۔

سیر کبیر میں مذکور ہے کہ اگر مشرکین مسلمانوں کے اسباب پر غالب ہوئے اور چھین کر اپنے لشکر میں اس کا احراز کیا اور یہ دار الاسلام میں ہے پھر دار الحرب میں لے جانے سے پہلے ایک جماعت مسلمانوں کی ان پر غالب ہوئی اور وہ مال چھین لیا تو یہ مال اپنے اپنے مالکوں کا ہے اور اگر امام کو اس کا علم نہ ہوا یہاں تک کہ اس نے اہل غنیمت کو یہ مال تقسیم کر دیا تو قسمت باطل ہوگی اور مال اس کے مالک کو دیا جائے گا پس اگر امام نے مشرکوں کو چھین کر اپنے لشکر میں رکھنا احراز تام اعتقاد کیا ہے اور اسی بنا پر اس نے غنیمت کے ساتھ ملا کر اہل غنیمت کو تقسیم کیا پھر یہ مقدمہ کسی دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا اور وہ ایسے قبضہ کو مشرکوں کے واسطے احراز نہیں

---

[1] نہ ہوگا باوجودیکہ سلف میں اختلاف تھا بعض نے کہا پچھلے اجماع سے پہلا اختلاف دور ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں۔ [2] احراز اپنے حفظ میں محفوظ کر لینا۔

سمجھتا ہے تو جو کچھ امام نے حکم دیا جائز ہے اور دوسرا قاضی اس کو بدل نہیں سکتا ہے اور اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی نے فاسقوں کی گواہی سے غائب پر فیصلہ کیا یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پر کسی غائب پر نکاح کا حکم دے دیا تو قضا نافذ ہو جائے گی اگرچہ جو شخص قضا علی الغائب کا قائل ہے وہ یہ کہتا ہے کہ نکاح میں عورتوں کی گواہی نہیں ہوتی ہے اور نہ فاسق کی بالکل گواہی جائز ہے لیکن چونکہ دونوں صورتیں مجتہد فیہ ہیں اس واسطے قاضی کا اجتہاد دونوں میں جاری ہوگا اور جو سیر کبیر میں مذکور ہے اس باب میں صریح ہے کہ کافر کے مالک ہونے کا حکم صرف غلبہ سے بدوں اس کے کہ وہ دارالحرب میں کسی مال مسلمان کو لے جائے اگر قاضی نے دے دیا تو قضا نافذ ہے اور بعضوں نے کہا کہ شرح جامع صغیر میں مذکور ہے کہ نافذ نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی قاضی نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کیا تو نافذ نہ ہوگا اور کتاب الاستحسان میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کے نزدیک نافذ ہوگا قال المترجم وہو الاصح اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نافذ نہ ہوگا اور اقضیۃ الجامع میں ہے کہ ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ متوقف رہتا ہے اگر دوسرے قاضی نے نافذ کیا تو نافذ ہے اگر کسی ذبح کیے ہوئے جانور کے جس پر قصداً ذابح نے بسم اللہ اللہ اکبر یعنی اللہ کا نام لینا چھوڑ دیا ہے حلال ہونے کا حکم دیا تو نوادر میں مذکور ہے کہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک نافذ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نافذ نہ ہوگا اگر حد یا قصاص میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پر حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا کہ جو اس کی رائے کے مخالف تھا تو وہ اس کے حکم کو نافذ کرے اور باطل نہ کرے۔

ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک غلام چھوڑا اور اس پر بہت قرضہ ہے...... ☆

سیر کبیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک گھوڑا خریدا اور اس پر سوار ہو کر جہاد کیا پھر دارالحرب میں اس میں کوئی عیب پایا پس اگر بائع لشکر میں اس کے ساتھ ہو تو اس سے مقدمہ کرلے اور اگر موجود نہ ہو تو چاہئے کہ اس پر سوار نہ ہو لیکن اپنے ہاتھ ہانک لائے یہاں تک کہ اس کو دارالاسلام میں لے آئے اور اگر وہ اپنی حاجت ذاتی کے واسطے سوار ہوا یا اپنا اسباب اس پر لادا تو واپسی کا حق ساقط ہو جائے گا خواہ اس کو دوسرا گھوڑا دستیاب ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور اگر وہ شخص امام کے پاس آیا اور اس کو آگاہ کیا اور اس نے حکم دیا کہ سوار ہو تو واپسی کا حق باطل ہو گیا اور اگر امام نے اس کو زبردستی سوار کیا اس جہت سے کہ اس کے جان کا خوف تھا اور اس سواری سے گھوڑے میں کچھ نقصان بھی نہیں آیا تو اس کو واپس کرنے کا حق حاصل ہے اور اگر امام نے زبردستی نہ کی لیکن یہ کہا کہ تو سوار ہو لے اور تیرا حق واپسی برقرار ہے اور وہ سوار ہو گیا تو حق واپسی جاتا رہے گا پھر اگر اس کے بعد دونوں نے کسی قاضی کے پاس پیش کیا اور قاضی نے بطریق اجتہاد کے امیر لشکر کے کہنے کی وجہ سے اس کو بسبب عیب کے واپس کیا پھر یہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا جس کی رائے میں پہلے قاضی کا فعل خطا ہے تو وہ پہلے کا حکم جاری کرے گا اگر کسی قاضی نے یہ حکم دیا کہ جس شخص پر طلاق دینے کے واسطے زبردستی کی جائے اس کی طلاق باطل ہو تو قاضی کا حکم نافذ ہوگا اگر قاضی نے کسی مختلف فیہ صورت میں حکم دیا اور اس کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ایسی صورت ہے تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ اس کی قضا نافذ ہو جائے گی اور اسی کی طرف امام محمدؒ نے کتاب الاکراہ میں اشارہ کیا ہے اور ایسا ہی حسنؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کیا ہے اور عامہ مشائخ نے کہا کہ جائز نہیں ہے اور اسی کی طرف سیر کبیر میں اشارہ ہے چنانچہ ابواب المدد میں مذکور ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک غلام چھوڑا اور اس پر بہت قرضہ ہے پھر قاضی نے اس کے غلام کو فروخت کیا اور اس کا قرضہ ادا کیا پھر گواہ قائم ہوئے کہ اس کے مالک نے اس کو مدبر کیا تھا تو قاضی کی بیع باطل ہوگی اور اگر قاضی اس کے مدبر کرنے سے واقف تھا پھر اس نے اس کا مدبر کرنا توڑ دیا اور اجتہاد کیا اور بیچ کر اس کا قرضہ ادا کیا پھر دوسرا قاضی ہوا کہ اس نے اس فعل کو خطا تصور کیا تو پہلے قاضی کی قضا نافذ ہوگی۔

ایسا ہی کتاب الرجوع عن الشہادات میں مذکور ہے کہ اگر محدود القذف گواہوں نے گواہی دی اور قاضی ان کی کیفیت سے واقف نہ ہوا اور اس نے ان کی گواہی پر فیصلہ کیا پھر واقف ہوا پس اگر اس کی یہ رائے تھی کہ محدود القذف کی گواہی توبہ کرنے کے بعد مقبول ہوتی ہے تو قضا نافذ ہو گی اور اس کے اعتقاد میں یہ بات نہ تھی تو اپنی قضا کو رد کرے اور اگر اس کو ابتدائے شہادت میں شاہد کا محدود القذف ہونا معلوم ہوا پس اگر رائے اجتہادی یہ ہے کہ ایسے گواہ کی گواہی حجت ہے تو قضا نافذ کرے ورنہ نہیں پس یہ کلام صریح ہے کہ اگر قاضی کو وہ صورت مجتہد فیہ معلوم ہے تو اس کی قضا نافذ ہو گی ورنہ نہیں اور اسی کی طرف جامع میں بھی اشارہ ہے اور ایسا ہی خصافؒ نے ذکر کیا ہے کذا فی المحیط صورت مجتہد فیہ میں اگر قاضی نے حکم کیا اور اس کو اس کا علم نہیں ہے تو اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اور صرف اس صورت میں نافذ ہو گی کہ جب اس کو مجتہد فیہ ہونا معلوم ہوا اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ یہی ظاہر المذہب ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ قاضی کو اس صورت کا مختلف فیہ ہونا معلوم ہونے کی جو شرط ہے اگرچہ ظاہر المذہب ہے لیکن فتویٰ اس کے برخلاف ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور یہاں ایک شرط مجتہدات میں نفاذ قضا کے لئے اور بھی ہے یہ کہ حکم حادثہ ایسا ہو جائے کہ جس میں قاضی کے سامنے ایک خصم کی دوسرے خصم کی طرف خصومت صحیحہ[1] جاری ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر محدود القذف کی شہادت پر توبہ کے بعد قاضی نے فیصلہ کیا اور اس کی رائے میں اس کی گواہی حجت ہے تو اس کی قضا اس واسطے نافذ ہو گی کہ یہ صورت مجتہد فیہ اور اقضیہ الجامع میں میں نے امام عبداللہؒ کی روایت سے تعلیقاً نقل کیا ہے کہ اگر محدود القذف کی شہادت پر بعد توبہ کے قاضی نے فیصلہ کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو دوسرا قاضی اس قضا کو اس وقت باطل نہ کرے گا کہ جب اول قاضی کے نزدیک یہ شہادت حق ہو اور دوسرے قاضی کو معلوم ہو کہ محدود القذف کی گواہی پہلے قاضی کا حق جاننا یا نہ جاننا کچھ معلوم نہ ہو اور اگر دوسرے قاضی کو معلوم ہو کہ محدود القذف کی گواہی پہلے قاضی کے نزدیک درست نہیں ہے مثلاً پہلے قاضی نے اس کے سامنے کہا کہ یہ قول ابن عباسؓ کا کہ محدود القذف کی گواہی اگرچہ وہ توبہ کرلے مقبول نہیں صحیح ہے تو دوسرے قاضی کو اختیار ہے کہ پہلے قاضی کے حکم کو باطل کر دے کذا فی المحیط۔

اگر محدود القذف قاضی نے توبہ کے بعد فیصلہ کیا تو احناف کے نزدیک نافذ نہ ہوگا ☆

اگر کوئی قاضی خود محدود القذف ہے اور اس نے توبہ کرنے سے پہلے کوئی حکم جاری کیا تو دوسرا قاضی لامحالہ اس کو باطل کرے گا حتیٰ کہ اگر اس نے نافذ کیا اور تیسرے کے سامنے پیش ہوا تو تیسرے قاضی کو باطل کرنا چاہئے کیونکہ وہ قاضی بالاجماع صلاحیت نہیں رکھتا ہے تو دوسرے کا حکم بھی مخالف اجماع و باطل ہو گا لیکن اگر محدود القذف قاضی نے توبہ کے بعد فیصلہ کیا تو بھی ہمارے نزدیک نافذ نہ ہو گا لیکن دوسرا قاضی اس کو نافذ کر سکتا ہے اور اگر اس نے نافذ کیا اور تیسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو وہ باطل نہیں کر سکتا ہے یہ خصافؒ کے ادب القاضی میں مذکور ہے اور قاضی فاسق نے اگر حکم دیا اور دوسرے قاضی نے اس کو باطل کیا تو تیسرا قاضی اس کو نافذ نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر قاضی اندھا ہو اور اس نے فیصلہ کیا تو اس کا نفاذ دوسرے قاضی کے نافذ کرنے پر موقوف[2] ہے اور جب اس نے نافذ کیا تو تیسرا قاضی اس کو باطل نہیں کر سکتا ہے اور اگر ثانی نے اس کو باطل کیا اور اس کی رائے میں بھی باطل ہے تو باطل ہو جائے گا اگر قاضی نے احد الزوجین[3] اور دوسرے شخص کی گواہی پر دوسری زوج کے واسطے فیصلہ کیا یا والد کی گواہی پر اس

---

[1] خصومت صحیحہ یعنی شرع ایسے حکم اجتہادی میں مدعی کا دعویٰ تسلیم کرے اگرچہ قاضی اپنے اجتہاد سے دعویٰ پر بنام مدعی فیصلہ نہ کرے لیکن محتمل ہو۔
[2] موقوف ہے یعنی یہ فیصلہ متوقف رہے گا کیونکہ باطل نہیں بلکہ خارجی شرط یعنی بینائی نہیں ہے تو دوسرے حکم کے نافذ کرنے سے نافذ ہو سکتا ہے۔
[3] یعنی بیوی و مرد میں سے ایک نے دوسرے کے واسطے گواہی دی۔

کے بیٹے کا فیصلہ کیا یا بیٹے کی گواہی پر باپ کا فیصلہ کیا تو نافذ ہوگا یہاں تک کہ دوسرے قاضی کو اس کے باطل کرنے کا اختیار نہیں ہے اگرچہ اس کی رائے میں یہ باطل ہو یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر ایک عورت نے میاں اور بی بی دونوں میں رضاعت واقع ہونے کی گواہی دی کہ میں نے دونوں کو مثلاً دودھ پلایا ہے اور قاضی نے تفریق کر دی تو اس کی قضا رد کر دی جائے گی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے قال المترجم هذا الحکم (۱) فی هذه المسئله مسکلة فانه لو لم یعتبر فیها مخالفة النص فلا اقل من ان تکون مجتهدا فیها فلیتامل اور قاضی مطلق نے اگر ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پر حدود اور قصاص میں فیصلہ کیا اور اس کی رائے میں یہ جائز ہے تو نافذ ہوگا کیونکہ اختلاف صحت قضا میں ہے اور بعضے لوگ اس کو جائز رکھتے ہیں اور وہ شریح تابعی ہیں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے فتاویٰ قاضی ظہیر الدین میں ہے کہ اگر عورتوں کی گواہی پر حد یا قصاص میں فیصلہ کیا تو اس کی قضا نافذ ہوگی اور غیر کو اختیار نہیں ہے کہ اس کو باطل کر دے جبکہ اس سے یہ خواہش کی جائے کیونکہ ایسا فیصلہ جائز ہونا شریح اور ایک جماعت تابعین سے مروی ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

غلام یا لڑکے یا نصرانی سے قضا طلب کی گئی اور اس نے کسی مقدمہ میں حکم قضا دیا ☆

اگر قاضی نے دو گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کیا پھر معلوم ہوا کہ دونوں کافر تھے تو فیصلہ رد کر دیا جائے گا کیونکہ ظاہر ہوا کہ حکم اس کا خلاف اجماع ہے اور اگر ظاہر ہوا کہ دونوں غلام تھے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر واضح ہوا کہ دونوں اندھے تھے تو شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ اس کا حکم محدود القذف کا ہے اور شیخ الاسلام نے کہا کہ غلاموں کی مانند ہے اور جو کچھ مختصر میں مذکور ہے ظاہراً اسی پر دلالت کرتا ہے غلام یا لڑکے یا نصرانی سے قضا طلب کی گئی اور اس نے کسی مقدمہ میں حکم قضا دیا پھر دوسرے قاضی کے پاس پیش ہوا اور اس نے جائز رکھا اور جاری کیا تو جائز نہیں ہے اور یہ حکم طفل اور نصرانی کے حق میں ظاہر ہے اور غلام کے حق میں مشکل ہے کیونکہ امام مالک و شریح کے نزدیک غلام گواہی کی صلاحیت رکھتا ہے پس قاضی ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے پس جب دوسرے قاضی کا نافذ کرنا اس کے ساتھ ملایا گیا تو اس کی قضا نافذ ہونی چاہئے جیسا محدود القذف کا حکم ہے اگر کوئی عورت کسی مقدمہ میں قاضی بنائی گئی تو اس کا فیصلہ سوائے حدود و قصاص کے سب میں درست ہے اور اگر اس نے حدود و قصاص میں حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے پاس اس کا مرافعہ کیا گیا اور اس نے جاری کیا تو نافذ ہو جائے گا اور خانیہ میں ہے کہ غیر کو اس کا باطل کرنا نہیں پہنچتا ہے اور شیخ الاسلام علی بزدویؒ نے ذکر کیا کہ نافذ نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر کسی قاضی نے قسامت میں قتل کا حکم کیا تو نافذ نہ ہوگا اور صورت اس کی یہ ہے کہ ایک مقتول کسی محلّہ میں پایا گیا اور اولیاء مقتول نے کسی شخص پر قتل کا دعویٰ کیا تو بعض علماء نے فرمایا اور یہی قول امام مالک کا اور قدیم قول شافعی کا ہے کہ اگر مدعا علیہ اور مقتول میں کھلی عداوت بھی اور سوائے مدعا علیہ کے کسی کے ساتھ اس کی عداوت ظاہر نہ تھی اور اس کے محلّہ میں آنے اور مقتول کے پائے جانے میں تھوڑی مدت ہے تو قاضی مقتول کے ولی سے اس کے دعویٰ پر قسم لے گا پس اگر اس نے قسم کھالی تو قصاص کا حکم دے گا اور ہمارے نزدیک اس مقدمہ میں دیت اور قسامۃ ہے کذا فی المحیط اور اگر قاضی نے قصاص کا حکم دے دیا اور وہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو وہ اس کو باطل کر دے کیونکہ یہ حکم اجماع کے مخالف ہے کیونکہ امام مالک صحابہ میں موجود نہ تھے پس ان کا قول معتبر[۲] نہ ہوگا یہ خصافؒ کے ادب القاضی میں ہے ذخیرہ میں ہے کہ شیخ الاسلام ابوالحسن السغدی سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی عورت کو چھوڑ کر غائب ہو گیا اور غیبت[۳] منقطعہ ہے اور عورت کے نفقہ کے واسطے کچھ نہیں چھوڑ گیا اور یہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کیا گیا پھر اس قاضی نے ایسے عالم کو لکھا کہ جس کے نزدیک نفقہ سے عاجز ہونے کے باعث سے جدائی کرا دینا جائز ہے

---

۱ طفل نصرانی کو مسلمان پر کسی حال میں گواہ ہونے کی صلاحیت نہیں ہے۔ ۲ قولہ معتبر یعنی اجماع صحابہ میں مالکؒ کا خلاف معتبر نہیں ہے۔
۳ غیبت منقطعہ وہ ہے کہ سال میں ایک بار قافلہ وہاں تک آئے جائے اور ہر باب میں ایسی ربت جداگانہ ہے۔ (۱) مترجم کہتا ہے کہ اس مسئلہ میں یہ حکم مشکل ہے اس واسطے کہ مسئلہ اجتہادی ہے اور نص موجود ہے پس اگر نص سے مخالفت نہ ہو تو اس سے کم نہیں کہ وہ اجتہادی ہے فلتیامل۔

اور اس نے عورت کو الگ کر دیا تو کیا یہ جدایہ واقع ہو جائے گی انہوں نے فرمایا کہ ہاں اگر نفقہ سے عجز محقق ہو تو جدائی ہو جائے گی پھر دریافت کیا گیا کہ اگر شوہر کی زمین اور املاک یہاں موجود ہو تو نفقہ سے عجز محقق ہوگا انہوں نے فرمایا کہ ہاں اگر جنس نفقہ سے نہیں ہے تو محقق ہوگا کیونکہ ان چیزوں کا نفقہ میں فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ یہ بمنزلہ قضاء علی الغائب کے ہے۔

شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے مسئلہ مذکورہ کی بابت روایت ☆

صاحب ذخیرہ نے فرمایا کہ اس جواب میں اعتراض ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ قضا صحیح نہیں ہے اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا اور اس نے اجازت دے دی تو صحیح یہ ہے کہ قضا نافذ نہ ہوگی مجمع النوازل میں مذکور ہے کہ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے دریافت کیا گیا کہ نابالغہ لڑکی کے باپ نے نابالغ لڑکے سے اس کا نکاح کر دیا اور باپ نے قبول کیا پھر وہ دونوں بڑے ہوئے اور دونوں میں غیبت منقطعہ تھی اور نکاح میں گواہ فاسق تھے تو کیا قاضی کو جائز ہے کہ شافعی مذہب کے قاضی کے پاس بھیج دے کہ وہ اس نکاح کو باطل کر دے اس سبب سے کہ اس کے گواہ فاسق تھے تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں جائز ہے اور قاضی حنفی کو جائز ہے کہ خود ایسا کرے اور شافعی کا مذہب لے لے اگرچہ خود اس کا مذہب یہ نہ ہو اور اسی طرح نکاح بغیر ولی میں اگر اس کو تین طلاق دی پھر دوسرے زوج محلل [(۱)] کے دخول سے پہلے اس سے نکاح کر لیا اگر اس صورت میں امام محمدؒ کا مذہب لے کر اس نکاح کی صحت اور عدم وقوع طلاق کا حکم دیا تو جائز ہے اور نجم الدینؒ فرماتے ہیں کہ میرے استاد اس کو روا نہیں رکھتے لیکن اگر شافعی المذہب کے پاس بھیج دے تاکہ دونوں میں عقد کر دے اور صحت کا حکم دے دے تو جائز ہے بشرطیکہ کاتب اور مکتوب الیہ اس میں رشوت نہ لیں اور اس قضا سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ پہلا نکاح حرام یا اس میں شبہہ تھا ایسا ہی فتاویٰ نسفی میں مذکور ہے اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ اگر بلا گواہ[۱] کے نکاح جائز ہونے کا حکم دیا تو اس کی قضا نافذ ہو جائے گی اور ایسا ہی جامع الفتاویٰ میں لکھا ہے اور ملتقط میں ہے کہ اگر کسی عورت نے ایک محفل میں کہا کہ یہ میرا شوہر ہے اور مرد نے کہا کہ یہ میری عورت ہے تو اس نکاح کے انعقاد میں اختلاف ہے اور اگر قاضی نے اس کا حکم دے دیا بالاتفاق نکاح ہو گیا اگر کسی عورت نے دس دن کے واسطے نکاح کیا اور اس کو کسی قاضی نے جائز رکھا تو جائز ہے کیونکہ امام زفرؒ کے نزدیک اگر کسی عورت سے ایک مہینہ کے واسطے نکاح کیا تو صحیح ہے اور مدت کا ذکر کرنا لغو ہوگا پس اگر اس نکاح کے جواز کا حکم دیا تو نافذ ہوگا اور اگر عورتوں کے متعہ جائز ہونے کا حکم کیا تو جائز نہ ہوگا اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی عورت سے کہا کہ میں تجھ سے اتنی مدت بعوض اس مال کے متعہ کرتا ہوں بخلاف اس کے کہ اگر لفظ تزویج و نکاح ذکر کیا مثلاً کہا کہ میں نے تیرے ساتھ ایک مہینہ تک یا دس دن تک نکاح کیا تو یہ نکاح جائز ہے اگر قاضی اس کے جواز کا حکم دے دے اور اگر رد نکاح[۲] عورت کا حکم بسبب نابینائی یا جنون یا مثل اس کے دے دیا تو اس کی قضا نافذ ہوگی کیونکہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ پانچ عیوب سے رد کرنا عورت کا درست ہے اور اگر ان میں سے ایک عیب کی وجہ سے رد نکاح کا حکم کیا تو نافذ ہوگا کیونکہ ہمارے اصحاب میں اس میں اختلاف ہے امام محمدؒ رد کا حکم دیتے ہیں اگر بلا گواہی کے مہر باطل ہونے کا حکم دیا یا بدوں اقرار کے بطلان مہر کا حکم کیا اور بعض لوگوں کا مذہب اختیار کیا کہ نکاح کے قدیم ہونے سے مہر ساقط ہوتا ہے تو باطل ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مہر یا ادا کرنے سے ساقط ہوگا یا بری کرنے سے۔

اگر کسی عنین کے بارہ میں یہ حکم دیا کہ اس کے لئے مدت نہ دی جائے گی تو قضا باطل ہے اور صغریٰ میں ہے کہ خلع کے باب

---

۱ یعنی ایسا نکاح ہوا کہ جس میں گواہ نہ تھے صرف ایجاب وقبول تھا اور قاضی نے اس نکاح کے جواز کا حکم دے دیا تو جائز ہو جائے گا۔

۲ یعنی عورت نے نکاح کو رد کیا بہ سبب شوہر کے اندھے یا مجنون وغیرہ کے اور قاضی نے یہ حکم دے دیا کہ عورت کا رد کرنا صحیح ہوا تو قاضا نافذ ہوگی۔

(۱) محلل جس کے ذریعہ سے شوہر اول کے لئے حلالہ ہو جائے۔

میں قاضی کا حکم کہ وہ فسخ ہے مثل اور مسائل مجتہدات کے ہے کیونکہ شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اس میں اختلاف صحابہ نقل کیا ہے پس اگر فسخ ہونے کا حکم دیا تو قضا نافذ ہو گی نکاح[1] سے پہلے اگر طلاق باطل ہونے کا حکم کیا یا حیوان میں بیع سلم کا حکم دیا تو جائز ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے بدوں عورت کی رضامندی کے رجعت کر لی اور ایسے قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا کہ جس کے نزدیک عورت کی رضامندی رجعت میں موافق مذہب شافعی کے شرط تھی پھر اس نے رجعت کو باطل کر دیا تو یہ قضا بعض کے نزدیک نافذ نہ ہونا چاہئے کیونکہ رجعت میں عورت کی رضامندی ظاہر مذہب شافعی کا نہیں ہے اور نہ ان کی کتابوں میں مذکور ہے ہاں اصحاب شافعی سوالات میں بطور منع کے پیش کرتے ہیں اور فقط اس قدر سے مجتہد فیہ نہیں ہو سکتا ہے اور ہمارے اصحاب اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں کہ بالاجماع صحت رجعت کے واسطے عورت کی رضامندی شرط نہیں ہے پس اس کا حکم نافذ نہ ہو گا کذا فی الذخیرہ۔ اگر اپنی عورت کو حالت حیض یا حمل میں طلاق دی یا دخول سے پہلے تین طلاق دیں پھر کسی قاضی نے حاملہ یا حائض کے طلاق باطل ہونے کا حکم دیا یا ایک سے زائد طلاق باطل ہونے کا موافق مذہب بعض کے حکم دیا تو اس کی قضا نافذ نہ ہو گی اور اسی طرح تین طلاق ایک ہی کلمہ سے دینے کو یا اس طہر میں جس میں جماع کیا ہے طلاق دینے کو باطل کیا تو اس کی قضا باطل ہو گی اور اگر باکرہ مجبور کئے گئے شخص کی طلاق دینے کو باطل کیا تو اس کی قضا نافذ ہو گی اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو پہلے قاضی کے حکم کو نافذ کرے گا اور فتاویٰ رشید الدین میں ہے کہ اگر ست نشہ کی طلاق نہ واقع ہونے کا حکم کیا تو نافذ ہو گا کیونکہ باہم صحابہؓ میں اس مسئلہ میں اختلاف تھا اور بھی فتاویٰ رشید الدین میں مذکور ہے کہ اگر دوسرے شوہر نے بعد دخول کے طلاق دی پھر دوبارہ اس عورت سے نکاح کیا اور وہ عدت میں تھی پھر قبل دخول کے اس کو طلاق دی پھر اس سے پہلے شوہر نے نکاح کیا اور ہنوز عدت نہ گزری تھی اور کسی حاکم نے اس نکاح کی صحت کا حکم دیا تو اس کی قضا نافذ ہو گی کیونکہ اجتہاد کو اس صورت میں گنجائش ہے اور زفر کا مذہب ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو قبول دخول کے طلاق دی اور قاضی نے آدھے سامان جہیز دینے کا اس کے لئے حکم کیا ☆

اگر صغیرہ لڑکی کی طرف سے باپ نے خلع لیا اور اس کے جائز ہونے کا قاضی نے حکم کیا تو نافذ ہو گا اگر ممتدۃ الطہر[2] کی عدت مہینوں سے گزرنے کا حکم کیا تو منہاج الشریعۃ میں امام مالک سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دی اور چھ مہینے گزر گئے اور اس نے خون نہ دیکھا تو اس کے پاس کا حکم دیا جائے گا حتیٰ کہ اس کے بعد اس کی عدت تین مہینہ کے حساب سے ختم ہو گی اور ابن عمرؓ سے بھی ایسا ہی مروی ہے پس اس بنا پر اگر ممتدۃ الطہر کے حد ایاس پر پہنچنے سے کہ پچپن برس ہوتے ہیں پہلے پچاس برس یا دو ایک برس پہلے اگر اس کا خون منقطع ہو گیا تو موافق اختیار شیخ الاسلام برہان الدین کے اگر اس کے شوہر نے اس کو طلاق دی اور اس پر چھ مہینے گزر گئے پھر تین مہینے کی عدت کی شمار کی اور اس پر کسی قاضی نے حکم کیا تو نافذ ہونا چاہئے کیونکہ یہ مجتہد فیہ ہے اور اس کا یاد رکھنا چاہئے کیونکہ کہ اکثر ایسا واقعہ ہوتا ہے اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو قبول دخول کے طلاق دی اور قاضی نے آدھے سامان جہیز دینے کا اس کے لئے حکم کیا حالانکہ عورت نے مہر پر قبضہ کر لیا اور سامان لے لیا تو اس کی قضا نافذ نہ ہو گی کیونکہ جمہور کے خلاف ہے اگر ایک شخص نے اپنے غلاموں میں سے ایک کو آزاد کیا اور بیان سے پہلے مر گیا اور قاضی نے قرعہ ڈالنے کا حکم کیا تو اس کی قضا نافذ ہو گی اس لئے کہ مجتہد فیہ ہے مالکؒ اور شافعیؒ قرعہ ڈالنے کے قائل ہیں یہ فصول عمادیہ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا آدھا

---

[1] یعنی کسی نے اگر قسم کھائی کہ اگر ایک عورت سے نکاح کروں تو وہ طالقہ ہے پس قاضی نے حکم کیا کہ یہ باطل ہے۔ [2] ممتدۃ الطہر وہ عورت جو معمولی طہر میں عورتوں کے نسبت زیادہ دنوں تک بدوں حیض کے ظاہر رہتی ہے۔

غلام آزاد کیا یا غلام دو شخصوں میں مشترک تھا کہ ایک نے آزاد کیا وہ شخص تنگدست ہے اور قاضی نے دوسرے کو حکم کیا کہ اپنا حصہ فروخت کر لے اور اس نے فروخت کر لیا پھر دونوں نے کسی اور قاضی کے پاس مخاصمہ کیا کہ جس کی یہ رائے نہ تھی تو خصافؒ نے ذکر کیا کہ دوسرا قاضی بیع اور قضا کو باطل کر دے اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ یہ قول خصاف کا ہے اور اس مسئلہ میں کوئی روایت ہمارے اصحاب سے نہیں ہے اور اگر خصافؒ کا قول موجود نہ ہوتا تو ہم کہتے کہ اس کی قضا نافذ ہوگی کیونکہ اس نے مجتہد فیہ میں حکم دیا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

اگر قاضی شافعی مذہب کو اس واسطے سپرد کیا کہ اپنی رائے سے فیصلہ کرے یا موافق حکم شرع کے فیصلہ کرے تو یہ تفویض سب کے نزدیک نافذ ہوگی ☆

اگر مسئلہ مخمسہ[۱] میں قاضی نے حکم دیا تو اس کی قضا نافذ ہوگی کیونکہ یہ مختلف فیہ ہے شروط ابو نصر دبوسی میں ہے کہ اگر رہن غیر منقسم[۲] واقع ہو تو چاہئے کہ کسی حاکم کا حکم لے لے تاکہ صحیح ہو اگر پانی کی بیع جائز ہونے کا حکم کیا تو دوسرے کا اختیار نہیں ہے کہ اس کو باطل کرے اور اگر اس نے باطل کیا تو دوسرے کو جائز کرنے کا اختیار نہیں ہے جامع الفتاویٰ اور سیر کبیر میں ہے کہ اگر کسی ایسی بیع کے جائز ہونے کا حکم کیا جو مدت مجہول کی شرط کی وجہ سے فاسد تھی تو اس کی قضا نافذ ہوگی جبکہ اس باب میں اس کے پاس مخاصمہ ہوا ہو اور مشتری کو مبیع اپنے پاس رکھنا جائز ہے اگر کسی مدبر کی بیع جائز ہونے کا حکم دیا تو اس کی قضا نافذ ہوگی اور مکاتب کی بیع اس کی رضامندی سے جائز ہے اور یہی روایت اظہر ہے اگر ایک نوع کی تجارت کے ماذون غلام میں حکم دیا کہ اس کو کل نوع کی اجازت نہیں ہے تو نافذ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے اور قاضی لوگ جو یہ فعل کرتے ہیں کہ یمین[!] مضاف کو فسخ کرتے یا بیع مدبر وغیرہ میں شافعی مذہب کے سپرد کرتے ہیں تو یہ فعل صرف اس وقت جائز ہے کہ سپرد کرنے والے کی بھی یہ رائے ہو مثلاً اس کے نزدیک یہ رائے اجتہادی ظاہر ہوا ور اگر اس کی یہ رائے نہ ہو تو سپرد کرنا صحیح نہیں ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ سپرد کرنا درست ہے اگرچہ اس کی خود یہ رائے نہ ہو اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور اگر قاضی شافعی مذہب کو اس واسطے سپرد کیا کہ اپنی رائے سے فیصلہ کرے یا موافق حکم شرع کے فیصلہ کرے تو یہ تفویض سب کے نزدیک نافذ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر ایک دار کے خلاص کرنے کا جو مشتری سے استحقاق میں لے لیا جائے اور اسی کے مثل دار کے ضامن ہونے کا کسی قاضی نے حکم دیا کہ جائز ہے پھر وہ دوسرے کے سامنے پیش ہوا تو دوسرا اس کو باطل کرے گا صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک دار فروخت کیا اور بائع یا کوئی اجنبی مشتری کے واسطے خلاص کا ضامن ہوا اور خلاص کے یہ معنی ہیں کہ ضامن نے مشتری سے کہا کہ اگر یہ دار تیرے ہاتھ سے استحقاق میں لے لیا گیا پس میں ضامن ہوں کہ اس دار کو بیع یا ہبہ سے خلاص کر کے تیرے سپرد کروں گا اور اگر اس کے سپرد کرنے سے عاجز ہو گیا اور خلاص نہ کر سکا تو اس کے مثل دوسرا دار خرید کر کے تیرے سپرد کروں گا پس ایسی ضمانت ہمارے نزدیک باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک یہ ضمانت صحیح ہے اور یہ تفسیر ضمان خلاص کی جو مذکور ہوئی امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور اسی کو صاحب الاقضیہ نے اختیار کیا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ضمان اخلاص اور عہدہ اور درک ایک ہی ہے یعنی وقت استحقاق کے ثمن واپس دلانے کی ضمانت کرنا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک یہ تفسیر ضمان درک کے ہے اور ضمان خلاص کی وہ تفسیر ہے جو سابق مذکور ہوئی اور ضمان عہدہ کے یہ معنی ہیں کہ اس قدیمی نوشتہ کی طرف سے جو بائع کے پاس ہے ضامن ہونا پس صاحبینؒ کے نزدیک جب ضمان خلاص کے معنی ضمان درک ہیں تو ان کے نزدیک

! یعنی ایسی قسم جو آئندہ کسی فعل کی طرف مضاف ہو مثلاً کسی عورت سے کہا کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھ کو طلاق ہے چنانچہ شافعی کے نزدیک یہ قسم باطل ہے۔ (۱) مخمسہ اس میں پانچ قول اجتہادی ہیں اور آئندہ آئے گا۔ (۲) جو فقط امامؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

صحیح ہوگی۔

اگر مبیع مشتری کے ہاتھ سے استحقاق میں لے لی گئی تو وہ ضامن سے قیمت لے گا پس ہرگاہ کہ قاضی نے اس ضمان کے صحت کا حکم کیا اور مشتری کے لئے کفیل کے ساتھ حق خصومت ثابت کیا تو یہ قضا نافذ ہو جائے گی اور جب دوسری قاضی کے سامنے پیش ہوئی تو اس کو باطل نہ کرے گا اور اگر اس نے دار سپرد کرنے کے لئے ضمانت کی تو ضمانت صحیح نہیں پس قضا صحیح نہ ہوگی اور اگر کسی شخص کی عورت نے یا اس کی بیٹی نے عمداً خون کرنے سے قاتل کو معاف کیا اور قاضی نے اس معاف کرنے کو باطل جانا کیونکہ اس کی رائے میں عورتوں کی طرف سے عفو نہیں اور نہ ان کا قصاص میں کچھ حق ہے جیسا کہ بعض علما کا مذہب ہے اور اس نے اس شخص کے قصاص میں قتل کئے جانے کا حکم دے دیا اور قتل ہونے سے پہلے یہ مقدمہ ایسے قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا جو عورتوں کے عفو کرنے کو صحیح جانتا ہے تو دوسرا قاضی قصاص کے حکم کو باطل کر دے گا اور اس عفو کو نافذ کرے گا اور اگر اس شخص کے قتل ہونے کے بعد پیش ہوا تو اس کا حکم جاری ہو گیا ہے پس دوسرا قاضی اس امر میں کچھ تعرض نہ کرے گا ایسا ہی خصافؒ اور صاحب الاقضیہ نے ذکر کیا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یوں کہنا چاہئے کہ جس شخص کے لئے قصاص لینے کا حکم ہے اگر وہ عالم تھا تو اس سے قصاص لیا جائے اور اگر جاہل تھا تو اس سے دیت لی جائے یہ محیط میں لکھا ہے خلاصہ میں ہے کہ اگر شے مرہون یا مستاجر[1] کی بیع کی اجازت دے دی تو نافذ ہو جائے گی اور جامع الفتاویٰ میں ہے کہ اگر قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش ہوئے کہ کسی شخص کی باندی اس کی بیٹی ہے اور اس نے اس کا حکم دے دیا تو وہ حکم میں اس کی بیٹی ہے کہ اس سے وطی کرنا حلال نہیں ہے اور اس کی میراث سے کچھ مال اس کو کھانا حلال نہیں ہے اور یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ مال میراث کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے اگر ایک گواہ کی گواہی پر اپنے پسر کے خط[لے] ہونے کا حکم دے دیا تو قضا نافذ نہ ہوگی اور اگر گواہوں کی گواہی پر ایک مہری وصیت پر حکم کیا بدوں اس کے کہ وہ وصیت گواہوں کے سامنے پڑھی گئی ہو تو دوسرا قاضی اس حکم کو نافذ کر دے گا اور اسی طرح اگر اپنے دیوان کے کسی چیز پر فیصلہ کیا اور وہ خود اس کو بھولا ہوا ہے یا گواہوں کی گواہی پر ایک نوشتہ کا فیصلہ کیا کہ گواہوں کو نہیں یاد ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے لیکن وہ لوگ اپنا خط اور مہر پہچانتے ہیں تو دوسرا قاضی بھی اس کو نافذ رکھے گا مگر اول قاضی کو یہ کرنا نہ چاہئے تھا اور یہ سب امام اعظمؒ اور زفرؒ کے قیاس پر ہے خانیہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے طلاق یا عتاق واقع ہونے کی قسم کھائی کہ اگر وہ شخص گوشت کھائے تو اس کی عورت پر طلاق یا اس کا غلام آزاد ہے پھر اس نے مچھلی کھائی پھر عورت نے قاضی کے سامنے پیش کیا کہ وہ مچھلی کو گوشت میں شامل جانتا تھا اس نے دونوں میں جدائی کر دی پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا کہ اس کے نزدیک مچھلی گوشت میں شامل نہیں ہے تو دوسرا قاضی پہلے کے حکم کو نافذ کرے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر قرض دار نے طالب سے کہا کہ اگر میں تیرا قرض آج نہ ادا کروں تو میری عورت پر تین طلاق ہیں اور قرض خواہ روپوش ہو گیا اور قرض دار کو خوف ہوا کہ اگر وہ آج نہ ظاہر ہوا تو میں اپنی قسم میں جھوٹا ہوں گا یعنی عورت پر طلاق ہو جائے گی اور اس نے قاضی کو اطلاع دی پھر قاضی نے غائب کی طرف سے ایک وکیل مقرر کیا اور وکیل کو حکم دیا کہ مطلوب سے مال لے تا کہ وہ قسم میں جھوٹا نہ ہو اور اس پر دوسرے حاکم نے بھی حکم دیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے کذافی الاقضیہ اور یہ سب کا قول ہے اگر چہ بالخصوص امام ابو یوسفؒ کو ذکر کیا ہے اور ناطفی نے ذکر کیا کہ وکیل مقرر کرے اور اس کے قبضہ کر لینے سے اس کی قسم جھوٹی نہ ہوگی اور ناطفی نے کہا کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر امام المسلمین کسی ملک پر غالب آیا اور اہل حرب کے ساتھ جان و مال کا احسان کرنا چاہا تو اس کو یہ اختیار ہے اور ان کے جانوں پر حربیہ مقرر کرے اور زمین پر خراج مقرر کرے لیکن زمین کی زیادہ پیداوار کے لحاظ سے حضرت

لے خط یعنی حکم دیا کہ یہ میرے پسر کا لکھا ہوا ہے حالانکہ گواہ واحد ہے تو یہ باطل ہے۔ (۱) مستاجر اجارہ دی ہوئی۔

عمرؓ کی مقدار مقرر سے زیادہ خراج نہ مقرر کرے اور یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ کا اس میں اختلاف ہے اور اس پر اجماع ہے کہ کمی پیداوار کی وجہ سے کم کر دے پھر اگر خراج مقررہ سے کم باندھنے کے بعد وہ زمین ایسی ہو گئی کہ جس میں زیادہ پیداوار ہے تو اس پر وہی وظیفہ مقررہ حضرت عمرؓ کر سکتا ہے اور اگر امام نے اس زمین پر حضرت عمرؓ کا مقررہ خراج باندھا تو بالا جماع اس کو زیادہ کر دینے کی اجازت نہیں ہے اگر چہ زمین میں اس سے زیادہ خراج اٹھا لینے کی طاقت ہو اور اسی طرح اس کو تحویل[1] خراج کی اجازت نہیں ہے مثلاً پہلا خراج درہم تھا تو اب اس کو بٹائی کر لینا جائز نہیں ہے یا اس کا عکس کیا تو بھی روا نہیں ہے پھر اگر اس نے اس وظیفہ مقررہ حضرت عمرؓ پر زیادتی کی یا تحویل خراج کی اور اس کا حکم ان پر جاری کر دیا اور اس کی یہ رائے اجتہادی تھی پھر بجائے اس کے دوسرا والی ملک ہوا اور اس کی رائے برخلاف ہے پس اگر پہلے امام کا فعل ان ذمیوں کی خوشی خاطر سے تھا تو دوسرا والی اس کو جاری رکھے اور اگر بدوں ان کی خوشی خاطر کے تھا تو دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ زمین بزور شمشیر فتح ہوئی تھی پھر امام المسلمین نے ان پر احسان کیا تو بھی دوسرا والی پہلے کے فعل کو جاری رکھے اور اگر بطور صلح کے فتح ہوئی اور پھر امام اول نے خراج مقررہ میں بڑھایا یا تحویل کی تو دوسرا والی اس کا حکم توڑے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

باب : ⑳

جس میں قضائے قاضی جائز ہے اور جس میں نہیں جائز ہے اُن صورتوں کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ انسان کو اپنے نفس[2] کا قاضی ہونا نہیں جائز ہے پس اگر قاضی نے اپنے واسطے کسی وجہ سے یا کل وجہ سے حکم کیا تو اس کی قضا نافذ نہ ہو گی ہاں اس قدر فرق ہے کہ اگر کل وجہ سے اس نے اپنے واسطے حکم کیا تو دوسرے قاضی کے نافذ کرنے سے بھی نافذ ہو گا اور اگر ایک وجہ سے حکم کیا تھا تو نافذ نہ ہو گا اور اگر غیر کے واسطے کل وجہ سے حکم کیا پس اگر قاضی بالیقین قضاء کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے تو قضا نافذ نہ ہو گی اگر چہ دوسرے قاضی نے نافذ کی ہو اور اگر اس کی صلاحیت میں اختلاف ہوا اور دوسرے قاضی نے نافذ کی تو بالا جماع نافذ ہو گی اور اگر قضائے قاضی میں اختلاف ہوا کہ کل وجہ سے اس نے غیر کے واسطے حکم دے دیا ہے یا کسی وجہ سے غیر کے واسطے اور کسی وجہ سے اپنے واسطے حکم کیا ہے تو دوسرے قاضی کے جاری کرنے سے نافذ ہو گی کتاب الوکالۃ میں ہے کہ اگر قاضی نے اپنے ایک دار کے فروخت کرنے یا اجارہ دینے کے واسطے یا اپنے ہر حق کے جو دوسرے کی طرف آتا ہے نالش کرنے کے واسطے یا دوسرے کی نالش کی جواب دہی کے واسطے کوئی وکیل کیا تو جائز ہے مگر قاضی کو جائز نہیں ہے کہ اپنے وکیل یا وکیل الوکیل کے واسطے[3] حکم دے اور اسی طرح اپنے باپ کے وکیل کے واسطے یا دادا پردادا وغیرہ ایسے بزرگوں کے وکیل کے واسطے یا بیٹے یا پوتے یا پروتے وغیرہ ایسے خردوں کے وکیل کے واسطے حکم نہیں دے سکتا ہے اور اسی طرح اپنے غلام یا مکاتب یا اپنے ایسے رشتہ دار کے غلام یا مکاتب کے واسطے جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں ہے حکم نہیں دے سکتا ہے اور اسی طرح اپنے شریک کے واسطے جس کو شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان ہے حکم دینا درست نہیں ہے بشرطیکہ خصومت مال شرکت میں ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔

---

[1] تحویل یعنی ایک زمین سے محول کر کے دوسری زمین پر ڈالے۔ [2] اپنے نفس یعنی اپنا ذاتی مقدمہ ہو تو اس میں حاکم نہیں ہو سکتا پھر اگر اس نے حکم کیا تو دو صورتیں ہیں اول یہ کہ فیصلہ اپنے مقابل کے لئے ہے لیکن بعض وجہ سے اس کا نفع قاضی کو بھی پہنچتا ہے تو دوسرے حاکم کے نافذ کرنے سے نفاذ ہو جائے گا اور اگر ہر وجہ سے قاضی نے اپنے واسطے فیصلہ کیا تو باطل ہے۔ [3] یعنی اس کے نام ڈگری کرے اور اشارہ ہے کہ اگر اس کے اوپر ڈگری کرے تو روا ہے۔

اگر ایسا شخص وکیل ہوا ہو جس کے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں ہے تو قاضی کو اس کے واسطے حکم دینا درست نہیں ہے جیسے والدین یا اولاد یا زوجہ یا زوج ہمارے نزدیک یہ شرح طحاوی میں ہے اگر ایک شخص مر گیا اور اس نے قاضی کے لئے تہائی مال کی وصیت کی اور وصی کسی اور شخص کو کیا تو قاضی کو اس میت کے واسطے کسی شے کی قضا درست نہیں ہے اور اسی طرح اگر قاضی میت کے وارثوں میں سے ہو تو میت کے واسطے کچھ حکم نہیں دے سکتا ہے اور اسی طرح اگر موصی لہ قاضی کا بیٹا یا اس کی عورت وغیرہ ایسے شخصوں میں سے ہو جن کے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں یا ان لوگوں کا غلام ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر قاضی وکیل ہو وصی کی طرف سے میراث میت کے باب میں تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ ظاہر میں قضا خود قاضی کے لئے ہوگی اسی طرح اگر قاضی کا قرضہ میت پر آتا ہے تو میت کے لئے کچھ حکم دینا درست نہیں ہے اگر دونوں مخاصموں میں سے ایک نے قاضی کے غلام یا مکاتب یا ایسے شخص کو جس کے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں ہے وکیل کیا تو قاضی کو جائز نہیں ہے کہ وکیل کے لئے اس کے قاصم پر کچھ حکم کرے کیونکہ ظاہر میں قضا وکیل کے واسطے ہوگی اگر کسی شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل قاضی ہو گیا تو اس کو اختیار نہیں ہے کہ اپنی وکالت کے مقدمہ میں کچھ حکم کرے کیونکہ قضا من حیث الظاہر اسی کے واسطے واقع ہوگی اور اس کو یہ بھی اختیار نہیں ہے کہ اپنے موکل کی طرف سے وکیل قائم کرے کیونکہ اگر اس نے بحکم قضا وکیل کیا تو قضاء علی الغائب ہے اور اگر بحکم وکالت وکیل کیا تو یہ وکیل ایسا ہوا کہ موکل نے اس سے یہ نہیں کہا تھا کہ جو کچھ تو کرے تو وہ جائز ہے پھر اس نے وکیل مقرر کیا تو جائز ہے مگر قاضی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس وکیل کے واسطے فیصلہ کرے قال المترجم[1]: اعلم ان فی المسائل کلھا انہ لا یقضی لہ ولیس فی شیء منھا انہ لا یقضی علیہ قال وھذا علی الخلاف الذی قد مر فتذکر واللہ اعلم جامع کبیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس کے مختلف قرضے لوگوں پر ہیں کچھ قاضی پر ہے اور کچھ قاضی کی بیوی یا بیٹے وغیرہ پر جن کی گواہی قاضی کے حق میں قبول نہیں ہے پھر ایک شخص نے اس قاضی کے پاس دعویٰ کیا کہ میت نے مجھے وصی کیا ہے پس واضح ہو کہ یہاں تین مسائل ہیں ایک یہی جو مذکور ہوا اور اس مسئلہ میں یہ حکم ہے کہ اگر قاضی نے اس کی وصایت کا حکم دیا تو استحساناً درست ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے ان قرض داروں میں سے اسی وصی کو قرضہ ادا کیا تو بری ہو جائے گا اور اگر یہ فیصلہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو جاری رکھے گا اور باطل نہ کرے گا اور اگر قاضی نے اس کی وصایت کا حکم نہ کیا حتیٰ کہ قاضی نے یا کسی دوسرے قرض دار نے قرضہ ادا کیا پھر اس کے وصی ہونے کا حکم کیا تو اس کا فیصلہ صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ وارثوں کو اختیار ہے کہ اس سے اپنے قرض کا مطالبہ کریں اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو وہ حکم باطل کر دے گا اور اگر اس نے جاری کیا تو باطل ہوگا اور امام محمدؒ نے اس صورت میں قاضی اور اس کی بیوی اور بیٹے کا ایک حکم رکھا ہے۔

اگر کسی نے وصی ہونے کا دعویٰ نہ کیا حتیٰ کہ قاضی نے اس کو وصی مقرر کیا ☆

بعض مشائخ نے کہا کہ جو جواب اس کے ذاتی حق میں ہے بیوی اور بیٹے کے حق میں اس کے برخلاف ہونا چاہئے اور بعض مشائخ نے کہا کہ جو جواب اس کے بیٹے کے حق میں مذکور ہوا وہ امام محمدؒ کے قول پر درست ہے اور بیوی کے حق میں جو جواب ہے وہ بالکل نہ مستقیم ہے اور بعض کتاب میں لکھا ہے کہ قاضی کا حکم عورت کے واسطے دوسرے قاضی کے نفاذ پر متوقف ہے اگر کسی نے وصی ہونے کا دعویٰ نہ کیا حتیٰ کہ قاضی نے اس کو وصی مقرر کیا پھر قاضی نے یا بعض قرض داروں نے قرضہ اس کو دے دیا تو وصی کرنا اور مقرر کرنا جائز اور قرضہ دینا جائز ہے اور اگر پہلے قرضہ دے دیا پھر اپنی رائے سے وصی مقرر کیا تو مقرر کرنا صحیح نہیں ہے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے

[1] یعنی مترجم کہتا ہے کہ جمیع مسائل میں لا یقضی لہ ہی آیا یعنی اس کے نام ڈگری نہ ہوگی اور کسی میں لا یقضی علیہ نہیں ہے یعنی اس پر ڈگری نہ ہوگی اور سابق میں اختلاف گزرا اس کو یاد کرنا چاہئے۔

کہ اگر اس صورت میں بجائے وصیت کے کسی نے نسب کا دعویٰ کیا کہ وہ شخص میت کا بیٹا اور وارث ہے اور اس پر گواہ قائم کئے اور قاضی نے اس کو قرضہ ادا کر دینے کے بعد اس کے نسب کا حکم دے دیا تو قضا نافذ ہوگی اور اگر ادائے قرضہ سے پہلے حکم دیا تو نافذ ہوگی تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر بجائے وصیت یا نسب کے دعویٰ کے وکالت کا دعویٰ ہو مثلاً قرض خواہ غائب ہو گیا اور ایک شخص نے آ کر وکالت کا دعویٰ کیا کہ قرض خواہ نے مجھے قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور گواہ پیش کئے اور قاضی نے اس کے وکیل ہونے کا حکم دے دیا تو جائز نہیں ہے خواہ قرضہ ادا کرنے سے پہلے حکم دیا ہو یا اس کے بعد اگر اس نے وکالت کا حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا پس اگر قرضہ ادا کرنے کے بعد اول نے وکالت کا حکم دیا ہے تو لامحالہ رد کر دے اور اگر قرضہ ادا کرنے سے پہلے حکم دیا ہے اور دوسرے قاضی نے اس کو نافذ کیا تو نافذ ہوگا اگر قاضی نے غائب کی طرف سے مسخر مقرر کیا تو جائز نہیں ہے اور مسخر اس کو کہتے ہیں جس کو قاضی نے غائب کی طرف سے خصومت کی سماعت کے واسطے مقرر کیا ہو اور اسی طرح اگر ایک شخص نے حاضر ہو کر اس کی طرف سے خصومت کی سماعت کی اور قاضی جانتا ہے کہ مسخر فی الحقیقۃ خصم نہیں ہے تو قاضی خصومت کی سماعت نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے امام محمدؒ نے شہادات الجامع میں ذکر کیا کہ زید غائب ہو گیا اور ایک شخص عمرو آیا اور اس نے خالد پر دعویٰ کی اور ذکر کیا یہ خالد زید کا قرض دار ہے اور زید نے مجھے وکیل کیا ہے کہ اس کا تمام قرضہ جو کوفہ میں اس کے قرض داروں پر ہے وصول کروں اور اس کی نالش کروں اور خالد اس کی وکالت سے انکار کرتا ہے پھر عمرو نے اپنی وکالت کے گواہ پیش کئے تو قاضی اس کی وکالت کا حکم دے گا شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس کی دلیل ہے کہ مسخر پر حکم جائز ہے کیونکہ اس نے کہا کہ مدعی نے ایک شخص پر دعویٰ کیا اور ذکر کیا کہ یہ اس کا قرض دار ہے اور یہ نہ کہا کہ ایک شخص پر دعویٰ کیا جو اس کا قرض دار تھا کذا فی الذخیرہ۔

امام ظہیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قضاء علی الغائب میں ناجائز ہونے پر فتویٰ ہے ☆

متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ مسخر پر گواہ قائم کرنا اسی حالت میں جائز ہے کہ قاضی کو نہ معلوم ہو کہ یہ مسخر ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو جائز نہیں ہے اور اسی کو برہان الائمہ امام عبدالعزیزؒ نے اختیار کیا ہے کذا فی التاتارخانیہ اور بعض نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہونا چاہئے ایک یہ کہ حکم نافذ نہ ہوگا اور دوسرے یہ کہ نافذ ہوگا کیونکہ درحقیقت یہ قضاء علی الغائب ہے اور اس میں دو روایتیں ہیں اور اسی طرف شیخ الاسلام نے میل کیا ہے اور امام ظہیر الدینؒ فرماتے ہیں کہ قضاء علی الغائب میں ناجائز ہونے پر فتویٰ ہے پس اگر قاضی نے مسخر پر حکم دے دیا اور دوسرے قاضی نے اس کو نافذ کر دیا تو صحیح ہے اور پھر کوئی اس کو باطل نہیں کر سکتا ہے اگر قاضی نے ایک شے معین کا جو کسی کے قبضہ میں ہے کسی کے لئے حکم کیا اور یہ شے قاضی کی ولایت میں نہیں ہے تو قضا صحیح ہے اور تسلیم صحیح نہیں ہے اور صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ بخاری شخص نے قاضی بخارا کے پاس ایک سمرقندی پر دعویٰ کیا کہ وہ دار جو سمرقند میں فلاں محلہ فلاں کوچہ میں ایسے ہی تمام دعویٰ بیان کر کے کہا کہ جو اس شخص کے قبضہ میں ہے وہ میری ملک ہے اور اس کے پاس ناحق ہے اور اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کئے تو قاضی اس دار کا مدعی کے لئے فیصلہ کرے گا اور صحیح ہے کیونکہ مقضی لہ اور مقضی علیہ دونوں حاضر ہیں لیکن سپرد کرنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ دار اس کی ولایت میں نہیں واقع ہے تو قاضی سمرقند کو قبضہ دلانے کے واسطے تحریر کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر قرض خواہ نے گواہوں کے غائب ہونے یا مر جانے کا خوف کیا اور چاہا کہ غائب قرض دار پر اپنا حق ثابت کر لے تو بعضوں نے اس کی صورت یہ نکالی کہ کسی غیر کو اپنا حق لوگوں پر ثابت کرنے کے واسطے وکیل کرے اور جو کچھ غائب پر ثابت کرنا چاہتا ہے خواہ قرض یا طلاق یا عتاق یا بیع اس کو وکالت میں اس طرح شرط کر دے کہ اگر فلاں شخص نے یعنی خود اگر فلاں شخص غائب کے ہاتھ اپنا غلام فروخت کیا ہے یا

غائب نے اپنی عورت کو طلاق دی ہے یا اس نے اپنا غلام آزاد کیا ہے تو تو میرا وکیل ہے کہ میرے حقوق لوگوں پر ثابت کرے پس ایسا ہوگا کہ یہ وکیل مدعا علیہ سے دعویٰ کرے گا کہ فلاں غائب نے چونکہ اپنا غلام فروخت کیا ہے مثلاً اور میں اپنے موکل کا وکیل ہوگیا ہوں اور میرے موکل کے ہزار درہم تجھ پر قرض ہیں تو مدعا علیہ کہے گا کہ فلاں شخص نے تجھے اس شرط پر وکیل کیا ہے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ یہ شرط پائی گئی یا نہیں پس وکیل مدعی شرط پائے جانے پر گواہ پیش کرے گا پس قاضی شرط پر حکم دے گا لیکن اس صورت میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ ایسی شرط کے اثبات میں جس میں غائب کا حق ہے کوئی شخص خصم قائم ہوسکتا ہے یا نہیں اور صحیح یہ ہے کہ نہیں ہوسکتا ہے جبکہ ایسی شرط ہو کہ غیر کو اس سے ضرر[1] پہنچے اور صحیح صورت وہ ہے جو امام محمدؒ نے جامع میں ذکر کی ہے کہ جب کوئی شخص غائب پر قرضہ ثابت کرنا چاہے تو ایک شخص کو چاہئے کہ وہ قرض خواہ سے کہے کہ جو کچھ تیرا فلاں شخص غائب پر چاہئے میں نے اس کی کفالت کی پھر قرض خواہ اس کفیل کو قاضی کے حضور میں حاضر کرے اور کہے کہ میرے فلاں شخص غائب پر ہزار درہم ہیں اور یہ شخص میرے تمام حقوق کی جو فلاں غائب پر ہیں کفالت کرتا ہے اور اس کی کفالت سے پہلے میرے اس پر ہزار درہم ہیں تو کفیل کفالت کا اقرار کرے گا اور مال سے انکار کرے گا اور اس کا انکار صحیح ہے پھر جب مدعی نے گواہ پیش کئے کہ مدعی کے ہزار در۔م فلاں غائب پر اس کفیل کی کفالت سے پہلے سے چاہئے ہیں تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور کفالت اور مال دونوں کا حکم دیا جائے گا اور اسی طرح اگر یہ کفالت اس طرح پر قاضی کے سامنے واقع ہو تو بھی ایسا ہی ہم اور کفالت غائب کے حکم سے ہونا یا بلا حکم ہونا دونوں اس صورت میں یکساں ہیں یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم بیان تحریری لیتے تھے اور ان کے بعد کے امیر وخلیفہ بھی لیتے تھے ☆

اگر کسی نے ایک غائب پر ہزار درہم کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اس شخص نے غائب کی طرف سے ان ہزار درہم کی جو اس پر آتے ہیں اس کے حکم سے میرے واسطے کفالت کی ہے تو یہ صورت اور صورت سابقہ مساوی ہے اور اگر دعویٰ کیا کہ میرے فلاں غائب پر ہزار درہم ہیں اور اس شخص نے میرے واسطے اس کی طرف سے جو میرا اس پر چاہئے ہے اس کی کفالت کر لی اور یہ نہ کہا کہ اس کے حکم سے اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کئے تو قاضی اس شخص حاضر پر ہزار درہم کا حکم دے گا اور یہ قضا علی الا غائب نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے بیان تحریری لینے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ کسی حال میں اس کو نہ لے اور نہ پڑے اور بعضوں نے کہا کہ جس وقت فیصلہ کے واسطے بیٹھے اس وقت نہ لے گا اور اگر اپنے مکان یا اس کے فناء میں ہو تو لے لے اور اس کو پڑھ لے اور یہی ہمارا مذہب ہے کیونکہ خلفاء راشدین بیان تحریری لیتے تھے اور ان کے بعد کے امیر وخلیفہ بھی لیتے تھے اور یہ اس واسطے ہے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی مخاصم اعجمی ہو کہ وہ قاضی کی زبان کو نہ جانتا ہو اور نہ قاضی اس کی زبان سمجھتا ہو تو ضروری ہے کہ قاضی کو مقدمہ سمجھانے کے واسطے وہ دوسرے سے حال لکھوا کر پیش کر دے گا اور جب قاضی نے بیان تحریری لیا تو اس کے خصم سے دریافت کرے کہ یہ تیرا بیان ہے اس نے کہا کہ ہاں پھر پوچھے کہ اسے تو نے لکھا ہے اس نے کہا کہ ہاں پھر پوچھے کہ یہ صورت ایسی ہی ہے جیسی اس میں لکھی ہے اس نے کہا کہ ہاں تو اس کو پڑھے پس اگر اس میں اقرار ہو تو اس اقرار پر فقط فیصلہ نہ کر دے بلکہ اس کو آگاہ کرے کہ اس میں یہ اقرار ہے پس اگر اس نے اقرار کیا کہ ہاں ایسا ہی ہے تو اس کے اقرار پر فیصلہ کر دے اور اسی مسئلہ کی نظیر مسئلہ توکیل ہے کہ اگر دونوں میں سے ایک خصم نے بغیر رضامندی وکیل کیا پس اگر قاضی کے نزدیک وہ تلبیس یا تدلیس اور تغلب میں

---

[1] مانند طلاق وعتاق وغیرہ کے۔

متہم ہے تو اس سے وکالت قبول نہ کرے اور اگر جانے کہ وہ خود بیان کرنے سے عاجز ہے تو قبول کرے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے شمس الائمہ اوزجندیؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر قاضی نے دعویٰ کی سماعت کی اور نائب نے گواہی کی سماعت کی تو نائب بدون اعادہ دعویٰ کی شہادت پر حکم دے سکتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں مگر جبکہ قاضی اس کو حکم دے کہ اس گواہی پر فیصلہ کردے اور دریافت کیا گیا کہ اگر قاضی نے دعویٰ اور گواہی دونوں کی سماعت کی اور اپنے نائب کو حکم دینے کے واسطے کہا اور قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت بھی ہے تو یہ حکم درست ہے انہوں نے فرمایا کہ ہاں درست ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

ابواب الشہادات میں ہے کہ ایک شہر کے قاضی نے کسی قدر مال کا حکم کسی پر دیا اور نوشتہ لکھ دیا پھر یہ قاضی مرگیا اور مدعی نے محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور گواہ پیش کئے کہ فلاں بن فلاں قاضی نے اس شخص پر اس قدر مال کا حکم کیا تھا جو اس نوشتہ میں موجود ہے تو دوسرا قاضی اس پر ادائے مال کے واسطے جبر کرسکتا ہے یعنی قید کرسکتا ہے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح واقع ہوا ہو اور اگر گواہوں نے دوسرے قاضی کے سامنے یہ بیان کیا کہ کسی قاضی نے ہم کو گواہ کیا تھا کہ اس شخص پر مال چاہیے ہے تو دوسرا قاضی اس پر قید و جبر نہ کرے گا اور ایسا ہی تمام فعلوں میں ہے کہ اگر وہ فعل ذکر کیا اور اس کے فاعل کے نام و نسب سے آگاہ نہ کیا تو گواہی قبول نہ ہوگی کذا فی الخلاصہ۔

باب : ㉑

جرح و تعدیل کے بیان میں

جرح ایسا طعن کرنا ہے جس سے گواہی مقبول نہ ہو تعدیل گواہوں کی عدالت ظاہر کرنا کہ جس سے گواہی مقبول ہو شاہد گواہ مشہود لہ جس شخص کے حق میں گواہوں نے گواہی دی مشہود علیہ جس شخص پر گواہوں نے گواہی دی مزکی پاک کرنے والا اور مراد جو گواہوں کو عیب سے پاک بتلائے واضح ہو کہ امام اعظمؒ کے نزدیک قاضی گواہوں کے حال سے سوال نہ کرے گا مگر جبھی کہ خصم ان میں طعن کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک گواہوں کو دریافت کرے گا اگرچہ خصم نے ان میں طعن نہ کیا ہو اور فتویٰ صاحبینؒ ہی کے قول پر ہے اور یہ اختلاف سوائے حدود و قصاص کے ہے اور حدود و قصاص میں بالاجماع قاضی گواہوں کے حال کو دریافت کرے گا اگرچہ خصم نے ان میں طعن نہ کیا ہو جب خصم نے گواہوں میں طعن کیا تو ظاہری[1] عدالت پر قاضی فیصلہ نہ کرے گا یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے گواہوں نے اگر خصم پر گواہی دی اس کے بعد خصم نے ان کی تعدیل کی تو اس کی چند صورتیں ہیں اگر اس نے کہا کہ یہ لوگ عدول ہیں جو کچھ انہوں نے مجھ پر اس گواہی میں بیان کیا ہے سچ کہا ہے یا یہ لوگ عدول ہیں مجھ پر ان کی گواہی جائز ہے یا ان لوگوں نے مجھ پر حق کے ساتھ گواہی دی یا کہا کہ جو کچھ انہوں نے اس گواہی میں بیان کیا حق ہے تو ان چاروں صورتوں میں جس کی گواہی گواہوں نے دی ہے قاضی اس کا حکم دے دے گا کیونکہ یہ الفاظ اس شخص کی طرف سے مال کا اقرار ہیں پس فیصلہ اقرار پر ہے نہ گواہی پر اور اگر اس نے بیان کیا کہ یہ گواہ عدول ہیں لیکن انہوں نے خطا کی یا کہا کہ یہ لوگ عدول ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس اگر مشہود علیہ عدل ہو اہل تعدیل سے ہو تو امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک قاضی دونوں گواہوں کی گواہی پر بدوں اس کے کہ مزکی سے ان کا حال دریافت کرے فیصلہ[2] کردے گا اور محمدؒ کے نزدیک جب تک مزکی سے دریافت نہ کرے دونوں کی گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ ظاہری واضح ہو کہ امامؒ کے نزدیک اگر ظاہر میں کوئی امر خلاف عدالت نہ ہو تو بظاہر عادل قرار دیا جائے گا لہٰذا مستور الحال کو عادل نہیں کہتے ہیں۔

[2] بنابریں کہ مزکی میں عدالت شرط نہیں ہے۔

اگر مدعا علیہ فاسق یا مستور الحال ہو تو اس کی تعدیل صحیح نہیں ہے اور قاضی حکم نہ دے گا اور یہ اقرار خصم کا کہ یہ لوگ عدول ہیں اپنی ذات پر حق ثابت ہونے کا اقرار نہ گردانا جائے گا اور جب کہ اس کی تعدیل صحیح نہ ہوگی کیونکہ وہ فاسق مستور الحال تھا تو قاضی دریافت کرے گا کہ گواہوں نے سچ کہا یا جھوٹ کہا پس اگر اس نے جواب دیا کہ سچ کہا تو یہ اقرار ہو جائے گا تو قاضی اس کے اقرار پر فیصلہ کرے گا اور اگر اس نے کہا کہ جھوٹ کہا تو فیصلہ نہ کرے گا مشہود علیہ نے اگر گواہی دینے سے پہلے گواہوں کی تعدیل کی کہ یہ لوگ عدول ہیں اور جب انہوں نے اس پر گواہی دی تو اس سے انکار کیا اور قاضی سے طلب کیا کہ گواہوں کی حالت دریافت کرے تو قاضی ان کی حالت دریافت کرے گا اور اس کا گواہی دینے سے پہلے یہ کہنا کہ یہ لوگ عدول ہیں اس درخواست کو مضر نہیں ہے کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ گواہی دینے سے پہلے عادل تھے اور جھوٹی گواہی کی وجہ سے مجروح ہو گئے ایک شخص پر دو شخصوں نے کسی حق کی گواہی دی پس ایک کی تعدیل کی اور کہا کہ وہ عدول ہے مگر اس نے خطا کی یا اسے وہم ہو گیا تو قاضی دوسرے گواہ کو اس سے دریافت کرے پس اگر اس نے دوسرے گواہ کی تعدیل کی تو قاضی دونوں کی گواہی پر فیصلہ کر دے اس واسطے کہ یہ کہنا کہ اس نے خطا کی یا اسے وہم ہو گیا جرح نہیں ہے اور چونکہ دوسرے کی تھی اس نے تعدیل کی تو دونوں عادل ٹھہرے پس دونوں کی گواہی پر فیصلہ جائز ہے اگر کسی شخص پر گواہوں نے کسی حق کی گواہی دی پھر مشہود علیہ نے گواہی کے بعد کہا کہ جس چیز کی فلاں شخص نے مجھ پر گواہی دی ہے حق ہے یا کہا کہ جس کی گواہی مجھ پر فلاں شخص نے دی ہے وہی حق ہے تو قاضی اسی پر فیصلہ کر دے گا اور دوسرے گواہ کو دریافت نہ کرے گا کیونکہ اس نے اپنی ذات پر حق کا اقرار کر لیا تو اس کے اقرار پر فیصلہ کر دے گا اور اگر گواہی دینے سے پہلے اس نے یہ کہا کہ جو کچھ فلاں گواہ مجھ پر بیان کرے گا وہ حق ہے یا کہا کہ جو کچھ یہ شخص مجھ پر بیان کرے گا وہ حق ہے پھر جب دونوں نے گواہی بیان کی تو اس نے قاضی سے درخواست کی کہ ان کے حال کو دریافت کرے کیونکہ انہوں نے میرے حق میں جھوٹ بیان کیا ہے اور مجھے یہ گمان نہ تھا کہ ایسا بیان کریں گے تو قاضی دونوں کو دریافت کرے گا پس اگر دونوں کی تعدیل کی گئی تو ان کی گواہی پر حکم دے گا اور اگر تعدیل نہ کی گئی تو فیصلہ نہ کرے گا[1] اور دریافت حال سے پہلے حکم دینا جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

تزکیہ کی اقسام ☆

تزکیہ کی دو قسمیں ہیں ایک خفیہ اور ایک ظاہر۔ پس ظاہر تزکیہ و تعدیل یہ ہے کہ معدل قاضی کے دربار میں حاضر ہو اور قاضی گواہوں کے سامنے ان کا حال اس سے دریافت کرے پس تعدیل کرنے والا سامنے کہے کہ یہ عدول ہیں اور خفیہ تعدیل یہ ہے کہ قاضی تعدیل کرنے والے سے خفیہ دریافت کرے کہ فلاں گواہ کیسا ہے اور وہ یا اس کی تعدیل کرے یا اس میں جرح بیان کرے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور تعدیل کرنے والے کو یہ کہنا ضرور ہے کہ یہ گواہ عادل اور اس کی گواہی جائز ہے کیونکہ عادل غلام بھی ہوتا ہے اور اس کی گواہی جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور ظہیریہ میں ہے کہ اسی پر اعتماد ہے فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ یہ کہنا کہ میرے[2] علم کی صورت میں وہ عادل ہے تعدیل نہیں ہے اور یہ کہنا کہ میرے علم میں عدل ہے یا میں اس کو عدل جانتا ہوں تعدیل ہے ادب القاضی میں لکھا ہے کہ یہ کہنا کہ وہ لوگ عدول ہیں وہ تعدیل نہیں ہے اور اگر تعدیل کرنے والے نے کہا کہ یہ لوگ ثقہ ہیں تو تعدیل بالیقین نہیں ہے اور قاضی اسی پر اکتفانہ کرے کیونکہ یہ لفظ مستور الحال پر بھی بولا جاتا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ تعدیل ہے اور اگر مزکی نے کہا کہ میں اس شخص سے سوائے خیر کے نہیں جانتا ہوں تو ادب القاضی میں لکھا ہے کہ یہ تعدیل ہے اور ایسا ہی امام ابو یوسفؒ سے

---

[1] قولہ نہ کرے گا کیونکہ مدعا علیہ کا قول سابق بعد گواہی ادا ہونے کے اقرار ہوگا اور چونکہ معلق بشرط ہے لہٰذا باطل کالعدم ہوا۔ [2] قولہ میرے علم آہ ہو تو قولہ ہو عدل فیما اعلم یعنی درانچہ من میدانم و تحتمل المصدریہ کہذا و قولہ نے علمی سواہ فتامل۔

مروی ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ تعدیل نہیں ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ تعدیل ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر مزکی عالم ہوشیار ہو تو اس سے اسی لفظ پر اکتفا کیا جائے گا اور اگر عالم نہ ہو تو کفایت نہ کی جائے گی اور اگر کہا کہ میں اس شخص سے سوائے ایک خصلت کے انواع خیر سے اور کچھ نہیں جانتا ہوں تو یہ تعدیل نہ ہوگی اور اگر کہا کہ یہ شخص ہمارے علم کی صورت میں عادل ہے تو بعضے علماء نے کہا کہ یہ تعدیل ہے۔

ہمارے زمانے میں اعلانیہ تعدیل سے گریز کرنا چاہیے ☆

ایسا ہی شریحؒ سے روایت ہے اور اصح یہ ہے کہ تعدیل نہیں ہے اور اگر کہا کہ یہ شخص عادل ہے اگر اس نے شراب نہ پی ہو تو یہ تعدیل نہیں ہے اور اگر کہا کہ اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تو تعدیل نہیں بلکہ جرح ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور خفیہ تعدیل کی یہ صورت ہے کہ قاضی ایک رقعہ میں گواہوں کے نام اور نسب اور ان کا حلیہ اور قبیلہ اور محلہ اور بازار اگر بازاری ہو لکھ کر مزکی کے حوالہ کرے اور مزکی ان کے پڑوسیوں میں سے اہل ثقہ و امانت سے ان کا حال دریافت کرے اور علانیہ کی یہ صورت ہے کہ قاضی طالب کو حکم دے کہ وہ ایک قوم کو حاضر کرے جو لوگ گواہوں کی بلفظ شہادت[1] تعدیل کرتے ہوں مگر اس میں عدد شرط ہے کیونکہ یہ بمعنی شہادت کے ہے اور بدیں وجہ ایسے شخص سے یہ تعدیل صحیح نہیں ہے کہ جو گواہی کا اہل نہیں ہے اگرچہ عادل ہو اور علانیہ تعدیل میں تعدیل کرنے والے اور گواہ کا یکجا جمع ہونا ضرور ہے اور ہمارے زمانہ میں خفیہ تعدیل پر اکتفا کیا جائے کیونکہ علانیہ تعدیل میں بڑا فتنہ ہے اور بلائے عظیم ہے اور قاضی کو چاہئے کہ اس دریافت حال کے واسطے ایسے لوگوں کو اختیار کرے کہ جو لوگوں سے ثقاہت اور امانت میں بڑھ کر ہوں اور ان کو آگاہی لوگوں سے زیادہ ہو اور تمیز دار ہوں اور لوگوں میں اس واسطے[2] مشہور نہ ہوں کیونکہ اگر لوگ ان سے واقف ہوں گے تو ان کو ایذا پہنچا دیں گے یا دھوکا دیں گے اور تعدیل کرنے والے مزکی کو چاہئے کہ گواہوں کا حال اس کے پڑوسیوں اور اہل بازار سے دریافت کرے پس اگر اس کا عدل ہونا ثابت ہو تو رقعہ میں لکھ دے کہ میرے نزدیک عادل اور اس کی گواہی جائز ہے ورنہ لکھ دے کہ میرے نزدیک عادل نہیں ہے اور رقعہ پر مہر کر کے واپس کر دے پس قاضی مدعی سے بیان کرے گا کہ تیرے گواہوں میں سستی بیان کی گئی اور جرح بیان کی گئی نہیں کہنا چاہئے یا بیان کرے کہ تیرے گواہوں کی تعریف نہیں بیان کی گئی کیونکہ ایسے الفاظ مسلمانوں کی پردہ پوشی کے مناسب ہیں اور بقدر امکان مسلمان کی پردہ پوشی واجب ہے اور یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

اگر قاضی نے تعدیل خفیہ اور تعدیل ظاہر دونوں کو جمع کیا تو بہتر ہے اور مراد یہ ہے کہ جب تعدیل کرنے والے نے خفیہ گواہوں کی تعدیل کی تو قاضی گواہوں اور تعدیل کرنے والے کو اپنی مجلس میں جمع کرے اور تعدیل کرنے والے سے دریافت کرے کہ انہیں لوگوں کی تو نے تعدیل بیان کی ہے اور کتاب الاقضیہ میں ہے کہ جو معدل خفیہ طور پر تھا وہی علانیہ ہونا چاہئے اور یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر قاضی نے احتیاط کی اور علاوہ پہلے مزکی کے دوسرے سے دریافت کیا تو اس کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کرے جو اس نے پہلے کے ساتھ کیا ہے اور اس کو آگاہ نہ کرے کہ میں نے بذریعہ دوسرے کے ان کا حال دریافت کیا ہے پس اگر پہلے نے ان کی جرح کی اور دوسرے نے ان کی تعدیل کی تو تعارض سے دونوں ساقط ہو گئے پس تیسرے نے اگر ان کی تعدیل کی تو عدالت اولیٰ ہے اور اگر جرح کی تو جرح اولیٰ ہوگی اور تعریف مثل تعدیل کے ہے اور عورت کی طرف سے بھی دونوں درست ہیں یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے تعدیل علانیہ ایسے شخص کے لئے صحیح نہیں جس کے لئے گواہی جائز ہے اور تعدیل ظاہر ہے غلام اور مکاتب

---

[1] قولہ شہادت یعنی اس طرح کہتے ہوں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ یہ گواہ عادل ہیں قولہ عدد شرط ہے یعنی دو سے کم نہ ہوں جو شہادت کے لئے ضروری ہیں۔

[2] قولہ اس واسطے یعنی مشہور نہ ہو کہ یہ لوگ معدل یعنی گواہوں کی تعدیل کرنے کے لئے قاضی کی طرف سے منتخب ہیں کیونکہ۔

اور عورت اور محدود القذف کی صحیح نہیں ہے اور تعدیل والدین اور مولودین کی بھی صحیح نہیں ہے اور خفیہ تعدیل ان لوگوں کی صحیح ہے اور علانیہ تعدیل کے واسطے وہی شرطیں ہیں جو شہادت کی شرطیں ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کافر گواہوں کے معدل مسلمان ہونا چاہئیں ہیں پس اگر مسلمانوں نے ان کو نہ پہچانا تو مسلمانوں سے مشرکوں کے عادل لوگ دریافت کرے پھر یہ لوگ مشرکوں کے گواہوں کی حالت دریافت کریں اور مدعی کا خود تعدیل کرنا ہیچ ہے اگر ایک جماعت نے تعدیل کی اور دو شخصوں نے جرح کی تو جرح اولیٰ ہے مگر جبکہ ان میں باہم تعصب واضح ہو تو ایسا نہیں ہے بلکہ ان کی جرح مقبول نہ ہوگی اگر کسی گواہ کا فسق ظاہر ہوا اور ایک سال یا زیادہ غائب رہا اور اس کی غیبت منقطعہ تھی پھر وہ آیا اور اس سے سوائے صلاحیت کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوا تو تعدیل کرنے والے کو اس پر جرح نہ کرنا چاہئے اگر دونوں گواہوں کی تعدیل ان کے مرجانے کے بعد ہوئی تو قاضی ان کی گواہی پر فیصلہ کر دے گا اور اسی طرح اگر دونوں غائب ہو گئے پھر دونوں کی تعدیل کی گئی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونوں گونگے اندھے ہو گئے پھر ان کی تعدیل ثابت ہوئی تو ان کی گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے معدل ایسا ہونا چاہئے کہ فقیر یا طامع نہ ہو کہ اس کو مال سے فریب دے دیں اور فقیہ ہونا چاہئے کہ اسباب جرح و تعدیل کو پہچانتا ہو اگر قاضی دو حصول پائے ایک عالم فقیر اور دوسرا غیر عالم غنی تو عالم کو اختیار کرے اور اگر اس نے ثقہ عالم پایا کہ لوگوں سے کم ملتا ہے اور دوسرا ثقہ غیر عالم پایا کہ لوگوں سے میل رکھتا ہے تو بھی عالم کو اختیار کرے کیونکہ وہ علم کے ذریعہ سے جرح و تعدیل پر قادر ہے اور غیر عالم عادل و غیر عادل کو نہیں پہچانتا ہے تو اس وجہ سے عالم بہتر ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ مزکی مغفل نہ ہو اور گوشہ نشیں نہ ہو کیونکہ ایسے شخص کو کسی کے معاملہ سے خبر نہیں ہو سکتی ہے تو اس کے نزدیک عادل اور غیر عادل کی تمیز نہ ہوگی اور واضح ہو کہ مزکی اور ایلچی جو قاضی کی طرف سے مزکی کے پاس آیا اور مترجم جو دوسری زبان والے کا ترجمہ کرتا ہے ان لوگوں میں تعداد کہ دو ہوں یا چار یا کس قدر شرط نہیں ہے اور یہ امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور ایک شخص کافی ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک عدد شرط ہے اور ایک کافی نہیں ہے۔

خفیہ تعدیل میں عدد شرط نہیں ☆

اگر مشہود بہ ایسا حق ہو جس میں دو گواہوں کی گواہی کافی ہے تو دو کافی ہوں گے اور اگر ایسا ہو کہ جس میں چار کی ضرورت ہے تو چار کی شرط ہوگی اور عدد کے سوا اجماع ہے کہ سوائے تلفظ بلفظ شہادت کے باقی سب شرطیں شہادت کی عدالت اور بلوغ اور بینائی شرط ہیں اور یہ شرط ہے کہ محدود القذف نہ ہو اور ظاہر الروایۃ کے موافق آزاد ہونا بالاجماع شرط ہے اور اگر مشہود علیہ مسلمان ہو تو اسلام بالاجماع شرط ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ لفظ شہادت بولنا شرط نہیں ہے اور عدد کا اختلاف خفیہ تعدیل میں ہے اور اگر علانیہ تعدیل ہو تو بالاجماع عدد شرط ہے اور ابو علی نسفی نے جو امام محمدؒ سے روایت کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خفیہ تعدیل میں ان کے نزدیک عدد شرط نہیں ہے ترجمان اگر اندھا ہو تو غیر روایت الاصول میں امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ اس کا ترجمہ جائز نہیں ہے کیونکہ اندھا ہونا جرح ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جائز ہے اور ایک عورت ثقہ ہو آزادہ ہو تو اس کا ترجمہ مثل مرد کے صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے اور یہ حکم ان چیزوں میں ہے از قسم مال وغیرہ کہ جن میں عورت کی گواہی جائز ہے اور جن صورتوں میں اس کی گواہی مقبول نہیں ہے تو اس کا ترجمہ بھی مقبول نہیں ہے۔ کتاب الاقضیہ میں ہے کہ اگر مزکی نے شاہدوں کی تعدیل کا ارادہ کیا تو چاہئے کہ یہ کہے کہ وہ لوگ عادل ثقہ جائز الشہادۃ ہیں اور لکھا ہے کہ یہ الفاظ تعدیل میں ابلغ ہیں اور مزکی کو چاہئے کہ ایسے شخصوں سے دریافت کرے کہ جن میں وہ اوصاف موجود ہوں جو ہم نے مزکی میں شرط کئے ہیں اور شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ معدل گواہوں کا حال ان کے پڑوسیوں سے دریافت کرے بشرطیکہ گواہ اور پڑوسیوں میں ظاہری عداوت نہ ہو اور نہ اس کا ان لوگوں پر احسان ہو اور

اسی کو امام ابو علی نسفی نے اختیار کیا ہے اور اس کو امام محمدؒ سے روایت کیا ہے اور منجملہ ان لوگوں کے جن سے دریافت کرے ایک گواہ کے رفیق اور اس کے قرابت دار ہیں اور اگر اس کے پڑوسیوں اور بازاریوں میں سے کوئی ایسا شخص نہ ملے جس سے تعدیل ہو سکے تو اس کے اہل محلہ سے دریافت کرے اور اگر سب کو غیر ثقہ پائے تو تواتر[1] اخبار پر اعتماد کرے اور اگر اس نے پڑوسیوں اور محلہ کے سوا غیر لوگوں سے دریافت کیا اور یہ سب غیر ثقہ ہیں پھر یہ سب اس کی تعدیل یا جرح متفق ہوئے اور اس کے دل میں پیدا ہوا کہ یہ سچ کہتے ہیں تو یہ بمنزلہ تواتر اخبار ہوگا۔

اگر ایک مسافر ایک قوم میں آ کر ٹھہرا اور کسی مقدمہ میں اس گواہ نے گواہی دی ☆

اگر بعضوں نے اس کی تعدیل کی اور بعضوں نے جرح کی تو اس کا حکم مثل مزکی کے اختلاف کے ہے کہ باہم دو مزکی جرح و تعدیل میں مختلف ہوئے اور اگر گواہ مسافر ہو کہ خفیہ اس کا حال دریافت کرنے سے کوئی اس کو نہ پہچانے تو قاضی اس سے دریافت کرے کہ تیری شناسائی کہاں کہاں ہے اور جب اس نے ان کا نام لیا تو اس کے شناساؤں کا خفیہ حال دریافت کرے پھر جب دریافت ہو جائے کہ اس کے شناسا لوگ لائق تعدیل ہیں تو ان سے گواہ کا حال دریافت کرے اور ان کی خبر پر جرح و تعدیل میں اعتماد کرے ورنہ اس میں توقف کرے اور اس معدل سے جو اس کے شہر کا یہاں موجود ہو دریافت کرے اور اگر موجود نہ ہو تو اس کا حال دریافت کرنے کے واسطے اس کے شہر کے قاضی کو لکھے ہشامؒ نے فرمایا کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے گواہی دی اور وہ پچاس فرسخ کا رہنے والا ہے پھر قاضی نے اپنا ایک امین اجرت پر روانہ کیا کہ وہاں کے معدل سے دریافت کر کے لائے تو یہ اجرت کس پر ہوگی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مدعی پر ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ قاضی کو نہ چاہئے کہ گواہ کا حال ایسے شخص سے پوچھے جس کا مشہود لہ پر کچھ مال آتا ہے جبکہ مشہود لہ قاضی کے حکم سے مفلس قرار پایا ہو یا میت ہو کہ اس کے وصی نے دوسرے پر گواہ قائم کئے ہوں اور نظیر اس کی یہ ہے کہ اگر گواہ کا مشہود لہ پر کچھ مال آتا ہو اور وہ قاضی کے حکم سے مفلس قرار پایا ہو تو اس کی گواہی اس کے حق میں اس تہمت کی وجہ سے مقبول نہ ہوگی اور اگر مفلس نہ قرار پایا ہو تو اس کی گواہی مقبول ہوگی اگر ایک مسافر ایک قوم میں آ کر ٹھہرا اور کسی مقدمہ میں اس گواہ نے گواہی دی پھر اس قوم سے قاضی یا معدل نے اس کا حال دریافت کیا اور انہوں نے اس کی صلاحیت دریافت کی اور ایسی کوئی چیز نہ پائی جس سے اس کی عدالت ساقط ہو تو امام ابو یوسفؒ پہلے فرماتے تھے کہ اگر چھ مہینے ٹھہرا اور اس کی صلاحیت کے سوا کچھ ظاہر نہ ہوا تو ان کو جائز ہے کہ اس کی تعدیل کریں اور اگر اس سے کم ہو تو اس کی تعدیل کی گنجائش نہیں ہے پھر امام ابو یوسفؒ نے اس سے رجوع کیا اور کہا کہ اگر ایک سال تک قیام کیا اور ان کو سوائے صلاحیت کے کچھ ظاہر نہ ہوا تو اس کی تعدیل کریں ورنہ نہیں اور فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کیا کہ اس کی تقدیر[2] اتنی مدت تک ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں اس کی عدالت سما جائے اور ابراہیمؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ جس نے عدالت کے واسطے مدت مقرر کی اس نے خطا کی اور اس کی میعاد یہ ہے کہ جب تک ان کے دل میں عدالت کا گمان آ جائے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کی عدالت دو مہینہ میں معلوم ہو جاتی ہے اور کسی کی عدالت ایک سال میں معلوم نہیں ہوتی ہے اور یہ قول فقہ سے مشابہ ہے اور امام اعظمؒ کے قیاس پر بھی ایسا ہی ہونا چاہئے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں اس کے واسطے کوئی وقت نہیں مقرر کرتا ہوں اور اس کی میعاد یہی ہے کہ جب دل میں اس کے عدالت آ جائے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کوئی لڑکا بالغ ہوا اور اس نے گواہی دی تو اس کا حکم بھی مثل اس مسافر کے ہے کہ ایک قوم میں آ کر ٹھہرا کہ وہ لوگ اس کی

---

[1] تواتر اخبار یعنی ایسی خبر جو متواتر بکثرت لوگوں سے اس کے حق میں سنی جاتی ہو اس پر اعتماد کرے۔ [2] قولہ تقدیر یعنی اس کا اندازہ۔

تعدیل نہ کریں جب تک کہ ان کے نزدیک اس کی عدالت ظاہر نہ ہو اور اس کی مدت بقیاس قول امام ابو یوسفؒ مقدر ہے جیسا کہ بیان ہوا اور امام محمدؒ کے نزدیک مقدر نہیں ہے اس کی عدالت دل میں آ جانا اس کا وقت ہے اگر ایک نصرانی اسلام لایا پھر اس نے گواہی دی پس اگر قاضی حالت نصرانیت میں اس کو عادل جانتا تھا تو بلا تامل اس کی گواہی قبول کرے اور اگر اس کو نہیں پہچانتا تھا تو اس کے پہچاننے والے سے حالت نصرانیت میں اس کی عدالت دریافت کرے اگر عادل تو بلا تامل وہ شخص اس کی تعدیل کرے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ جولڑکا بلوغ کو پہنچا اور لڑکپن سے برابر بالغ ہونے تک صلاحیت میں رہا تو اس کی گواہی مقبول ہے اور معدل کو گنجائش ہے کہ اس کی تعدیل کرے اور اگر بالغ ہونے تک اس کی صلاحیت نہ معلوم ہوئی تو اس قدر تامل کرے کہ مثل مسافر کے اس کی صلاحیت دلوں میں آ جائے اور اس قول پر لڑکے اور نصرانی کی عدالت سابقہ یکساں معتبر ہے اور اسی کو ابو علی نسفیؒ نے اختیار کیا ہے لیکن لڑکے کے بارہ میں مشہور وہی ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کتاب الاقضیہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ دو نصرانیوں نے ایک نصرانی پر گواہی دی اور دونوں کی نصرانیت میں تعدیل کی گئی پھر مشہود علیہ مسلمان ہو گیا پھر دونوں گواہ مسلمان ہو گئے تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا کیونکہ وہ دونوں گواہی دینے کے وقت کافر تھے پھر اگر بعد مسلمان ہونے کے دونوں نے دوبارہ گواہی دی تو قاضی معدل سے جو مسلمان ہو اس کا حال عدالت دریافت کر کے فیصلہ کرے گا امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایسا کبیری گناہ کیا جس سے گواہی سے ساقط ہو گیا پھر اس نے توبہ کی اور قاضی کے سامنے گواہی دی اور ہنوز کچھ زمانہ نہیں گزرا ہے تو معدل کو اس کی تعدیل نہ کرنی چاہئے تاوقتیکہ اتنا زمانہ نہ گزرے کہ دل میں بیٹھ جائے کہ اس کی توبہ صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

بعضے مشائخ نے اس زمانہ کو چھ مہینہ مقرر کیا ہے اور بعضوں نے ایک سال اور صحیح یہ ہے کہ یہ مدت قاضی اور معدل کی رائے پر ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر اس فاسق نے گواہی دی اور ہنوز وہ فاسق ہے پھر توبہ کی اور اس پر ایک زمانہ گزر گیا اور وہ اپنی توبہ پر مضبوط رہا تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا بلکہ اس کے اعادہ کا حکم کر دے گا پس اگر اس نے گواہی کا اعادہ کیا اور معدل نے اس کی تعدیل کی تو قاضی اس کی گواہی کو قبول کرے گا بشرطیکہ اس گواہی کو جو اس نے حالت فسق میں ادا کی تھی بسبب فسق کے رد نہ کر چکا ہو اور اگر کوئی فاسق معروف غائب ہو گیا اور غیبت منقطعہ ہے اور ایک سال دو سال غائب رہا پھر آیا اور اس سے کوئی فعل سوائے صلاحیت کے نہ دیکھا گیا اور اس نے قاضی کے یہاں گواہی دی اور قاضی نے معدل سے اس کا حال دریافت کیا تو معدل کو نہ چاہئے کہ جو حالت اس نے پہلے اس کی دیکھی تھی اس کے سبب سے اس میں جرح کرے اور اس کی تعدیل بھی نہ کرنی چاہئے حتیٰ کہ اس کی عدالت ظاہر ہو اور قبل اسلام کے اس سے ایسا فعل سرزد ہوا کہ جو جرح ہے تو اب معدل کو اس فعل کی وجہ سے جرح نہ کرنی چاہئے اور نہ تعدیل کرنی چاہئے یہاں تک کہ اس کی عدالت ظاہر ہو اگر کوئی شخص عدل مشہور غائب ہو گیا پھر آیا اور اس نے گواہی دی اور قاضی نے معدل سے اس کا حال دریافت کیا پس اگر غائب ہونا تھوڑے دن اور مسافت تک ہو تو معدل کو چاہئے کہ اس کی تعدیل کرے اور اگر غیبت منقطعہ ہو مثلاً چھ مہینہ کے راستہ تک پس اگر وہ شخص عادل ہونے میں مثل امام ابو حنیفہؒ اور ابن ابی لیلیٰ کے مشہور ہو تو اس کی تعدیل کرنی چاہئے اور اگر ایسا مشہور نہ ہو تو معدل بلا دریافت اس کی تعدیل نہ کرے گا اور اگر قاضی کے نزدیک گواہوں کی تعدیل کی گئی اور اس نے ان کی عدالت پہچانی پھر کسی مقدمہ میں انہوں نے دوبارہ گواہی دی پس اگر پہلی تعدیل اور دوسری گواہی میں کم مدت گزری ہے تو قاضی بدوں دریافت کے ان کی گواہی پر فیصلہ کرے گا اور اگر زمانہ دراز گزرا تو پھر قاضی ان کا حال دریافت کرے گا یہ محیط میں ہے اور قریب مدت میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ چھ مہینے سے کم قریب مدت ہے اور بعضوں نے کہا کہ ایک سال سے کم قریب مدت

ہے اور صحیح یہ ہے کہ قاضی کی رائے پر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر تعدیل کرنے والے نے گواہوں کی عدالت معلوم کی مگر اس کو یہ معلوم ہوا کہ مدعی کا دعویٰ باطل تھا اور گواہوں کو وہم ہوا تو اس کو چاہئے کہ قاضی کے سامنے بیان کرے کہ مجھے ثابت ہوا ہے کہ گواہ عادل ہیں مگر انہوں نے گواہی میں وہم کیا اور مدعی کا دعویٰ باطل تھا تو قاضی تعدیل کرنے والے کی خبر کی نہایت تفتیش کرے گا پس اگر اس کو یہ خبر حق معلوم ہو تو گواہوں کی گواہی رد کر دے گا اور اگر اس کو یہ خبر راست نہ ثابت ہوئی تو گواہی قبول کرے گا اگر معدل کے نزدیک گواہوں میں کوئی جرح ثابت ہوئی تو اس کو صراحۃً ذکر نہ کرے بلکہ تعریض یا کنایہ سے بیان کرے مثلاً کہے کہ واللہ اعلم یا مثل اس کے تاکہ بقدر امکان پردہ مسلمان کا باقی رہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ جرح اور اس کا سبب ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ قاضی اس میں غور کرے پس اگر وہ واقع میں جرح ہو تو ان کی گواہی رد کرے ورنہ نہیں یہ محیط میں لکھا ہے قال المترجم: دونوں قولوں میں اس طرح توفیق ممکن ہے کہ اگر معدل عالم ہو تو کنایہ اور تعریض کافی ہے اگر جاہل ہو تو جرح اور سبب بیان کرے کہ قاضی اس میں غور کرے کہ یہ واقع میں حرج ہے یا نہیں ہے واللہ اعلم اگر معدل گواہ کو نہیں پہچانتا ہے اور اسکے سامنے دو عادلوں نے اس کی تعدیل کی تو اس کو تعدیل کرنا جائز ہے کہ اس صورت میں معدل بمنزلہ قاضی کے ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے فتاویٰ ابواللیثؒ میں ہے کہ دو گواہوں نے قاضی کے پاس گواہی دی اور وہ ایک کے عادل ہونے سے واقف ہے اور دوسرے کو نہیں جانتا ہے پھر عادل نے دوسرے کی تعدیل کی تو نصیرؒ نے فرمایا کہ اس کی تعدیل مقبول نہ ہوگی اور ابن سلمہؒ سے دو روایتیں ہیں اور فقیہ ابوبکر بلخیؒ سے روایت ہے کہ تین گواہوں نے گواہی دی اور قاضی دو گواہوں کی عدالت سے واقف ہے انہوں نے تیسرے کی تعدیل کی تو تعدیل درست ہے مگر اس گواہی میں مقبول نہ ہوگی دوسری گواہی میں مقبول ہوگی اور یہ قول نصیرؒ کے موافق ہے اور اسی پر فتویٰ ہے نوازل میں ہے کہ اگر تعدیل کرنے والے سے گواہ کا حال دریافت کیا گیا اور وہ خاموش رہا تو یہ جرح ہے اور بھی اس میں لکھا ہے کہ اگر گواہ خفیہ فسق کرتا تھا اور ظاہر میں عادل تھا اور قاضی نے چاہا کہ گواہی پر فیصلہ کرے پھر اس نے اپنے حال سے خود خبر کر دی کہ میں عادل نہیں ہوں تو اس کا اقرار صحیح ہے مگر اس کو ایسے وقت میں یہ کلام روا نہیں ہے کیونکہ اس میں مدعی کا حق باطل ہوتا ہے اور اپنا پردہ فاش ہوتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

شہادات اصل میں ہے کہ اگر قاضی نے صرف آزاد کی خبر دینے پر اکتفا کیا تو اچھا ہے اور اگر گواہی طلب کی تو بہت اچھا ہے☆

اگر گواہوں نے حد یا قصاص میں گواہی دی تو قاضی ان کے حال سے خوب شافی بحث کرے کہ اچھی طرح معلوم ہو کیونکہ اکثر ایسی بحث میں کوئی ایسی بات ظاہر ہوتی ہے جس سے حد ساقط ہو جائے کیونکہ حدود وقوع شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں مدعی کو معلوم ہوا کہ معدل نے اس کے گواہوں پر جرح کی اور اس نے قاضی سے کہا کہ میں اہل ثقہ واہل امانت ایسے لاتا ہوں جو ان گواہوں کی تعدیل کریں یا قاضی سے کہا کہ میں ایسے لوگ تم کو بتلاتا ہوں کہ ثقہ ہیں اور وہ لوگ ان گواہوں کی تعدیل کریں گے تم ان سے دریافت کرو اور اس نے ایسے لوگوں کے نام لئے جو اس لائق تھے کہ ان سے دریافت کیا جائے تو قاضی اس کے قول کی سماعت کرے گا پھر وہ ایک قوم کو لایا کہ جو عادل تھے اور جب ان سے گواہوں کی کیفیت دریافت ہوئی تو انہوں نے تعیدل کی تو طعن کرنے والوں سے دریافت کرے کہ تم نے کس چیز سے جرح کی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ بعض چیزیں ان کے نزدیک جرح ہوں اور قاضی کے نزدیک جرح نہ ہوں پس اگر انہوں نے ایسی وجہ بیان کی جو سب کے نزدیک جرح ہے تو جرح مقدم ہوگی ورنہ التفات نہ کرے گا اور تعدیل

---

[1] چھ مہینہ یعنی سال میں ایک بار آمد و رفت ممکن ہو۔

کرنے والوں کی تعدیل مقدم ہوگی اگر مشہود علیہ نے کہا کہ یہ دونوں گواہ غلام ہیں اور انہوں نے کہا کہ ہم آزاد ہیں کبھی مملوک نہیں ہوتے ہیں تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اگر قاضی ان کو پہچانتا ہے اور ان کے آزاد ہونے کو پہچانتا ہے تو مشہود علیہ کے قول پر التفات نہ کرے گا اور اگر دونوں کو نہیں پہچانتا ہے اور دونوں مجہول ہیں تو مشہود علیہ کا قول قبول کرے گا اور ان کی گواہی قبول نہ کرے گا کیونکہ آزادی اگرچہ اصل ہے لیکن چار جگہ اس کا اعتبار نہیں ہوتا ہے منجملہ ان کے ایک یہ مقام ہے کہ یہاں اس قاعدہ کا اعتبار نہ ہوگا کہ آزادی اصل ہے لیکن اگر دونوں گواہوں نے اپنی آزادی پر گواہ پیش کئے تو ان کی گواہی مقبول ہوگی یا مدعی ان کے آزاد ہونے پر گواہ لائے اور اگر گواہوں نے قاضی سے کہا کہ تم ہمارا حال دریافت کرلو تو مقبول نہیں ہے لیکن اگر اس کا حال دریافت کرلے اور معلوم ہو جائے کہ آزاد ہیں اور گواہی قبول کرلے تو اچھا ہے تو خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور شہادات اصل میں ہے کہ اگر قاضی نے صرف آزادی کی خبر دینے پر اکتفا کیا تو اچھا ہے اور اگر گواہی طلب کی تو بہت اچھا ہے تو یہ محیط میں لکھا ہے یہ قاضی کو چاہئے کہ جن گواہوں کی تعدیل کی گئی ہے ان کے نام دفتر میں تحریر کرے اور یہ نہ چاہئے کہ سب گواہوں کے نام تحریر کرے پھر جن کی تعدیل ہوئی ان کو لکھے اور عدل کے یہ معنی ہیں کہ ایسے فحش کاموں سے جن کے عوض حد ماری جاتی ہے احتراز کرے کذافی خزانۃ المفتین۔

باب : ⑫

قاضی کو کب عادل کے ہاتھ سپرد کرنا چاہئے اور کب نہ چاہئے؟

اگر عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اس نے طلاق دی ہے اور قاضی سے درخواست کی کہ مجھے عادل کے ہاتھ میں سپرد کرے تا کہ میں گواہ لاؤں تو قاضی فقط دعویٰ پر عادل کے سپرد نہ کرے گا اور اگر گواہ لا کر یہ درخواست کی کہ عادل کے سپرد کرے تا کہ دوسرا گواہ لاؤں تو لحاظ کیا جائے گا کہ اگر طلاق رجعی ہے تو عورت اور شوہر کے درمیان میں روک نہ کی جائے گی کیونکہ طلاق رجعی سے نکاح نہیں زائل ہوتا ہے اور اگر طلاق بائن ہے پس اگر عورت نے کہا کہ میرا دوسرا گواہ غائب ہے اور شہر میں نہیں ہے تو بھی یہی جواب ہے کہ دونوں میں روک نہ کی جائے گی اور اگر اس نے کہا کہ دوسرا گواہ شہر میں ہے پس اگر یہ گواہ جو حاضر ہے فاسق ہو تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ فاسق کی گواہی حق اللہ تعالیٰ اور حق العباد کسی میں مقبول نہیں ہے تو اس کا ہونا یا نہ ہونا یکساں ہے اور اگر یہ گواہ عادل ہو تو قاضی اس کو تین روز کی مہلت دے گا اور اگر اس کے اور شوہر کے درمیان میں روک کر دی تو بہتر ہے یہ اصل میں مذکور ہے اور جامع میں اس کے برخلاف مذکور ہے کہ اگر ایک عادل نے گواہی دی تو قاضی اس کے شوہر کو اس کے پاس جانے سے منع کرے گا اور یہ استحسانا ہے اور اگر اس نے دو گواہ قائم کئے کہ ایک نے طلاق بائن یا تین طلاق پر گواہی دی تو یہ صورت اصل میں مذکور نہیں ہے اور جامع میں ہے کہ قاضی اس کے شوہر کو اس کے پاس جانے اور اس کے ساتھ خلوت میں بیٹھنے سے منع کرے گا جب تک کہ گواہوں کی عدالت دریافت کرنے میں مشغول ہے اور یہ حکم استحسان ہے اور قاضی اس کو اس کے شوہر کے مکان میں سے نہ نکالے گا لیکن اس کے ساتھ ایک امانت دار عورت مقرر کرے گا کہ شوہر کو اس کے پاس آنے سے منع کرے گا اگرچہ اس کا شوہر عادل ہو اور اس امانت دار عورت کا خرچ بیت المال سے ملے گا پھر اگر گواہ عادل قرار پائے تو دونوں میں تفریق کروں گا ورنہ عورت اس کے شوہر کو واپس ملے گی اور اگر مدت دراز ہوگئی اور عورت نے قاضی سے نفقہ طلب کیا یا ماہواری اس کا کچھ خرچ مقرر تھا تو قاضی اس کا نفقہ مقرر کر کے شوہر سے دلائے گا لیکن صرف بقدر مدت عدت کے نفقہ دلائے گا پس اگر گواہ عادل قرار پائے تو جس قدر اس نے لیا ہے وہ اس کا ہے اور اگر گواہی مردود ہوئی اور عورت شوہر کو واپس ملی تو جس قدر اس نے لیا ہے وہ شوہر واپس لے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

امام محمدؒ نے اصل میں لکھا ہے کہ اگر باندی یا غلام نے دعویٰ کیا کہ مالک نے آزاد کیا ہے اور ان کے گواہ حاضر نہیں ہیں تو ان کے اور مالک کے درمیان میں روک نہ کی جائے گی اگرچہ ایک گواہ پیش کریں اور اگر انہوں نے کہا کہ دوسرا گواہ شہر میں نہیں ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر انہوں نے کہا کہ دوسرا گواہ شہر میں ہے پس اگر یہ گواہ حاضر فاسق ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عادل ہو تو بھی ذکر کیا ہے کہ روک نہ کی جائے گی اور یہ حکم غلام کے حق میں صحیح ہے اور باندی کے حق میں اگر بنابر روایت اصل کے کہا جائے کہ روک کرنا اچھا ہے تو مناسب ہے اور جامع کی روایت کے موافق روک کی جائے گی اور اگر دو گواہ مستور الحال قائم کئے تو دونوں کے حق میں روک کی جائے گی یہاں تک کہ گواہوں کی عدالت کا حال کھلے اور یہ حکم باندی میں مطلقاً ہے اور غلام کے حق میں ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب مالک خوف دلاتا ہو کہ ہلاک کرے گا اور اس میں مشہور ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو غلام میں روک نہ کی جائے گی بلکہ صرف مالک سے اس کے اور غلام کے نفس پر کفیل لیا جائے گا واضح ہو کہ عورت یعنی باندی کے واسطے روک کی یہ صورت ہے کہ ایک عورت ثقہ کے سپرد کی جائے اور اس گھر سے نکالی جائے گی پھر اگر اس نے نفقہ طلب کیا تو مالک کو حکم دیا جائے گا کہ اس کو نفقہ دے اور اگر اس نے ایک مہینہ نفقہ لیا پھر گواہ غیر عادل قرار پائے اور باندی اس کے مالک کو واپس ملی تو مالک اس سے نفقہ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر گواہ عادل قرار پائے پس اگر مولیٰ نے اس کو نفقہ احسان کے طور پر دیا ہے یا اس نے مولیٰ کے گھر سے لیا ہے تو مثل اور احسانوں کے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر قاضی نے اس سے جبراً دلایا ہے تو مالک واپس لے گا اور اگر دونوں گواہ فاسق ہوں تو باندی کے حق میں رک کر دی جائے گی اور غلام کے حق میں روایات مختلف ہیں بعض میں روک کی جائے اور بعض میں نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے ایک باندی کا جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور باندی نے دعویٰ کیا کہ وہ اصلی حرہ ہے تو اس کی تین صورتیں ہیں یا تو اس نے کوئی گواہ پیش نہ کیا یا ایک گواہ پیش کیا یا دو گواہ مستور الحال پیش کئے پس اگر اس نے گواہ پیش نہ کئے اور قاضی سے درخواست کی کہ گواہ حاضر ہونے تک روک کر دی جائے تو قاضی اس درخواست کو منظور نہ کرے گا اور اگر ایک گواہ قائم کیا تو دیکھا جائے کہ اگر اس نے کہا کہ میرے پاس اس کے سوا دوسرا گواہ نہیں ہے تو باندی اور قابض کے درمیان روک نہ کی جائے گی اور اگر کہا کہ میرا دوسرا گواہ شہر میں ہے میں دوسری مجلس میں حاضر کروں گی تو قیاساً روک نہ کی جائے گی اور استحساناً روک کی جائے گی اور اگر کہا کہ میرا دوسرا گواہ شہر میں ہے میں دوسری مجلس میں حاضر کروں گی تو قیاساً روک نہ کی جائے گی اور استحساناً روک کی جائے گی بشرطیکہ وہ گواہ عادل ہو اور اگر اس نے دو گواہ مستور الحال پیش کئے تو قاضی کو چاہئے کہ باندی ایک ثقہ عورت کے سپرد کرے کہ وہ اس کی حفاظت کرے یہاں تک کہ گواہوں کی حالت دریافت ہو اور اس کے ہاتھ میں نہ چھوڑے جس کے قبضہ میں ہے خواہ وہ مدعا علیہ عادل ہو یا نہ ہو اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مدعی نے قاضی سے یہ درخواست کی ہو کہ کسی عادل کے پاس سپرد کی جائے لیکن بدوں اس کی درخواست کے قاضی سپرد نہ کرے گا اور یہ حکم بھی اس وقت ہے کہ باندی کسی مرد کے قبضہ میں ہو اور اگر عورت کے قبضہ میں ہو اور مرد نے دعویٰ کیا تو کسی عادل کے سپرد نہ کرے گا اگرچہ مدعی درخواست کرے اور اسی طرح اگر کسی بیوہ عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا تو قاضی اس کا کفیل بالنفس[1] لے لے گا اور کسی عادل کے قبضہ میں سپرد نہ کرے گا کیونکہ آزاد حرہ سے حرام وطی کا خوف نہیں ہے کہ وہ اپنے جان کی مالک ہوتی ہے اور اسی طرح اگر باندی باکرہ اپنے باپ کے گھر ہو تو قاضی علیحدہ نہ کرے گا ایک شخص کے ساتھ ایک عورت ہے کہ دعویٰ کرتی ہے کہ اس نے بطور نکاح فاسد کے نکاح کیا ہے اور عورت نے گواہ پیش کر دیئے اور مرد کے گمان میں نکاح درست ہے تو قاضی عورت کو جدا کر کے عادل کے سپرد کرے اسی طرح ایک شخص نے ایک باندی پر جو دوسرے کے قبضہ میں ہے یہ دعویٰ کیا کہ میں

---

[1] کفیل بالنفس وہ شخص جو وقت حاضر کر دینے کی ضمانت دے، جس کو حاضر ضامنی کہتے ہیں۔

نے یہ باندی اس کے ہاتھ بطور بیع فاسد کے فروخت کی ہے اور اس پر گواہ قائم کئے اور قابض کہتا ہے کہ میں نے صحیح طور پر خریدی ہے یا کہا کہ میں نے اس سے خریدی نہیں کی ہے تو قاضی اس کو جدا کر لے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

ایک غلام زید کے پاس ہے اس کا عمرو نے دعویٰ کیا کہ میرا غلام ہے اور اس دعویٰ پر ایسے دو گواہ پیش کئے کہ جن کو قاضی نہیں پہچانتا ہے تو مدعا علیہ سے غلام نہ لے گا لیکن ایک کفیل بالنفس مدعا علیہ اور غلام کا لے گا اور مدعا علیہ کو حکم دے گا کہ اپنے کفیل بالنفس کو وکیل بالخصومۃ کر دے تا کہ اگر وہ غائب ہو جائے اور کفیل اس کو حاضر نہ کر سکے تو مدعی کفیل کو مخاصم بنائے اور قاضی اس پر ڈگری کرے لیکن اگر مدعا علیہ نے وکیل بالخصومۃ دینے سے انکار کیا تو قاضی اس پر جبر نہ کرے گا بخلاف اس کے اگر کفیل دینے سے انکار کیا تو جبر کرے گا اگر مدعا علیہ نے کوئی کفیل نہ پایا تو قاضی مدعی سے کہے گا کہ اس کے اور غلام کے ساتھ رہ پس اگر مدعی سے یہ نہ ہو سکا اور مدعا علیہ نے یہ خوف دلایا کہ غلام کو تلف کر دے گا تو قاضی مدعی کا حق نگاہ رکھنے کی غرض سے غلام کسی عادل کے سپرد کر دے گا اور اسی طرح اگر مدعا علیہ فاسق ہو کہ لونڈوں کے ساتھ غلام کرنے میں مشہور ہو تو بھی قاضی اس کو چھین کر عادل کے سپرد کر دے گا لیکن یہ امر ایسی صورت میں کچھ دعویٰ و گواہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ جب کوئی غلام کا مالک اس حرکت اغلام میں مشہور ہو تو قاضی بطور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس سے غلام چھین کر عادل کے سپرد کر دے گا پھر عادل کے پاس اس غلام کو حکم دے گا کہ خود کمائے اور خود کھائے بشرطیکہ وہ کچھ کمائی کر سکتا ہو اور یہی حکم باندی کے واسطے نہیں مذکور ہے اور وجہ یہ ہے کہ عورت اس سے عاجز ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر عاجز نہ ہو مثلاً باندی نہلانے یا روٹی پکانے میں مشہور ہو تو اس کو حکم کیا جائے گا کہ ان کاموں سے کما کھائے اگر غلام چھوٹے پن یا مرض سے کمائی نہ کر سکے تو مدعا علیہ کو حکم دیا جائے گا کہ اس کو نفقہ دے اور اس صورت میں غلام اور باندی میں کچھ فرق نہیں ہے ایسا ہی فقیہ ابو بکر بلخیؒ اور ابو اسحقؒ سے منقول ہے نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ زید کے پاس ایک باندی ہے کہ اس کا عمرو نے دعویٰ کیا کہ میری ہے اور دعویٰ پر گواہ پیش کئے اور وہ لوگ عادل قرار پائے اور قاضی نے وہ باندی مدعا علیہ سے لے کر کسی عادل کے پاس رکھی تھی اور مدعا علیہ بھاگ گیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ عادل کو حکم دوں گا کہ اس سے مزدوری کرا دے اور اس کو کھلائے اور اگر ایسی باندی مزدوری کے لائق نہیں ہے تو حکم دوں گا کہ قرض اس کے نفقہ میں لگائے پھر جب ناامیدی ہو جائے کہ اس کا مالک نہ آئے گا تو باندی فروخت کرا دوں گا اور پہلے قرضہ ادا کروں گا پھر باقی وقف کروں گا پھر جب اس کا قابض آیا تو اس پر باندی کی قیمت دینے کا حکم دوں گا اور اگر مقضی علیہ پر قرض ہو تو باندی کا مستحق اس ثمن کا زیادہ حق دار ہے کیونکہ وہ بمنزلہ رہن کے عادل کے پاس ہے ایک گھوڑا یا کپڑا کسی شخص کے پاس ہے کہ اس کا دوسرے نے دعویٰ کیا اور گواہ پیش کئے اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اس کو عادل کے پاس رکھے تو قاضی یہ درخواست نامنظور کرے گا لیکن کفیل بالنفس مدعا علیہ سے اور اس چیز کی طرف سے جس میں دعویٰ ہے لے لے گا اور کفیل بالنفس کو وکیل بالخصومت بنا دے گا بشرطیکہ مدعا علیہ راضی ہو اور ہمارے نزدیک نفقہ دینے کے واسطے قابض پر جبر نہ کیا جائے گا یعنی اس صورت میں بخلاف مملوک کے اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میری طرف سے کوئی کفیل نہیں ہوتا ہے تو مدعی سے کہا جائے گا کہ رات و دن اس کے ساتھ رہا کرے تا کہ اس کا حق محفوظ رہے پس اگر مدعا علیہ فاسق ہو کہ اس چیز کے تلف کر دینے کا خوف دلاتا ہو اور کفیل دینے سے اس نے انکار کیا ہو اور مدعی اس کے ساتھ نہ رہ سکتا ہو تو قاضی مدعی سے کہے گا کہ میں مدعا علیہ پر گھوڑے کا نفقہ دلانے کے لئے جبر نہیں کر سکتا ہوں اگر تو چاہتا ہے کہ میں کسی عادل کے پاس رکھوں تو اس کا نفقہ تیرے اوپر ہے ورنہ میں نہ رکھوں گا کذا فی الذخیرہ۔

ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے پاس تر چھوارے یا تازہ مچھلی یا مثل اس کے کوئی چیز ہے کہ اس کا دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میری ہے اور وہ چیز ایسی ہے کہ اگر رکھی جائے تو بگڑ جائے اور مدعی نے کہا کہ میرے گواہ شہر میں ہیں میں ان کو حاضر کروں گا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اتنا وقفہ نہیں دوں گا لیکن مدعی سے کہوں گا کہ اگر تو چاہے تو اس سے قسم لی جائے پس اگر اس نے قسم کھالی تو مدعی کو اس کا پیچھا کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں آج ہی گواہ حاضر کروں گا تو میں اس کو قاضی کے قیام تک مہلت دوں گا اور مدعا علیہ سے کہوں گا کہ قاضی کے اٹھنے تک یہاں سے نہ ٹلنا پھر اگر اتنے وقت میں یہ چیز بگڑ گئی تو مدعی ضامن نہ ہوگا عمرو ابن ابی عمرو نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ کسی نے دوسرے سے مچھلی یا گوشت تازہ تر یا فواکہ وغیرہ ایسی چیزیں جن میں جلد فساد آ جاتا ہے خریدیں پھر بائع نے انکار کیا پھر مشتری نے دو گواہ یا ایک گواہ ایسا قائم کیا کہ جس کے دریافت حال کی ضرورت ہے پھر بائع نے کہا کہ اگر گواہوں کے حال دریافت ہونے تک یہ چیز اسی طرح چھوڑی جائے تو بگڑ جائے گی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مدعی نے ایک گواہ پیش کیا اور کہا کہ دوسرا گواہ حاضر ہے تو جب تک بگڑنے کا خوف نہ ہو دوسری گواہی کی مہلت دی جائے گی پس اگر دوسرا گواہ حاضر ہو تو خیر ورنہ اس کی راہ چھوڑ دی جائے گی اور مشتری کو منع کیا جائے گا کہ اس سے تعرض نہ کرے اور اگر اس نے دو گواہ قائم کئے تو جب چیز کے فساد اور بگڑ جانے کا خوف ہو تو بائع کو حکم دیا جائے گا کہ مشتری کے حوالے کرے پس جب مشتری نے قبضہ کر لیا تو قاضی اس کو لے کر اپنے امین کو دے گا کہ اس کو بیچ کر اس کے دام عادل کے پاس رکھے پس اگر گواہوں کی تعدیل کی گئی تو وہ ثمن مشتری کا ہے اور اگر تعدیل نہ ہوئی تو وہ ثمن بائع کو دیا جائے گا شیخ الاسلام خواہر زادہؒ نے ذکر کیا کہ اگر دعویٰ کسی مال منقول میں ہوا اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اس کو عادل کے پاس رکھے اور اس پر اکتفا نہ کیا کہ مدعا علیہ اور مال کے واسطے دونوں کی طرف سے کفیل بالنفس لے لیا جائے پس اگر مدعا علیہ عادل ہو تو یہ درخواست منظور نہ ہوگی اور اگر فاسق ہو تو منظور ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک عورت نے قاضی سے کہا کہ مجھے اپنے شوہر سے خوف ہے کہ وہ حالت حیض میں میرے پاس سوئے (جماع کرے) اِس واسطے تم مجھے کسی عادل کے سپرد کر دو تو اُسکی طرف التفات نہ کرے گا ☆

اگر عقار کا جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور گواہ پیش کئے تو عادل کے سپرد کرنے یا کفیل لینے کا قاضی حکم دے گا مگر جبکہ دعویٰ کسی زمین کی بابت ہو اور اس میں درخت ہوں اور درختوں پر پھل ہوں تو کسی عادل کے قبضہ میں دی جائے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے ادب القاضی میں ہے کہ اگر ایک عورت نے قاضی سے کہا کہ مجھے اپنے شوہر سے خوف ہے کہ وہ حالت حیض میں میرے پاس سوئے[۱] اس واسطے تم مجھے کسی عادل کے سپرد کر دو تو اس طرف التفات نہ کرے گا ایک باندی دو شخصوں میں مشترک تھی اور اس کی بابت ہر ایک کو دوسرے سے بدگمانی تھی پھر ایک نے تجویز کیا کہ ایک دن تیرے پاس اور ایک دن میرے پاس رہے اور دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم کسی عادل کے سپرد کر دیں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں ہر ایک کے پاس ایک ایک روز رہنے کی اجازت دوں گا اور عادل کے پاس نہ رکھوں گا مشائخ نے فرمایا کہ فرج کے معاملہ میں سوائے اس مقام کے ہر جگہ احتیاط کی جاتی ہے مثلاً باندیوں کی آزادی میں یا عورتوں کی طلاق میں خواہ گواہی ہو یا نہ ہو احتیاط کی جاتی ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

---

[۱] قولہ سوئے سے مراد اس سے جماع کرنا ہے اور یہ محاورہ بہت شائع ہے۔

باب : ㉓

ایک قاضی کا دوسرے قاضی کو خط لکھنے کے بیان میں

اگر ایک شخص نے قاضی کے آگے درخواست کی کہ فلاں شخص جو فلاں شہر میں ہے اس پر میرا جو حق ہے اس کے گواہ سن لے تا کہ اس شہر کے قاضی کو گواہوں کی ساعت لکھے تو قاضی اس کے گواہوں کی گواہی کو اس حق کے بارہ میں جس کا دعویٰ کرتا ہے سنے گا اور خصاف ؒ نے ادب القاضی میں لکھا ہے کہ قاضی نصف شہادت پر فرمان لکھے اگر ایک شخص نے قاضی کے سامنے ایک گواہ پیش کیا کہ فلاں شخص پر اس کا حق ہے یا عورت نے گواہی دی یا گواہی پر گواہی ہوئی تو قاضی اس کو لکھے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے جاننا چاہئے کہ قاضی کو قاضی کا خط معاملات میں برخلاف قیاس حجت شرعی ہو گیا ہے اور خلاف قیاس اس واسطے ہے کہ خط کبھی جھوٹا بنا لیا جاتا ہے اور ایک خط دوسرے خط سے مشابہ ہوتا ہے اور مہر دوسری مہر سے مشابہ ہوتی ہے لیکن ہم نے اس کو بالا جماع حجت گردانا ہے مگر قاضی مکتوب الیہ اس کو تمام شرطیں پائے جانے کے وقت قبول کرے گا منجملہ ان کے یہ ہے کہ جب تک گواہوں سے یہ نہ ثابت ہو کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے اس وقت تک قبول نہ کرے گا اور جن چیزوں میں قیاس کے موافق عمل ہو مجملہ ان کے حدود و قصاص اور منقولات مثل اسباب و کپڑے و لونڈی و غلام ہیں ان چیزوں میں امام اعظمؒ اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول کے موافق قاضی کے خط کو جائز نہیں رکھا پھر امام ابو یوسفؒ نے رجوع کر کے فرمایا کہ غلام میں بھاگنے کے باب میں خط جائز ہے اور دن میں جائز نہیں ہے اور ایک روایت امام ابو یوسفؒ سے یہ منقول ہے کہ سب منقولات میں جائز ہے اور بعض مشائخ متاخرین نے اسی کو لیا ہے اور امام اسبیجابی سے روایت ہے کہ وہ قاضی کا خط نکاح اور طلاق اور کل ایسے حکموں میں جن میں قاضی کے خط کے شرائط متحقق ہو سکتے ہیں اور مشہود بہ وغیرہ کی تعیین ممکن ہو جائز رکھتے اور فتویٰ دیتے تھے اور نقلیات یعنی جائداد منقولہ میں امام اعظمؒ و محمدؒ کے نزدیک اس واسطے قاضی کا خط نہیں جائز ہے کہ ان چیزوں میں (مشہود بہ) کو اشارہ سے معلوم کرانا چاہئے اور اشارہ خط میں نہیں ہو سکتا ہے پس جب دعویٰ اور گواہی کی صحت اس سے نہ ہوگی خط بھی اس باب میں نا جائز ہوگا یہ ملتقط میں لکھا ہے۔

نکاح کے گواہ اگر مدعی کے کہنے پر نہ حاضر ہوں تو قاضی طلب کرے گا ☆

اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ زینب بن زید بن عمرو نے جو فلاں شہر میں ہے میرے ساتھ نکاح کیا اور اب میرے نکاح سے انکار کرتی ہے اور نکاح کے گواہ یہاں موجود ہیں پس اس کو اور گواہوں کو جمع کرنا مجھ سے ممکن نہیں ہوتا ہے تو قاضی سے کہا کہ تم اس بارہ میں مجھے ایک خط لکھ دو پس قاضی اس کے گواہوں کی گواہی سن کر خط لکھ دے گا اور اسی طرح اگر کسی عورت نے کسی غائب شخص کی عورت ہونے کا دعویٰ کیا یا کسی غائب کی ولاء آزادی یا ولاء مولا کا دعویٰ کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر نسب کا دعویٰ کیا مثلاً زید نے کہا کہ عمرو بن خالد میرا باپ ہے اور وہ میرے نسب سے انکار کرتا ہے اور میرے گواہ یہاں اس بات کے موجود ہیں کہ عمرو بن خالد نے اقرار کیا تھا کہ زید اس کا بیٹا ہے یا اس بات کے کہ اس نے زید کی ماں سے نکاح کیا اور میں اسی کے بستر[۱] سے پیدا ہوا ہوں اور اسی کی طرف منسوب ہوں اور اس پر زید نے گواہ قائم کئے تو قاضی اس کو خط لکھ دے گا اور اسی طرح اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ مدعی فلاں شخص غائب کا باپ ہے اور گواہ پیش کئے اور خط مانگا تو بھی قاضی لکھ دے گا اور اگر کسی نے کسی غائب کے بھائی یا چچا ہونے کا دعویٰ کیا اور خط طلب کیا تو قاضی نہ لکھے گا مگر اس صورت میں کہ میراث یا نفقہ کا دعویٰ ہو یا لقیط میں پرورش کا دعویٰ ہو اور باپ و بیٹے میں یہ دعویٰ ہو کہ اس کے باپ یا بیٹے یا لقیط کی پرورش کی ہے تو گواہی قبول کرے گا خواہ اس کی زندگی میں ہو یا بعد موت کے اگر ایک مرد یا عورت نے

[۱] قولہ بستر سے یعنی اس کے جماع کرنے سے۔

کسی لڑکے یا لڑکی کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اس کا نسب ہم دونوں سے مشہور ہے اور وہ بالفعل فلاں شہر میں فلاں بن فلاں غائب کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس کو غلام جانتا ہے اور اس پر دونوں نے گواہ پیش کئے اور اس باب میں قاضی کا خط طلب کیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قاضی اس کو لکھ دے گا اور امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک مسائل نسب میں اگرچہ قاضی خط لکھتا ہے مگر اس مسئلہ میں نہ لکھے گا اور حاصل یہ ہے کہ اگر فرزندی کے دعویٰ کے ساتھ غلام بنانے کا دعویٰ ہو تو نہ لکھے گا مگر جبکہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ میرا بیٹا ہے اور اس کو فلاں شخص نے غصب کر لیا ہے تو بالاتفاق لکھ دے گا۔

قاضی کا خط دوسرے قاضی کی طرف سے جائز ہونے کے واسطے پانچ چیزوں کا جاننا شرط ہے ☆

مکان اور عقار کے دعویٰ میں بالاتفاق سب کے نزدیک لکھے گا خواہ وہ دار مدعا علیہ کے شہر میں ہو یا کسی اور شہر میں ہو جس میں قاضی خط لکھنے والا ہے اگر خط کے گواہ راستہ میں بیمار ہو گئے یا ان کی رائے واپس آنے کی ہوئی یا کسی دوسرے شہر میں جانے کا ارادہ کیا پس انہوں نے ایک قوم کو اپنی گواہی پر گواہ کر لیا تو جائز ہے اور ان کے گواہ کرنے کی یہ صورت ہے کہ یوں کہے کہ یہ خط فلاں شہر کے قاضی فلاں بن فلاں کی طرف سے فلاں شہر کے قاضی فلاں بن فلاں کے نام اس شخص مدعی کے دعویٰ کے باب میں جو فلاں بن فلاں پر اس نے کیا ہے لکھا ہے اور ہمیں پڑھ کر سنایا ہے اور ہمارے سامنے مہر کی ہے اور ہم کو اس پر گواہ کیا ہے تو تم لوگ ہماری اس گواہی پر گواہ رہو اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ لوگ اور تیسرے لوگوں کو گواہ کریں یا چوتھے یا پانچویں اگرچہ دور تک بڑھ جائیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے قاضی کا خط دوسرے قاضی کی طرف سے جائز ہونے کے واسطے پانچ چیزوں کا جاننا شرط ہے ایک یہ کہ قاضی کاتب معلوم ہو دوسرے یہ کہ قاضی مکتوب الیہ معلوم ہو تیسرے دعویٰ معلوم ہو یعنی جس چیز میں دعویٰ ہے وہ معلوم ہو چوتھے مدعی معلوم ہو پانچویں مدعا علیہ معلوم ہو اب جاننا چاہئے کہ قاضی کاتب کے معلوم ہونے کی یہ صورت ہے کہ اس کا نام اور اس کے باپ کا نام اور اس کے دادا یا قبیلہ کا نام لکھا جائے اور اگر باپ اور دادا کا نام لکھا تو بالاتفاق پہچان معتبر نہ ہوگی اور اگر باپ کا نام لکھا اور دادا یا قبیلہ کا نام نہ لکھا تو امام اعظمؒ کے نزدیک معرفت حاصل نہ ہوگی اور اگر مشہور ہو تو جس نام کے ساتھ مشہور ہے اس پر اکتفا کیا جائے اور اسی طرح اگر لکھا کہ یہ خط ابو فلاں کی طرف سے ہے تو کافی ہے بشرطیکہ وہ اس کنیت کے ساتھ مشہور ہو جیسے ابو حنیفہؒ اور اسی طرح کافی ہے اگر لکھا کہ ابن فلاں کی طرف سے ہے بشرطیکہ وہ اس کنیت سے مشہور ہو ابن ابی لیلیٰ۔ قاضی کے نام اور نسب پر گواہوں کی گواہی کے مقبول ہونے کی صورت نہیں ہے جب تک کہ خط میں نہ لکھا ہو اور اسی طرح قاضی مکتوب الیہ کے معلوم ہونے کی بھی یہی صورت ہے کہ اس کا نام اور نسب اس طرح ذکر کرے کہ اس کی پہچان ہو جائے اور اگر لکھا نہ ہو تو اس کے نام و نسب پر صرف گواہی کفایت نہ کرے گی اور مدعا علیہ کا معلوم ہونا شرط ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس کے نام اور باپ کے نام سے پہچان نہ ہوگی جب تک اس کے دادا کا نام مذکور نہ ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دادا کا نام ذکر کرنا شرط نہیں ہے اور امام محمدؒ کا قول مضطرب ہے اور قاضی ابو علی سغدی ابتدائے عمر میں دادا کا نام ذکر کرنا مدعا علیہ کے واسطے شرط نہیں کرتے تھے پھر آخر عمر میں اس سے رجوع کیا اور کہا کہ دادا کا نام بھی ذکر کرنا شرط ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر دادا کا نام نہ ذکر کیا بلکہ اس کو اس کے قبیلہ کی طرف نسب کر دیا پس اگر اس کا قبیلہ چھوٹا ہے اور ادنیٰ فخذ[1] ہے کہ اس سے وہ پہچانا جاتا ہے تو بلاخلاف کافی ہے کیونکہ چھوٹے قبیلہ میں اکثر دو شخص ایسے کم ہوتے ہیں جن کے نام اور ان کے باپ کے نام ایک ہوں پس ذکر قبیلہ بجائے دادا کے نام کے ہو جائے گا اور اگر بڑا قبیلہ ہے یا اعلیٰ فخذ ہے تو صرف قبیلہ کی طرف منسوب کرنا کافی نہیں ہے جیسے بنی تمیم ایک بڑا قبیلہ ہے اس میں ایسے لوگ نکلیں گے جن کے نام اور ان کے باپ

---

[1] قولہ فخذ قبیلہ سے چھوٹے کو فخذ بولتے ہیں قبیلہ اس سے بڑا ہوتا ہے۔

کے نام ایک ہوں۔

اگراس کو کسی شہر کی طرف منسوب کیا مثلاً کہا کوفی ہے یا بغدادی ہے تو بدوں دادا کے نام ذکر کرنے کے کافی نہیں ہے اور اگر اس کے پیشہ اور کاری گری کی طرف نسبت کی اور دادا اور قبیلہ کا نام ذکر نہ کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک کافی نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر صناعت اس کی ایسی ہو کہ جس سے وہ لامحالہ پہچانا جائے تو جائز ہے اور اگر اس کے باپ کا نام اور اس کا لقب ذکر کیا اور اس لقب سے لامحالہ پہچانا جاتا ہے تو کافی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو کافی نہیں ہے اور اگر اس کا اور اس کے دادا کا نام ذکر کیا اور اس کے باپ کا نام نہ ذکر کیا تو کافی نہیں ہے اور اگر یوں تحریر کیا فلاں شہر کے قاضی فلاں بن فلاں کی طرف سے فلاں شہر کے قاضی فلاں بن فلاں کو یہ خط ہے تو بعض مشائخ کے نزدیک بلا خلاف ایسی تحریری کافی ہے کیونکہ قاضی ہونا بھی پہچاننے کا سبب ہے کہ اس کے ذکر سے دادا کا نام ذکر کرنے کی ضرورت نہ رہی اور اگر اس طرح تحریر کیا کہ فلاں شہر کے قاضی فلاں بن فلاں کی طرف سے ہر اس قاضی یا حاکم اسلام کی طرف جس کو یہ خط پہنچے تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ اور زفر کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ ظاہرا امام اعظمؒ کے ساتھ ہیں اور امام ابو یوسفؒ جب قاضی ہوئے اور لوگوں کا حال دیکھا تو بہت سے مسائل میں استحساناً وسعت دی ازانجملہ یہ مسئلہ ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اسی پر آج کل لوگوں کا عمل ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر یوں کہا کہ فلاں شخص کا فلاں سندھی پر جو غلام فلاں بن فلاں ہاشمی کا ہے اس قدر قرض ہے تو جائز ہے کیونکہ مملوک مالک کی طرف نسبت کرنے سے پہچانا جاتا ہے پس جب اس کو اس کے مشہور مالک کی طرف نسبت کیا یا اس کا نام اور اس کے باپ اور دادا یا قبیلہ کا نام لکھ دیا تو غلام کی شناخت پوری ہوگئی اگر غلام کا نام ذکر کیا اور اس کے مالک کا نام اور باپ کا نام ذکر کیا اور اس کے دادا یا قبیلہ کو ذکر نہ کیا تو شمس الائمہ سرخسی نے لکھا ہے کہ کافی نہیں ہے اور شیخ الاسلام نے کہا کہ کافی ہے کیونکہ شناخت تین چیزوں کے ذکر سے ہوتی ہے اور وہ پائی گئیں ایک غلام کا نام اور ایک مالک کا امام اور ایک اس کے باپ کا نام اگر غلام کا نام اور مالک کا نام ذکر کیا اور مالک کو اس کے خاص قبیلہ کی طرف نسبت نہ کیا تو کافی نہیں ہے اور اگر نسبت کیا تو شمس الائمہ کے قیاس مسئلہ متقدمہ پر کافی نہیں ہے اور موافق شیخ الاسلام کے کافی ہے اگر یوں لکھا کہ فلاں شخص کا فلاں شخص پر کہ جو سندھی غلام جولاہا کہ فلاں بن فلاں کے ہاتھ میں ہے اس قدر قرض ہے پس اس صورت میں ہاتھ میں ہونے سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ اس کے گھر میں رہتا ہے تو کافی نہیں ہے کیونکہ نسبت میں امر لازمی چاہئے اور وہ ملکیت ہوتی ہے اور صرف ہاتھ میں ہونا کبھی بلا ملکیت کے ناحق ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

خط پر حکم دینے کی شرائط ☆

اگر گواہوں کے سامنے خط پڑھ کر ان کو سنا دینا واجب ہے تا کہ اس کے مضمون سے واقف ہو جائیں یا اگر نہ پڑھے تو ان کو آگاہ کر دے کیونکہ بدوں جانے ہوئے گواہی نہیں ہوتی ہے پھر ان کے سامنے کر کے ان کو سپرد کر دے تا کہ تغیر کا وہم نہ ہو اور یہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے کیونکہ خط پر حکم کے واسطے یہ شرط کہتے ہیں کہ وہ خط کے مضمون سے واقف ہوں اور مہر ان کے سامنے ہوئی ہو اور اسی طرح ان دونوں اماموں کے نزدیک خط کے مضمون سننے سے ادا کرنے کے وقت تک یاد رکھنا شرط ہے اور آخر میں امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس میں سے کچھ بھی شرط نہیں ہے ہاں یہ شرط ہے کہ ان کو اس پر گواہ کر لے کہ یہ میرا خط اور مہر ہے اور ایک روایت میں امام ابو یوسفؒ سے ہے کہ مہر بھی شرط نہیں ہے پس اس طرح کی آسانی امام ابو یوسفؒ نے قاضی ہو کر کر دی کہ لیس الخبر کالمعاینہ اور شمس الائمہ سرخسی نے امام ابو یوسفؒ کا قول اختیار کیا ہے یہ کافی میں لکھا ہے خصافؒ نے ذکر کیا ہے کہ اج کل قاضیوں کا یہ دستور ہے کہ خط مدعی کے سپرد کرتے ہیں اور یہی امام ابو یوسفؒ کا قول اور یہی فتویٰ کے لئے بنا بر قول شمس الائمہ کے مختار ہے کذا فی

النہایہ۔ جب امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک خط کے مضمون کی گواہی گواہوں پر شرط ٹھہری تو قاضی کو چاہئے کہ خط کی ایک نقل گواہوں کو دے تا کہ وہ گواہی ادا کر سکیں پس قول امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا احتیاط ہے اور امام ابو یوسفؒ نے آسانی فرمائی ہے اور امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک یہ شرط ہے کہ خط بعنوان ہو اس طرح کہ خط کا عنوان یوں لکھے یہ خط فلاں بن فلاں قاضی کی طرف سے فلاں بن فلاں قاضی کو ہے اور اگر اس نے اندر خط کے یہ عنوان نہ لکھا صرف لکھ دیا عافانا اللہ وایاکم تو مکتوب الیہ قاضی خط کو قبول نہ کرے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عنوان شرط نہیں ہے صرف یہ شرط ہے کہ گواہی دیں کہ فلاں بن فلاں قاضی کا خط تیرے نام ہے اور اس کی مہر ہے جب طرفین کے نزدیک عنوان شرط ٹھہرا تو ہم بیان کرتے ہیں کہ اگر عنوان اندر اور باہر ہو تو قاضی ایسے خط پر عمل کرے گا اور اگر فقط اندر ہو تو بھی تعمیل کرے گا اور اگر فقط باہر ہو تو اس پر عمل نہ کرے گا اور ہمارے مشائخ متاخرین نے صرف عنوان ظاہر پر اکتفا کیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

مندرجہ بالا مسئلہ کی کچھ مزید تفصیل ☆

دونوں کے نام ونسب دونوں عنوانوں میں تحریر کرے اور اگر اندر کے عنوان میں اس کو چھوڑ دیا تو صحیح نہیں ہے اور باہر کے عنوان کی صورت ہمارے زمانہ میں یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی طرف سے بسم اللہ لکھنے سے پہلے یہ لکھے کہ از جانب فلاں بن فلاں قاضی شہر فلاں وفلاں اور دائیں ہاتھ کی طرف سے بسم اللہ سے اوپر لکھے بسم اللہ الملک الحق المبین بجانب فلاں بن فلاں قاضی شہر فلاں یا ہر شخص کی طرف جس کو یہ خط قاضیوں اور حاکموں سے پہنچے ادام اللہ توفیقہ و توفیقھم۔ اگر اس نے لکھا کہ فلاں شہر کے قاضی کو پہنچے اور اس شہر میں ایک ہی قاضی تھا تو امام علی بن محمد بزدوی نے فرمایا کہ صحیح ہے اور اگر اس شہر میں دو قاضی ہوں تو جائز نہیں ہے پھر باہر خط کے لکھے بائیں طرف سے فلاں بن فلاں قاضی فلاں شہر ونواح کے طرف سے پھر داہنی طرف سے بسم اللہ الملک الحق المبین بجانب فلاں بن فلاں قاضی شہر فلاں یا ہر شخص کو قاضیوں اور حاکموں میں سے جس کو یہ خط پہنچے ادام اللہ توفیقہ و توفیقھم۔ پھر بسم اللہ لکھنے کے بعد یوں لکھے کہ خط میرا اطال اللہ تعالیٰ بقاء فلاں قاضی کو جیسا کہ رسم ہے پھر لکھے امابعد پھر اگر قاضی مدعی کو شکل اور نام ونسب سے پہچانتا ہو تو لکھے فلاں مدعی میری مجلس قضا میں فلاں شہر میں حاضر ہوا اور میں اس میں مقیم ہوں اور فلاں بن فلاں کی طرف سے نافذ قضا ہوں جیسے رسم ہے اور مدعی کا قبیلہ اور حلیہ بیان کر دے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ میری مجلس قضا میں لکھنا شرط نہیں ہے صرف یہ لکھنا کہ مجلس حکم میں فلاں شہر میں حاضر ہوا کافی ہے مگر اس صورت میں کہ جب اس شہر میں دو قاضی ہوں ہر ایک ایک طرف کا علیحدہ ہو یہ ملتقط میں لکھا ہے اور اگر قاضی اس کو نہ پہچانتا ہو اور اس نے کہا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں تو گواہوں سے دریافت کر کے خط میں لکھے کہ مدعی حاضر ہوا کہ فلاں بن فلاں نام بتلاتا تھا اور میں نے اس کو نہ پہچانا اور گواہوں سے دریافت کر لیا اور گواہوں کے نام ونسب وحلیہ ومسکن اگر ذکر کر دے تو بہتر ہے اور اگر نہ ذکر کیا صرف اس پر اکتفا کیا کہ گواہ عادل تھے کہ مجھے ان کی عدالت معلوم ہوئی تھی یا میں نے دریافت کر لیا اور ان کی تعدیل کی گئی تو جائز ہے پھر لکھے کہ ان گواہوں نے گواہی دی کہ یہ شخص فلاں بن فلاں ہے اور اس کی شناخت خوب بیان کرے اور اگر اس کے قبیلہ کو ذکر کرے تو بہتر ہے ورنہ مضر نہیں ہے پھر لکھے بدوں کسی مدعا علیہ کے یا نائب مدعا علیہ کے حاضر ہو کر ایک دار کا کیا دعویٰ کیا جو فلاں شہر میں فلاں محلہ میں واقع ہے اور اس کے حدود یہ ہیں اور وہ فلاں شخص کے قبضہ میں ہے کہ اس کو فلاں بن فلاں کہتے ہیں اور مدعا علیہ کی اچھی طرح پہچان بیان کر دے اور اگر مدعا علیہ مشہور آدمی ہو تو اس کی ضرورت نہیں جو صرف یہ لکھ دے کہ اس نے فلاں بن فلاں پر دعویٰ کیا مگر یہ ضرور لکھے کہ مدعی نے دعویٰ کیا کہ مدعا علیہ بقدر مسافت سفر کے اس شہر سے دور ہے اور غائب ہے اس واسطے کہ بہت سے مشائخ مسافت سفر سے کم میں قاضی کا خط جائز نہیں کہتے ہیں

جیسا کہ گواہی پر گواہی میں کہتے ہیں یہ نہایہ میں لکھا ہے۔

مسافت سفر سے کم میں قاضی کا خط قاضی کے نام ظاہر روایت میں جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر اس قدر دور ہو کہ اگر وہ صبح کو قاضی کے در دولت پر حاضر ہو تو اسی روز پھر اپنے گھر واپس نہ جا سکے تو خط قاضی مقبول ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے پھر لکھے کہ مدعا علیہ کا غائب ہونا عادل گواہوں کی گواہی سے میرے نزدیک ثابت ہو گیا تا کہ قاضی مکتوب الیہ کو معلوم ہو کہ پوری شرطوں کے ساتھ خط لکھا ہے پھر تحریر کرے کہ آج کل وہ فلاں شہر میں مقیم ہے یہ ملتقط میں لکھا ہے پھر لکھے کہ وہ مدعا علیہ اس مدعی کے اس دعویٰ سے انکار کرتا ہے اور صحت دعویٰ کے گواہ یہاں موجود ہیں مدعی کو اس کا اور گواہوں کا جمع کرنا مشکل پڑا ہے پس اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں گواہوں کی گواہی سن لوں تا کہ جس قدر میرے نزدیک صحت کو پہنچے اس کو فلاں قاضی کو لکھوں پس میں نے اس کی درخواست منظور کی اور اس نے گواہ پیش کئے اور وہ فلاں وفلاں ہیں پھر ہر ایک کا نام ونسب وقبیلہ وتجارت ومسکن ومحلہ تمام لکھے پس ہر ایک گواہ نے مدعی کے دعویٰ پر گواہی دی و گواہی کے الفاظ ومعنی متفق ہیں ایسا ہی امام محمدؒ سے روایت ہے اور مشائخ نے کہا کہ صرف اس قدر پر اکتفا کرنا نہ چاہئے بلکہ ہر ایک کی گواہی تفصیل وار بیان کرے اور اس کی تصحیح کرے اور اگر مدعا بہ یعنی جس چیز میں دعویٰ کیا گیا ہے عقار ہو تو اس کی جگہ اور حدود اربعہ لکھے اور اگر غلام ہو تو اس کا نام اور حلیہ اور صفت اور پیشہ اور اس کے مالک کا نام اور اس کے باپ اور دادا کا نام لکھے اور قرضہ میں اس کی جنس اور مقدار اور صفت جیسا معروف ہے تحریر کرے پس اس طرح تحریر کرے کہ گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس مدعی کا فلاں بن فلاں بن فلاں پر کہ جس نام ونسب اس خط میں تحریر ہو چکا ہے یہ دعویٰ ہے اور اس کی جنس وصفت ونوع تحریر کر دے اور مدعا علیہ پر ادا کرنا اس مال کا واجب ہے اور متاخرین نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ قرض کا سبب بیان کرنا شرط نہیں ہے تا کہ گواہی دعویٰ مدعی کے موافق ہو پھر لکھے کہ باقیوں نے بھی ایسی ہی گواہی[1] دی اور یہ نہ لکھے کہ اس کے مثل گواہی دی پھر تحریر کرے کہ گواہوں نے گواہی علیٰ[2] وجہ الشہادۃ ادا کیا اور گواہی کے طریقہ سے بیان کیا اور میں نے اس کو سنا اور اپنے دیوان دفتر کے میں لکھ لیا اس کے بعد اگر قاضی گواہوں کو پہچانتا ہے تو خط میں لکھ دے کہ میرے نزدیک گواہ عدالت میں معروف ہیں اور اگر نہ پہچانتا ہو تو ایک مزکی سے دریافت کرنا کافی اور دو سے احتیاط ہے۔

اگر خط میں تاریخ نہ لکھے تو مقبول نہ ہوگی ☆

اگر مزکی نے تعدیل کی تو لکھے کہ گواہوں کے حال دریافت کرنے میں میں نے اہل تزکیہ وتعدیل سے رجوع کی اور معدل ومزکی فلاں وفلاں ہیں کہ ہمارے نزدیک ان کی تعدیل مقبول ہے اور انہوں نے تعدیل کی پھر قاضی کاتب بعد گواہوں کی گواہی اور عدالت ظاہر ہونے کے مدعی سے یہ قسم لے کہ واللہ میں نے یہ مال مدعا علیہ سے نہیں لیا اور نہ میں جانتا ہوں کہ میرے وکیل یا ایلچی نے اس سے لے کر قبضہ کیا ہے پھر جب قاضی کے محرر نے اس خط کو اس طرح جس طرح بیان ہوا تحریر کیا تو آخر خط میں قاضی یوں لکھے کہ فلاں شہر کا قاضی فلاں بن فلاں کہتا ہے کہ یہ خط میرے محرر نے میرے حکم سے تحریر کیا اور جو ماجرا اس میں ہے وہ میرے سامنے واقع ہوا اور ایسا ہی ہے جیسا اس میں لکھا ہے اور اس خط میں دو عنوان ہیں ایک ظاہری اور دوسرا باطنی اور اس میں میری مہر لگی ہے اور میری مہر کا نقش ایسا ایسا ہے اور یہ خط تین ٹکڑے کاغذ پر لکھا ہوا ہے اور اس پر میری توقیع ہے اس طرح کہ میں نے توقیع صدر پر لکھی ہے اور اس پر گواہ کر لئے ہیں اور وہ فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں بن فلاں ہیں ہر ایک کے نام ونسب وحلیہ لکھے اور خط میں

---

[1] قولہ گواہی دی جہاں جہاں اشارہ کا موقع ہے اشارہ کرے یعنی اس مدعی کے نام اس کا فلاں بن فلاں ہے اور مانند اس کے۔ [2] قولہ علیٰ وجہ الشہادۃ...... یعنی پوری ان شرائط کے ساتھ کہ جس طرح گواہی ادا کرنا چاہئے۔

نے ان کو پڑھ کر سنا دیا اور اس کے مضمون سے ان کو آگاہ کر دیا اور ان کے سامنے اپنی مہر لگا دی اور اس سب پر ان کو گواہ کر لیا اور یہ چند سطریں ایسے خط سے فلاں تاریخ میں اس کے آخر میں لکھ دیں اور آخر خط میں انشاء اللہ تعالیٰ نہ لکھے اور دو نسخہ لکھے ایک مہر کر کے بلا زیادتی و نقصان مدعی کو دے دے اور دوسرا گواہوں کو دے دے کہ وہ اس کو موافق شرط امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے ادا کریں کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اور اس شرط کی مراد یہی ہے کذا فی النہایہ۔ اگر خط میں تاریخ نہ لکھے تو مقبول نہ ہوگی اور اگر لکھے تو لحاظ کرنا چاہئے کہ وہ اس وقت قاضی تھا یا نہ تھا اور اگر نہ لکھے تو گواہوں کی گواہی پر اکتفا نہ کیا جائے اور ایسا ہی جب لکھا نہ ہو تو صرف گواہوں کی گواہی پر کہ یہ قاضی کا خط ہے اکتفا نہ کیا جائے گا اور اگر اصل حادثہ پر انہوں نے گواہی دی اور تحریری نہیں ہے تو اس پر عمل درآمد نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اگر خط قبول کیا اور مدعا علیہ موجود نہیں ہے تو جائز ہے ☆

جب یہ خط مکتوب الیہ کے پاس پہنچے تو اس کو چاہئے کہ مدعی اور اس کے مدعا علیہ کو جمع کرے اور قاضی کا خط ہونے پر گواہی اسی وقت قبول کرنا چاہئے کہ جب مدعا علیہ موجود ہو پھر جب دونوں جمع ہوئے اور مدعی نے دعویٰ کیا تو قاضی مدعا علیہ سے اس دعویٰ کی بابت دریافت کرے گا پس اگر اس نے اقرار کر لیا تو اس اقرار پر فیصلہ ہوا اور خط کی کچھ ضرورت نہ رہی اور اگر اس نے انکار کیا تو مدعی حجت قائم کرنے کے واسطے قاضی کا خط پیش کرے اور جب پیش کیا تو قاضی دریافت کرے گا کہ یہ کیا ہے تو جواب دے گا کہ فلاں قاضی کا خط ہے تو یہ قاضی کہے گا کہ اس پر گواہ پیش کر کہ یہ اس قاضی کا خط ہے یہ محیط میں ہے اور اگر بدوں مدعا علیہ کی حاضری کے خط قبول کر لیا تو جائز ہے اور اگر اس کی ناموجودگی میں قاضی کا خط ہونے کے گواہ سن لئے تو جائز نہیں ہے پس مدعا علیہ کی حاضری خط کی گواہی قبول کرنے کے واسطے شرط ہے صرف خط کے قبول کرنے کے واسطے شرط نہیں ہے پس امام محمدؒ نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر خط قبول کیا اور مدعا علیہ موجود نہیں ہے تو جائز ہے اس سے مراد قبول خط ہے نہ خط کی گواہی کذا فی المستقط جب گواہوں نے کہا کہ یہ فلاں قاضی کا خط تمہارے نام ہے اور اس پر اس کی مہر لگی ہے تو خط کو قبول کرے گا اور دریافت کرے گا کہ تم کو پڑھ کر سنایا اور تمہارے سامنے مہر لگائی ہے پس اگر انہوں نے کہا کہ نہیں یا ہمارے سامنے پڑھا ہے اور مہر نہیں لگائی یا اس کا الٹا کہا تو قبول نہ کرے گا اور اگر انہوں نے کہا کہ ہاں ہم کو پڑھ کر سنایا اور ہمارے سامنے مہر لگائی اور ہم کو گواہ کیا ہے تو کتاب یعنی خط کو کھولے گا اور یہ کہنا کافی نہیں کہ ہمارے نزدیک یا ہماری حضوری میں مہر لگائی ہے کذا فی النہایہ۔ اگر گواہوں نے کہا کہ یہ قاضی کا خط اور اس کی مہر ہے اور خط کے مضمون کی گواہی نہ دی تو طرفین کے نزدیک قبول نہ کرے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قبول کرے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور جب قاضی نے خط کو کھولا تو دیکھے کہ ان گواہوں کی گواہی مضمون خط سے موافق ہے یا مخالف اگر مخالف ہو تو رد کر دے اور اگر موافق ہو پس اگر قاضی کاتب نے اس میں گواہوں کی عدالت لکھ دی ہے یا قاضی مکتوب الیہ ان کو پہچانتا ہے تو مدعا علیہ پر حق کا فیصلہ جاری کر دے گا اور اگر ایسا نہ ہو تو قاضی گواہوں کی عدالت دریافت کرے گا پس اگر ان کی تعدیل کی گئی تو ان کی گواہی پر فیصلہ کر دے گا کذا فی النہایہ اور اولیٰ یہ ہے کہ خط کو مدعا علیہ کے سامنے کھولے اور اگر بدوں اس کی حاضری کے کھولا تو جائز ہے کذا فی المحیط اور امام محمدؒ نے کتاب میں خط کھولنے کے واسطے گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے کی شرط نہیں لگائی ہے کیونکہ اس طرح فرمایا کہ جب گواہوں نے گواہی دی کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے کہ اس نے اپنی کچہری میں ہمیں سپرد کیا ہے یہاں تک کہ فرمایا کہ پھر قاضی نے اس کو کھولا اور قبول نہ کیا پھر جب گواہوں نے گواہی دی اور ان کی تعدیل کی گئی پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کھولنے کے واسطے گواہوں کی عدالت شرط نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے کے بعد خط کھولے اور یہ روایت صدر الشہید کی شرح ادب القاضی کے موافق ہے اور جو معنی میں

مختار ہے اس کے مخالف ہے کیونکہ مغنی میں لکھا ہے کہ خصافؒ نے ادب القاضی میں ذکر کیا کہ قاضی گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے سے پہلے خط نہ کھولے پھر کہا کہ جو امام محمدؒ نے فرمایا ہے وہ اصح ہے یعنی مطلق گواہی پر کہ یہ قاضی کا خط اور اس کی مہر ہے خط کھولنا جائز ہے بدوں اس کے کہ گواہوں کی عدالت سے تعرض کرے یہ نہایہ میں لکھا ہے۔

ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ قیاس قول ابی حنیفہؒ پر جب قاضی کا خط لے کر آیا تو قاضی کو چاہئے کہ مدعا علیہ کو حاضر کرے پھر جب وہ حاضر ہوا تو خط لانے والے سے دریافت کرے کہ یہی وہ شخص ہے جس پر تو دعویٰ کرتا ہے اگر اس نے کہا کہ ہاں تو پھر دریافت کرے کہ تو خط لانے کا وکیل ہے یا تو ہی خط لایا ہے پس اگر اس نے کہا کہ میں خود خط لانے والا ہوں تو اس سے گواہ طلب کرے کہ یہ قاضی کا خط ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں مدعی کا وکیل ہوں اور میرا فلاں بن فلاں نام ہے تو گواہوں سے دریافت کرے کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اور فلاں شخص نے اس کو وکیل کیا ہے پس اگر وکالت کے گواہ قائم ہو کر حکم ہونے سے پہلے اگر اس نے خط کے گواہ پیش کئے تو قیاس چاہتا ہے کہ مقبول نہ ہوں اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور استحساناً مقبول ہوں گے اور یہ قول امام محمدؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے دو روایتیں ہیں ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ اگر وکالت اور خط پر قاضی نے گواہ سنے اور گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے سے پہلے قاضی کاتب معزول ہو گیا پھر گواہوں کی عدالت ظاہر ہوئی تو قاضی وکالت اور خط دونوں کا حکم دے گا اور اگر وکالت کے گواہوں کی تعدیل ہوئی اور خط کے گواہوں کی تعدیل نہ ہوئی یہاں تک کہ قاضی کاتب معزول ہو گیا پھر وکیل نے چاہا کہ خط اور مہر کے گواہ دوسرے پیش کرے تو مقبول نہ ہو گئے اور اگر خط کے گواہوں کی تعدیل ہوئی اور وکالت کی نہ ہوتی حتیٰ کہ قاضی معزول ہوا اور وکیل نے گواہ دوسرے پیش کرنا چاہا ہے اور ان کی تعدیل ہوئی تو گواہی مقبول ہو گی اور وکالت کا حکم دے دے گا اور یہ تفریع امام محمدؒ کے قول پر درست ہے اور امام اعظمؒ کے قول پر درست نہیں ہے پھر جب قاضی نے خط قبول کر لیا اور اس کو کھولا اور پورے شرائط اس کے ادا کر لئے تو موافق تحریر خط کے فیصلہ کرنے کی یہ صورت ہے کہ اگر قاضی کو خود معلوم ہوا کہ خط لانے والا فلاں بن فلاں فلاں قبیلہ کا ہے یا خصم نے اقرار کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہی خط لایا ہے تو حکم دے گا اور اگر اس میں سے کوئی بات نہ ہو تو گواہوں سے دریافت کرے کہ یہ شخص فلاں بن فلاں ہے اور اگر گواہوں سے اس سے پہلے ہی دریافت کر لے تو بہت اچھا ہے یہ محیط میں لکھا ہے خانیہ میں لکھا ہے۔

اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس اس کا دفعیہ ہے تو قاضی مکتوب الیہ اس کی سماعت کرے گا ☆

جب مدعی قاضی کا خط مکتوب الیہ قاضی کے پاس لایا اور اس نے مدعا علیہ کو بلایا اور اس کے سامنے گواہوں نے قاضی کے خط اور مہر ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے خط کھولا اور خصم کو سنایا اور جو شرطیں خط کی ہیں سب بجا لایا لیکن ہنوز حکم نہ دیا تھا کہ مدعا علیہ کسی دوسرے شہر میں غائب ہو گیا اور مدعی نے اس قاضی سے درخواست کی کہ وہاں کے قاضی کے نام لکھ دے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ نہ لکھے گا اور امام محمدؒ اور امام اعظمؒ کے نزدیک لکھ دے گا اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس اس کا دفعیہ ہے تو قاضی مکتوب الیہ اس کی سماعت کرے گا اور بجائے خط کے ایلچی بھیجنا جائز نہیں ہے اگر چہ پورے شرائط پائے جائیں اور قاضی کو اس شہر کے امیر سے جس نے اس کو قاضی کیا ہے خط یا ایلچی کی مدد مانگنا جس کے ساتھ اپنا امین روانہ کرے بدوں خط کی شرطوں کے جائز ہے اور اگر وہ امیر دوسرے شہر میں ہو تو ایسی مدد مانگنے کے واسطے خط کے سرائط مثل مہر اور گواہ کے کہ قاضی کا خط ہے معتبر ہوں گے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے خصافؒ نے ادب القاضی میں ذکر کیا کہ قاضی کی مہر جو خط پر تھی اگر وہ منکسر ہو گئی یا خط منشور تھا یا اس کے تحت اسفل میں مہر تھی تو قاضی مکتوب الیہ خط کو قبول کرے گا جبکہ گواہ یہ گواہی دیں کہ یہ خط فلاں قاضی کا ہے اور اس نے ہم کو پڑھ کر سنایا ہے خصافؒ نے ان

دونوں مسئلوں کے بعد ذکر کیا تو یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جب خط پر مہر نہ ہوگی تو قاضی مکتوب الیہ اس کو قبول نہ کرے گا لیکن ابو یوسفؒ ایسی صورت میں کہ خط پر مہر نہ ہو فرماتے ہیں کہ خط پر گواہی درست نہیں ہے جب تک کہ خط کے مضمون پر گواہی نہ ادا کریں اور فقیہ ابو بکر رازیؒ اور امام شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ خط کو باوجود مہر منکسر ہونے کے قبول کرنا سب کا قول ہے کیونکہ اس میں لوگ مبتلا ہوتے ہیں کذافی الذخیرہ اور صحیح یہ ہے کہ یہ سب کا قول ہے کبریٰ میں لکھا ہے کہ ایک عورت نے ایک غائب پر جو دوسرے شہر میں ہے وکیل کیا اور اس پر گواہ کئے اور گواہوں نے قاضی شہر کے سامنے گواہی ادا کی تاکہ یہ قاضی وکیل کے شہر کے قاضی کو لکھے کہ وہ وکالت کا حکم دے دے تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

گواہی دی کہ فلاں بن فلاں بن فلاں مرا اور اس نے آخر تک موافق ہمارے ذکر کے لکھے ☆

اگر مدعی بسبب میراث کے کسی دار کا دعویٰ کرتا ہے تو قاضی کاتب اپنے خط میں لکھے گا کہ یہ ذکر کیا کہ فلاں بن فلاں بن فلاں مر گیا اور اس نے ایک دار کوفہ میں بنی فلاں بن فلاں میں چھوڑا آخر تک مثل ہماری تحریر سابق کے لکھے پھر لکھے اور یہ دار ملک اور حق فلاں بن فلاں کا تھا اور اس کے قبضہ و تحت تصرف میں رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا اور فلاں شخص کو چھوڑا کہ سوائے اس کے اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور یہ دار محدود اس کے لئے میراث چھوڑا اور یہ چاہئے کہ مدعی کے ذکر پر کہ میں سوائے اپنے اس کا کوئی وارث نہیں جانتا ہوں اکتفا کرے پھر یوں ذکر کرے کہ فلاں مدعی میرے پاس فلاں و فلاں کو لایا کہ انہوں نے گواہی دی کہ فلاں بن فلاں مرا اور اس نے آخر تک موافق ہمارے ذکر کے لکھے اگر دعویٰ کسی عقار میں واقع ہوا اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اس کی بابت اس کو خط لکھ دے تو اس کی دو صورتیں ہیں یا وہ عقار مدعی کے شہر میں ہوگا اور مدعا علیہ دوسرے شہر میں ہوگا یا عقار مدعی کے شہر کے سوا دوسرے شہر میں ہوگا اور کی دو صورتیں ہیں یا ایسے شہر میں ہوگا جس میں مدعا علیہ موجود ہے یا دوسرے شہر میں ہوگا اور ان صورتوں میں قاضی اس کو خط لکھ دے گا اس واسطے کہ اس باب میں اعتبار مدعا علیہ کے غائب[1] ہونے کا ہے پھر اگر عقار اسی شہر میں ہو جس میں مدعا علیہ ہے اور خط پہنچا اور مکتوب الیہ نے اس پر عمل کیا اور مدعی کے واسطے اس کے دینے کا حکم کیا اور مدعا علیہ سے کہا کہ اس کے سپرد کر دے پھر اگر اس نے سپرد کرنے سے انکار کیا تو قاضی خود سپرد کر دے گا کیونکہ عقار اس کی ولایت میں ہے اور اگر عقار اس شہر میں ہو جس میں مدعی ہے تو قاضی مکتوب الیہ کو اختیار ہے کہ چاہے مدعا علیہ یا اس کے وکیل کو مدعی کے ساتھ قاضی کاتب کے پاس بھیج دے کہ وہ فیصلہ کر کے عقار مدعی کو سپرد کر دے اور اگر چاہے تو حکم خود دے دے اور اس کے لئے ایک تحریر لکھ دے اور اس میں عقار کا فیصلہ مدعی کے نام ہو اور وہ اس کے پاس رہے مگر عقار سپرد نہیں کر سکتا ہے کیونکہ یہ اس کی ولایت میں نہیں ہے پھر جب مدعی اس فیصلہ کو قاضی کاتب کے پاس لایا اور اس کے فیصلہ پر گواہ پیش کئے تو قاضی کاتب اس کو قبول نہ کرے گا کیونکہ یہ حکم نافذ کرنے کے واسطے ہے اور قضا کا نافذ[2] کرنا بمنزلہ قضاء کے ہے پس غائب پر درست نہیں ہے لیکن قاضی مکتوب الیہ کو چاہئے کہ جب اس نے مدعی کے واسطے فیصلہ کیا اور اس کو تحریر دے دی تو مدعا علیہ کو حکم دے کہ مدعی کے ساتھ اپنا کوئی امین روانہ کرے کہ وہ عقار کو مدعی کے سپرد کرے پھر اگر مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا تو قاضی مکتوب الیہ کاتب کو ایک خط لکھے اور اس میں تمام کیفیت خط کی اور پورا ماجرا جو مدعی اور مدعا علیہ میں گزرا اور مدعی کے واسطے عقار کا حکم دینا اور مدعا کا علیہ کا سپرد کرنے کے واسطے ایک امین دینے سے انکار کرنا سب تحریر کرے پھر لکھے کہ مجھ سے مدعی نے ایک خط کی درخواست کی کہ میں اپنے حکم سے جو میں نے اس کے واسطے فلاں شخص پر دیا ہے تجھے آگاہ کروں تاکہ تو یہ عقار اس کے سپرد کر دے پس تو اس پر عمل کر یرحمک اللہ وایانا اور اس عقار کو جو اس خط میں مع حدود تحریر ہے اس مدعی فلاں بن فلاں کو جو

---

[1] غائب یعنی مدعا علیہ کے غائب ہونے پر خط لکھے گا اور عقار وغیرہ کا لحاظ نہیں ہے۔ [2] نافذ جاری کرنا۔

میرا خط تیرے پاس لاتا ہے سپرد کر دے پس جب یہ خط قاضی کاتب کو پہنچے گا تو وہ عقار کو مدعا علیہ کے ہاتھ سے نکال کر مدعی کے سپرد کر دے گا اور اگر عقار اس شہر کے سوا جس میں مدعا علیہ ہے دوسرے شہر میں ہو تو قاضی مکتوب الیہ کو اختیار ہے چاہے مدعا علیہ یا اس کے وکیل کو مدعی کے ساتھ کر کے اس شہر کے قاضی کے پاس روانہ کرے جس میں عقار ہے اور اس کو ایک خط لکھ دے تاکہ وہاں کا قاضی مدعا علیہ کے سامنے مدعی کے لئے اس عقار کا حکم دے دے اور اگر چاہے تو خود فیصلہ کر کے مدعی کو تجل دے دے لیکن عقار اس کے سپرد نہیں کر سکتا ہے اور اگر قاضی نے کسی بھاگے ہوئے غلام کے باب میں لکھنا چاہا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص بخاری کا ایک غلام سمرقند کی طرف بھاگا اور کسی سمرقندی نے اس کو پکڑ لیا اور اس کے مالک کو خبر ملی اور اس کے گواہ ثمرقند میں نہ تھے بخارا میں تھے اس نے قاضی بخارا سے درخواست کی کہ موافق گواہی کے خط لکھ دے تو اس کو منظور کرے اور قاضی ثمرقند کو لکھ دے جیسا ہم نے قرض میں بیان کیا ہے۔

خط اگر غلام کی بابت لکھا گیا تو اِن چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے ☆

لیکن فرق یہ ہے کہ غلام میں اس کا حلیہ اور قد بیان کر دے کذا فی المحیط اور اس کا سن اور مقدار قیمت تحریر کر دے کذا فی النہایہ اور تحریر کرے کہ وہ فلاں مدعی کی ملک ہے اور سمرقند کو بھاگ گیا اور آج کل وہ فلاں شخص کے قبضہ میں بلاحق سمرقند میں ہے اور اپنے خط پر دو گواہ کرے کہ قاضی سمرقند کے سامنے گواہی دیں اور مضمون خط پر ان کو آگاہ کرے کہ مضمون کی قاضی سمرقند کے سامنے گواہی دے پھر جب یہ خط ان کو بھیجے تو قاضی سمرقند غلام کو مع اس شخص کے جس کے ہاتھ میں غلام ہے حاضر کرے اور گواہ اس خط پر مع مضمون گواہی ادا کریں تاکہ بالاجماع دونوں کی گواہی مقبول کرے پھر جب اس نے گواہی قبول کی اور دونوں کی عدالت اس کے نزدیک ثابت ہوئی تو خط کو کھولے پس اگر غلام کا حلیہ اس کے موافق نہ پایا جیسا گواہوں نے قاضی کاتب کے سامنے بیان کیا ہے تو خط واپس کر دے کیونکہ ظاہر ہوا کہ یہ وہ غلام نہیں ہے جس کی گواہی دی ہے اور اگر اس کے موافق پایا تو خط کو قبول کرے اور بدوں اس کے کہ قضا کا حکم دے وہ غلام مدعی کے سپرد کر دے اور مدعی سے غلام کے نفس کا کفیل لے لے اور غلام کی گردن میں ایک رانگ کی انگوٹھی ڈال دے تاکہ راہ میں چوری[1] کے احتمال سے کوئی اس شخص سے تعرض نہ کرے اور ایک خط قاضی بخارا کو اس مضمون کا لکھے اور اپنے خط اور مہر اور مضمون خط پر دو گواہ کر لے پھر جب قاضی بخارا کو پہنچے اور گواہ گواہی دیں کہ یہ خط اور مہر قاضی سمرقند کی ہے تو قاضی مدعی کو حکم دے کہ اپنے ان گواہوں کو جنہوں نے پہلی مرتبہ گواہی دی تھی حاضر کرے اور وہ لوگ غلام کے سامنے گواہی دیں کہ یہ غلام اس مدعی کی ملک ہے پھر جب گواہوں نے یہ گواہی دی تو پھر قاضی بخارا کو جو کچھ کرنا چاہئے اس کے باب میں امام ابو یوسفؒ سے مختلف روایتیں ہیں بعض روایتوں میں ہے کہ قاضی بخارا مدعی کے واسطے غلام کے دینے کا حکم نہ کرے گا بلکہ ایک دوسرا خط قاضی سمرقند کو لکھے گا اور اس میں یہ ماجرا تحریر کر دے گا اور اپنے خط پر اور مہر اور مضمون خط پر گواہ کر کے مدعی کو غلام کے ساتھ سمرقند کو روانہ کرے گا تاکہ قاضی سمرقند مدعا علیہ کے سامنے مدعی کو غلام کے دینے کا حکم دے پھر جب یہ خط قاضی سمرقند کو پہنچے اور گواہ خط پر اور مہر اور مضمون پر گواہی ادا کریں اور ان کی عدالت ظاہر ہو جائے تو قاضی مدعا علیہ کے سامنے مدعی کے واسطے غلام کے دینے کا حکم جاری کرے گا اور مدعی کا کفیل بری ہو جائے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ قاضی بخارا خود غلام کے دینے کا حکم دے گا اور قاضی سمرقند کو لکھے گا کہ وہ مدعی کے کفیل کو بری کر دے وبنا بر اس روایت کے کہ امام ابو یوسفؒ نے خط لکھنا باندیوں کی بات بھی تجویز کیا ہے اس کی صورت مثل غلام کے خط کے ہے صرف یہ فرق ہے کہ اگر مدعی ثقہ مامون نہ ہو تو قاضی مکتوب الیہ باندی اس کے سپرد نہ کرے گا بلکہ مدعی کو حکم دے گا کہ ایک شخص ثقہ

---

[1] چوری یعنی شاید گمان ہو کہ یہ شخص اس غلام کو چرا کر لئے جاتا ہے۔

ماموں لائے کہ اس کے ساتھ باندی کو روانہ کرے گا کیونکہ فروج[1] کے باب میں احتیاط واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر مکتوب الیہ کے پاس خط پہنچنے سے پہلے قاضی کاتب مر گیا تو ہمارے نزدیک وہ اس خط پر عمل نہ کرے گا اور امام ابو یوسفؒ سے امالی میں ہے کہ عمل کرے گا اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے اور ہمارے نزدیک اگر باایں ہمہ اس نے قبول کر لیا اور اس کے موافق فیصلہ کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا اور اس نے جاری کیا تو جاری ہو جائے گا کیونکہ اس کا حکم مجتہد فیہ میں واقع ہوا ہے اور اسی طرح اگر خط پہنچنے کے بعد پڑھنے سے پہلے مر گیا تب بھی یہی حکم ہے اور اگر خط پہنچنے اور پڑھ لینے کے بعد مر گیا تو ظاہر الروایہ میں آیا ہے کہ عمل کرے گا اور یہی صحیح ہے اور اگر قاضی کاتب معزول کیا گیا تو اس کی بھی یہی صورتیں ہیں جو مر جانے میں بیان ہوئی ہیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر خط پہنچنے سے پہلے قاضی کاتب قاضی ہونے کے لائق نہ رہا تو مکتوب الیہ اس کو قبول نہ کرے گا کذا فی الکافی اگر مکتوب الیہ مر گیا یا معزول ہو گیا اور بجائے اس کے دوسرا قاضی مقرر ہوا اور اس کو خط پہنچا تو اس کے عمل کرنے کے واسطے یہ لحاظ رہے کہ اگر اس خط میں یہ لفظ لکھا کہ اور جس قاضی کو قضاۃ مسلمین سے یہ خط پہنچے (ہ) تو عمل کرے گا اور اگر یہ لفظ نہیں ہیں تو ہمارے نزدیک عمل نہ کرے گا کتاب الحوالہ میں امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص قاضی کا خط لے کر دوسرے کے پاس آیا اور وہاں اپنے خصم کو نہ پایا اور قاضی سے درخواست کی کہ جو کچھ میں پہلے قاضی کے پاس سے لکھوا لایا ہوں تو مجھے اور[2] دوسرے کے واسطے لکھ دے تو وہ اس کا کہنا کرے گا بشرطیکہ یہ اس کے نزدیک ثابت ہو جائے اور ثبوت کی شرطیں وہی ہیں جو ہم نے بیان کر دی ہیں کیونکہ جب پہلے کے پاس گواہوں نے گواہی دی اور اس نے وہ تمام مقدمہ اس قاضی کو لکھ دیا تو وہ گواہی حکماً منتقل ہو کر اس کے پاس آئی پس گویا حقیقت میں اسی کے سامنے گواہی ادا ہوئی۔

اگر خط لکھے تو چاہئے صرف اِسی قدر لکھے جس قدر ثابت ہوا ہے ☆

پس گواہی پیش ہوتی تو اس کو ضرور لکھنا چاہئے تھا ایسا ہی اس صورت میں ہے کہ گویا اسی کے سامنے پیش ہوئی ہے پس لکھنا چاہئے لیکن صرف اسی قدر لکھے گا کہ جس قدر اس کو ثابت ہوا اور وہ یہ ہے کہ ایک غائب شخص پر حق کے واسطے قاضی کا خط ہے نہ یہ کہ خود حق بھی اس کے نزدیک ثابت ہو گیا پس وہ اپنے خط میں قاضی کا خط نقل کر دے گا یا اگر چاہے تو اس کو بطور حکایت بیان کر دے اور اسی طرح اگر مدعی نے قاضی اول کے سامنے بیان کیا کہ مجھے ایسے گواہ نہیں ملتے ہیں جو میرے ساتھ مدعا علیہ کے شہر کو جائیں پس تو ایک خط فلاں شہر کے قاضی کو لکھ دے تاکہ وہ اس شہر کے قاضی کو لکھے کہ جس میں مدعا علیہ موجود ہے تو قاضی اس کی درخواست منظور کرے گا اور اگر مدعی نے قاضی اول سے درخواست کی کہ قاضی مرو اور نیشاپور کو خط لکھ دے کہ میں مرو جاتا ہوں اگر وہاں مدعا علیہ مل گیا تو خیر ورنہ نیشاپور جاؤں گا تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق قاضی یہ درخواست منظور کرے گا اور امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس طرح نہیں لکھے گا اور اگر مدعی خط لے کر قاضی اول کے پاس لوٹ آیا اور کہا کہ مدعا علیہ اس شہر میں نہ ملا اور تو مجھے فلاں شہر کو لکھ دے تو قاضی جب وہ خط اس سے واپس لے لے تب دوسرا خط اس کو لکھ دے گا اور اگر بدوں واپس کرنے کے لکھنا چاہا حالانکہ یہ نہیں چاہئے ہے تو اس کو لازم ہے کہ خط میں یہ حوالہ لکھ دے کہ ایک مرتبہ میں نے یہی خط فلاں شہر کے قاضی کو لکھا تھا اور مدعی کو مدعا علیہ وہاں نہ ملا اور یہ اس غرض سے کہ التباس[3] جاتا رہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایسے شخص کے واسطے جو غائب پر قرضہ کا دعویٰ کرتا تھا قاضی نے خط

---

[1] فروج یعنی عورتوں کے شرمگاہ کو فحش سے محفوظ رکھنا شرع نے اپنے اہتمام میں لیا ہے اس میں خود عورت کا بھی اختیار نہیں ہے۔

[2] قولہ اور دوسرے یعنی اول قاضی نے جیسے آپ کے نام لکھ دیا تھا آپ مجھے تیسرے قاضی کے نام لکھ دیجئے۔ [3] التباس اشتباہ اور قولہ روستا بمعنی گاؤں قریہ عقبی شہر و قصبہ و گاؤں۔

لکھا اور مہر کر دی پھر مدعی آیا اور کہا کہ خط میرے پاس سے گم ہو گیا اور دوسرے خط کی درخواست کی پس اگر قاضی کے نزدیک وہ متہم ہو تو دوسرا خط نہ دے اور اگر متہم نہ ہو تو دے دے مگر دوسرے خط میں قاضی مکتوب الیہ کو لکھ دے کہ میں نے تجھے فلاں تاریخ اسی معاملہ میں ایک خط لکھا تھا کہ مدعی نے آ کر بیان کیا کہ گم ہو گیا اور دوسرا خط طلب کیا اور میں نے یہ خط لکھا اور اس میں تاریخ لکھ دی تا کہ مدعی دو خطوں کے ذریعہ سے دو مرتبہ حق وصول نہ کر سکے اگر خط لکھنے کے بعد مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ اس شہر سے دوسرے شہر میں چلا گیا اور وہاں کے قاضی کو خط لکھ دے تو قاضی لکھ دے گا اور اس خط میں تحریر کرے گا کہ میں نے اسی معاملہ میں ایک خط فلاں شہر کے قاضی کو لکھا تھا پھر مدعی نے آ کر بیان کیا کہ مدعا علیہ اس شہر سے فلاں شہر میں چلا گیا پھر یہ خط طلب کیا اور یہ تحریر احتیاطاً ہے فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کسی شخص کے واسطے جو دوسرے پر حق کا دعویٰ کرتا ہے ایک خط لکھا اور ہنوز خط اس کو نہیں دیا تھا کہ اس کا مدعا علیہ جس کے واسطے اس نے خط لیا تھا حاضر ہو گیا اور اس نے قاضی کے سامنے پیش کیا تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا بلکہ دوبارہ اعادہ کرائے گا اگر قاضی نے اس امیر کو جس نے اس کو قاضی کیا ہے خط لکھا اور وہ اس کے ساتھ شہر میں موجود تھا اصلح اللہ الامیر اور تمام قصہ اور گواہی بیان کر دی اور ایک ثقہ کے ہاتھ یہ خط بھیجا کہ جس کو امیر پہچانتا ہے پس اگر امیر نے اس کے موافق حکم دے دیا تو جائز ہے اگرچہ اس پر عنوان اور مہر نہ ہو اور نہ اس پر دو گواہ ہوں اور یہ حکم استحساناً اور قیاس چاہتا ہے کہ ایسا خط مقبول نہ ہو اور اصل میں ہے کہ رستا اور قریہ کے قاضی اور عامل کا خط مقبول نہ ہوگا صرف ایسے شہر کے قاضی کا خط مقبول ہوگا جہاں منبر اور جمعہ ہو اور یہ حکم بنا بر ظاہر الروایت کے ہے اور بنا بر اس روایت کے کہ جس میں نفاذ قضا کے واسطے شہر کی شرط نہیں قاضی قریہ و رستا اور اس کے عامل کا خط مقبول ہوگا اور اگر ایک باندی ایک شخص کے قبضہ میں تھی اور اس کا کسی نے دعویٰ کیا اور اپنی ملکیت کے گواہ قائم کئے اور قاضی نے اس کے نام فیصلہ کر دیا پھر قابض نے کہا کہ میں نے فلاں شخص سے خریدی تھی اور وہ فلاں شہر میں ہے اور میں اس کو قیمت دے چکا ہوں تو میرے گواہ سن کر مجھے خط لکھ دے تو قاضی اس کو خط لکھ دے گا۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر قسم سے انکار کیا اور دعویٰ مشتری کا اقرار کیا تو اس پر لازم ہوگا کہ پورا ثمن واپس کر دے ☆

اگر ایک باندی ایک مرد کے قبضہ میں ہے کہ اس نے مملوکیت اقرار کے بعد اصلی حرہ ہونے کا دعویٰ کیا اور گواہ پیش کئے اور قاضی نے اس کے نام آزادی کا فیصلہ کر دیا پس اگر قابض نے گواہ پیش کئے کہ میں نے اس کو فلاں غائب سے اس قدر داموں کو خریدا ہے اور ثمن ادا کر دیا ہے اور قاضی سے خط کی درخواست کی تو منظور کرے کیونکہ وہ ثمن واپس لینا چاہتا ہے اور وہ قرض ہے اور اگر باندی نے اپنی آزادی کے گواہ نہ پیش کئے لیکن آزادی کا دعویٰ کیا اور اپنی مملوکیت کے اقرار سے انکار کیا اور قابض کے پاس اس کے اقرار مملوکیت کے گواہ نہیں تھے تو قاضی اس کو آزاد قرار دے گا اور بلا قسم امام اعظمؒ کے نزدیک اسی کا قول معتبر ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک اس پر قسم ہے اور اگر قابض[1] نے کہا کہ میں نے اس کو فلاں شخص سے خریدا ہے اور ثمن ادا کر دیا ہے تو میرے گواہوں کی سماعت کر لے کہ اس سے ثمن واپس کروں تو درخواست منظور نہ کرے گا بخلاف پہلی صورت کے اور اسی طرح اگر باندی نے بعد مملوکیت کے اقرار کے اصلی حریت کا دعویٰ کیا اور قابض نے اس کی تصدیق کی تو مشتری بائع سے ثمن نہیں لے سکتا ہے اور اسی طرح اگر ابتدا سے رقیت سے انکار کیا اور حریت اصلی کا دعویٰ کیا یہاں تک کہ اس کا قول معتبر ٹھہرا تو مشتری کو اختیار نہیں ہے کہ بائع سے ثمن واپس کرے اگر مشتری نے ان دونوں صورتوں میں بائع سے اس طرح قسم طلب کی کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ وہ اصلی آزاد ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے ثمن واپس کرے تو اس کو اختیار ہے پھر اگر بائع نے قسم کھا لی تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا اور اگر قسم سے انکار کیا تو دعویٰ

---

[1] یعنی قابض مذکور یا کوئی اور۔

مشتری کا اقرار کیا تو اس پر لازم ہوگا کہ پورا ثمن واپس کر دے اور اگر مشتری نے ان دونوں صورتوں میں بائع کو قسم دلانا چاہا لیکن باندی کے آزاد ہونے پر گواہ پیش کرنے چاہے تاکہ بائع سے ثمن واپس کرے تو اس کے گواہوں کی سماعت ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص مثلاً ایک شخص پر اپنے حق کے واسطے قاضی کی طرف سے دوسرے قاضی کے پاس خط لایا اور شہر میں پہنچ گیا تھا کہ مطلوب مر گیا پھر طالب نے اس کے بعض وارثوں کو یا وصی کو حاضر کیا اور خط قاضی کو دیا اور وصی یا وارثوں کے سامنے خط کے گواہ پیش کیے تو قاضی خط کو قبول کرے گا اور گواہوں کی سماعت کرے گا اور اس کو نافذ کرے گا خواہ خط کی تاریخ مطلوب کی موت سے پہلے کی ہو یا بعد کی ہو اگر قاضی کا خط دوسرے قاضی کے پاس ایسی صورت میں لکھوا لایا کہ جو اس قاضی کی رائے میں درست نہیں ہے اور اس میں اختلاف فقہا کا ہے تو یہ قاضی اس کو نافذ نہ کرے گا اور یہی فرق ہے سجل اور خط میں کہ اگر بعینہ ایسی صورت میں سجل ہو تو قاضی اس کو جاری اور نافذ کرے گا یہ ملتقط میں ہے۔

خط میں مدعا علیہ کا نام اور نسب اور صناعت اور قبیلہ مذکور ہے لیکن قبیلہ میں ایسے دو اشخاص ہیں تو؟

اگر ایک شخص نے دوسرے قاضی کے سامنے قاضی کا خط ایک شخص پر دعویٰ حق میں پیش کیا اور خط میں مدعا علیہ کا نام اور نسب اور صناعت اور قبیلہ مذکور ہے اور اس صناعت یا اس فخذ میں دو اشخاص اس نام و نسب کے ہیں تو قاضی خط کو قبول نہ کرے گا حتیٰ کہ اس پر گواہ قائم کرے کہ یہی وہ شخص ہے جس کے حق میں خط لکھا گیا ہے اور اگر اس قبیلہ یا صناعت میں دو اشخاص ایسے نہ ہوں تو قاضی حکم اس پر نافذ کرے گا پس اگر مطلوب نے کہا کہ اس قبیلہ یا اس صناعت میں دوسرا شخص اس نام و نسب کا ہے تو بلا گواہ یہ قول مقبول نہ ہوگا اور نہ مقدمہ سے اس کا چھٹکارا ہوگا اور اگر مطلوب نے کہا کہ میں دوسرا شخص ہونے پر گواہ لاتا ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ کہا کہ میں گواہ قائم کرتا ہوں کہ اس قبیلہ یا اس صناعت میں دوسرا شخص اس نام و نسب کا موجود ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور وہ مقدمہ سے چھوٹ جائے گا اور اگر یہ کہا کہ میں گواہ لاتا ہوں کہ اس قبیلہ یا صناعت میں دوسرا شخص اس نام و نسب کا تھا اور وہ مر گیا تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی مگر اس صورت میں مقبول ہوگی کہ خط کی تاریخ اور گواہوں کی گواہی جو خط میں ہے اس کی تاریخ کے بعد وہ شخص مر گیا ہو اگر وہ خط کسی میت کے اوپر حق کا ہو تو قاضی اس کے بعض وارثوں کو حاضر کرے گا اور گواہ سن کر خط کو قبول کرے گا نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا دوسرے غائب پر کچھ مال میعادی قرض ہے اور اس نے قاضی سے درخواست کی کہ اس بابت ایک خط لکھ دے تو وہ اس کو قبول اور موافق گواہوں کی گواہی کے اس میں میعاد مندرج کر دے گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مطلوب نے دعویٰ کیا کہ طالب نے مجھے ہر قلیل و کثیر سے بری کر دیا ہے یا جو کچھ اس کا مجھ پر آتا تھا میں نے ادا کر دیا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے اور قاضی سے کہا کہ میں اسی شہر کو جانا چاہتا ہوں جس میں طالب ہے اور خوف کرتا ہوں کہ طالب مجھے گرفتار کرے اور بری کر دینے یا وصول پانے سے انکار کر جائے اور میرے گواہ یہاں موجود ہیں تو تو گواہ سن لے اور وہاں کے قاضی کو لکھ دے تو قاضی اس درخواست کو منظور نہ کرے گا نہ گواہ سنے اور نہ لکھے گا اور یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ لکھ دے گا اور اس پر اجماع ہے کہ اگر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے ایک مرتبہ وصول پانے سے انکار کیا ہے اور میرے ساتھ جھگڑا کیا ہے اور اب مجھے خوف ہے کہ دوبارہ ایسا کرے پس تو میرے گواہ سن کر اس شہر کے قاضی کو لکھ دے تو قاضی اس کو لکھ دے گا غائب شخص پر بری کر دینے کے دعویٰ کے مانند دو اور مسئلے ہیں ایک شفعہ کا مسئلہ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک دار خریدا اور اس کا فلاں غائب شفیع ہے اور اس نے شفعہ میرے سپرد کر دیا ہے اور مجھے خوف ہے کہ جب میں وہاں جاؤں گا تو سپرد کرنے سے انکار کرے گا اور شفعہ کا دعویٰ کرے گا اور درخواست کی کہ قاضی شفعہ سپرد کرنے کے گواہ سن لے اور وہاں کے قاضی کو لکھ دے تو اس میں بھی اختلاف

مذکور جاری ہے اور دوسرا مسئلہ طلاق کا ہے کہ ایک عورت نے قاضی سے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیں اور وہ فلاں شہر میں آج کل موجود ہے اور میں بھی وہاں جانا چاہتی ہوں اور خوف کرتی ہوں کہ وہ طلاق سے انکار کر جائے تو تو میرے گواہ سن لے اور وہاں کے قاضی کو لکھ دے تو اس میں بھی ویسا ہی امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کا باہم اختلاف ہے جیسا بیان کیا گیا ہے۔

ایک صورت جس میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر مشائخ نے خط لکھنے میں اختلاف کیا ہے ☆

پس اگر اس شخص نے جو حاضر ہے قاضی کو ایک مرتبہ کے انکار اور جھگڑے کی خبر دی تو قاضی اس کے گواہ سن کر اس کو خط لکھ دے گا اور اس میں اختلاف نہیں ہے اگر طالب نے قاضی کے سامنے مطلوب کو بری کر دیا یا اس کے سامنے شفعہ سپرد کیا تو قاضی نے جو کچھ سنا ہے لکھ دے گا اور یہ امام محمدؒ کے اصل پر ظاہر ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ امام ابو یوسفؒ کے قیاس پر چاہئے کہ نہ لکھے واضح ہو کہ اگر قاضی نے اپنے علم پر خط لکھنا چاہا تو اس کا خط لکھنا بمنزلہ اپنے علم پر قاضی حکم قضا جاری کرنے کے ہے پس جہاں جہاں اس کو اپنے علم پر حکم قضا دینا جائز ہے وہاں خط بھی لکھنا جائز ہے مگر ایک صورت میں امام اعظمؒ کے قول پر مشائخ نے خط لکھنے میں اختلاف کیا ہے وہ یہ ہے کہ حادثہ[1] سے اپنے قاضی ہونے سے پہلے واقف ہوا پھر قاضی ہوا تو بعضوں نے کہا کہ اس علم پر خط نہ لکھے اور بعضوں نے کہا کہ لکھے امام محمدؒ نے کتاب الوکالۃ میں فرمایا کہ ایک شخص نے ایک دار کے واسطے جو اس شہر میں نہیں ہے کسی کو اس کی خصومت یا قبضہ یا اجارہ کا وکیل کیا اور قاضی کا خط طلب کیا تو قاضی اس کی بابت اس کو لکھ دے گا پس اگر قاضی موکل کو پہچانتا ہے تو اس کی معرفت تحریر کرے اور اگر نہیں پہچانتا ہے تو لکھے کہ میں نے گواہوں سے دریافت کیا کہ یہ فلاں بن فلاں ہے الی آخرہ جیسا ہم نے سابق میں بیان کیا ہے پھر لکھے کہ اس نے فلاں بن فلاں کو تحریر کیا اور وکیل کا نام اور نسب جیسا ہم نے بیان کیا ہے تحریر کرے پھر اگر قبضہ کے واسطے وکیل کیا ہے تو تحریر کرے کہ فلاں دار کے قبضہ کے واسطے جو کوفہ میں بنی فلاں میں واقع ہے وکیل کیا اور اگر خصومت کے واسطے وکیل کیا ہے تو لکھے کہ فلاں دار کی خصومت کے واسطے جو کوفہ میں واقع ہے وکیل کیا اور حاصل یہ ہے کہ جس کے واسطے وکیل کیا ہے وکالت کے ساتھ اس کو تحریر کرے اور اگر وکیل حاضر ہو تو زیادہ پہچان کے واسطے اس کا حلیہ بھی تحریر کرے اور نہ کرے تو کچھ مضر نہیں ہے اور اگر غائب ہو تو لکھے کہ ایک شخص کو وکیل کیا اور بیان کیا کہ وہ فلاں بن فلاں فلانے قبیلہ کا ہے اور اس کلام امام محمدؒ میں اشارہ ہے کہ غائب کو وکیل کرنا صحیح ہے اور یہی ہمارے علماء کا مذہب ہے لیکن قبول وکالت سے پہلے وکیل کو وکالت لازم نہ ہوگی جیسا حاضر کی صورت میں ہے تاکہ وہ ضرر سے محفوظ رہے پھر جب خط مکتوب الیہ کو پہنچا تو وہ دار کے قابض کو حاضر کرے گا اور اس کے سامنے خط مہر کے گواہ سنے گا پھر بعد گواہی کے خط کو کھولے گا اور گواہوں کے سامنے پڑھے گا تاکہ وہ مضمون پر گواہی ادا کریں اور بعد اس کے پھر وکیل سے گواہ طلب کرلے کہ تو فلاں بن فلاں ہے پھر اگر اس نے گواہ پیش کئے تو جس کے قبضہ میں دار ہے اس سے دریافت کرے گا پس اگر اس نے اقرار کیا کہ یہ فلاں یعنی موکل کا ہے تو حکم دے کہ اس کو وکیل کے سپرد کر دے اور امام محمدؒ کے نزدیک خط کے گواہوں سے پہلے اگر وکیل سے گواہ اس بات کے مانگے کہ وہ فلاں بن فلاں فلانے قبیلہ کا ہے تو بہتر ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے قول پر چاہئے کہ پہلے وکیل سے گواہ طلب کرے پھر اس سے خط کے گواہ مانگے اور چوپایوں اور غلام اور اسباب اور ودیعت اور قرضہ کی وکالت میں بھی یہی حکم ہے اور فرمایا کہ دار کی خصومت کے وکیل کو ہر شخص سے جو دار میں جھگڑا کرے خصومت کرنے کا اختیار ہے کیونکہ وکالت مطلقہ ہے اور اگر موکل نے کسی خاص شخص کے ساتھ خصومت کا اختیار دیا ہے تو دوسرے سے خصومت نہیں کر سکتا ہے اور وکیل بالاجارہ کو صرف یہ اختیار ہے کہ دار کو اجرت پر دے اور جس کو اجرت پر دیا ہے اس کا مخاصم ہو سکتا ہے۔

---

[1] قولہ حادثہ یعنی اس واقعہ کے واقع ہونے سے پہلے۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر عورت نے اپنے مہر اور نفقہ کے واسطے وکیل کیا اور قاضی سے اس بابت خط طلب کیا تو قاضی کو لکھنا چاہئے کہ عورت نے ذکر کیا کہ اس کے شوہر فلاں بن فلاں پر اس کا اس قدر مہر ہے اور اس نے فلاں بن فلاں کو وکیل کیا کہ اس سے مہر وصول کرے اور اگر وہ انکار کرے تو اس سے خصومت کرے اور خصومت کرنے کا اختیار صرف اس واسطے تحریر کرے کہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قرض پر قبضہ کرنے کے وکیل کو خصومت کا اختیار نہیں ہوتا ہے اور یہ بھی تحریر کرے کہ اس نے اپنے نفقہ کے طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اگر شوہر انکار کرے تو اس سے خصومت کرے پھر جب یہ خط مکتوب الیہ قاضی کو پہنچے تو وہ اس کے شوہر کو حاضر کرے اور اس سے مہر کو دریافت کرے اگر اس نے اقرار کیا تو وکیل کو دے دینے کا حکم کرے اور اگر عورت نے اس کو مہر کے واسطے وکیل کیا اور نفقہ میں خصومت کے واسطے وکیل کیا تا کہ ہر مہینہ میں کچھ نفقہ مقرر کرے اور ہر سال کچھ کپڑا مقرر کرے پس جب یہ خط مکتوب الیہ قاضی کے پاس پہنچے گا تو وہ گواہوں کو اس کے شوہر کے سامنے ہی سنے گا پھر جب یہ اس کے نزدیک ثابت ہوا تو مہر کو دریافت کرے گا اگر اس نے اقرار کیا تو اس سے لے لے گا اور جس قدر اس کے لائق ہے اس قدر نفقہ اور کپڑا مقرر کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص قاضی کا خط لایا اور قبل اس کے کہ قاضی کے خط ہونے پر گواہ سنے اس کا مدعا علیہ شہر میں روپوش ہو گیا تو بعضوں نے کہا کہ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر قاضی ایک منادی بھیجے کہ وہ اس کے دروازہ پر تین روز تک ندا کرے کہ تو نکل ورنہ میں تیری طرف سے ایک وکیل قائم کر کے اس پر ڈگری کر دوں گا اور عامہ مشائخ نے اس قول کی تصحیح[1] نہیں کی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اس کے عیب میں خصومت کرنے کے واسطے ایک وکیل کیا اور اس پر قاضی کا خط لیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ جب تک موکل خود نہ حاضر ہو یعنی مشتری حاضر ہو کر قسم نہ کھائے کہ واللہ میں عیب پر راضی نہیں ہو گیا تھا تب تک غلام واپس نہیں ہو سکتا ہے پھر اسی کتاب الاقضیہ میں لکھا ہے کہ وکیل کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے تاوقتیکہ خود مشتری حاضر ہو کر قسم نہ کھائے کہ واللہ میں عیب پر راضی نہیں ہو گیا ہوں اگرچہ بائع نے مشتری کی رضامندی کا دعویٰ نہ کیا ہو ایسا ہی خصافؒ اور حصاص نے ذکر فرمایا اور ایسا ہی حسن نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے اور امام محمدؒ نے مبسوط میں ذکر کیا ہے کہ وکیل واپس کر سکتا ہے لیکن اگر بائع مشتری کی رضامندی عیب کا دعویٰ کرے تو نہیں واپس کر سکتا ہے اور دونوں روایتوں کی توجیہ اس طرح پر ہے کہ قاضی لوگوں کے حق کی حفاظت کے واسطے ہے نہ جھگڑا برپا کرنے کے واسطے پس پہلی صورت میں یہ وجہ ہے کہ جب بائع مر گیا ہو اور اس وقت واپس کرنا چاہے تو میت کی طرف سے قاضی حافظ حق ہو کر اصل مشتری سے قسم لے گا اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ وکیل واپس کر دے گا اور جب بائع نے جو زندہ ہے خود یہ دعویٰ نہ کیا کہ مشتری عیب پر راضی ہو چکا ہے تو قاضی جھگڑا نہ اٹھا دے گا بلکہ واپس کر دے گا کیونکہ زندہ بائع اپنے حقوق کا لحاظ کر سکتا ہے بخلاف پہلی صورت کے فافہم ہذا تلخیص مافی الذخیرہ مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر یا صوبہ پر جو کوئی شخص والی مقرر ہوا ہے اگر اس نے کوئی حکمی خط لکھنا چاہا پس اگر خلیفہ نے اس کو قضا کا عہدہ دیا ہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے اور اگر اس والی نے کسی کو قاضی کر کے خط لکھنے کی اجازت دی پس دیکھنا چاہئے کہ اگر خلیفہ کی طرف سے اس کو قاضی مقرر کرنے کی اجازت تھی تو اس کے قاضی کا خط جائز ہو گا ورنہ نہیں اور کتاب الاقضیہ میں مذکور ہے کہ اگر خلیفہ نے کسی قاضی کو کسی حکمی معاملہ میں دو گواہوں کی گواہی پر مشتمل قاضی کے قاضی کو خط لکھنے کے خط لکھا تو بدوں ان شرائط کے جو ہم نے ذکر کر دی ہیں مقبول نہ ہو گا اور احکام

---

[1] یعنی صحیح نہیں کیا ہے۔

سیاست میں اس کا خط مثلاً میں نے فلاں کو مقرر یا فلاں کو معزول کیا بدوں شرائط کے مقبول ہے اور مکتوب الیہ اس پر عمل کرے گا جبکہ اس کے ذہن نشین ہو جائے کہ یہ سچا ہے اصل میں مذکور ہے کہ اگر قاضی نے ایک ذمی کے حق کے واسطے جو دوسرے ذمی پر ہے خط لکھا تو اس پر اہل ذمہ کی گواہی مقبول نہ ہوگی نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص قاضی کا خط دوسرے قاضی کے پاس لایا اور اس نے گواہوں کی گواہی پر خط قبول کر لیا پھر مدعی کے اصل دعویٰ کے گواہ اسی شہر میں آ گئے تو قاضی مکتوب الیہ خط پر عمل نہ کرے گا اور مدعی کو حکم دے گا کہ اپنے اصل حق کے گواہ حاضر کرے ابراہیم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر باغی خارجی لوگ کسی شہر پر قابض ہوئے اور اہل شہر میں سے کسی کو انہوں نے قاضی بنایا اور اس قاضی نے اہل عدل کے قاضی کو خط لکھا پس اگر مکتوب الیہ قاضی اہل عدل کو معلوم ہے کہ قاضی کاتب کے پاس جن گواہوں نے گواہی دی وہ باغی ہیں تو خط کو قبول نہ کرے گا اور اگر اس کے علم میں ہے کہ وہ گواہ اہل عدل میں سے ہیں تو قبول کرے گا اور اگر نہ معلوم ہوا کہ اہل عدل ہیں یا باغی ہیں تو خط قبول نہ کرے گا کذا فی المحیط۔

باب : ㉔

حکم مقرر کرنے کے بیان میں

تحکیم کے یہ معنی ہیں کہ کسی غیر کو مدعی و مدعا علیہ یعنی دونوں خصم اپنے درمیان میں حاکم مقرر کریں پس وہ شخص انہیں دونوں کے درمیان حاکم ہوگا اور غیروں کے حق میں بمنزلہ مصلح کے ہوگا جیسے قاضی تمام لوگوں کے حق میں حاکم ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے جاننا چاہئے کہ حکم بنانا جائز ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ شخص حکم بنائے جانے اور حکم دینے کے وقت شہادت کے لائق ہو یعنی جو شرطیں شاہد میں چاہئے ہیں اس میں موجود ہوں حتیٰ کہ اگر حکم بنائے جانے کے وقت لائق شہادت نہ تھا پھر حکم دینے کے وقت ہو گیا مثلاً پہلے غلام تھا پھر آزاد ہو گیا یا ذمی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور حکم کیا تو نافذ نہ ہوگا اور حکم کا حکم اور قاضی کا حکم اس طرح جدا ہے کہ حکم کا حکم دونوں و مدعی مدعا علیہ پر اور جو شخص اس کے حکم پر راضی ہو نافذ ہوتا ہے بخلاف حکم قاضی کے کہ ہر راضی و ناراض ہو در صورت حق ہونے کے جاری ہوتا ہے یہ ملتقط میں لکھا ہے کافر اور غلام اور ذمی اور محدود القذف اور فاسق اور نابالغ کا حکم مقرر کرنا جائز نہیں ہے اور فاسق نے جب حکم دے دیا تو واجب ہے کہ ہمارے نزدیک جائز ہو اور جب تک اس نے حکم نہیں دیا ہے تو ہر ایک خصم کو اختیار ہے کہ اس کے حکم بنانے سے رجوع کرے کذا فی الہدایہ ذمی کی حکومت ناجائز ہونے سے یہ مراد ہے کہ جب وہ دو مسلمانوں میں حکم ہو تو جائز نہیں اور اگر دو ذمیوں میں حکم ہو تو جائز ہے اور مبسوط میں مذکور ہے کہ اگر ذمی نے ذمیوں میں حکم دیا تو جائز ہے کیونکہ سوائے مسلمانوں کے ذمی اہل ذمہ میں گواہی کے لائق ہوتا ہے اور دونوں ذمیوں کا اس کے حکم پر راضی ہونا بمنزلہ اس کے ہے کہ سلطان نے اسے مقرر کیا ہے کیونکہ سلطان کو ذمی کا مقرر کرنا کہ وہ ذمیوں میں فیصلہ کرے صحیح ہے اور اگر سلطان نے مسلمانوں میں فیصلہ کے واسطے مقرر کیا تو باطل ہے اور یہی حال حکم بنانے کا ہے کذا فی النہایہ۔

کن افعال میں حکم بنانا جائز ہے اور کن میں ناجائز؟

ایسے افعال میں جن کو لوگ خود کر سکتے ہیں یعنی حقوق العباد میں حکم بنا لینا جائز ہے اور جس کو خود نہیں کر سکتے ہیں یعنی حقوق اللہ تعالیٰ میں حکم بنا لینا صحیح نہیں ہے پس اموال اور طلاق اور عتاق اور نکاح اور قصاص اور چوری کی ضمانت میں حکم بنانا درست ہے اور زنا اور چوری اور تہمت زنا کے حدود میں حکم بنا لینا صحیح نہیں ہے اور خصافؒ نے ذکر کیا کہ حکم کا حکم کسی حد اور قصاص میں جائز نہیں ہے

اور اصل میں مذکور ہے کہ قصاص میں حکم مقرر کرنا صحیح ہے اور تمام اجتہادی مسئلوں میں حکم کا حکم نافذ ہوگا جیسے کنایات اور طلاق اور عتاق اور یہی صحیح ہے لیکن مشائخ نے اس سے امتناع[1] کیا ہے تا کہ عوام کو جرأت نہ ہو اور خطا سے خون کر ڈالنے میں اس کا حکم جائز نہیں ہے کیونکہ عاقلہ مددگار برادری اس پر راضی نہیں اور اس کا حکم انہیں میں صحیح ہے جو اس سے راضی ہوں اور قاتل پر اس کا حکم دینا جائز نہیں ہے مگر جبکہ قاتل نے اقرار کرلیا ہو کہ میں نے خطا سے قتل کیا ہے تو جائز ہے دو ذمیوں نے ایک ذمی کو حکم دیا پھر ایک خصم مسلمان ہوگیا تو دونوں کے درمیان حکم نہ رہا اور مراد یہ ہے کہ مسلمان پر حکم نہیں دے سکتا ہے حتیٰ کہ اگر ذمی کے لئے مسلمان پر حکم لگایا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر مسلمان کے لئے ذمی پر حکم دیا تو جائز ہے اور یہ حکم مبسوط میں چند جگہ صریح مذکور ہے مثلاً مبسوط میں ہے کہ ایک مسلمان اور ذمی نے ایک ذمی کو حکم بنایا تو اس کا حکم ذمی پر جائز ہے نہ مسلمان پر اور اسی طرح اگر مسلمان اور ذمی نے ایک مسلمان اور ذمی کو حکم ٹھہرایا پس دونوں نے مسلمان کے واسطے ذمی پر حکم لگایا تو جائز ہے اور اگر دونوں نے ذمی کے لئے مسلمان پر حکم دیا تو جائز نہیں ہے چنانچہ اگر ایک غلام اور ایک آزاد کو حکم بنایا تو دونوں کا حکم جائز نہیں ہے کیونکہ غلام کا حکم ناجائز ہے پس آزاد تنہا رہ گیا حالانکہ دونوں خصم دونوں کے حکم پر راضی ہوئے تھے پس اکیلے کے حکم پر جواز نہ ہوگا ایک ذمی نے دو مسلمانوں میں حکم لگایا پھر دونوں اس پر راضی ہو گئے تو جائز نہیں ہے چنانچہ اگر ابتداءً میں دونوں اس کو حکم قرار دیتے تو جائز نہ تھا دو ذمیوں نے ایک ذمی کو حکم بنایا پھر حکم فیصلہ کرنے سے پہلے مسلمان ہوگیا تو وہ ویسا ہی حکم باقی ہے ایک مسلمان اور ایک مرتد نے باہم ایک حکم مقرر کیا اور اس نے دونوں میں حکم لگایا پھر مرتد قتل کیا گیا یا دارالحرب میں جاملا تو حکم کا حکم اس پر جائز نہ ہوگا اور اگر مرتد مسلمان ہوگیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ہر حال میں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

عورت کو کن معاملات میں حکم بنایا جا سکتا ہے ☆

دو مرد اگر اپنے درمیان میں ایک عورت کو حکم قرار دیں تو جائز ہے اور مراد یہ ہے کہ سوائے حدود و قصاص کے جائز ہے کیونکہ ہونا گواہی کی لیاقت پر ہے اور عورت کی گواہی حدود اور قصاص میں جائز نہیں ہے تو اس کا حکم ہونا بھی جائز نہیں ہے امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ حکم مقرر کرنے کو معلق بخطر کرنا یا آئندہ وقت کی طرف مضاف کرنا جائز نہیں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ جائز ہے اور فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ ناجائز اور اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے تعلیق کی صورت یہ ہے کہ کسی غلام سے کہا کہ جب چاند نظر آئے تو تو حکم ہونا اور اضافت کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص سے کہا کہ ہم نے تجھے کل حکم بنایا یعنی آئندہ کل کے روز یا شروع ماہ میں حکم بنایا اگر کسی شخص کو اس شرط پر حکم کیا کہ فلاں فقیہ سے دریافت کر کے حکم دے تو جائز ہے اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ فقیہوں سے دریافت کرے اور جس حکم پر سب متفق ہوں وہ حکم دے تو بھی جائز ہے پس پہلی صورت میں اگر اس فقیہ سے دریافت کر کے حکم دیا تو جائز ہے اور دوسری صورت میں اگر ایک فقیہ سے دریافت کر کے حکم کیا تو بھی جائز ہے اگر اس طور پر ایک حکم بنایا کہ آج ہی حکم دے یا اسی جلسہ میں حکم دے تو جائز ہے پس اگر وہ دن گزر گیا یا وہ مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو حکم باقی نہ رہا اگر حکم کا فیصلہ قاضی کے سامنے پیش ہوا تو قاضی اس میں غور کرے اگر اس کی رائے کے موافق ہو تو نافذ کرے ورنہ باطل کر دے اگرچہ اس مسئلہ میں فقیہوں نے اختلاف کیا ہو اگر دونوں نے ایسے شخص کو حکم بنایا جس کو وہ دونوں نہیں چاہتے ہیں لیکن اس نے فیصلہ کیا تو جائز ہے اگر دونوں ایک غائب شخص کے فیصلہ کرنے پر راضی ہوئے اور وہ غائب آیا اور اس نے فیصلہ کیا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر اس پر دونوں راضی ہوئے کہ فلاں شخص یا فلاں ہمارے درمیان میں حکم ہے تو دونوں میں سے جس نے حکم دیا تو جائز ہوگا اور اگر کسی ایک کے سامنے دونوں نے پیش کیا تو اسی کو فیصلہ

---

[1] امتناع یعنی فتویٰ نہیں دیا ہے تا کہ عوام کو یہ جرأت نہ ہو کہ حکام اسلام کے مقابلہ میں ہمیشہ اسی قسم کے حیلے نکالا کریں اور تمام بحث عین الہدایہ میں ہے۔

کے لئے معین کر لیا پھر دوسرا شخص حکم نہ رہے گا یہ ملتقط میں لکھا ہے۔

اگر دونوں اس پر راضی ہوئے کہ جو شخص سب سے پہلے مسجد میں آئے وہی حکم ہے تو باطل ہے اگر حکم نے سفر کیا یا بیمار ہو گیا یا اس پر بے ہوشی طاری ہوئی پھر سفر سے آ گیا یا اچھا ہو گیا اور حکم کیا تو جائز ہے اور اگر اندھا ہو گیا یعنی بینائی جاتی رہی پھر اندھا پن جاتا رہا اور اس نے حکم دیا تو جائز نہیں ہے اگر عیاذاً باللہ اسلام سے مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہوا اور حکم کیا تو جائز نہیں ہے اگر حکم نے بطور رود داد مقدمہ کے ایک خصم سے کہا کہ میرے نزدیک جو تجھ پر دعویٰ کیا ہے اس کی حجت قائم ہو گئی پھر اس خصم نے اس کو معزول کر دیا پھر بعد اس کے اس نے اس پر حکم دیا تو نافذ نہ ہو گا اگر دونوں میں سے ایک نے حکم کو اپنا وکیل خصومت کیا اور اس نے وکالت قبول کر لی تو حکم ہونے سے خارج ہو گیا اور واقعیہ میں ہے کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم امام ابو یوسفؒ کے قول پر درست ہے اور طرفین کے نزدیک درست نہ ہو گا اور بعضوں نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ سب کا قول ہے اگر حکم نے وہ غلام جس میں جھگڑا ہے خرید لیا یا اس کے بیٹے یا ایسے شخص نے جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں ہے خرید لیا تو حکم نہ رہا یہ محیط میں لکھا ہے اگر حکم نے ایک خصم کی نسبت خبر دی کہ تو نے میرے سامنے اس شخص کے واسطے اس قدر مال کا اقرار کیا ہے یا یہ خبر دی کہ تجھ پر اس کا اس قدر قرض ہونے کے گواہ میرے نزدیک پیش ہو گئے ہیں اور ان کی تعدیل ہو گئی اور میں نے تجھ پر ڈگری کر دی پھر اس شخص نے انکار کیا کہ میں نے کچھ اقرار نہیں کیا ہے یا مجھ پر کسی بات کے گواہ نہیں قائم ہوئے تو اس کے قول پر التفات نہ کیا جائے گا اور فیصلہ نافذ ہو جائے گا اور اگر حکم نے خبر دی کہ میں نے اس قدر مال کے لئے تجھ پر اس کے حق کا حکم کیا تھا تو حکم کی تصدیق نہ کی جائے گی کذا فی العنایہ۔ اگر دو شخصوں کو حکم مقرر کیا تو دونوں کا یکجا ہونا ضروری ہے حتیٰ کہ اگر فقط ایک نے حکم دے دیا تو جائز نہیں ہے اور بعد برخاست مجلس کے اس حکم پر ان کی تصدیق نہ کی جائے گی جب تک کہ اور دو گواہ گواہی نہ دیں جیسے باقی رعایا کا حکم ہے کذا فی النہایہ۔

مسئلہ مذکورہ میں حکم نے کہا کہ میں نے حکم دے دیا تو جب تک وہ مجلس میں موجود ہے اس کی تصدیق کی جائے گی اور بعد مجلس کے برخاست کے نہیں تصدیق ہو گی ☆

دو شخصوں نے ایک شخص کو حکم بنایا اور قاضی نے اس کی اجازت دی اور ہنوز اس نے حکم نہیں کیا تھا پھر اس نے برخلاف رائے قاضی کے حکم کیا تو جائز نہیں ہے ایک شخص کو حکم بنایا اور اس نے کسی ایک کے واسطے فیصلہ کیا پھر دوسرا حکم بنایا پس اگر پہلے کا حکم اس کے نزدیک جائز ہے تو اس کو نافذ کرے اور اگر ظلم ہے تو باطل کر دے اگر ایک شخص کو حکم بنایا اور اس نے کچھ حکم دیا پھر دوسرا حکم بنایا اور اس نے کچھ حکم دیا کہ جو پہلے کے مخالف تھا مگر پہلا معلوم نہ تھا پھر دونوں کا مرافعہ قاضی کے سامنے ہوا تو قاضی اپنی رائے سے موافق[1] حکم کو نافذ کرے گا اگر ایک شخص کو حکم بنایا اس شرط پر کہ جب تک مجلس میں ہے حکم دے دے پھر یوں اختلاف کیا کہ دونوں نے کہا کہ تو نے کچھ حکم نہیں کیا اور حکم نے کہا کہ میں نے حکم دے دیا تو جب تک وہ مجلس میں موجود ہے اس کی تصدیق کی جائے گی اور بعد مجلس کے برخاست کے نہیں تصدیق ہو گی اگر دونوں میں سے ایک نے حکم پر گواہ پیش کئے کہ اس نے اس کے واسطے حکم دے دیا ہے اور حکم انکار کرتا ہے تو گواہ مقبول ہوں گے اگر حکم نے گواہی دی کہ میں نے فلاں شخص پر فلاں شخص کے لئے گواہی پر فیصلہ کیا ہے تو یہ جائز ہے اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ حکم نے فلاں کے لئے ہزار درہم کا فلاں شخص پر حکم لگایا اور دوسرے گواہوں نے گواہی دی کہ حکم نے دعویٰ کے ہزار درہموں سے اس کو بری کر دیا ہے خواہ حکم حاضر ہو یا غائب ہو خواہ اقرار کرتا ہو یا انکار کرتا ہو بری ہونے کا حکم دیا جائے گا اگر ایک دار میں جھگڑا پیش ہوا اور دو گواہوں نے کہا کہ حکم نے اس کے واسطے فیصلہ کیا ہے اور دوسرے گواہوں نے دوسرے کے واسطے

[1] موافق یعنی اپنے اجتہاد سے موافق یعنی جو کچھ اس کے اجتہاد میں ہے جو اس سے مطابق ہو۔

یہی گواہی دی پس اگر وہ دار دونوں کے قبضے میں ہو تو دونوں میں مشترک ہونے کا حکم ہوگا اور اگر ایک کے قبضہ میں ہو تو اسی کے واسطے حکم ہوگا اور اگر کسی ایسے اجنبی کے پاس ہو کہ وہ حکم کے حکم پر راضی نہیں ہوا ہے تو اسی کے قبضہ میں چھوڑ دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر ایک ہزار درہموں میں جھگڑا ہوا اور مدعی نے گواہ پیش کئے کہ سنیچر کے روز حکم نے میرے حق کی ڈگری کر دی ہے اور مدعا علیہ نے گواہ دیئے کہ میں نے اس سے پہلے اس کو معزول کر دیا ہے تو یہ فیصلہ باطل ہوگا اور اگر مدعی نے گواہ پیش کئے کہ حکم نے مدعی کے واسطے جمعہ کے دن مال کی ڈگری دی ہے اور مدعا علیہ نے پیش کئے کہ حکم نے سنیچر کے روز اس کو بری کیا ہے یا مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے جمعہ کے روز بری کیا ہے اور مدعی نے کہا کہ مجھے سنیچر کے روز ڈگری دی ہے تو پہلا حکم نافذ ہوگا اور دوسرا حکم باطل ہوگا اور حکم کا خط قاضی کے نام جائز نہیں ہے اور اس طرح قاضی کا خط حکم کے نام جس کو دو شخصوں نے مقرر کر لیا ہے جائز نہیں ہے کذا فی المحیط۔ اگر ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام ہو تو حکم اس پر حکم نہ کرے گا کیونکہ اس نے حکم کو نہیں لکھا ہے لیکن اگر دونوں خصم باہم اس کے حکم نافذ کرنے پر راضی ہو جائیں تو ابتداءً جائز ہے کیونکہ وہ دونوں اس کے حکم پر راضی ہو گئے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر حکم نے کچھ گواہوں کی گواہی بسبب تہمت کے رد کر دی پھر انہیں گواہوں نے قاضی یا دوسرے حکم کے پاس گواہی دی تو وہ ان کے حال کو دریافت کرے گا پس اگر ان کی تعدیل کی گئی تو گواہی جائز رکھے گا اور اگر جرح کی گئی تو رد کر دے گا صرف حکم کے رد کرنے سے گواہ رد نہ ہوں گے بخلاف اس کے کہ قاضی نے ان کی گواہی رد کر دی ہو اگر دونوں نے کسی کو حکم بنایا اور اس کے حکم دینے سے پہلے قاضی نے اجازت دی تو یہ قاضی کی اجازت لغو ہے حتیٰ کہ اگر اس نے قاضی کے برخلاف رائے حکم دیا تو قاضی اس کو باطل کر سکتا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں صحیح ہے کہ قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت نہ ہو اور اگر اس کو اجازت ہو تو یہاں اس کی اجازت جائز ہو گی اور بمنزلہ خلیفہ کرنے کے ہوگی پس بعد اس کے اس کے فیصلہ کو رد نہیں کر سکے گا کذا فی المحیط حکم کو جائز نہیں ہے کہ حکومت دوسرے کے سپرد کر دے کیونکہ دونوں خصم اس پر راضی ہوئے ہیں کہ وہ غیر کو حکم بنائے پس اگر اس نے دوسرے کے سپرد کر دی اور اس نے حکم دیا اور پہلے حکم نے اس حکم کی اجازت دی تو جائز نہیں ہے مگر جبکہ دونوں خصم اس حکم پر راضی ہو جائیں اور اجازت دیں تو جائز ہے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ قول کہ پہلے حکم نے اس کی اجازت دی تو جائز نہیں ہے قرین صحت نہیں معلوم ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اگر پہلے وکیل نے دوسرے وکیل کی بیع کی اجازت دی تو جائز ہو جاتی ہے اور ایسے ہی قاضی کو اگر خلیفہ بنانے کی اجازت نہ تھی پھر اس نے اپنے خلیفہ کے حکم کی اجازت دی تو جائز ہوتا ہے۔

سیر میں مذکور ہے کہ اگر ایک شخص کے حکم پر کوئی قوم اتری[1] اور ان کی بلا رضامندی دوسرے شخص نے حکم دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر پہلے شخص نے اس حکم کی اجازت دی تو جائز ہے پس اس قول کی تاویل کہ اس کی اجازت باطل ہے یہ ہے کہ خود اس کے حکم بنانے اور دوسرے کو سپرد کرنے کی اجازت باطل ہے کیونکہ یہ ابتدا سے صحیح نہ تھی تو آخر تک صحیح نہ ہوگی لیکن دوسرے کے حکم کی اجازت دینا پس جائز ہے جیسے اس نے خود حکم دے دیا اور بعضے مشائخ نے دونوں میں فرق بیان کیا ہے اس طرح پر کہ حکم کا حکم عبارت ہی سے صحیح ہوتا ہے پس یہ ناجائز ہوگا کہ غیر شخص کی عبارت سے دونوں پر حکم نافذ ہو بخلاف وکیل کے کہ بیع میں عبارت ہی کی ضرورت نہیں ہے جیسے بیع بالتعاطی وغیرہ پس مقصود یہ ہوتا ہے کہ بیع کے وقت وکیل کی رائے شامل ہو پس جب پہلے وکیل نے دوسرے وکیل کی بیع کی

---

[1] اتری...... یعنی مسلمان فوج نے قلعہ کفار کا محاصرہ کیا آخر وہ لوگ راضی ہوئے کہ ہمارے حق میں جو کچھ فلاں شخص حکم کرے ہم اس پر راضی ہونے کی شرط سے اپنے قلعہ سے اترتے ہیں۔

اجازت دی تو اس کی رائے شامل ہو گئی پس عقد صحیح ہو گیا اور قاضی کی صورت میں بھی یہ فرق ہے کہ جو حکم اس کے خلیفہ نے دیا ہے وہی حکم خود قاضی دونوں کی بلا رضامندی دے سکتا تھا تو دونوں کی بلا رضامندی غیر کا حکم بھی ان پر جائز کر سکتا ہے کذا فی المحیط السرخسی۔
اگر ایک شخص نے دو شخصوں میں فیصلہ کیا اور ان دونوں نے اس کو حکم نہیں بنایا تھا پھر بعد حکم کے کہا کہ ہم اس کے حکم پر راضی ہوئے اور ہم نے اجازت دی تو یہ جائز ہے اگر دو شخص اس پر راضی ہوئے کہ ہر ایک اپنے لوگوں میں ایک حکم مقرر کر کے بھیجے تو جائز ہے اور اگر ایک حکم نے ایک خصم پر حکم لگایا اور دوسرے نے دوسرے پر تو جائز نہیں ہے اگر ایک خصم سے قسم طلب کی اور اس نے نہ کھائی اور اس پر حکم لگایا پھر اس نے کہا کہ میں اس کی حکومت کی اجازت نہیں دیتا ہوں اور میں قسم کھاؤں گا تو حکم اس کا پورا ہو گیا یعنی رد نہیں ہو سکتا ہے اگر مدعی نے ابتدا سے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کئے اور ان کی تعدیل ہوئی اور ان کی گواہی پر حکم نے مدعا علیہ پر ڈگری کر دی تو جائز ہے پس اگر مدعا علیہ نے حکم سے انکار کیا پس اگر اس نے حکم بنانے سے انکار کیا اور مدعی نے اس کا دعویٰ کیا تو مدعی کو اختیار ہے کہ اس کو قسم کھلائے پس اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو مدعی کا دعویٰ اس پر لازم ہو گا اور اگر مدعی نے حکم بنانے اور فیصلہ دونوں پر گواہ پیش کئے تو دیکھنا چاہئے کہ جن گواہوں کی گواہی پر فیصلہ ہوا ہے اگر ان کے سوائے حکم بنانے کے گواہ دوسرے ہیں تو ان کی گواہی مقبول ہو گی اور اگر وہی گواہ ہیں تو گواہی مقبول نہ ہو گی زیادات میں ہے کہ اگر مسئلہ مجتہد فیہ[۱] میں حکم کا فیصلہ قاضی کے سامنے پیش ہوا اور وہ اس کی رائے کے برخلاف تھا باوجود اس کے اس نے وہ حکم نافذ کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا کہ وہ بھی حکم کا حکم لائق رد سمجھا تھا تو دوسرا قاضی اس کو رد نہیں کرے گا کذا فی المحیط۔

ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درہم کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اس کی طرف سے فلاں غائب نے اس مال کی میرے واسطے کفالت کی ہے پھر دونوں نے ایک حکم مقرر کیا اور کفیل غائب ہے اور مدعی نے دو گواہ اس بات کے پیش کئے کہ میرا اس قدر مال اس پر ہے اور اس کے حکم سے یا بلا حکم ایک شخص نے کفالت کی ہے پھر اس گواہی پر حکم نے مدعا علیہ کے ذمہ مال کا اور اس کی طرف سے کفیل ہونے کا حکم دے دیا تو مدعا علیہ پر اس مال کا حکم جائز ہے اور کفیل پر جائز نہیں کیونکہ کفیل اس کے حکم مقرر کرنے پر راضی نہیں ہوا ہے اور اسی طرح اگر اس صورت میں کفیل موجود ہو اور حکم بنانے پر راضی ہو جائے اور مکفول عنہ غائب ہو تو حکم کفیل پر درست ہو گا نہ مکفول عنہ پر کذا فی البحر الرائق اگر دونوں نے ایک شخص کو حکم مقرر کیا اور اس نے اپنے اجتہاد سے ایک کے واسطے حکم کیا پھر اس سے رجوع کر کے دوسرے کے واسطے حکم دیا تو پہلا حکم نافذ اور دوسرا باطل ہو گا اگر دو شخصوں نے ایک شخص کو حکم بنایا پھر ایک شخص نے قاضی کے سامنے گواہ پیش کئے کہ حکم نے میری ڈگری اس شخص پر کی تھی یعنی مدعا علیہ پر اور مدعا علیہ خواہ انکار کرتا ہو یا اقرار ہو تو گواہی مقبول ہو گی اگر دو شخصوں نے ایک شخص کو حکم بنایا اور اس نے تمام دعویٰ میں سے کسی قدر دعویٰ کی ڈگری کی پھر باقی دعویٰ میں مدعا علیہ نے اس کے حکم بنانے سے انکار کیا تو پہلا حکم نافذ ہو گا اور بعد ازاں نافذ نہ ہو گا اگر ایک حکم مقرر کیا اور مدعی نے کہا کہ میرے اس شخص پر اور اس کے کفیل پر جو غائب ہے ہزار درہم ہیں اور دو گواہ پیش کئے پھر مدعا علیہ نے جرح کی کہ یہ گواہ غلام ہیں تو حکم کو چاہئے کہ اس طعن کی سماعت کرے اور اگر گواہوں نے گواہ پیش کئے کہ دونوں کے مالکوں نے ان کو آزاد کر دیا تھا اور یہ آزادی کے گواہ عادل قرار پائے تو مدعا علیہ کے حق میں حکم ان کی آزادی کا حکم دے گا اور مال کی اس پر ڈگری کرے گا اور کفیل پر نہ کرے گا اور حکم کے حکم سے آزادی غلاموں کے مالک کے حق میں ثابت نہ ہو جائے گی اور اگر ایسا معاملہ قاضی کے حکم سے ہوتا تو مال بھی کفیل پر ثابت ہو جاتا اور غلاموں کی آزادی کا حکم مالک پر بھی جاری ہوتا پس اگر غلاموں کا مالک آیا اور آزادی سے انکار کیا اور دونوں کو قاضی کے سامنے لے گیا پس

---

[۱] مسئلہ مجتہد فیہ یعنی متخاصمین نے اپنے درمیان ایک شخص کو حکم ٹھہرایا اس نے ایسے مسئلہ میں جو مجتہد فیہ ہے کچھ حکم لگایا وہ حکم قاضی کے سامنے پیش ہوا۔

اگر انہیں گواہوں نے گواہی دی جنھوں نے حکم کے سامنے ان کے آزاد ہونے کی گواہی دی تھی اور قاضی نے فیصلہ کیا تو گواہی جائز ہے اور اگر غلاموں کے پاس آزاد ہونے کے گواہ نہیں ہیں اور قاضی نے ان کے مملوک ہونے کا حکم دیا تو حکم کا فیصلہ باطل کر دے گا اگر ایک شخص نے دو شخصوں پر کسی کپڑے یا کیلی یا وزنی چیز کے غصب کر لینے کا دعویٰ کیا پھر ایک دونوں میں سے غائب ہو گیا اور دوسرے اور مدعی نے ایک حکم مقرر کیا اور مدعی نے اپنے دعویٰ کے گواہ پیش کئے تو اس شخص موجود کے ذمہ آدھا مال لازم ہو گا اور اس حکم کے فیصلہ پر غائب کے ذمہ کچھ لازم نہ ہو گا اور اسی طرح اگر کسی میت پر دعویٰ کیا اور اس کے تمام وارث غائب ہیں فقط ایک شخص موجود ہے اس نے اور مدعی نے حکم مقرر کیا تو مدعی کی گواہی پر جس قدر حق کا فیصلہ ہو وہ غائبوں کے حق میں جاری نہ ہو گا صرف فرق یہ ہے کہ مسئلہ وراثت میں حکم پورے قرضہ کا حکم اسی حاضر پر دے گا اور جو کچھ اس کے قبضہ میں ہے اس سے وصول کر لے گا اور مسئلہ غصب میں حاضر پر نصف مال کا حکم دے گا۔

اگر ایک شخص نے دوسرے کے واسطے کوئی چیز اُس کے حکم سے خریدی اور وکیل نے اِس میں عیب لگایا ☆

اگر دوسرے سے ایک غلام خرید کر قبضہ کیا اور ثمن ادا کر دیا پھر اس میں عیب لگایا اور دونوں نے ایک حکم ٹھہرایا اور اس نے فیصلہ کیا کہ غلام بائع کو واپس دیا جائے تو جائز ہے پس اگر بائع نے چاہا کہ اپنے بائع سے اس باب میں مخاصمہ کرے تو جائز نہیں ہے اور اگر مشتری اور پہلا بائع اور دوسرا بائع سب ایک حکم بنانے پر متفق ہوئے اور اس نے غلام دوسرے بائع کو واپس کرنے کا حکم دیا اور دوسرے بائع نے پہلے بائع کو واپس کرنا چاہا تو قیاساً اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور استحساناً ہے اور اگر دوسرے بائع کو غلام واپس دینے کے بعد پہلے بائع نے قصد کیا کہ حکم کو معزول کر دے تو صحیح ہے اور جب معزول ہو گیا تو اس کو اختیار نہیں ہے کہ اب وہ غلام پہلے بائع کو واپس کرے اور اگر اس کے بعد دوسرے بائع نے پہلے بائع کے ساتھ اسی عیب کی وجہ سے کسی قاضی کے سامنے جھگڑا کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ قاضی پہلے بائع کو واپس نہ دے اور استحساناً واپس کر دے گا اگر کسی شخص نے دوسرے کا اسباب اس کے حکم سے فروخت کیا پھر مشتری نے اس میں عیب لگایا اور موکل کے حکم سے دونوں نے اپنے درمیان ایک حاکم مقرر کیا اور حاکم نے بسبب اس عیب کے واپس کر دینے کا حکم کیا اس وجہ سے کہ بائع نے اس عیب کا اقرار کیا یا قسم کھانے سے کہ میرے پاس کا عیب نہیں ہے انکار کیا یا کوئی دلیل یعنی گواہ قائم ہوئے پس اگر گواہی یا قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے وکیل کو واپس کر دیا گیا تو وکیل اپنے موکل کو واپس کر سکتا ہے اور اگر اقرار عیب کی وجہ سے واپس کیا اور وہ عیب ایسا ہے کہ اتنے عرصہ میں نہیں پیدا ہو سکتا ہے یا اس کے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہے تو بھی موکل کو واپس کر سکتا ہے اور اگر ایسا عیب ہے کہ پیدا ہو سکتا ہے تو جب تک اس پر گواہ قائم نہ کرے کہ یہ عیب موکل کے پاس کا ہے واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر حکم مقرر کرنا بدوں موکل کی رضامندی کے تھا تو موکل پر اس میں سے کوئی حکم لازم نہ ہو گا سوائے اس کے کہ گواہ قائم ہوں یا وہ عیب ایسا ہو کہ اس کے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہے اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے واسطے کوئی چیز اس کے حکم سے خرید اور وکیل نے اس میں عیب لگایا اور موکل کی اجازت سے باہم حکم مقرر کیا اور حکم نے گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار کی وجہ سے وہ چیز اس کے بائع کو واپس کر دی تو موکل کے واسطے بھی یہ حکم لازم ہو گا اور اگر موکل کی بلا رضامندی باہم حکم مقرر کیا اور اس نے کسی وجہ سے جو مذکور ہوئی ہیں واپس کرنے کا حکم دیا تو بھی یہ حکم موکل پر لازم ہو گا یعنی موکل کو بھی ماننا پڑے گا یہ محیط میں لکھا ہے تیمیہ میں ہے کہ علی بن احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ نابالغ کے وصی اور اس کے باپ کے قرض خواہ نے دونوں نے باہم ایک حکم مقرر کیا پھر قرض خواہ نے وصی پر گواہ پیش کئے تو کیا حکم کو اختیار ہے کہ اس گواہی پر نابالغ پر حکم دے دے یا خاص قاضی کو یہ اختیار ہے تو شیخ نے فرمایا کہ اس کو ایسا حکم دینے کا اختیار نہیں ہے کہ جس میں نابالغ کو ضرر ہو پس اس جواب سے ظاہر ہے کہ اگر ایسا نہ ہو تو حکم دینا جائز ہے اور شیخ ابو حامد سے یہی مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ حکم کچھ حکم نہیں دے سکتا ہے اور شیخ حمیر الوبری سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر حکم

کے حکم میں نابالغ کی بہتری ہو تو جائز ہونا چاہئے کیونکہ یہ بمنزلہ وصی کے صلح کر لینے کے ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

باب : ㉕

وکالت اور وراثت اور قرضہ ثابت کرنے کے بیان میں

اگر کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ مجھے ایک شخص نے اس واسطے وکیل کیا ہے کہ جو کچھ اس کا حق کوفہ میں آتا ہے خواہ کسی شخص پر ہو اس کو طلب کروں اور اس پر قبضہ کروں اور اگر نہ دے تو اس سے مخاصمہ کروں اور وکالت پر اس نے گواہ پیش کئے اور موکل حاضر نہ تھا اور مدعی وکالت اپنے ساتھ کسی ایسے شخص کو نہیں لایا کہ جن پر موکل کا کچھ حق آتا ہو صرف اپنی وکالت ثابت کرنا چاہی تو قاضی بدوں اس کے کہ وہ اپنے ساتھ کسی خصم کو حاضر کرے اس کے گواہوں کی سماعت نہ کرے گا اگر وہ اپنے ساتھ کوئی ایسا شخص لایا کہ جس پر موکل کے حق کا دعویٰ کرتا ہے اور مدعا علیہ اس حق کا مقر ہے یا منکر ہے تو دونوں صورتوں میں قاضی اس کی وکالت کے گواہ سن کر اس کی وکالت کو نافذ کر دے گا پھر اگر اس نے دوسرے قرض دار کو پیش کر کے اس پر دعویٰ کیا تو وکالت کے ثابت کرنے کے واسطے دوبارہ گواہ پیش کرنے کی حاجت نہیں ہے اسی وکالت سے ہر شخص پر جس کی طرف موکل کا کچھ حق آتا ہو قاضی کے سامنے دعویٰ کرے گا اور قاضی سماعت کرے گا اور اگر کسی خاص شخص کی طرف جو حق آتا ہے اس کے طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا تو وکالت کی گواہی کو قاضی اسی شخص کے سامنے ہی سنے گا اگر اس کو کسی خاص شخص کی طرف جو کچھ حقوق ہیں ان سب کے طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے حاضر ہو کر کسی خاص شخص پر گواہ قائم کئے پھر حاضر ہو کر وکالت پر گواہ پیش کئے پھر دوسرے شخص کو لایا کہ اس پر بھی کچھ حق کا دعویٰ کرتا تھا تو اس وکیل کو وکالت کے واسطے دوبارہ گواہ قائم کرنے چاہئے ہیں بخلاف پہلی صورت کے جو مذکور ہوئی ہے اگر موکل نے خود حاضر ہو کر قاضی کے سامنے بیان کیا کہ میں نے اس شخص کو اپنے تمام حقوق کے طلب کرنے کے واسطے جو کوفہ میں آتے ہیں اور اس میں خصومت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور ان دونوں کے ساتھ کوئی تیسرا ایسا شخص نہ تھا کہ جس پر موکل کا کچھ حق ہے پس اگر قاضی موکل کو پہچانتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ شخص فلاں بن فلاں فلانے قبیلہ کا ہے تو قاضی وکالت کو قبول کر کے وکیل کے نام نافذ کر دے گا پھر اگر وکیل نے کسی شخص کو حاضر کر کے اس پر حق موکل کا دعویٰ کیا اور موکل غائب تھا تو وکیل اس کا مخاصم قرار پائے گا اور اگر موکل کو قاضی نہیں پہچانتا ہو تو اس کے کہنے سے وکالت قبول نہ کرے گا کذا فی ادب القاضی للخصاف ؒ اور خصاف ؒ نے ادب القاضی میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے دوسرے شخص کو قاضی کے سامنے پیش کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ اس پر ہزار درہم فلاں بن فلاں مخزومی کے نام[1] سے ہیں اور حقیقت میں وہ میرا مال ہے اور فلاں بن فلاں کہ جس کے نام سے وہ مال ہے اس نے اقرار کیا ہے کہ یہ میرا مال ہے نہ اس کا اور اس کا نام صرف رکھ دیا گیا ہے اور اس نے مجھے اس مال پر قبضہ کر لینے اور خصومت کرنے کا وکیل کیا ہے تو قاضی مدعا علیہ سے سوال کرے گا اگر اس نے ان سب باتوں کا اقرار کیا تو قاضی حکم دے گا کہ مال مذکور مدعی کو دے دے اس واسطے کہ یہ قرار پاچکا ہے کہ قرضہ درحقیقت مدیوں کے مال سے ادا ہوتا ہے اور جب اس نے اس دعویٰ پر اقرار کیا تو اپنے مال کے دینے پر خود مقرر ہوا پس حکم اقرار اس پر نافذ ہو گا اور خصاف ؒ نے اس مسئلہ میں یہ شرط لگائی ہے کہ مدعی دعویٰ کرے کہ جس کے نام سے مال ہے اس نے مجھے قبضہ کر لینے کا وکیل کیا ہے اور خصاف نے اس کو ظاہر الروایت کیا ہے اور امام ابو یوسف ؒ سے روایت ہے کہ یہ شرط نہیں ہے بلکہ صرف مدعا علیہ کے اس اقرار پر کہ یہ مال جو فلاں کے نام سے ہے اس مدعی کا ہے یہ حکم دے دیا جائے گا کہ مدعی کو دے دے پھر اگر مدعا علیہ نے اس دعویٰ

---

[1] یعنی مدعا علیہ پر یہ مال قرضہ ہے اور اس میں قرض خواہ کا نام فرضی ہے بلکہ اصل قرض خواہ میں ہوں۔

کا اقرار کیا اور اقرار کے موافق قاضی نے مال مدعی کو دلا دیا تو یہ حکم اس شخص غائب پر نافذ نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر وہ شخص جس کے نام سے مال بیان کیا گیا ہے حاضر ہو کر مدعی کے وکیل کرنے سے انکار کرے تو اپنا مال مدعا علیہ سے لے سکتا ہے اور اگر مدعا علیہ نے تمام دعویٰ سے انکار کیا اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اس سے قسم لی جائے تو قاضی اس مدعی سے دریافت کرے گا کہ تیرے پاس اس دعویٰ کے گواہ ہیں کہ فلاں شخص نے کہ جس کے نام سے مال ہے اس نے اقرار کیا ہے کہ یہ مال تیرا ہے اور اس نے تجھے اس مال پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے پھر کتاب میں اس دعویٰ مذکورہ پر گواہ لانا شرط کیا گیا ہے اور واضح ہو کہ خصومت ثابت ہونے کے واسطے یہ شرط نہیں ہے کہ نفس مال ہونے کے واسطے بھی گواہ پیش کرے صرف یہ شرط ہے کہ وکالت کے واسطے گواہ پیش کرے پس قاضی مدعی سے وکالت کے گواہ طلب کرے گا پھر اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس نے اپنے وکیل ہونے کے گواہ پیش کئے تو اس کا خصم ہونا درست ہو گیا پھر قاضی مال کے گواہ موافق دعویٰ کے طلب کرے گا پس اگر اس نے گواہ پیش کیا تو مال اس سے لے لے گا اور یہ حکم اس شخص غائب پر بھی نافذ ہوگا حتیٰ کہ اگر وہ شخص غائب حاضر ہوا اور وکیل کرنے سے انکار کیا تو اپنا مال مدعا علیہ سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر مدعی کے پاس مال ہونے کے گواہ نہیں تھے اور اس نے مدعا علیہ سے قسم طلب کی تو قاضی اس اسے اس طرح قسم لے گا کہ واللہ فلاں بن فلاں مخزومی کا یہ مال کہ جس کو فلاں مدعی بیان کرتا ہے مجھ پر نہیں ہے نہ کچھ اس مال میں سے ہے اور نہ اس کے نام سے ہے اور یہ حکم اس صورت میں کہ جب مدعی نے اپنی وکالت کے گواہ پیش کئے ہوں اور اگر اس کے پاس وکالت کے گواہ نہ ہوں اور اس نے قاضی سے کہا کہ مدعا علیہ جانتا ہے کہ مجھے فلاں بن فلاں غائب نے اس مال پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے اور مدعا علیہ کو قسم دلائی جائے تو قاضی اس سے اس طرح قسم لے گا کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ فلاں نے فلاں مخزومی نے اس کو مال پر قبضہ کرنے کے واسطے موافق اس کے دعویٰ کے وکیل کیا ہے ایسا ہی خصاف نے ادب القاضی میں امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ کے نام سے ذکر کیا ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی بابت مشائخ کا قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف اور اس کی وجہ ☆

مشائخ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ یہ قول امام اعظمؒ کا بھی ہے لیکن خصاف کو یاد نہ تھا اس واسطے اس نے صرف صاحبینؒ کو ذکر کیا اور شمس الائمہ حلوائی نے بھی اسی طرف میل کیا ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ صرف صاحبینؒ کا مذہب ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک یہ ہے کہ مدعا علیہ سے قسم لینا نہ چاہئے اور اسی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے مرجح سمجھا ہے پھر جب مدعا علیہ سے قسم لی گئی اور اس نے قسم کھائی تو جھگڑا ختم ہوا اور اگر اس نے انکار کیا تو وکالت کا اقرار[۱] ہوا پس قاضی موافق اقرار کے وکالت کا حکم دے دے گا پھر مدعا علیہ سے قاضی مال کو دریافت کرے گا پس اگر اس نے موافق دعویٰ کے اقرار کیا تو اس کو حکم دے گا کہ مدعی کو دے دے اور اگر اس نے مال سے انکار کیا تو مدعی کو اس کے ساتھ قسم لے کر مال لینے کی خصومت ثابت ہوگی اور گواہی سے ثابت کرنے کا حق نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر اس نے مال ثابت کرنے کے گواہ پیش کرنے چاہے تو قاضی گواہی کی سماعت نہ کرے گا اور اسی طرح اگر مدعا علیہ نے ابتدا سے مدعی کے وکیل ہونے کا صریح اقرار کیا لیکن مال کا انکار کیا تو بھی مدعی کو قسم کے ساتھ مال لینے کا حق خصومت حاصل ہوگا نہ یہ کہ گواہ پیش کرے اور مال ثابت کرے اور اس مسئلہ کی نظیر میں یہ مسئلہ ہے کہ جو ہمارے اصحاب نے ذکر فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ فلاں بن فلاں ہاشمی نے مجھے وکیل کیا ہے کہ جو کچھ اس کا حق زید کی طرف آتا ہے اس کو طلب کروں اور اس کے ہزار درہم زید پر ہیں میں انکار مدعی ہوں اور مدعا علیہ نے وکیل ہونے کا اقرار کیا مگر مال سے انکار کیا پھر مدعی نے چاہا کہ اس پر مال ثابت کرنے کے واسطے گواہ پیش کرے تو اس کو ایسی خصومت کا حق حاصل نہیں ہے لیکن اس سے قسم لے کر مال لے سکتا ہے یا اقرار سے لے سکتا ہے

[۱] اقرار سے مراد استلزامی اقرار ہے یعنی اس کے انکار قسم سے اقرار دعویٰ وکالت لازم آیا۔

اور اگر مدعا علیہ نے مال کا اقرار کیا اور وکیل ہونے سے انکار کیا تو قاضی مدعی سے وکالت کے گواہ طلب کرے گا پھر اگر اس نے پیش کئے تو گواہی سے وکالت ثابت ہو گی اور اب اس کو ہر طرح اس سے خصومت کا اختیار ہے یعنی اگر مدعا علیہ اقرار کرلے تو مال لے سکتا ہے اور اگر انکار کرے تو قسم لے سکتا ہے یا گواہ پیش کر سکتا ہے اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں اور اپنے وکیل ہونے کی مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی کہ یہ جانتا ہے تو اس سے قسم لے گا مگر اس میں وہی اختلاف ہے جو ہم نے سابق میں بیان کیا ہے پس اگر مدعا علیہ نے قسم کھالی تو جھگڑا ختم ہو گیا اور اگر اس نے انکار کیا تو وکالت ثابت ہو گئی لیکن مال یعنی کے حق میں نہ یہ کہ غائب شخص پر حکم ثابت ہو جائے[1] اور امام محمدؒ نے فرمایا اگر ایک شخص اپنے ساتھ ایک شخص کو قاضی کے پاس لایا اور اس پر دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے مجھے وکیل کیا ہے کہ جو اس کا قرض اس شخص پر آتا ہے اس کو وصول کروں اور اس سے خصومت کروں اور جو اس کا مال معین اس کے پاس بطور ودیعت کے ہے اس کو لے لوں اور مدعا علیہ نے اس حسب کی تصدیق کی تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ قرضہ اس کے سپرد کرے اور مال عین کے سپرد کرنے کے واسطے حکم نہ دیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا اور اس پر دعویٰ کیا کہ فلاں بن فلاں مخزومی کے اس پر ہزار درہم آتے ہیں اور اس نے مجھے اس مال کے وصول کرنے اور اس میں خصومت کرنے کا اور جو کچھ اس کا حق آتا ہے سب میں خصومت کا وکیل کیا ہے اور اس سب دعویٰ پر گواہ پیش کئے تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ جب تک وہ اپنے وکیل ہونے کے گواہ پیش کرے گا میں اس کے مال کے گواہ نہ سنوں گا اور اگر وکالت اور مال دونوں کے ایک ساتھ گواہ دیئے تو وکالت کا حکم دوں گا اور مال کی گواہی دوبارہ پیش کر کے سنادے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونوں کا یعنی وکالت اور مال کا حکم دوں گا اور قرضہ پر دوبارہ گواہی کی ضرورت نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کا قول مضطرب ہے اور ظاہر ایسا ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک دونوں کو حکم دیا جائے گا لیکن پہلے وکالت کا حکم دیا جائے گا پھر بدوں دوبارہ گواہی کے مال کا حکم دیا جائے گا اور قاضی حکم دینے میں ترتیب کا لحاظ رکھے گا نہ گواہی کے سننے میں اور یہ استحسان ہے اور امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ قیاس کی علت ظاہر ہونے کی وجہ سے میں قیاس کو لیتا ہوں اور امام محمدؒ نے لوگوں کی حاجت کی وجہ سے استحسان کو لیا ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اسی طرح اگر وصی نے قرضہ اور موصیٰ بہ[2] دونوں کے ایک ساتھ گواہ پیش کئے یا وارث نے اپنے نسب اور مورث کے مرنے کے اور قرضہ کے ایک بارگی گواہ پیش کئے تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر قرضہ کے وصول کرنے کا وکیل کیا اور اس میں خصومت کرنے سے کچھ تعرض نہ کیا کہ خصومت کرے یا نہ کرے اور مدیون نے وکالت اور مال دونوں سے انکار کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک وکیل کے گواہ وکالت اور مال دونوں پر سنے جائیں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک وکالت کے مقبول ہوں گے مال کے مقبول نہ ہوں گے امام محمدؒ نے زیادات میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو اپنے تمام حقوق میں خصومت کرنے کے واسطے جو اس کے حقوق لوگوں پر ہیں وکیل کیا پھر وکیل نے ایسے شخص کو جس پر موکل کے حق[3] کا مدعی ہے قاضی کے سامنے پیش کیا اور اس نے حق اقرار کیا مگر وکالت سے انکار کیا یا اس کے برعکس کیا اور وکیل نے اپنی وکالت کے گواہ پیش کئے پھر ہنوز گواہوں کی تعدیل نہ ہوئی تھی کہ وہ شخص غائب ہو گیا تو جب تک وہ حاضر نہ ہو قاضی اس کی وکالت کا حکم باوجود تعدیل گواہوں کے نہ دے گا پس اگر مدعی نے کسی دوسرے شخص کو حاضر کیا کہ اس پر بھی موکل کے حق ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ بھی اس کی

---

[1] یعنی اگر غائب موکل آ کر منکر ہو تو اس کا حق بحال رہے گا۔ [2] موصی بہ وہ چیز جس کے بابت وصیت ہے۔ [3] حق کا مدعی یعنی وکیل دعویٰ کرتا ہے کہ اس پر میرے موکل کا حق آتا ہے۔

وکالت سے انکار کرتا ہے اور پہلے گواہوں کی گواہی پر قاضی نے اس پر حکم دے دیا تو مدعا علیہ پہلا تمام لوگوں کی طرف سے اس پر گواہی کی سماعت ہونے میں خصم ہوگا اس لئے کہ وکالت کا مدعی سب لوگوں پر وکالت ثابت کرنا چاہتا ہے کیونکہ وکالت ایک ہی ہے اور جو شخص حاضر کیا گیا وہ سب لوگوں کی طرف سے خصم ہوا اور اس پر گواہی قائم ہونا وہی سب لوگوں پر قائم ہونا ہوگی اور کاش اگر سب لوگوں پر گواہ قائم کرتا اور اس میں سے ایک غائب ہو جاتا تو کیا جو لوگ حاضر تھے ان پر حکم نہ دیا جاتا بلکہ دیا جاتا پس ایسا ہی اس صورت میں بھی دیا جائے گا اور بھی کتاب میں ہے کہ اگر کسی شخص کے وکیل پر گواہ قائم ہوئے اور وہ غائب ہو گیا اور موکل خود حاضر ہوا یا اس کے برعکس ہوا یا مورث پر اس کی زندگی میں گواہ قائم ہوئے پھر وہ مر گیا اور اس کا وارث حاضر ہوا یا وارث پر قائم ہوئے اور وہ غائب ہو گیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا تو ان سب صورتوں میں جو شخص دوسری مرتبہ حاضر ہوا ہے اس پر پہلے کے گواہوں کی گواہی پر حکم دے دیا[1] جائے گا۔

مسئلہ مذکورہ کی کس صورت میں مدعا علیہ کو قرضہ اور مال معین سب کے سپرد کر دینے کا حکم کیا جائے گا ☆

اگر ایک شخص نے دوسرے کو قاضی کے سامنے پیش کیا اور اس پر دعویٰ کیا کہ فلاں شخص جو میرا باپ تھا مر گیا اور اس نے سوائے میرے کوئی وارث نہیں چھوڑا اور میرے باپ کا اس شخص پر اس قدر مال ہے تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ قرضہ کا دعویٰ کرے یا کسی مال معین کا کہ جو مدعا علیہ کے پاس ہے دعویٰ کرے کہ یہ میرے باپ کا تھا اس نے اس سے غصب کر لیا تھا یا اس کے پاس اس نے ودیعت رکھا تھا اور دوسری یہ کہ کچھ تعرض نہ کرے اور دعویٰ کرے کہ میرے باپ کا مال ہے اس نے میرے واسطے میراث چھوڑا ہے اور اس کا کوئی وارث سوائے میرے نہیں ہے تو قاضی مدعا علیہ سے اس کو دریافت کرے گا پس اگر تمام دعویٰ کا اس نے اقرار کیا تو صحیح ہے اور اس کو حکم کیا جائے گا کہ قرضہ اور مال معین سب اس کے سپرد کرے اور اگر اس نے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کئے تو مقبول ہوں گے مدعا علیہ کو قرضہ اور مال معین سب کے سپرد کر دینے کا حکم کیا جائے گا اور واجب ہے کہ پہلے مدعی اپنے باپ کے مرنے اور اپنے نسب ثابت کرنے کے گواہ پیش کرے تا کہ خصومت صحیح ہو پھر مال پر گواہ پیش کرے اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اور اس نے مدعا علیہ سے اپنے دعویٰ پر قسم طلب کی تو خصاف نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے بعضے اصحاب سے روایت ہے کہ قسم نہ لی جائے گی اور خصافؒ نے فرمایا کہ اس میں ایک روایت قسم لینے کی بھی آئی ہے اور یہ بیان نہ کیا کہ کس نے فرمایا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ پہلا قول امام اعظمؒ اور دوسرا امام محمدؒ وامام ابو یوسفؒ کا ہے اور شیخ علی رازی وشمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قسم لینا سب کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اور دوسرے مقام پر مذکور ہے اور امام ابو حنیفہؒ پہلے اس کے قائل تھے کہ قسم نہ لی جائے گی پھر اس سے رجوع کر کے قسم لینے کے قائل ہوئے پھر واضح ہو کہ جب اس سے قسم لی جائے گی تو حاصل دعویٰ پر قسم لی جائے گی کہ واللہ مجھ پر یہ مال کہ جس کا دعویٰ یہ شخص کرتا ہے جس وجہ سے دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے اور یہی حکم ظاہر الروایت کا ہے اور اگر مدعی نے سوائے مال کے موت اور نسب ثابت کرنے کے واسطے گواہ قائم کئے تو بلا اختلاف مدعا علیہ سے مال پر قسم لی جائے گی اور اگر مال پر سوائے موت ونسب کے گواہ قائم کئے تو مقبول نہ ہوں گے اور اگر نسب پر سوائے موت اور مال کے گواہ پیش کئے تو بھی مقبول نہ ہوں گے اور واضح ہو کہ اگر مدعا علیہ نے مدعی کے تمام دعویٰ کا اقرار کر لیا اور اس پر حکم جاری کیا گیا کہ قرضہ یا مال معین مدعی کے سپرد کر دے تو یہ حکم مدعی کے باپ کے حق میں جاری نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر اس کا باپ زندہ ظاہر ہوا تو وہ مدعا علیہ سے اپنا مال لے سکتا ہے اور مدعا علیہ مدعی کا یعنی بیٹے کا دامن گیر ہوگا اور اگر مدعا علیہ نے مدعی کے باپ کے مرنے اور اس کے وارث ہونے کا اقرار کیا اور مال سے انکار کیا تو قسم نہ لی جائے گی اور یہ قول امام

---

[1] دے دیا جائے گا پس اسی طرح یہاں بھی ہے۔

ابو حنیفہؒ کا ہے جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے یا امام اعظمؒ کا پہلے یہ قول تھا جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی نے دوسرے مقام پر ذکر کیا ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک یا امام اعظمؒ کے نزدیک موافق دوسرے قول کے جیسا کہ بعض مقام پر ذکر مذکور ہے اس سے قسم لی جائے گی کہ اپنے علم پر قسم کھائے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے میت کے ترکہ پر قرضہ کا دعویٰ کیا تو قاضی مدعی سے بدوں کسی وارث کے دعویٰ کرنے کے تمام قرضہ وصول پانے کی قسم نہ لے گا ☆

اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ اس شخص کا باپ مر گیا اور میرے اس پر ہزار درہم قرض ہیں تو قاضی کو چاہئے کہ مدعا علیہ سے اس کے باپ کے مرنے کو دریافت کرے اور پہلے اس کو مدعی کے جواب دعویٰ کا حکم نہ کرے پھر اگر اس نے اپنے باپ کے مرنے کا اقرار کیا تو مدعی کا جواب دعویٰ دریافت کرے گا پس اگر اس نے اقرار کیا کہ میرے باپ پر یہ قرض تھا تو قاضی اس کے حصہ[1] سے دلوائے گا اور اگر اس نے انکار کیا اور مدعی نے گواہ قائم کئے تو گواہ مقبول ہوں گے اور قرضہ پورے ترکہ میں سے دلوایا جائے گا خاص اس وارث کے حصہ ہی سے متعلق نہ ہوگا لیکن قاضی اس گواہی پر قرضہ دلوانے کا حکم اس وقت کرے گا کہ جب مدعی پہلے قسم کھالے کہ میں نے یہ قرضہ وصول نہیں پایا اور نہ میں نے اس کو معاف کر دیا ہے اگرچہ مدعا علیہ وارث وصول یا معافی کا دعویٰ نہ کرے بخلاف زندہ شخص پر دعویٰ کے کہ اس میں بدوں دعویٰ کے قاضی مدعی سے قسم نہ لے گا ایسا ہی خصافؒ نے ادب القاضی میں لکھا ہے اور اجناس ناطفی میں ہے کہ اگر کسی شخص نے میت کے ترکہ پر قرضہ کا دعویٰ کیا تو قاضی مدعی سے بدوں کسی وارث کے دعویٰ کرنے کے تمام قرضہ وصول پانے کی قسم نہ لے گا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے پس جو خصاف نے ذکر کیا ہے وہ صاحبینؒ کا قول ہے اور اسی کو خصافؒ نے اختیار کیا ہے پھر قسم دلانے کی یہ صورت ہے کہ واللہ میں نے نہ تمام مال وصول پایا اور نہ اس میں سے کچھ وصول پایا اور نہ اس کے عوض کوئی چیز رہن لی اور نہ اس میں سے کسی قدر کے عوض کچھ رہن لیا اور نہ تمام کو اور نہ کسی قدر اس نے مجھے کسی پر اترایا اور نہ میں جانتا ہوں کہ میرے کسی ایلچی یا وکیل نے تمام مال یا اس میں سے کچھ وصول کیا ہے اور اگر ان الفاظ کے ساتھ یہ بھی کہلایا جائے کہ مجھے کسی وجہ سے نہیں پہنچا ہے تو زیادہ احتیاط ہے پھر اگر اس مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اور اس نے اس وارث سے قسم لینا چاہی تو ہمارے علما کے نزدیک اس کی دانستگی کی قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ میرے باپ پر مدعی کا اس قدر مال یعنی ہزار درہم یا اس میں سے کسی قدر قرض ہے پس اگر وارث نے قسم کھالی تو جھگڑا ختم ہو گیا اور اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو قرضہ اسی کے حصہ میں دلایا جائے گا۔

خانیہ میں ظاہر الروایت کے موافق لکھا ہے کہ اگر اس وارث مدعا علیہ نے اپنے باپ پر قرض ہونے کا اقرار کیا یا جب اس سے قسم لی گئی تو اس نے انکار کیا اور اس طرح اقرار ثابت ہو لیکن بعد اس اقرار کے اس نے کہا کہ مجھے باپ کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملا ہے پس اگر مدعی نے اس قول میں اس کی تصدیق کی تو مدعی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر تکذیب کی اور کہا کہ نہیں بلکہ تجھے ہزار درہم یا اس سے زیادہ ملے ہیں اور قسم طلب کی تو اس سے قطعی طور پر قسم لی جائے گی کہ واللہ مجھے باپ کے ترکہ میں سے نہ ہزار درہم اور نہ اس میں سے کسی قدر کچھ نہیں وصول ہوئے پس اگر اس نے قسم کھائی تو اس پر کچھ نہ لازم ہوگا اور اگر انکار کیا تو اس کے ذمہ دینا لازم ہوگا یہ جو

---

[1] حصہ سے کیونکہ یہ اقراری ہے اور دوسرے وارثوں پر حجت نہیں جب تک وہ اقرار نہ کریں بخلاف اس کے جب گواہوں سے ثبوت ہو تو سب پر ثبوت ہوگا۔

مذکور ہوا اس صورت میں ہے کہ مدعی نے پہلے قرضہ ہونے پر قسم لی اور پھر وصول ہونے پر قسم لی ہو اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ جب مدعی نے وارث سے قرضہ پر قسم طلب کی تو اس نے کہا کہ مجھ پر قسم نہیں آتی ہے کیونکہ مجھے ترکہ میں سے کچھ نہیں وصول ہوا ہے اور مدعی نے اس کی تکذیب کی یا تصدیق کی لیکن باوجود تصدیق کرنے کے قرضہ پر قسم لینا چاہی تو قاضی وارث کے کہنے پر لحاظ نہ کرے گا اور اس سے قسم لے گا اور کبریٰ میں لکھا ہے کہ فقیہ ابو جعفرؒ ایسی صورتوں میں مال ظاہر ہونے سے پہلے گواہی کو مسموع نہیں کرتے تھے اور نہ وارث سے قسم لیتے تھے اور اسی کو فقیہ ابو اللیثؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہوگا اگر وارث نے قرضہ سے اور ترکہ میں سے کچھ وصول ہونے سے انکار کیا اور مدعی نے اس سب میں اس کی تکذیب کی اور قرضہ پر اور ترکہ سے وصول ہونے پر دونوں پر قسم طلب کی تو خصافؒ نے یہ صورت کتاب میں نہیں لکھی ہے اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ اگر اس سے ایک ہی قسم اس طرح لی جائے گی کہ واللہ مجھے ہزار درہم یا اس میں سے کچھ اپنے باپ کے ترکہ میں سے نہیں وصول ہوئے اور نہ میں جانتا ہوں کہ میرے باپ پر اس مدعی کا یہ قرضہ موافق اس کے دعویٰ کے ہے پس اس صورت قطعی[1] اور علمی دونوں طرح کی قسم جمع ہوگی اور یہ جائز ہے جیسا کہ حدیث قسامہ میں آیا ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک دو بار کر کے قسم لی جائے گی یہ جو مذکور ہوا اس صورت میں ہے کہ وارث نے باپ کے مر جانے کا اقرار کیا ہو اور اگر باپ کے مرنے اور ترکہ وصول ہونے سے انکار کیا تو یہ صورت اس کتاب کے بعضے نسخوں میں اس حکم کے ساتھ لکھی ہے کہ وارث سے باپ کے مرنے اور ترکہ وصول ہونے دونوں پر ایک قسم لی جائے گی کہ واللہ مجھے نہیں معلوم کہ میرا باپ وہاں مر گیا اور نہ مجھے ترکہ میں سے کچھ ملا ہے پس موت کی قسم علمی اور وصول ترکہ کی قسم قطعی طور پر ہوگی اور اسی بعضے مشائخ نے لیا ہے۔

مشائخ کے نزدیک دو بار کر کے قسم لی جائے گی ایک بار موت پر اس کے علم کے موافق کہ وہ نہیں جانتا ہے ایک بار قطعی طور پر ترکہ وصول ہونے میں پس اگر وارث نے اس طرح قسم کھانے سے انکار کیا اور مرنا اور ترکہ کا پہنچنا انکار سے ثابت ہو گیا تو پھر اس کے علم کے موافق اس قرضہ کی قسم لی جائے گی اور اگر اس نے قرضہ کا اور موت کا اور ترکہ ہزار درہم کا اقرار کیا لیکن اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو لایا اور کہا کہ یہ لوگ میرے بھائی ہیں تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اگر اس نے پہلے یہ اقرار کیا کہ یہ ہزار درہم ترکہ ہیں پھر کہا کہ یہ لوگ میرے بھائی ہیں تو اس صورت میں حکم دیا جائے گا کہ قرض خواہ کے سپرد کر دے اور اگر اس نے ان لوگوں کے بھائی ہونے کا پہلے اقرار کیا اور پھر ترکہ اور قرض کا تو اس نے ان لوگوں کو اپنا شریک ہونے کا اقرار کیا پس ترکہ موافق حصہ کے تقسیم ہوگا اور اگر اس کے بعد اس نے قرضہ کا اقرار کیا تو اس کے اقرار کے موافق قرضہ اس کے حصے میں سے خاص کر دلایا جائے گا کذا فی التاتارخانیہ۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اس کے وارث نے کسی شخص پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کے اس پر ہزار درہم قرض تھے اور وہ مجھے میراث میں پہنچے ہیں اور مدعا علیہ نے اس کے باپ کے مرنے کا اقرار کیا اور قرض سے انکار کیا اور وارث نے قسم لینا چاہی تو اس طرح قسم لے کہ تو قسم کھا کہ واللہ تیرے باپ کے مجھ پر تیرے دعویٰ کے موافق نہ ہزار درہم ہیں اور نہ اس میں سے کچھ ہے اگر وارث نے گواہ قائم کئے تو اس سے قسم نہ لی جائے گی کہ اس کے باپ نے قرضہ وصول پایا ہے اور اگر قرض دار نے قرضہ کا اقرار کیا اور دعویٰ کیا کہ اس کے باپ نے مجھ سے وصول کر لیا ہے یا وارث کے دعویٰ پر معارضہ کیا کہ آدمی پر کبھی قرضہ ہوتا ہے اور پھر نہیں رہتا ہے اس باعث سے کہ قرض خواہ اس سے وصول کر لیتا ہے اور خوف سے میں کسی چیز کا اقرار کرنا بہتر نہیں جانتا ہوں کہ میرے ذمہ لازم نہ ہو جائے اور قرض دار نے چاہا کہ وارث سے قسم لے تو ایسی حالت میں وارث سے اس طرح قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ میرے باپ نے

[1] قولہ قطعی قسم یہ کہ واللہ یہ یوں ہے اور علمی قسم یہ کہ میرے علم میں یہ بات یوں ہے یا نہیں ہے۔

یہ قرضہ وصول پایا ہے امام محمدؒ نے زیادات میں فرمایا کہ ایک شخص مر گیا اور دوسرے نے آ کر دعویٰ کیا کہ میں اس میت کا وارث ہوں کہ میرے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور فلاں شہر کے قاضی نے میرے وارث ہونے کا حکم دے دیا ہے اور دو گواہ پیش کئے کہ انہوں نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی نے ہم دونوں کو اپنے اس حکم پر کہ یہ شخص فلاں میت کا وارث ہے کہ اس کے سوا دوسرا اس کا وارث نہیں ہے گواہ کر لیا ہے اور ان گواہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم کو یہ نہیں معلوم کہ کس دلیل سے اس نے یہ فیصلہ کیا ہے تو دوسرا قاضی بھی اس کو وارث قرار دے گا اور دوسرے قاضی کو چاہئے کہ مدعی سے دریافت کرے کہ تیرا اس میت سے کیا رشتہ ہے اور یہ دریافت کرنا حکم قضا کے نافذ کرنے کے واسطے کچھ ضروری نہیں ہے حتیٰ کہ اگر اس نے نہ بیان کیا تو بھی قاضی پہلے قاضی کے حکم کو نافذ کرے گا لیکن یہ سوال اس احتیاط کی غرض سے ہے کہ اگر شاید دوسرا کوئی وارث پیدا ہو تو قاضی کو معلوم رہے کہ دونوں میں سے کون میراث کا زیادہ مستحق ہے پس اگر مدعی نے اپنا کوئی ایسا رشتہ بیان کیا کہ جس سے وارث ہو سکتا ہے تو قاضی میراث اس کو دے دے گا لیکن اس رشتہ کا حکم نافذ نہ کرے گا پھر اگر کوئی شخص دوسرا آیا اور دعویٰ کیا کہ میں اس میت کا باپ ہوں کہ میرے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور اس پر گواہ پیش کئے تو قاضی اس بات کا لحاظ کرے گا کہ اگر پہلے مدعی نے ایسا رشتہ بیان کیا تھا کہ جس سے باپ کے ہوتے ہوئے وہ وارث نہیں ہو سکتا ہے تو قاضی تمام میراث دوسرے کو دلا دے گا اور اگر ایسا رشتہ بیان کیا کہ باپ کے ہوتے ہوئے وارث ہو سکتا ہے مثلاً اس نے اپنے تئیں بیٹا ہونا بیان کیا تو قاضی باپ کو چھٹا حصہ دلوا دے گا۔

اگر کسی ایک کے واسطے بسبب ولاء آزادی کے میراث کا حکم دیا گیا تو پھر دوسرے کی نسبت نہ دیا جائیگا ☆

اگر پہلے نے اپنے تئیں میت کا باپ بیان کیا اور دوسرے نے بیٹا ہونا ثابت کیا تو قاضی دوسرے کو پانچ چھٹا حصہ میراث دلوا دے گا اور اگر پہلے نے اپنے تئیں باپ ہونا بیان کیا اور دوسرے نے بھی اپنے باپ ہونے پر گواہ پیش کئے اور قاضی نے دوسرے مدعی کے لئے حکم دیا کہ یہ میت کا باپ ہے تو تمام میراث اس کا حصہ ہے کیونکہ پہلے شخص کا باپ ہونا صرف اس کے اقرار سے ثابت ہوا اور دوسرے کا باپ ہونا گواہوں سے ثابت ہے اور اگر ایک شخص آیا اور اس نے کسی میت کے باپ ہونے پر گواہ پیش کئے اور قاضی نے حکم دیا کہ یہ میت کا باپ اور میراث اس کو دلا دی پھر دوسرے شخص نے میت کے باپ ہونے پر گواہ قائم کئے تو قاضی اس کے گواہ قبول نہ کرے گا اور نہ پہلے کے ساتھ شریک کرے گا اور کتاب میں مذکور ہے کہ اگر قاضی نے دوسرے شخص کے باپ ہونے پر فیصلہ کیا اور اس کو میراث دلوا دی اسی وقت پہلے شخص نے کہا کہ میں گواہ لاتا ہوں کہ میت کا باپ ہوں تو اس پر التفات نہ کیا جائے گا اور اگر پہلے شخص نے اس پر گواہ پیش کئے کہ پہلے قاضی نے میرے باپ ہونے کا حکم دے دیا ہے تو دوسرا قاضی تمام میراث اس کو دلوا دے گا اور اگر قاضی نے ہنوز دوسرے شخص کے باپ ہونے کا حکم نہیں دیا تھا کہ پہلے شخص نے اپنے گواہ قائم کئے کہ میں میت کا باپ ہوں تو قاضی میراث دونوں کو تقسیم کر دے گا کیونکہ دونوں کا دعویٰ اور حجت برابر ہے اور مولی العتاقہ کا بھی دعویٰ مثل باپ ہونے کے دعویٰ کے ہے مثلاً ایک نے کسی غلام کی نسبت دعویٰ کیا کہ اس غلام میت کا حق آزادی مجھے پہنچتا ہے کہ صرف میں نے اس کو آزاد کیا ہے اور قاضی نے اس کے واسطے حکم کیا اور دوسرے نے بھی یہ دعویٰ کیا تو ظاہر ہے کہ دو شخص ایک غلام کو تمام و کمال آزاد نہیں کر سکتے ہیں پس اس کی صورت بھی مثل نسب کے ہوگی یعنی اگر کسی ایک کے واسطے بسبب ولاء آزادی کے میراث کا حکم دیا گیا تو پھر دوسرے کی نسبت نہ دیا جائے گا اور اگر دونوں ایک ساتھ مجتمع ہوئے تو دونوں کو برابر تقسیم ہوگی جیسا کہ ہم نے نسب کی صورت میں بیان کر دیا ہے اگر پہلے شخص نے دعویٰ کیا کہ میں میت کا بیٹا ہوں اور قاضی اول نے اس کے واسطے میراث کا حکم دے دیا اور دوسرے شخص نے بھی اسی دعویٰ پر گواہ پیش کئے تو دونوں میراث میں شریک ہوں گے اگرچہ ایک کے واسطے پہلے حکم ہو چکا ہے اور اگر پہلے مدعی نے بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا اور

پھر ایک عورت نے میت کی بیٹی ہونے کا دعویٰ کیا تو دونوں میں میراث کے تین حصہ ہوں گے یعنی دو حصہ بیٹے کو اور ایک حصہ اس عورت بیٹی کو ملے گا اگر چہ پہلے مدعی کے واسطے پہلے حکم ہو چکا ہے۔

اگر پہلے مدعی نے میت کے باپ ہونے یا بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے اپنے بھائی ہونے کے گواہ پیش کئے تو دوسرے کو کچھ نہ ملے گا اور اگر پہلے ایک عورت کے واسطے اس کے دعویٰ پر کہ وہ میت کی زوجہ ہے حکم دیا گیا تھا پھر کسی مرد نے گواہ قائم کئے کہ میں میت کا بھائی ہوں تو چوتھائی سے جس قدر زائد ہے یہ شخص اس عورت سے وصول کر لے گا اور اگر دوسرے نے اپنے تئیں بیٹا ثابت کیا تو عورت سے سوائے آٹھویں حصہ کے سب لے لے گا[1] اگر پہلا شخص جس کے واسطے حکم جاری کیا گیا ہے معتوہ یا طفل نابالغ ہو کہ اپنا رشتہ بیان نہ کر سکے پھر بعض نے اپنے رشتہ دار ہونے کے گواہ قائم کئے پس اگر دوسرا وارث ایسا ہے کہ مثل بھائی و چچا کے بعضی صورتوں میں محروم ہو جاتا ہے تو قاضی اس کو ساقط کر دے گا اور اگر محروم ساقط نہیں ہوتا ہے تو قاضی پہلے کو زیادہ اور دوسرے کو کم حصہ دے گا یعنی مثلاً پہلا مذکر ہے تو قاضی اس کو میت کا بیٹا قرار دے کر دوسرے کو مثلاً باپ ہو تو چھٹا حصہ دے گا اور اگر دوسرے مدعیہ ہو یعنی میت کے زوجہ ہونے کی مدعی ہو تو اس کو آٹھواں حصہ دے گا اگر ایک عورت نے اس کے گواہ پیش کئے کہ فلاں شہر کے قاضی نے میرے وارث ہونے کا حکم دیا ہے اور تمام میراث مجھے دلائی ہے تو دوسرا قاضی اس کو نافذ کرے گا جیسا مرد مدعی ہونے کی صورت میں نافذ کرتا ہے پھر اگر اس کے بعد کسی مرد نے دعویٰ کیا اور گواہ لایا کہ میں اس میت کا باپ یا بیٹا ہوں یا کسی عورت نے میت کی زوجہ ہونے کے گواہ پیش کئے تو قاضی پہلی عورت سے دریافت کرے گا کہ تیرا کیا رشتہ ہے پس اگر اس نے اپنے کو بیٹی قرار دیا تو اس کے زعم کے موافق تقسیم کرے گا اور اگر پہلی عورت جس کے واسطے حکم ہو چکا ہے کم عقل یا نابالغ ہو کہ اپنے رشتہ کو بیان نہ کر سکے تو قاضی عورتوں کے حصوں میں سے زیادہ اس کو دے گا اور ان لوگوں کو جو کم حصہ ہوتا ہے دے دے گا کذا فی المحیط۔

اگر ایک شخص نے ایک میت کے وارثوں پر دعویٰ کیا کہ ان کے باپ پر میرا اس قدر مال قرض تھا اور وہ مر گیا اور اپنی زندگی میں خوشی سے اس نے میرے قرضہ کا اقرار کیا تھا اور اس میں سے کچھ نہ ادا کیا اور مر گیا اور ترکہ ان وارثوں کے ہاتھ میں میرے قرضہ کے ادا کے قدر اور زیادہ بھی آیا ہے مگر اس نے ترکہ کی چیزیں نہ بیان کیں تو فتویٰ کے واسطے یہ مختار ہے کہ ترکہ کی چیزیں بیان کرنا قرضہ کے ثابت کرنے کے واسطے شرط نہیں ہے لیکن قاضی وارثوں کو قرضہ ادا کرنے کا حکم جب دے گا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ ان کو ترکہ وصول ہوا ہے اور اگر انہوں نے انکار کیا تو مدعی کو قرضہ لینے کے واسطے اس قدر بیان کرنا ترکہ کی چیزوں کا ضرور ہے کہ جس سے ان کے ہاتھ میں ہونا معلوم ہو ایک شخص نے ایک دار پر جو دوسرے شخص کے قبضہ میں ہے اس طرح دعویٰ کیا کہ یہ دار میرے باپ فلاں شخص کا ہے اور وہ مر گیا اور اس نے میرے واسطے میراث چھوڑا ہے اور میری ایک بہن ہندہ ہے کہ ہم دونوں کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور اس دار کے ساتھ کپڑے اور چوپائے وغیرہ میراث میں چھوڑے تھے پھر ہم نے میراث کو تقسیم کیا اور یہ دار میرے حصہ میں آیا اور اس سبب سے اب یہ دار تمام میری ملکیت ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے پس یہ دعویٰ اس کا صحیح ہے لیکن یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ کہے کہ میری بہن نے میراث میں سے اپنا تمام حصہ وصول کر لیا ہے تا کہ مدعی کو تمام دار کے حاصل کرنے کا

---

[1] قولہ سب لے لے گا حاصل کلام یہ ہے کہ قاضی اول نے اگر مدعی اول کے وارث ہونے کا حکم دیا اور سبب وراثت بیان نہ کیا پھر دوسرے مدعی نے دوسرے قاضی کے سامنے میت سے اپنے رشتہ کے گواہ پیش کئے تو دوسرا قاضی پہلے مدعی سے رشتہ دریافت کرے گا پس اگر اس نے ایسا رشتہ بتلایا کہ دوسرے مدعی کے ہوتے ہوئے اس کو میراث نہیں پہنچتی تو تمام میراث مدعی دوم کی ہو گی اور اگر ایسا رشتہ بتلایا کہ دوم وارث نہیں ہو سکتا تو دوم کو کچھ نہ ملے گا اور اگر ایسا رشتہ بیان کیا کہ دونوں وارث ہو سکتے ہیں تو میراث میں دونوں شریک کئے جائیں گے۔

استحقاق صحیح ہواور اگر اس نے اپنے دعویٰ میں بیان کیا کہ میرا باپ مر گیا اور میرے اور میری بہن کے لئے میراث چھوڑا پھر یہ میری بہن نے تمام دار کا میرے لئے ہونے کا اقرار کیا اور میں نے اس کے قول کی تصدیق کی تو صحیح یہ ہے کہ قاضی ایک تہائی دار کے عوض کی سماعت نہ کرے گا کیونکہ تہائی ذار کی ملکیت کا دعویٰ اقرار پر ہے اور اقرار پر ملکیت کا دعویٰ صحیح نہیں ہوتا ہے اور اسی پر عامہ مشائخ کا فتویٰ ہے یہ ملتقط میں لکھا ہے۔

مدعی نے تعداد ورثہ بیان کی مگر اپنا حصہ نہ بیان کیا تو قاضی شمس الائمہ نے فرمایا کہ یہ دعویٰ صحیح ہے ☆

اگر کسی قرض خواہ کا قرضہ دوسرے شخص پر میعادی ہو اور اس نے قرضہ ثابت کرنا چاہا تو اس کو ثابت کرنے کا اختیار ہے اگر چہ فی الحال ادا کر دینے کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر عورت نے چاہا کہ اپنے باقی مہر کو شوہر کے ذمہ ثابت کر لے تو اختیار ہے اگر چہ فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتی ہے شمس الاسلام قاضی اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک مال عین ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ مال میرے باپ کی ملک تھا وہ مر گیا اور اس نے میرے واسطے اور فلاں وفلاں وارثوں کے واسطے میراث چھوڑا۔ مدعی نے تعداد ورثہ بیان کی مگر اپنا حصہ نہ بیان کیا تو قاضی شمس الائمہ نے فرمایا کہ یہ دعویٰ صحیح ہے اور اگر اس نے اپنے دعویٰ پر گواہ سنائے تو سنے جائیں گے لیکن جب سپرد کروانے کا مطالبہ کرے تو حصہ کی مقدار بیان کرنی ضروری ہے اگر حصہ بیان کیا لیکن وارثوں کی تعداد نہ بیان کی مثلاً کہا کہ یہ مال معین میرے باپ نے میرے واسطے اور چند اور لوگوں کے واسطے میراث چھوڑا ہے اور میرا حصہ اس میں سے اس قدر ہے وہ مجھے دلایا جائے تو اور وارثوں کا بیان کرنا ضروری ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا حصہ اس کے دعویٰ سے کم ہو ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میرے فلاں شخص پر ہزار درہم قرض ہیں اور وہ شخص ادا کرنے سے پہلے مر گیا اور تیرے پاس اس کے ہزار درہم ہیں اور اس میں سے اپنا قرضہ دلانے کا دعویٰ کیا تو قاضی اس کے دعویٰ کی سماعت نہ کرے گا اور مدعا علیہ سے قسم بھی نہ لے گا اور اگر گواہ پیش کئے تو نہ سنے جائیں گے یہ محیط میں لکھا ہے ایک نصرانی مر گیا اور اس کی عورت مسلمان آئی اور دعویٰ کیا کہ میں اس کے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی ہوں اور مجھے میراث پہنچتی ہے اور وارثوں نے کہا کہ تو اس کے مرنے سے پہلے مسلمان ہوگئی ہے پس تجھے میراث نہیں پہنچتی ہے تو قول وارثوں کا لیا جائے گا اور اگر ایک مسلمان مر گیا اور اس کی عورت نصرانی تھی پھر اس کے مرنے کے بعد آئی اور وہ اس وقت مسلمان تھی اور دعویٰ کیا کہ میں اس کے مرنے سے پہلے مسلمان ہوئی ہوں اور وارثوں نے کہا کہ تو بعد مرنے کے مسلمان ہوئی ہے تو بھی وارثوں کا قول لیا[1] جائے گا یہ کافی میں لکھا ہے اگر ایک شخص مر گیا اور اس کے چار ہزار درہم دوسرے شخص کے پاس ودیعت تھے پھر جس کے پاس ودیعت تھے اس نے اقرار کیا کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہے اور سوا اس کے دوسرا وارث نہیں ہے تو مال اس کے سپرد کرنے کا حکم کیا جائے گا بخلاف اس کے کہ اگر اس نے کسی شخص کے واسطے یہ اقرار کیا کہ یہ شخص ودیعت رکھنے والے کا وکیل قبض ہے یا اس نے اس سے خریدا ہے تو اس کے دے دینے کا حکم نہ کیا جائے گا بخلاف قرض دار کے اگر اس نے اقرار کیا کہ یہ شخص قرضہ وصول کرنے کا قرض خواہ کی طرف سے وکیل ہے تو حکم کیا جائے گا کہ اس کو دے دے اور اگر ودیعت کے اپنے پاس رکھنے والے نے کسی دوسرے کے واسطے بھی اقرار کیا کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہے اور پہلے شخص نے کہا کہ سوائے میرے اس کا بیٹا نہیں ہے تو پہلے کو مال دلایا جائے گا یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ لیا جائے گا یعنی موجود حالت استحقاق میں کچھ حجت نہیں حالانکہ عورت کو حجت ہی کی ضرورت ہے اور وارثوں کو دافع ہونے کی وجہ سے حجت کی ضرورت نہیں حالانکہ حدوث اسلام کا ان کے لئے بھی شاہد موجود ہے پس اگر عورت کے لئے ظاہر حال ہے تو وارثوں کے لئے ظاہر حدوث ہے پس ساقط ہو کر یہ باقی رہا کہ عورت مدعیہ حجت دیگر لائے۔

جرائد ظہیریہ میں فصل ودیعت میں لکھا ہے کہ اگر سپرد کردینے کا حکم نہ کیا گیا اور باایں ہمہ اس نے سپرد کر دیا پھر واپس لینا چاہا تو شیخ الاسلام علاؤالدین نے فرمایا کہ واپس نہیں کر سکتا ہے اور میرے والد اپنے استاد شیخ ظہیر الدین مرغینانی سے حکایت کرتے تھے کہ وہ اس مسئلہ کے جواب میں متردد تھے اور بھی فصل ودیعت میں لکھا ہے کہ اگر سپرد کردینے کا حکم ہوا اور اس نے سپرد نہ کیا یہاں تک کہ اس کے پاس تلف ہو گیا تو بعضوں نے کہا کہ ضامن نہ ہوگا اور ضامن ہونا چاہئے تھا اور جب میراث وارثوں میں یا قرض خواہوں میں تقسیم ہوئی تو قرض خواہ یا وارث سے کفیل نہ لے گا اور بعضے قاضیوں نے اس میں احتیاط کی ہے کذا فی النہایہ اور یہ ظلم ہے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے کذا فی الہدایہ اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جب تک ان سے کفیل نہ لے مال ان کو نہ دے گا اور مدعی وارث کو دے دینا اسی وقت صحیح ہے کہ جب وہ ایسا وارث ہو کہ دوسروں کے ہوتے ہوئے مجحوب نہیں ہوتا ہے اور اگر ایسا ہو کہ مجحوب ہو جاتا ہے تو اس کا حکم اس کے برخلاف ہے اور یہ مسئلہ صدر الشہید کی شرح ادب القاضی میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص آیا اور ایک دار پر جو دوسرے کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ یہ میرے باپ کا ہے اور اس نے میرے واسطے میراث چھوڑا ہے اور اس پر گواہ قائم کئے اور گواہوں نے وارثوں کی تعداد پر گواہی نہ دی اور یہ ان کو پہچانا لیکن یہ بیان کیا کہ میت نے اپنے وارثوں کے واسطے میراث چھوڑا ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور نہ کچھ اس کو دلایا جائے گا حتیٰ کہ وارثوں کی تعداد پر گواہ پیش کرے کیونکہ جب تک وارث نہ معلوم ہوں تب تک اس مدعی کا حصہ نہ معلوم ہوگا اور نامعلوم پر فیصلہ نہیں ہو سکتا ہے اور اس مقام پر تین صورتیں ہیں ایک یہی جو مذکور ہوئی اور دوسری یہ کہ گواہوں نے گواہی دی کہ یہ شخص میت کا بیٹا اور وارث ہے اور اس کے سوائے کوئی وارث ہم نہیں جانتے ہیں تو قاضی بلاتوقف تمام ترکہ کا حکم اس کے واسطے دے دے گا اور تیسری صورت یہ ہے کہ گواہوں نے کہا کہ یہ شخص فلاں میت کا جو اس دار کا مالک تھا بیٹا ہے اور وارثوں کی تعداد کی گواہی نہ دی اور نہ یہ کہا کہ ہم اس کے سوائے دوسرا وارث نہیں جانتے ہیں تو قاضی چند روز تک توقف کرے گا اگر کوئی دوسرا وارث حاضر ہوا تو قاضی میراث دونوں میں بانٹ دے گا ورنہ اس مدعی کو دے دے گا اور امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اس سے کفیل نہ لے گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ لے گا اور تمام میراث اس وارث کو اس وقت دے گا کہ جب یہ وارث دوسرے وارث کے ہونے سے مجحوب[1] نہ ہو جاتا ہو اور اگر اس کا حصہ مختلف ہوتا ہو جیسے شوہر و زوجہ کو ان کے حصہ فرزند کے موجود ہونے اور نہ ہونے کی صورت میں مختلف ہیں تو کمتر حصہ اس کے سپرد کر دے گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ زیادہ حصہ دے گا یعنی شوہر کو آدھا اور زوجہ اگر مدعی ہو تو اس کو چوتھائی دے گا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ کمتر حصہ اس کے سپرد کر دے گا یعنی شوہر کو چوتھائی اور زوجہ کو آٹھواں حصہ اور امام اعظمؒ کا قول اس مسئلہ میں مضطرب ہے اور یہ اختلاف بابت کفیل لینے کے اس صورت میں ہے کہ جب قرضہ اور وارث گواہی سے ثابت ہوا ہو اور اگر اقرار سے ثابت ہوا ہو تو بالاتفاق کفیل لے لے گا یہ نہایہ میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں کل مال کا استحقاق ایک وارث پر اس وقت ثابت ہوگا کہ جب کل اس کے قبضہ میں ہو ☆

اگر ایک دار کسی شخص کے قبضہ میں ہے اس پر دوسرے شخص نے دعویٰ کیا اور گواہ پیش کئے کہ یہ دار میرے باپ کا ہے اور اس نے میرے لئے اور میرے فلاں بھائی کے لئے جو حاضر نہیں ہے میراث چھوڑا ہے تو آدھے دار کا اس کے لئے حکم دیا جائے گا اور آدھا باقی اسی کے قبضہ میں چھوڑا جائے گا جس کے پاس ہے اور اس سے کوئی کفیل نہ لیا جائے گا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جس کے قبضہ میں ہے یعنی فی الحال جو شخص اس مکان موروث پر قابض ہے اس کو دیکھا جائے کہ میراث کا مقر ہے یا منکر ہے پس اگر وہ شخص اس سے منکر ہو تو اس سے لے کر کسی امانت دار کے سپرد کیا جائے گا اور اگر منکر نہ ہو تو اسی کے پاس رکھا جائے اور

---

[1] مجحوب ممنوع یعنی مثلاً دادا کے باپ کے ہوتے ہوئے مجحوب ہوتا ہے اور بیٹا کبھی مجحوب نہیں ہوتا۔

اگر دعویٰ کسی مال منقول میں واقع ہوتو بعضے کہتے ہیں کہ بالاتفاق کفیل لیا جائے گا کیونکہ اس کی حفاظت کی ضرورت ہے اور اس میں نزع اکثر واقع ہوتا ہے بخلاف عقار کے کہ وہ خود محفوظ ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے وصی کو وارث بالغ غائب کی طرف سے مال منقول بیچنا جائز ہے اور عقار بیچنا جائز نہیں[1] ہے اور بعضوں نے کہا کہ منقول میں بھی اختلاف ہے اور بسبب ضرورت حفظ کے قول امام اعظمؒ ظاہر ہے اور جب غائب حاضر ہوا تو گواہی دہرانے کی ضرورت نہیں ہے شیخ علی بزدوی نے فرمایا کہ یہی اصح ہے یہ کفایہ میں لکھا ہے اور اس فیصلہ پر آدھا مکان اس کے سپرد کیا جائے گا اگرچہ دوسرے وارث حاضر نہ ہوں کیونکہ ایک وارث میت کی طرف سے جو اس پر آتا ہے یا اس کا آتا ہے خصم مقرر ہو سکتا ہے اور وہ سب کی طرف سے ہوتا ہے خواہ مال دین ہو یا عین ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فی الحقیقت یہ فیصلہ میت کے واسطے یا میت پر ہوتا ہے اور ایک وارث اس کی طرف سے خلیفہ ہو سکتا ہے بخلاف ایسے اقرار استیفاء کے جو اس سے متعلق ہے کہ اس میں دوسرے کی طرف سے نائب نہ ہوگا لیکن واضح ہو کہ کل مال کا استحقاق ایک وارث پر اس وقت ثابت ہوگا کہ جب کل اس کے قبضہ میں ہو ایسا ہی جامع میں مذکور ہے کذا فی الہدایہ۔

باب : ㉖

قید اور پیچھا پکڑنے کے بیان میں

اگر ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا اور اس پر اپنا مال گواہی سے یا اس کے اقرار سے ثابت کیا تو بدوں درخواست مدعی کے قاضی قرض دار کو قید نہ کرے گا اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اگر مدعی نے درخواست کی تو پہلی مرتبہ اس کو قید نہ کرے گا بلکہ حکم دے گا کہ اٹھ کر مدعی کو راضی کرلے پھر اگر دوبارہ آیا تو قید کردے گا اور کتاب الاقضیہ میں دونوں قرضوں میں خواہ اقرار سے ثابت ہوا ہو یا گواہوں سے ثابت ہوا ہو کچھ فرق نہیں کیا کہ قید کرنے میں دونوں برابر ہیں اسی کو خصافؒ نے اختیار کیا ہے اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر گواہی سے ثابت ہوا تو اوّل ہی مرتبہ قید کردے گا اور اقرار میں اوّل مرتبہ قید نہ کرے گا جب تک کہ اس کی نادہندگی اور دیر کرنا ظاہر ہو اور دوسری بار میں بعضے روایت میں ہے کہ قید کرے گا اور بعضے میں ہے کہ نہیں بلکہ تیسری بار میں قید کرے گا اور جب قید کرنے کا وقت آیا اور قاضی اس کی آسودگی کو جانتا ہے تو اس کو قید کردے گا اور اگر نہیں جانتا ہے تو اس سے دریافت نہ کرے گا کہ تیرے پاس مال ہے یا نہیں اور یہی ہمارے اصحاب کا ظاہر مذہب ہے اور مدعی سے اس کا حال دریافت کرنے میں ہمارے اصحاب سے ظاہر مذہب یہ ہے کہ نہ دریافت کرے گا مگر اس صورت میں کہ مدعا علیہ اس کی درخواست کرے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر قرض دار نے مدعی سے اپنی آسودگی دریافت کرنے کی قاضی سے درخواست کی تو قاضی بالاجماع اس سے دریافت کرے گا پس اگر قرض خواہ نے کہا کہ وہ تنگدست ہے تو قید نہ کرے گا کیونکہ اگر بعد قید کردینے کے اس کی تنگدستی کا اقرار کرتا تو قید سے رہا کیا جاتا پھر پہلے سے اقرار کرنے سے قید نہ کیا جائے گا اگر قرض خواہ نے کہا کہ اس کو اس قدر قدرت ہے کہ میرا قرض ادا کردے اور قرض دار نے کہا کہ میں تنگدست ہوں تو بعضے مشائخ نے کہا کہ قرض دار کا قول لیا جائے گا اور بعضوں نے کہا کہ اگر قرضہ کسی مال[2] کے بدلے واجب ہوا ہے تو جو شخص آسودگی کا مدعی ہے اس کا قول معتبر ہوگا اور یہ امام اعظمؒ سے مروی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ بدل پر وہ قادر تھا تو اب وہ قدرت زائل ہو جانے میں اس کا قول مقبول نہ ہوگا اگر قرضہ کسی مال کے بدلے نہیں واجب ہوا تو قرض دار کا قول معتبر ہوگا اور بعض

---

[1] قولہ جائز نہیں اور یہی حکم ماں و بھائی و چچا کے مقرر کئے ہوئے وصی کا صغیر کے حق میں ہے۔ [2] مال مثلاً ادھار ومتاع خریدی تھی اور بظاہر متاع اس کے پاس ہوگی۔

نے فرمایا کہ جو قرضہ اس کے معاملہ عقد سے واجب ہوا ہو اس میں اس کا قول کہ میں تنگدست ہوں معتبر نہ ہوگا اگر چہ یہ مال کے عوض نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

جب معلوم ہوا کہ ایسے قرضہ کی وجہ سے قید کیا جائے گا جو کسی مال کے عوض واجب ہوا ہے تو جاننا چاہئے کہ مفتی بہ قول کے موافق مہر اور کفالت کے عوض قید نہ ہوگا اور یہ برخلاف اس کے ہے کہ جو مصنف نے صاحب ہدایہ کی اتباع سے اور طرسوسی نے انفع الرسائل میں لکھا ہے کہ یہی مفتی بہ ہے بس جو اس نے اپنے عقد سے اپنے اوپر لازم کیا اور عوض مال نہ تھا اس میں فتویٰ مختلف ہے پس اس پر عمل ہوگا جو متون میں ہے کیونکہ جب متون اور فتاویٰ میں اختلاف واقع ہو تو متون پر عمل ہوتا ہے کذا فی البحر الرائق۔ امام محمدؒ نے کتاب الحوالہ میں فرمایا کہ سب قرضوں کے عوض کوئی ہو تو قید ہوگا خواہ بھائی ہو یا چچا یا ماموں یا شوہر یا زوجہ عورت ہو مرد مسلمان ہو یا ذمی یا حربی جو امان سے داخل ہوا ہے خواہ تندرست ہو یا اپاج یا لنجا خواہ لنگڑا ہو یا اس کا ہاتھ خشک ہو گیا ہو یا ہاتھ کٹا ہوا ہو لیکن ماں و باپ بیٹے کے قرضہ کی بابت قید نہیں ہوتے ہیں اور اسی طرح دادی و دادا وغیرہ بزرگ رشتے کے قید نہیں ہوتے ہیں اور امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ قید ہوں گے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جس پر نفقہ دینا واجب ہو اور وہ انکار کرے تو قید ہوگا خواہ باپ ہو یا ماں یا دادی یا دادا یا شوہر اور رہا مکاتب و غلام تاجر اس کی قید کی وہی صورت ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے اور غلام اپنے مالک کے واسطے قید نہیں ہوتا ہے اور نہ مالک غلام کے واسطے جبکہ اس پر[1] قرض نہ ہو اور اگر قرض ہو تو قید ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور آزاد لڑکے کی نسبت بعضے مشائخ کی رائے ہے کہ قید ہو اور انہوں نے اس کو بمنزلہ بالغ کے ٹھہرایا ہے اور بعضوں نے فرمایا کہ اگر اس کا وصی موجود ہو تو تادیباً قید ہوگا کہ پھر ایسا نہ کرے اور اپنے وصی کو جھڑکے کہ جلد قرضہ ادا کیا کرے اور اگر اس کا باپ یا وصی نہ ہو تو قید نہ ہوگا اور اگر لڑکا ایسا ہو کہ اس کو تصرفات سے ممانعت ہو تو بعض مقام پر مذکور ہے کہ اگر اس کا باپ یا وصی ہے تو باپ یا وصی اس کے قرضہ کے عوض قید ہوگا اور اگر وصی یا باپ نہ ہو تو قاضی ایک شخص دانستہ کو مقرر کر کے بقدر قرضہ کے اس کا مال فروخت کرا کے قرضہ ادا کرے گا یہ ملتقط میں لکھا ہے اور مکاتب اپنے مالک کو قید کرا سکتا ہے مگر سوائے اس قرضہ کے جو مال کتابت کی جنس سے ہو اور مالک اپنے مکاتب کو قید نہیں کرائے گا خواہ مال کتابت کے عوض ہو یا غیر مال کتابت کے اور ابن سماعہ نے روایت کی ہے کہ مال کتابت کے سوائے قید کرا سکتا ہے اور پہلا ہی قول صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر ایک گواہ عادل نے گواہی دی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قید ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک حد قذف اور قصاص میں حوالات نہ ہوگا ☆

مسلمان ذمی کے قرضہ کے عوض اور ذمی مسلمان کے قرضہ کے عوض قید ہو سکتا ہے اور یہی حال اس حربی کا ہے جو امان لے کر آیا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور حدود و قصاص میں اگر گواہ قائم ہوں تو اس وقت تک حوالات میں رہے گا جب تک گواہوں کی تعدیل ہو اور اگر گواہ نہ قائم ہوں تو ان کے قیام سے پہلے قید نہ ہوگا پس اگر ایک گواہ عادل نے گواہی دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک قید ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک حد قذف اور قصاص میں حوالات نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے دیت اور ارش کے عوض کسی کی مددگار برادری قید نہ ہوگی لیکن یہ دیت ان کے عطیات[2] سے وصول کی جائے گی اور اگر ان کے پاس عطیات نہ ہوں اور نہ ان کو جاگیر و زمین عطیہ میں ملی ہے اور ادا کرنے سے بھی انہوں نے انکار کیا تو قید کئے جائیں گے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر قصاص میں مدعی نے قسم طلب کی اور مدعا

[1] قولہ اس پر یعنی غلام تاجر مقروض ہو کر قرض خواہوں کے حقوق میں پھنسا نہ ہو۔ [2] عطیات یعنی دفتر جہاد کی طرف سے سالانہ جو عطیہ ان کے نام جاری ہے۔

علیہ نے انکار کیا اور قسم نہ کھائی تو امام اعظمؒ کے نزدیک قید کیا جائے گا اور یہی حکم ہے کہ اگر قسامت میں قسم طلب کی اور اس نے انکار کیا ہو اور دعار[1] وغیرہ جو لوگ مسلمان کو ڈراتے ہیں اور اہل فساد سب قید ہوں گے یہاں تک کہ وہ توبہ کریں اور ظاہر کریں دعار اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو لوگوں کے مال یا جان یا دونوں کے تلف کرنے کا قصد کرے پس جب اس سے جان و مال کا خوف ہو تو وہ قید خانہ میں یہاں تک پڑا رہے کہ توبہ ظاہر کرے عورتوں کا قید خانہ علیحدہ ہونا چاہئے تا کہ فتنہ نہ پیدا ہو اور امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ عورت عورتوں کے قید خانہ میں قید ہو لیکن محافظ اس کا مرد ہو گا مختصر خواہر زادہؒ میں ہے کہ کیا کفیل بالنفس بھی قید ہو گا جیسا کہ قرضہ میں قید ہوتا ہے تو فرمایا کہ ہاں اور جس شخص نے کسی کے حکم سے اس کی طرف سے مال کی کفالت کی تھی جب وہ قید ہوا تو وہ اصیل کو قید کرا سکتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ جب کفیل سے مطالبہ کیا جائے تو وہ اصیل سے مطالبہ کرے گا اور جب اس کا پیچھا پکڑا جائے تو وہ اصیل کا پیچھا پکڑ سکتا ہے اور جب کفیل سے مال لے لیا گیا تو وہ اصیل سے لے لے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور ادا کرنے سے پہلے کفیل اپنے اصیل سے مال نہیں لے سکتا ہے اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قرض خواہ کو اختیار ہے کہ اصیل اور کفیل دونوں کو قید کرا دے اور ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ اس پر فتویٰ طلب کیا گیا ہے اور اسی طرح کفیل کا کفیل بھی قید ہو سکتا ہے اگر چہ اسی طرح بہت سے لوگ کفیل ہوتے چلے گئے ہوں سب قید ہو سکتے ہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اگر ایک شخص قرضہ کے معاملہ میں قید ہوا پھر دوسرا شخص آیا اور وہ بھی اس پر قرضہ کا دعویٰ کرتا ہے تو قاضی اس کو قید خانہ سے نکال کر مدعی کے ساتھ حاضر کرے گا پس اگر اس نے اقرار کر لیا یا مدعی نے عادل گواہ پیش کئے تو پھر اس کو قید میں بھیج دے گا اور دفتر میں لکھے گا کہ اس مدعی کے قرضہ کے عوض بھی قید ہے یہاں تک کہ اگر اس نے ایک شخص کا قرضہ ادا کیا تو دوسرے کے قرضہ کے عوض بھی قید رہے گا یہ محیط میں لکھا ہے دو شخصوں کا ایک شخص پر اس طرح قرض ہے کہ ایک کا تھوڑا ہے اور دوسرے کا بہت ہے تو تھوڑے والے کو اس کے قید کرنے کا اختیار ہے اور اس کی بلا رضامندی زیادہ مال والے کو قرض دار کے چھوڑ دینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر دونوں اس کے قید ہو جانے پر راضی ہوئے تو پھر ایک کو اس کی رہائی کا اختیار نہیں یہ بزازیہ میں لکھا ہے قاضی کو نہ چاہئے کہ کسی قیدی کو قرضہ وغیرہ کے عوض مارے اور نہ اس کو جکڑے اور نہ بیڑی ڈالے اور نہ طوق پہنائے اور نہ پھیلا کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھے اور نہ اس کو برہنہ کرے اور نہ آفتاب میں کھڑا کرے اور اگر قرضہ کے قیدی پر قاضی کو بھاگ جانے کا خوف ہو تو اس کو چوروں کے قید خانہ میں قید کر دے لیکن اگر اس کے اور چوروں کے درمیان میں عداوت ہے اور اس کی جان کا خوف ہو اور معلوم ہو کہ اگر وہاں قید کیا جائے گا تو چور اس کی ایذا کا قصد کریں گے تو وہاں نہ بھیجا جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور قرض دار کو اس کے قرض خواہ کے سامنے اہانت کرنے کے واسطے نہ کھڑا کرے کذا فی الخلاصہ اور اگر یہ قیدی ہمیشہ قید خانہ سے بھاگ جاتا ہو تو قاضی اس کو چند کوڑے مار کر ادب دے گا یہ ملتقط میں لکھا ہے اور جب قاضی نے کسی قیدی کو قید کیا تو اس کا نام و نسب دفتر میں لکھے اور مدعی کا نام لکھے اور قرضہ کی تعداد لکھے اور اس طرح لکھے کہ فلاں بن فلاں اس قدر درہموں کے عوض فلاں روز فلاں مہینہ میں فلاں سنہ میں مقید ہوا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے امام محمدؒ نے کتاب الحوالہ والکفالہ میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص قرضہ کے بابت دو تین مہینہ قید رہا تو پھر قاضی اس کا حال خفیہ دریافت کرے اور اگر چاہے تو قید ہوتے ہی خفیہ دریافت کر لے کذا فی المحیط اور واضح ہو کہ اس مدت قید میں روایتیں مختلف آئی ہیں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے دو سے تین مہینہ تک مدت مقرر کی اور انہیں سے یہ رائے روایت ہے کہ چار مہینہ ہے اور حسنؒ نے امام اعظمؒ سے چھ مہینہ کی روایت کی اور طحاوی نے ایک مہینہ کی روایت کی ہے اور بہت سے مشائخ نے طحاوی کی روایت کو لیا ہے اور

---

[1] دعار بفتح اول و تشدید عین اور آخر رائے مہملہ سینہ زوری سے دھمکا کر مال لینا۔

بعضے مشائخ نے کہا کہ اگر قاضی قیدی کو دیکھے کہ اس پر فقیروں کا سا لباس ہے اور اس کے بال بچے قاضی کے پاس اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کرتے ہوں اور قرض دار مدعی کے جواب میں نرمی کرتا ہو تو ایک مہینہ قید کر کے پھر اس کا خفیہ حال دریافت کرے اور اگر وہ شخص اپنے مدعی سے سختی کرتا ہو اور سرکشی اس سے ظاہر ہوتی ہو اور اس پر مالداری پائی جاتی ہو تو چار مہینہ سے چھ مہینہ تک قید کر کے پھر اس کا حال دریافت کرے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر قید کرنے سے پہلے ایک عادل یا دو عادلوں نے اس کی تنگدستی کی خبر دی تو دو روایتیں آئی ہیں ☆

اگر ان دونوں صورتوں سے بیچ کی راہ چلتا ہو اور درمیانی آثار ظاہر ہوں تو دو سے تین مہینہ تک قید کر کے پھر اس کا حال دریافت کرے اور اسی پر شیخ ظہیر الدین مرغینانی فتویٰ دیتے تھے اور ایسا ہی اپنے چچا شمس الائمہ اوز جندی سے روایت کرتے تھے اور بہت سے مشائخ نے فرمایا کہ اس باب میں کوئی میعاد مقررہ لازم نہیں ہے کذا فی الذخیرہ اور صحیح یہ ہے کہ یہ قاضی کی رائے پر موقوف ہے اگر چھ مہینے گزر گئے اور پھر بھی اس کی سرکشی ظاہر ہوئی تو برابر اس کو قید رکھے گا اور اگر ایک ہی مہینہ گزرا اور اس کی عاجزی اور تنگدستی ظاہر ہوگئی مثلاً اس کے مفلس ہونے پر لوگوں نے گواہی دی تو اس کو رہا کر دے گا پھر جب قاضی نے اس کا حال دریافت کرنا چاہا تو اس کے پڑوسیوں اور اہل معاملہ سے جو خبردار ہوں دریافت کرے کذا فی جواہر الاخلاطی اور پڑوسیوں اور اس کے دوستوں اور بازاریوں میں سے جو لوگ ثقہ میں ان سے دریافت کرے فاسقوں سے دریافت نہ کرے پس اگر انہوں نے کہا کہ ہم اس کے پاس کچھ مال نہیں جانتے ہیں تو یہ کافی ہے یعنی اس سے اس کی رہائی کر دی جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے شیخ امام نے اپنی شرح میں فرمایا کہ قید کرنے کے بعد قاضی کا یہ دریافت کرنا بطور احتیاط کے ہے واجب نہیں ہے پھر جب دریافت کیا اور گواہ قائم ہوئے کہ یہ مفلس ہے تو قاضی اس کو قید خانہ سے نکال دے گا اور اس گواہی میں لفظ شہادت یا گواہی کی ضرورت نہیں ہے صرف خبر دینا کفایت کرتا ہے اور اگر ایک ثقہ نے خبر دی تو کافی ہے اور دو میں احتیاط ہے کذا فی جواہر الاخلاطی اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر جھگڑے کی حالت نہ ہو مثلاً قرض خواہ و قرض دار میں یہ جھگڑا نہ ہوا ہو کہ مطلوب نے تنگدست ہو جانے کا دعویٰ کیا ہو اور طالب نے اسے فراخ دست بتلایا ہو تو ضروری ہے کہ گواہ قائم ہوں اور اگر گواہوں نے کہا کہ یہ تنگدست ہے تو اس کو چھوڑ دے گا اور یہ گواہی نفی پر نہیں ہے کیونکہ بعد فراخی کے تنگدستی پیدا ہو سکتی ہے تو گواہی امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر کذا فی الذخیرہ۔ اگر قید کرنے سے پہلے ایک عادل یا دو عادلوں نے اس کی تنگدستی کی خبر دی تو دو روایتیں آئی ہیں ایک میں قبول کرے اور قید نہ کرے اور خصاف کی روایت میں قبول نہ کرے اور قید کرے اور عامہ مشائخ اسی طرف گئے ہیں اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور خانیہ میں ہے کہ جب وہ چھوڑ دیا گیا تو قرض خواہ کو اس کا پیچھا[1] پکڑنے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کو پیچھا پکڑنے کا اختیار ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ پیچھا پکڑنے کی صورت میں جتنے قول ہیں ان میں سے بہتر یہ قول ہے جو امام محمدؒ نے فرمایا کہ آمد و رفت میں اس کا پیچھا پکڑے اور اس کو اپنے اہل و عیال میں جانے سے منع نہ کرے اور صبح و شام آنے جانے اور وضو یا پاخانے سے نہ روکے اور فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اگر اس کے گھر کے دروازے پر بیٹھا رہے حتیٰ کہ وہ نکلے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کو کسی جگہ قید کرے کہ یہ حق اس کو نہیں پہنچتا ہے اور ہشام نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ اگر اس طرح پیچھا پکڑنا قرض دار کے اہل و عیال کو مضر ہو حالانکہ وہ شخص پھیری میں پانی پلا کر کماتا تھا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں قرض خواہ کو

---

[1] قولہ پیچھا......اس طرح دامن گیر ہونے سے قرض خواہ کی یہ غرض ہوتی ہے کہ جو کچھ وہ روزانہ کماتا ہے اس کے خرچہ سے جو بچے وہ اپنے قرضہ میں وصول کرے اور اگر نہ دے تو قاضی سے کہہ کر حکم حاصل کرے۔

حکم دوں گا کہ اپنا غلام اس کے ساتھ کرے اور اس کو یومیہ روزی کمانے سے منع نہ کروں گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر قرض خواہ چاہے تو اس کو چند روز چھوڑ دے پھر اس کا پیچھا پکڑے پھر میں نے دریافت کیا کہ اگر وہ شخص دستکار ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر وہ ایسا کام ہے کہ باوجود قرض خواہ کے ساتھ چپٹے رہنے کے اس کو انجام دے سکتا ہے تو اس کے ساتھ رہے اور جہاں بیٹھے وہیں وہ اپنا کام انجام دے اور اگر ایسا کام کرتا ہو کہ جس میں دوادوش ہے تو نکل کر طلب کرے پس اگر قرض خواہ کے ساتھ رہنے میں اس کے اہل وعیال کے رزق میں نقصان آتا ہے تو میں اس سے کفیل بالنفس لے لوں گا اور کہوں گا کہ جا کر خدا تعالیٰ سے اپنی روزی ڈھونڈے۔

کتاب الاقضیہ میں ہے کہ اگر اس کی روزی پانی وغیرہ پکانے پر ہے تو قرض خواہ اس سے منع نہیں کر سکتا ہے پس اگر خود اس کا پیچھا پکڑے یا نائب یا غلام کو حکم دے لیکن[1] اگر اس کے عیال کی قدر روزی اپنے پاس سے اس کو دے دے تو اس کو منع کر سکتا ہے اور یہی کتاب الاقضیہ میں لکھا ہے کہ قرض دار کو صبح وشام کے کھانے اور پاخانے جانے سے بھی منع نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر اس کو کھانا دے دے اور پاخانے کی دوسری جگہ مقرر کر دے تو منع کر سکتا ہے اور خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر قرض دار نے کہا کہ میں تیرے غلام کے ساتھ نہیں بیٹھتا ہوں تیرے ساتھ بیٹھوں گا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اس کو یہ اختیار ہے اور صحیح یہ ہے کہ ساتھ رہنے میں قرض خواہ کو اختیار ہے خواہ خود ساتھ رہے یا دوسرے کو ساتھ کرے اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ قاضی امام ابوعلی نسفیؒ نے فرمایا کہ ہمارے مذہب میں یہ ہے کہ مسجد میں قرض دار کا دامن گیر ہو کر نہ بیٹھے کیونکہ مسجدیں اس واسطے نہیں ہیں صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کے لئے ہیں اور فقیہ ابوجعفر ہندوانی سے منقول ہے کہ قرض خواہ رات میں قرض دار کا پیچھا نہ پکڑے اور اگر وہ شخص رات میں کماتا ہو تو رات میں اس کے ساتھ رہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے خصافؒ نے ذکر کیا ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے قرض دار کو قید کرایا پھر خود غائب ہو گیا پھر قاضی نے اس کا حال دیافت کیا تو تنگدست پایا پس قاضی اس سے کفیل بالنفس لے کر اس کو رہا کر دے گا کیونکہ اکثر قرض خواہ کا اس طرح غائب ہو جانا قرض دار کے ضرر پہنچانے کی غرض سے ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر قرض دار قرض خواہ کے حق کا اقرار کرتا ہو تو قرض خواہ کو اس کا پیچھا پکڑنے کا اختیار ہے اگرچہ قاضی نے اس کے ساتھ رہنے کا حکم نہ کیا ہو اور نہ اس کو مفلس قرار دیا ہو پس اگر قرض دار نے کہا کہ میرا پیچھا چھوڑ دے اور مجھے قید کرا دے اور قرض خواہ نے انکار کیا تو اس کو اختیار ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

قرض خواہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قرض دار کو دھوپ میں یا برف پر یا ایسی جگہ جو اس کو مضر ہو کھڑا کرے یہ خلاصہ میں لکھا ہے امام محمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر عورت قرض دار ہو تو اس کا پیچھا پکڑنے کی کیا صورت ہے فرمایا کہ قرض خواہ کو حکم دوں گا کہ ایسی عورت مقرر کرے جو ہر وقت اس کے ساتھ ساتھ اس کا پیچھا کئے رہے پھر دریافت کیا کہ اگر قرض خواہ کو ایسی عورت نہ ملے تو فرمایا کہ اس کو حکم دوں گا کہ اس کے ساتھ ایسی عورت کر دے جو اس کے گھر میں ساتھ رہے اور تو اس کے دروازہ پر بیٹھا رہے گا یا خود قرض دار عورت فقط تنہا اپنے گھر میں رہے اور قرض خواہ اس کے دروازہ پر رہے پھر امام محمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر عورت کے بھاگ جانے کا خوف ہو تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مرد کو اس سے زیادہ اختیار نہیں ہے اور ابن رستم نے روایت کی ہے کہ جس مقام پر فتنہ کا حوف نہ ہو جیسے مسجد وبازار وہاں چاہے مرد کو اس کے ساتھ کرے خواہ عورت کو اور یہ حکم دن میں ہے مگر رات میں لامحالہ عورت کو ساتھ رکھے اور حاصل یہ ہے کہ عورت کے پیچھا پکڑنے میں ہر طرح فتنہ سے بچنے کا لحاظ رکھا جائے گا ہلال نے کتاب الوقف میں ذکر کیا ہے کہ اگر مدت

---

[1] لیکن اس روایت سے اور مابعد کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرض دار کا دامن گیر ہونا اس کو تنگ کرنے کے معنی میں بھی ہے حالانکہ اظہر یہ کہ اس کی کمائی سے فاصل اس سے وصول کر لے کیونکہ اس کے پاس موجود نہیں ہے پھر تنگ کرنا فضول بلکہ حرج ہے فافہم۔

گزرنے کے بعد گواہوں نے فقیر ہونے کی گواہی دی تو قاضی اس کو رہا نہ کرے گا جب تک کہ پوشیدہ دریافت نہ کرے اور یہ بہتر ہے پس اگر پوشیدہ خبر اور گواہی مطابق ہوئی تو بھی رہا نہ کرے گا جب تک کہ قیدی سے قسم نہ لے پھر رہا کر دے گا اور اگر پوشیدہ خبر اور گواہی میں اختلاف ہوا تو عادل کی پوشیدہ خبر کو لے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور امام قاضی خان نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ اگر قاضی نے قید کرنے کے بعد مدت گزرنے سے پہلے دریافت کرنا چاہا تو اس کو یہ اختیار ہے اور اگر گواہی اس وقت پیش ہوئی تو بالا جماع مقبول ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

اگر قیدی کی مفلسی کے گواہ قائم ہوئے اور پہلے اس سے کہ قاضی اس کے افلاس کا حکم دے قرض خواہ نے اُس کو چھوڑ دیا☆

اگر قیدی نے اپنے افلاس کے گواہ پیش کئے اور مدعی نے اس کی فراخ دستی کے گواہ پیش کئے تو مدعی کے گواہ مقبول ہوں گے اور امام محمدؒ نے افلاس کی گواہی کی کیفیت کسی کتاب میں نہیں بیان فرمائی اور خصافؒ نے یوں فرمائی ہے کہ گواہوں کو یوں گواہی دینا چاہئے کہ ہم اس کے پاس کوئی ایسا مال یا اسباب نہیں جانتے ہیں کہ جس سے یہ فقیر[1] نہ رہے اور فقیہ ابوالقاسم نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ یوں گواہی دیں کہ یہ مفلس نادار ہے کہ ہم کو سوائے اس کے تن کے کپڑے اور رات کے کپڑے کے اس کے پاس کچھ نہیں معلوم ہے اور ہم نے اس کا حال ظاہر اور پوشیدہ دونوں طرح دریافت کیا ہے پھر جب اس کی تنگدستی دریافت ہوگئی تو پھر قاضی جب تک اس کا کچھ مال دریافت نہ ہو اس کو قید نہ کرے گا اور اگر قید کی میعاد گزر گئی اس کے بعد گواہ قائم ہوئے کہ مفلس ہے اور قرض خواہ غائب تھا تو قاضی اس کی حاضری کا انتظار نہ کرے گا اور کفیل لے کر اس کو رہا کر دے گا کذافی المحیط۔ اگر قیدی کی مفلسی کے گواہ قائم ہوئے اور پہلے اس سے کہ قاضی اس کے افلاس کا حکم دے قرض خواہ نے اس کو چھوڑ دیا مگر قیدی نے قاضی سے کہا کہ میرے گواہوں پر مدعی کے سامنے میرے افلاس کا حکم دے تو قاضی اس کی درخواست منظور کرے گا تا کہ قرض خواہ اسی وقت اس کو پھر قید نہ کرادے اور تا کہ دوسرا قرض خواہ اس کو قید نہ کرائے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک شخص دو شخصوں کے قرضہ کی وجہ سے قید ہو پھر اس نے ایک کو ادا کر دیا تو جب تک دوسرے کو ادا نہ کر دے قید سے رہا نہ ہوگا اور یہ مسئلہ اس کی دلیل ہے کہ قیدی کو اختیار ہے کہ قرض ادا کرنے میں بعضے قرض خواہوں کو اختیار کرے یعنی بعض کو دے اور بعض کو نہ دے اور فتاویٰ نسفی میں صریح لکھا ہے کہ ایک شخص پر تین آدمیوں کے ہزار درہم قرض ہیں ایک کے پانچ سو درہم اور دوسرے کے تین سو درہم اور تیسرے کے دو سو درہم ہیں پھر قرض خواہوں نے جمع ہو کر اس کو قاضی کے یہاں قید کرایا اور اس کا مال صرف پانچ سو درہم ہیں تو اس کا مال قرض خواہوں میں تقسیم ہونے کی بابت فرمایا کہ اگر قرض دار خود حاضر ہو تو جس طرح چاہے اپنے خالص ملکیت کو تقسیم کرے اور اس کو اختیار ہے کہ بعضے قرض خواہوں کو مقدم کرے اور بعض کو اختیار کرے اور بعض کو نہ دے اور اگر وہ شخص حاضر نہ ہو تو قاضی کو اختیار نہیں ہے کہ بعض قرض خواہوں کو مقدم کرے وہ صرف ان کے حصہ کے موافق تقسیم کرے گا عورت نے اگر اپنے مہر یا قرض کے عوض شوہر کو قید کرایا پس شوہر نے کہا کہ اس کو میرے ساتھ قید کر کیونکہ قید خانہ میں ایسا ٹھکانا ہے تا کہ وہ میرے ساتھ رہے تو خصافؒ نے ذکر کیا ہے کہ اس کے ساتھ قید نہ کرے گا اور ہمارے زمانہ کے بعض قاضیوں نے فساد زمانہ کی وجہ سے قید کرنا اختیار کیا ہے کیونکہ جب وہ تنہا ہوئی تو جہاں چاہے گی جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

نوادر اور ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس کے وارثوں میں بڑے ہیں اور چھوٹے ہیں اور میت کا کسی شخص پر قرض ہے اس کے عوض بڑے بیٹے نے قید کرایا پھر اس کو رہا کرانا چاہا تو جب تک قاضی نابالغوں کی طرف سے اس

---

[1] فقیر نہ رہے یہ روایت اس وجہ سے محمل تامل ہے کہ فقیر کا اطلاق ایسی حد تک ہو سکتا ہے کہ جس پر زکوٰۃ واجب نہ ہو حالانکہ وہ ایسا نادار نہیں ہوتا جس پر قرضہ ادا کرنا بالفعل نہ ہو لہٰذا دوسری روایت مختار رہے۔

سے مضبوطی نہ کر لے رہا نہ کرے گا قیدی قید خانہ سے رمضان کا مہینہ آنے کی وجہ سے نہ نکالا جائے گا اور نہ عید کے واسطے اور نہ بقرعید کے واسطے اور نہ جمعہ کے واسطے اور نہ فرض نماز کے واسطے اور نہ حج فرض کے واسطے اور نہ اس کے بعضے رشتہ داروں کے جنازہ کی نماز کے واسطے نکالا جائے گا اگر چہ وہ اپنے نفس کا کفیل دے یہ محیط میں ہے اور نہ مریض کی عیادت کے واسطے نکالا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے اگر قیدی کا والد یا کوئی بچہ مر گیا اور وہاں کوئی تجہیز و تکفین کرنے والا نہیں ہے تو قیدی کو قاضی قید خانہ سے نکالے گا اور یہی صحیح ہے اور اگر کوئی شخص وہاں تجہیز و تکفین کرنے والا ہو تو اس کے نکالنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ قیدی سے کفیل لے کر اس کو والدین کے اور دادا دادی ایسے بزرگوں اور اولاد کی نماز جنازہ کے واسطے باہر نکالا جائے اور غیروں کے واسطے نہ نکالا جائے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور کبریٰ میں لکھا کہ بعض نے کہا ہے کہ والدین اور اجداد اور جدات اور اولاد کے جنازہ کے واسطے نکالنے میں ڈر نہیں ہے اور ان کے سوا کے واسطے نہ نکالا جائے اور فتویٰ اس پر ہے کہ قرابتی ناتے کے واسطے کفیل لے کر نکالا جائے انتہا امام ابوبکر اسکافؒ سے روایت ہے کہ اگر قیدی قید میں مجنون ہوا تو حاکم اس کو باہر نہ نکالے اور خصافؒ نے ادب القاضی میں تحریر کیا ہے کہ اگر قیدی مرض میں مبتلا ہوا کہ جس سے وہ بے بس ہو گیا پس اگر اس کا کوئی خدمت کرنے والا ہے تو قید خانہ سے نہ نکالا جائے اور نہ علاج کے واسطے نکالا جائے اور ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے یہاں تک کہ مروی ہے کہ اگر چہ مر جائے یہ بھی امام محمدؒ سے دریافت کیا گیا کذا فی المحیط۔ اور واقعات ناطفی میں ہے کہ اگر ایسے مرض میں کہ بے بس ہو گیا اور اس کا کوئی خادم نہیں ہے تو قید سے نکالا جائے ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ گمان غالب مر جانے کا ہو اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ نہ نکالا جائے اور قید خانہ میں مرنا یا باہر مرنا برابر ہے اور فتویٰ امام محمدؒ کی روایت پر ہے کذا فی الخلاصہ۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ قیدی کو نورا دے دیا جائے اور حمام کے واسطے نہ نکالا جائے اور اگر اس کو جماع کی احتیاج ہو تو قید خانہ میں ایسی جگہ مقرر کرے کہ جس کو کوئی نہ دیکھتا ہو وہاں اس کی زوجہ یا باندی کو بھیج دینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اگر ایسی جگہ قید خانہ میں نہ پائے تو جماع نہ کرے اور قید خانہ میں بعضے مشائخ نے کمائی کرنے کی اجازت دی ہے اور بعضوں نے اس سے منع کیا ہے اور یہی اصح ہے اور خصافؒ نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور کبریٰ میں ہے کہ قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ آج کل فتویٰ اس پر ہے کہ کمائی کرنے سے منع نہ کیا جائے اور قیدی کے پاس اس کے اہل و عیال و پڑوسی لوگوں کو جانے سے منع نہ کیا جائے لیکن وہاں دیر تک ٹھہرنے کی اجازت نہ ہوگی اور سغناقی میں ہے کہ مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسا قیدی ہو کہ جس کے پاس مال ہے اور وہ قرضہ ادا کرنے سے انکار کرتا ہے تو اس کے واسطے چاہئے کہ گہری جگہ قید کیا جائے کہ فرش وغیرہ کچھ نہ ہو اور نہ کوئی اس کے پاس جانے پائے تا کہ اس کا قلب پریشان ہو پس اگر اس کے پاس مال ہے اور اس نے قرض ادا کرنے سے انکار کیا پس اگر اس کا مال قرضہ کی جنس سے ہے مثلاً قرض درہم ہیں اور مال بھی درہم ہیں تو بلا اختلاف قاضی اس کے مال سے قرضہ ادا کر دے اور اگر قرض کی جنس سے نہ ہو مثلاً قرض درہم ہیں اور مال اس کا عروض و دینار و عقار ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک عروض و عقار کو فروخت نہ کرے اور دینار کے فروخت کرنے میں ایک روایت قیاس اور ایک روایت استحسان ہے پس اگر قاضی اس کو برابر قید رکھے تا کہ وہ خود اس کو فروخت کرے اور قرضہ ادا کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک قاضی اس کے دینار اور عروض کو فروخت کرے اور اس میں ایک ہی روایت ہے اور عقار کے فروخت کرنے میں دو روایتیں ہیں اور خانیہ میں لکھا ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک ایک روایت میں مال منقول کو فروخت کر دے اور یہی صحیح ہے اور فروخت کرنا ترتیب وار ہوگا کہ پہلے دیناروں کو فروخت کرے پھر عروض کو علیٰ ہذا القیاس یہاں تک کہ پورا قرض ادا ہو جائے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

کتاب العین والدین میں مذکور ہے کہ دیناروں کے قرض خواہ نے اگر قرض دار کے درہموں پر قابو پایا اس کے برعکس واقع ہوا تو اس کو اختیار ہے کہ لے لے اور یہ امام اعظمؒ کا مذہب ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قاضی اس کے مال کو فروخت کرے لیکن پہلے دیناروں کو فروخت کرے پھر اگر قرض پورا نہ ہو تو عروض کو فروخت کرے پھر اگر قرض اس سے بھی پورا ادا نہ ہو تو عقار کو فروخت کرے اور بدوں مال اس کے عقار کو فروخت نہ کرے اور یہ قول صاحبینؒ کا بنا بر ایک روایت کے ہے نہ دوسری روایت کے اور بعضوں نے کہا کہ صاحبینؒ کے نزدیک عروض میں بھی پہلے وہ فروخت کرے کہ جس کے تلف ہو جانے کا خوف ہو پھر وہ فروخت کرے جس کے تلف ہونے کا خوف نہیں ہے پھر عقار کو فروخت کرے اگر قرض دار کے پاس ایسے کپڑے ہیں کہ وہ اس سے گھٹے ہوئے کپڑے پر کفایت کر سکتا ہے تو قاضی ان کو فروخت کرے اور اس کا قرضہ ان کے کچھ درہموں میں سے ادا کرے اور باقی درہموں سے اس کے لئے دوسرا کپڑا خرید دے اور علی ہذا القیاس اگر اس کے پاس مکان ایسا ہو کہ اس سے کمتر پر بسر کر سکتا ہے تو فروخت کر کے اس میں سے کچھ داموں سے قرضہ ادا کرے اور باقی سے اس کے لئے کوئی مکان خرید دے اور اسی سے بعضے مشائخوں نے کہا ہے کہ قاضی اس کی ہر چیز کو جس کی بالفعل ضرورت نہیں ہے فروخت کر سکتا ہے حتیٰ کہ گرمیوں میں نمدہ اور جاڑوں میں نطع[1] فروخت کر دے اور اگر اس کے پاس لوہے یا پیتل کی انگیٹھی ہو تو فروخت کر کے مٹی کی خرید دے پھر جس قدر مال قرض دار کے واسطے چھوڑا جائے اور کس قدر فروخت کیا جائے اس کی کوئی روایت امام محمدؒ سے کسی کتاب میں نہیں آئی ہے اور عمر بن عبدالعزیز سے تین روایات ہیں ایک روایت میں اس کے پہننے کے کپڑے اور گھر رہنے کا اور خادم اور سواری چھوڑ دی جائے کہ ان کی ضرورت ہے اور دوسری روایت میں سواری نہیں ہے یعنی نہ چھوڑی جائے اور اسی کو بعض قاضیوں نے اختیار کیا ہے اور تیسری روایت میں ہے کہ تمام مال اس کا فروخت کیا جائے اور مزدوری کرائی جائے اور مزدوری اس کے قرض خواہوں کو دی جائے اور ظاہر الروایت میں ہمارے اصحاب سے اس سے مزدوری نہ کرائی جائے مگر ایک روایت ابو یوسفؒ سے آئی ہے لیکن اگر اس نے خود مزدوری کی تو بقدر اس دن کی روزی کے اس کے اہل و عیال کے واسطے اس کو دی جائے گی اور باقی اس کے قرض خواہوں کو دی جائے گی اور بعضے قاضی کہتے ہیں کہ اگر وہ شخص گرم ملک میں ہے اور گرمی ہے تو سوائے اس کی ازار کے باقی سب فروخت کیا جائے اور سردی کی جگہ میں ہو تو بقدر اس کے کہ سردی سے بچے باقی فروخت کیا جائے حتیٰ کہ اس کا جبہ اور عمامہ کے سوا سب فروخت کیا جائے اور بعض مشائخ نے کہا کہ ایک جوڑا کپڑا اس کے واسطے چھوڑ دیا جائے اور باقی فروخت کیا جائے اور اسی کو شمس الائمہ حلوائی نے اختیار کیا ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ دو جوڑے کپڑے اس کے لئے چھوڑے جائیں کہ دوسرا نہا کر بدلے اور اسی کو شمس الائمہ سرخسی نے اختیار کیا ہے حسن نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر قاضی کے امین نے قرض دار کا اسباب قرضہ میں فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کیا اور وہ تلف ہو گیا پھر مبیع مشتری سے استحقاق میں لی گئی تو مشتری قرض خواہ سے لے اور قرض خواہ قرض دار سے لے اور مشتری قرض دار سے نہیں لے سکتا ہے قیدی کا دوسرے شخص کے واسطے قرضہ کا اقرار کرنا صحیح ہے مگر پہلے اس سے قسم لی جائے کہ واللہ یہ بات بطور تلجیہ[2] کے نہیں ہے اور یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور اگر قیدی نے کسی چیز کے فروخت کا اقرار کیا تو مشتری سے اللہ تعالیٰ کی قسم لی جائے گی کہ میں نے اس سے بطور بیع صحیح کے خریدا ہے اور ثمن دے دیا اور بطور تلجیہ کے نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

---

[1] قطع: چمڑے کا بستر جو ٹھنڈا ہوتا ہے۔

[2] تلجیہ: خفیہ قرارداد جو ظاہر کے خلاف کسی نفع کے غرض سے دونوں میں قرار پائی ہو جس سے دیکھنے والے شبہہ میں پڑ جائیں۔

ایک شخص تنگدست ہے اور اِس پر قرض ہے اور اِس کا قرض ایک شخص مال دار پر ہے تو اِس تنگدست پر جبر کیا جائے گا کہ اپنے قرض دار مال دار پر تقاضا کرے☆

قرض دار عورت کا اس غرض سے نکاح نہ کیا جائے کہ اس کے مہر سے قرضہ ادا کیا جائے یہ ملتقط میں لکھا ہے تو اور ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص تنگدست ہے اور اس پر قرض ہے اور اس کا قرض ایک شخص مال دار پر ہے تو اس تنگدست پر جبر کیا جائے گا کہ اپنے قرض دار مال دار پر تقاضا کرے پس اگر اس نے تقاضا کر کے مال دار قرض دار کو قید کرایا تو قاضی اس تنگدست کو قید نہ کرے گا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر تنگدست کا قرض کسی پر ہو تو قاضی اس کے قرض دار کو گرفتار کرے گا اور اس کا قرضہ وصول کر کے اس کے قرض خواہوں کو ادا کرے گا ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص قرضہ کی بابت قید ہے اور معلوم ہوا کہ اس کا مال اس شہر میں نہیں ہے بلکہ دوسرے شہر میں ہے تو قرض خواہ سے کہا جائے گا کہ اس کو قید سے نکال کر اس سے ایک کفیل لے لے اور اس سے کہے کہ جا کر اپنا مال فروخت کر کے قرض خواہ کا قرضہ ادا کرے پس اگر اس کو نکالا اور وہ نہ نکلا اور فروخت کرنے کو وہاں نہ گیا تو قید کیا جائے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے واضح ہو کہ قید ہونے کے واسطے کچھ مقدار مال کی مقرر نہیں ہے حتیٰ کہ ایک درہم اور اس سے کم میں قید ہو سکتا ہے کیونکہ اس کا نہ دینے والا بھی ظالم ہے یہ نہایہ میں مبسوط سے منقول ہے اگر دونوں خصم نے قاضی کے سامنے آپس میں گالی گلوچ کی اور بے ادبی کی تو چاہئے کہ ان کو قید کرے یا تعزیر دے تا کہ پھر ایسی حرکت قاضی کے سامنے کوئی نہ کرے اور عفو کرنا بہتر ہے اور اگر ایک نے ایسا کیا تو بدوں دوسرے کی درخواست کے قاضی اس کو تعزیر نہ دے لیکن اس کو اس حرکت سے منع کرے اگر ایک شخص لوگوں کو گالی دیتا ہے پس اگر ایک مرتبہ ایسا کیا تو سمجھا دیا جائے اور اگر عادت ہے تو پیٹا جائے اور قید کیا جائے یہاں تک کہ اس حرکت کو چھوڑ دے کذافی الجواہر یہ۔

باب : ㉗

کس کس سبب کے ساتھ حکم قاضی رد کیا جاتا ہے اور کب نہیں رد ہوتا ہے

یہاں دو باتوں کا لحاظ واجب ہے ایک یہ کہ قضائے قاضی اگر کسی سبب صحیح کے اعتماد پر واقع ہوئی پھر بعد کو وہ سبب باطل ہو گیا تو حکم قاضی باطل نہ ہوگا اور اگر ثابت ہو کہ اصل میں کوئی سبب نہ تھا لیکن ظاہر میں معلوم ہوتا تھا اور اسی بنا پر حکم ہوا تو بھی امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے موافق حکم قاضی باطل نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول کے موافق اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے کہ قضا باطل ہو گی دوسری بات یہ کہ اگر مشتری کے پاس مبیع میں استحقاق پیدا ہوا تو پہلی بیع متوقف ہوتی ہے یعنی اگر مستحق نے اجازت دی تو جائز ہوتی ہے اور پہلی بیع کا فسخ ہو جانا واجب نہیں ہے امام محمدؒ نے زیادات میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی خریدی اور ہنوز اس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ کسی آدمی نے اپنے استحقاق کے گواہ پیش کئے اور بائع اور مشتری دونوں سامنے حاضر تھے اور قاضی نے باندی کا مستحق کے واسطے حکم کیا پھر بائع اور مشتری نے دعویٰ کیا کہ اس مستحق نے یہ باندی اس بائع کے ہاتھ فروخت کی تھی اور اس کے سپرد کر دی تھی پھر اس بائع نے مشتری کے ہاتھ فروخت کی تھی اور اس پر گواہ قائم کئے تو گواہی مقبول ہو گی پس امام محمدؒ نے مستحق کے لئے حکم ہونے کے واسطے بائع اور مشتری کا حاضر ہونا شرط کیا ہے اور یہ شرط لازمی ہے حتیٰ کہ اگر فقط بائع حاضر ہوا یا فقط مشتری حاضر ہوا تو قاضی مستحق کو باندی نہ دلائے گا اور اگر مشتری اور بائع کے پاس مستحق سے خریدنے کے گواہ نہ ہوئے اور مشتری نے بیع فسخ کر دینے کی قاضی سے درخواست کی تو قاضی منظور کرے گا پھر اگر قاضی نے بیع فسخ کر دی بعد ازاں بائع نے مستحق کے اوپر

گواہ قائم کئے کہ میں نے مستحق سے یہ باندی خرید لی تھی اور مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے خرید کر کے قبضہ کر لیا ہے تو قاضی وہ باندی بائع کو دلائے گا اور بائع کو اختیار نہ ہوگا کہ مشتری کے ذمہ لازم کرے اور امام محمدؒ کا یہ قول کہ بائع مستحق پر گواہ قائم کئے اس میں اشارہ ہے کہ ان کے مقبول ہونے کی یہ شرط ہے کہ مستحق پر قائم ہوں اور اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کر لیا پھر گواہ پیش کر کے کسی نے اس کا استحقاق ثابت کیا تو مستحق کے واسطے حکم کیا جائے گا اور صرف مشتری کا حاضر ہونا شرط ہے اور ظاہر روایت کے موافق اگر مشتری نے بیع فسخ کی درخواست کی تو قاضی فسخ کر دے گا اور مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس لے گا پھر اگر اس کے بعد بائع نے مستحق پر گواہ قائم کئے کہ میں نے مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے اس کو مستحق سے خریدا ہے اور قبضہ کر لیا ہے تو قاضی وہ باندی بائع کو دلائے گا اور پہلا حکم قاضی باطل ہوگا حتیٰ کہ بائع کو اختیار ہوگا کہ باندی مشتری کے ذمہ ڈالے اور یہ امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول ہے اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے موافق قضائے قاضی[1] باطل نہ ہوگی اور نہ بائع مشتری کے ذمہ ڈال سکتا ہے پھر امام محمدؒ کے نزدیک جب بائع کو پہنچتا ہے کہ باندی مشتری کے ذمہ ڈالے اور بائع نے انکار کیا تو آیا مشتری بھی اس کو بائع سے لے سکتا ہے یا نہیں اس صورت کو امام محمدؒ نے یہاں ذکر نہ کیا اور مشائخ نے فرمایا کہ اس کو یہ اختیار نہ ہونا چاہئے اور اسی باب میں امام محمدؒ نے آگے جا کر یہی اشارہ کیا ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ قاضی نے بیع فسخ کر دی ہو اور اگر صرف بائع اور مشتری نے باہم مل کر بیع فسخ کر لی جبکہ باندی مشتری کے پاس سے استحقاق میں لے لی گئی پھر بائع نے مستحق پر گواہ قائم کئے اور قاضی نے اس کو باندی دلا دی تو بلا اختلاف بائع کو اختیار نہیں ہے کہ باندی مشتری کے ذمہ ڈالے۔

اگر استحقاق پیدا ہونے کے بعد مشتری نے چاہا کہ بدوں حکم قاضی و بلا رضامندی بائع کے بیع فسخ کر دے تو اس کو یہ اختیار نہیں[2] ہے پس مذہب یہ قرار پایا کہ یہاں فسخ صحیح ہونے کے واسطے قاضی کا حکم یا بائع کی رضامندی ضرور ہے اگر استحقاق ثابت ہونے کے بعد مشتری نے قاضی سے فسخ بیع کی درخواست نہ کی لیکن بائع سے ثمن واپس کرنا چاہا اور اس نے پھیر دیا پھر بائع نے موافق مذکورہ بالا کے گواہ قائم کئے اور باندی مستحق سے لے لی تو اس کو اختیار نہ ہوگا کہ مشتری کے ذمہ ڈالے اور اگر مشتری کے کہنے سے بائع نے ثمن اس کو نہ دیا یہاں تک کہ دونوں نے قاضی کے پاس جھگڑا کیا اور قاضی نے بیع فسخ کر کے بائع کو حکم دیا کہ ثمن مشتری کو واپس کرے پھر ہنوز مشتری نے ثمن نہیں لیا یا لیا تھا کہ بائع نے موافق مذکورہ بالا کے مستحق پر گواہ قائم کر کے باندی لے لی تو امام محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے قول اول کے موافق مشتری کے ذمہ ڈال سکتا ہے ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام سو دینار کو خریدا اور قبضہ کر کے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور اس نے قبضہ کر لیا پھر کسی نے دوسرے مشتری پر غلام کا استحقاق ثابت کیا پھر دوسرے مشتری نے مستحق پر گواہ قائم کئے کہ اس نے غلام اتنے داموں کو پہلے بائع کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور اس کے سپرد کر دیا تھا اور بائع اول نے میرے بائع کے ہاتھ فروخت کیا اور سپرد کر دیا تو ظاہر روایت کے موافق اس کی گواہی مقبول ہوگی اور اگر دوسرے مشتری نے گواہ قائم کئے لیکن جھگڑا کر کے اپنے بائع سے اپنا ثمن حکم قاضی سے لے لیا پھر پہلے مشتری نے گواہ قائم کئے کہ مستحق نے اس کو بائع اول کے ہاتھ فروخت کر کے سپرد کر دیا تھا اس کے بعد میں نے اس سے خریدا ہے اور حکم قاضی سے وہ غلام مستحق سے لے لیا تو امام محمدؒ کے اور امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول پر اس کو اختیار ہے کہ مشتری ثانی کے ذمہ لازم کرے اور امام اعظمؒ کے قول اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول پر اس کو اختیار نہیں ہے اور اگر مشتری اول نے گواہ نہ پائے اور اپنے بائع اول سے قاضی کے حکم سے ثمن واپس لیا پھر بائع اول نے مستحق پر گواہ

---

[1] قولہ باطل نہ ہوگی یہ مراد نہیں کہ باندی بائع کو نہ ملے گی بلکہ بالاتفاق ملے گی اور اختلاف صرف مشتری کے ذمہ لازم کرنے میں ہے۔

[2] اختیار نہیں کیونکہ بیع اپنے ارکان سے واقع ہو چکی تو فسخ کے واسطے رضائے بائع یا حکم قضا ضرور ہے۔

قائم کئے اور موافق مذکورہ بالا کے غلام اس سے لے لیا تو امام محمدؒ کے اور امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول پر اس کو اختیار ہے کہ غلام پہلے مشتری کے ذمہ ڈالے اور ذکر کیا گیا ہے کہ مشتری اول کو امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اول قول کے موافق اختیار نہیں ہے کہ دوسرے مشتری کے ذمہ ڈالے ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور قبضہ کر کے ثمن ادا کیا پھر ایک حق دار آیا اور گواہ قائم کر کے مشتری کے ہاتھ سے اس نے قاضی کے حکم سے وہ غلام لے لیا پھر مشتری نے مستحق پر گواہ قائم کئے کہ جس بائع سے میں نے خریدا ہے اس کو اس مستحق نے اس غلام کے بیچنے کا حکم کیا تھا یعنی اس کو وکیل کیا تھا اور اس نے اس کے حکم سے بیچا ہے تو گواہ مقبول ہوں گے اور اگر اس نے گواہ نہ قائم کئے اور بائع سے اپنا ثمن واپس لینا چاہا اور قاضی نے واپس کر دینے کا حکم کیا پھر بائع نے مستحق پر گواہ قائم کئے کہ اس نے مجھے اس غلام کے فروخت کر دینے کا حکم کیا تھا اس کے بعد میں نے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا ہے تو دیکھا جائے گا کہ جو اس نے مشتری کو دیا ہے وہی ہے جو اس نے مستحق سے لیا ہے یا اس کو رکھ لیا اور اس کے مثل دیا ہے یا جو لیا ہے اس کو ضائع کیا اور اس کے مثل ضمان میں دیا ہے تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔

مسئلہ مذکورہ میں مرتہن بیع کو فسخ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فسخ کر سکتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ فسخ نہیں کر سکتا ☆

اگر ثمن وکیل کے پاس تلف ہوا اور وکیل نے مشتری کو اس کے مثل اپنے مال سے دیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی پس جب اس کی گواہی مقبول ہوگئی تو جو مال اس نے مشتری کو دیا ہے پھر لے گا اور مستحق سے غلام لے کر مشتری کو دے دے گا اور یہ امام محمدؒ کے اور امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول کے موافق ہے اگر مشتری نے یہ غلام دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس کے پاس سے مستحق نے لیا اور اس نے قاضی کے حکم سے اپنا ثمن مشتری اول سے واپس لیا پھر مشتری اول نے گواہ قائم کئے کہ مستحق نے بائع اول کو بیع کا حکم کیا تھا تو گواہ مقبول ہوں گے اور مستحق سے وہ غلام لے کر دوسرے مشتری کے ذمہ ڈالے گا اور یہ امام محمد کے اور امام ابو یوسف کے قول اخیر کے موافق ہے اور پہلے مشتری نے اس پر گواہ نہ پائے لیکن اپنے بائع سے اپنا ثمن خواہ حکم قاضی سے یا بلا حکم قاضی کے واپس لیا پھر بائع اول نے مستحق پر اس کے حکم دینے کے گواہ قائم کئے تو اس میں وہی صورتیں نکلتی ہیں جو ہم نے پہلے مسئلہ میں بیان کی ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایک باندی بعوض ہزار درہم کے رہن کی اور یہ ہزار درہم مرتہن کے اس پر آتے تھے اور مرتہن نے باندی پر قبضہ کر لیا پھر بلا اجازت مرتہن کے راہن نے وہ باندی لے کر کسی کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے سپرد کر دی پھر مرتہن نے اس کے رہن ہونے پر گواہ قائم کئے تو مقبول ہوں گے اور آیا مرتہن اس بیع کو فسخ کر سکتا ہے یا نہیں اس میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ فسخ کر سکتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ فسخ نہیں کر سکتا ہے لیکن مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے بیع فسخ کر دے یا اس قدر صبر کرے کہ راہن فک رہن کرے اس وقت مشتری باندی کو لے لے پس اگر مشتری نے عقد کا فسخ کرنا اختیار کیا اور قاضی نے عقد فسخ کر کے ثمن بائع سے اس کو دلا دیا پھر بائع نے مرتہن کو زر رہن دے دیا اور باندی لے لی تو اس کو اختیار نہیں ہے کہ مشتری کے ذمہ ڈالے اور اگر راہن نے زر رہن ادا کر دیا تھا اور باندی لے کر اس مشتری کے ہاتھ فروخت کی پھر مرتہن نے زر رہن وصول پانے سے انکار کیا اور قاضی نے اس کے پاس باندی رہن ہونے کا حکم دے دیا اور مشتری نے قاضی سے فسخ بیع کی درخواست کی اور قاضی نے فسخ کر کے ثمن اس کو دلا دیا پھر بائع نے گواہ قائم کئے کہ میں زر رہن ادا کر کے باندی پھیر کر مشتری کے ہاتھ فروخت کی تھی اور قاضی کے حکم سے باندی مرتہن سے لے لی اور چاہا کہ مشتری کے ذمہ ڈالے تو کتاب کے بعضے نسخوں میں لکھا ہے کہ اگر مشتری نے ہنوز باندی پر قبضہ نہ کیا تھا کہ مستحق نے استحقاق ثابت کر کے باندی لے لی تو اب بائع اس کے ذمہ نہیں ڈال سکتا ہے اور اگر مشتری نے قبضہ کر لیا تھا تو امام محمدؒ کے اور امام ابو

یوسفؒ کے پہلے قول کے موافق اس کے ذمہ ڈال سکتا ہے بخلاف قول امام اعظمؒ کے اور دوسرے قول امام ابو یوسفؒ کے اور بعضے نسخوں میں لکھا ہے کہ اس کو اختیار ہے کہ مشتری کے ذمہ ڈالے اور اس میں کوئی تفصیل موافق قول امام محمدؒ اور پہلے قول امام ابو یوسفؒ کے نہیں فرمائی اور یہی صحیح ہے کذا فی المستقط۔

باب : ⑳

گواہی قائم ہونے کے بعد قاضی کے حکم دینے سے پہلے کسی امر کے حادث[1] ہونے کے بیان میں

امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ ایک غلام زید کے قبضہ میں تھا پھر عمرو آیا اور دعویٰ کیا کہ میرا غلام ہے اور زید نے انکار کیا پھر عمرو گواہ لانے گیا پھر زید نے خالد کے ہاتھ وہ غلام بیچ کر سپرد کر دیا پھر خالد نے زید کے پاس اس کو ودیعت رکھا اور غائب ہو گیا پھر عمرو زید کو قاضی کے پاس اپنے حق کے گواہ سنانے کو لایا پس اس مسئلہ کی کئی صورتیں ہیں یا تو قاضی کو زید کے فروخت کر دینے کی خبر ہوئی یا خبر نہ ہوئی لیکن مدعی نے اس کا اقرار کیا اور ان دونوں صورتوں میں عمرو کو زید کے ساتھ خصومت کا حق نہ رہا اور ایسے ہی اگر زید نے گواہ پیش کئے کہ عمرو نے بیع واقع ہونے کا اقرار کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس میں سے کوئی بات نہ ہوئی لیکن زید نے اپنے فعل پر گواہ قائم کئے اور بیان کیا کہ مقدمہ پیش ہونے کے بعد فروخت کر کے میں نے خالد کی ودیعت میں یہ غلام اپنے پاس رکھا ہے تو قاضی اس کے گواہوں کی سماعت نہ کرے گا اور خصومت سے اس کا پیچھا نہ چھوٹے گا اور جب پیچھا نہ چھوٹا اور قاضی نے عمرو کے گواہوں پر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا تو پھر اگر مشتری اس کے بعد آیا اور اپنے خریدنے کے گواہ سنائے تو سماعت نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اس صورت میں اگر بجائے بیع کے ہبہ یا صدقہ کیا اور قبضہ ہو گیا تو مثل بیع کے ہے یہ کبریٰ میں لکھا ہے اور اگر قاضی نے ہنوز مدعی کے گواہوں پر حکم نہ کیا تھا کہ مشتری حاضر ہو گیا اور زید نے غلام اس کے حوالہ کیا تو قاضی مشتری کو مدعی کا مدعا علیہ بنائے گا اور مدعی کو دوبارہ گواہ سنانے کی تکلیف نہ دے گا اور اگر قاضی نے مشتری پر مدعی کی ڈگری کر دی تو جو بیع مشتری اور زید میں واقع ہوئی تھی باطل ہو جائے گی اور مشتری اپنا ثمن زید سے واپس لے گا اور اسی طرح اگر زید پر ایک گواہ نے گواہی دی تھی پھر مشتری آ گیا اور اس نے غلام اس کے حوالہ کر دیا پھر مدعی نے دوسرا گواہ مشتری پر قائم کیا تو گواہوں کی گواہی پر غلام اس کو دلایا جائے گا اور پہلے گواہ کے دوبارہ سنانے کی ضرورت نہ ہوگی اسی طرح اگر زید نے وہ غلام مشتری کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے سپرد نہ کیا تھا کہ مدعی آ گیا اور زید نے گواہ پیش کئے کہ میں نے یہ غلام خالد کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے اور سپرد نہیں کیا ہے تو زید کے گواہ ہونے کی سماعت نہ ہوگی جیسا کہ پہلی صورت میں جب اس نے فروخت کرنے اور سپرد کرنے اور ودیعت رکھنے میں گواہ پیش کئے تھے سماعت نہیں ہوئی تھی امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص کے پاس غلام ہے اس پر دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اسی مدعا علیہ سے اس کو خریدا ہے اور ہزار درہم ثمن اس کو دے دیئے ہیں اور اس پر گواہ قائم کر دیئے اور قابض نے کہا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے کہ اس نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو خصومت سے اس کا چھٹکارا نہ ہوگا اور مدعی کو غلام دینے کا حکم دیا جائے گا اور اگر ہنوز قاضی نے مدعی کی ڈگری نہ کی تھی کہ وہ شخص جس کے غلام ہونے کا مدعی علیہ نے اقرار کیا ہے حاضر ہوا اور اس نے مدعا علیہ کے قول کی تصدیق کی تو قاضی مدعا علیہ سے کہے گا کہ غلام اس شخص کے سپرد کرے پھر مدعا کی ڈگری[2] اس شخص پر کر دیگا اور دوبارہ گواہ سنانے کی تکلیف مدعی کو نہ دیگا۔

---

[1] حادث یعنی ایسی کوئی بات پیدا ہو گئی کہ مثلاً مدعا علیہ خصم نہ رہا وغیرہ ذالک چنانچہ مسائل میں غور کرو۔ [2] ڈگری کیونکہ وہ قابض ہے اور اگر وہ گواہ لائے تو بھی مدعی غیر قابض کے گواہ مقدم ہوتے ہیں لہٰذا بہر حال اسی کے واسطے حکم قضا متعین ہے۔

اگر مدعی نے کہا کہ میں اس شخص پر دوبارہ گواہ قائم کر کے سناتا ہوں تو اس کو اختیار ہے اور اس وقت جس پر ڈگری ہوئی ہے وہ یہی شخص ہوگا نہ قابض اور اگر مدعی نے دوبارہ گواہ نہ قائم کیے تو جس پر ڈگری ہوئی ہے وہ قابض ہوگا نہ یہ شخص۔ اگر قاضی نے ہنوز مدعی کی ڈگری اس شخص پر نہ کی تھی کہ اس شخص نے گواہ سنائے کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کو قابض کے پاس ودیعت میں رکھا تھا یا ودیعت کے گواہ نہ دیئے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور مدعی خرید کے گواہ باطل ہو جائیں گے پھر اگر مدعی نے غلام کے مالک پر گواہ قائم کئے کہ یہ غلام قابض کا تھا اور مدعی نے اس سے ہزار درہم کو خریدا تھا اور ثمن ادا کر دیا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اس نے اپنے گواہ اس وقت کے بعد قائم کئے کہ جب قاضی نے غلام کے مالک کے گواہوں پر غلام اس کی ملک ہونے کا حکم دے دیا ہے پس اس صورت میں مدعی کے گواہوں کی سماعت نہ ہوگی اور یا اس سے پہلے قائم کئے پس اس صورت میں جب اس شخص پر جو ملکیت کا دعویٰ کرتا ہے اس مدعی نے گواہ قائم کئے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اس مقام پر تین مسئلہ میں پہلا یہی مسئلہ ہے جو ہم نے بیان کیا کہ خریداری کے مدعی نے دو گواہ قائم کئے اور ہنوز اس کے لئے حکم نہ ہوا تھا کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام دوسرے شخص کا ہے اور اس شخص نے اس کی تصدیق کی اور دوسرا یہ مسئلہ ہے کہ مدعی خرید نے ایک گواہ قائم کیا کہ میں نے قابض سے خریدا ہے اور قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام دوسرے شخص کا ہے اور دوسرے شخص نے حاضر ہو کر اس کی تصدیق کی تو قابض پر حکم ہوگا کہ غلام اس شخص کو دے دے پھر اگر خرید کے مدعی نے دوسرا گواہ خرید پر سنایا تو قاضی اس کی ڈگری کر دے گا اور اس کو یہ تکلیف نہ دے گا کہ اس شخص پر اپنا پہلا گواہ دوبارہ قائم کرے اور اس صورت میں جس پر ڈگری ہوئی ہے وہ وہی قابض ہے نہ یہ شخص جو حاضر ہوا ہے اور میرا مسئلہ یہ ہے کہ خرید کے دعویٰ کرنے والے نے ہنوز کوئی گواہ قابض پر نہیں قائم کیا تھا کہ اس نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے اس نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے اور اس شخص نے حاضر ہو کر اس کی تصدیق کی اور قابض نے غلام اس کے سپرد کر دیا پھر خرید کے مدعی نے اس شخص پر اپنے گواہ قائم کئے اور قاضی نے اس پر ڈگری کر دی تو اس صورت میں جس پر ڈگری ہوئی ہے وہ یہی شخص ہوگا نہ پہلا قابض۔

جامع میں مذکور ہے کہ ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا اور اس کے قبضہ میں ایک گھر تھا کہ اس پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے اور قاضی نے اس سے گواہ طلب کئے پھر دونوں قاضی کے پاس سے اٹھ گئے اور مدعا علیہ نے وہ گھر خلاد کے ہاتھ فروخت کر دیا تو یہ بیع صحیح ہے حتیٰ کہ اگر پھر دونوں قاضی کے پاس آئے اور مدعی نے اپنے دعویٰ کے گواہ سنائے اور وہ قاضی کو مدعا علیہ کے فروخت کر دینے کا حال معلوم ہے یا مدعی نے اقرار کیا تو ان دونوں میں خصومت واقع نہ ہوگی اگرچہ وہ گھر مدعا علیہ کے قبضہ میں موجود ہو اور اسی طرح اگر مدعی نے ایک گواہ قائم کیا تھا پھر دونوں قاضی کے پاس سے چلے گئے پھر مدعا علیہ نے وہ گھر کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع صحیح ہے حتیٰ کہ اگر دونوں پھر قاضی کے پاس آئے اور مدعی نے دوسرا گواہ سنایا تو اس کی حالت نہ ہوگی بشرطیکہ قاضی کو فروخت کر دینے کا علم ہو یا مدعی اس کا اقرار کرے اور اگر مدعی نے دونوں گواہ قائم کئے اور دونوں کی تعدیل ہوگئی اور ہنوز قاضی نے ان کی گواہی پر حکم نہ کیا تھا کہ دونوں اٹھ کر چلے گئے اور مدعا علیہ نے وہ گھر کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ اگر دونوں قاضی کے سامنے آئے تو قاضی اسی گواہی پر حکم دے گا اگرچہ فروخت کر دینے کا حال قاضی کو معلوم ہو یا مدعی نے اس کا اقرار کیا ہو اس واسطے کہ ایک گواہ قائم کرنے اور دو گواہ قائم کرنے میں یہی فرق ہے اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے ایک گواہ کا بھی حکم مثل دو گواہوں کے رکھا ہے اور پہلی صورت میں بھی مدعا علیہ کے بیع کرنے کو باطل[1] کہا ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک شخص کے پاس

---

[1] قولہ باطل کہا ہے یعنی خواہ ایک گواہ قائم ہو کر بیع کی ہو یا دونوں گواہ قائم ہونے کے بعد بہرحال دونوں صورتوں میں مدعا علیہ کی بیع اور گواہی کو باطل کہا ہے

ایک غلام تھا کہ اس کا دو شخصوں نے دعویٰ کیا اور ہر ایک نے اس کے گواہ پیش کئے کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کے پاس ودیعت رکھا ہے اور قابض نے اس سے انکار کیا نہ اقرار کیا بلکہ ساکت رہا پھر قاضی نے گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے کی وجہ سے ہنوز کچھ حکم نہ دیا تھا کہ قابض نے دونوں میں سے ایک شخص کے لئے اقرار کیا کہ یہ اس خاص شخص کا غلام ہے تو قاضی اس شخص کو دلوا دے گا پھر جب گواہوں کی عدالت ثابت ہو جائے تو دونوں میں آدھا آدھا تقسیم کر دے گا اور چاہئے تھا کہ تمام غلام اس شخص کو دلا دیا جائے جس کے لئے قابض نے اقرار نہیں کیا تھا کیونکہ وہ اس کی ملک ہو گیا تھا اور گواہی اسی پر پیش ہوئی ہے اور اس پر قیاس کیا جائے کہ اگر گواہ قائم ہونے سے پہلے قابض نے کسی کے واسطے اقرار کیا ہو پھر ہر ایک نے گواہ قائم کئے تو تمام غلام اس کو ملے گا جس کے واسطے قابض نے اقرار نہیں کیا ہے پس ایسا ہی یہاں بھی ہونا چاہئے اور جواب یہ ہے کہ گواہی قائم ہونے سے پہلے اور بعد میں فرق ہے پس جب اقرار گواہ قائم ہونے کے بعد ہو تو گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے پر استحقاق قبل اقرار کے ظاہر ہوگا تو ثابت ہوگا کہ اقرار باطل تھا کیونکہ غیر مالک سے صادر ہوا اور اس کے بطلان سے تصدیق باطل ہوئی پس اس کا وجود و عدم برابر ہے اس واسطے دونوں میں مساوات رکھی جائے گی۔

مسئلہ مذکورہ میں غلام غیر قابض کو دلایا جائے گا ☆

اگر ہر ایک نے دونوں مدعیوں میں سے ایک ایک گواہ پیش کیا پھر قابض نے ایک کے واسطے غلام کا اقرار کیا تو غلام اس کے سپرد کر دیا جائے گا اور ہر ایک کا گواہ بیکار نہ ہوگا[1] پھر اگر اس شخص نے جس کے واسطے اقرار نہیں ہوا ہے دوسرا گواہ پیش کیا تو غلام اس کا ہوگا اور اگر ہنوز غلام اس کی ملکیت ہونے کا حکم نہ ہوا ہو کہ دوسرے مدعی نے جس کے واسطے غلام کا اقرار ہوا ہے دوسرا گواہ پیش کیا تو غلام دونوں میں تقسیم ہوگا لیکن اگر اس شخص نے جس کے واسطے غلام کا اقرار نہیں ہوا ہے غلام دونوں میں تقسیم ہونے کا حکم ہونے سے پہلے یوں کہا کہ میں اپنا پہلا گواہ دوبارہ پیش کرتا ہوں اور دونوں کو ایک ساتھ پیش کرتا ہوں تو تمام غلام اس کو دلا دیا جائے گا اور اگر اس شخص نے جس کے واسطے غلام کا اقرار نہیں ہوا ہے یوں کہا کہ میرا دوسرا گواہ مر گیا یا غائب ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ لا دوسرا گواہ پیش کر یہ تمام غلام تجھے دلا یا جائے گا پس اگر اس نے دوسرا گواہ پیش کیا تو پہلے کے ساتھ ملا کر تمام غلام اسے دلا یا جائے گا لیکن اگر اس نے جس کے واسطے غلام کا اقرار کیا گیا ہے دوسرا گواہ پیش کیا یا دو مستقل گواہ لایا تو غلام دونوں میں تقسیم ہوگا ایک غلام زید کے قبضہ میں تھا اس پر بکر اور خالد دو شخصوں نے گواہ پیش کئے کہ ہر ایک مدعی تھا کہ میرا غلام ہے میں نے اس کو زید کے پاس ودیعت رکھا ہے اور زید انکار کرتا تھا یا چپ تھا اور ہر ایک کے واسطے آدھے غلام کا حکم دیا گیا پھر اگر بکر یا خالد نے وہی گواہ یا دوسرے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میرا ہے تو اس گواہی پر قاضی حکم نہ دے گا اور کچھ فائدہ نہ ہوگا اگر ایک کے گواہوں کی تعدیل ہوئی اور دوسرے کی نہ ہوئی یا دوسرے نے کوئی گواہ ہی قائم نہ کیا یا ایک ہی گواہ قائم کیا اور غلام اس شخص کو دلوایا گیا جس کے گواہوں کی تعدیل ہوئی ہے پھر دوسرا بھی دو گواہ عادل لایا تو اس کے لئے حکم کیا جائے گا کہ غلام لے لے اور اگر خالد نے مثلاً گواہ قائم کئے اور ہنوز اس کے گواہوں کی تعدیل نہ ہوئی تھی یہاں تک کہ زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام بکر کا ہے اس نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے پھر قاضی نے وہ غلام بکر کو دلوایا پھر خالد کے گواہوں کی تعدیل ہوئی اور خالد نے وہ غلام بکر سے لے لیا پھر بکر نے گواہ عادل پیش کئے کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کو زید کے پاس ودیعت رکھا تھا تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور غلام اس کو دلا یا جائے گا پھر اگر خالد نے کہا کہ میرے گواہ دوبارہ سنے جائیں اور میں بکر پر قائم کرتا ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس نے بکر کے واسطے حکم دے دینے کے بعد پیش کرنا چاہے تو سماعت نہ ہوگی اور اگر

---

[1] بیکار نہ ہوگا بلکہ دوسرا گواہ پیش کر کے فائدہ لے سکتا ہے یعنی غلام غیر قابض کو دلایا جائے گا۔

بکر کے گواہوں کے اوپر حکم دینے سے پہلے پیش کرنا چاہے تو اس کے گواہوں کی سماعت ہوگی کذا فی المحیط۔

باب : (۲۹)

اُن شخصوں کے بیان میں جن کا حاضر ہونا خصومت اور گواہوں کی سماعت میں شرط ہے اور حکم قاضی اور اِسکے متعلقات کے بیان میں

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی غلام اپنے مشتری کے پاس سے ملک مطلق کا استحقاق ثابت کر کے قاضی کے حکم سے لے لیا گیا یعنی مستحق نے اپنا استحقاق ثابت کیا اور کہا کہ میری ملکیت ہے اور عادل گواہوں پر قاضی نے اس کو دلوایا اور مشتری کے ہاتھ سے نکل گیا اور مشتری نے اپنے بائع سے ثمن واپس کرنا چاہا اور بائع نے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میری ملکیت میں میری باندی سے پیدا ہوا ہے اور مستحق کو قاضی نے ناحق دلوا دیا ہے اور تو مجھ سے ثمن واپس نہیں لے سکتا ہے تو بائع کے گواہ مقبول ہوں گے بشرطیکہ اس نے مستحق کے سامنے پیش کئے ہوں کذا فی الملتقط اور اسی طرح اگر بائع نے گواہ پیش کئے ہوں کہ یہ غلام میرے بائع کی ملکیت میں اس کی باندی سے پیدا ہوا ہے تو بھی گواہ مقبول ہوں گے بشرطیکہ مستحق کے سامنے ہو اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ ان صورتوں میں بائع کے گواہ کیوں کر مقبول ہو گئے کیونکہ یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ جب قابض پر کسی کے لئے ملک مطلق کا حکم جاری ہو تو یہ حکم اس پر واقع ہوتا ہے جس کی طرف سے قابض نے ملکیت حاضر کی ہے اور یہاں مشتری نے بائع کی طرف سے حاصل کی تھی تو حکم بائع پر بھی جاری ہوا پس اس کی گواہی کیوں کر مقبول ہوئی اور خلاصہ جواب یہ ہے کہ بائع نے ملک مطلق کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اپنی ملک میں پیدا ہونے کا مدعی ہے اور اس پر حکم ملک مطلق کا ہوا ہے نہ ملک میں پیدا ہونے کا پس دوسری[1] جہت سے اس کی دلیل مقبول ہوگی اور اس کی طرف سیر کبیر میں اشارہ ہے پھر امام محمدؒ نے اس گواہی کے قبول ہونے میں مستحق کا حاضر ہونا شرط کیا ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ شرط نہیں ہے اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی سے منقول ہے اور بعضوں نے کہا کہ شرط ہے جیسا امام محمدؒ نے اشارہ کیا ہے اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ امام محمدؒ کے قیاس اور ابو یوسفؒ کے دوسرے قول پر شرط ہے اور امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے پہلے قول پر شرط نہیں ہے اور یہ قول اظہر ہے اور جو چیز اجرت پر دی گئی اس میں اجرت پر لینے والے اور دینے والے کا حاضر ہونا شرط ہے کیونکہ اجرت پر دینے والے کی ملکیت ہے اور لینے والا قابض ہے اور اسی طرح دعویٰ رہن میں راہن اور مرتہن کا موجود ہونا چاہئے کیونکہ راہن مالک ہے اور مرتہن قابض ہے اگر شفیع نے شفعہ سے لینا چاہا اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہیں کیا ہے تو بائع اور مشتری کا حاضر ہونا حکم شفعہ کے واسطے ضروری ہے۔

اگر مستعار چیز کو کسی نے استحقاق ثابت کر کے لینا چاہا تو عاریت پر دینے والے اور لینے والے کا حاضر ہونا چاہئے اور زمین کے دعویٰ میں کاشتکاروں کا حاضر ہونا شرط ہے لیکن مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا شرط ہے اور بعضوں نے کہا کہ شرط نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر دانہ بیج کاان کا ہو تو شرط ہے اور اگر مالک زمین کا ہو تو شرط نہیں ہے اگر ایک شخص نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا اور اس کا شوہر دوسرا شخص ظاہر میں موجود ہے تو دعویٰ اور گواہی کے سننے میں اس کا حاضر ہونا شرط ہے اگر ایک شخص مر گیا اور ایسی چیزیں چھوڑیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہے یعنی مال منقولہ ہیں اور اس پر اس قدر قرض ہے کہ تمام ترکہ اس میں گھرا ہوا ہے اور اس کا کوئی وارث یا وصی نہیں ہے تو قاضی اس کا ایک وصی مقرر کرے گا کہ اس کا ترکہ فروخت کرے اور

---

[1] یعنی ملک میں پیدا ہونے کی جہت سے ہاں جس جہت سے کہ اس پر حکم ہونا لازم آیا ہے اسی جہت سے البتہ مقبول نہ ہوگی۔

وصی مقرر کرنے کے واسطے ترکہ کا سامنے ہونا ضروری نہیں ہے اور ترکہ ثابت کرنے کے واسطے بعضوں نے کہا کہ ترکہ سامنے ہوا اور بعضوں نے یہ شرط نہیں لگائی اگر قیدی کے مفلس ہونے کے گواہ قائم ہوئے تو قرض خواہ کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے لیکن اگر قرض خواہ یا اس کا وکیل حاضر ہو تو قاضی اس کے سامنے رہا کرے گا اور اگر حاضر نہ ہو تو کفیل لے کر رہا کرے گا اور اگر ایسا نابالغ ہو کہ جس کو تصرفات سے منع کیا گیا ہے اس پر کسی نے دعویٰ کیا اور اس کا وصی موجود ہے تو ایسے نابالغ کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے ایسا ہی شیخ الاسلام نے شرح کتاب القسمۃ میں بلا تفصیل لکھا ہے اور دعویٰ کے دین ہونے یا عین ہونے میں یا یہ دین وصی کے کرنے سے پیدا ہوا ہے یا نہیں ان میں کوئی تفصیل نہیں بیان فرمائی اور اجناس ناطفی میں ہے کہ اگر یہ قرضہ اسی وصی کے فعل سے پیدا ہوا ہے تو نابالغ کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور خصافؒ نے ادب القاضی میں لکھا ہے کہ اگر نابالغ مجور پر دعویٰ ہوا پس اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو نابالغ کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور اگر مدعی کے پاس گواہ ہوں اور وہ جس چیز کا دعویٰ کرتا ہے اس کے تلف کر دینے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ نابالغ کو حاضر کرا سکتا ہے لیکن اس کے ساتھ اس کا باپ آئے گا تا کہ اگر نابالغ کے ذمہ کچھ لازم آئے تو اس کے حکم سے باپ ادا کرے اور کتاب الاقضیہ میں ہے کہ دعویٰ میں نابالغ کا حاضر کرانا شرط ہے اور بعضے مشائخ نے یہ شرط لگائی ہے خواہ نابالغ مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو اور بعضے مشائخ نے اس سے انکار کیا ہے اگر نابالغ کا کوئی وصی نہ ہوا اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اس کی طرف سے وصی مقرر کرے تو قاضی منظور کرے گا اور وصی مقرر کرنے کے وقت اشارہ کے واسطے نابالغ کا حاضر ہونا شرط ہے اور ہمارے زمانہ کے بعضے مشائخ نے انکار کیا اور کہا کہ اگر نابالغ جھولے میں ہو تو بھی حاضر کرنا شرط ہے کہ مجلس حکم میں حاضر ہوئے اور پہلا قول اقرب الی الصواب واشبہ بالفقہ ہے کذا فی المحیط۔

اگر گواہوں نے غلام کے اقرار کرنے کی گواہی دی پس اگر ایسے حدود کے اقرار کی گواہی دی جو خالص اللہ تعالیٰ کی ہیں جیسے زنا اور شراب خواری تو بالاجماع یہ گواہی مقبول نہ ہو گی ☆

اگر دعویٰ کسی مریض پر یا پردہ نشین عورت پر واقع ہو تو دونوں کا حاضر کرنا شرط نہیں ہے کذا فی الذخیرہ ماذون کبیر میں ہے کہ اگر غلام تاجر پر تجارت کا قرضہ ہو گیا اور قرض خواہوں نے درخواست کی کہ یہ فروخت کیا جائے تو قاضی بدوں اس کے مالک کی موجودگی کے فروخت نہ کرے گا اور بعض ماذون کبیر میں لکھا ہے کہ اگر دو گواہوں نے غلام تاجر پر گواہی دی کہ اس نے کچھ غصب کر لیا ہے یا ودیعت کو تلف کیا ہے اور غلام نے انکار کیا یا گواہوں نے کہا کہ اس نے غصب یا ودیعت کا اس طرح اقرار کیا ہے یا خرید یا فروخت یا اجارہ کی گواہی دی اور غلام نے انکار کیا اور اس کا مالک حاضر نہیں ہے تو گواہوں کی گواہی مقبول ہو گی اور مالک کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور اگر بجائے غلام تاجر کے وہ غلام ہو جس کو تصرف کرنے سے اس کے مالک نے منع کر دیا ہے اور دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے مال تلف کر دیا ہے یا کچھ غصب کر لیا ہے اور غلام نے انکار کیا تو یہ گواہی بدوں مالک کی موجودگی کے مقبول نہ ہو گی اور امام محمدؒ نے جو اس مسئلہ میں فرمایا ہے کہ یہ گواہی مقبول نہ ہو گی اس کے یہ معنی ہیں کہ مولیٰ سے غلام کے فروخت کرنے کو نہ کہا جائے گا لیکن غلام کے حق میں مقبول ہو گی حتیٰ کہ وہ بعد آزادی کے پکڑا جائے گا اگر مالک غلام کے ساتھ موجود ہو پس اگر مدعی نے مال تلف کر دینے یا غصب کا دعویٰ کیا تو قاضی یہ حکم مالک پر دے گا اور اگر ودیعت تلف کر دینے یا کوئی اسباب رضاعت تلف کر دینے کا دعویٰ ایسے غلام پر کیا جس کو مالک نے تصرف سے منع کیا ہے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قاضی اس گواہی کی ساعت نہ کرے گا یعنی مالک پر ساعت نہ کرے گا اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ مالک پر ساعت کرے گا اور جو نابالغ ایسا ہو کہ اس کے باپ نے یا وصی نے تجارت کی

اجازت دی ہے وہ بمنزلہ اس غلام کے ہے جس کو اس کے مالک نے تجارت کی اجازت دی ہے اور اگر ایسے غلام پر جس کو تجارت کی اجازت ہے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے عمداً قتل کیا ہے یا کسی عورت کو زنا کی تہمت لگائی ہے یا زنا کیا ہے یا شراب پی ہے اور غلام اس سے انکار کرتا ہے پس اگر اس کا مالک موجود ہے تو غلام پر بلا اختلاف اس گواہی پر حکم دیا جائے گا اور اگر غلام موجود ہے اور مالک حاضر نہیں ہے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قاضی اس پر کچھ حکم نہ دے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد اور قصاص کا حکم دے گا جیسا تجارت کی اجازت سے پہلے اگر گواہی قائم ہو تو حکم دیا جاتا ہے اگر گواہوں نے غلام کے اقرار کرنے کی گواہی دی پس اگر ایسے حدود کے اقرار کی گواہی دی جو خالص اللہ تعالیٰ کی ہیں جیسے زنا اور شراب خواری تو بالا جماع یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر تہمت لگانے یا عمداً قتل کرنے کے اقرار پر گواہی دی تو مالک کی موجودگی میں مقبول ہوگی اور قصاص اور حد کا حکم دے دیا جائے گا اور اگر مالک موجود نہ ہو تو مسئلہ میں ویسا ہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا اگرچہ غلام کے اقرار کرنے کی گواہی گزری ہے۔

اگر کوئی لڑکا ہو کہ جس کو اجازت دے دی گئی ہے یا کم عقل ہو کہ جس کو تصرف کی اجازت ہے اور اس پر گواہوں نے عمداً قتل کرنے یا زنا کی تہمت لگانے یا شراب پینے یا زنا کرنے کی گواہی دی تو سوائے قتل کے باقی میں گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ اجازت دینے والا سامنے موجود ہو یا حاضر نہ ہو اور اگر خطا سے قتل کرنے کی گواہی دی پس اگر اجازت دینے والا حاضر ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور مددگار برادری پر دیت دینے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اجازت دینے والا غائب ہو تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ اگر اس کے گواہ قائم ہوں کہ لڑکے یا کم عقل نے عمداً یا خطا سے کسی کو قتل کیا ہے پس اگر اجازت دینے والا حاضر ہو تو گواہی قبول کی جائے گی اور مددگار برادری پر دیت کا حکم کیا جائے گا اور اگر غائب ہو تو قبول نہ ہوگی اور اگر گواہوں نے لڑکے یا کم عقل کے اقرار پر گواہی دی کہ ان چیزوں میں سے کسی جرم کا اقرار کیا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ اجازت دینے والا حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر کسی غلام پر جس کو اجازت ہے گواہی دی کہ اس نے دس درہم یا زیادہ چرائے ہیں اور وہ انکار کرتا ہے پس اگر اس کا مالک حاضر ہو تو گواہی مقبول اور بالا جماع اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور چوری کا مال اگر اس نے تلف کر دیا ہے تو اس کی ضمان مالک کو دینی ہوگی اور اگر موجود ہو تو واپس کیا جائے اگر مالک غائب ہو تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور مال مسروقہ کی ضمانت دے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر گواہوں نے دس درہم سے کم چوری کرنے کی گواہی دی تو قاضی مال دلانے کا حکم دیا گا اور رہا کاٹنے کا حکم نہ دے گا خواہ مالک حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر ماذون کے دس درہم چوری کرنے کے اقرار پر گواہی دی اور مولیٰ غائب ہے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک غلام پر مال کا حکم دے گا اور ہاتھ کاٹے جانے کا حکم نہ دے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قطع کا حکم دے دے گا اگرچہ مالک غائب ہو اور اگر کسی ایسے غلام پر دس درہم یا زیادہ کی چوری کی گواہی دی جس کو مولیٰ نے تصرفات سے منع کیا تھا پس اگر اس کا مالک غائب ہو تو قاضی کچھ حکم نہ دے گا نہ مال دینے کا نہ ہاتھ کاٹنے کا اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ غلام مجور نے اقرار کیا ہے کہ اس نے چوری کی پس اگر مالک اس کا حاضر نہیں ہے تو قاضی اس گواہی کو بالکل قبول نہ کرے گا اور اگر حاضر ہو تو گواہی کی سماعت مالک پر نہ ہوگی یعنی غلام کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور چوری کے مال کے عوض مالک سے اس کے فروخت کر دینے کا مواخذہ نہ کیا جائے گا لیکن غلام سے آزاد ہونے کے بعد مواخذہ کیا جائے گا کذا فی المحیط۔

باب : ⑳

قاضی کے وصی اور قیم مقرر کرنے اور قاضی کے پاس وصیت ثابت کرنے کے بیان میں

اگر ایک شخص مرگیا اور اسی شہر میں مال چھوڑا جہاں مرا ہے اور اس کے وارث دوسرے شہر میں ہیں پھر میت پر شہر کے لوگوں نے حقوق[1] واموال کا دعویٰ کیا تو قاضی کو اس کی طرف سے وصی مقرر کرنے کے باب میں خصافؒ نے ذکر کیا ہے کہ اگر اس شہر اور اس شہر میں انقطاع ہو یعنی اکثر قافلہ یہاں سے وہاں نہ جاتا ہو اور نہ وہاں سے یہاں آتا ہو تو قاضی میت کی طرف سے وصی مقرر کرے گا کذا فی الذخیرہ اور اگر اس طرح کا انقطاع نہ ہو تو نہ مقرر کرے گا کذا فی الوجیز۔ خصافؒ نے ذکر کیا ہے کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اس نے چھوٹی اور بڑی اولاد چھوڑی اور لوگوں نے اس پر قرضہ کا دعویٰ کیا تو قاضی اس کے مال کے واسطے وصی مقرر کرے گا اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قاضی تین جگہ مال میت کے واسطے وصی مقرر کرے گا یعنی میت پر قرضہ ہو یا وارث چھوٹے ہوں یا میت نے کچھ وصیتیں کی ہوں تو وصیتوں کے نافذ کرنے کے واسطے وصی مقرر کرے پس انہیں جگہوں میں قاضی وصی مقرر کرے اور ان کے ماسوا مقرر نہ کرے اور ظاہر یہ قول اس کے مخالف ہے جو خصافؒ نے ادب القاضی میں لکھا ہے لیکن مخالف نہیں ہے اس لئے کہ شمس الائمہ کی مراد یہ ہے کہ ادائے قرض کے واسطے وصی مقرر کرے اور خصافؒ کی مراد یہ ہے کہ اثبات قرض کے واسطے وصی مقرر کرے اور اگر ایک شخص مرگیا اور اس نے عروض وعقار چھوڑا اور اس پر چند قرضے ہیں اور اس کے وارث بالغ ہیں اور وارثوں نے ترکہ فروخت کرنے اور قرض ادا کرنے سے انکار کیا اور قرض خواہ سے کہا کہ ہم نے ترکہ تجھے سونپا اب تو جان اور تیرا کام پس آیا قاضی اس کی طرف سے وصی مقرر کرے گا یا نہیں بعضوں نے کہا کہ مقرر کرے گا اور بعضوں نے کہا کہ نہیں اور وارثوں کو حکم دے گا کہ ترکہ فروخت کریں پس اگر انہوں نے انکار کیا تو قید کرے گا تاکہ فروخت کریں اور اگر قید کرنے سے بھی فروخت نہ کیا تو خود فروخت کرے گا یا وصی مقرر کرے گا کہ قرضہ بقدر ممکن ادا ہو جائے اور اگر قاضی نے یتیموں کے ترکہ میں وصی مقرر کیا اور یتیم اس کی ولایت میں ہیں اور ترکہ اس کی ولایت میں نہیں ہے یا ترکہ اس کی ولایت میں ہے اور یتیم اس کی ولایت میں نہیں ہیں یا بعض ترکہ اس کی ولایت میں ہے اور بعض نہیں ہے تو شمس الائمہؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ وصی مقرر کرنا ہر صورت میں درست ہے اور تمام ترکہ میں خواہ کہیں ہوئے وہ شخص وصی شمار ہوگا اور امام رکن الاسلام علی سغدی نے فرمایا کہ جو ترکہ اس کی ولایت میں ہے اس کا وصی ہوگا اور جو نہیں ہے اس کا نہ ہوگا کذا فی المحیط۔

قاضی نے اگر وقف کے واسطے متولی مقرر کیا اور مال وقف اور نہ وہ شخص جس پر وقف کیا ہے دونوں اس کی ولایت میں نہیں ہیں تو شمس الائمہ نے فرمایا کہ اگر مطالبہ اس قاضی کی کچہری میں واقع ہوا تو صحیح ہے اور رکن الاسلامؒ نے فرمایا کہ صحیح نہیں ہے جن لوگوں پر وقف کیا گیا ہے اگر وہ لوگ قاضی کے ولایت میں ہوں پس اگر وہ لوگ طالب علم ہیں یا گاؤں والے ہیں کچھ معدود لوگ ہیں یا خان یا رباط یا مسجد ہے اور زمین وقف اس کی ولایت میں نہیں ہے اور اس نے متولی مقرر کیا تو شمس الائمہؒ نے فرمایا کہ نالش اور مرافعہ معتبر ہے پس مقرر کرنا صحیح ہے اور امام رکن الاسلام نے فرمایا کہ جس پر حکم دیا جائے اگر وہ حاضر ہو تو صحیح ہے اور اگر حاضر نہ ہو صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص کسی قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ میرا باپ فلاں مرگیا اور اس نے عروض وعقار چھوڑا ہے اور اس پر قرض ہے

---

[1] حقوق مثلاً اس نے زنا کی تہمت لگائی ہے اور اموال مانند قرضہ وغیرہ۔

اور کسی کو وصی نہیں گیا اور میں اس کو فروخت نہیں کر سکتا تا کہ قرضہ ادا کروں کیونکہ مجھے اس طرف کے لوگ نہیں پہچانتے ہیں تو قاضی کو روا ہے کہ اس سے کہے کہ اگر تو سچا ہے تو مال فروخت کر کے ادا کر دے پس اگر وہ سچا ہے تو کام ٹھیک رہے گا اور اگر جھوٹا ہے تو قاضی کا حکم کارآمد نہیں ہے اگر ایک شخص مر گیا اور اس نے کسی کو وصی مقرر کر دیا تھا اور وصی نے اس کی زندگی میں یا مرنے کے بعد وصی ہونا قبول کیا اور قاضی کے پاس اپنی وصایت ثابت کرنے کو آیا تو قاضی دیکھے گا کہ اگر وہ شخص لائق وصی ہونے کے ہے تو اس کے دعویٰ کی سماعت کرے گا بشرطیکہ اپنے ساتھ ایسے شخص کو لائے جو خصم ہو سکتا ہے حتیٰ کہ اگر مدعی غلام یا طفل ہے تو دعویٰ کی سماعت نہ کرے گا اور غلام اور نابالغ کا تصرف نافذ ہونے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ نافذ نہ ہوگا پس اگر غلام آزاد کیا گیا تو بعد اس کے قاضی اس کے دعویٰ کی سماعت کرے گا اور اس کی وصایت کا حکم دے گا اور اگر لڑکا بالغ ہو گیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سماعت کرے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک سماعت نہ کرے گا اور ایسے معاملہ میں خصم یا وارث ہوتا ہے یا موصیٰ لہ یا وہ شخص جس پر میت کا قرض ہے یا جس کا میت پر قرض ہے یہ سب کتاب الاقضیہ میں ہے منتقی میں بروایت ابراہیم مذکور ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس پر قرض ہے اور اس نے تہائی مال یا کسی قدر گنتی کے درہم کی کسی کے واسطے وصیت کی اور موصیٰ لہ نے یہ مال یعنی تہائی یا گنتی کے درہم لے لئے پھر قرض خواہ آیا اور وارث خواہ حاضر تھے یا غائب تھے مگر اس نے موصیٰ لہ کو لے جا کر قاضی کے سامنے دعویٰ کیا تو موصیٰ لہ اس کا مدعا علیہ نہیں قرار پا سکتا ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ اگر وصیت ایک تہائی میں واقع ہو تو موصیٰ لہ بمنزلہ وارث کے نہ قرار پائے گا اور اگر تہائی سے زائد میں وصیت ہو اور وہ صحیح ہو جائے اس طرح کہ وصیت کرنے والے کا کوئی وارث ہی نہ ہو تو ایسی صورت میں موصیٰ لہ بمنزلہ وارث کے قرار پا کر قرض خواہ کا خصم مدعا علیہ ہو سکتا ہے کیونکہ تہائی سے زائد وارث کا حق ہوتا ہے اور وارث پر غریم یعنی قرض خواہ دعویٰ کر سکتا ہے تو ایسے موصیٰ لہ پر بھی دعویٰ کر سکے گا اور کتاب الاقضیہ والے نے بدوں تفصیل کے موصیٰ لہ کو مدعا علیہ قرار دیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جو موصیٰ لہ تہائی سے زائد مال کا ہو۔

وصی اگر فاسق اور خائن معلوم ہوا تو وصایت کا حکم نہ دے گا ☆

پھر جب کسی خصم صالح کے سامنے وصی نے گواہ قائم کئے تو قاضی غور کرے گا کہ اگر وصی مرد عادل اور نیک سیرت اور تجارت میں ہوشیار ہے تو قاضی اس کو وصی بنائے گا اور اگر فاسق اور خائن معلوم ہوا تو وصایت کا حکم نہ دے گا اور اگر بودی فکر کا آدمی اور کم ہوشیار ہے تو اس کو وصی بنائے گا مگر اس کے ساتھ ایک امین ہوشیار تجارت کے کام میں ملا دے گا تا کہ کار تجارت میں مددگار ہوں اور یتیم کا مال تلف نہ کریں اور اگر فسق ظاہر ہوا اور نہ معلوم ہوا لیکن قاضی کے نزدیک متہم ہے تو اپنا مشرف اس کے ساتھ کرے گا یا دوسرا وصی ساتھ کرے گا تا کہ ایک کا منفرد تصرف نہ ہو سکے اور اس میں یتیم کی نگہبانی ہو سکتی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر گواہی پر وصیت ثابت ہو گئی اور وصیت نامہ میں میت نے چند لوگوں کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہے اور کچھ لوگوں کو وصیت کی ہے اور کچھ خیرات کی وصیتیں ہیں پھر بعضے قرض خواہ حاضر ہوئے اور ان کے حق کا فیصلہ کیا گیا پھر دوسرا آیا تو اسی گواہی پر حکم دینے میں اختلاف ہے خیرات کی وصیت میں ایسی گواہی پر بالاجماع اکتفا کیا جائے گا اور قرض اور وصیتوں میں امام اعظمؒ کے نزدیک اسی گواہی پر فیصلہ نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے کتاب الاقضیہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص قاضی کے پاس آیا اور دعویٰ کیا کہ میرا بھائی فلاں بن فلاں مر گیا اور وارثوں میں سے باپ فلاں بن فلاں کو اور ماں ہندہ بنت فلاں اور بیٹوں میں فلاں وفلاں کو اور بیٹیوں میں سے فلانی وفلانی کو اور فلانی اپنی بیوی کو چھوڑا ہے اور ان کے سوا اس کا وارث نہیں ہے اور اس نے اپنی صحت عقل اور جواز تصرف کی حالت میں مجھے تمام ترکہ کا وصی ٹھہرایا ہے اور میں نے اس کی وصیت قبول کی اور اس کا متولی ہوا ہوں اور میرے اس بھائی کا اس شخص پر جو میرے ساتھ آیا

ہے اس قدر قرضہ ہے اور میرا بھائی سب قرضہ یا اس میں سے کچھ وصول کرنے سے پہلے مر گیا اور اس شخص قرض دار پر واجب ہے کہ مجھے ادا کرے تاکہ میں میت کے حکم کے موافق اس کے وارثوں کے خرچ میں لاؤں گا تو قاضی اس کے دعویٰ کی سماعت کرے گا اور پہلے مدعا علیہ سے اس شخص کے مرنے کو دریافت کرے گا اگر اس نے اقرار کیا تو اب مطالبہ وصی کی طرف سے درست ہوا پھر قرضہ کو دریافت کرے گا اگر اس نے اقرار کیا تو پھر اس کے وصی ہونے کو دریافت کرے گا اگر اس نے اقرار کرلیا تو مال دے دینے کا حکم نہ دے گا جب تک کہ اس کا وصی ہونا گواہی سے ثابت نہ ہو خصافؒ نے ادب القاضی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص مر گیا اور اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ جو اس کا قرضہ اس شخص پر ہے اور جو مال عین اس کا اس کے پاس ہے دونوں وصول کروں اور مدعا علیہ نے ان سب کی تصدیق کی تو اس کو حکم نہ دیا جائے گا کہ دین اور عین اس کے سپرد کردے اور جامع کبیر میں ہے کہ پہلا قول امام محمدؒ کا یہ تھا کہ مدعا علیہ کو قرض ادا کردینے کا حکم دیا جائے گا نہ مال معین کا پھر انہوں نے رجوع کیا اور کہا کہ دونوں کا حکم نہ ہوگا پس کتاب الاقضیہ کا قول جامع کے دوسرے قول امام محمدؒ کے موافق ہے اگر قرض دار نے اس کی موت کا اقرار کیا لیکن مال اور وصیت سے انکار کیا تو مدعی کو پہلے حکم کیا جائے گا کہ وصیت پر گواہ لائے اور جب گواہی سے وصیت ثابت ہو جائے تو پھر مال پر گواہ طلب ہوں گے اور اسی طرح اگر مدعا علیہ نے سب کا انکار کیا تو پہلے مدعی سے موت اور وصی ہونے پر گواہ طلب ہوں گے اور جب گواہ پیش ہو گئے اور ثبوت ہو گیا تب مال کے گواہ طلب ہوں گے پس اگر اس نے پہلے مال کے گواہ پیش کئے پھر وصیت کے گواہ لایا تو مال کے گواہ نامقبول اور دوبارہ قائم کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر وصیت اور مال اور موت کے ایک ہی گواہ ہوں اور ان سب پر ایک بارگی اس نے یہی گواہ قائم کئے تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ مال کی گواہی نامقبول اور دوبارہ پیش کرنے کا حکم دیا جائے گا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ مقبول ہوں گے لیکن قاضی ترتیب وار حکم دے گا یعنی پہلے وصیت کا پھر مال کا یہ خصافؒ نے ذکر فرمایا ہے اور دوسرے مقام پر ذکر کیا ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک مال کے گواہ نامقبول اور امام محمدؒ کے نزدیک مقبول ہوں گے اور یہاں لکھا کہ امام ابو یوسفؒ کا قول مضطرب ہے۔

اگر صغیر کا باپ مسرف ہے کہ صغیر کا مال تلف کرتا ہے تو اس کی حفاظت کے واسطے وصی مقرر کرے گا ☆

اگر مدعا علیہ نے وصیت اور موت کا اقرار کیا اور مال سے انکار کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں اور اس نے مدعا علیہ کو قسم دلانے کی درخواست کی تو قاضی منظور کرے گا اور اگر مال اور موت کا اقرار کیا اور وصیت سے انکار کیا تو قاضی کو اختیار ہے کہ وصی مقرر کردے اور اگر اس نے نہ مقرر کیا تو مدعی کو قسم لینے کا حق نہیں پہنچتا ہے اور اگر وصیت اور مال کا اقرار کیا اور موت سے انکار کیا تو یہاں قسم لینے کی وہی صورت ہے جو وارث کی نسبت گزر چکی ہے یہ محیط میں لکھا ہے وصی یا قیم نے دعویٰ کیا کہ قاضی معزول نے ہمارا سالانہ یا ماہواری مقرر کیا تھا اور اس قدر ہر ماہ میں مقرر کیا تھا تو قاضی جدید نافذ نہ کرے گا اور اگر قاضی معزول نے تصدیق کی تو بھی نافذ نہ کرے گا اور اگر اس کے گواہ گزرے کہ جب قاضی معزول قاضی تھا تو اس نے ایسا کیا تھا تو یہ گواہی قبول ہوگی پھر قاضی غور کرے گا کہ یہ اجرت اگر کام کے برابر ہے یا کم ہے تو نافذ کرے گا اور اگر زیادہ ہے تو بقدر کام کے دے گا اور زیادتی باطل کرے گا اور اگر وصی یا قیم نے وصول کرلیا ہے تو زیادہ واپس کردینے کا حکم کرے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر صغیر کا باپ مسرف ہے کہ صغیر کا مال تلف کرتا ہے تو اس کی حفاظت کے واسطے وصی مقرر کرے گا اگر وارث نے اپنے مورث سے کوئی چیز خریدی اور اس کے مرنے کے بعد مبیع میں عیب پایا تو قاضی میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کرے گا کہ اس کو واپس کردے اور اسی طرح اگر باپ نے اپنے نابالغ سے کوئی چیز خریدی اور اس میں عیب پایا تو قاضی نابالغ کی طرف سے وصی مقرر کرے کہ باپ اس کو واپس کردے یہ بزازیہ میں لکھا ہے۔

اکتیسواں باب:

قضاء علی الغائب کے بیان میں اور ایسے حکم قضا کے بیان میں جو دوسرے[1] پر بھی متعدی ہوتا ہے اور گواہ پیش کرنے میں اور بعض اہل حق کے دوسروں کی طرف سے قیام کرنے کے بیان میں

واضح ہو کہ جو شخص کچہری میں نہ موجود ہو اور نہ اس کو دعویٰ مدعی کی اطلاع ہو اس پر حکم دینا قضاء علی الغائب ہے قال فی الکتاب گواہوں کی گواہی پر غائب شخص پر حکم دینا یا اس کے[2] لئے فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر اس کی طرف سے کوئی خصم حاضر ہو تو جائز ہے اور جو اس کی طرف سے حاضر ہو یا تو وہ قصداً ہے مثلاً غائب نے کسی کو وکیل کر کے بھیج دیا یا حکماً ہو اور حکماً اس طور سے ہونا چاہئے کہ ایک حاضر شخص پر دعویٰ ہوا اور جو دعویٰ غائب پر ہے وہ اس حاضر کے دعویٰ کا لامحالہ سبب ثبوت ہے یا شرط ہے اور یہ شیخ الاسلام بزدوی نے ذکر کیا ہے اور شمس الاسلام محمود اوزجندی اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور عامہ مشائخ کے نزدیک یہ طور کہ غائب پر جو دعویٰ کیا گیا ہے وہ حاضر کے دعویٰ کا لامحالہ سبب ثبوت ہو اور اسی کی طرف امام محمدؒ نے کتابوں میں جابجا اشارہ کیا ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور امام خواہرزادہؒ نے اس صورت کو کہ غائب اور حاضر پر ایک ہی چیز کا دعویٰ ہو اور اس صورت کو کہ دونوں پر دو چیزوں کا دعویٰ ہو یکساں رکھا ہے اور حاضر شخص کے غائب کی طرف سے خصم ہونے میں سبب ہونا دونوں میں شرط ہے اور امام ابوزیدؒ اور عامہ مشائخ نے ذکر کیا کہ سبب ہونا ایسی صورت میں شرط ہے کہ جب دعویٰ دو چیزوں کا ہو اور یہی قول فقہ سے اشبہ معلوم ہوتا ہے اگر دعویٰ دونوں پر ایک ہی چیز کا ہو تو اس قاعدہ کا بیان ومثال یہ کہ ایک مکان جو عمرو کے ہاتھ میں ہے اس پر زید نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو خالد سے خریدا ہے اور خالد غائب ہے اور وہ اس کا مالک تھا اور مجھ سے عمرو نے غصب کر لیا ہے اور عمرو نے کہا کہ یہ مکان میرا ہے پھر زید نے اپنے گواہ قائم کئے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم عمرو اور خالد دونوں پر جاری ہوگا اور حاضر غائب کی طرف سے خصم قرار پائے گا کذا فی الذخیرہ۔

اگر ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے فلاں شخص کی طرف سے اس طور پر کفالت کی ہے کہ جو میرا اس پر حق ثابت ہو اس کا کفیل ہے پھر مدعا علیہ نے کفالت کا اقرار کیا اور حق سے انکار کیا اور مدعی نے گواہ پیش کئے کہ میرے فلاں شخص پر ہزار درہم ثابت ہوئے ہیں تو کفیل اور مکفول عنہ دونوں پر حکم قضا جاری ہوگا حتیٰ کہ اگر فلاں شخص غائب آیا اور اس نے انکار کیا تو التفات نہ کیا جائے گا اگر زید نے ایک گھر کے شفعہ کا جو عمرو کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور عمرو نے کہا کہ یہ گھر میرا ہے میں نے کسی سے خریدا نہیں ہے پھر زید نے گواہ قائم کئے کہ عمرو نے یہ گھر خالد سے ہزار درہم میں خریدا جو اس کا مالک تھا اور زید اس کا شفیع ہے تو خرید کا حکم عمرو پر اور خالد غائب دونوں پر ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر دعویٰ دو چیزوں کا ہو تو اس قاعدہ کا بیان مثال میں یہ ہے کہ اگر دو گواہوں نے کسی شخص کے حق کے واسطے دوسرے پر گواہی دی پس مدعا علیہ نے طعن کیا کہ یہ دونوں فلاں شخص کے جو غائب ہے غلام ہیں پھر مدعی نے گواہ سنائے کہ فلاں غائب ان دونوں کا مالک تھا مگر اس نے بحال ملک ان کو آزاد کر دیا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور حاضر اور غائب دونوں کے حق میں آزاد ہونا ثابت ہو جائے گا اور یہاں دعویٰ دو چیزوں میں ہے یعنی حاضر پر مال کا دعویٰ اور غائب پر غلاموں کے آزاد

---

[1] جس پر ڈگری ہوئی اس کے علاوہ دوسرے پر بھی متعدی ہے۔ [2] اس کے لئے یعنی اس کے واسطے ڈگری ہوئی۔

کرنے کا مگر غائب پر دعویٰ ثابت ہونا یعنی غلام کا ازاد ہونا باعث ثبوت حاضر کے دعویٰ کا ہے کہ حاضر پر مال ان گواہوں آزاد غلاموں کی گواہی پر ثابت ہوگا کذافی الذخیرہ اگر زید پر کسی بیوی والے آدمی کو زنا کی تہمت لگانے سے حد واجب ہوئی پھر زید نے کہا کہ میں تو غلام ہوں مجھ پر آدھی حد واجب ہے اس آدمی نے کہا کہ نہیں تجھے اس نے آزاد کر دیا ہے اور تجھ پر پوری حد آئے گی اور آزادی پر گواہ قائم کئے تو گواہی مقبول ہو کر حاضر اور غائب دونوں کے حق میں حکم نافذ ہوگا حتیٰ کہ اگر غائب آیا اور آزاد کرنے سے انکار کیا تو التفات نہ کیا جائے گا اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اس کے دو وارث ہیں کہ ایک غائب ہے پھر حاضر نے دعویٰ کیا کہ غائب نے قاتل کو معاف کیا اور میرے حق کا اس پر مال واجب ہوا اور قاتل نے اس کے معاف کرنے سے انکار کیا پھر مدعی نے گواہ قائم کئے تو مقبول ہو کر غائب اور حاضر پر حکم دیا جائے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

زید نے ایک شخص غائب کی عورت سے کہا کہ مجھے تیرے شوہر فلاں شخص نے وکیل کیا ہے کہ میں تجھے اس کے پاس پہنچا دوں پھر عورت نے کہا کہ وہ تو مجھے تین بار طلاق دے چکا ہے ☆

اگر دعویٰ دو چیزوں میں واقع ہو مگر غائب پر جو دعویٰ ہے ضروری نہیں ہے کہ وہ حاضر کے دعویٰ کے ثبوت کا لامحالہ سبب پڑ جائے بلکہ کبھی نہیں ہوتا ہے تو حاضر شخص غائب کی طرف سے خصم قرار نہ پائے گا اور اس کے بیان کی مثال یہ ہے کہ زید نے ایک شخص غائب کی عورت سے کہا کہ مجھے تیرے شوہر فلاں شخص نے وکیل کیا ہے کہ میں تجھے اس کے پاس پہنچا دوں پھر عورت نے کہا کہ وہ تو مجھے تین بار طلاق دے چکا ہے اور اس پر اس نے گواہ قائم کر دیئے تو اس کی گواہی وکیل[1] پر مقبول ہوگی نہ غائب پر تا کہ طلاق ثابت ہو جائے حتیٰ کہ اگر غائب آیا اور طلاق دینے سے انکار کیا تو عورت کو دوبارہ گواہ لانے کی ضرورت ہوگی کذافی الذخیرہ۔ ایک شخص زید کے غلام کے پاس آیا اور کہا کہ تیرے آقا زید نے مجھے وکیل کیا ہے کہ میں تجھے اس کے پاس پہنچا دوں پھر غلام نے گواہ سنائے کہ زید نے مجھے آزاد کر دیا ہے تو وکیل کے حق میں مقبول ہوں گے اور آزادی ثابت نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر زید آیا اور اس نے انکار کیا تو غلام کو دوبارہ گواہ سنانے کی ضرورت ہوگی کذافی الجز ازیہ۔ اگر حاضر و غائب پر دو چیزوں کا دعویٰ ہو اور غائب کا دعویٰ سبب ثبوت حاضر کے دعویٰ کا بھی ہو لیکن اس طرح سبب ہو کہ اگر وہ مدعی باقی ہے تو سبب ہے اور اپنے نفس ذات سے سبب ثبوت نہیں تو قاضی ایسی گواہی پر التفات نہ کر کے حاضر اور غائب کسی پر حکم نہ دے گا اس قاعدہ کا بیان یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی خریدی پھر مشتری نے دعویٰ کیا کہ میرے خریدنے سے پہلے بائع نے اس کو فلاں غائب کے ساتھ بیاہ دیا ہے اور میں نے اس کو لاعلمی میں خریدا ہے اور بائع نے اس سے انکار کیا اور مشتری نے گواہ قائم کر کے باندی واپس کرنی چاہی تو قاضی یہ گواہی مقبول نہ کرے گا نہ حاضر پر اور نہ غائب پر کیونکہ غائب کا نکاح اگر اب تک باقی ہے تو اس کو واپسی کا حق پہنچتا ہے اور اس نے نکاح باقی ہونے کے گواہ نہیں قائم کئے اور اگر نکاح باقی ہونے کے گواہ قائم کرے تو بھی مقبول نہ ہوں گے کیونکہ باقی رہنا نکاح کے بعد ہے اور جب ثبوت نکاح میں خصم قرار نہ پایا تو بقاء نکاح میں بھی قرار نہ پائے گا اگر اسی طرح اگر کسی نے بطور بیع فاسد کے کوئی چیز خریدی پھر دعویٰ کیا کہ میں نے فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دی اور وہ شخص غائب ہے اور اس سے اس کی غرض یہ ہے کہ بائع کا حق واپسی جاتا رہے تو حاضر و غائب دونوں کے حق میں گواہی قبول نہ ہوگی۔

اس طرح اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہے اس کے پہلو میں دوسرا گھر فروخت کیا گیا اس کو مشتری نے خریدا پھر جس کے قبضہ میں گھر ہے اس نے فروخت کئے ہوئے گھر کو شفعہ میں لینا چاہا پھر مشتری نے کہا کہ جو گھر تیرے قبضہ میں ہے یہ تیرا نہیں فلاں

[1] قولہ وکیل پر یعنی وکیل اس کو لے نہیں جاسکتا۔

شخص کا ہے اور شفیع نے گواہ قائم کئے کہ جو گھر میرے قبضہ میں ہے میرا ہے میں نے اس کو فلاں غائب سے خریدا ہے تو اس کے خرید نے کا حکم حاضر و غائب دونوں کے حق میں نہ دیا جائے گا جامع صغیر میں مذکور ہے کہ زید نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر فلاں شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی ہو تو تو طالق ہے پھر زید کی عورت نے زید پر دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی ہے اور فلاں شخص غائب ہے اور زید کی عورت نے گواہ پیش کئے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اس پر طلاق واقع ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا اور بعضے متاخرین[1] نے طلاق واقع ہونے کا فتویٰ ہے اور گواہی قبول کی ہے اور انہیں بعض متاخرین کی رائے پر ایک حیلہ سابق میں غائب شخص پر حق ثابت کرنے کا مذکور ہوا ہے کہ وکالت حاضر کی شرط غائب کے کسی قول پر معلق کی جائے اور اصح یہ کہ گواہی نامقبول اور غائب پر حکم نہ دیا جائے گا اور جہاں کہیں کسی نے اپنے حق کے واسطے کسی غائب کے فعل پر گواہ قائم کئے اور اس میں غائب کا حق باطل ہوتا ہے تو غائب پر حکم نہ دیا جائے گا ہذا تلخیص ما فی الذخیرہ۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی طرف سے ہزار درہم کی کفالت اختیار کی اور مکفول عنہ غائب ہو گیا اور کفیل نے قرض خواہ پر دعویٰ کیا کہ جن ہزار درہم کی میں نے کفالت کی تھی وہ شراب کا ثمن ہیں اور طالب نے کہا نہیں بلکہ غلام کا ثمن ہیں پس قول معتبر طالب کی طرف سے ہے پھر اگر کفیل نے اس کے گواہ قائم کرنے چاہے تو طالب اس کا خصم نہ ہوگا اور گواہی نامقبول ہوگی بخلاف اس کے اگر مطلوب حاضر ہوتا اور طالب پر گواہ قائم ہو کر گواہی دیتے کہ جس ثمن کا یہ دعویٰ کرتا ہے وہ شراب کا ثمن ہے تو گواہی مقبول ہوتی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر دو شخصوں پر ایک شخص کے ہزار درہم ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے پھر دونوں نے مال سے انکار کیا پھر مدعی نے ایک پر گواہ قائم کئے اور اس پر مال اور کفالت دونوں کا حکم کیا گیا اور طالب نے اس سے کچھ وصول نہ کیا یہاں تک کہ وہ غائب ہو گیا پھر دوسرے کو لایا تو قاضی اس گواہی پر اس پر پانچ سو درہم کا جو اس پر تھے حکم

---

[1] قولہ بعضے متاخرین نے طلاق الی آخرا قول تمام عبارۃ الذخیرہ ہکذا۔ پھر اگر کہا جائے کہ کیا یہ ٹھیک نہیں کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر فلاں شخص گھر میں داخل ہو تو تو طالقہ ہے پھر عورت نے گواہ قائم کئے کہ فلاں شخص گھر میں داخل ہوا ہے حالانکہ فلاں مذکور غائب ہے تو گواہ مقبول ہوتے ہیں اور طلاق واقع ہونے کا حکم دیا جاتا ہے تو ہم کہیں گے کہ ہاں بے شک ٹھیک ہے مگر یہ قضاء علی الغائب نہیں ہے کیونکہ اس میں غائب کے حق کو باطل کرنا لازم نہیں آتا ہے بخلاف مسئلہ جامع صغیر کہ وہ قضاء علی الغائب ہے اس سے کہ اس میں غائب کا نکاح باطل ہوا جاتا ہے اور حاصل یہ ہے کہ جب آدمی نے اپنے شرط حق پر کسی غائب پر کوئی فعل ثابت کرنے کے گواہ قائم کئے تو دیکھا جائے کہ اگر اس میں غائب کے کسی حق کا ابطال نہ ہو تو گواہ مقبول ہوں گے اور وہ غائب کی طرف سے خصم قرار پائے گا اور اگر اس میں حق غائب باطل کرنا لازم آتا ہو تو بعضے متاخرین نے فتویٰ دیا ہے کہ اس کے گواہ قبول ہوں گے اور حاضر و غائب دونوں پر حکم دیا جائے گا اور اصح یہ ہے کہ یہ گواہی قبول نہ ہوگی اور جو حاضر ہے وہ غائب کی طرف سے خصم نہ ٹھہرایا جائے گا اور اسی پر امام ظہیر الدین فتویٰ دیتے تھے اور جامع صغیر کا مسئلہ اس قول صحت پر دلیل ہے اور واضح ہو کہ آج کل وکیل لوگ جو کچھ قاضیوں کی مددگاہ میں کیا کرتے ہیں کہ غائب پر بیع یا وقف یا طلاق کو اس طرح ثابت کراتے ہیں کہ حاضر کی طرف سے وکالت کی شرط غائب کا یہ فعل قرار دیتے ہیں تو یہ بھی بعضے متاخرین کے فتویٰ پر مبنی ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ زید نے جعفر سے کہا کہ اگر عمرو نے اپنا گھر فروخت کیا یا اپنی بیوی کو طلاق دی یا اپنی زمین ایسی ایسی راہ خیر پر وقف کی ہو تو زید لوگوں پر میرے حقوق ثابت کرانے اور ان میں خصومت کرنے اور ان کو وصول کرنے کا وکیل پھر جعفر نے ایک شخص کو حاضر کیا اور اس پر مال کا دعویٰ اور یہ دعویٰ کیا کہ زید نے مجھے اپنے حقوق لوگوں سے وصول کرنے اور ان کو ثابت کرانے اور ان میں خصومت کرنے کا وکیل ایسے شرط کے ساتھ کیا ہے یعنی اپنی زمین بیچنا یا بیوی کو طلاق دینا وغیرہ اور واقع ہو گئی تھی اس طرح کہ زید کے مجھے وکیل کرنے سے پہلے عمرو نے اپنی زمین فلاں کے ہاتھ بیچی یا اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی پس زید کی طرف سے اس کے حقوق ثابت کرنے و وصول کرنے کا وکیل ہو چکا ہوں اور زید کا تجھ پر اس قدر قرض ہے پس مدعا علیہ نے جعفر سے کہا کہ بے شک زید نے تجھے جس طرح تو کہتا ہے وکیل کیا ہے لیکن میں نہیں جانتا ہوں کہ شرط واقع ہوئی اور تو وکیل ہو گیا یا نہیں ہوا پس جعفر نے گواہ قائم کئے کہ عمرو نے اپنی زمین یا گھر فلاں کے ہاتھ بیچا یا اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو انہیں بعضے متاخرین کے فتویٰ پر قاضی حکم دے دے کہ عمرو نے ایسا کیا اور جعفر وکیل ہو گیا مگر اصح یہ ہے کہ ایسی گواہی مقبول نہیں ہے کیونکہ اس میں حق غیر کا ابطال لازم آتا ہے جیسا کہ جامع صغیر میں بیان فرمایا ہے کذا فی الذخیرہ۔

کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔
نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص پر ہزار درہم کا اپنے اور غائب کے لئے ہونے کا دعویٰ کیا کہ یہ غلام یا کسی کپڑے کا ثمن ہے کہ دونوں نے اس کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور مدعی نے گواہ قائم کئے تو امام اعظمؒ کے نزدیک حاضر کے حصہ کی ڈگری کی جائے گی حتیٰ کہ اگر غائب آیا تو اس کو دوبارہ گواہ قائم کرنے کی ضرورت ہوگی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ حاضر و غائب دونوں کے حق کی ڈگری کی جائے گی صاحب شرح اقضیہ نے فرمایا کہ اس کے بعد جو مذکور ہوا ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے امام اعظمؒ کے قول کی طرف رجوع کیا ہے اور امام محمدؒ ظاہر میں اور بنابر عامہ روایات کے امام اعظمؒ کے ساتھ ہیں اور منتقی میں امام محمدؒ کو امام ابو یوسفؒ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر یہ ہزار درہم جن کا دعویٰ ہے میراث کے ہوں تو بلاخلاف غائب کو دوبارہ گواہی دلانے کی ضرورت نہ ہوگی پھر روایات منتقی کے موافق امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب غائب حاضر ہو گیا اور اس نے مدعی حاضر کی تصدیق کی تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو جس قدر حاضر نے وصول کیا ہے اس میں شریک ہو جائے اور پھر دونوں باقی کے واسطے مطلوب کا پیچھا پکڑیں ورنہ مطلوب کے پیچھے پڑے اور اپنا حق وصول کر لے اور اگر ہنوز غائب شخص نہ حاضر ہوا تھا کہ گواہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک غائب کا حق باطل ہو گیا مگر غائب حاضر کا شریک ہوگا یعنی جس قدر مدعی حاضر نے وصول کیا ہے اس میں غائب آ کر آدھے کا شریک ہوگا قلت وصاحبینؒ کے نزدیک بعد ثبوت قضاء باطل ہوگی قال پھر جب غائب آ کر حاضر کا شریک ہوا تو حاضر اپنے مطلوب سے کچھ واپس نہ لے سکے گا اگر کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے فلاں غائب نے یہ گھر اس شخص سے ہزار درہم کو خریدا ہے اور ہم دونوں نے ثمن ادا کر دیا ہے اور اس پر گواہ پیش کر دیئے تو امام اعظمؒ کے قیاس پر مدعی کے واسطے آدھے گھر کا حکم دیا جائے گا پھر جب غائب آیا تو اس سے دوبارہ گواہ قائم کرائے جائیں گے اور امام ابو یوسفؒ کے موافق تمام گھر حاضر و غائب کو دلایا جائے گا اور نصف حاضر کو دیا جائے گا اور نصف کسی ثقہ کے پاس رکھا جائے گا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جب تک غائب نہ آ جائے میں تقسیم نہ کروں گا۔
منتقی میں فرمایا کہ اگر غائب نے آ کر خرید سے انکار کیا تو اس میں سے اس کا حصہ باطل ہو گیا اور حاضر کا باقی رہا اور کہا کہ یہ بلاخلاف ہے اور اصل مسئلہ کو اختلاف کے ساتھ ذکر کیا اور مبسوط میں اس مسئلہ کو ذکر کیا اور کہا کہ یہ گواہی حاضر کے حق میں مقبول ہوگی نہ غائب کے حق میں اور کچھ اختلاف کا ذکر نہ کیا اور خصافؒ نے موافق منتقی کے اختلاف ذکر کیا جو ہم نے بیان کیا کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غائب کا حصہ مدعا علیہ کے ہاتھ سے نکال لیا جائے گا پس بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اس وقت ہے کہ بائع کو ثمن پہنچ گیا ہو جیسا کہ مسئلہ میں مذکور ہے اور اگر نہ پہنچا ہو تو نہ نکالا جائے گا اور بعضے مشائخ نے کہا کہ مشتری کے دینے کے واسطے ثمن ادا ہونے کی ضرورت ہے اور ہم مشتری کو نہیں دیتے ہیں بلکہ عادل کے قبضہ میں رکھتے ہیں اور اس کا[1] ہاتھ روک رکھنے میں بائع کے ہاتھ کی نظیر ہے کذا فی المحیط۔ مبسوط میں ہے کہ اگر ایک وارث نے کسی شخص پر قصاص کے دعویٰ کے گواہ پیش کئے تو تمام وارثوں کے حق میں یہ ثبوت کافی ہے کہ ان سے دوبارہ گواہی نہ طلب ہوگی اور یہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک حاضر کے واسطے حق ثابت ہوگا اور غائب کے حق ثابت ہونے کے واسطے دوبارہ گواہی قائم کرنے کی ضرورت ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ مبسوط میں ہے کہ ایک مکان ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے گواہ قائم کئے کہ میرے باپ نے انتقال کیا اور یہ گھر میرے اور میرے بھائی کے واسطے جو غائب ہے میراث چھوڑا ہے اور ہم دونوں کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک قاضی

---

[1] قولہ اس کا...... یعنی ثقہ عادل کو بھی بائع کی طرح مکان روک رکھنے کا اختیار ہے جب تک ثمن نہ پہنچے۔

حاضر کے حصہ کی ڈگری کر کے مدعا علیہ سے لے کر اس کے سپرد کر دے گا اور غائب کا حصہ قابض کے قبضہ میں چھوڑ دے گا اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اگر قابض منکر ہو جیسا مسئلہ میں ہے کہ گواہ قائم کرنے کی ضرورت پڑی تو قاضی غائب کا حصہ اس کے ہاتھ سے نکال کر عادل کے پاس رکھے گا اور اگر مقرر ہو تو اسی کے پاس چھوڑ دے پھر جب اسی کے پاس چھوڑا اور غائب آیا تو مشائخ نے امام اعظمؒ کے قول پر اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ اس سے دوبارہ گواہ طلب کرے گا جیسا قصاص میں گزرا اور بعضوں نے کہا کہ نہیں اور اس میں اتفاق بیان کیا اور یہی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ میراثی قرضہ کا دعویٰ بھی محتمل ہے کہ مثل قصاص کے اختلافی ہو اور کتاب الاقضیہ والے نے مطلقاً بلا ذکر خلاف بیان کیا لیکن یہ صحیح نہیں ہے اسی جنس کے مسئلوں سے مسئلہ الہبہ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے اور فلاں شخص غائب کو یہ چیز ہبہ کر کے سپرد کر دی ہے پس اگر وہ چیز تقسیم[1] ہو سکتی ہو تو دعویٰ صحیح ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی گواہی حاضر کے حق میں مقبول ہوگی نہ غائب کے حق میں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مانند مسئلہ خرید کے دونوں کے حق میں قبول ہوگی اور اگر وہ چیز مثل گھر کے تقسیم ہو سکتی ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک دعویٰ صحیح نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک گھر دو شخصوں کو ہبہ کرنا درست نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے تو دعویٰ بھی صحیح ہے اور اسی جنس سے مسئلہ رہن ہے۔

ایک شخص مر گیا اور اس نے مختلف لوگوں کے لئے مختلف وصیتیں ایک وصیت نامہ میں لکھ دیں پھر جن لوگوں کے لئے وصیت کی ہے ان میں سے ایک آیا اور کسی وارث کو اپنے ساتھ لایا اور گواہ قائم کئے تو امام اعظمؒ کے نزدیک حاضر کے حق میں ڈگری ہوگی نہ غائب کے حق میں ☆

اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میں نے اور فلاں غائب نے اس شخص سے یہ گھر جو اس کے قبضہ میں ہے ہم دونوں نے بعوض قرضہ کے جو ہمارا اس پر آتا ہے رہن رکھا ہے پھر یہ شخص اس گھر پر محیط ہو گیا اور اس دعویٰ پر گواہ قائم کئے تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ گواہی نامقبول ہے کیونکہ امام اعظمؒ کے نزدیک اگر مقبول ہو تو حاضر کے حصہ میں مقبول ہوگی اور مقبول ہونے سے رہن مشاع ہوا جاتا ہے اور وہ امام کے نزدیک ناجائز ہے اور جو چیز تقسیم ہو سکتی اور جو چیز نہیں تقسیم ہو سکتی ہے یہاں دونوں کا ایک حکم ہے اور اسی جنس سے مسئلہ وصیت ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے مختلف لوگوں کے لئے مختلف وصیتیں ایک وصیت نامہ میں لکھ دیں پھر جن لوگوں کے لئے وصیت کی ہے ان میں سے ایک آیا اور کسی وارث کو اپنے ساتھ لایا اور گواہ قائم کئے تو امام اعظمؒ کے نزدیک حاضر کے حق میں ڈگری ہوگی نہ غائب کے حق میں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حاضر و غائب سب کے حق میں ڈگری ہوگی حتیٰ کہ اگر غائب آیا تو دوبارہ گواہ لانے کی ضرورت نہیں ہے کتاب الاقضیہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے دو شخصوں پر ایک مال کا جو دستاویز میں تحریر ہے دعویٰ کیا اور دونوں مدعا علیہ میں سے ایک حاضر ہے انکار کرتا ہے اور دوسرا غائب ہے اور مدعی نے گواہ قائم کئے تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ میں حاضر و غائب دونوں پر ڈگری کر دوں گا اور امام ابو بکر رازیؒ نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظمؒ کے قاعدہ پر ٹھیک نہیں پڑتا ہے کیونکہ ایسے مسائل میں ان کے نزدیک حاضر شخص غائب کی طرف سے خصم نہیں ہوتا ہے مصنف کہتا ہے کہ منتقی میں ایک روایت امام اعظمؒ سے مذکور ہے کہ فرمایا کہ حاضر پر نصف مال کی ڈگری کروں گا اور امام

---

[1] تقسیم نہ ہو سکتی ہو اس سے یہ مراد ہے کہ قبل تقسیم کے جو نفع اس چیز سے حاصل ہو سکتا ہو وہ بعد بٹوارہ کے نہ رہے اور ایسے ہی قابل تقسیم وہ کہ جس سے وہی انتفاع باقی رہے۔

ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ تمام مال کی حاضر و غائب پر ڈگری کروں گا واضح ہو کہ امام محمدؒ نے یہ مسئلہ مبسوط میں لکھا ہے اور جواب دیا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک حکم صرف حاضر پر اور حاضر کے واسطے ہوگا اور صاحب اقضیہ نے لکھا کہ ان مسائل میں امام اعظمؒ کے نزدیک حکم صرف حاضر پر ہوگا اور بعض مسائل میں ذکر کیا کہ حکم حاضر پر متعدی ہوگا اور بعض میں ذکر کیا کہ غائب پر متعدی ہوگا اور کبھی ذکر کیا قول ابو یوسفؒ کے موافق ابو حنیفہؒ کے اور کبھی برخلاف قول ابو حنیفہؒ کے اور کبھی قول امام محمدؒ کا موافق قول ابو حنیفہؒ کے ذکر کیا اور کبھی موافق ابو یوسفؒ کے مخالف ابو حنیفہؒ کے ذکر کیا پس امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے ہر صورت میں دو دو روایتیں ہوئیں ایک شخص نے ایک غلام دو شخصوں کے ہاتھ ہزار درہم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو پھر بائع ایک سے ملا اور اس پر گواہ پیش کئے کہ میرے اس پر اور فلاں غائب پر ایک ہزار درہم قرض ہیں اور ہر ایک دوسرے کا اس کے حکم سے کفیل ہے تو حاضر پر ہزار درہم کا حکم کیا جائے گا پھر اگر حاضر سے وصول کرنے سے پہلے غائب حاضر ہوا تو مدعی اس حاضر سے سوائے پانچ سو درہم کے جو اس پر اصلی ہیں نہیں[1] لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم ہیں اور ان کا ایک شخص قرض دار کے حکم سے کفیل ہے پھر قرض خواہ کفیل سے ملنے سے پہلے اصیل سے ملا اور دعویٰ کیا کہ تجھ پر میرے ہزار درہم ہیں اور تیرے حکم سے اس کا فلاں کفیل ہے اور گواہ قائم کئے تو ہزار درہم کا حکم کیا جائے گا اور یہ حکم کفیل پر جاری نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر کفیل سے ملا تو بدوں دوبارہ گواہ قائم کرنے کے اس سے نہیں لے سکتا ہے کذا فی الملتقط۔ اگر اصیل سے ملنے سے پہلے کفیل سے ملا اور اس پر دعویٰ کیا کہ میرے فلاں شخص پر ہزار درہم ہیں اور تو اس کے حکم سے اس کا کفیل ہے اور گواہ قائم کئے تو کفیل غائب کی طرف سے خصم ہوگا اور ہزار درہم کا حکم دونوں پر جاری ہوگا اور اصیل اپنے کفیل کی طرف سے خصم نہیں ہوتا ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ تو نے فلاں شخص غائب نے فلاں شخص کی طرف سے ہزار درہم کی کفالت کی ہے اور تم دونوں باہم ایک دوسرے کے کفیل ہو اور اس پر گواہ قائم کئے اور مدعا علیہ پر ہزار درہم کی ڈگری کی گئی پھر غائب حاضر ہوا تو اس کو اختیار ہے کہ غائب سے ہزار درہم لے لے کیونکہ جب حاضر پر حکم دیا گیا تو اس وجہ سے کہ وہ مطلوب اور اس کفیل غائب کی طرف سے کفیل ہے کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر دونوں کی طرف سے کفیل نہ کیا جائے تو وہ اصیل سے کیوں کر لے سکے گا نوادر بشر بن الولید میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر کے چند لوگوں سے خریدنے کا دعویٰ کیا اور وہ گھر انہیں لوگوں کے قبضہ میں ہے اور ان میں سے بعضے حاضر ہیں اور بعضے غائب ہیں اور حاضر لوگ غائبوں کے حصہ دار ہونے کے مقر اور بیع واقع ہونے کے منکر ہیں پھر مدعی نے اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کئے تو قاضی صرف حاضر دن کے حصہ میں ڈگری کرے گا اور یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور اگر حاضر لوگ غائبوں کے حصہ دار ہونے سے منکر ہوں تو قاضی تمام گھر کی ڈگری مدعی کے نام کرے گا اور اگر دو شخصوں کی طرف سے ہبہ یا صدقہ یا رہن کا دعویٰ کیا اور ایک شخص غائب ہے اور دوسرا حاضر ہے اور گھر اسی کے قبضہ میں ہے اور مدعی نے ہبہ بقبضہ یا صدقہ بقبضہ یا رہن بقبضہ کے دعویٰ کے گواہ پیش کئے تو امام اعظمؒ کے نزدیک رہن کی صورت میں یہ گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک حکم صرف حاضر کے حصہ پر دیا جائے گا اور وہ ممکن نہیں لیکن رہن مشاع ہو جاتا ہے اور وہ باطل ہے اور ہبہ کی صورت میں اگر مدعی بہ محتمل قسمت نہیں ہے تو گواہی حاضر کے حق پر قبول ہوگی نہ غائب کے حق پر اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رہن کی صورت میں گواہی بالکل نامقبول ہے اور ہبہ اور صدقہ کی صورت میں

---

[1] قولہ نہیں اقول کفالت کی وجہ سے لینا چاہئے مگر جب شرط ہو کہ حاضر اصیل سے نہیں صحیح ہے۔

اگر وہ چیز جس میں دعویٰ ہے قسمت کو محتمل نہیں ہے تو حاضر و غائب دونوں پر حکم ہوگا اور اگر وہ چیز مدعی بہ تقسیم ہو سکتی ہو تو قاضی تمام چیز کے ہبہ کا حکم دے گا مگر آدھے میں فی الحال نافذ کرے گا اور آدھے میں غائب کے حاضر ہونے تک توقف ہوگا جب وہ حاضر ہوا تو نافذ کرے گا ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا اور مدعی کے گواہوں پر قاضی نے مدعا علیہ پر ڈگری کر دی پھر مدعا علیہ غائب ہو گیا یا مر گیا اور اس نے وارث چھوڑے اور مدعا علیہ کا لوگوں پر شہر میں مال ہے کہ وہ لوگ اقرار کرتے ہیں کہ مدعا علیہ کا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں یہ مال مدعی کو نہ دلاؤں گا جب تک کہ مدعا علیہ خود حاضر نہ ہو اگر وہ غائب ہو گیا یا اس کے وارث حاضر نہ ہوں اگر وہ مر گیا ہے اس احتمال سے کہ شاید مدعا علیہ نے ادا کر دیا ہو یا وارثوں نے ادا کر دیا ہو کذا فی المحیط۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر مدعی کے گواہ قائم کرنے کے بعد مدعا علیہ غائب ہو گیا یا مر گیا اور گواہوں کا پوشیدہ و ظاہر عادل ہونا ثبوت ہو گیا تو قاضی حکم نہ دے گا جب تک کہ غائب یا اس کا نائب حاضر نہ ہو یا میت کے وارث حاضر نہ ہوں اور جب ان میں سے کوئی حاضر ہوا تو قاضی اسی گواہی پر فیصلہ کرے گا دوبارہ گواہ لانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر مدعا علیہ نے دعویٰ مدعی کا اقرار کیا پھر غائب ہو گیا تو قاضی اس کی غیبت میں اس کے اقرار پر حکم دے دے گا پھر جس چیز کا اس نے اقرار کیا ہے اگر مال معین ہے تو جس کے قبضہ میں ہے اگر وہ شخص اقرار کرتا ہے کہ یہ مدعا علیہ کا ہے تو اس کو حکم دے گا کہ مدعی کے حوالہ کرے۔

اگر مال غیر معین درہم و دینار ہے اور مدعی نے اس کے جنس حق میں سے قابو پایا تو حکم دے گا کہ لے لے اور قرضہ کے عوض عروض و عقار کو فروخت نہ کرے گا اور یہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے اور امام محمدؒ نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ گواہی اور اقرار دونوں صورتوں میں جب تک غائب حاضر نہ ہو قاضی حکم نہ دے گا امام محمدؒ نے تو امام ابو یوسفؒ کا قول اسی طرح ذکر کیا ہے لیکن عامہ کتب میں محفوظ روایت امام ابو یوسفؒ سے یہ ہے کہ گواہی کی صورت میں بدوں مدعا علیہ کی حاضری کے قاضی حکم نہ دے گا اور اقرار کی صورت میں حکم دوں گا پھر جب عہدہ قضا ان کے سپرد ہوا تو کہتے تھے کہ دونوں صورتوں میں حکم دے گا اور یہ استحسان ہے تاکہ لوگوں کے مال و حقوق محفوظ و معصوم رہیں کذا فی الذخیرہ۔ امام محمدؒ نے زیادات میں ذکر کیا ہے کہ ایک باندی ایک شخص عبداللہ کے قبضہ میں تھی پھر ایک شخص ابراہیم نامے نے خالد نامے سے کہا کہ اے خالد یہ باندی جو عبداللہ کے پاس ہے میری باندی تھی میں نے تیرے ہاتھ ہزار درہم کو فروخت کر کے تیرے سپرد کی تھی لیکن عبداللہ نے مجھ سے غصب کر لی اور خالد نے اس سب کی تصدیق کی اور عبداللہ اس سب کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ باندی میری ہے تو باندی کے باب میں عبداللہ کا قول معتبر ہے لیکن خالد پر حکم کیا جائے گا کہ ہزار درہم ثمن ابراہیم کو دے کیونکہ دونوں نے بیع واقع ہونے کی باہم تصدیق کی ہے اور سپرد کر دینے کا اقرار کیا ہے اور ایسا اقرار دونوں کا دونوں پر حجت ہوگا پھر ابراہیم کے ثمن وصول کر لینے کے بعد اگر کسی نے عبداللہ کے ہاتھ میں سے استحقاق ثابت کر کے باندی لے لی اور خالد نے اپنا ثمن واپس کرنا چاہا تو باندی مبیعہ پر استحقاق ثابت ہوا ہے تو التفات نہ کیا جائے گا کیونکہ حکم استحقاق صرف عبداللہ تک متصور ہے اس سے تجاوز کر کے خالد تک نہ پہنچے گا اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ قابض پر ملک مطلق کا حکم قضا قابض کے ساتھ اس پر بھی جس کی طرف سے قابض نے ملکیت پائی ہے دونوں پر جاری ہوتا ہے اور تمام لوگوں پر جاری نہیں ہوتا ہے اور یہاں قابض یعنی عبداللہ نے خالد کی طرف سے ملکیت حاصل کرنے کا دعویٰ نہیں کیا ہے پس حکم قضا خالد پر جاری نہ ہوا اور جب اس پر جاری نہ ہوا تو وہ ثمن واپس نہیں کرے گا اور اس پر جاری نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مثلاً اگر خالد اپنے گواہ مستحق پر قائم کرے کہ یہ باندی میری ہی باندی ہے میں نے ابراہیم سے خریدی ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر اس پر حکم قضا جاری ہوتا تو مقبول نہیں ہو سکتی تھی اور اسی طرح اگر مستحق ملک مطلق[1] کے دعویٰ سے نہ لے بلکہ یہ دعویٰ کرے کہ یہ باندی میری باندی سے میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے اور گواہی پر

[1] ملک مطلق سے مراد یہ کہ فقط ملکیت کا دعویٰ کیا اور کوئی سبب بیان نہ کیا۔

قاضی اس کے لئے دلانے کا حکم دے تو بھی خالد اپنا ثمن ابراہیم سے نہیں لے سکتا ہے اگرچہ مستحق کی گواہی سے ثابت ہوا کہ ابراہیم نے غیر کی باندی فروخت کی تھی کیونکہ مستحق کا دعویٰ کہ میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے بلاضرورت ہے کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر ملک مطلق کا دعویٰ ہوتا تو گواہی مقبول تھی پس ملکیت میں پیدا ہونے کا دعویٰ بے اعتبار ہے صرف ملک مطلق کا دعویٰ معتبر رہ گیا اور ملک مطلق کے دعویٰ میں خالد پر حکم قضا جاری نہ ہوا تھا اسی طرح اس صورت میں جاری نہ ہوگا پس حکم قضا صرف عبداللہ تک رہا پھر امام محمدؒ نے فرمایا اور اگر خالد گواہ لائے کہ یہ باندی میری ہے میں نے ابراہیم سے خریدی ہے تو مستحق پر قائم کرنے سے باندی اس کو دلا دی جائے گی پھر اگر مستحق نے خالد پر گواہ قائم کئے کہ یہ باندی میری ہے میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہے تو یہ گواہی زیادہ مثبت ہے خالد کی گواہی پر اس کو ترجیح دے کر پھر باندی مستحق کو دلائی جائے گی پھر اس صورت میں خالد پر حکم قضا جاری ہوا پس وہ اپنا ثمن ابراہیم سے واپس لے گا۔

اگر باندی کا کوئی مستحق نہ ہوا بلکہ باندی نے عبداللہ پر گواہ قائم کئے کہ میں اصلی حرہ یعنی آزاد ہوں اور قاضی نے اس کی آزادی کا حکم دیا تو آزادی کا حکم تمام لوگوں پر جاری ہوتا ہے مثلاً ہر شخص پر آزاد شخص لائق گواہی دینے کے ہوتا ہے اس واسطے خالد پر بھی جاری ہوگا اور خالد اپنا ثمن ابراہیم سے واپس لے گا اور اسی طرح اگر باندی نے گواہ قائم کئے کہ میں عبداللہ کی باندی تھی مگر اس نے مجھے آزاد کر دیا ہے اور قاضی نے اس کی ڈگری کی تو خالد اپنا ثمن ابراہیم سے لے لے گا اور اصلی آزادی کا دعویٰ اور یہ دعویٰ یکساں ہے کذا فی المحیط۔ زمین وقف کا حکم قضا بالوقف اگر قابض پر جاری ہو تو شمس الائمہ حلوائی اور رکن الاسلام سے منقول ہے کہ دونوں نے اس کو قضاء حریت کے ساتھ لاحق کر کے تمام لوگوں پر جاری کیا ہے اور فتاویٰ ابواللیثؒ میں ہے کہ تمام لوگوں پر جاری نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ یہ زمین میری ملک ہے تو اس کی ساعت ہوگی اور قضاء بملک مطلق کے مثل اس کا حکم رکھا ہے اور اسی کو صدر الشہیدؒ نے اختیار کیا ہے یہ ملتقط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک گھر پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ میرا باپ مر گیا اور یہ گھر میرے اور میرے فلاں بھائی کے واسطے میراث چھوڑا ہے اور اس کا بھائی دعویٰ سے انکار کرتا ہے اور گھر میں سے اپنا حق نہیں جانتا ہے پھر مدعی نے گواہ قائم کئے اور اس کو آدھا گھر دلا دیا گیا پھر اس کے بھائی نے رجوع کر کے مدعی کی تصدیق کی تو اس کو کچھ نہ دلایا جائے گا پس اس کے بعد اگر میت کا کوئی قرض خواہ آیا اور وارث کے سامنے اسے میت پر قرضہ ثابت کیا اور درخواست کی کہ قاضی تمام گھر کا میت کے نام فیصلہ کرے تو قاضی دوبارہ از سر نو تمام گھر میت کے نام پر پہلی گواہی پر ثابت کر کے حکم کر دے گا اور اگر فروخت کر کے اس میں ثمن سے قرضہ ادا کیا جائے گا پھر جو بڑھا اس کا آدھا مدعی وارث کو ملے گا اور باقی آدھا مدعا علیہ کو واپس دیا جائے گا اور مدعی کے بھائی کو جو انکار کرتا ہے کچھ نہ ملے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی مال معین پر میت کے ترکہ میں سے کسی نے دعویٰ کیا تو وہ وارث اس کا خصم قرار پا سکتا ہے جس کے قبضہ میں یہ مال معین ہو اور جس کے قبضہ میں نہیں ہے اگر اس کو مدعی نے حاضر کیا تو دعویٰ مسموع نہ ہوگا اور قرضہ کے دعویٰ میں کوئی وارث ہو میت کی طرف سے خصم قرار پائے گا اگرچہ اس کو ترکہ میں سے کچھ وصول نہ ہوا ہو اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ تو نے میرے واسطے فلاں کی طرف سے اس کے حکم سے ہزار درہم کی کفالت کی تھی جو ہزار درہم کہ میرے اس پر آتے ہیں اور مدعا علیہ نے کفالت سے انکار کیا پھر مدعی نے اپنے دعویٰ کے گواہ سنائے تو قاضی کفیل پر مال کی ڈگری کر دے گا حتیٰ کہ اگر اصیل آیا اور اس نے مدعی کے دعویٰ سے انکار کیا تو کفیل بدوں گواہ سنانے کے اصیل سے وہ مال جو اس نے ادا کیا ہے لے لے گا پس اگر کفیل کے مال ادا کرنے سے پہلے اصیل آ گیا تو مدعی مختار ہے چاہے اصیل سے مطالبہ کرے یا کفیل سے اور جس وقت کفیل نے ادا کر دیا اپنے اصیل سے لے لے گا اور گواہ دوبارہ سنانے کی ضرورت نہیں ہے اور اصیل کو اختیار نہ ہوگا کہ کفیل کی کفالت اور اپنے حکم سے انکار کرے اور اگر مدعی نے صرف کفیل

کی کفالت کا دعویٰ کیا اور کفالت اصیل کے حکم سے ہونے کا دعویٰ نہ کیا اور قاضی نے کفیل پر حکم جاری کیا اور اصیل حاضر ہوا تو اصیل سے لینے کی راہ نہ مدعی کو ہے اور کفیل کو تاوقتیکہ اس پر دوبارہ گواہ قائم نہ ہوں اور اگر طالب نے کفیل سے جھگڑا کیا اور بخلاف مذکورہ بالا کے کفالت مبہم رکھی مثلاً دعویٰ کیا کہ جو کچھ مال میرا فلاں شخص پر آتا ہے اس کی تو نے کفالت کی تھی اور مال کی تعیین اور تقدیر نہ بتلائی بلکہ مبہم چھوڑ دیا اور کفیل نے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ سنائے کہ میرے فلاں شخص پر ہزار درہم کفالت سے پہلے کے ہیں تو گواہی مقبول اور کفیل پر ڈگری کر دی جائے گی اور یہ حکم غائب یعنی مکفول عنہ پر بھی جاری ہو گا حتیٰ کہ اگر مکفول عنہ آیا تو اس سے مطالبہ کر سکتا ہے خواہ اس کے حکم سے کفالت کا دعویٰ کیا ہو یا بدوں حکم کے صرف فرق یہ ہے کہ اگر مدعی نے بدوں حکم مطلوب کے کفالت کا دعویٰ کیا ہے تو کفیل نے جو کچھ ادا کیا وہ اصیل سے نہیں[1] لے سکتا ہے اور اگر مطلوب کے حکم سے کفالت کا دعویٰ کیا تو کفیل بھی اس سے لے لے گا اور جو حکم تفصیلی کفالت کے باب میں بیان ہوا وہی حوالہ میں ہے اگر کفیل اور مکفول عنہ میں جھگڑا ہوا اور قرض خواہ غائب ہے مثلاً ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیری طرف سے ہزار درہم کی کفالت تیرے حکم سے فلاں شخص کے واسطے کی اور میں نے اسے ادا کر دیا اب میں تجھ سے لوں گا اور مدعا علیہ نے سب دعویٰ سے انکار کیا یا کفالت بحکم کا اقرار کیا اور مال ادا کر دینے سے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے تو قاضی بعد ثبوت کے مکفول عنہ پر کفیل کی ڈگری کر دے گا اور یہ حکم طالب پر بھی متعدی ہو گا حتیٰ کہ اگر وہ حاضر ہوا اور اس نے وصول پانے سے انکار کیا تو التفات نہ کیا جائے گا اور یہی حکم جو کفالہ میں مذکور ہے ایسا ہی حوالے میں بھی ہے یعنی اگر محیل علیہ غیر مدیوں محیل کی طرف سے ادا کر دے تو بعد اثبات محیل سے لے لے گا وہذا ظاہر۔

فتاویٰ رشید الدین میں مذکور ایک مسئلہ ☆

اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ فلاں شخص نے بیچا یا لین دین کیا یا قرض دیا اس کی تو ضمانت میری طرف سے کر لے اور اس نے کر لی پھر مکفول عنہ غائب ہو گیا پھر مکفول لہ نے گواہ قائم کئے کہ میں نے مکفول عنہ کے ہاتھ بعد کفالت کے فروخت کیا یا قرضہ دیا ہے اور کفیل اس سے انکار کرتا ہے تو قاضی کفیل پر مال کی ڈگری کرے گا اور یہ مکفول عنہ پر بھی متعدی ہو گا حتیٰ کہ اگر اس نے حاضر ہو کر دعویٰ سے انکار کیا تو مال اس کے ذمہ لازم ہو گا بدوں اس کے کہ مکفول لہ کو دوبارہ گواہ قائم کرنے کی ضرورت ہو اگر مکفول لہ غائب ہو گیا اور کفیل نے مکفول عنہ پر دعویٰ کیا کہ میں نے مکفول لہ کو ہزار درہم ادا کئے ہیں کیونکہ تجھ کو اس نے ہزار درہم قرض دیئے تھے اور میں نے تیرے حکم سے تیری کفالت کر لی تھی اور اصیل نے اس سب سے انکار کیا یا مکفول لہ کے قرض دینے کا اقرار کیا لیکن کفیل کے ادا کر دینے سے انکار کیا اور کفیل نے گواہ قائم کئے تو قاضی مکفول عنہ پر کفیل کے مال کی ڈگری کر دے گا کیونکہ عادل گواہوں سے ثبوت ہوا کہ کفیل نے کفالت کا مال جو مکفول لہ نے مکفول عنہ کو قرض دیا تھا ادا کیا ہے اور یہ حکم مکفول لہ پر بھی متعدی ہو گا یعنی اگر اس نے آکر وصول پانے سے انکار کیا تو سماعت نہ ہو گی کذا فی الذخیرہ۔ فتاویٰ رشید الدین میں مذکور ہے کہ اگر قرض خواہ نے کفیل سے مطالبہ کیا اور کفیل نے کہا کہ قرض دار ادا کر چکا ہے اور قرض دار غائب ہے پھر کفیل نے قرض دار کے ادا کر دینے پر گواہ قائم کئے تو مقبول ہوں گے اور کفیل غائب کی طرف سے خصم قرار پائے گا کیونکہ بدوں اس کے قرض خواہ کا جھگڑا دور نہیں ہو سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے ہشام نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک کاریز[2] ایک قوم میں ہے کہ جن میں سے بعضے حاضر اور بعضے غائب ہیں اور بعضے چھوٹے اور بعضے بڑے ہیں پھر مدعی نے گواہ قائم کئے اور بعضوں کو حاضر کر کے کہا کہ یہ لوگ بہت ہیں میں سب کو جمع نہیں کر سکتا ہوں اور گواہوں نے گواہی اس کے دعویٰ پر دی کسان لوگوں نے یہ کاریز میری زمین میں غصب کی راہ سے کھود لی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں سب کی طرف سے ایک وکیل مقرر کر کے اس پر ڈگری کر دوں گا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے

---

[1] یعنی بدوں اثبات اس امر کے کہ کفالت بحکم اصیل تھی۔ [2] کاریز وہ نہر جو زمین کے اندر ہی اندر بہتی ہوئی ہو۔

دوسرے کے ہاتھ ایک غلام کا آدھا سو دینار کو فروخت کیا اور آدھا اس کے پاس ودیعت رکھا پھر بائع غائب ہو گیا پھر ایک شخص آیا اور گواہ قائم کئے کہ اس غلام کا آدھا میرا ہے تو اس کے اور مشتری کے درمیان کچھ خصومت نہیں ہے اس لئے کہ تمام جہان میں جتنے بائع ہیں جب فروخت کریں گے تو بیع صرف ان کی ملکیت پس متعلق ہو گی نہ ان کے شریک کی ملکیت سے اور یہاں ظاہر ہوا کہ مدعی شریک بائع کا ہے پس استحقاق اس نصف پر آیا جو بائع نے ودیعت رکھا ہے اور جس کے پاس ودیعت رکھا جاتا ہے وہ خصم نہیں قرار پاتا ہے پس یہاں بھی خصم قرار نہ پائے گا بشرطیکہ مشتری جو کچھ بائع کے ساتھ معاملہ ہوا ہے اس پر گواہ قائم کر دے کذانی الفصول عمادیہ۔

فصل : متفرقات☆

اگر بالا خانہ ایک شخص کا ہو اور نیچے کا مکان دوسرے کا ہو تو نیچے کے مکان کے مالک کو میخ گاڑنے یا اس میں روشندان بنانے کا بدوں اوپر کے مالک کی رضامندی کے اختیار نہیں ہے اور اوپر کے مکان کے مالک کو بالا خانہ پر عمارت بنانے کا اختیار نہیں ہے نہ اس پر کسی شہتری رکھنے کا جو پہلے نہ تھا نہ کسی پائخانہ بنانے کا اختیار ہے جب تک کہ نیچے کے مالک کی رضامندی نہ حاصل کر لے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ہر ایک کو اختیار ہے کہ جو چاہے کرے لیکن اس میں دوسرے کا ضرر نہ ہو اور بعضوں نے کہا کہ یہ کلام قول امام اعظمؒ کی تفسیر ہے یعنی امام اعظمؒ نے اسی وجہ سے منع کیا ہے کہ اس میں دوسرے کا ضرر ہے پس جس میں ضرر نہ ہو وہ فعل بالاجماع جائز قرار پائے گا اور بعضوں نے کہا کہ یہ تفسیر نہیں ہے بلکہ صاحبینؒ کے نزدیک اصل اباحت ہے کیونکہ اس نے اپنی ملک میں تصرف کیا اور وہ مباح ہے تو منع نہ ہو گا مگر بسبب دوسرے کے ضرر کے پس جب ضرر نہ ہوا تو بالاتفاق منع نہ ہو گا اور اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں پیدا ہو گا کہ جس فعل میں عدم ضرر اور ضرر مشتبہ رہے اور شک ہو کہ مباح ہے یا نہیں تو صاحبینؒ کے نزدیک منع نہ ہو گا کیونکہ جواز تصرف یقینی ہے پس شک سے زائل نہ ہو گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک اصل خطر ہے کیونکہ ایسے محل میں ہے جس سے حق غیر متعلق ہے اور غیر وہ بالا خانہ کا مالک ہے انداڑھا دینے سے بالاتفاق منع کیا جائے گا اور حق غیر متعلق ہونے سے تصرف منع ہوتا ہے جیسے مرہون[1] و مستاجر میں مالک کو تصرف منع ہے پس جب ضرر و عدم ضرر مشتبہ ہو تو منع زائل نہ ہو گا کیونکہ وہ یقینی ہے کذانی العنایہ اور فتویٰ کے واسطے یہی مختار ہے کہ جب ضرر و عدم ضرر مشتبہ ہو تو اس کو اختیار ہے اور جب ضرر یقینی ہو تو منع کیا جائے گا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

اگر کوئی[2] زائغہ مستطیلہ ہو کر غیر نافذہ ہو اور اس سے دوسری زائغہ مستطیلہ پھوٹی ہو اور وہ بھی غیر نافذہ ہو تو پہلے زائغہ والوں کو دوسری میں دروازہ پھوڑنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ دوسری اسی کے لوگوں کے لئے خاص ہے اسی وجہ سے اس میں اگر گھر فروخت ہو تو اوروں کو شفعہ نہیں پہنچتا ہے بخلاف زائغہ نافذہ کے کیونکہ اس میں عام کی گزرگاہ ہے بعضے مشائخ نے کہا کہ ممانعت صرف اس میں راستہ چلنے سے ہے نہ دروازہ بنانے سے کیونکہ دروازہ کھولنا اپنی دیوار توڑنا ہے وہ نہیں منع ہو سکتا ہے اور اصح یہ ہے کہ دروازہ کھولنا منع ہے کیونکہ دروازہ کھولنے کے بعد ہر وقت گزرنے سے روک نہیں ہو سکتی ہے اور اگر زائغہ مستدیرہ ہو جس کے دونوں کنارے مل گئے ہیں تو وہ لوگ بھی اس میں دروازہ کھول سکتے ہیں کیونکہ وہ ایک میدان اسی کا ہے ہر ایک کا اس میں گزارا ہے اسی واسطے اگر کوئی گھر اس کا فروخت ہو تو ان لوگوں کا بھی شفعہ پہنچتا ہے اگر ایک شخص نے ایک مکان پر دعویٰ کیا اور قابض مکان نے انکار کیا پھر صلح کر لی

[1] مرہون : جو چیز رہن ہو مستاجر جو اجارہ دی گئی ہو۔

[2] زائغہ : کسی محلّہ کے کوچہ سے موڑ کھا کر جو قوس کی طرح آبادی ہو جائے وہ مستدیرہ ہے اور اگر زاویہ قائمہ ہو تو طویل مستطیلہ ہے اور اس سے بھی زائغہ نکل سکتی ہے۔

تو جائز ہے اور انکار پر صلح کر لینے کا یہی مسئلہ ہے اور جس چیز کا دعویٰ ہے اگر چہ وہ مجہول ہو تو بھی ہمارے نزدیک معلوم چیز پر مجہول سے صلح ہو سکتی ہے اگر ایک گھر ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے ہبہ کر دیا فلاں وقت پھر جب اس سے گواہ طلب ہوئے تو اس نے کہا کہ اس نے ہبہ سے انکار کر دیا پھر میں نے اس سے خریدا ہے اور مدعی نے ہبہ سے پہلے خریدنے کے گواہ قائم کئے تو گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ دونوں قولوں میں صریح تناقض ہے کیونکہ وہ ہبہ کے بعد خریدنے کا مدعی ہے اور گواہ ہبہ سے پہلے خریدنے کی گواہی دیتے ہیں اور بعد کو خریدنے کی گواہی دیتے تو قبول کی جاتی اور اگر ہبہ سے پہلے خریدنے کے گواہ سنائے مگر یہ نہیں کہا تھا کہ اس نے ہبہ سے انکار کر دیا پھر میں نے اس سے خرید لیا تو بھی گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ ہبہ کا دعویٰ کرنا ہمارے نزدیک ہبہ کرنے والے کی ملک قائم ہونے کا اقرار کرنا ہے اور جب ہبہ سے پہلے خریدنے کے گواہ قائم کئے تو اس سے رجوع کیا پس تناقض شمار کیا گیا کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ باندی خریدی ہے اور اس نے انکار کیا پس اگر بائع نے جھگڑا کرنے پر عزم کر لیا تو اس کو باندی سے وطی کرنا روا ہے جس شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں شخص سے دس درہم وصول پائے پھر دعویٰ کیا کہ زیوف تھے تو تصدیق کی جائے گی بخلاف اس کے کہ اگر جید وصول پانے یا اپنا حق یا ثمن وصول پانے کا اقرار کیا تو صریحاً کھرے درہم یا دلالۃً کھرے درہم پانے کا اقرار ہے پس تصدیق نہ کیا جائے گی اور بنہرہ کا حکم زیوف کے مانند ہے اور ستوق میں تصدیق نہ ہوگی کیونکہ وہ درہم کی جنس سے نہیں ہیں واضح ہو کہ زیوف وہ درہم ہے جس کو بیت المال نے کھوٹا ٹھہرایا ہے اور بنہرہ وہ ہے جس کو تاجر پھیر دیتے ہیں اور ستوق وہ ہے جس میں میل زائد ہوتا ہے۔

مسئلہ ☆ ایک یادداشت حق کے نیچے لکھا گیا کہ جو شخص اس یادداشت حق کے کام کے واسطے کھڑا ہو تو جو کچھ اس میں ہے وہ اس کا ولی ہے ☆

کسی نے دوسرے سے کہا کہ مجھ پر تیرے ہزار درہم ہیں اس نے کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہیں ہے پھر دو ہیں اس نے کہا بلکہ تجھ پر میرے ہزار درہم ہیں تو اس اقرار کرنے والے پر کچھ نہیں ہے کیونکہ پہلا قول اس کا اقرار تھا اور جب دوسرے نے اس کو رد کیا تو رد ہو گیا اور دوسرا قول دعویٰ ہے بلا حجت یا تصدیق خصم کے ثابت نہ ہوگا بخلاف ایجاب خرید کے کہ اس کے انکار کی تصدیق پھر ہو سکتی ہے اگر ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا اس نے کہا کہ تیرا ہرگز مجھ پر کچھ نہیں پھر مدعی نے ہزار درہم ہونے پر گواہ قائم کئے اور مدعا علیہ نے ادا کر دینے پر گواہ قائم کئے تو گواہ مقبول ہوں گے اور ایسے ہی اگر معاف کر دینے کے گواہ قائم کئے تو بھی مقبول ہوں گے اور اسی طرح اگر مدعا علیہ نے کہا تھا کہ تیرا مجھ پر ہرگز کچھ نہیں ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یوں کہا کہ تیرا ہرگز مجھ پر کچھ نہ تھا اور میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں تو اس کے گواہ ادا کر دینے یا معاف کر دینے کے مقبول نہ ہوں گے اور قدوری نے کہا کہ مقبول ہوں گے کیونکہ روپوش یا پردہ نشین اپنے دروازہ پر غل غپاڑے سے پریشان ہو کر اپنے وکیلوں کو حکم دیتا ہے کہ راضی کر کے ٹال دو اور اکثر نہیں پہچانتا ہے پھر پہچانتا ہے لہٰذا توفیق دونوں قولوں میں ممکن ہوئی ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ تو نے یہ باندی میرے ہاتھ بیچی ہے اس نے کہا کہ میں نے ہرگز تیرے ہاتھ نہیں بیچی ہے پھر مدعی نے گواہ قائم کر کے لے لی پھر اس کی ایک انگلی زائد پائی یعنی عیب نکالا اور بائع نے گواہ قائم کئے کہ میں نے عیبوں سے برأت کر لی تھی تو بائع کے گواہ نامقبول ہوں گے ایک یادداشت حق کے نیچے لکھا گیا کہ جو شخص اس یادداشت حق کے کام کے واسطے کھڑا ہو تو جو کچھ اس میں ہے وہ اس کا ولی ہے انشاء اللہ تعالیٰ یا خرید میں لکھا ہے کہ فلاں شخص پر اس کا خلاص کرنا اور سپرد کر دینا واجب ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو امام اعظمؒ کے نزدیک سب یادداشت باطل ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک انشاء اللہ تعالیٰ قیام اور خلاص سے متعلق ہے اور یہ استحسان ہے اور اگر دونوں عبارتوں میں کچھ جگہ خالی ہے تو مشائخ نے کہا کہ عبارت سے ملحق نہ ہوگا کذا

فی الهدایہ۔ کسی نے اپنے گھر میں ہمیشہ روٹی پکانے کا تنور گاڑا کہ جیسا دوکانوں میں ہوا کرتا ہے یا پیسنے کی چکی یا کندی کرنے والوں کی کوٹنی تو جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس سے ہمسایوں کو کھلا ضرر پہنچے گا کہ اس سے بچاؤ نہیں ممکن ہے اور حمام بنائے تو جائز ہے کیونکہ اس کا ضرر نمی ہے اور اس سے بچاؤ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہمسایہ کی دیوار اور حمام کے بیچ میں گچ کی دیوار بنائے اور صدر الشہید نے فرمایا کہ ان صورتوں میں قیاساً جواز ہے کہ اپنی ملک میں تصرف ہے لیکن قیاس چھوڑ کر استحسان اختیار کیا گیا کہ اس میں مصلحت ہے اور کہا کہ میرے والد نے فرمایا ہے کہ جس صورت میں کھلا ضرر ہو تو ممانعت کی جائے گی اور اسی پر فتویٰ ہے امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی نے اپنے گھر میں حمام بنایا اور اس کے دھوئیں سے پڑوسیوں کو ایذا پہنچی تو وہ ممانعت کر سکتے ہیں الا جبکہ اس کا دھواں ان کے گھروں کے دھوئیں سے برابر ہو تو نہیں منع کر سکتے ہیں۔

اگر کسی نے اپنے گھر میں بکریوں کا خطیرہ بنایا اور مینگنوں کی بدبو سے پڑوسیوں نے ایذا پا کر منع کرنا چاہا تو شرعاً ممانعت نہیں ہو سکتی ہے اگر اپنے گھر میں کنواں کھودا کہ جس سے پڑوسی کی دیوار نمناک ہوتی ہے تو منع نہیں کر سکتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر ایسا ہونا یقیناً جانتا ہے تو منع کر سکتا ہے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے قول کے مخالف[1] ہے دو گھروں کے بیچ کی دیوار گر گئی اور ایک کے یہاں پردہ ہے اس نے دوسرے سے اس کے بنانے میں مدد چاہی تو ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ اس پر جبر نہ کیا جائے گا اور فقیہ نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں جبر کیا جائے گا اور بعض نے کہا کہ اگر چڑھنے سے پڑوسی کے اندر گھر میں نظر پڑتی ہے تو چڑھنے سے منع کیا جائے گا یہاں تک کہ پردہ بنائے اور اگر پڑوسی کی چھت پر پڑتی ہے تو منع نہیں ہے یہ نہایہ میں منقول ہے شافعی مذہب کا آدمی اگر قاضی کے پاس آیا اور جوار کی راہ سے شفعہ کا دعویٰ کیا تو یہ مسئلہ کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ قاضی حکم نہ دے گا اور بعضوں نے کہا کہ حکم دے گا اور بعضوں نے کہا کہ اگر قاضی کے پاس آیا تو قاضی اس سے دریافت کرے گا کہ جوار کی وجہ سے شفعہ جب ہونے کا تیرا اعتقاد[2] ہے اگر اس نے کہا کہ ہاں تو حکم دے گا اور اگر کہا کہ نہیں تو وہاں سے اٹھا دے گا اور اس کا کلام نہ سنے گا اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ اچھا قول ہے ملتقی میں مذکور ہے کہ مثلاً بغداد میں تین قاضی ہیں ہر ایک کی ایک حد مقرر ہے اور ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا اور دونوں میں اختلاف ہوا کہ کس قاضی کے پاس مقدمہ پیش کریں پس اگر دونوں کا گھر ایک ہی جگہ ہے تو جو وہاں کا قاضی ہے اس کے پاس پیش کریں اور اگر دونوں کا گھر جدا جدا ہے ایک اس طرف رہتا ہے دوسرا اس طرف رہتا ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ مدعی کو اختیار ہے جہاں چاہے نالش کرے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ مدعا علیہ کو اختیار ہے جس کے پاس چاہے جائے اسی طرح اگر ایک خصم لشکر کی چھاؤنی میں رہتا ہے اس نے کہا کہ ہم چھاؤنی کے قاضی کے پاس چلیں گے اور دوسرا شہر میں رہتا ہے اس نے کہا کہ شہر کے قاضی کے پاس چلیں گے تو اس میں بھی اختلاف مذکور جاری ہے کذا فی المحیط۔

اگر قاضی نے کسی شخص سے کہا کہ میرے نزدیک بالضرور ثابت ہو گیا کہ اس نے چوری کی ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈال یا کہا کہ اس نے زنا کیا ہے اس کے حد مار دے یا کہا کہ اس پر قصاص واجب ہوا ہے اس کو قتل کر سکے تو شیخینؒ کے نزدیک اس کو روا ہے کہ حدود اور قصاص جاری کر دے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کو ایسا کرنا روا نہیں ہے جب تک کہ قاضی اس کے نزدیک عادل نہ ہو اور قاضی کے ساتھ دوسرا شخص گواہی نہ دے اگر کسی حق کے مقدمہ میں ہے تو دونوں کی گواہی قبول کرے اور اگر زنا کے مقدمہ میں ہے تو

---

[1] مخالف ہے اقول ضرر عام اور ضرر خاص دفع کرنا شرعی اصول میں بلا خلاف مقرر ہے اور ہمارے اصحاب سے مصرح فافہم۔ [2] اعتقاد ہے اقول یہ مسئلہ دلیل ہے کہ مقلدین اپنی تقلید میں حق سمجھ کر تقلید کریں اور بعض مسائل میں ممکن ہے کہ دوسرے امام کے قول کی تصدیق کرتے ہوں۔

قاضی کے ساتھ تین شخص اور چاہئے ہیں اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اس کی تین صورتیں ہیں یا تو قاضی حاکم عادل ہوگا یا عالم ظالم ہوگا یا عادل جاہل ہوگا پس اگر عالم عادل ہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بدوں استفسار کے اس کا کہنا قبول کرے اور اگر عالم ظالم ہے تو اس کی فرمانبرداری نہ کرے خواہ استفسار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر عادل جاہل ہے تو بدوں استفسار کے اس کے کہنے پر عمل نہ کرے کیونکہ وہ اکثر خطا کرتا ہے تو حجت دریافت کرے اور مسئلہ جو مذکور ہوا ہے وہ عالم عادل کو فرض کر کے ہے اسی طرح اگر قاضی نے کہا کہ میرے سامنے اس شخص نے اس شخص کے ہزار درہم قرض کا اقرار کیا ہے اور اقرار کرنے والا انکار کرتا ہے تو شیخینؒ کے نزدیک مقبول ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس پر قبول کرنا لازم نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر اصل قاضی کے پاس حکم خلیفہ ثابت کرنا چاہا تو خلیفہ قاضی اصل کے سامنے کہے کہ فلاں شخص نے فلاں شخص کے واسطے اس قدر مال کا اقرار کیا اور میں نے فلاں شخص پر فلاں کے واسطے یہ حکم دیا پس فلاں شخص کا اقرار اور خلیفہ کا حکم اور جو کچھ خلیفہ نے بیان کیا سب ثابت ہو گیا کیونکہ خلیفہ وہیں قاضی ہے جہاں قاضی اصل قاضی ہے اور قاضی کا قول اپنے مقام قضا میں مقبول ہوتا ہے کذا فی الذخیرہ۔

اگر ایک شخص دوسرے شخص کے واسطے مال کا اقرار کر کے مر گیا پھر اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں نے اس شخص سے جس کے واسطے اقرار کیا تھا کہا کہ ہمارے باپ نے جو کچھ اقرار کیا وہ جھوٹ طور پر اقرار کیا ☆

اگر قاضی نے غائب کے وکیل یا میت کے وصی کے سامنے فیصلہ کیا تو غائب اور میت پر حکم ہوگا نہ وکیل اور وصی پر اور قاضی اپنی سجل میں تحریر کرے گا کہ قاضی نے غائب اور میت پر حکم دیا لیکن اس کے وکیل یا وصی کے سامنے خصافؒ نے ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ اگر قاضی نے کسی شخص کو مدعا علیہ کے پیچھے لگایا کہ اس کا مال نکالے تو اس کی مزدوری مدعا علیہ پر ہوگی ایسا ہی قاضی صدر الاسلام نے ذکر کیا اور اس کو بعض قاضیوں نے اختیار کیا ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ مدعی پر ہوگی اور یہی اصح ہے کیونکہ اس کا نفع مدعی کو پہنچتا ہے اگر ایک شخص دوسرے شخص کے واسطے مال کا اقرار کر کے مر گیا پھر اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں نے اس شخص سے جس کے واسطے اقرار کیا تھا کہا کہ ہمارے باپ نے جو کچھ اقرار کیا وہ جھوٹ طور پر اقرار کیا اور تجھے معلوم ہے اور وارثوں نے اس سے قسم لینا چاہی تو ان کو قسم لینے کا حق نہیں پہنچتا ہے اگر قرض دار نے کہا کہ میں اپنا یہ غلام فروخت کر کے قرضہ ادا کئے دیتا ہوں تو شراح مختصر العصام نے ذکر کیا کہ قاضی اس کو قید نہ کرے گا بلکہ دو یا تین روز تک مہلت دے گا کسی نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس کا انکار کیا پھر دوسری مجلس میں اس پر دعویٰ کیا کہ تو نے مجھ سے مال ادا کرنے کی مہلت لی تھی اور مال کا اقرار کیا تھا تو قاضی اس سے مال پر یا مہلت لینے پر قسم لے گا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ صرف مال پر قسم لے گا کیونکہ مہلت لینے پر قسم لینے سے اقرار مال ثابت ہوتا ہے اور اقرار مدعی کی حجت ہے اور مدعی کی حجت پر مدعا علیہ سے قسم نہیں لی جاتی ہے نوادر بن رستم میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درہم ہیں پھر اس مدعا علیہ نے کہا کہ اگر تو قسم کھائے گا کہ یہ تیرے مجھ پر ہیں تو میں تجھے ادا کر دوں گا پھر مدعی نے قسم کھالی اور مدعا علیہ نے اسے ادا کر دیئے پس اگر مدعا علیہ نے اسی شرط پر ادا کئے ہیں جو شرط بیان کی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ جو اس نے دیا ہے واپس لے ایک شخص نے دوسرے کے نام کا اقرار نامہ نکالا کہ اس نے اقرار کیا ہے اور تحریر کر دیا ہے پھر مقر نے کہا کہ میں نے تیرے لئے اس مال کا اقرار کیا تھا لیکن تو نے میرا اقرار رد کر دیا تو مقر لہ یعنی جس کے لئے اقرار کیا تھا اس سے قسم لی جائے گی جیسے اس صورت میں کہ ایک شخص نے دوسرے پر بیع کا دعویٰ کیا اور بائع نے کہا کہ میں نے تیرے

ہاتھ فروخت کیا تھا مگر تو نے مجھ سے اقالہ کرلیا ہے تو خرید کے دعویٰ کرنے والے سے قسم لی جائے گی۔

ایک شخص نے ایک عورت اور اس کی بیٹی سے دو عقدوں میں نکاح کیا اور کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے کس سے پہلے نکاح کیا ہے تو صاحبینؒ کے نزدیک ہر ایک کے واسطے اس سے قسم لی جائے گی کہ میں نے اس کو دوسری عورت سے پہلے اپنے نکاح میں نہیں لیا ہے اور قاضی کو اختیار ہے جس سے چاہے پہلے شروع کرے پس اگر ایک سے قسم دلائی اور اس نے قسم کھالی تو دوسری کا نکاح ثابت ہو گیا اور اگر انکار کیا تو اس کا نکاح ثابت ہوا اور دوسری کا باطل ہو گیا اور امام اعظمؒ کے نزدیک نکاح کے معاملہ میں قسم کافی نہیں ہے اگر ایک شخص پر کسی گھر کا دعویٰ کیا گیا اور اس نے کہا کہ یہ گھر میں نے بنایا ہے اور مدعی اس کو جانتا ہے اور مدعی سے قسم طلب کی تو مدعی سے قسم نہ لی جائے گی کیونکہ جائز ہے کہ بنانے والا مدعا علیہ ہو لیکن عمارت ملکیت مدعی کی ہو اس طرح کہ مدعی کے حکم سے مدعا علیہ نے تیار کی ہو حتیٰ کہ اگر مدعا علیہ نے یوں بیان کیا کہ میں نے یہ گھر اپنی ذات خاص کے واسطے بدوں حکم مدعی کے بنایا ہے تو مدعی سے قسم لی جائے گی اگر محکم یعنی حکم نے مدعا علیہ سے قسم لی اور اس نے قسم کھالی پھر قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا تو قاضی اس سے دوبارہ قسم نہ لے گا کذا فی المحیط۔ اگرچہ حکم فاسق ہو یہ ہمارے نزدیک ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ ایک گھر کسی کے قبضہ میں تھا اس پر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے اس نے مجھ سے غصب کرلیا ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ یہ گھر میرا تھا میں نے اس کو اس اس طرح وقف کر دیا ہے اور مدعی نے اس کو قسم دلانا چاہی تو امام محمدؒ کے نزدیک اس کو قسم دلائی جائے گی اور اس میں شیخینؒ نے خلاف کیا ہے اور بناء خلاف یہ ہے کہ گھر کا غصب امام محمدؒ کے نزدیک محقق ہوتا ہے اور قسم دلانے میں یہ فائدہ ہے کہ اگر اس نے انکار کیا تو اس پر قیمت دینے کا حکم کیا جائے گا اور اگر مدعی نے اس غرض سے قسم دلائی کہ میں بعینہ وہ گھر لوں تو بالاتفاق قسم نہ دلائی جائے گی کیونکہ وہ گھر وقف میں جاتا رہا ہے اور فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے اور یہ مثل اس کے ہے کہ زید کے قبضہ میں ایک غلام ہے اس نے کہا کہ یہ غلام عمرو کا ہے اس نے خالد سے غصب کرلیا ہے تو زید کے اس اقرار کی کہ یہ عمرو کا ہے تصدیق کی جائے گی اور اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کہ عمرو نے خالد سے غصب کرلیا ہے اور اس کا اقرار اس پر حجت ہو گا حتیٰ کہ اس کی قیمت عمرو کو دلائی جائے گی ایک شخص کے قبضہ میں ایک زمین ہے اور اس کے زعم میں اس کے دادا نے یہ زمین اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد پر خاصۃً وقف کی ہے پھر ایک شخص آیا کہ اس زمین کے وقف کرنے والے نے اس کو اپنی تمام اولاد پر وقف کیا ہے اور میں بھی اس کی اولاد میں سے ہوں اور قابض سے اس نے قسم لینا چاہی تو اس سے قسم نہ لی جائے گی لیکن اگر قابض کے پاس زمین کا کچھ حاصل ہو تو قسم لی جائے گی کیونکہ مدعی اس حاصل کو اپنی ملکیت خیال کرتا ہے اور قابض منکر ہے تو قسم دلایا جائے گا اور یہ حکم اس شخص کے قول پر ٹھیک ہے جو کہتا ہے کہ جس پر وقف کیا جائے اس کو خصومت کا حق ہوتا ہے اور جس شخص کے نزدیک نہیں ہوتا ہے اس کے نزدیک یہ حکم ٹھیک نہ ہو گا اور چاہئے کہ دعویٰ متولی کی طرف سے ہوتا کہ مدعا علیہ سے قسم لی جائے۔

چھاؤنی کے قاضی کو سوائے چھاؤنی کے ولایت حاصل نہیں ہے اور سوائے اہل چھاؤنی کے اس کا حکم کسی پر نافذ نہ ہو گا مگر جبکہ تقرری کے وقت اس نے شرط کرلی[1] ہو تو نافذ ہو گا اگر کوئی شخص چھاؤنی کا ہو اور وہ بازار میں کام حرفہ کرتا ہو تو وہ چھاؤنی کا شمار ہو گا شمس الاسلام اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کچھ زمین علماء خورقند پر وقف کی اور متولی کے سپرد کر دی پھر متولی پر فساد وقف کا بسبب شیوع کے دعویٰ کیا اور قاضی خورقند کے سامنے پیش کیا اور اس نے صحت وقف کا حکم دیا اور قاضی خورقند بھی علماء خورقند

---

[1] شرط کرلی ہو یعنی سلطان نے سوائے لشکر کے دوسروں پر بھی اس کا حکم نافذ کیا ہو تو جائز ہے۔

میں بسے ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی قضا نافذ ہے کیونکہ وہ اس میں گواہ ہو سکتا ہے تو قاضی ہو سکتا ہے اور گواہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہلال نے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی نے اپنے پڑوسی فقیروں پر کچھ وقف کیا اور بعض فقیروں نے ان میں سے وقف پر گواہی دی تو مقبول ہوگی قاضی نابالغوں کے نکاح کر دینے کا مختار نہیں ہے مگر جبکہ اس کے مشورے میں یہ لکھا دیا گیا ہو اگر قاضی اپنا رزق بیت المال سے پورا پورا لینے سے پہلے مر گیا تو ساقط ہو جائے گا شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے فتاویٰ نسفی میں ہے کہ قاضی کرخ اور قاضی خیبر سے ملاقات ہوئی پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ فلاں شخص نے فلاں کے واسطے یہ اقرار کیا ہے تو دوسرا اس پر فیصلہ نہ کرے گا جب تک وہ اس کے پاس کتاب القاضی الی القاضی کے طریقہ پر خط نہ بھیجے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ خبر دینے کے وقت ہر ایک ایسی جگہ نہ ہو جہاں وہ قاضی ہے اور اگر ایسی جگہ ہو تو اس خبر پر اعتبار کرنا چاہئے کیونکہ زبانی خبر کا اعتبار خط سے زیادہ ہے یہ محیط میں لکھا ہے قاضی نے یتیم کا مال خود کسی کے ہاتھ فروخت کیا یا ودیعت رکھا یا اس کے حکم سے اس کے امین نے فروخت کیا اور قاضی اس کو جانتا ہے پھر یہ قاضی مر گیا اور لوگوں نے دوسرے قاضی کے پاس بجائے اس کے مقرر ہوا ہے گواہی دی کہ ہم نے پہلے قاضی کو کہتے سنا تھا کہ میں نے اس یتیم کا مال فلاں کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ گواہی مقبول ہے اور مشتری سے مال کا مواخذہ کیا جائے گا اور یہی حکم ودیعت کا ہے ملتقط میں ہے کہ اگر کوئی شخص مر گیا اور اس کا کوئی وارث معلوم نہیں ہوتا ہے اور قاضی نے اس کا گھر فروخت کر دیا تو جائز ہے اور اگر پھر اس کا کوئی وارث ظاہر ہوا تو بیع تمام ہو چکی یعنی بیع واپس نہ ہو سکے گی یہ فتاویٰ خلاصہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر درہم و دینار و زمین وغیرہ کے متفرق دعوےٰ کئے تو سب دعویٰ یکجا کر کے مدعا علیہ سے سب پر ایک قسم لی جائے گی ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے ایک اقرار نامہ مدعا علیہ کا لکھا ہوا کہ اس قدر مال کا اس نے اقرار کیا اور تحریر کیا تھا نکالا اور کہا کہ یہ تحریر مدعا علیہ کی ہے اور مدعا علیہ نے اپنی تحریر ہونے سے انکار کیا پھر اس سے لکھوایا گیا تو دونوں خطوں میں صاف مشابہت تھی تو اس میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ قاضی مدعا علیہ پر اس مال کی ڈگری کرے اور بعضوں نے کہا کہ نہ کرے اور یہی صحیح ہے اور اگر مدعا علیہ نے اپنی تحریر ہونے کا اقرار کیا لیکن مال سے انکار کیا کہ مجھ پر نہیں ہے پس اگر وہ خط عنوان کے ساتھ مصدر ہو تو مدعا علیہ کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اس پر مال کی ڈگری کی جائے گی اور صراف اور دلال کا خط عرفاً حجت ہے اور اگر یہ خط مصدر معنون نہ ہو لیکن بطور تمسک کے ہو پس اگر اپنے نفس پر اس کے مضمون کا اقرار کیا تو مال اس پر لازم ہو گا اور اگر گواہوں کے سامنے خط لکھ کر ان کو پڑھ سنایا تو گواہوں کو گواہی دینا حلال ہے اگرچہ کاتب نے ان کو گواہ کر لیا ہو اور اگر گواہوں کے سامنے لکھا اور ان کو پڑھ کر نہ سنایا لیکن کہا کہ جو کچھ اس میں ہے اس کی تم مجھ پر گواہی دو تو گواہوں کو روا ہے کہ گواہی دیں بشرطیکہ اس کے مضمون سے آگاہ ہوں اور اگر نہ آگاہ ہوں تو ان کو گواہی دینا حلال نہیں ہے عیون میں لکھا ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے اپنے ایک غلام کو ہزار درہم پر مکاتب کر دیا ہے اور میت پر کسی کے ہزار درہم چاہئے ہیں پھر مکاتب نے بدوں حکم قاضی کے قرض خواہ کو میت کی طرف سے اس کے قرضہ کے عوض ہزار درہم دے دیئے تو قیاساً باطل ہے اور مکاتب آزاد نہ ہوگا جب تک قاضی اس کو آزاد نہ کرے یہ خانیہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک غلام کا جو دوسرے کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور اس سے قسم طلب ہوئی پس اس نے انکار کیا پھر قاضی نے بسبب اس[1] اقرار کے اس پر ڈگری کر دی پھر مدعا علیہ نے گواہ قائم کئے انہوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے

[1] یعنی انکار قسم جو متضمن اقرار ہے۔

یہ غلام مدعی سے خریدا تھا تو گواہی مقبول ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر کسی نے کہا کہ میرا مال مسکینوں پر صدقہ ہے تو ان لوگوں پر صدقہ ہے تو ان لوگوں پر صدقہ ہوگا جن میں زکوٰۃ تقسیم ہوتی ہے اور اگر تہائی مال کے صدقہ کی وصیت کی تو ہر شے کی تہائی لی جائے گی اور زمین عشری امام اعظمؒ وامام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس میں شامل ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک شامل نہ ہوگی اور بالاجماع زمین خراجی داخل نہیں ہے اور اگر کہا کہ جس کا میں مالک ہوں مسکینوں پر صدقہ ہے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ہر مال کو شامل ہے کیونکہ یہ لفظ اعم ہے لفظ مال سے اور مفید ایجاب شرعی ہے اور وہ مخصوص لفظ مال کے ساتھ ہے اور یہاں کوئی مخصص نہ ہوا تو عام باقی رہا اور صحیح یہ ہے کہ دونوں لفظ یکساں ہیں پھر اگر اس کے سوا اس کا کچھ مال دوسرا نہ ہو تو اس میں بقدر روزینہ کے رکھ لے پھر جب کچھ اس کے پاس آ جائے تو پھر اس قدر صدقہ کر دے اور کس قدر رکھ لے اس کی مقدار مقرر نہیں ہے کیونکہ ہر شخص کی لیاقت پر ہے اور بعضوں نے بیان کیا کہ حرفہ والا ایک روز کی روزی رکھ لے اور کرایہ والا ایک مہینہ کی اور زمیندار ایک سال کی اور اسی طرح تجارت والا اتنے دنوں کی روزی رکھ لے کہ جب اس کا مال اس کے پاس آ جائے اگر کسی کو وصیت کی گئی اور اس کو وصیت کا علم نہ ہوا یہاں تک کہ اس نے ترکہ میں سے کچھ فروخت کیا تو وہ وصی ہوگا اور بیع جائز ہے اور وکیل کی بیع جب تک اس کو وکالت معلوم نہ ہو جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ وصیت کی صورت میں بھی جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے لوگوں میں سے اس کو آگاہ کر دیا تو روا ہے اور وکالت سے ممانعت نہ ہوگی جب تک کہ اس کے پاس دو یا ایک عادل گواہی نہ دے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تصرف کرنا اور تصرف سے ممانعت دونوں کا ایک حکم ہے یعنی تصرف روا ہونے کے واسطے عدالت کی اور دو کی شرط نہیں ہے ایسے ہی تصرف سے ممانعت کے واسطے بھی شرط نہیں ہے اگر قاضی نے یا اس کے امین نے کوئی غلام قرض خواہوں کے واسطے فروخت کیا اور ثمن لے لیا اور وہ ضائع ہو گیا پھر غلام استحقاق ثابت کر کے مشتری سے لے لیا گیا تو قاضی یا امین ضامن نہ ہوگا اور مشتری اپنا ثمن قرض خواہوں سے لے لے گا اور اگر قاضی نے وصی کو اس غلام کے بیچنے کا حکم کیا کہ قرض خواہوں کے واسطے فروخت کرے پھر قبضہ سے پہلے مر گیا یا استحقاق ثابت ہو کر مشتری سے لے لیا گیا تو مشتری وصی سے ثمن واپس لے گا اور وصی قرض خواہوں سے لے لے گا پھر اگر میت کا کچھ مال ظاہر ہوا تو قرض خواہ اپنے قرضہ کو اس سے لے لے گا اور مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ سو دینار بھی لے لے گا جو اس نے ڈانڈ دیئے ہیں کیونکہ یہ بھی اس کو میت کے کام میں دینے پڑے ہیں اگر وارث کے واسطے کوئی چیز میت کی فروخت کی گئی تو اس کا حکم بھی قرض خواہ کا حکم ہے واللہ اعلم بالصواب کذا فی الہدایہ۔

کتاب الشہادات

اور اس میں چند ابواب ہیں

باب : ①

شہادت کی تعریف اوراس کے رکن وسبب اداءوحکم وشرائط واقسام کے بیان میں

شہادت یعنی گواہی کی تعریف یہ ہے کہ مجلس قضا میں گواہی کے لفظ کے ساتھ حق ثابت کرنے کے واسطے سچی خبر دینے کو شہادت کہتے ہیں یہ فتح القدیر میں ہے اور ہر ایسا لفظ جو خبر کے معنی میں ہو نہ قسم کے معنی میں اس کا رکن ہے یہ تبیین میں لکھا ہے گواہی ادا کرنے کا سبب یا تو مدعی کی درخواست ہو کہ گواہی ادا کرے یا مدعی کی حق تلفی کا خوف ہو جبکہ مدعی کو اس کی گواہی نہ معلوم[1] ہو اور اس کا یعنی گواہی کا اثر وحکم یہ ہے کہ حاکم کو اس کے موافق حکم دینا پڑے کذا فی العنایہ۔ گواہی کی شرطیں دو طرح کی ہیں ایک گواہی اٹھانے کی شرطیں اور دوسرے اس گواہی کو ادا کر دینے کی شرطیں گواہی اٹھانے کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس وقت عاقل ہو پس مجنون یا ایسے لڑکے کا جو بے عقل ہے گواہی اٹھانا صحیح نہیں ہے ایک یہ ہے کہ آنکھوں والا ہو پس اندھے کا گواہ ہونا صحیح نہیں اور ایک یہ کہ جس چیز کی گواہی برداشت کی ہے اس کو خود دیکھا ہو نہ یہ کہ دوسرے کے دیکھنے پر گواہی کا متحمل ہوا ہو مگر چند چیزوں خاص میں لوگوں سے سن لینے سے گواہ ہو سکتا ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور گواہی برداشت کرنے کے واسطے بالغ اور آزاد اور مسلمان اور عادل ہونا شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر گواہی برداشت کرنے کے وقت عاقل لڑکا یا کافر یا فاسق ہو پھر جب اس گواہی کے ادا کرنے کا وقت ہوا اس وقت لڑکا بالغ ہو گیا یا مسلمان پر گواہی دینے کے وقت کافر مسلمان ہو گیا یا فاسق نے توبہ کر لی اور قاضی کے سامنے گواہی ادا کی تو ان کی گواہی مقبول ہو گی یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور گواہی ادا کرنے کی شرطیں چند طرح کی ہیں از انجملہ خود گواہ میں یہ شرط ہے کہ عاقل اور بالغ اور آزاد اور بینا اور ناطق ہو اور ہمارے نزدیک تہمت لگانے میں اس کو حد نہ ماری گئی ہو اور فقط خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے گواہی دے اور اس کو کچھ حصول منفعت یا دفع مضرت کی غرض نہ ہو اور خود مخاصم نہ ہو اور امام اعظمؒ کے نزدیک جس چیز پر گواہی دیتا ہے اس کو جان کر وقت ادا تک یاد رکھتا ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

عدالت گواہ کی قاضی کے قبول کرنے کے واسطے شرط ہے ادا کرنے کے واسطے شرط نہیں ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور شرط ظاہری عدالت ہے نہ حقیقی کہ جو تعدیل کرنے والوں سے گواہوں کا حال دریافت کرنے سے ہوتی ہے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ سے روایت ہے کہ حقیقی[2] شرط ہے کذا فی البدائع اور فتویٰ اس زمانہ میں صاحبینؒ کے قول پر ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور عدل کی تفسیروں میں عمدہ تفسیر وہ ہے جو امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ گواہی میں وہ شخص عادل ہے کہ جو کبیرہ گناہوں سے دور رہے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور اس کی صلاحیت فساد سے زائد اور اس کے افعال صواب خطا سے زیادہ نہ ہوں یہ نہایہ میں

---

[1] نہ معلوم یعنی مثلاً مدعی کے باپ نے یہ چیز خریدی اور فلاں وفلاں کو گواہ کر لیا پھر وہ مر ا اور کسی نے دعویٰ کیا اور فرزند کو گواہ معلوم نہیں تو ان گواہوں کو چاہئے کہ خود گواہی ادا کریں۔ [2] حقیقی......اور ظاہری عدالت یعنی مسلمان ہونا کافی نہیں ہے۔

ہے کبیرہ گناہ کی تفسیر میں اختلاف ہے اور اصح وہ ہے جو شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہے کہ جو فعل مسلمانوں میں شنیع ہو اور اس کے کرنے میں ہتک حرمت دین اللہ تعالیٰ ہو وہ کبائر میں سے ہے اور اسی طرح جس میں مروت اور کرم کا دور کر دینا لازم آتا ہے وہ کبائر میں سے ہے اور اسی طرح فسق و فجور پر اعانت کرنا اور ان گناہوں پر برانگیختہ کرنا بھی کبائر میں سے ہے اور ان کے ماسوا صغیرہ میں کذا فی المحیط اور از انجملہ نفس گواہی میں یہ شرط ہے کہ حقوق عباد پر جو گواہی قائم ہوئی اس میں مدعی یا اس کے نائب کی طرف سے دعویٰ ہونا شرط ہے اور یہ کہ گواہی دعویٰ کے موافق ہو اور جن چیزوں پر مرد مطلع ہو سکتے ہیں عدد شرط ہے اور دونوں گواہوں میں اتفاق شرط ہے اور حدود پر گواہی دیتے ہیں مذکر ہونا شرط ہے اور جس پر گواہی قائم ہوئی ہے اگر وہ مسلمان ہو تو گواہ کا مسلمان ہونا شرط ہے اور تمام حدود پر گواہی دینے میں سوائے حد قذف کے یہ شرط ہے کہ مدت زیادہ نہ گزر گئی ہو ورنہ مقبول نہ ہو گی بخلاف اقرار کے اور یہ کتاب الحدود میں مذکور ہوا ہے اور حدود و قصاص میں گواہ اصالۃً گواہی ادا کرے کذا فی البدائع اور گواہی پر گواہی ادا کرنے میں اصالۃً حاضر ہونا متعذر ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔

جس چیز کی بابت گواہی دی جائے اُس کی بابت علم ہونا شرط ہے ☆

از انجملہ جس چیز کی گواہی دیتے ہیں اس کا معلوم ہونا شرط ہے اگر مجہول ہو گی تو گواہی مقبول نہ ہو گی اس واسطے کہ قاضی کے حکم قضا کے صحیح ہونے کے واسطے جس چیز کی گواہی دیتے ہیں قاضی کو اس کا علم ہونا ضروری ہے اور اسی سے نکلتا ہے کہ اگر دو شخصوں نے قاضی کے پاس گواہی دی کہ فلاں شخص اس میت کا وارث ہے اس کے سوا کوئی اس کا وارث نہیں ہے تو گواہی نامقبول ہو نا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے مجہول کی گواہی دی کہ سبب وراثت مجہول ہے کذا فی البدائع۔ اقسام شہادت کے پس زنا پر گواہی ہے اور اس میں چار مرد معتبر ہوتے ہیں اور باقی حدود و قصاص پر گواہی اور اس میں نہ دو مردوں کی گواہی مقبول ہوتی ہے اور ان دونوں قسموں میں عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ہوتی ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے از انجملہ ولادت اور بکارت اور عورتوں کے ایسے عیبوں پر گواہی کہ جس پر مرد مطلع نہیں ہوتے ہیں اور اس میں ایک مسلمان آزاد عادلہ عورت کی گواہی مقبول ہے اور دو ہوں تو زیادہ احتیاط ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور مشائخ بلخ اور مشائخ بخارا نے لفظ شہادت کو شرط کیا ہے اور مشائخ عراق نے کہا کہ لفظ شہادت شرط نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور قدوری نے پہلے قول پر اعتماد کیا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں ہے جن میں ایک عورت کی گواہی مقبول ہے اگر ایک مرد نے گواہی دی مثلاً کہا کہ ناگہاں[1] میری نظر اس عورت پر پڑ گئی تو جواب یہ ہے کہ ایسے مواضع میں اس کی گواہی قبول ہونا چاہئے کذا فی المبسوط۔

صحیح یہ ہے کہ عدد شرط نہیں کیونکہ جب ایک عورت کی گواہی مقبول ہے تو مرد کی گواہی اس سے قوی ہے مقبول ہونی چاہئے یہ نہایہ میں از انجملہ گواہی سوائے حدود و قصاص کے اور سوائے ان چیزوں کے جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے ہیں ایسی گواہی میں دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ہونا شرط ہے خواہ وہ مال ہو یا مال نہ ہو مثل نکاح اور طلاق اور عتاق اور وکالت اور وصیت وغیرہ یہ تبیین میں لکھا ہے اور احصان بھی اسی قسم سے ہے حتیٰ کہ ہمارے نزدیک ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے کذا فی المحیط۔

---

[1] ناگہاں اس واسطے کہ عمداً دیکھنا فسق ہے۔

باب : ②

گواہی کو برداشت کرنے اور ادا کرنے کے بیان میں

کچھ ڈر نہیں ہے کہ انسان گواہی کے برداشت کرنے اور قبول کرنے سے انکار کرے واقعات میں ہے کہ ایک شخص سے اپنی گواہی لکھنے کو یا گواہ ہونے کو کہا گیا اور اس نے انکار کیا پس اگر طالب کو دوسرا شخص ملتا ہے تو اس کا انکار جائز ہے ورنہ[1] جائز نہیں ہے کذا فی الذخیرہ اور ایسا ہی حال تعدیل کا ہے کہ اگر کسی سے حال گواہ دریافت کیا جائے اور وہاں دوسرا معدل دستیاب ہو سکتا ہے تو اس کو نہ قبول کرنے کی گنجائش ہے ورنہ روا نہیں ہے کہ سچی بات نہ کہے تاکہ کسی کا حق باطل کرنے والا نہ ٹھہرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر مدعی نے گواہی طلب کی تو ادا کر دے ورنہ چھپانے سے گنہگار ہوگا اور جب وہ گنہگار ہوگا کہ اس کو معلوم ہو کہ قاضی میری گواہی قبول کرے گا اور اسی پر ادا کرنا ٹھہر جائے اور اگر جانتا ہے کہ قاضی نہ قبول کرے گا یا وہاں ایک جماعت ہے کہ بعضوں نے گواہی دے دی اور وہ قبول ہوئی تو گنہگار نہ ہوگا اور بعضوں کی گواہی مقبول نہ ہوئی اور دوسرے لوگ گواہ لائق قبولیت کے موجود ہیں تو جو نہ ادا کرے گا گنہگار ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر یہ شخص ایسا ہو کہ بہ نسبت دوسروں کے اس کی گواہی جلد قبول ہو تو اس کو گواہی ادا کرنے سے انکار کرنا روا نہیں ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اگر قاضی کی کچہری سے گواہ کا گھر دور ہو کہ وہ گواہی ادا کر کے اسی روز اپنے گھر نہیں پہنچ سکتا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ گنہگار نہ ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے خلفؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک غیر عادل قاضی کے پاس مقدمہ پیش ہوا اور ایک شخص کے پاس گواہی ہے تو کیا اس کو جائز ہے کہ یہاں نہ ادا کرے اور چھپائے اور قاضی عادل کے پاس ادا کرے تو فرمایا کہ ہاں جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے حدود کی گواہی میں گواہ کو چھپانے اور ظاہر کرنے کا اختیار اور چھپانا افضل ہے لیکن مال کی گواہی چوری میں ظاہر کرنا واجب ہے پس یوں کہے کہ اس نے لیا ہے اور یہ نہ کہے کہ اس نے چرایا ہے کذا فی الہدایہ۔ گواہیاں کہ جن کو گواہ برداشت کرتا ہے دو طرح کی ہیں ایک وہ کہ بدوں گواہ کرنے کے ثابت ہوتی ہیں جیسے بیع اور اقرار اور حکم حاکم اور غصب اور قتل پس جب گواہ نے بیع یا اقرار یا حکم حاکم کو سنا یا غصب یا قتل کو دیکھا تو اس کو گواہی دینا روا ہے اگرچہ گواہ نہ کیا گیا ہو اور یوں بیان کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے فروخت کیا اور یہ نہ کہے مجھے اس نے بیع میں گواہ کیا تاکہ جھوٹا نہ ٹھہرے اور دوسری قسم وہ کہ بلا گواہ کرنے کے ثابت نہیں ہوتی ہیں جیسے گواہی پر گواہی پس اگر کسی نے کسی گواہ کو گواہی دیتے سنا تو اس کو روا نہیں ہے کہ اس کی گواہی پر گواہی دے لیکن جبکہ گواہ کیا جائے تو جائز ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر پردہ کے اندر سے اقرار سنا تو روا نہیں ہے کہ کسی شخص پر گواہی دے کیونکہ غیر کا احتمال ہے اس لئے کہ آواز مشابہ ہوا کرتی ہے مگر جبکہ اندر وہی شخص فقط ہو اور گواہ نے جا کر دیکھ لیا ہو کہ کوئی غیر نہیں ہے پھر راستہ پر آن کر بیٹھا ہو اور وہاں جانے کا دوسرا راستہ بھی نہ ہو پھر اس نے اقرار کیا اور اس نے سنا تو روا ہے اور قاضی کو چاہئے کہ اگر وہ تفصیل وار بھی بیان کرے تو قبول کرے یہ تبیین میں لکھا ہے جو عورت نقاب ڈالے ہو اس کی طرف سے گواہی برداشت کرنے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ بدوں اس کا چہرہ دیکھے تحمل[2] شہادت صحیح نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ پہچان بتلانے پر گواہی برداشت کرنا روا ہے اور پہچان بتلانے کے واسطے ایک کافی ہے اور دو شخصوں میں احتیاط ہے اور اسی قول کی طرف شیخ الاسلام خواہر زادہ نے میل کیا ہے اور پہلے قول کی طرف شیخ الاسلام

---

[1] جائز نہیں: اور یہی صحیح ہے اور جس نے انکار کو جائز کہا اس کی یہی مراد ہے کہ وہاں دوسرے لوگ ملتے ہوں۔

[2] تحمل: گواہی اٹھانا اور یہی مراد برداشت سے ہے۔

اوز جندی اور امام مرغینانی نے میل کیا ہے اور عقل بھی اسی کو چاہتی ہے کیونکہ ہمارا اجماع ہے کہ عورت کے چہرہ کی طرف گواہی کے واسطے دیکھ لینا روا ہے پھر امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اگر دو عادلوں نے گواہ کو خبر دی کہ یہ فلاں عورت ہے تو کافی ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک نسب پر گواہی دینے کے واسطے اس قدر جماعت چاہئے کہ جس کے پیہم جھوٹ بولنے کو عقل روا نہ رکھتی ہو کہ سب کے سب جھوٹ بولے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور فقیہ ابو بکر اسکافؒ اس مسئلہ میں صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے اور اسی کو نجم الدین نسفیؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے پس اگر اس عورت کا نام و نسب دو عادلوں نے پہنچایا تو چاہئے کہ دونوں گواہوں کو اپنی گواہی پر گواہی پر گواہ کر لیں تا کہ گواہ قاضی کے پاس اسم و نسب کے بارہ میں ان دونوں کی گواہی پر گواہی دیں اور اصل حق پر اصالۃً گواہی دیں تو یہ بلا خلاف جائز ہے کذا فی المحیط۔

اگر گواہوں نے ایک عورت پر گواہی دیا اور اس کا نام و نسب بیان کیا اور وہ عورت کچہری میں حاضر تھی ☆

فقیہ ابو اللیث فرماتے تھے کہ اگر ایک عورت نے پردہ کی آڑ سے اقرار کیا اور دو شخصوں نے اس کے پاس سے گواہی دی کہ یہ فلاں عورت ہے تو جس سے اس کا اقرار سنا اس کو اس کے اقرار کی گواہی دینا جائز نہیں مگر جبکہ حالت اقرار میں اس کی ہیئت[1] شخصیہ کو دیکھ لے تو جائز ہے اور فقیہ نے اس کی ہیئت شخصی کا دیکھنا شرط کیا نہ اس کے چہرہ کا دیکھنا کذا فی الذخیرہ۔ اگر کسی عورت نے اپنا چہرہ کھول دیا اور کہا کہ میں فلاں عورت فلاں شخص کی بیٹی ہوں تو گواہوں کو پہنچانے والوں کی ضرورت نہیں ہے پس اگر مر جائے تو دو گواہوں کی ضرورت ہو گی کہ گواہی دیں کہ وہ فلاں فلاں عورت فلاں شخص کی بیٹی تھی اور اگر اس نے اپنا چہرہ نہ دکھایا اور دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ فلاں عورت فلاں شخص کی بیٹی ہے تو مقدمہ کے گواہوں کو حلال نہیں ہے کہ گواہی دیں کہ فلانی عورت نے اقرار کیا صرف یہ جائز ہے کہ یوں گواہی دیں کہ ایک عورت نے یہ اقرار کیا اور ہمارے سامنے دو گواہوں نے بیان کیا تھا کہ یہ فلانی عورت ہے یہ ملتقط میں لکھا ہے اگر گواہوں نے ایک عورت پر گواہی دی اور اس کا نام و نسب بیان کیا اور وہ عورت کچہری میں حاضر تھی پس قاضی نے گواہوں سے کہا کہ تم اس عورت مدعا علیہا کو پہچانتے ہو انہوں نے کہا نہیں تو یہ گواہی مقبول نہیں ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عورت پر گواہی دینا برداشت کیا تھا کہ اس کا نام و نسب یہ ہے اور یہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ وہ عورت یہی ہے یا نہیں تو ان کی گواہی اس نام کی عورت پر درست ہے اور مدعی پر لازم ہے کہ گواہ لائے کہ یہ وہی عورت ہے کہ جس کا نسب گواہوں نے بیان کیا ہے کذا فی المحیط۔ ایک عورت کا پہچاننے ایسے شخص سے درست ہے جس کی گواہی اس کے حق میں نامقبول ہے جیسے باپ یا بیٹا مثلاً خواہ یہ گواہی جس میں پہچانی جاتی ہے اس عورت کے لئے ہو یا اس عورت کے اوپر گواہی ہو اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی اس کے لئے ہو تو درست نہیں ہے اور نجم الدین نسفی نے پہلا قول اختیار کیا ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

ابن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے دو شخصوں کے سامنے اقرار کیا کہ میں نے یہ باندی آزاد کر دی اور دونوں شخصوں نے آزاد کرنے والی کا منہ نہیں دیکھا تو شیخ نے فرمایا کہ گواہی دینا نہیں جائز ہے جب تک اس کا منہ نہ دیکھیں اگر دونوں گواہ جب سے اس عورت نے باندی کو آزاد کیا ہے اس سے جدا نہیں ہوئے تو ان کو جائز ہے کہ اس کے آزاد کرنے کی گواہی دیں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ آتا ہے اور قرضدار خفیہ میں اس سے اقرار کرتا ہے اور علانیہ انکار کرتا ہے اور حق دار اپنے حق وصول کرنے سے عاجز ہوا اور اس نے حیلہ کیا کہ چند عادل لوگوں کو اس نے گھر میں چھپا دیا پھر اس کو بلایا اور اپنا قرضہ اس

---

[1] ہیات شخصیہ یعنی شکل و صورت جس میں خاص طور پر۔

سے طلب کیا اور اس نے اقرار کیا اور چلا گیا اور گواہوں نے سن لیا تو ہمارے علماء کے نزدیک ان کو گواہی دینا حلال ہے اور بعض نے کہا کہ حلال نہیں ہے کہ اس میں لیس اور عذر ہے لیکن صرف اس صورت میں جائز ہے کہ جب گواہ اس کا چہرہ دیکھتے ہوں اور اگر اس کا چہرہ نہیں دیکھتے تھے لیکن کلام سنتے تھے تو گواہی دینا حلال نہیں ہے اور اگر گواہی دی اور تفسیر کر دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی مگر جبکہ ان کو علم آ گیا ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر ملک کو دیکھا مالک کو نہ دیکھا مثلاً ایک ملکیت محدودہ کو دیکھا کہ فلاں بن فلاں کے نام سے منسوب ہے اور مالک کو نہ شکل سے پہچانا اور نہ نسب سے واقف ہوا تو اصح مذہب یہ ہے کہ گواہی دے اور قبول ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور اگر ملکیت اور مالک دونوں کو نہ دیکھا مگر لوگوں سے سنا کہ فلاں شخص کی فلاں گاؤں میں زمین ہے کہ اس کی چوری یہ ہے اور یہ شخص نہ اس زمین کو پہچانتا ہے اور نہ اس شخص کا قبضہ اس پر جانتا ہے تو اس کو ملکیت کی گواہی دینا حلال نہیں ہے اور اگر مالک کو دیکھا مثلاً ایک شخص کو اچھی طرح پہچانتا ہے اور ملک کو نہ دیکھا مگر لوگوں سے سنا کہ اس کی فلاں گاؤں میں زمین ہے اور یہ شخص اس زمین کو خاص کر نہیں پہچانتا ہے تو اس کو گواہی دینا نہیں روا ہے یہ کافی میں لکھا ہے اگر گواہ نے مالک اور ملکیت دونوں کو دیکھا مثلاً مالک کو شکل سے اور نام اور نسب سے پہچانتا ہے اور ملکیت کو مع حدود حقوق پہچانتا ہے اور اس ملکیت کو اس کے قبضہ میں دیکھا کہ مالکانہ تصرف کرتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میری ہے اور گواہ کے دل میں یقین آ گیا کہ اسی کی ہے تو اس کو حلال ہے کہ اس شخص کی ملکیت کی گواہی دے یہ محیط میں لکھا ہے۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا اگر کوئی شے کسی شخص کے قبضہ میں دیکھی کہ وہ اس میں تصرف کرتا ہے اور لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہ اسی کی ملکیت ہے لیکن دیکھنے والے کے دِل میں آیا کہ یہ دوسرے کی ملکیت ہے ☆

منتقی میں لکھا ہے کہ اگر تو نے کسی شخص کے ہاتھ میں کوئی اسباب یا گھر دیکھا اور تیرے دل میں سمایا کہ یہ اسی کا ہے پھر اس کے بعد تو نے اس کو دوسرے کے ہاتھ میں دیکھا تو تجھے گنجائش ہے کہ تو گواہی دے کہ یہ چیز پہلے شخص کی ہے اور جب تو نے پہلے شخص کی ملکیت ہونے کی گواہی دینی چاہی اس وقت تجھ سے دو عادلوں نے کہا کہ یہ چیز اسی کی ہے جس کے ہاتھ میں آج کل ہے اس نے پہلے شخص کے پاس ہمارے سامنے ودیعت رکھی تھی تو تجھے پہلے شخص کی ملکیت ہونے کی گواہی دینا حلال نہیں ہے بخلاف اس کے کہ ایک عادل نے گواہی دی ہو لیکن اگر تیرے دل کو یقین ہو جائے کہ یہ ایک شخص سچا ہے تو بھی یہی حکم ہے واضح ہو کہ جامع صغیر میں اس مسئلہ میں یہ نہیں مذکور ہے کہ اس کے دل میں یقین آ گیا کہ یہ چیز اسی کی ہے اور نہ تصرف مع قبضہ مذکور ہے اور صحیح یہی ہے جو منتقی میں ہے اور ایسے ہر امر ظاہر میں کہ جس میں لوگوں سے سن کر گواہی دینا جائز ہے جیسے موت و نکاح وغیرہ جب تیرے دل میں سن کر یقین آ جائے کہ یہ خبر صادق ہے پھر تیرے پاس دو عادل اس کے برخلاف گواہی دیں جو تیرے دل میں سمایا ہے تو تجھے روا نہیں ہے کہ جو تیرے دل میں یقین آ گیا ہے اس کے موافق تو گواہی دے لیکن جبکہ تجھے یقین ہو کہ یہ دونوں جھوٹے ہیں تو جائز ہے اور اگر ایک عادل نے اس کے برخلاف گواہی دی تو تجھ کو روا ہے کہ وہی گواہی دے جو تیرے دل میں ہے یعنی پہلا امر لیکن جبکہ تیرے دل کو یقین ہو جائے کہ یہ شخص سچا ہے تو تو اس کی گواہی دے جو تیرے دل میں تھا نہیں دے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور چاہئے کہ جس طور سے گواہ نے علم حاصل کیا ہے قبضہ کا دیکھنا مثلاً اس کو بیان نہ کرے اور اگر اس نے بیان کر دیا تو گواہی رد کر دی جائے گی یہ کافی میں لکھا ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا اگر کوئی شے کسی شخص کے قبضہ میں دیکھی کہ وہ اس میں تصرف کرتا ہے اور لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہ اسی کی ملکیت ہے لیکن دیکھنے والے کے دل میں آیا کہ یہ دوسرے کی ملکیت ہے اور یہ شخص دوسرے کے حکم سے اس میں تصرف کرتا ہے تو

دیکھنے والے کو حلال نہیں ہے کہ ملکیت کی گواہی دے اور اسی پر بہت سے مشائخ کا فتویٰ ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک غلام یا باندی کو دیکھا کہ ایک شخص کے قبضہ میں اس کی خدمت کرتے ہیں پس اگر وہ شخص دیکھنے والا دونوں کو مملوک جانتا ہے تو اس کو جائز ہے کہ گواہی دے کہ یہ دونوں اس شخص کے مملوک ہیں خواہ دونوں چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں اور اگر یہ دیکھنے والا دونوں کے مملوک ہونے کو نہیں جانتا ہے پس اگر وہ دونوں ایسے چھوٹے ہوں کہ اپنے آپ کو بیان نہیں کر سکتے ہیں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ دونوں بڑے ہیں کہ اپنے آپ کو بتلا سکتے ہیں خواہ لڑکے عاقل ہوں یا بالغ ہوں تو اس کو روا نہیں ہے کہ گواہی دے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے واقعات میں لکھا ہے کہ اگر دونوں گواہوں کو معلوم ہے کہ یہ گھر مدعی کا ہے پھر دونوں کے سامنے دو شخصوں عادل نے گواہی دی کہ مدعی نے یہ گھر اسی شخص کے ہاتھ کہ جس کے قبضہ میں ہے فروخت کر دیا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ موافق اپنے علم کے گواہی دیں اور بیع کے گواہوں کے کہنے پر گواہی نہ دیں یہ محیط میں لکھا ہے ناطفی نے ذکر کیا ہے کہ دو شخصوں نے نکاح یا بیع یا قتل واقع ہونے کا مشاہدہ کیا پھر جب دونوں نے گواہی دینا چاہی تو دو عادلوں نے ان کے سامنے گواہی دی کہ اس شخص نے عورت کو تین طلاق دی یا بائع نے بیع سے پہلے غلام کو آزاد کر دیا تھا یا ولی نے قاتل کو بعد قتل کے معاف کر دیا تو ان دونوں کو نکاح وغیرہ کسی کی گواہی دینا حلال نہیں ہے اور اگر ایک ہی عادل نے یہ گواہی دی تو دونوں میں کسی کو گواہی نہ دینا حلال نہیں ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے زید نے عمرو کے سامنے اقرار کیا کہ خالد کا مجھ پر مال ہے پھر انکار کیا اور خالد نے عمرو کی گواہی طلب کی اور دو عادلوں نے گواہی دی کہ یہ مال جس کا زید نے اقرار کیا تھا وہ بیع یا ہبہ کی وجہ سے اسی کا ہو گیا تو گواہ اس کی گواہی دے جو کچھ وہ جانتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے زید نے ایک قوم کے سامنے اقرار کیا کہ عمرو کے مجھ پر ہزار درہم ہیں پھر دو عادل یا تین عادل ان گواہوں کے پاس آئے اور کہا کہ تم لوگ عمرو کے واسطے زید پر قرضہ کی گواہی نہ دینا کہ اس نے جو کچھ قرضہ اس پر تھا سب ادا کر دیا تو گواہوں کو اختیار ہے چاہیں گواہی نہ دیں اور چاہیں گواہی دیں اور قصہ قاضی کے سامنے بیان کر دیں تا کہ قاضی جھوٹے دعویٰ پر حکم نہ کرے ایسا ہی امام محمدؒ سے روایت ہے اور ایک روایت میں امام محمدؒ سے آیا ہے کہ گواہ یہ گواہی دیں کہ اس پر قرضہ تھا اور یہ گواہی کہ اس پر قرضہ ہی نہ دیں امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر اقرار کے سنے ہوئے گواہوں کے سامنے دو عادلوں نے گواہی دی کہ قرض خواہ نے اپنا قرضہ پورا وصول کر لیا یا اس نے قرض دار کو معاف کر دیا تو دونوں گواہوں کو قرضہ کے اقرار کرنے کی گواہی سے باز رہنا روا نہیں ہے مگر جبکہ دونوں قرض خواہ کا معاف کرنا یا وصول پانا کانوں سے سن لیں تو گواہی نہ دیں ایسا ہی امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ہمارے زمانہ کے بعض مشائخ نے ان مسائل میں یہ اختیار کیا ہے کہ اگر گواہ کے سامنے دو گواہوں نے گواہی دی اور اس کے دل میں یقین آیا کہ یہ دونوں سچے ہیں تو اصل حق پر اس کو گواہی دینا نہیں[1] جائز ہے اور اگر اس کے سامنے ایک یا دو عادلوں نے گواہی دی مگر اس کے دل میں یقین نہ آیا تو اس کو جائز ہے کہ اصل میں جو حق اس کو معلوم ہے اس پر گواہی دے کذا فی الذخیرہ۔ اگر شوہر نے اپنی بی بی کے طلاق دینے یا مالک نے اپنے غلام کے آزاد کرنے کا گواہ کے سامنے اقرار کیا پھر اس کو نکاح یا بیع کی گواہی کے واسطے بلایا تو باز رہے اور اس کو گواہی دینا حلال نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ابن مقاتل سے دریافت کیا گیا کہ ایک جماعت کے سامنے دو شخصوں نے بیٹھ کر حساب کیا اور دونوں نے لوگوں سے کہہ دیا کہ جو کچھ تم ہم سے سنتے ہو اس کی گواہی ہم پر نہ دینا پھر ایک نے دوسرے کے حق کا اقرار کیا تو گواہ کو جائز ہے کہ جو اقرار سے سنا ہے اس کی گواہی دے اور یہ قول ابن سیرین کا ہے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ یہی قول امام اعظمؒ سے مروی ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے دو گواہوں کے سامنے

---

[1] نہیں یعنی اصل حق باقی ہونے پر گواہی نہیں دے سکتا کیونکہ ادا یا معافی سے ساقط ہونا گواہوں سے یقین ہو گیا۔

کسی قدر مہر معین پر ایک عورت سے نکاح کیا اور اس پر چند برس گزر گئے اور اس کی چند اولاد پیدا ہوئیں اور چند سال گزرے پھر شوہر مر گیا پھر اس عورت نے گواہی طلب کی کہ اس مقدار معلوم مہر پر گواہی دیں اور گواہوں کو یاد ہے تو ان کو گواہی دینا روا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے دیکھا کہ جانور دوسرے کے پیچھے ہے اور اس کا دودھ پیتا ہے تو اس دیکھنے والے کو حلال ہے کہ گواہی دے کہ دودھ پینے والا جانور اسی جانور کا بچہ اور جانور کے مالک کی ملک ہے کذا فی المحیط اور بچہ ہونے کی گواہی کی یہ صورت ہے کہ کہے کہ یہ بچہ مثلاً اس ناقے کے پیچھے پیچھے چلتا تھا اور پیدا ہونے کی گواہی ادا کرنا شرط نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں منقول ہے ایک عورت نے اپنے باپ یا بھائی کے واسطے مال کا اقرار کر لیا اور اس کی مراد یہ ہے کہ باقی وارثوں کو ضرر پہنچے اور گواہ اس کو جانتے ہیں تو مشائخ نے فرمایا کہ گواہوں کو روا ہے کہ اس اقرار کی گواہی کو برداشت کریں اور گواہی ادا کریں لیکن اس عورت کو ایسا کرنا مکروہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک قاضی نے اس پر گواہوں کو گواہ کیا کہ میں نے فلاں کے اس قدر مال کی ڈگری فلاں شخص پر کر دی ہے اور یہ گواہ اس کی مجلس حکم میں حکم دینے کے وقت حاضر نہ تھے ☆

اگر کسی نے بادشاہی نوکر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کرنے والے نے کہا کہ میں نے اس کے خوف سے اقرار کر دیا پس اگر گواہ اس کے خوف سے واقف ہوا تو گواہی نہ دے اور اگر خوف سے واقف نہ ہوا تو گواہی دے اور قاضی کو آگاہ کر دے کہ یہ ایک سلطانی سپاہی کے قبضہ میں تھا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے نخاس کا بازار سلطان سے بطور ٹھیکہ کے بالمقطع کچھ درہم معلوم ہر مہینہ دینے کے اقرار پر لیا اور اس کو تحریر کر دیا تو کیا یہ جائز ہے اور گواہوں کو اس کی گواہی دینا جائز ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ٹھیکہ لینے والا اور دینے دونوں راہ راست سے گمراہ ہیں اور اگر گواہوں نے اس پر گواہی دی تو ان پر لعنت برسے پھر ان سے دریافت کیا گیا کہ اگر گواہوں نے ٹھیکہ دار کے درہموں کے اقرار پر گواہی دی اور سبب کو وہ پہچانتے ہیں تو گواہی آیا جائز ہے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر سبب پہچاننے کے بعد انہوں نے گواہی دی تو وہ ملعون ہیں اور ایسے معاملات میں گواہی جائز نہیں ہے کذا فی النوازل اور ایسے ہی ہر اقرار پر گواہی دینا کہ جس کا سبب حرام و باطل ہو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر گواہوں نے ایک قاضی کو سنا کہ ایک شخص سے کہتا تھا کہ میں نے تجھ پر اس شخص کی اتنے مال کی ڈگری کی لیکن قاضی نے ان کو اپنے حکم پر گواہ نہیں کر لیا اور دوسرے قاضی کے سامنے انہوں نے اسی طرح بیان کر دیا تو اس سے ان کی گواہی میں خلل نہیں آتا ہے اور اگر دونوں نے یہ بیان کیا کہ ہم نے قاضی سے اس شہر کے سوا کہ جہاں وہ قاضی ہے دوسری جگہ ایسا سنا تو ان کی گواہی نامقبول ہے اور ان کو گواہی نہ دینا چاہئے کذا فی الذخیرہ علی بن احمدؒ و ابو حامدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک قاضی نے اس پر گواہوں کو گواہ کیا کہ میں نے فلاں کے اس قدر مال کی ڈگری فلاں شخص پر کر دی ہے اور یہ گواہ اس کی مجلس حکم میں حکم دینے کے وقت حاضر نہ تھے پس اگر ان گواہوں نے دوسرے قاضی کے سامنے گواہی دی تو کیا ایسی گواہی مقبول ہے پس علی بن احمدؒ نے فرمایا کہ یہ گواہی باطل ہے اس کا اعتبار نہیں ہے اور ابو حامدؒ نے بھی فرمایا کہ یہی حکم ہے اور فرمایا کہ گواہ کرنے کی شرط یہ ہے کہ اس وقت ہو کہ جس وقت حکم دیتا ہے یہ تاتارخانیہ میں منقول ہے اگر گواہ نے اپنا خط دیکھا اور واقعہ اس کو یاد نہیں ہے یا گواہی لکھنا یاد ہے اور مال نہیں یاد ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو گواہی دینا روا نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک روا ہے شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے نوازل میں ہے کہ گواہ نے اپنا خط پہچانا اور تحریر اس کے نزدیک محفوظ ہے اور اسے گواہی لکھنا یاد نہیں تو امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک گواہی دینا جائز ہے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ خلاصہ میں ہے اور اگر تحریر مدعی کے پاس ہو تو گواہ کو گواہی دینا جائز نہیں ہے

اور یہی مختار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ہمارے اصحاب متاخرین نے فرمایا کہ اگر گواہ کو اپنے خط میں شبہ نہ ہو تو گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اس کو حادثہ یاد نہ ہو خواہ نوشتہ تحریری خصم کے پاس ہو یا دوسرے کے پاس ہو اور اسی پر فتویٰ ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے پھر بنا بر قول مفتی بہ کے اگر گواہ نے اپنے خط پر اعتماد کر کے گواہی دی تو چاہئے کہ قاضی دریافت کرے کہ تو اپنے علم پر گواہی دیتا ہے یا خط پر پس اگر اس نے کہا کہ اپنے جاننے پر گواہی دیتا ہوں تو قبول کرے اور اگر کہا کہ خط پر تو نہیں یہ بحرالرائق میں لکھا ہے گواہ اگر اپنا خط پہچانتا ہو اور اقرار کرنے والے کا اقرار بھی یاد ہو اور مقرلہ کو بھی پہچانتا ہو لیکن وقت اور مکان اسے یاد نہیں ہے تو اس کو گواہی دینا حلال ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے ایک شخص نے وصیت نامہ لکھا اور گواہوں سے کہا کہ جو کچھ اس میں ہے اس پر گواہ رہو اور وصیت نامہ ان کو پڑھ کر نہ سنایا تو ہمارے علما نے فرمایا کہ گواہوں کو جو کچھ اس میں ہے اس کی گواہی دینا جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اور صرف اس وقت گواہی حلال ہے کہ جب تین باتوں سے کوئی پائی جائے یا تو اس نے وصیت نامہ ان کو پڑھ کر سنایا ہو یا غیر نے لکھا ہو اور گواہوں کے سامنے اس کو سنایا اور اس نے گواہوں سے کہا کہ تم اس کے مضمون کے گواہ رہو یا خود اس نے گواہوں کے سامنے لکھا اور گواہ جانتے ہیں جو کچھ اس میں لکھا ہے پھر وہ کہے کہ تم گواہ رہو اور اگر اس نے گواہوں کے سامنے لکھا اور گواہ جانتے ہیں جو کچھ اس میں لکھا ہے مگر اس نے نہ کہا کہ تم اس کے مضمون پر گواہ رہو تو گواہوں کو گواہی دینا روا نہیں ہے امام ابو علی نسفی نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ تحریر نقش کے ساتھ نہ ہو اور اگر تحریر نقش کے ساتھ ہو یعنی جیسے دوات کی روشنائی سے حروف نقش کر کے لکھے ہیں اور گواہوں کے سامنے لکھا اور گواہوں کو اس کا مضمون معلوم ہے تو ان کو گواہی دینا روا ہے اگرچہ اس نے نہ کہا ہو کہ تم اس کے مضمون پر گواہ رہو اور یہ قول اچھا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے واضح ہو کہ تحریر چند وجہ سے ہوتی ہے ایک یہ کہ نقوش ظاہر ہوں اور وہ یہ ہے کہ ایک کاغذ پر مصدر بعنوان جیسے غائب کو لکھتے ہیں لکھے پس اگر اس نے کہا کہ میری مراد اس سے مثلاً طلاق یا اقرار نہ تھی تو دیانۃً فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق ہو سکتی ہے لیکن حکم قضا میں اس کی تصدیق نہ ہوگی حتیٰ کہ گواہ کو جائز ہے کہ اس کے مضمون پر گواہی دے اگرچہ اس نے نہ کہا ہو کہ تو اس کے مضمون پر گواہ رہ یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

اگر ایک قوم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ایک حق کے اقرار کی یادداشت ایک شخص کے نام سے لکھی اور ان لوگوں کو گواہ نہ کیا تو یہ لازمی نہیں ہے اور نہ ان لوگوں کو گواہی دینا جائز ہے ☆

منتقی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک خط بھیجا اور لکھا کہ فلاں بن فلاں کی طرف سے فلاں بن فلاں کو سلام علیک اما بعد تو نے مجھے لکھا تھا اور ہزار درہم کا جو تیرے میری طرف آئے تھے تقاضا کیا تھا اور حال یہ ہے کہ تو نے پانچ سو درہم اس میں سے وصول کر لئے تھے اور مجھ پر تیرے پانچ سو درہم باقی رہے ہیں پس جو شخص اس سے آگاہ ہوا اس کو جائز ہے کہ گواہی ادا کرے اگرچہ اس نے گواہ نہ کر لیا ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور وہ تحریر کہ جو نقش دار نہیں ہے یعنی مثل روشنائی کے نقش کے نہیں ہوتے ہیں مثلاً زمین پر یا کپڑے پر یا تختی پر یا بدوں سیاہی کے کاغذ پر لکھا مگر وہ ظاہر ہوتے ہیں اور گواہوں سے کہا کہ تم گواہ رہو تو ان کو گواہی دینا جائز ہے ورنہ نہیں جائز ہے اگر ایک قوم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ایک حق کے اقرار کی یادداشت ایک شخص کے نام سے لکھی اور ان لوگوں کو گواہ نہ کیا تو یہ لازمی نہیں ہے اور نہ ان لوگوں کو گواہی دینا جائز ہے کیونکہ احتمال ہے کہ اس نے مشق کے طور پر لکھی ہو بخلاف اس خط کے جو مرسوم ہے اور بخلاف صراف اور دلال کی تحریر کے کہ وہ حجت ہے پس اگر اس نے تحریر سے انکار کیا اور گواہ پیش ہوئے کہ اسی نے لکھی ہے تو جائز ہے جیسا کہ اقرار کر کے اگر کوئی شخص مکر جائے تو گواہ قائم ہوں گے اور ایسا ہی اور تصرفات کا حکم ہے بخلاف حدود

ضاص کے کہ اس میں خواہ تحریری مرسوم ہو یا غیر مرسوم سب برابر ہیں اور اگر مرسوم و منقوش تحریر میں کسی نے چوری کا اقرار کیا تو مال
دوایا جائے گا اور ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور اگر کسی ایسی تحریر ہو کہ ظاہر نہیں ہوتی جیسے پانی یا ہوا پر لکھا پھر لوگوں سے کہا کہ مجھ پر گواہ رہو تو
ن کو گواہی دینا روا نہیں اگر چہ ان کو معلوم ہو جائے جو لکھا ہے کیونکہ جو تحریر ظاہر نہ ہو وہ ایسی بات کے مثل ہے جو سمجھ نہ آئے اور عورت و
ردا اور مسلمان و ذمی اس میں یکساں ہیں (خزانۃ المفتین) اگر دو امیوں[1] کے سامنے ایک خط بھیجنے کو لکھا اور وہ دونوں نہ پڑھے نہ لکھت
رخط انہیں کو دے دیا اور دونوں نے اس کی گواہی دی تو طرفین کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے
وجیز کردری) ایک نے کوئی چیز خرید لی اور بائع پر عیب کا دعویٰ کیا اور ثابت نہ ہوا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کی اور
سرے نے اس پر اسی عیب کا دعویٰ کیا اور اس نے انکار کیا تو جن لوگوں نے اس کا پہلا دعویٰ سنا تھا ان کو اب حلال ہے کہ فی الحال
لواہی دیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اگر غیر شخص کا گھی یا زیتون کا تیل کسی نے گواہوں کے سامنے زمین پر نہ دیا اور کہا اس میں چوہا مر گیا تھا تو پاک چیز کے تلف
ردینے سے انکار کرنے میں قسم لے کر اس کا قول معتبر ہوگا اور گواہوں کو روا نہیں ہے کہ یہ گواہی دیں کہ اس نے پاک چیز تلف کر دی
راگر کسی شخص نے عمداً گوشت کے جھابہ گواہوں کے سامنے تلف کر دیئے اور تمام گوشت تلف ہو گیا اور کہا کہ یہ مردار کا تھا تو اس کا
ل معتبر نہ ہوگا اور گواہوں کو جائز ہے کہ گواہ دیں کہ ذبح کیا ہوا تھا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے شہرت پر اور لوگوں سے سن کر گواہی
بنا چار جگہ بالا جماع مقبول ہے یعنی نکاح اور نسب اور موت اور حکم قضا میں کذا فی محیط السرخسی۔ پس اگر کسی نے لوگوں سے سنا کہ یہ
ل بن فلاں ہے یا کسی کو دیکھا کہ ایک عورت کے پاس آتا جاتا ہے اور لوگوں سے سنا کہ یہ عورت فلاں شخص کی بیوی ہے یا ایک شخص
دیکھا کہ اس نے ایک شخص کے واسطے فیصلہ کیا اور لوگوں سے سنا کہ یہ اس شہر کا قاضی ہے یا لوگوں سے سنا کہ فلاں شخص مر گیا یا دیکھا
لوگ اس کے ساتھ مردوں کا برتاؤ کرتے ہیں تو اس کو گواہی دینا جائز ہے اگر چہ اس نے نہ دیکھا ہو کہ فلاں شخص زید کی ہم بستری
ے پیدا ہوا ہے یا عقد نکاح میں حاضر نہ ہوا ہو یا امام وقت کو قاضی مقرر کرتے نہ دیکھا ہو یا مرنے کے وقت حاضر نہ ہوا ہو یہ وجیز
ردری میں لکھا ہے اسی طرح اگر ایک مرد و عورت کو دیکھا کہ ایک گھر میں رہتے ہیں اور ہر ایک دوسرے سے کشادہ پیشانی و خوش دلی
ے ساتھ بیوی خصم کی طرح ملتا ہے تو اس کو روا ہے کہ گواہی[2] دے کہ یہ اس شخص کی عورت ہے کذا فی الہدایہ۔ اور وقف کے باب میں
ع یہ ہے کہ لوگوں سے سن کر اصل وقف پر گواہی جائز ہے نہ اس کی شرائط پر یہ کافی میں لکھا ہے اور جس چیز پر وقف کا صحیح ہونا موقوف
ہ وہ اصل میں شمار ہے اور جس پر صحیح ہونا موقوف نہیں ہے وہ شرطوں میں سے ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے امام ظہیر الدین مرغینانی
نے فرمایا کہ وقف میں یہ بیان کرنا ضرور ہے کہ اس نے مسجد یا مقبرہ وغیرہ کس پر وقف کیا حتیٰ کہ اگر گواہی میں یہ بیان نہ کیا تو مقبول نہ
لی یہ جوہر نیرہ میں لکھا ہے۔

اگر لوگوں سے سن کر بیوی و خصم کے دخول پر گواہی دینا جائز ہے یہ خصافؒ کی ادب القاضی کی شرح میں اور ہدایہ اور کنز اور
ئی میں ہے اس واسطے کہ یہ امر ایسا ہے کہ مشہور ہو جاتا ہے اور اس سے چند احکام مشہورہ مثل نسب اور مہر اور عدت وغیرہ کے تعلق ہیں
ہا یہ میں لکھا ہے شہرت پر اور لوگوں سے سن کر مہر پر گواہی دینا منتقی میں لکھا ہے کہ جائز ہے کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی
ن میں لکھا ہے۔ شہرت پر اور لوگوں سے سن کر آزادی پر گواہی دینا ہمارے نزدیک حلال نہیں ہے کذا فی المحیط اور ولاء آزادی پر
ں سے سن کر گواہی دینا امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک مقبول نہیں ہے اور یہی پہلا قول امام ابو یوسفؒ کا تھا پھر رجوع کر کے فرمایا کہ

---

[1] امی جو پڑھنا لکھنا نہ جانتا ہو۔ [2] قولہ سے اقول اس وقت ہندوستان میں اس طرح گواہی دینا جائز نہیں ہے فافہم۔

مقبول ہے اور صحیح حکم ظاہر الروایہ کا ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور چاہئے کہ ادائے شہادت کو مطلق چھوڑ دے اور تفسیر نہ کرے اور اگر قاضی کے سامنے تفسیر کر دی کہ میں سن کر گواہی دیتا ہوں تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر قاضی کے سامنے گواہی دی کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ فلاں شخص مر گیا اور ہم کو ایسے شخص نے خبر دی ہے کہ جس کی ہم توثیق کرتے ہیں تو گواہی جائز ہے اور یہی اصح ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر گواہوں نے ایسی چیز کی گواہی دی کہ جس میں سن کر گواہی دینا جائز ہے اور کہا کہ ہم نے آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے لیکن ہم میں مشہور ہے تو ان کی گواہی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور فتاویٰ رشید الدین میں ہے کہ وقف کے معاملہ میں سن کر گواہی دی تو مقبول ہوگی اگرچہ صاف بیان کر دیا ہو کہ ہم نے سن کر گواہی دی ہے اور اسی کی طرف امام ظہیر الدین مرغینانی نے اشارہ کیا ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ نسب وغیرہ میں شہرت پر گواہی دینا دو طرح پر ہے ایک حقیقی دوسرے حکمی حقیقی یہ ہے کہ ایک جماعت کثیر سے سنا کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا خیال میں نہیں آتا ہے اور ایسی گواہی میں نہ عدالت شرط ہے اور نہ لفظ شہادت بلکہ تواتر ہونا چاہئے اور حکمی یہ ہے کہ اس کے پاس دو شخص مرد یا ایک شخص مرد اور دو عورتیں کہ سب عادل ہوں گواہی دیں مگر لفظ شہادت کے ساتھ یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں نے بدوں اس شخص کی گواہی طلب کریں گے گواہی دی ہو اس کو امام محمدؒ نے ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ اگر اس شخص نے دو گواہ قائم کئے اور انہوں نے اس کے پاس گواہی دی تو اس کو گواہی دینا روا نہیں ہے اور اگر ایک شخص ایک قوم میں آکر اترا اور وہ لوگ اس کو نہیں پہچانتے ہیں اور اس نے کہا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں تو لوگوں نے اس کے نسب کی گواہی دینی جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کے شہر کے دو آدمیوں سے ملاقات نہ ہو اور وہ دونوں عادل اس بات کی گواہی نہ دیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اور جصاص نے شرح میں لکھا کہ یہی صحیح ہے اور بعض نے کہا کہ موت کی گواہی میں ایک مرد یا ایک عورت کی گواہی کافی ہے اور لفظ شہادت بالاتفاق شرط نہیں ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر کسی نے کہا کہ میں فلاں شخص کے دفن میں شریک تھا یا میں نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی تو یہ معائنہ ہے اور اگر قاضی کے سامنے تفسیر سے بیان کیا تو قبول کرے گا یہ مضمرات میں لکھا ہے اگر ایک شخص کے مرنے کی خبر آئی پس ان لوگوں نے وہ افعال کئے جو مرنے میں کرتے ہیں تو کسی کو گواہی دینا مرنے کی جائز نہیں ہے جب تک کہ ایک ثقہ آدمی گواہی نہ دے کہ ہم نے اس کا مرنا آنکھوں دیکھا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی کے مرنے کو ایک شخص نے دیکھا اور تنہا وہ شخص گواہی دیتا ہے تو فقط اس کی گواہی پر قاضی حکم نہ دے گا پس وہ یہ کرے کہ یہ ایک شخص ثقہ کو خبر دے پس جب اس نے سن لیا تو دونوں مل کر قاضی کے سامنے گواہی دیں کہ دونوں کی گواہی پر قاضی فیصلہ کر دے گا کذا فی النہایہ۔

باب : ③

گواہی ادا کرنے اور اس کی سماعت کی صورت کے بیان میں

حاضر پر گواہی دینے میں بہ ضرورت ہے کہ مدعا علیہ اور مدعی کی طرف اشارہ کرے اور جس چیز پر گواہی دیتا ہے اگر وہ مال منقولہ ہو تو اس کی طرف اشارہ کی ضرورت ہے اور اس چیز کو مشہود بہ کہتے ہیں اور میت یا غائب پر گواہی دیتے ہیں درحالیکہ اس کا وکیل یا وصی حاضر ہو گواہوں کو چاہئے کہ میت یا غائب کا نام لیں اور ان دونوں کے باپ اور دادا کا نام لیں اور خصافؒ نے دادا کا نام لینا شرط کیا ہے اور ایسا ہی شرط وط میں مذکور ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باپ کا نام ذکر کر دینا کافی ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ دادا کی طرف نسبت کرنا ضروری ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر قاضی نے بدوں دادا کے نام ذکر کرنے کے فیصلہ کر دیا تو نافذ ہوگا کیونکہ یہ صورت مجتہد فیہ ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے

اور اگر وہ شخص فقط نام سے مشہور ہو جیسے ابو حنیفہؒ تو صرف اس کا نام کافی ہے باپ دادا کی ضرورت نہیں ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے جس شخص نے دادا کا نام ذکر کرنے کی شرط لگائی ہے اس کے نزدیک صناعت ذکر کر دینا دادا کے نام کے قائم مقام نہ ہوگا مگر جبکہ وہ صناعت ایسی ہو کہ اس سے لامحالہ پہچانا جائے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر اس کا نام اور اس کے باپ کا نام اور اس کا قبیلہ اور پیشہ ذکر کیا اور اس کے محلہ میں کوئی اس نام اور پیشہ کا نہیں ہے تو کافی ہے اور اگر اس کے مثل دوسرا ہو تو کافی نہیں ہے جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی اور شے ایسی ذکر نہ کرے کہ جس سے تمیز حاصل ہو جائے یہ ادب القاضی میں مذکور ہے اور حاصل یہ ہے کہ پہچان ہو جانا معتبر ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر گواہوں نے ایک شخص کے ایک محدود چیز خریدنے یا فروخت کرنے کے اقرار پر گواہی دی تو ضروری ہے کہ گواہی میں بیان کریں کہ اس نے خود خریدنے یا فروخت کرنے کا اقرار کیا ہے کذا فی الذخیرہ۔

فتاویٰ ابواللیثؒ میں ہے کہ اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ زید نے میرے اس قدر چوپایہ ہلاک کر ڈالے ہیں اور گواہ قائم کئے تو گواہوں کو چاہئے کہ نر و مادہ کی تفصیل بیان کریں اور اگر یہ بیان نہ کیا تو فقیہ ابوبکر فرماتے ہیں کہ مجھے گواہی باطل ہونے کا خوف ہے اور مدعی کو شاید کچھ نہ دلایا جائے اور اگر نر و مادہ بیان کر دے تو رنگ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور گواہی جائز ہے اور شیخ کے نزدیک باوجود نر و مادہ کے قسم بیان کرنا کہ گھوڑا یا خچر ہے ضروری ہے صرف چوپایہ کہنا کافی نہ ہوگا اور بعضے مشائخ نے اس سے انکار کیا اور اول اصح ہے کذا فی المحیط۔ اگر قاضی نے گواہوں سے رنگ دریافت کیا اور انہوں نے بیان کر دیا پھر دعویٰ کے وقت گواہی دی اور اس کے برخلاف صفت بیان کی تو گواہی مقبول ہوگی اور غیر[1] محتاج چیز میں اختلاف معتبر نہیں ہے کذا فی الخلاصہ۔ اگر بیان کیا کہ یہ فلانی عورت اس مدعا علیہ پر تین طلاقوں سے حرام ہے اس پر اس سے الگ رہنا واجب ہے تو اس گواہی میں خلل ہے چاہئے کہ فعل طلاق مدعا علیہ کی طرف نسبت کر کے یوں گواہی دیں کہ اس نے تین طلاق اس کو دی ہیں اسی طرح گواہ کا بیان کہ اس نے عورت کی طلاق کی قسم کھائی تھی اور اس میں چھوٹا بڑا کافی نہیں ہے جب تک کہ قسم اور اس کے ٹوٹنے کی تفسیر نہ بیان کرے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے افلاس کی گواہی اس طرح دینی چاہئے کہ ہم اس کا کچھ مال سوائے رات و دن کے پہننے کے کپڑوں کے نہیں جانتے ہیں یہ سراجیہ میں ہے ایک شخص دوسرے کے پاس آیا اور اس سے کپڑا چکایا اور بائع کو درہم دے دیے اور کپڑا لے لیا اور بدوں زبانی بیع کی گفتگو کریں گے دونوں جدا ہو گئے تو جائز ہے پھر اگر دونوں میں جھگڑا ہوا اور گواہوں کی ضرورت ہوئی تو گواہوں کو یہ بیان کرنا چاہئے کہ اس نے درہم دے کر کپڑا لے لیا اور بیع پر گواہی نہ دیں مگر جبکہ دونوں میں پہلے سے کچھ ایسی باتیں پیش آئی ہوں کہ جس سے گواہوں کو یہ لین دین بطور بیع کے ثابت ہو اور قاضی بھی بیع بالتعاطی کو جائز جانتا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر بیع بالتعاطی واقع ہو تو گواہوں کی گواہی دینے کی یہ صورت ہے کہ لین دین پر گواہی دیں اور بیع پر گواہی نہ دیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر بیع پر گواہی دی تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ ایں مدعی[2] بہ ملک ایں مدعی ست اور یہ نہ کہا کہ در دست ایں مدعا علیہ بناحق ست تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر مدعی نے قاضی سے ملکیت طلب کی ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور اگر سپرد کرنے کی درخواست کی ہے تو جب تک گواہ یہ نہ بیان کریں کہ اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے تب تک صحیح نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور یہی اشبہ و اقرب الی الصواب ہے اور اسی قائل کا قول ہے کہ اگر قاضی نے گواہوں سے دریافت کیا کہ یہ چیز اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے اور انہوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں تو گواہی ملکیت کے دعویٰ پر قبول ہوگی

---

[1] غیر محتاج یعنی جس چیز کی حاجت نہیں ہے۔ [2] یہ چیز کہ جس میں دعویٰ ہوا ہے اس مدعی کی ملکیت۔

یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر گواہوں نے کہا کہ یہ مال معین اس مدعی کی ملکیت ہے اور اس مدعا علیہ کے پاس ناحق ہے اور یہ نہ کہا کہ مدعا علیہ پر واجب ہے کہ مدعی کے سپرد کرے تو ابوالحسن سغدیؒ سے منقول ہے کہ اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ سپرد کرنے کے واسطے یہ کہنا ضروری ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے اور گواہی مقبول ہوگی اور مدعی کی درخواست پر مدعا علیہ سے جبراً اس کے سپرد کرائی جائے گی اور اسی مذہب پر ہم نے بہت سے مشائخ کو پایا اور شیخ الاسلام نے کہا کہ یہ تو ہے لیکن میں فتویٰ دیتا ہوں کہ گواہی میں قصور ہے کذا فی المحیط ۔ فتاویٰ نسفی میں ہے کہ گواہ کو یوں کہنا چاہئے کہ یہ مال معین اس مدعی کی ملک ہے اور اس کا حق ہے تاکہ اس میں نہیں ملانے کی گنجائش نہ رہی اقول لفظ نفی فارسی میں ملانے کی گنجائش ظاہر ہے اگر کہا جائے کہ ایں عین ملک ایں مدعی ست وحق دے کہ فارسی والے اکثر ربط کا حرف حذف کرتے ہیں اور اردو میں اس کا محاورہ نادر ہے اور کم فافہم ۔ امام فخر السلام علی بزدوی فرماتے تھے کہ اگر مدعی نے کہا کہ فلاں چیز میری ملکیت ہے اور میرا حق تو اس قدر پر اکتفا نہ کیا جائے گا اور یوں کہنا چاہئے کہ میرا حق ہے اور کہتے تھے کہ فلاں کے قبضہ میں ناحق اس میں یوں کہنا چاہئے کہ فلاں کے قبضہ میں ناحق ہے تاکہ ایسے الفاظ میں کلمہ نفی نہ ملایا جا سکے اور فرمایا کہ اس میں احتیاط ہے اور یہ احتیاط سپرد کرنے کے دعویٰ میں ہے کذا فی الذخیرہ ۔ شمس الاسلام اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ اگر گواہوں نے فارسی میں کہا کہ ناگواہی دہم کہ ایں عین مدعی یہ ملک ایں بدعی ست تو ان کی گواہی مقبول ہوگی یا نہیں فرمایا کہ ہاں اور بعض نے کہا نامقبول ہونا چاہئے کیونکہ ما گواہی دہم عرف میں استقبال یعنی آئندہ زمانہ کے واسطے آتا ہے اور حال کے واسطے ما گواہی دی دہم آتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

ماگواہی میدانم کہ فلاں چیز آن فلاں است ☆

فتاویٰ نسفی میں ہے کہ شیخ امامؒ سے دریافت کیا گیا کہ ہر ایک گواہ کی گواہی کے یہ الفاظ ہیں ماگواہی میدانم کہ فلاں چیز آن فلاں است پس کیا یہ کہنا بمنزلہ اس کہنے کے ہے کہ فلاں چیز فلاں شخص کی ملک ہے تو فرمایا کہ ہاں اور امام ظہیر الدین مرغینانی فرمایا کرتے تھے کہ قاضی کو دریافت کرنا چاہئے کہ آن فلاں است کہنے سے تم نے ملکیت مراد لی ہے یا کچھ اور مراد ہے پس جو کچھ وہ بیان کریں اسی کو لینا چاہئے اور اگر کچھ بیان نہ کیا یہاں تک کہ غائب ہو گئے یا مر گئے تو قاضی ان کی ملکیت[1] کی گواہی پر فیصلہ کرے گا کذا فی الذخیرہ ۔ شمس الاسلام اوزجندی کے فتاویٰ میں ہے کہ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ مال معین اس مدعی کا حق ہے اور یہ نہ کہا کہ اس کی ملک ہے تو ان کی گواہی مقبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ نہ مقبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ قاضی کو دریافت کرنا چاہئے کہ حق سے تم نے ملکیت مراد لی ہے یا کچھ اور پس جو کچھ بیان کریں اس پر عمل کرے اور اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا حق ہے اور ملک ہے نہ کہا تو اس دعویٰ کی صحت میں بھی اختلاف ہے یہ محیط میں لکھا ہے ۔ اگر ایک گواہ نے گواہی دی اور جیسا چاہئے گواہی ادا کر دی پھر دوسرے نے گواہی ادا کرنے میں کہا کہ میں بھی اسی گواہ کے مثل گواہی دیتا ہوں تو قاضی قبول نہ کرے گا جب تک کہ ہر ایک گواہ اپنی اپنی گواہی نہ دے اور شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ یہ احتیاط ہے کہ گواہ سے اجمال گواہی میں قبول نہ ہو اور ہمارے نزدیک اگر ایک گواہ نے گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ میں بھی یہی گواہی دیتا ہوں جو اس نے ادا کی ہے تو کافی ہے ۔ پھر شمس الائمہؒ نے بیان کیا کہ مختار یہ ہے کہ اگر گواہ فصیح ہے کہ گواہی کو خوب بیان کر سکتا ہے تو اس سے اجمالاً مقبول نہ ہوگی اور اگر گنوار غیر فصیح ہے تو اجمال مقبول ہے بشرطیکہ ایسی حالت ہو کہ اگر قاضی کی کچہری کا رعب اس پر نہ ہو تو وہ خوب بیان کر سکے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس سے بھی اجمال مقبول نہیں ہے اور امام ابوبکر محمد بن ابی سہل سرخسی نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ اگر قاضی گواہ کی طرف سے کسی قسم کی جھوٹی گواہی دینے کی خیانت جانتا ہو تو ہر

---

[1] یعنی ایسی حالت میں اس سے ملکیت کے معنی لئے جائیں گے کیونکہ عرف میں یہی ظاہر ہے۔

ایک گواہ کو علیحدہ گواہی دینے کی تکلیف دے اور اگر ایسا نہ ہو تو نہیں یہ صدر الشہید کی شرح ادب القاضی میں ہے۔ شمس الاسلام اوز جندی نے فرمایا کہ گواہ کی طرف سے مجمل گواہی صرف اس طرح مقبول ہے کہ جب اس نے گواہی دی کہ اس مدعی کا اس مدعا علیہ پر ایسا ہے کہ جیسا اس گواہ نے بیان کیا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اگر گواہ کی گواہی ایک کاغذ پر لکھی گئی پھر اس کو یہ کاغذ پڑھ کر سنایا گیا ☆

پھر فرمایا کہ یہ اقوال ایسی صورت میں ہے کہ جب گواہ نے کہا کہ جو پہلے گواہ نے گواہی دی میں بھی وہی گواہی دیتا ہوں یا جو پہلے نے گواہی دی میں بھی اسی کے مثل گواہی دیتا ہوں لیکن اگر گواہ نے کہا کہ میں پہلے گواہ کی گواہی پر گواہی دیتا ہوں تو بالاجماع مقبول نہیں ہے کیونکہ یہ گواہی پر گواہی ہے نفس دعویٰ اور حق پر گواہی نہیں ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں پہلے گواہ کے مثل گواہی پر گواہی دیتا ہوں تب بھی یہی حکم ہے یہ صدر الشہیدؒ نے شرح ادب القاضی میں لکھا ہے اگر گواہ کی گواہی ایک کاغذ پر لکھی گئی پھر اس کو یہ کاغذ پڑھ کر سنایا گیا اور اس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ اس تحریر میں نام لیا گیا اور وصف کیا گیا ہے اس مدعی کا اس مدعا علیہ پر واجب ہے یا یوں کہا کہ یہ مال دعویٰ جو پڑھا گیا یہ چیز اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے پس اس پر واجب ہے کہ اس مدعی کے سپرد کرے پس یہ گواہی صحیح ہے اور شیخ الاسلام سرخسیؒ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر کا دعویٰ کیا جو ایک قبالہ میں تحریر ہے اور وہ پڑھا گیا پھر گواہوں نے جو بے پڑھے ہیں کہا کہ ہم بھی اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر ایسی ہی گواہی دیتے ہیں تو ان کی گواہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے ایک تحریر کی گواہی دی جس کو اس نے اپنی زبان سے پڑھا پھر دوسرے شخص نے پڑھا اور دوسرا گواہ اس کے ساتھ ساتھ پڑھتا جاتا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ علی بن احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ جس زمین یا گھر کا دعویٰ کیا گیا ہے اس کے حدود کو جب مدع قبالہ میں دیکھتا ہے تو بیان کرتا ہے اور بدوں دیکھے جیسا چاہیے نہیں بیان کرسکتا ہے تو اس کی گواہی مقبول ہے یا نہیں پس فرمایا کہ اگر دیکھ کر اس کو یاد کر لیتا ہے تو مقبول نہیں ہے اور اگر اس سے کسی قسم کی مدد لیتا ہے جیسے حافظ قرآن مصحف سے لیتا ہے تو مقبول ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر کسی نے دوسرے پر دس درہم کا دعویٰ کیا اور گواہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس مدعی کے اس مدعا علیہ پر مبلغ دس درہم ہیں تو گواہی مقبول ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر فارسی میں دوازدہ درہم کا دعویٰ کیا اور گواہ میں گواہی میں وہ دوازدہ درہم کہا تو مقبول نہیں ہے اور اسی طرح اگر وہ دوازدہ درہم یعنی دس بارہ درہم کا دعویٰ کیا تو دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اسی طرح اگر دعویٰ میں بیان کیا کہ یہ چیز دس بارہ برس سے میری ملکیت ہے تو دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی اور اسی طرح اگر گواہوں نے اس طرح گواہی دی تو مقبول نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر مدعی نے کسی شخص پر کسی چیز کے قبضہ کر لینے کا دعویٰ کیا اور گواہ نے بیان کیا کہ اس مدعا علیہ نے یہ کہا کہ اس مدعی نے یہ چیز میرے پاس بھیج دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ تین شخصوں نے ایک معاملہ میں گواہی دی پھر حکم دینے سے پہلے ایک نے کہا کہ استغفر اللہ میں اپنی گواہی میں جھوٹ بولا اور قاضی نے اس کو سنا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ کس گواہ نے کہا پھر قاضی نے ان سے دریافت کیا تو سب نے کہا کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہیں تو مشائخ نے فرمایا کہ قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا اور سب کو اپنے پاس سے اٹھا دے گا پھر اگر مدعی دوسرے روز ان میں سے دو شخصوں کو لایا اور انہوں نے گواہی ادا کی تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر دعویٰ سے پہلے کسی معاملہ میں گواہی دی پھر دعویٰ ہونے کے بعد گواہی دی تو اس کی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے گواہی دی اور ہنوز اپنی جگہ سے نہیں ہلا ہے کہ اس نے کہا کہ میں گواہی کی بعض باتوں میں وہم میں پڑ گیا[1] یعنی جس کا ذکر کرنا واجب تھا وہ چھوڑ گیا اور جو چاہیے تھا اسے بیان کر گیا

[1] قولہ شبہہ کی بات اقول اس سے یہ مراد ہے کہ جس معاملہ میں شبہہ مسقط ہے جیسے حدود کہ ان میں شبہہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے اور قولہ لیس یعنی التباس اور اشتباہ ہو سکے۔

پس اگر غیر عادل ہے تو قاضی اس کی گواہی کو مطلقاً رد کر دے گا خواہ اس نے مجلس میں بیان کیا ہو یا بعد مجلس کے خواہ شبہہ کی بات میں کہتا ہو یا غیر شبہہ کی بات میں کہتا ہو اور اگر عادل ہے تو سوائے شبہہ کی بات کے مقبول ہوگی مثلاً نام مدعی یا مدعا علیہ کا یا دونوں کی طرف اشارہ کرنا چھوڑ گیا تو مقبول ہے خواہ مجلس قضا میں واقع ہوا یا دوسری جگہ اور اگر ایسی بات میں کہتا ہے کہ جس میں لبس کا شبہہ ہے پس اگر مجلس قضا میں کہا تو مقبول ہے اور بعض مشائخ کے نزدیک جو اس نے پہلے بیان کیا تھا مثلاً پہلے ہزار درہم بیان کئے تھے پھر کہا کہ پانچ سو درہم ہیں میں نے غلطی سے بیان کیا تو پہلے بیان پر قاضی حکم دے گا اور دوسرے مشائخ کے نزدیک جو اس نے دوبارہ کمی یا زیادتی بیان کی ہے اس پر حکم دے گا اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میل کیا ہے اور اگر مجلس سے چلے جانے کے بعد گواہ عادل نے ایسا بیان کیا تو مقبول نہیں ہے اور اسی طرح اگر دعویٰ کی شے محدود کے حدود میں غلطی کی مثلاً شرقی حد کو غربی اور غربی کو شرقی بیان کر گیا یا نسب میں غلطی کی مثلاً محمد بن علی بن عمر کی جگہ غلطی سے محمد بن احمد بن عمر بیان کر گیا پس اگر چلے جانے سے پہلے مجلس قضا میں اس کا تدارک کر لیا تو مقبول ہے ورنہ مقبول نہیں اور امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ غیر مجلس قضا میں بھی اس سے یہ سب باتیں قبول کی جائیں گے اور ظاہر وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا یہ عنایہ اور کافی اور بحر الرائق میں ہے ابن سماعہؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر مال کی گواہی دی پھر قاضی کے حکم دینے سے پہلے دو شخصوں نے گواہوں پر گواہی دی کہ دونوں گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا پس اگر رجوع کی خبر دینے والے کو قاضی پہچانتا ہے اور عادل جانتا ہے تو توقف کرے گا اور ان کی گواہی کو نافذ نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مدعی نے قاضی سے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں اور اس کی درخواست سے قاضی نے مدعا علیہ سے قسم لی ☆

ایک شخص نے ایک گھر کا دعویٰ کیا اور گواہ لایا اور قاضی نے اس کے گواہ باطل قرار دیئے پھر اس نے بیس برس کے بعد اس گھر کی دوسرے شخص کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ گھر زید کا ہے میرا اس میں کچھ حق نہیں ہے پھر گواہی دی کہ یہ عمرو کا ہے مثلاً تو گواہی باطل ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر مدعی نے قاضی سے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں اور اس کی درخواست سے قاضی نے مدعا علیہ سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا تو حسن بن زیادؒ سے روایت ہے کہ گواہی مقبول ہوگی اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ مقبول نہ ہوگی اسی طرح اگر مدعی نے کہا جو گواہ میں لاؤں گا سب جھوٹے ہیں پھر گواہ لایا تو اس میں بھی وہی اختلاف ہے کہ حسن بن زیادؒ نے جو روایت کیا اس کے موافق مقبول اور امام محمدؒ سے جو روایت ہے اس کے موافق نامقبول ہیں اور اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ زید کے پاس مثلاً اس کی گواہی جو میں دعویٰ کرتا ہوں نہیں ہے پھر جب قاضی نے مدعا علیہ سے قسم لے لی تو مدعی زید کو لایا کہ وہ گواہی دیتا تھا تو اس میں بھی وہی اختلاف ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ فلاں وفلاں کے پاس میرے مقدمہ کی گواہی نہیں ہے بعد اس کے دونوں کے گواہ ہونے کا مدعی ہوا تو اس میں بھی اختلاف ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مدعی نے کہا کہ جس گواہی کو میں قائم کراؤں گا وہ باطل ہے پس اگر اس نے گواہی قائم کرائی تو بالاجماع مسموع نہ ہوگی اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ امام ابو حنیفہؒ سے اس باب میں مختلف روایات ہیں اور مشہور وہی قول ہے جیسا حسن بن زیادؒ کی روایت ہے اور امام ابو علی نسفی کہتے تھے کہ آج کل ہمارا حکم امام محمدؒ کی روایت پر ہے کہ مقبول نہ ہوگی اور امام فخر الدین قاضی نے فرمایا کہ فتویٰ مقبول ہونے پر ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔ دو شخصوں نے کہا کہ فلاں شخص کی گواہی ہمارے پاس نہیں ہے پھر دونوں نے اس کی طرف سے گواہی دی تو منتقی میں مذکور ہے کہ ان کی گواہی جائز

ہےاور امام محمدؒ سے نوادر میں ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ کسی امر میں فلاں شخص کی گواہی میرے پاس نہیں ہے یا کہا کہ مجھے معلوم نہیں ہے پھر اس کے بعد گواہی دی تو جائز ہے اسی طرح اگر دو شخصوں نے کہا کہ ہم فلاں کی طرف سے فلاں شخص پر جو گواہی دیں وہ جھوٹی ہے پھر آن کر گواہی دی اور کہا کہ اس وقت ہمیں یاد نہ تھی پھر یاد ہوئی تو گواہی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے اس پر ایک شخص کا دعویٰ ہے اور اس کے گواہ موجود ہیں پھر ایک گواہ نے مدعا علیہ کے ایک غلام کی نسبت قاضی کے سامنے کہا کہ یہ وہ غلام نہیں ہے جس میں مدعی نے دعویٰ کیا ہے پھر مدعی نے بعینہٖ اسی غلام میں دعویٰ کیا اور اسی گواہ نے جس نے قاضی کے سامنے وہ بات کہی تھی گواہی دی تو بعض نے کہا کہ اس کی گواہی نہ قبول کرنا واجب ہے اور بعض نے کہا کہ قبول کرنا واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے پر ایک غلام کا دعویٰ کیا جو اس کے قبضہ میں ہے اور کہا کہ تو نے میرے ہاتھ اس کو ہزار درہم کو فروخت کیا تھا اور میں نے ثمن ادا کر دیا ہے اور مدعا علیہ نے بیع واقع ہونے اور ثمن لینے سے انکار کیا اور دو گواہوں نے مدعی کی طرف سے گواہی دی کہ بائع نے بیع کا اقرار کیا ہے اور ہم غلام کو نہیں پہچانتے ہیں لیکن بائع نے ہم سے بیان کیا تھا کہ میرا غلام زید ہے اور دوسرے دو گواہوں نے بیان کیا کہ اس غلام کا نام زید ہے یا بائع نے اقرار کیا کہ اس کا نام زید ہے تو اس گواہی سے بیع تمام نہ ہوگی اور بائع سے قسم لی جائے گی پس اگر اس نے قسم کھالی تو ثمن واپس کرے گا اور اگر انکار کیا تو انکار سے بیع لازم ہو جائے گی اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ بائع نے اقرار کیا کہ میں نے اپنا غلام جس کا نام زید ہے فروخت کیا اور گواہوں نے زید کی طرف حلیہ یا عیب وغیرہ کوئی ایسی چیز کی نسبت کی جس سے اس کی شناخت ہوتی ہے اور یہ سب اس غلام میں پورے ہیں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ پہلی صورت اور یہ صورت قیاس میں برابر ہیں لیکن میں استحساناً دوسری صورت میں بیع کی اجازت دیتا ہوں اور یہی حکم باندی کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے منتقی میں ہے کہ دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص کا حصہ اس گھر میں ہزار گز ہے پھر دیکھا گیا تو گھر فقط پانچ سو گز ہے یا گواہی دی کہ اس کا حصہ اس قراح[1] میں دس جریب ہے پھر دیکھا گیا تو قراح فقط پانچ جریب ہے پس گواہی باطل ہے اور اگر مدعا علیہ نے خود اس کا اقرار کیا ہو تو مدعی کل گھر لے لے گا اور اگر دونوں گواہوں نے یوں گواہی دی کہ اس مدعی کا گھر اس مدعا علیہ کے گھر میں سے ہے اور اس کی حد نہ بیان کی کہ کہاں سے کہاں تک ہے تو گواہی باطل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر گواہوں نے بیان کیا کہ یہ عورت اس مدعی کی بیوی ہے اور اس پر حلال ہے اور نکاح کا ذکر نہ کیا تو مختار یہ ہے کہ جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کے پاس ایک کپڑا رہن کیا ہے یا اس نے مجھ سے غصب کر لیا ہے اور گواہوں نے اس کی گواہی دی اور کہا کہ ہم کپڑے کو نہیں پہچانتے ہیں تو ان کی گواہی مقبول ہوگی اور کپڑے کا بیان کرنا غاصب اور مرتہن کے ذمہ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اگر کسی شخص پر گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ اس قرضہ میں میرا نام عاریۃً ہے اور دراصل یہ مال فلاں مدعی کا ہے تو یہ جائز ہے کذا فی الملتقط۔

باب : ④

ان لوگوں کے بیان میں جن کی گواہی مقبول ہے اور جن کی گواہی نہیں مقبول ہے

اس میں چند فصلیں ہیں

فصل اوّل:

اُن لوگوں کے بیان میں جن کی گواہی اِس سبب سے نہیں مقبول ہے کہ وہ گواہی کے لائق نہیں ہیں

ہمارے علماء کے نزدیک گونگے کی گواہی جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اندھے کی گواہی مقبول نہیں ہے خواہ وہ گواہی برداشت کرنے کے بعد اندھا ہو گیا ہو یا اس سے پہلے خواہ گواہی ایسی چیز میں ہو جس میں سن کر گواہی دینا جائز ہوتی ہے یا ایسی چیز میں نہ ہو اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ایسی چیزوں میں جائز ہے کہ جن میں سن کر گواہی دینا جائز ہے اور جن چیزوں میں فقط سننا گواہی کے واسطے کافی نہیں ہے ان میں بھی اگر گواہی برداشت کرنے کے وقت آنکھوں والا تھا اور گواہی ادا کرنے کے وقت اندھا ہو گیا تو جائز ہے بشرطیکہ اس کے نام ونسب سے واقف ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جس چیز میں گواہی دیتا ہے اس کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت نہ ہو اور اگر ایسی چیز ہو جس کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت ہے تو بالا جماع ناجائز ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر ادا کرنے کے بعد حکم قضا جاری ہونے سے پہلے اندھا ہو گیا تو حکم دینا ممتنع ہو گا یہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے یہ کافی میں لکھا ہے اندھے نے اگر گواہی دی اور گواہی رد کر دی گئی پھر وہ بینا ہو گیا اور اسی حادثہ میں اس نے پھر گواہی ادا کی تو قبول ہو گی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ لڑکوں اور مجنونوں کی گواہی مقبول نہیں ہے اور بیوقوف مثل مجنون کے ہے اگر ایک شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہے اور کبھی اچھا ہو جاتا ہے اور اس نے افاقہ کی حالت میں گواہی دی تو مقبول ہو گی اور شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ اگر ایک شخص دو دن مجنون رہتا ہے یا اس سے کم پھر اسی قدر افاقہ رہتا ہے اور اس نے افاقہ کی حالت میں گواہی دی تو مقبول ہو گی یہ محیط میں لکھا ہے فقط عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ہوتی ہے مگر دائی کی گواہی پیدا ہونے میں نسب کے باب میں مقبول ہو گی یہ میراث کے باب میں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور جو معاملہ کھیل میں باہم لڑکوں میں واقع ہوتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے اور جو حمام میں واقع ہو اس میں عورتوں کی گواہی نامقبول ہے اگرچہ حاجت پڑے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ایسے ہی قیدیوں میں جو باہم قید خانہ میں واقع ہو ایک پر دوسرے کی گواہی نامقبول ہے اور اکیلی عورتوں کی گواہی بچہ کی ماں کے پیٹ سے جدا ہونے کے وقت رونے میں یا اس وقت اس کے کسی عضو کی جنبش کرنے میں اس پر نماز پڑھی جانے کے واسطے بالا جماع مقبول ہے اور میراث کے واسطے مقبول ہونے میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ قبول نہ ہو گی اور دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہئیں اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ایک عورت عادلہ ہو تو صرف اسی کی گواہی مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور یہی ارجح ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور عورتوں کی گواہی ماں کے پیٹ سے جدا ہونے سے پہلے جنبش کرنے پر صاحبینؒ کے نزدیک اور ایک مرد دو عورتوں یا دو مرد کی گواہی جدا ہونے سے پہلے بچہ حرکت کرنے پر یا جدا ہونے کے وقت حرکت کرنے پر بالا جماع نہیں مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے چوری کے معاملہ میں ہاتھ کاٹنے کے واسطے عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ہے اور مال کی ضمانت کے واسطے مقبول ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک شخص نے کہا کہ اگر میں شراب پیوں تو یہ میرا غلام آزاد ہے پھر ایک مرد اور عورتوں نے اس کے شراب پینے پر گواہی دی تو اس کا غلام آزاد ہو جائے گا اور اس گواہی پر حد[1] نہ ماری جائے گی اور اسی طرح اگر چوری کرنے کی شرط لگائی تو بھی غلام آزاد ہو گا اور ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے مملوک کی گواہی خواہ وہ محض غلام ہو یا مدبر ہو یا مکاتب یا ام ولد ہو مقبول نہیں ہے

---

[1] حد نہ...... حد شراب خوری نہ ہو گی کیونکہ دو عورتیں ایک گواہ کے بجائے ہیں اور قولہ چوری یعنی اگر میں چوری کروں تو میرا غلام آزاد ہے پھر اسی طرح گواہی گزری۔

اور جس غلام یا باندی کا کچھ حصہ آزاد کیا گیا ہو اس کا بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے جس شخص کی گواہی بسبب مملوک ہونے یا کفر یا بچپن کے رد کر دی گئی پھر یہ باتیں جاتی رہیں اور اس نے ادا کی تو مقبول ہوگی اور اگر بسبب فسق کے یا میاں بی بی ہونے کے یا غلام کی گواہی اپنے مالک کے واسطے یا مالک کی گواہی اپنے غلام کے واسطے تھی اور رد کر دی گئی پھر یہ سبب جاتا رہا تو گواہی ادا کرنے سے مقبول نہ ہوگی اور اگر غلام نے اپنے مالک کے واسطے گواہی کو اٹھایا یا میاں و بی بی میں سے ایک نے دوسرے کی گواہی برداشت کی پھر بعد آزاد ہونے یا جدائی ہو جانے کے ادا کی تو مقبول ہوگی اور اسی طرح اگر حالت مملوکیت یا کفر یا بچپن میں گواہی کا تحمل کیا پھر ان چیزوں کے زائل ہونے کے بعد گواہی ادا کی تو مقبول ہوگی اس واسطے کہ ادا کرنے کی حالت کا اعتبار ہے اور اس وقت کوئی مانع نہیں پایا جاتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر کسی نے اپنی بیوی کے معاملہ میں اس کی طرف سے گواہی دی اور ہنوز قبول نہ ہوئی تھی اور نہ رد ہوئی تھی کہ دونوں میں جدائی واقع ہوگئی تو امام محمدؒ نے یہ صورت ذکر نہیں کی ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ قاضی اس گواہی پر حکم نہ دے گا مگر جبکہ دوبارہ ادا کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔

دوسری فصل:

ان لوگوں کے بیان میں جن کی گواہی بسبب فسق کے مقبول نہیں ہے

جو شخص اعلان کے ساتھ کبیرہ گناہ کرے اس کی گواہی مقبول نہ ہونے پر اتفاق ہے اور بھی اگر صغیرہ گناہ میں فسق کے طور پر اعلان کرے کہ اس کی شناعت سے لوگ فاسق نام رکھتے ہیں تو اس کی گواہی نا مقبول ہے اور اگر ایسا نہ ہو پس اس کی صلاحیت فساد سے زیادہ اور خطا سے زیادہ صواب ہو اور سادہ دل نہ ہو تو عادل ہے اس کی گواہی مقبول ہے اور اگر ایسا نہ ہو پس اس کی صلاحیت فساد سے زیادہ اور خطا سے زیادہ صواب ہو اور سادہ دل نہ ہو تو عادل ہے اس کی گواہی مقبول ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر فاسق لوگوں کی نظر میں وجیہ ذی مروت ہو تو اس کی گواہی مقبول ہے اور اصح یہ ہے کہ نہیں مقبول ہے یہ کافی میں ہے سود کھانے والے کی گواہی جو سود کھانے میں مشہور اور اس پر جما ہوا ہو مقبول نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے جو شخص حرام کھانے میں مشہور ہو اس کی گواہی مقبول نہیں ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے یتیم کا مال کھانے والے کی گواہی ایک بار کھانے سے رد کر دی جائے گی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے دائمی شراب خوار کی گواہی جائز نہیں ہے یعنی اگر اس نے ایک مرتبہ شراب پی اور اس کی نیت میں ہے کہ اگر پھر پاؤں گا تو پیوں گا تو وہ دائمی شراب خور ہے اس کی گواہی جائز نہیں ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ لوگوں پر ظاہر کرے یا نشہ میں باہر نکلے کہ اس سے لڑکے مسخرہ پن کریں اور بدوں اس شرط کے ایسا نہیں ہے حتیٰ کہ پوشیدہ شراب پینا عدالت کو ساقط نہیں کرتا ہے اور اصل میں مذکور ہے کہ ہمیشہ نشہ میں رہنے والے کی گواہی ناجائز ہے اور اس سے مراد شراب کے سوا باقی نشہ ہیں یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر دوا کی غرض سے نشہ پیا تو عدالت کو ساقط نہیں کرتا ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور جو شخص بدکاروں اور بینا کون اور شراب خوروں کی مجلس میں بیٹھتا ہو اگرچہ شراب نہ پیتا ہو اس کی گواہی مقبول نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے جو شخص ایسے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو جس میں حد[1] ماری جاتی ہے تو اس کی گواہی بسبب فسق کے مقبول نہ ہوگی یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔

کن چیزوں سے عدالت ساقط ہوتی ہے ہے اور کن سے نہیں؟

جس فرض چیز کا وقت معین ہے جیسے روزہ و نماز جب اس میں بلا عذر تاخیر کرے گا عدالت ساقط ہو جائے گی اور جس فرض کا

---

[1] حد...... اشارہ ہے کہ بقول مختار کبیرہ وہ گناہ ہے جس حد ماری جاتی ہے۔

وقت معین نہیں جیسے زکوٰۃ وحج تو ہشامؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ اس کی تاخیر سے عدالت ساقط نہیں ہوتی ہے اور اسی کو محمدؒ بن مقاتل نے لیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ بلا عذر تاخیر کرنے سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیثؒ نے اختیار کیا ہے اور امام فخر الدین نے فرمایا کہ فتویٰ اس پر ہے کہ بلا عذر زکوٰۃ کی تاخیر سے عدالت ساقط ہوتی ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیثؒ نے لیا ہے اور حج کی تاخیر کرنے سے ساقط نہیں ہوتی ہے خصوصاً ہمارے زمانہ میں یہ مضمرات میں لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ زکوٰۃ کی تاخیر سے عدالت نہیں باطل ہوتی ہے اور اگر جمعہ کو تین دفعہ ترک کیا تو فاسق ہو گیا ایسا ہی بعض مواضع میں مذکور ہے اور اسی کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہے اور بعض مقام پر ہے کہ اس سے عدالت جاتی رہتی ہے اور تقدیر اور عدد[1] کا ذکر نہیں ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ اسی پر فتویٰ ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب جمعہ کو بیبا کی اور بے رغبتی سے ترک کیا ہو کہ اس میں کچھ عذر نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر عذر سے ترک کیا مثلاً بیمار ہے یا شہر سے دور ہے یا اس تاویل سے کہ وہ امام جمعہ کو فاسق کہتا ہے علیٰ ہذا تو اس کی گواہی مردود نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی نے جماعت کی نماز اس وجہ سے ترک کی کہ عام لوگوں کی مانند جماعت کی عظمت اس کے دل میں نہیں ہے یا بیبا کی یا فسق کی وجہ سے ترک کی تو اس کی گواہی جائز نہیں ہے اور اگر اس تاویل سے ترک کی کہ امام جماعت مرد فاسق ہے اس کی اقتدا مکروہ ہے اور اس کا بدلنا اس کے اختیار میں نہیں ہے اس لئے اس نے تنہا اپنے گھر میں پڑھ لی یا امام کو گمراہ کہتا ہو اور اس کی اقتدا جائز نہ سمجھتا ہو تو اس سے عدالت ساقط نہ ہوگی کذا فی المحیط۔

شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ حقوق العباد میں اگر مدعی نے گواہ سے گواہی طلب کی اور اس نے بدوں کسی ظاہری عذر کے تاخیر کی پھر اس کے بعد گواہی دی تو اس کی گواہی نامقبول ہوگی ☆

دو شخصوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اس نے اپنی عورت کو اپنی بیماری میں تین طلاق دی تھی اور ہم کو اس سے پہلے گواہ کر لیا تھا لیکن کہا تھا کہ تم پوشیدہ رکھو پس ہم نے گواہی کو چھپایا تو دونوں کی گواہی مقبول نہیں ہے کیونکہ دونوں نے گواہی چھپانے کا خود اقرار کیا اور فاسق ہوئے اور فاسق کی بات کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے ابو القاسم سے روایت ہے کہ ایک عورت کی طلاق یا باندی کی آزادی پر دو شخصوں نے گواہی دی اور کہا کہ یہ شروع سال میں واقع ہوا تو گواہی جائز ہے اور تاخیر سے ان کی گواہی میں خرابی نہیں ہوتی ہے اور مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خرابی آنی چاہئے کیونکہ جب ان کو معلوم ہوا کہ باوجود طلاق وعتاق کے یہ شخص عورت کو بطور بی بی یا باندی کے رکھے گا تو گواہی ادا کرنی فی الفور چاہئے تھی کہ کیونکہ ایسی گواہی کے واسطے دعویٰ شرط نہیں ہے اور جب انہوں نے تاخیر کی تو فاسق ٹھہرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ حقوق العباد میں اگر مدعی نے گواہ سے گواہی طلب کی اور اس نے بدوں کسی ظاہری عذر کے تاخیر کی پھر اس کے بعد گواہی دی تو اس کی گواہی نامقبول ہوگی کیونکہ وہ بلا عذر تاخیر کرنے سے فاسق ہو گیا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے جواری کی گواہی خواہ اس نے شطرنج سے جوا کھیلا یا کسی اور چیز سے مقبول نہیں ہے اور اگر شطرنج بدوں جوے کے کھیلے پس اگر ایسی لت ڈالی کہ اس کی نماز بھی غفلت میں جاتی رہتی ہے یا شطرنج میں جھوٹی قسم کھاتا ہے تو اس کی گواہی مقبول نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے قنیہ میں ہے کہ جو شخص سر راہ شطرنج کھیلتا ہے اس کی گواہی مقبول نہیں

---

[1] عدد یعنی تین مرتبہ ترک کیا پس مطلق ایک مرتبہ ترک کرنے کو بھی شامل ہے اقول دیار ہندوستان میں بالفعل شرائط جمعہ میں بنا بر اجتہادات کے اختلاف شدید ہے حتیٰ کہ معراج الدرایہ میں ہے کہ جس ملک پر مشرکین حاکم ہوں اگر وہاں مسلمان باہم کسی کی بیعت بنظر اقامت جمعہ وعیدین کریں تو جائز ہو جائے حتیٰ کہ بدوں اس کے جماعت کثیر نے اداء میں تامل کیا اور چار رکعت بہ نیت فرض الوقت لازم کی پس ایسی صورت میں تارک پر یہ حکم ہوسکتا واللہ اعلم۔ اور اس وقت میں وجوہ بکثرت ہیں جن سے ان احکام میں تفصیل ہے اور اس حاشیہ میں بیان کی گنجائش نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہے کذا فی العینی۔ جو شخص نرد یعنی چوسر کھیلتا ہے وہ ہر حال میں مردود الشہادۃ ہے اگر کوئی شخص کسی لہو میں مبتلا ہے تو دیکھنا چاہئے کہ اگر یہ کھیل اس کو فرائض وواجبات سے باز نہیں رکھتا ہے پس اگر لوگ اس کو بدتر جانتے ہیں جیسے بانسری اور طنبورہ وغیرہ تو اس کی گواہی ناجائز ہے اور اگر لوگ اس کو بدتر نہ جانتے ہوں جیسے خوش آوازی وغیرہ تو گواہی جائز ہے لیکن اگر اس کے ساتھ فحش ہوتا ہو مثلاً لوگ ناچتے ہوں تو کبیرہ گناہ میں داخل ہوگا اور عدالت ساقط ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جو شخص گیند[1] بلا کھیلتا ہے اس کی گواہی جائز ہے یہ ملتقط میں لکھا ہے ناچنے والے اور مشعوذ[(1)] کی گواہی مقبول نہیں ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے جو شخص کبوتر اڑاتا ہے اس کی گواہی مقبول نہیں ہے مگر جو شخص کبوتروں کو انسیت کے اور رفع وحشت کے واسطے پالتا ہے اور اڑانے کی اس کی عادت نہیں ہے تو وہ عادل اور مقبول الشہادۃ ہے یہ مبسوط اور کافی اور فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے لیکن اگر یہ کبوتر دوسرے کے کبوتروں کو اپنے ساتھ لگا لاتے ہوں اور وہ ان کے گھونسلوں میں بچے دیں اور یہ شخص ان کو کھائے اور فروخت کرے تو گواہی مقبول نہیں ہے اور جو شخص لوگوں کے واسطے گاتا اور ان کو سناتا ہے اس کی گواہی مقبول نہیں ہے لیکن اگر اپنے آپ کو سنانے کے لئے ہوتا کہ اس سے وحشت زائل ہو بدوں اس کے کہ دوسرے کو سنائے تو ڈر نہیں ہے اور صحیح قول کے موافق اس کی عدالت ساقط نہ ہوگی یہ تبیین میں لکھا ہے اور ایسی عورت کی گواہی جو دوسروں کو اپنا گانا سنائے اگرچہ ان کے لئے نہ گائے مقبول نہیں ہے یہ شرح ابوالمکارم میں لکھا ہے اور ایسی عورت کی گواہی جو دوسروں کی مصیبت میں نوحہ سے روتی ہے اور یہ اس نے اپنی کمائی مقرر کر لی ہے مقبول نہیں ہے کذا فی المحیط اور جو عورت اپنی مصیبت میں نوحہ کرتی ہے پس اس کی گواہی مقبول ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اس مخنث کی گواہی کہ جو برا کام کراتا ہے اور عمداً اپنی آواز کو نرم بناتا ہے مقبول نہیں ہے اور اگر کسی کی آواز میں پیدائشی نرمی ہو اور پیدائشی اس کے اعضا میں تکسر ہو یعنی ڈھیلا پن ہو اور خود اکڑ کر نہ چلے اور اس سے کسی قسم کے برے افعال مشہور نہ ہوئے ہوں تو اس کی گواہی مقبول ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور داعر کی گواہی مقبول نہیں ہے اور داعر اس کو کہتے ہیں جو فاسق ہو اور ہتک حرمت کرے اور اپنے افعال کی کچھ پروا نہ کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے قال المترجم پہلے گزرا ہے کہ داعر وہ شخص ہے جس سے لوگوں کے مال و جان کا خوف ہو اور یہاں جو تعریف مذکور ہوئی دونوں کا حاصل ایک ہے جو شخص غافل شدید ہو اس کی گواہی نامقبول ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے جو شخص جھوٹ بولنے میں مشہور ہو اس کی کچھ عدالت نہیں ہے اور نہ اس کی گواہی مقبول ہے اور یہ ہمیشہ کے واسطے ہے اگرچہ اس نے توبہ کر لی ہو بخلاف ایسے شخص کے جو سہو سے جھوٹ بولا یا ایک بار اس میں مبتلا ہوا پھر توبہ کر لی یہ بدائع میں لکھا ہے جو شخص عادل مشہور ہو اگر اس نے جھوٹی گواہی دی پھر توبہ کر لی تو بعد کو اس کی گواہی قبول ہوگی اور اسی قول پر اعتماد ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے فاسق نے اگر توبہ کی تو اس کی گواہی فی الحال مقبول نہ ہوگی جب تک کہ اس قدر زمانہ گزر جائے کہ توبہ کا اثر کھلے اور اس زمانہ کی مقدار میں صحیح قول یہ ہے کہ قاضی کی رائے پر ہے اور غیر عادل نے اگر جھوٹی گواہی دی پھر توبہ کر لی تو اس کی گواہی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

جس شخص کو زنا چوری یا شراب خواری میں حد ماری گئی ہو پھر اس نے توبہ کر لی تو بالاجماع اس کی گواہی مقبول ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے اور جس شخص کو زنا کی تہمت لگانے میں حد ماری گئی ہو اس کی گواہی نامقبول ہے اگرچہ اس نے توبہ کر لی ہو یہ بدائع میں لکھا ہے اور صحیح مذہب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ حد مارے جانے کے بعد اگر چار گواہوں نے اس کے سچ بولنے پر گواہی دی تو مقبول ہوگی

---

[1] گیند بلا: مراد چوگان ہے جو سپہ گری کے واسطے عمدہ ہے اور اس سے کھیل (مثلاً کرکٹ وغیرہ) مقصود نہیں ہے۔

(1) مشعوز: شعبدہ باز جو لوگوں کو نظر بندی وغیرہ کے یا نٹوں کے تماشے دکھلاتے ہیں۔

اور وہ شخص مقبول الشہادۃ ہو جائے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر کسی کو تھوڑی حد ماری گئی تھی کہ تمام ہونے سے پہلے وہ بھاگ گیا تو ظاہر الروایت کے موافق پوری حد مارے جانے سے پہلے اس کی گواہی مقبول ہے اگر زنا کی تہمت لگانے میں کافر کو حد ماری گئی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس کی گواہی مقبول ہو گی بخلاف غلام کے کہ اس کو حد ماری گئی پھر وہ آزاد ہو گیا تو اس کی گواہی مقبول نہیں ہے لیکن اگر حالت کفر میں اس نے زنا کی تہمت لگائی اور حالت اسلام میں اس کو حد ماری گئی تو ہمیشہ کے واسطے اس کی گواہی مردود رہے اور اگر تھوڑی حد حالت کفر میں ماری گئی پھر باقی حد حالت اسلام میں تو ظاہر الروایت کے موافق ہمیشہ کے واسطے اس کی گواہی مردود نہ ہو گی حتیٰ کہ اگر اس نے توبہ کر لی تو گواہی مقبول ہو گی کذا فی جوہرۃ النیرہ اور یہی حکم ظاہر الروایت کا ٹھیک ہے یہ بدائع میں لکھا ہے شاعر اگر ہجو کیا کرتا ہے تو اس کی گواہی مقبول نہیں ہے اور اگر مدح کرتا ہے اور اکثر مدح اس کی سچی ہوتی ہے تو مقبول ہو گی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے مرد صالح نے اگر ایسا شعر پڑھا کہ جس میں فحش ہے تو اس کی عدالت باطل نہ ہو گی کیونکہ اس نے غیر کا کلام پڑھا اور جو شخص عرب کے شعروں کی تعلیم کرتا ہے اگر زبان عرب سکھلانے کی غرض سے پڑھاتا ہے تو اس کی عدالت باطل نہ ہو گی اگرچہ اس کا مضمون فحش ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک شخص اپنے اہل وعیال ومملوکوں کو گالی دیتا ہے پس اگر کبھی اس سے ایسا امر یعنی برا کہنا صادر ہو تو اس کی عدالت ساقط نہ ہو گی کیونکہ کمتر انسان اس سے خالی بچتا ہے اور اگر اس کی عادت ہے تو عدالت ساقط ہو گی یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے اور یہی حکم اس شخص کا ہے جو اپنے جانور مثلاً گھوڑے کو گالیاں دیتا ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور جو شخص سلف کو اور وہ صحابہ اور تابعین اور ابوحنیفہؒ اور جو ان کے اصحاب ہیں برا کہتا ہو اور ظاہر میں کہتا ہو اس کی گواہی مقبول نہ ہو گی یہ نہایہ اور فتح القدیر میں لکھا ہے فرمایا کہ اگر کسی شخص کا حال تعدیل کرنے والوں سے دریافت کیا گیا اور انہوں نے کہا کہ ہم اس کو اس میں مہتم[1] جانتے ہیں کہ وہ اصحاب رسول اللہ کو برا کہتا ہے تو میں قبول نہ کروں گا اور اس کی گواہی کو جائز رکھوں گا اور اگر انہوں نے کہا کہ ہم اسکو فسق وفجور میں مہتم جانتے ہیں اور گمان غالب ہے مگر ہم نے اسکو کبھی نہیں دیکھا تو قبول نہ کروں گا اور اس کی گواہی کو جائز نہ رکھوں گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

کس فرقے کی گواہی مردود ہے؟

مسلمانوں میں جو گمراہ بدعتی فرقہ ہیں ان میں سے سوائے فرقہ خطابیہ[2] کے باقی گمراہوں کی گواہی مقبول ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اہل ہوا کی جو دین میں بدعت کے پابند ہیں ان کی گواہی مقبول ہے بشرطیکہ اس کی بدعت کفر نہ ہو اور وہ شخص بیباک نہ ہو اور اپنے لین دین میں عادل ہو اور یہی صحیح ہے کذا فی المحیط اور جو شخص پاجی کام کرتا ہو جیسے راستہ پر پیشاب کرنا یا کھانا تو اس کی گواہی مقبول نہیں ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور جو شخص بازار میں لوگوں کے درمیان کھاتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے جس شخص نے سیری سے زائد کھانا کھایا اکثروں کے نزدیک اس کی عدالت ساقط ہوئی یہ زاہدی میں ہے مناقب ابو حنیفہؒ میں لکھا ہے کہ بخیل کی گواہی نامقبول ہے یہ محیط میں ہے کرخی نے ذکر کیا ہے کہ جو شخص فقط پائجامہ پہنے ہوئے راہ میں چلتا ہے اور اس کی گواہی نامقبول ہے کذا فی النہایہ جو شخص حمام میں ننگا بے لنگی باندھے جاتا ہے اگر اس حرکت سے اس کا باز آنا نہ معلوم ہو تو اس کی گواہی مقبول نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ابوالحسن سے منقول ہے کہ اگر کوئی بڈھا لوگوں کے مجمع میں نو جوانوں سے کشتی کرے تو اس کی گواہی نامقبول ہے یہ غایۃ البیان شرح ہدایہ میں ہے جو بزرگ صلاحیت میں مشہور ہے اگر اس نے مکہ معظمہ کے راستے میں اپنے بیٹے سے نفقہ کا حساب کیا تو عدالت ساقط ہے یہ زاہدی میں لکھا ہے طفیلی اور گزاف بکنے والے اور مسخرہ کی گواہی بلا خلاف نامقبول

---

[1] مہتم یعنی اس میں بدگمانی کافی نہیں ہے جب تک تحقیق نہ ہو اور فسق وفجور میں خالی بدگمانی کافی ہے۔ [2] خطابیہ عینی وغیرہ نے لکھا کہ یہ خطاب کوفہ کے شخص کا تھا اس نے اپنے تابعین کو رفض سکھلایا اور کہا کہ اپنوں کے واسطے تقیہ سے جھوٹی گواہی دینا حلال ہے۔

ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے قال المترجم طفیل ایک شخص دفہ کا شاعر تھا کہ بے بلائے مہمانی میں جاتا تھا اور طفیلی اسی کی طرف منسوب ہے کفن بیچنے والے کی گواہی مقبول نہیں ہے شمس الائمہ نے فرمایا یعنی جب وہ صبح کو اسی کام میں مشغول ہو اور خریداروں کا انتظار کرے اور اگر وہ کپڑے بیچتا ہے اور اس سے کفن بھی خریدے جائیں تو گواہی جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے جو کوئی شخص تصویروں کے کپڑے فروخت کرتا یا بنتا ہے اس کی گواہی نامقبول ہے یہ محیط میں اقضیہ سے لایا ہے اگر کوئی امیر انواب وغیرہ کسی شہروں میں داخل ہوا اور لوگ نکل کر راہوں پر اس کے دیکھنے کو بیٹھے خلف نے کہا کہ اگر بدوں اعتبار[1] حاصل کرنے کی غرض کے ایسا کیا تو عدالت جاتی رہے گی ورنہ نہیں اور فتویٰ اس پر ہے کہ اگر وہ اس واسطے نہیں نکلے کہ جو تعظیم کے لائق ہے اس کی تعظیم کریں یا عبرت پیدا کریں تو ان کی عدالت باطل ہو گی یہ ظہیریہ اور فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

جس شخص نے ختنہ کرانے کو حقیر جان کر نہ کرایا اس کی گواہی مقبول نہیں ورنہ مقبول ہے یہ ہدایہ میں ہے خصی کی گواہی مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے ولد الزنا کی گواہی زنا وغیرہ میں مقبول ہے فتح القدیر میں لکھا ہے خنثیٰ مشکل کی گواہی جائز ہے اور وہ عورتوں کے حکم میں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور خنثیٰ مشکل کی گواہی حدود و قصاص میں عورتوں کے مانند مقبول نہ ہونا چاہئے یہ غایۃ البیان میں ہے عامل لوگ اگر عادل ہوں لوگوں کا مال ناحق نہ لیتے ہوں تو ان کی گواہی مقبول ہے اور اگر عادل نہ ہوں لوگوں سے ناحق لیتے ہوں تو نامقبول ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی المحیط۔ قبالہ نویسوں کی گواہی مقبول ہے اور یہی صحیح ہے اگر غالباً ان کی حالت صلاحیت کی ہو یہ ذخیرہ اور غیاثیہ اور فتح القدیر میں ہے ایسے رئیس اور جابی[2] کی گواہی جو شہر یا محلہ میں سے جبلیہ وصول کرتا ہے نامقبول ہے۔ جس صراف کے پاس جمع کرتا ہے اور وہ خوشی سے لے لیتا ہے اس کی بھی گواہی نامقبول ذکرہ الصدر حسام الدین یہ محیط میں لکھا ہے جو لوگ ذلیل پیشہ کرتے ہیں جیسے جولاہہ وحجام وغیرہ اصح یہ ہے کہ ان کی گواہی مقبول ہے کیونکہ بعض صالحین نے اس کو کیا ہے پس جب تک کوئی طعن کی وجہ ظاہر نہ ہو تو صرف ظاہر پیشہ پر حکم نہ ہو گا اور یہی حکم نخاسیوں اور دلالوں کا ہے کذا فی فتح القدیر۔

تیسری فصل:

ان لوگوں کے بیان میں جن کی گواہی بسبب تہمت کے نامقبول ہے یا تناقض کلام یا حکم قضا کے نقض لازم آنے سے مقبول نہیں ہوتی ہے

والدین کی گواہی اپنے بیٹے یا پوتے پروتے وغیرہ کے واسطے مقبول نہیں ہے اور نہ اولاد کی گواہی اپنے باپ اور ماں یا دادا دادی وغیرہ کے واسطے جو والدین کی طرف سے ہوں مقبول ہے قال المترجم والدین کی طرف سے یہ مراد ہے کہ باپ کی طرف سے دادا دادی یا پردادا وغیرہ اور ماں کی طرف سے نانا نانی وغیرہ سب کو شامل ہے اور مرد کی گواہی اپنی بیوی کے لئے نامقبول ہے اگر چہ وہ مملوکہ ہو اور بیوی کی گواہی اپنے شوہر کے لئے اگر چہ مملوک ہو نامقبول ہے یہ حاوی میں لکھا ہے مرد کی گواہی ایسی بیوی کے حق میں جس کو اس نے طلاق بائن دی اور وہ عدت میں بیٹھی ہے نامقبول ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر ایک شخص نے ایک عورت کے واسطے کسی حق میں گواہی دی پھر اس سے نکاح کر لیا تو گواہی باطل ہو گئی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر رضاعی یعنی دودھ پلائی کے رشتہ سے اولاد یا ماں باپ ہوں تو ان کے حق میں گواہی دینا جائز ہے یہ حاوی میں ہے ربیب[3] کی گواہی مقبول ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے بھائی کی گواہی

[1] اعتبار عبرت حاصل کرنا کہ دینا میں فقط ان جانوروں وغیرہ کے لئے آخرت سے غافل ہو گیا۔ [2] جابی وہ شخص جو ٹیکس سلطانی وصول کرنے پر مقرر ہو کیونکہ اکثر وہ ظلم کرتے ہیں۔ [3] ربیب وہ لڑکا یا لڑکی جو زوجہ اپنے پہلے خاوند سے ساتھ لائی ہو۔

اپنی بہن کے واسطے مقبول ہے یہ محیط سرخسی میں ہے بھائی کی گواہی اپنے بھائی کے واسطے اور اس کی اولاد کے واسطے اور چچا اور اس کی اولاد کے واسطے اور ماموں کے واسطے اور خالہ اور پھوپھی کے واسطے جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر اپنی ساس یا خسر یا داماد یا سوتیلی ماں یا سگی سالی کے واسطے گواہی دی تو جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے اپنے پوتے کی طرف سے اپنے بیٹے پر گواہی دی تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے اپنی عورت سے تہمت لگا کر لعان کیا اور دونوں میں جدائی ہو گئی اور اس سے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کی گواہی یا اس کی ام ولد کا لڑکا جو اس کے فراش سے پیدا ہوا مگر اس نے اس سے انکار کیا اس کی گواہی اس شخص پر جائز نہیں ہے کیونکہ اس لڑکے کا نسب شوہر یا مالک یا باندی سے لعان اور انکار سے پہلے ظاہر میں ثابت تھا اور لعان یا انکار سے اگرچہ میراث یا نفقہ کے احکام میں جاتا رہا لیکن دوسرے بعض احکام میں لحاظ کیا جائے گا مثلاً گواہی ناجائز ہے یا اس سے نکاح حرام ہے یا اس کو زکوٰۃ دینی ناجائز ہے یا اگر کوئی شخص اس کو اپنی طرف نسبت کر دے تو صحیح نہیں ہے اگرچہ یہ اس کی تصدیق کرے اور اگر لعان کرنے والا یا منکر اس کو اپنی طرف سے منسوب کرے تو نسب ثابت ہو جائے گا اور ان احکام میں ہم نے نسب کو امر حرمت کے احتیاط کے واسطے باقی رکھا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور ملاعن کے لڑکے کی اولاد کی گواہی بھی اس کے حق میں جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور لعان[1] کرنے والے کی گواہی اس لڑکے کے حق میں جس سے اس نے انکار کیا ہے نامقبول ہے کذا فی فتح القدیر ایک شخص نے دو جوڑیا لڑکوں میں سے ایک کو فروخت کیا پھر اس کے مشتری نے اس کو آزاد کر دیا پھر اس نے بائع کی طرف سے گواہی دی تو مقبول ہو گی۔

کسی شخص کی گواہی اپنے مملوک اور مدبر اور مکاتب اور ام ولد کے واسطے جائز نہیں ☆

اگر بائع نے دوسرے لڑکے جوڑیا کے نسب کا اپنی طرف دعویٰ کیا یعنی یہ میرا لڑکا ہے تو دونوں کا نسب بائع سے ثابت ہو گا اور بیع اور آزاد کرنا اور حکم قضا سب باطل ہو جائے گی یہ کافی میں لکھا ہے کسی شخص کی گواہی اپنے مملوک اور مدبر اور مکاتب اور ام ولد کے واسطے جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اجیر کی گواہی اپنے استاد کی طرف سے جائز نہیں ہے اور اجیر سے وہ اجیر مراد ہے جو اس کے ساتھ کھاتا پیتا ہے اور اس کی پرورش میں ہے اور اس کی کوئی اجرت مقرر نہیں ہے لیکن اگر چہ مشترک ہو اور اس نے مستاجر کے لئے گواہی دی تو مقبول ہے اور جو اجیر ایسا ہو کہ اس کو روزانہ یا ماہواری یا سالانہ پر مقرر کیا ہے اور اجرت ٹھہری ہوئی ہے تو استحساناً اس کی گواہی مقبول نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے استاد اور مستاجر کی گواہی مقبول ہے یہ فتح القدیر میں ہے جو شے اجرت پر لی ہے اس کی گواہی مستاجر کو اجرت پر دینے والے کی طرف سے یا مانگے لینے والے کو مانگے دینے والے کی طرف سے دینا مقبول نہیں ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے منتقی میں مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک گھر ایک مہینہ کی اجرت پر لیا اور پورا مہینہ اس میں رہا پھر ایک مدعی پیدا ہوا اور مستاجر نے اور اس کے ساتھ دوسرے شخص نے قاضی کے سامنے گواہی دی تو قاضی مدعی سے اجارہ کو دریافت کرے گا کہ تیرے حکم سے تھا یا نہ تھا اگر اس نے کہا کہ میرے حکم سے تھا تو مستاجر کی گواہی مقبول نہ ہو گی کیونکہ اس نے اجرت کی چیز کی گواہی اجرت پر دینے والے کی طرف سے ادا کی اور اگر اس نے کہا کہ میرے حکم سے نہ تھا تو مقبول ہو گی کیونکہ اس کے حق میں وہ مستاجر نہیں ہے اور اگر پورا مہینہ نہیں رہا ہے تو اس کی گواہی نامقبول ہے اگرچہ مدعی نے اپنے حکم سے اجارہ کا دعویٰ نہ کیا ہو اگر دو مستاجروں نے یوں گواہی دی کہ اجرت کی چیز اسی کی ہے جس نے دونوں کو اجرت پر دی ہے اور اس سے غرض اجارہ کا ثابت کرنا ہے یا دوسرے شخص

---

[1] لعان یعنی اپنی زوجہ کے پیٹ کو زنا سے بتلایا حتیٰ کہ قاضی نے دونوں میں لعان کرا کے دونوں میں جدائی کرا دی اور بچہ کو ماں کی طرف منسوب کیا بدوں باپ کے۔

کی طرف سے کہا کہ اس کی ہے اور اس سے غرض اجارہ کا فسخ کرنا ہے تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ گواہی جائز ہے خواہ کرایہ ہلکا ہو یا بھاری ہو اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ فسخ کی صورت میں گواہی نادرست ہے کیونکہ دونوں گواہ اپنے اوپر سے کرایہ کو دفع کرنا چاہتے ہیں اور اگر دونوں بلا کرایہ گھر میں رہتے ہوں تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر اجیر نے اپنے استاد کی طرف سے گواہی دی اور وہ ماہواری کا اجیر تھا پھر ہنوز نہ اس کی گواہی رد ہوئی تھی اور نہ قبول ہوئی تھی یہاں تک کہ مہینہ گزر گیا پھر اس کی تعدیل ہوئی تو مقبول نہ ہو گی چنانچہ اسی طرح اگر کسی مرد نے اپنی عورت کی طرف سے گواہی دی اور رد و تعدیل سے پہلے اس نے عورت کو طلاق دی تو گواہی مقبول نہ ہو جائے گی۔

اگر ایک شخص نے گواہی دی اور وہ اس وقت اجیر نہ تھا پھر حکم قضا سے پہلے وہ اجیر ہو گیا تو اس کی گواہی باطل ہو جائے گی اگر اجیر نہ تھا اور اس نے گواہی دی اور گواہی رد نہ ہوئی تھی کہ وہ اجیر ہو گیا پھر اجارہ کی مدت گزر گئی تو اس گواہی پر فیصلہ نہ ہو گا اگرچہ گواہی یا قضا کے وقت وہ اجیر نہیں ہے اور اگر قاضی نے اس کی گواہی ہنوز نہ رد کی اور نہ قبول کی کہ اس نے دوبارہ گواہی ادا کی یعنی اجارہ کی مدت گزر جانے کے بعد دوبارہ ادا کی تو گواہی جائز ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے شرکت کی چیز میں ایک شریک کی گواہی دوسرے شریک کی طرف سے مقبول نہیں ہے کیونکہ یہ گواہی ایک طرح سے اپنے واسطے ہے اور اگر شریک کی چیز نہ ہو تو مقبول ہو گی کیونکہ اس میں تہمت نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے ایسے ہی اگر ایک شریک کے اجیر نے دوسرے کی طرف سے گواہی دی تو اس کا بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے امام محمدؒ نے اصل میں فرمایا کہ اگر دو شخصوں نے یہ گواہی دی کہ ہم دونوں کا اور عمرو کا زید پر قرضہ ہزار درہم ہیں پس اس کی کئی صورتیں ہیں اول یہ ہے کہ شرکت کو صاف اس طور سے بیان کریں کہ ہمارے اور فلاں شخص کے یعنی عمرو کے ہزار درہم زید پر مشترک قرض ہیں اور صورت میں گواہی مقبول نہ ہو گی اور دوسری صورت یہ کہ شرکت نہ ہونے کو صاف اس طرح بیان کریں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ عمرو کے اس پر پانچ سو درہم علیحدہ سبب سے قرض ہیں اور ہمارے پانچ سو درہم اس پر علیحدہ سبب سے قرض ہیں اور اس صورت میں اس کی گواہی عمرو کی طرف سے مقبول ہے اور تیسری صورت یہ کہ گواہی مطلق چھوڑ دیں کچھ تصریح نہ کریں اور اس صورت میں ان کی گواہی بالکل مقبول نہ ہو گی زید کے تین شخصوں پر ہزار درہم قرض ہیں ان میں سے دو شخصوں نے گواہی دی کہ زید نے ہم کو اور تیسرے کو قرضہ معاف کر دیا پس اگر بعض بعض کا کفیل ہو تو گواہی بالکل مقبول نہیں ہے اور اگر بعض بعض کا کفیل نہ ہو پس اگر انہوں نے یہ گواہی دی کہ ہم کو اور تیسرے کو زید نے ایک ہی کلمہ سے معاف کر دیا تو گواہی نامقبول ہے اور اگر گواہی دی کہ ہم کو علیحدہ معاف کیا اور فلاں شخص ثالث کو علیحدہ معاف کیا ہے تو ثالث کے حق میں گواہی مقبول ہو گی اور اس مسئلہ کی نظیر وہ مسئلہ ہے جو کتاب الحدود میں مذکور ہے کہ اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ زید نے ہم دونوں کی ماں کو اور ہندہ کو ایک ہی کلمہ سے زنا کی تہمت لگائی ہے تو گواہی مقبول نہ ہو گی اور اگر کہا کہ ہماری ماں کو علیحدہ تہمت لگائی اور اس عورت ہندہ کو علیحدہ تو ہندہ کی طرف سے ان کی گواہی مقبول ہو گی یہ محیط میں لکھا ہے تین شخصوں کے ایک شخص پر ہزار درہم قرض ہیں پھر دو شخصوں نے ان میں سے تیسرے پر گواہی دی کہ اس نے قرض دار کو معاف کر دیا ہے پھر گواہی دی کہ اس نے اپنا حصہ معاف کر دیا ہے تو ان کی گواہی مقبول نہیں ہے اور اسی طرح اگر دونوں نے کسی قدر قرض دار سے وصول کر کے پھر گواہی دی کہ اس نے اپنا حصہ معاف کر دیا ہے تو نامقبول ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ وکیل کی گواہی بعد معزول ہونے کے موکل کی طرف سے اگر اس نے مخاصمہ کیا تو مقبول نہیں ہے اور اگر اس نے نہ مخاصمہ کیا تو مقبول ہے اور یہ قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے کذا فی الذخیرہ۔ اگر قاضی کے سامنے کسی نے ایک شخص کو اس واسطے وکیل کیا کہ جس قدر حق موکل کا فلاں شخص کی طرف آتا ہے اس میں مخاصمہ کرے اور اس نے ہزار درہم کی نالش اس پر دائر کی پھر معزول ہو گیا پھر اگر اس نے اسی ہزار درہم کی بابت گواہی دی تو رد کر دی جائے گی اور اگر دوسرے قرض میں گواہی دی تو رد نہ کی جائے گی اور اگر قاضی اس کی

وکالت کو نہیں جانتا ہے اور مدعا علیہ نے وکالت سے انکار کیا اور اس نے گواہی پیش کر کے وکالت ثابت کی پھر معزول ہو گیا اور گواہی دی تو جس قدر حقوق موکل کے وکیل کرنے کے وقت ثابت تھے ان میں اس کی گواہی رد کر دی جائے گی اور جو حق کہ بعد تاریخ وکالت کے ثابت ہوا اس میں اس کی گواہی مقبول ہو گی یہ کافی میں لکھا ہے ایک شخص نے قاضی کے سامنے دعویٰ کیا کہ مجھے فلاں شخص نے اس واسطے وکیل کیا ہے کہ جو حق اس کا اس مدعا علیہ پر اور فلاں وفلاں پر آتا ہے اس میں خصومت اور نالش دائر کروں اور موافق دعویٰ اس نے وکالت کے گواہ پیش کئے اور قاضی نے ہنوز حکم دیا یا نہ دیا تھا کہ موکل نے اس کو معزول کر دیا پھر اس معزول نے موکل کی طرف سے اس مدعا علیہ پر یا باقی دونوں شخصوں پر گواہی دی تو مقبول نہیں ہے مگر جبکہ ایسے حق کی گواہی دی جو تاریخ وکالت کے بعد ان پر ثابت ہوا ہے یا ان تینوں کے سوا دوسرے پر گواہی دی تو مقبول ہو گی اگر کسی نے اپنے ہر حق کے نالش کرنے اور وصول کرنے کے لئے وکیل کیا خواہ تمام لوگوں سے یا کسی خاص شہر کے لوگوں سے اور وکیل نے ایک شخص کو حاضر کر کے وکالت کے گواہ پیش کئے اور قاضی نے اس کو خصم ٹھہرایا پھر موکل نے اس کو معزول کر دیا تو اس وکیل کی گواہی موکل کی طرف سے نہ اس شخص پر جس کو حاضر لایا ہے اور نہ دوسرے کسی شخص پر جس پر موکل کا حق آتا ہے خواہ وہ حق وکالت کے روز کا ہو یا اس کے بعد پیدا ہوا ہو اس وقت تک کے حقوق میں کہ جس روز اس کو معزول کیا ہے مقبول نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور بعد معزول ہونے کے جو حق پیدا ہوا اس میں گواہی مقبول ہے یہ محیط میں ہے جو شخص قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہے اس کی گواہی قرضہ کی بابت مقبول ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے ایک شخص نے تین شخصوں کو ایک مقدمہ میں وکیل کیا اور کہا کہ جو شخص تم میں سے نالش کر دے گا وہی اس مقدمہ میں وکیل ہے پھر دو شخصوں نے تیسرے کے واسطے گواہی دی تو ان کی گواہی سے وہ شخص خصم نہ قرار پائے گا اور اگر ہر ایک کو نالش کرنے اور وصول کرنے کا علیحدہ علیحدہ وکیل کیا پھر دو نے تیسرے کی طرف سے گواہی دی تو نالش اور وصول کرنے دونوں کی بابت گواہی مقبول ہو گی دو شخصوں نے کسی شخص پر گواہی دی کہ اس نے ہم دونوں سے اور زید سے کہا تھا کہ جو شخص تم سے میری بیوی کو طلاق دے دے جائز ہے یا یہ کہا کہ اس نے کہا تھا کہ اس عورت کا اختیار تمہارے ہاتھ میں ہے جو شخص تم سے طلاق دے دے جائز ہے اور شوہر اس سے انکار کرتا ہے تو ان کی گواہی جائز نہیں ہے اور اگر شوہر نے اپنے کہنے کا اقرار کیا اور دو شخصوں نے تیسرے کی طرف سے گواہی دی تو اس باعث سے جائز نہیں ہے کہ وہ سب وکالت میں شریک ہیں اور شرکت میں نہ اس پر گواہی جائز ہے اور نہ اس کی طرف سے جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

بیع کے دو وکیلوں نے اور دو دلالوں نے کہا کہ ہم نے یہ چیز فلاں کے ہاتھ فروخت کی تو گواہی مقبول نہ ہو گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے دو گواہوں نے بیان کیا کہ فلاں شخص نے ہم کو حکم کیا تھا کہ ہم فلاں عورت سے اس کا نکاح کر دیں یا اس کی فلاں عورت سے خلع کرا دیں یا اس کے لئے کوئی غلام خریدیں اور ہم نے ایسا ہی کیا پس یا تو موکل حکم دینے اور عقد واقع ہونے دونوں سے منکر ہے یا حکم کا اقرار کرتا ہے نہ عقد واقع ہونے کا اقرار کرتا ہے اور ہر ایک کی دو صورتیں ہیں یا تو خصم وکیلوں کے ساتھ عقد واقع ہونے کا اقرار کرتا ہے یا انکار کرتا ہے پس اگر موکل منکر ہے تو گواہی سب صورتوں میں نامقبول ہے اور اگر موکل دونوں کا اقرار کرتا ہے اور خصم عقد واقع ہونے کا اقرار کرتا ہے تو اس کے اقرار پر فیصلہ کیا جائے گا نہ گواہی پر اور اس میں نکاح اور بیع اور خلع سب برابر ہیں اور اگر خصم عقد سے انکار کرتا ہے تو نکاح اور بیع کا حکم نہ دیا جائے گا اور خلع کا حکم دے دیا جائے گا یعنی طلاق بلا مال کا حکم دیا جائے گا کیونکہ زوجہ نے اقرار کیا اور ان کی گواہی پر حکم نہ ہو گا اور اگر موکل نے حکم کا اقرار کیا لیکن عقد واقع ہونے سے انکار کیا پس اگر خصم نے عقد کا اقرار کیا تو سب صورتوں میں حکم وقوع دیا جائے گا مگر نکاح میں امام اعظمؒ کے نزدیک نہ ہو گا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے امام ابو یوسفؒ سے نوادر میں روایت ہے کہ اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص نے ہم کو حکم دیا تھا کہ ہم زید کو خبر پہنچا دیں کہ اس نے زید کو اپنے غلام فروخت

کرنے کا وکیل کیا ہے اور ہم نے اس کو پہنچا دیا یا ہم کو یہ حکم دیا تھا کہ ہم اس کی عورت کو یہ خبر پہنچا دیں کہ اس نے تیرا کام تیرے ہاتھ سپرد کیا اور اس کو ہم نے پہنچا دی اور اس نے طلاق اختیار کر لی تو دونوں کی گواہی جائز ہے اور اگر دونوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے ہم سے یہ کہا تھا کہ تم میری بیوی کو اختیار دو اور ہم نے اس کو اختیار دیا اور اس نے طلاق لے لی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے وکیل کے دو بیٹوں کی گواہی وکالت پر مقبول نہ ہوگی اور ایسے ہی اس کے والدین یا دادا وغیرہ کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کی طلاق یا عدم طلاق کو کسی اجنبی کے سپرد کر دیا اور اس نے طلاق دے دی پھر طلاق دینے والے کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ☆

اگر وکیل کے دو بیٹوں نے وکیل کے عقد کرنے پر گواہی دی پس اگر وکیل اور موکل دونوں حکم دینے اور عقد کرنے کا اقرار کرتے ہیں پس اگر خصم بھی دونوں کا اقرار کرتا ہے تو قاضی سب عقود کا حکم دے دے گا لیکن باہی اقرار پر نہ گواہی پر اور اگر خصم انکار کرتا ہے تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور کسی عقد کا نکاح اور بیع میں سے حکم نہ کیا جائے گا ہاں خلع کی نسبت فرمایا کہ شوہر یعنی موکل کے اقرار پر بلا تامل طلاق کا حکم دیا جائے گا نہ ان کی گواہی پر اور اگر وکیل و موکل دونوں اس سب سے انکار کرتے ہیں پس اگر خصم بھی منکر ہے تو اس گواہی کی طرف التفات نہ کیا جائے گا اور اگر خصم دعویٰ کرتا ہے تو دونوں کی گواہی بالاجماع مقبول ہوگی اور اگر وکیل حکم اور عقد دونوں کا مقر ہے اور موکل اپنے حکم دینے کا اقرار کرتا ہے اور عقد واقع ہونے سے منکر ہے پس اگر خصم ان سب کا مدعی ہے تو قاضی سب عقود کا حکم دے گا سوائے نکاح کے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک سب کا حکم دے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کی طلاق یا عدم طلاق کو کسی اجنبی کے سپرد کر دیا اور اس نے طلاق دے دی پھر طلاق دینے والے کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ اس عورت کے شوہر نے اپنی بیوی کے امر میں ہمارے باپ کو اختیار دیا تھا اور اس نے طلاق دے دی اور باپ اس کا زندہ موجود ہے اور اس کا مقر ہے یا مر گیا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ان کی گواہی مقبول نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اس کا غائب ہونا بمنزلہ مر جانے کے ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر موکل کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اپنا قرضہ وصول کرنے کے لئے اس شخص کو وکیل کیا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی جبکہ قرض دار وکالت سے انکار کرے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے کسی خاص گھر کی نالش اور اس پر قبضہ کرنے کے واسطے کسی کو وکیل کیا پھر وہ غائب ہو گیا پھر اس کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اس شخص کو اس گھر کی نالش کرنے اور اس پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ مدعا علیہ وکالت کا اقرار کرے یا انکار کرے یہ صورت تو طالب کے وکیل کرنے کی ہے اور اگر موکل خود مطلوب ہو اور طالب نے گھر کا دعویٰ کیا اور موکل مطلوب کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اس شخص کو خصومت کرنے کا وکیل کیا ہے پس اگر وکیل نے وکالت سے انکار کیا تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ دعویٰ سے خالی ہے اور اگر وکیل نے وکالت کا دعویٰ کیا تو بھی یہ گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ طالب نے وکالت کا اقرار کیا ہو یا انکار کیا ہو کیونکہ یہ گواہی غیر خصم پر قائم ہوئی ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر دو شخصوں نے ایک شخص سے کچھ کپڑا خریدا خواہ ثمن ادا کر دیا یا نہیں ادا کیا پھر ایک شخص نے آ کر کپڑے کا دعویٰ کیا اور دونوں خریداروں نے گواہی دی کہ یہ کپڑا مدعی کا ہے یا یہ کہ بائع نے اقرار کیا ہے کہ یہ کپڑا مدعی کا ہے تو دونوں کی گواہی مقبول نہیں ہے

کذا فی المحیط۔ اگر دو خریداروں نے جنہوں نے بطور بیع فاسد کے چیز خریدی ہے بعد قبضہ کے یہ دعویٰ کیا کہ یہ مدعی کی ہے تو مقبول نہ ہوگی اور ایسے ہی اگر قاضی نے عقد کو فسخ کر دیا یا دونوں نے رضامندی سے فسخ کیا اور وہ چیز دونوں کے قبضہ میں ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونوں نے بائع کو واپس کر دی پھر گواہی دی تو مقبول ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی بطور بیع صحیح کے خریدی اور باہم قبضہ کر لیا پھر دونوں نے بیع کا اقالہ کر لیا یا مشتری نے بسبب عیب کے بلاحکم قاضی واپس کر دی اور بائع نے اس کو قبول کر لیا پھر ایک شخص آیا اور دعویٰ کیا کہ باندی میری ہے اور مشتری نے دوسرے شخص سے مل کر مدعی کی طرف سے گواہی دی تو ان کی گواہی باطل ہے خواہ باندی مشتری کے پاس ثمن وصول کرنے کی غرض سے روکی گئی ہو یا اس نے بائع کو واپس کر دی ہو اور اگر عیب کی وجہ سے قبضہ کے بعد بحکم قاضی واپس کی یا قبضہ سے پہلے بلاحکم قاضی واپس کی یا خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کی پھر مشتری نے مدعی کے واسطے گواہی دی تو گواہی جائز ہے اور اگر اس کو ثمن کے عوض روک لیا ہے تب بھی یہی حکم ہے اگر ثمن کے عوض اس کو روکا پھر وہ مشتری کے پاس مر گئی پھر مدعی کی طرف سے گواہی دی تو گواہی باطل ہے یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک باندی بعوض غلام کے خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر باندی میں کچھ عیب پایا اور اس کو بحکم قاضی واپس کیا اور غلام کو قبضہ میں لانے کے واسطے روک لیا پھر ایک شخص آیا اور بائع کے سامنے باندی کا دعویٰ کیا اور مشتری نے اور ایک شخص نے گواہی دی کہ یہ باندی مدعی کی ہے تو مشتری کی گواہی نامقبول ہے اور اگر بائع کو دے دینے کے بعد گواہی دی تو جائز ہے اور اگر باندی بیچنے والے کے پاس غلام مر گیا پھر باندی کے خریدار نے اس میں کچھ عیب پایا اور قبضہ کے بعد بحکم قاضی وہ باندی بائع کو واپس کر دی تو واپس کرنا صحیح ہے اور بائع سے غلام کی قیمت لے لے گا پس اگر ایک شخص آیا اور اس حالت میں باندی کا دعویٰ کیا اور مشتری نے اور دوسرے شخص نے اس کی طرف سے گواہی دی تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک شخص نے ایک غلام دوسرے کے ہاتھ بیچا اور اس کے تمام عیبوں کی برأت کر لی پھر مشتری نے اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچا اور عیب کو چھپایا پھر دوسرے مشتری نے پہلے سے اس عیب کی بابت جھگڑا کیا اور بائع اول اور ایک دوسرے شخص نے اس کی طرف سے گواہی دی کہ یہ عیب اس کے پاس کا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں پہلے مشتری کو واپس کرنے کے واسطے یہ گواہی قبول کروں گا اور اس بارہ میں قبول نہ کروں گا کہ بائع اول نے برأت کر لی ہے یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک غلام فروخت کیا اور مشتری کے سپرد کر دیا پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو مشتری سے خریدا ہے اور مشتری نے انکار کیا پھر بائع نے مدعی کے واسطے خریدنے کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے زید کے ہاتھ اسے فروخت کیا ہے اور زید انکار کرتا ہے اور بائع نے اس کی طرف سے گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں ہے بائع نے اگر دوسرے کی طرف سے اس چیز کی گواہی دی جو فروخت کی ہے تو مقبول نہیں ہے اور یہی حکم مشتری کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک باندی زید کے قبضہ میں ہے کہ اس کا عمرو نے دعویٰ کیا کہ میں نے خالد سے سو دینار میں خریدی ہے اور خالد نے تجھ سے اس کو ہزار درہم میں خریدی تھی قبل اس کے کہ میرے ہاتھ فروخت کرے اس پر قبضہ کر لیا تھا اور زید اور خالد نے اس سے انکار کیا پھر زید کے دو بیٹوں نے اس کی گواہی دی تو ان کی گواہی ان کے باپ اور مشتری اول پر مقبول ہوگی کہ بیع واقع ہوئی اور جب مقبول ہوئی تو زید کے واسطے خالد پر ہزار درہم کا حکم دیا جائے گا اور خالد کے لئے عمرو دوسرے مشتری پر سو دینار کا حکم دیا جائے گا اور اگر زید اس کا مدعی ہو اور خالد منکر ہو تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور باندی دوسرے مشتری کی ہوگی اور زید کے واسطے خالد پر کچھ حکم نہ دیا جائے گا اور زید کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ عمرو کو باندی دینے سے روکے تاکہ قیمت وصول کرے خواہ عمرو نے خالد سے باندی وصول پانے کا دعویٰ کیا ہو اور زید نے اس کی تصدیق کی ہو یا نہ دعویٰ

کیا ہو اور اگر عمرو نے دعویٰ کیا کہ ایک ہزار پانچ سو کو خریدی ہے تا کہ دونوں ثمن ایک ہی جنس کے ٹھہرے اور خالد اس سے انکار کرتا ہے اور زید نے عمرو کے قول کی تصدیق کی پس اگر عمرو نے خالد سے اجازت باندی لے کر قبضہ کر لینے کا دعویٰ کیا اور زید نے اس کی تصدیق کی تو زید کو باندی روکنے کا اختیار نہ ہوگا اور نہ مشتری ثمن میں سے اس کو کچھ دے گا لیکن اگر عمرو نے خالد اور ثمن کے درمیان تخلیہ کیا تا کہ خالد اس پر قابض ہو گیا تو زید عمرو کے باہمی تصادق سے زید کو اس کے لینے کا اختیار ہوگا اور اگر تخلیہ نہ کیا اور تخلیہ کا حکم نہ کیا جائے گا اور اگر عمرو نے اقرار کیا کہ اس نے باندی پر قبضہ نہیں کیا ہے تو استحسانا زید کو روکنے کا حق حاصل ہے تا کہ ہزار درہم وصول کرے۔

اگر دوسرے مشتری نے اس کو ہزار درہم کو خریدا ہے یا ایک ہزار پانچ سو کو خریدا ہے اور اگر پانچ سو کو خریدا ہے تو اس کو پانچ سو درہم وصول کرنے تک روکے اور اگر زید و خالد نے پہلے مشتری کے خریدنے اور اس کے سپرد کر دینے کا اقرار کیا لیکن دونوں نے دوسرے مشتری کے خریدنے سے انکار کیا اور اس نے زید کے دونوں بیٹوں کو گواہ کیا تو ان کی گواہی مقبول ہوگی اور دوسری بیع ثابت ہو جائے گی پھر اگر دوسرا مشتری قبضہ کا دعویٰ کرتا ہے تو باندی لے لے گا اور زید کو روکنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر قبضہ کا دعویٰ نہیں کرتا ہے پس اگر دونوں ثمن ایک جنس کے نہ ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک ہی جنس کے ہوں تو استحسانا اس کو روکنے کا حق حاصل ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے دو غلام خریدے اور ان کو آزاد کر دیا پھر بائع و مشتری میں ثمن کی بابت اختلاف ہوا بائع نے ہزار درہم کا دعویٰ کیا اور مشتری نے پانچ سو درہم کا دعویٰ کیا اور دونوں آزاد غلاموں نے گواہی دی کہ ہزار درہم ثمن ہے تو نامقبول ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اسی طرح اگر بیع فاسد میں قبضہ کے روز کی قیمت میں اختلاف ہوا اور ان دونوں غلاموں نے بعد آزادی کے اپنی قیمت اس دن کی گواہی میں بتلائی تو گواہی نامقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بائع اور مشتری میں ثمن میں اختلاف نہ ہو لیکن مشتری نے ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور دونوں آزادوں نے مشتری کی گواہی دی یا یہ گواہی دی کہ بائع نے ثمن کو معاف کر دیا ہے تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے دو غلام خریدے اور قبضہ کر کے ان کو آزاد کر دیا اور چاہا کہ ایسے عیب کا نقصان کہ جس کو بائع انکار کرتا ہے واپس لے اور دونوں غلاموں نے گواہی دی کہ یہ عیب ہم دونوں میں تھا تو گواہی مقبول نہیں ہے اور اسی طرح اگر دونوں نے گواہی دی کہ ہم دونوں میں سے آدھا فلاں شخص کا تھا تو بھی نامقبول ہے اور ایسے ہی اگر کہا کہ مشتری نے ہم دونوں کو آزاد کرنے سے پہلے نصف فلاں شخص کو ہبہ کیا تھا تو بھی نامقبول ہے اسی طرح اگر کسی کی ام ولد تھی وہ شخص اس کو چھوڑ کر مر گیا یا آزاد کر دیا پھر اس نے اور ایک عورت و ایک مرد نے گواہی دی کہ یہ ام ولد اس شخص میت اور دوسرے کے درمیان مشترک تھی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے ایک غلام فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا پھر غلام نے دعویٰ کیا کہ مشتری نے مجھے آزاد کر دیا ہے اور مشتری نے انکار کیا اور بائع نے غلام کی گواہی دی تو مقبول نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے یہ باندی اس شخص کے ہاتھ فروخت کر دی یا کہا کہ یہ غلام فروخت کر دیا اور مشتری نے اس کو آزاد کر دیا ہے پس اگر ان کا باپ اس کا مدعی ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی لیکن غلام آزاد ہوگا اور حق ولاء یعنی حق آزادی موقوف رہے گا اور اگر باپ نے انکار کیا اور مشتری نے بھی جو غائب ہے انکار کیا اور باندی نے دعویٰ کیا تو گواہی جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص کی باندی کے دو آزاد لڑکوں نے جو مسلمان ہیں یہ گواہی دی کہ باندی کے مالک نے اس کو ہزار درہم پر آزاد کر دیا ہے پس اگر مالک نے یہ اقرار کیا تو آزادی اس کے اقرار پر واقع ہوئی اور محض یہ گواہی مال کی نسبت ہوئی اور مقبول ہوئی اور اگر مالک نے انکار کیا اور باندی نے یہ دعویٰ کیا تو گواہی نامقبول ہے اور اگر باندی نے انکار کیا تو مقبول ہے اور اگر مالک کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی اور مولیٰ نے اس کا اقرار کیا تو نامقبول ہے اور اگر انکار کیا تو گواہی مقبول ہوگی۔

مسئلہ : نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ☆

اگر بجائے باندی کے غلام فرض کیا جائے اور مالک کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی اور مالک اور غلام نے اس سے انکار کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مقبول نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ زید نے ایک غلام عمرو نامی خریدا اور اس کو آزاد کیا پھر عمرو نے ایک خالد نامی غلام خریدا اور اس کو آزاد کیا پھر خالد نے ایک بکر نامے غلام خریدا اور اس کو آزاد کیا پھر خالد مر گیا اور زید و عمرو زندہ ہیں پھر ایک شخص نے گواہ قائم کئے کہ خالد میرا غلام ہے اور اس کا ترکہ لینا چاہا پھر زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ عمرو نے خالد کو فلاں شخص سے خریدا اور وہ اس کا مالک تھا پھر آزاد کر دیا ہے تو گواہی جائز ہے اور اگر عمرو بھی مر گیا اور اس نے سوائے زید کے کوئی وارث چھوڑا پھر زید کے دونوں بیٹوں نے ایسی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اگر پہلے عمرو نے انتقال کیا پھر خالد بھی مر گیا اور سوائے ایک دختر اور زید کے کوئی وارث نہ چھوڑا اور ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ خالد میرا غلام تھا اور گواہ لایا اور اس کی دختر نے دعویٰ کیا کہ وہ آزاد تھا اور عمرو نے آزاد کیا ہے اور زید اس سے منکر تھا پھر زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ عمرو نے اس کو فلاں سے خرید کیا اور وہ اس کا مالک تھا پھر آزاد کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں گواہی قبول کر کے عمرو کی طرف سے اس کو آزاد قرار دوں گا اور میراث اس کی بیٹی اور زید کے درمیان میں آدھی آدھی تقسیم ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص کی طرف سے دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے یہ گھر اس شخص کے ہاتھ فروخت کیا شرط یہ ہے کہ ہم دونوں مشتری کے لئے ضامن ہیں یعنی ضمان الدرک ہم پر ہے تو فرمایا کہ اگر ضمان اصل بیع میں ہے تو گواہی جائز نہیں ہے اور اگر اصل بیع میں نہ ہو تو گواہی جائز ہے کذا فی الذخیرہ۔ دو شخصوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اس نے اپنا یہ گھر اس مدعی کے ہاتھ ہزار درہم کو اس شرط پر فروخت کیا ہے کہ ہم دونوں ثمن کے کفیل ہیں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ضمانت اصل بیع میں ہو تو دونوں کی گواہی مقبول نہیں ہے کیونکہ بیع دونوں کی ضمانت کے ساتھ تمام ہوتی ہے پس گویا دونوں نے فروخت کیا اور اگر ضمانت اصل بیع میں نہ ہو تو گواہی جائز ہے ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور دو شخص درک کے ضامن ہوئے پھر دونوں نے گواہی دی کہ بائع نے ثمن لے لیا ہے تو گواہی نامقبول ہے اور اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ بائع نے مشتری کو ثمن معاف کر دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ ایک شخص نے دوسرے کے واسطے ضمانت کی جو کچھ تو فلاں کے ہاتھ فروخت کرے اس کا ضامن ہوں اور پھر طالب نے کہا کہ میں نے فلاں کے ہاتھ ہزار درہم کو فروخت کیا اور ضامن نے اس سے انکار کیا پھر اس پر اس کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ اس نے ہزار درہم کو بیع کی ہے تو دونوں کی گواہی جائز ہے اور اسی طرح اگر ضامن نے انکار کیا اور اس کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص نے تجھے حکم کیا تھا کہ تو اس کی طرف سے ضمانت کر لے اور تو نے ضمانت کر لی تھی اور اس نے ہزار درہم کو ان کے ہاتھ بیع کی ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ گواہی جائز ہے اور ہزار درہم اس سے لے لئے جائیں گے اور وہ اس شخص سے لے لے گا جس نے اس کو ضمانت کرنے کا حکم دیا تھا یہ محیط میں لکھا ہے دو شفیعوں نے اگر مشتری کی طرف سے بائع پر گواہی دی پس اگر دونوں شفعہ کے طالب ہیں تو بائع منکر پر ان کی گواہی جائز نہیں ہے اور اگر دونوں نے شفعہ کا حق دے دیا تو مشتری کے واسطے ان کی گواہی جائز ہے۔ اگر مشتری نے خرید سے انکار کیا اور بائع نے دعویٰ کیا تو بھی ان کی گواہی جائز نہیں ہے اگرچہ وہ دونوں شفعہ کے طالب ہیں ہاں وہ دونوں بائع کے اقرار سے لے لیں گے اور شفیع کے باپ یا بیٹے کی گواہی اس باب میں بمنزلہ شفیع کی گواہی کے ہے اور اگر شفیع کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ اس نے شفعہ دے ڈالا ہے تو جائز۔ مالک کی یا اس کے بیٹے یا باپ کی گواہی غلام اور

مکاتب کی طرف سے بیع واقع ہونے پر جائز نہیں ہے جبکہ غلام و مکاتب شفعہ کو طلب کرتے ہوں اور شفعہ کا حق دے ڈالنے پر اگر یہ لوگ گواہی دیں تو جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اصل میں مذکور ہے کہ اگر بائع کے واسطے اس کی اولاد نے گواہی دی کہ شفیع نے مشتری سے شفعہ طلب کیا اور مشتری انکار کرتا ہے اور گھر مشتری کے قبضہ میں ہے تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر فروخت کیا اور ہنوز مشتری نے اس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ شفیع آیا اور شفعہ میں جھگڑا کیا پھر بائع کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ مشتری نے گھر شفعہ سے شفیع کے سپرد کر دیا پھر اس سے داموں کو خریدا ہے تو دونوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ شفیع نے شفعہ دے ڈالا تو بھی نامقبول ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ ان دونوں کا باپ یعنی بائع اس کا اقرار کرتا ہو اور یہی دعویٰ کرتا ہو اور اگر انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول ہے اور اگر مشتری نے بائع سے گھر لے کر اپنے قبضہ میں کر لیا پھر بائع کے دولڑکوں نے یہ گواہی دی کہ مشتری نے شفعہ کی وجہ سے وہ گھر شفیع کے سپرد کر دیا تو دونوں بیٹوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ بائع ان کی گواہی کے موافق دعویٰ کرتا ہو یا انکار کرتا ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک شخص نے ایک گھر فروخت کیا اور اِس کا غلام ماذون کہ جس پر قرض ہے وہی اِس کا شفیع ہے ☆

ابن سماعہ نے روایت کی ہے کہ اگر بائع کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ شفیع نے شفعہ دے ڈالا تو جائز ہے اور اگر بائع نے یہ گواہی دی تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے ایک گھر فروخت کیا اور اس کا غلام ماذون کہ جس پر قرض ہے وہی اس کا شفیع ہے پھر مالک کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ غلام ماذون نے مشتری کو شفعہ دے ڈالا تو دونوں کی گواہی نامقبول ہے جبکہ وہ گھر بائع کے قبضہ میں ہو اسی طرح اگر غلام ماذون قرض دار نے فروخت کیا اور اس کا مالک اس کا شفیع ہے پھر مالک کے دو بیٹوں نے غلام پر گواہی دی کہ مشتری نے شفعہ سے گھر مالک نے غلام کے سپرد کیا تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے اگر گھر کی بیع مالک نے کی اور اس کا مکاتب شفیع ہے پھر اگر مالک کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ مکاتب نے شفعہ مشتری کو دے ڈالا تو دونوں کی گواہی باطل ہوگی بعض نے کہا کہ اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ گھر بائع کے قبضہ میں ہے بعد از آنکہ پہلے مشتری کے قبضہ میں تھا تو گواہی بسبب تہمت سے خالی ہونے کے مقبول ہے اور اگر مکاتب فروخت کرنے والا ہو اور اس کا مولیٰ شفیع ہو اور گھر مکاتب کے قبضہ میں ہے پس اگر مولیٰ کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ مولیٰ نے شفعہ مشتری کو دے ڈالا تو گواہی جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر ایک گھر کے دو شفیع ہوں پھر دو گواہوں نے بیان کیا کہ ایک نے شفعہ دے ڈالا اور یہ نہیں جانتے کہ وہ کون ہے تو گواہی باطل ہے اگر تین اشخاص شفیع ہوں پھر دو نے تیسرے پر گواہی دی کہ اس نے شفعہ دے ڈالا اور کہا کہ ہم نے بھی اسی کے ساتھ دے ڈالا تو گواہی مقبول ہے اور اگر کہا کہ ہم دونوں شفعہ کے طالب ہیں تو باطل ہے اور اسی طرح اگر دونوں نے یہ کہا کہ ہم نے شفعہ دے ڈالا لیکن ان میں سے ایک شخص کا بیٹا یا باپ یا مکاتب یا اس کی بیوی شفیع ہے تو دونوں کی گواہی باطل ہے یہ حاوی میں لکھا ہے ایک وارث نے اگر قرضہ کا اقرار کیا پھر اس نے اور ایک دوسرے شخص نے گواہی دی کہ قرضہ میت پر تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور اس اقرار کرنے والے کی گواہی کی سماعت ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ میت کی طرف سے وصی کی گواہی قرضہ وغیرہ میں باطل ہے خواہ وارث نابالغ ہوں یا بالغ نہ ہوں کذا فی المحیط اور اگر اس نے میت پر قرضہ ہونے کی گواہی دی تو ہر حال میں گواہی جائز ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر بعض وارثوں کی طرف سے میت پر گواہی دی پس جس کی طرف سے گواہی دی ہے اگر وہ نابالغ ہے تو بالاتفاق جائز نہیں ہے اور اگر بالغ ہے تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے اور اگر بڑے بالغ وارث کی طرف سے کسی اجنبی پر گواہی دی تو

ظاہر الروایت کے موافق مقبول ہے اور اگر بالغ اور نابالغ دونوں طرح کے وارثوں کی طرف سے میراث کے سوا دوسرے حق میں گواہی دی تو جائز نہیں ہے اگر دو وصیوں نے ایک بالغ وارث کی طرف سے گواہی دی کہ میت نے اقرار کیا کہ یہ خاص گھر اس کی ملک ہے تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے وصی جب معزول ہو گیا اور اس نے یتیم کی طرف سے یا میت کی طرف سے گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اگر چہ خصومت نہ واقع ہو یہ ادب القاضی کی شرح صدر الشہید میں ہے اگر وصی نے بعد موت موصی کے وصی ہونا نہ قبول کیا اور نہ رد کیا یہاں تک کہ قاضی کے سامنے گواہی ادا کی تو قاضی اس سے دریافت کرے گا کہ تو وصی ہونا قبول کرتا ہے یا رد کرتا ہے پس اگر اس نے قبول کیا تو گواہی باطل ہوگئی اور اگر رد کر دی تو گواہی باقی رہے گی اور اگر خاموش رہا اور کچھ جواب نہ دیا تو قاضی اس کی گواہی میں توقف کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے دو قرض داروں نے جن پر میت کا قرضہ ہے اگر وصایت یا وصیت یا وراثت کی گواہی دی پس اگر خصم منکر ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر خصم اس کا مدعی ہے تو گواہی قبول ہوگی خواہ موت ظاہر ہو یا ظاہر نہ ہو اور اگر ایسے دو قرض خواہوں نے جن کا میت پر قرض ہے وارثت یا وصایت یا وصیت کی گواہی دی پس اگر موت ظاہر نہ ہو تو مقبول نہ ہوگی اور اگر موت ظاہر ہو پس جس کی طرف سے گواہی دی ہے اگر وہ اس کا مدعی نہ ہو تو بھی گواہی مقبول نہ ہوگی اگر وہ اس کا مدعی ہو تو استحساناً مقبول ہوگی اور اگر دو وارثوں نے موصی الیہ کی گواہی دی اور موت ظاہر نہیں ہے تو گواہی قبول نہ ہوگی خواہ وہ شخص اس کا مدعی ہو یا منکر ہو اور اگر موت ظاہر ہو اور وہ شخص بھی اس امر کا مدعی ہو تو استحساناً مقبول ہوگی۔

اگر دو وصیوں نے اپنے ساتھ تیسرے شخص کے وصی ہونے کے واسطے گواہی دی پس اگر موت ظاہر نہ ہو تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر موت ظاہر ہو اور تیسرا شخص اس کا مدعی ہو تو استحساناً مقبول ہوگی ایسے دو شخصوں نے جن کے لئے کسی چیز کی وصیت کی گئی ہے اگر کسی شخص کے وصی ہونے کی گواہی دی پس اگر موت ظاہر ہو اور وہ شخص اس کا دعویٰ کرتا ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر موت ظاہر نہ ہو تو گواہی مقبول نہ ہوگی نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصی بنایا ہے اور میت کے وارث اس کا اقرار کرتے ہیں یا انکار کرتے ہیں پس اگر دونوں کا باپ وصی ہونے کا مدعی ہے تو گواہی نامقبول ہے اور اگر منکر ہے تو مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر قرض خواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس کو وصی کیا ہے اور قاضی کے یہاں سے اس کا حکم ہو گیا پھر دو قرض داروں یا دو وارثوں یا دو ایسے شخصوں نے جن کے لئے کچھ وصیت ہے دوسرے شخص کے وصی ہونے کی گواہی دی اور وہ اس کا مدعی ہے تو مقبول نہ ہوگی کذا فی الکافی اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ گواہی دی کہ میت نے پہلے کے وصی کرنے سے رجوع کر کے اس دوسرے کو وصی کیا ہے اور دوسرا شخص دعویٰ بھی کرتا ہے تو قاضی ان کی گواہی قبول کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک شخص مر گیا اور اس نے تین غلام برابر برابر قیمت کے چھوڑے پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو اس شخص کو دے دینے کی وصیت کی تھی اور قاضی نے اس کے دے دینے کا حکم دے دیا پھر وارثوں نے دوسرے غلام کو دوسرے شخص کو دے دینے کی وصیت کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی رد کر دی جائے گی اس واسطے کہ وصیت تہائی سے زائد میں جاری نہیں ہے اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے انہوں نے گواہی دی اور بیان کیا کہ میت نے پہلی وصیت سے رجوع کر لیا تو غلام دوسرے کو دلایا جائے گا اور پہلے کو کچھ نہ ملے گا اور اگر میت کا رجوع کر لینا نہ بیان کیا تو ہر ایک کو آدھا آدھا غلام ملے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ دونوں نے دوسرے کے لئے دوسرے غلام کی وصیت کرنے کی گواہی دی اور اگر بعینہٖ اسی غلام میں اس وصیت کی گواہی دی پس اگر پہلے کے واسطے قاضی کے حکم دینے کے بعد گواہی دی اور پہلے کے واسطے وصیت سے میت کا رجوع کر لینا بیان کیا تو رجوع کر لینے کے باب میں گواہی رد کر دی جائے گی اور وصیت مقبول ہوگی۔ اگر رجوع کر لینا نہ بیان کیا تو رد نہ ہوگی اور دونوں صورتوں میں غلام آدھا آدھا

دونوں مدعیوں کو ملے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ دونوں نے دوسرے شخص کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی ادا کی ہو اور اگر پہلے شخص کے واسطے غلام یا تہائی مال کی وصیت کا حکم ہو جانے کے بعد دونوں نے آزاد کرنے کی گواہی دی تو رد کر دی جائے گی خواہ اسی غلام کی آزادی کی گواہی دی یا دوسرے کی خواہ وصیت سے رجوع کرنا بیان کیا یا نہ بیان کیا کذا فی الکافی لیکن غلام آزاد ہو جائے گا اور اس پر واجب ہوگا کہ سعی کر کے مال ادا کرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت ہونے کی گواہی دی پھر دو وارثوں نے پہلے کے واسطے حکم ہو جانے کے بعد دوسرے شخص کے لئے تہائی مال کی وصیت ہونے کی گواہی دی اور پہلی وصیت سے رجوع کرنا نہ بیان کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر پہلی وصیت سے رجوع کرنا بیان کیا تو وصیت کے بارہ میں مقبول ہوگی اور رجوع کے بارہ میں رد کر دی جائے گی اور قاضی کا تقسیم کر کے دے دینا بمنزلہ حکم قاضی کے ہے حتیٰ کہ اگر دونوں گواہوں وارثوں نے پہلے وصیت سے رجوع کرنا نہ بیان کیا لیکن اس وقت گواہی دی کہ جب قاضی نے مال میت کے وارثوں اور موصی لہ کے درمیان تقسیم کر دیا ہے تو گواہی رد کر دی جائے گی کیونکہ قاضی کا تقسیم کرنا بمنزلہ حکم کے ہے پس گواہی کے قبول کرنے میں حکم کا توڑنا لازم آتا ہے اسی طرح اگر وارث نے اقرار کیا کہ میت نے یہ غلام یا تہائی مال فلاں شخص کو دے دینے کی وصیت کی تھی اور اس پر حکم ہو گیا پھر اس وارث نے دوسرے گواہ کے ساتھ یہ گواہی دی کہ میت نے اسی غلام کو یا دوسرے کو یا تہائی مال کو فلاں شخص کے دینے کی وصیت کی ہے تو مقبول نہ ہوگی اسی طرح اگر وارث نے میت پر کسی شخص کے قرض ہونے کا اقرار کیا اور اس پر حکم ہو گیا پھر دوسرے گواہ کے ساتھ دوسرے شخص کا میت پر قرض ہونے کی گواہی دی اور دونوں قرضوں کا ترکہ میں پورا نہیں پڑتا ہے تو مقبول نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر پہلے کے واسطے گواہوں کی گواہی پر حکم ہوا ہے تو دوسرے کی قرضہ کی گواہی مقبول ہوگی اور باہم تقسیم کر لیں گے اور اگر پہلے کے واسطے حکم ہونے سے پہلے دوسرے کے گواہ پیش ہوئے تو سب صورتوں میں مقبول ہوگی مگر جبکہ وارث نے پہلے کے واسطے تہائی مال یا غلام یا قرضہ کا اقرار کیا اور اس قدر پہلے کے سپرد کیا گیا پھر دوسرے کے واسطے یہی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور ایسے ہی دوسرے کے واسطے گواہی اس وقت بھی مقبول نہ ہوگی کہ جب قاضی نے خود تقسیم وتسلیم کی ہو کذا فی الکافی۔

اگر وارث نے اجنبی کے ساتھ تہائی مال کی کسی کے واسطے وصیت ہونے کا اقرار کیا پھر تہائی مال کی دوسرے کے واسطے وصیت ہونے کی گواہی دی تو قاضی دونوں گواہوں کو قبول کرے گا خواہ پہلے کے واسطے قاضی کے حکم دینے کے بعد گواہی دی یا پہلے گواہی دی ہو دو شخصوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے پھر دو وارثوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس وصیت سے رجوع کر لیا اور فلاں وارث کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور ہم نے اور سب وارثوں نے بعد موت کے اس کی اجازت دے دی ہے تو وارثوں کی گواہی جائز ہے اور تہائی مال امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول کے موافق ایسے ہی دیا جائے گا اور دوسرے قول کے موافق اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے کہ وارثوں کی گواہی صرف وصیت سے رجوع کرنے میں قبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے مال اور ایک بھائی چھوڑا اور ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں میت کا بیٹا ہوں اور گواہ قائم کئے اور انہوں نے گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہے کہ ہم اس کے سوا وارث نہیں جانتے ہیں اور اس مدعی کے واسطے تمام مال ترکہ دے دینے کا حکم کیا گیا پھر بیٹے نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے ان گواہوں کو تہائی مال دینے کی وصیت کی تھی یا ان کے قرضہ کا اقرار کیا تھا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ گواہی باطل نہ ہوگی کیونکہ اس نے بعد حکم قاضی کے اقرار کیا ہے اور اگر گواہوں کی گواہی کے بعد قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ اقرار کرے تو گواہی باطل ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے ایک شخص مر گیا اور اپنے پڑوسی فقیروں کے واسطے کسی قدر مال کی وصیت کی اور وارثوں نے وصیت سے انکار کیا پھر وصیت پر پڑوس کے ایسے دو آدمیوں نے گواہی دی کہ جن کی اولاد بھی فقیر ہے

تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ ان کی گواہی بالکل مقبول نہ ہوگی جیسا کہ اس صورت میں کہ دو آدمیوں نے اس امر پر گواہی دی کہ فلاں شخص نے ہماری ماں اور اس عورت کو زنا کی تہمت لگائی ہے مقبول نہیں ہے اگر اپنے پڑوس کے فقیروں پر وقف کیا پھر پڑوس کے دو فقیروں نے اس پر گواہی دی تو دونوں کی گواہی جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ میّت نے تہائی مال کی اپنے گھرانے کے فقیروں کے واسطے وصیت کی ہے ☆

فخر الدینؒ نے فرمایا کہ فتویٰ اس پر ہے کہ وصیت میں ایسے پڑوسی کی گواہی جس کی اولاد بھی فقیر ہے اس وقت مقبول نہ ہوگی کہ جب پڑوسی گنتی کے لوگ ہوں اور وقف کے بارہ میں جوئذ کور ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب پڑوسی فقیر گنتی کے لوگ نہ ہوں[1] یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ میت نے تہائی مال کی اپنے گھرانے کے فقیروں کے واسطے وصیت کی ہے اور دونوں گواہ بھی اسی کے گھرانے کے فقیر آدمی ہیں یا ان کا کوئی بچہ گھرانے میں فقیر ہے تو گواہی ناجائز ہے اور اگر یہ دونوں غنی ہوں اور ان کی اولاد بھی فقیر نہ ہو تو گواہی مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے کچھ مال ایک گاؤں کے مدرسہ اور وہاں کے مدرس پر وقف کیا پھر ایک شخص نے یہ وقف غصب کر لیا پھر بعض گاؤں والوں نے کہ جن کی اولاد اس مدرسہ میں نہیں ہے گواہی دی کہ یہ زمین فلاں بن فلاں نے اس مدرسہ پر وقف کی ہے اور مصرف بیان کیا تو ان کی گواہی مقبول ہوگی اور اگر ان کے لڑکے بھی مکتب میں ہوں تب بھی اصح یہ ہے کہ مقبول ہوگی اسی طرح اگر بعض اہل محلہ نے مسجد کے وقف پر گواہی دی تو جائز ہے اسی طرح فقیہوں کی گواہی کسی وقف کی نسبت کہ مدرسہ فلاں پر اس طرح وقف ہے اور یہ گواہ بھی اسی مدرسہ کے ہیں اور اسی طرح اگر گواہی دی کہ یہ مصحف مجید اس مسجد پر وقف ہے سب مقبول ہے کذا فی الخلاصہ۔ اگر اپنے مال میں سے کسی قدر اپنے محلّہ کی مسجد کے واسطے دینے کی وصیت کی اور وارثوں نے اس سے انکار کیا اور بعض اہل مسجد نے اس کی گواہی دی تو جائز ہے اور اسی طرح اگر مسجد جامع یا مسافروں کے لئے وقف کی گواہی دی اور دونوں گواہ بھی مسافروں میں سے ہیں تو بھی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر گاؤں کے بعضے لوگوں پر خراج زیادہ ہونے کی بعض نے گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اگر ہر زمین کا خراج مقرر ہو یا گواہوں کے واسطے کچھ خراج نہ ہو تو گواہی مقبول ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے فتاویٰ نسفی میں ہے کہ اگر گاؤں والوں نے یا کسی کوچہ غیر نافذہ کے رہنے والوں نے کسی قدر زمین کی گواہی دی کہ یہ ہمارے گاؤں یا ہمارے کوچہ میں ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر کوچہ نافذ ہو پس اگر اپنی ذات کے واسطے حق ثابت کرنا چاہتا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں نہیں لوں گا تو مقبول ہوگی یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ دو شخصوں کے پاس ایک شخص کا مال ودیعت ہے اور ایک شخص نے اس کا دعویٰ کیا اور دونوں نے جن کے پاس ودیعت ہے اس کی طرف سے گواہی دی تو جائز ہے اور اگر مدعی نے سوائے ان دونوں کے دو گواہ پیش کئے پھر ان دونوں نے اس بات پر گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ یہ مال ودیعت رکھنے والے کا ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ عین مال ودیعت تلف ہو گیا ہو یا باقی ہو اور اگر دونوں نے پہلے اس مال ودیعت کو ودیعت رکھنے والے کو واپس کر دیا ہو اور پھر یہ گواہی دی ہو تو گواہی قبول ہو گی منتقی میں ہے کہ جس کے پاس ودیعت ہے اگر اس نے گواہی دی کہ ودیعت رکھنے والے نے اقرار کیا کہ یہ غلام ہے تو جائز ہے اور یہی حکم عاریت میں ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ جس نے اس باندی کو ودیعت رکھا یا عاریت دیا ہے اس نے اس مدعی کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے تو گواہی جائز نہیں ہے اگر غلام دو شخصوں کے پاس ودیعت ہے اور دونوں نے گواہی دی کہ اس کے مالک نے اس کو مدبر یا مکاتب یا آزاد کر دیا ہے اور غلام بھی اس کا دعویٰ کرتا ہے تو گواہی جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے دو شخصوں کے پاس دو شخصوں کی چیز کوئی

---

[1] یعنی اس قدر ہوں کہ شمار میں نہیں آتے ہیں۔

رہن ہے پھر ایک شخص نے آ کر اس چیز کا دعویٰ کیا اور دونوں مرتہنوں نے مدعی کی گواہی دی تو گواہی جائز ہے اور اگر دونوں رہنوں نے رہن کی چیز اپنے سوا دوسرے کی ملک ہونے کی گواہی دی اور دونوں مرتہنوں نے انکار کیا تو گواہی ناجائز ہے لیکن دونوں راہن چیز مرہون کی قیمت مدعی کو دیں گے اگر کوئی باندی رہن ہو اور وہ دونوں مرتہنوں کے پاس ہلاک ہوگئی اور اس کی قیمت قرضہ کے برابر یا کم یا زیادہ ہے پھر دونوں نے مدعی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو رہن کرنے والوں پر ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور دونوں مرتہن بسبب اپنے اقرار غصب کے باندی کی قیمت مدعی کو دیں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر دونوں مرتہنوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ شے مرہون راہن کی ملک ہے تو مقبول نہ ہوگی خواہ شے مرہون تلف ہوگئی ہو یا باقی ہو لیکن جبکہ مرہون چیز رہن کرنے والے کو واپس کر کے گواہی دیں تو مقبول ہوگی یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اگر دو غصب کرنے والوں نے شے مغصوب کے مدعی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اگر غصب کی چیز جس سے غصب کی تھی اس کو واپس کر کے یہ گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر شے مغصوب غاصبوں کے پاس ہلاک ہوگئی پھر دونوں نے مدعی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی خواہ قاضی نے مغصوب منہ کے واسطے غاصب پر قیمت ادا کرنے کی ڈگری کر دی ہو یا نہ کی ہو اور خواہ دونوں نے قیمت ادا کر دی ہو یا نہ کی ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگر دو قرض لینے والوں نے مال قرض مدعی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہیں ہے نہ ادا کرنے سے پہلے نہ اس کے بعد اور ایسے ہی اگر بعینہ قرضہ ادا کر دیا جب بھی مقبول نہیں ہے اور اگر دو قرض داروں نے گواہی دی کہ جو قرض ہم پر ہے وہ مدعی کا ہے تو مقبول نہیں ہے اور اگر قرضہ ادا کر دیا پھر گواہی دی تو بھی یہی حکم ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک غلام جس کو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اس پر قرضہ تھا اس کی نسبت دو گواہوں نے جن کا اس پر قرض ہے یہ گواہی دی کہ اس کے مالک نے اس کو آزاد کر دیا ہے اور مالک انکار کرتا ہے پس یا دونوں گواہ اس کو اختیار[1] کریں گے کہ مالک سے اس کی قیمت کی ضمان لیں یا یہ اختیار کریں گے کہ غلام کوشش کر کے کمائی سے قیمت ادا کرے پس اگر اس نے ضمانت لینا اختیار کیا تو گواہی باطل ہوگئی اگر غلام کی قیمت سے مالک کا پیچھا چھوڑا اور غلام سے قرضہ وصول کرنا چاہا تو دونوں کی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

دو اشخاص اگر تقسیم کرنے کے واسطے مقرر ہوئے تو ان کو اپنی تقسیم کرنے کی گواہی دینی جائز ہے یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ☆

قرض خواہ کی گواہی قرض دار کی طرف سے اس جنس میں جائز ہے جس جنس کا قرضہ ہے قالؒ جب جنس قرض میں جائز ہے تو خلاف جنس میں بدرجہ اولیٰ جائز ہے اگر قرض دار کے مرنے کے بعد اسکی طرف سے مال کی گواہی دی تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے دو شخص اگر تقسیم کرنے کے واسطے مقرر ہوئے تو ان کو اپنی تقسیم کرنے کی گواہی دینی جائز ہے یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور یہی امام ابو یوسفؒ کا دوسرا قول ہے یہ محیط میں لکھا ہے بانٹنے والے اگر قاضی کی طرف سے مقرر ہوں یا دوسرے ہوں دونوں برابر ہیں یہ ہدایہ میں لکھا ہے بانٹنے والوں نے اگر زمین کی خرز کی اور تقویم کی پھر اس کو قاضی کے روبرو پیش کیا پھر وارث لوگ حاضر ہوئے اور تحریر اور تقسیم کا اقرار کیا اور قاضی نے اس میں قرعہ ڈالا پھر دونوں تقسیم کرنے والوں نے تقسیم کی گواہی دی تو ان کی گواہی بلاخلاف مقبول ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک شخص مر گیا اور اس نے دو شخصوں پر اپنا مال چھوڑا اور ایک بھائی چھوڑا پھر دو شخصوں نے ایک لڑکے کے واسطے جو میت کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہے ہم اس کے سوا میت کا وارث نہیں جانتے تو امام

---

[1] قولہ اختیار کریں گے یعنی قرض خواہوں کو جو دونوں طرح اختیار ہے اس کو دیکھا جائے کہ کیا بات اختیار کی اور اسی پر حکم ہوگا۔

محمدؒ نے فرمایا کہ میں دونوں گواہوں کی گواہی جائز رکھوں گا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص مرا اور اس کے دو شخصوں پر ہزار درہم قرض ہیں پھر دونوں قرض داروں نے گواہی دی کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہے ہم اس کے سوا کوئی وارث نہیں جانتے ہیں اور دوسرے دو شخصوں نے ایک دوسرے شخص کی یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بھائی ہے اور وارث ہے اس کے سوا کوئی وارث ہم نہیں جانتے ہیں تو قرض دار کی گواہی پر ڈگری کی جائے گی اور اگر بھائی کے گواہوں پر قاضی پہلے فیصلہ کر چکا ہے پھر قرض داروں نے ایک شخص کے بیٹے ہونے کی گواہی دی تو قرض داروں کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر قرض داروں نے قاضی کے حکم سے یا بلاحکم بھائی کو قرض ادا کر دیا پھر ایک شخص کے بیٹے ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اسی طرح اگر قرض داروں نے بھائی کے ساتھ قرضہ کی بیع صرف کر لی یا بھائی نے وہ مال عوض لے کر ہبہ کیا یا دونوں نے اس بھائی سے کوئی باندی میت کے ترکہ میں سے خریدی تھی یا بھائی نے عوض لے کر ان پر صدقہ کر دیا پھر دونوں نے کسی کے بیٹے ہونے کی گواہی دی تب بھی مقبول نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بجائے قرضہ کے ان دونوں کے پاس غلام تھا کہ اس کو میت سے غصب کر لیا تھا اور بھائی کو دینے سے پہلے گواہی دی کہ یہ اس بیٹے کا ہے تو مقبول نہ ہوگی اور اگر بھائی کو بحکم قاضی دے کر پھر یہ گواہی دی تو مقبول ہوگی اور اگر یہ غلام میت کی طرف سے دونوں کے پاس ودیعت تھا اور بیٹے کے واسطے گواہی دی تو جائز ہے خواہ غلام انہوں نے بھائی کو دے دیا ہو یا نہ دیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک حقیقی بھائی ماں باپ دونوں کی طرف سے چھوڑا اور اس کا ایک شخص پر قرض ہے پھر بھائی نے قرض دار کو قرضہ سے بری کیا یا جو اس پر ہے یا کوئی مال معین ترکہ میں سے اس کو ہبہ کر دیا پھر اس قرض دار نے دوسرے شخص کے ساتھ مل کر ایک شخص کی طرف سے گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہے تو مقبول ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ کسی قدر مہر معلوم پر ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اس نکاح کرنے والے نے دوسرے شخص کے ساتھ گواہی دی کہ یہ عورت مثلاً اس شخص زید کی باندی ہے اور زید اس کا دعویٰ بھی کرتا ہے تو قاضی شوہر کی گواہی قبول نہ کرے گا خواہ مدعی یہ کہتا ہو کہ میں نے باندی کو نکاح کر لینے کی اجازت دی تھی یا نہ کہتا ہو خواہ شوہر نے اس کے ساتھ دخول کر لیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ مہر اس کو دے دیا ہو یا نہ دیا ہو اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے باندی کو نکاح کی اجازت دے دی تھی اور مہر لے لینے کے واسطے حکم دے دیا تھا پس اگر شوہر نے اس کو مہر نہیں دیا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر دے دیا ہے تو مقبول ہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ مہر مثل پر یا اس سے زیادہ پر نکاح ہوا ہو اور اگر کم پر اور اس قدر کم پر نکاح ہوا کہ جتنا خسارہ لوگ نہیں اٹھاتے ہیں تو باندی نے مالک کی مخالفت کی پس نکاح صحیح نہ ہوا تو چاہئے کہ گواہی مقبول نہ ہو پھر واضح ہو کہ یہ جو مذکور ہوا احتمال ہے کہ امام محمدؒ و ابو یوسفؒ کا قول ہو نہ امام اعظمؒ کا کیونکہ امام اعظمؒ کے نزدیک وکیل بالنکاح کو اختیار ہوتا ہے کہ جس مہر پر چاہے نکاح کر دے اور صاحبینؒ کے نزدیک مہر مثل کی قید ہوتی ہے اور اگر یہ قول سب کا ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک غیر کو وکیل کرنے اور اپنی باندی و غلام کو وکیل کرنے میں فرق بیان کرنے کی ضرورت ہے اور فرق یہ ہے کہ وکیل نے اگر کھلا ہوا خسارہ اٹھایا تو موکل کی طرف سے اس وقت جائز ہوگا کہ جب وکیل پر تہمت نہ آتی ہو اور وکیل بالنکاح میں تہمت نہیں آتی ہے کیونکہ اس کو کچھ نفع نہیں ہے اور غلام و باندی میں تہمت ہے کہ شاید انہوں نے اپنے کسی نفع کی غرض سے یہ کام کیا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر دوسرے کے ساتھ گواہی دی کہ اس عورت نے اقرار کیا ہے کہ میں فلاں مدعی کی باندی ہوں تو مقبول نہ ہوگی مگر اس وقت مقبول ہوگی کہ جب اس کو اس کا مہر ادا کر دیا ہو اور مدعی کہتا ہو کہ میں نے اس کو نکاح کر لینے کی اجازت دے دی تھی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے دو شخصوں نے اپنی بہن کے مہر کی گواہی دی اور کہا کہ ہم دونوں نے ہزار درہم پر

اس کا نکاح کر دیا ہے اور شوہر نکاح سے انکار کرتا ہے یا کہتا ہے کہ مہر پانچ سو درہم تھے تو دونوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر زوج نے مہر اور نکاح کا اقرار کیا اور معافی یا ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور دونوں نے زوج کی طرف سے گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے اپنے دو بیٹوں کے سامنے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور دونوں نے شوہر کے انکار نکاح اور باپ کے دعویٰ کے وقت گواہی دی تو رد کر دی جائے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر لڑکی بالغ ہو تو قبول ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے ایک مرد اور دو عورتوں نے دو عورتوں کی طرف سے ان کے شوہر پر گواہی دی کہ اس شخص نے اپنی عورتوں کے واسطے کہا تھا کہ تم سب کو طلاق ہے تو گواہی نہ ان دونوں عورتوں کے حق میں جائز ہوگی اور نہ دوسری عورتوں کے واسطے جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ دو شخصوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے ہماری ماں کو طلاق دی پس اگر ان کا باپ طلاق کا مدعی ہے تو گواہی کی حاجت نہیں ہے اور اگر منکر ہے پس اگر ماں مدعی ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر وہ بھی منکر ہے تو مقبول ہوگی اور فتاویٰ مولانا شمس الدین میں ہے کہ اگر ماں مدعی ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی اصح ہے اور مولاناؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک جو جامع میں مذکور ہے وہی اصح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور قبل دخول کے اس کو طلاق دے دی پھر دوبارہ اس سے نکاح کیا پھر اس کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ اس نے اس عورت کو پہلی مرتبہ تین طلاق دی تھی اور حلالہ کرانے سے پہلے اس سے نکاح کر لیا پس اگر دونوں کا باپ اس کا مدعی ہے اور عورت تصدیق کرتی ہے تو دونوں کے اقرار سے جدائی کرا دی جائے گی اور تمام مہر ساقط ہو جائے گا اور اگر عورت نے تکذیب کی تو گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر دونوں کا باپ انکار کرتا ہے تو دونوں کی گواہی قبول ہوگی خواہ عورت اقرار کرتی ہو یا انکار کرتی ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ کی بیوی اسلام سے مرتد ہوگئی اور عورت اس سے انکار کرتی ہے پس اگر دونوں کی ماں زندہ ہو اور ان کے باپ کے نکاح میں ہو تو گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ باپ اس کے مرتد ہونے کا مدعی ہو یا منکر ہو اور اگر دونوں کی ماں مرگئی ہو اور باپ اس کا دعویٰ کرتا ہو تو بھی مقبول نہ ہوگی اور اگر باپ منکر ہو تو قبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے ہماری ماں سے اس پر خلع کیا کہ تمام مہر باپ کو ملے پس اگر باپ کا یہی دعویٰ ہے تو گواہی غیر مقبول ہے اور اگر باپ منکر ہے اور ماں اس کا دعویٰ کرتی ہے تو بھی گواہی نامقبول ہے اور اگر ماں بھی انکار کرتی ہے تو گواہی مقبول ہوگی اگر دونوں نے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اپنی بیوی[1] سے خلع کیا ہے اور دونوں کی ماں مر چکی ہے پس اگر باپ اس کا مدعی ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر منکر ہے تو مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے نوادر ابن سماعہؒ میں امام اعظمؒ سے بروایت امام ابو یوسفؒ کے مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو ان دو شخصوں کے گھر میں داخل ہوا یا ان دونوں کا تو نے کپڑا چھوا تو تو آزاد ہے اور غلام نے ایسا ہی کیا اور دونوں نے آ کر اس کی گواہی دی تو جائز ہے بخلاف اس کے کہ اگر ان دونوں سے کہا کہ اگر تم دونوں نے میرے غلام سے کلام کیا یا اس کا کپڑا چھوا تو وہ آزاد ہے پھر دونوں نے آ کر گواہی دی کہ ہم نے ایسا ہی کیا تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے کہا کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا تھا کہ تجھ کو طلاق ہے اگر تو نے فلاں وفلاں سے کلام کیا اور دونوں نے گواہی دی کہ ہم دونوں سے اس نے کلام کیا ہے تو دونوں کی گواہی باطل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

---

[1] اپنی بیوی سے یعنی گواہوں کی سوتیلی ماں سے کیونکہ ان کی ماں مر چکی ہے اور قید دلیل ہے اور اگر ماں مراد ہو تو قبول ہوگی فتامل۔

دو شخصوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے کہا تھا کہ اگر میں تم دونوں کے باپ کے ساتھ کلام کروں تو میرا غلام آزاد ہے☆

زید نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تجھ سے فلاں شخص نے کلام کیا تو تو آزاد ہے پھر فلاں نے دعویٰ کیا کہ میں نے غلام سے کلام کیا ہے اور اس کے دو بیٹوں نے گواہی دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور یہ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے یہ محیط میں لکھا ہے دو شخصوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے کہا تھا کہ اگر میں تم دونوں کے باپ کے ساتھ کلام کروں تو میرا غلام آزاد ہے اور اس نے ہمارے باپ سے کلام کیا ہے پس اگر دونوں کا باپ خواہ غائب ہو یا حاضر اس امر کا اقرار کرتا ہو تو دونوں کی گواہی باطل ہے اور اگر باپ منکر ہو تو گواہی جائز ہے اور اسی طرح اگر مارنے کی شرط لگائی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے دو شخصوں سے کہا کہ اگر تم دونوں اس گھر میں داخل ہو تو میرا غلام آزاد ہے پھر دونوں مر گئے اور دونوں کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے پاس اس گھر میں داخل ہوئے تھے تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک گواہی نامقبول ہے اور اگر دونوں کے باپ زندہ ہوں اور داخل ہونے سے انکار کرتے ہوں تو بلا خلاف لڑکوں کی گواہی مقبول ہوگی اور یہی حکم سب چیزوں کی بابت گواہی دینے میں ہے کہ جس میں بیٹوں کی گواہی سے کوئی فعل نکاح و طلاق و بیع وغیرہ کا ثابت ہو پس اگر باپ زندہ ہو اور مدعی ہو یا مر گیا ہو تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک گواہی غیر مقبول ہے اور اگر زندہ اور منکر ہو تو بلا خلاف مقبول ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے عیون میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی اس طرح کہ اگر میں ان دونوں شخصوں کو ماروں تو میری عورت پر تین طلاق ہیں پھر اس نے مارا تو گواہوں کو جائز ہے کہ اس کی عورت پر تین طلاق کی گواہی دیں اور کیفیت سے خبر نہ کریں اور اگر انہوں نے کیفیت سے خبر دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے کسی نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں تم دونوں کو ماروں پھر ان دونوں کے سوائے دو شخصوں نے گواہی دی کہ اس نے دونوں کو مارا ہے تو گواہی ناجائز ہے اور اسی طرح اگر مشہود علیہ نے مارنے کا اقرار کیا اور قسم کھانے سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے کہا کہ اگر میرے اس گھر میں کوئی داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہے پھر تین یا چار آدمیوں نے گواہی دی کہ ہم داخل ہوئے ہیں تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر انہوں نے گواہی میں بیان کیا کہ ہم داخل ہوئے اور ہمارے ساتھ وہ بھی تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دو ہوں تو مطلقاً مقبول نہ ہوگی دو شخصوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اس نے کہا تھا کہ اگر میں تم دونوں کا بدن چھوؤں تو میری عورت کو طلاق ہے یا میرا غلام آزاد ہے اور اس نے ہم دونوں کو چھوا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر یہ گواہی دی کہ اس نے کہا تھا کہ اگر میں تم دونوں کا کپڑا چھوؤں تو ایسا ہے اور اس نے چھوا ہے تو مقبول ہوگی اور فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ان مسائل میں اگر گواہ گواہی دینا چاہیں تو بدوں بیان سب کے طلاق و عتاق کی گواہی دیں یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اسی طرح اگر ایک شخص کی ایک میت کے وصیت نامہ پر گواہی ہے اور تحریر میں اس کے لئے بھی وصیت ہے تو ابو بکر بلخیؒ نے فرمایا کہ یوں بیان کیا چاہئے کہ میں اس تمام تحریر پر سوائے اس فقرہ کے یعنی جس میں اس کے لئے وصیت ہے ہاتھ رکھ کر کہ اس کے سوائے گواہی دیتا ہوں اور امام ابوالقاسم سے روایت ہے کہ ایک عورت نے شوہر کے وارثوں پر مہر کا دعویٰ کیا اور وارثوں نے نکاح سے انکار کیا اور گواہ خود متولی نکاح ہے تو فرمایا کہ نکاح کی گواہی دے اور اپنے متولی ہونے کی گواہی نہ دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک شخص نے دو شخصوں سے کہا کہ اگر تم دونوں رمضان کا چاند دیکھو تو میرا غلام آزاد ہے پھر دونوں نے چاند دیکھنے کی گواہی دی تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں ان کی گواہی آزادی کے باب میں قبول نہ کروں گا اور روزہ رکھنے کے واسطے قبول کروں گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی نے کہا کہ اگر مجھے فلاں و فلاں نے اس

گھر میں گھستے دیکھا تو میرا یہ غلام آزاد ہے پھر انہوں نے گواہی دی کہ ہم نے اس کو گھستے دیکھا تو مقبول نہ ہوگی جب تک ان دونوں کے سوائے دو شخص گواہی نہ دیں تین شخصوں نے ایک شخص کو عمداً قتل کر ڈالا پھر کہا کہ ہم کو اس نے معاف کر دیا ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر ان میں سے دو شخصوں نے گواہی دی کہ ہم کو اور اس تیسرے کو اس نے عفو کر دیا ہے تو اس تیسرے کی بابت قبول ہوگی اور یہی قول امام ابو یوسفؒ کا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

حسن بن زیادہ نے روایت کی کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر میں کبھی قرض لوں تو میرے مملوک سب آزاد ہیں پھر دو شخصوں نے گواہی دی کہ ہم نے اس کو قرض دیا ہے تو گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر یہ گواہی دی کہ اس نے مانگا تھا اور ہم نے قرض نہ دیا تو قبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر میں فلاں شخص سے درہم قرض لوں تو میرا غلام آزاد ہے پھر فلاں شخص نے اس پر قرض کا دعویٰ کیا اور اس پر غلام کے باپ اور دوسرے شخص کی گواہی گزری تو نوازل میں لکھا ہے کہ مدعی کے واسطے مال کی ڈگری کی جائے گی اور آزادی کا حکم نہ دیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے قسم کھائی کہ اگر ان دونوں کو قرض دوں تو میرا غلام آزاد ہے پھر دونوں نے گواہی دی کہ ہم کو اس نے قرض دیا تو گواہی جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے یہ قسم کھائی کہ میں ان دونوں کا گھر نہ گراؤں گا یا ان کا ہاتھ نہ کاٹوں گا پھر دونوں نے گواہی دی کہ اس نے ہمارے ساتھ ایسا کیا ہے تو گواہی جائز نہ ہوگی یہ قاضی خان میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنا یہ غلام آزاد کر دیا ہے اور اس نے ہمارے ایک کی آنکھ پھوڑ دی ہے اور مالک اس کے آزاد کرنے سے انکار کرتا ہے تو گواہی نامقبول اور جس کی آنکھ پھوڑی ہے اس کا کچھ حق نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک گھر پر جو دوسرے کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور دو آدمیوں نے اس کی طرف سے گواہی دی کہ اور یہ بھی کہا کہ مدعی نے ہم کو اس کی عمارت کے واسطے اجرت پر مقرر کیا تھا تو گواہی جائز ہے اور اگر کہا کہ مدعی نے ہم کو اس کے ڈھا دینے کے واسطے مزدور کیا تھا تو ملکیت کی گواہی نامقبول اور دونوں گواہ مدعا علیہ کو عمارت کی قیمت کی ضمانت دیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مسئلہ ☆ مذکورہ صورت میں فتویٰ امام ابو یوسف کے قول پر ہے ☆

ایک شخص کے ہاتھ میں ایک بکری تھی کہ اس طرف سے ایک شخص گزرا اور بکری والے نے اس سے کہا کہ اس کو ذبح کر دے اس نے ذبح کر دی پھر ایک شخص نے آ کر دعویٰ کیا کہ یہ میری بکری ہے اس قابض نے غصب کر لی ہے اور اس پر دو گواہ قائم کئے کہ ایک وہی ذبح کرنے والا تھا تو مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر گواہ بڑھاپے کی وجہ سے چل کر حاضر نہ ہو سکتا ہو اور اس کے پاس نہ سواری ہو نہ سواری کا کرایہ ہو اور مشہود لہ نے اس کو گواہی ادا کرنے کے واسطے سواری بھیج کر بلایا تو گواہی باطل نہ ہوگی اور اگر چل سکتا ہو یا سواری موجود ہو پھر مدعی نے سواری بھیج کر بلایا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر مشہود لہ کا کھانا کھایا تو گواہی رد نہ ہوگی اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ اگر مدعی نے گواہوں کے واسطے کھانا تیار نہ کرایا بلکہ موجود تھا جب وہ لوگ آئے تو اس نے پیش کر دیا اور انہوں نے کھالیا تو گواہی رد نہ ہوگی اور اگر ان کے واسطے تیار کرایا تو مقبول نہ ہوگی یہ حکم اس وقت ہے کہ گواہی ادا کرنے کے واسطے ایسا کیا ہے اور اگر گواہی کرانے کے واسطے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے واسطے کھانا تیار کرایا یا سواری بھیج کر ان کو شہر سے نکالا اور وہ سوار ہوئے اور کھانا کھایا تو اس میں اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ سواری کے باب میں پھر ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور کھانے کی صورت میں مقبول ہوگی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں مقبول نہ ہوگی اور فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے کیونکہ لوگوں میں ایسی عادت جاری ہے خصوصاً نکاح میں شربت و چھوارے وغیرہ مہیا کرتے ہیں اور کھلاتے ہیں پس اگر ایسا ہوتا کہ گواہی میں خرابی آتی تو نکاح وغیرہ میں ایسا نہ کرتے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کوئی سریہ قیدیوں کو پکڑ کر دارالاسلام میں واپس آیا اور قیدیوں نے کہا کہ ہم اسلام میں سے ہیں یا ذمی ہیں ☆

اگر ایک شخص دعویٰ اور مقدمہ لڑانے کو خوب نہیں جانتا ہے اور قاضی نے دو شخصوں سے کہا کہ اس کو دعویٰ اور خصومت سکھلا دو پھر انہیں دونوں نے اس دعویٰ پر گواہی دی تو جائز ہے بشرطیکہ دونوں عادل ہوں اور قاضی کو اس طرح تعلیم کرانے میں کچھ ڈر نہیں ہے خصوصاً امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق یہ ظہیریہ میں لکھا ہے خلاصہ میں صاف لکھا ہے کہ لشکریوں کی گواہی امیر کے واسطے مقبول نہیں ہے بشرطیکہ وہ معدود ہوں اور اگر غیر معدود ہوں تو مقبول ہے اور صیرفی میں صاف لکھا ہے کہ سو لشکری یا اس سے کم معدود کہلاتے ہیں اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو غیر معدود ہیں یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے امام محمدؒ نے زیادات میں لکھا ہے کہ اگر کوئی سریہ قیدیوں کو پکڑ کر دارالاسلام میں واپس آیا اور قیدیوں نے کہا کہ ہم اسلام میں سے ہیں یا ذمی ہیں کہ ہم کو ان لوگوں نے دارالاسلام میں پکڑ لیا اور اہل سریہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو دارالحرب میں سے گرفتار کیا ہے تو قیدیوں کا قول معتبر ہے پس اگر سریہ کے سپاہیوں نے گواہ قائم کئے اور گواہ تاجر لوگ ہیں تو معتبر ہے اور اگر سریہ کے لوگوں سے ہیں تو معتبر نہیں ہے اور اگر یہی مسئلہ سریہ میں نہیں بلکہ لشکر میں واقع ہوا اور بعض لشکر نے گواہی دی تو جائز ہے کیونکہ سریہ کے لوگ معدود ہوتے ہیں پس بعض کا گواہی دینا گویا اپنے واسطے گواہی دینا ہے بخلاف لشکر کے کہ وہ ایک جماعت عظیم ہے کہ جس میں یہ اعتبار گواہی کے باب میں نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

باب : ⑤

محدود چیز کی گواہی کے بیان میں

محدود چیز کی گواہی میں حدود کا ذکر کرنا ضروری ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر عقار مشہور ہو تو حدود کے بیان کی حاجت نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر گواہوں نے تین حدود بیان کر دیں تو گواہی مقبول ہے یہ محیط میں ہے اگر عقار مشہور نہ ہو اور گواہوں نے تین حدوں کی گواہی دی اور کہا کہ چوتھی ہم نہیں جانتے ہیں تو استحساناً گواہی جائز ہے اور مدعی کی ڈگری کی جائے گی اور تیسری حد پہلی حد کے محاذی گردانی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک زمین مثلث کا دعویٰ کیا اور دعویٰ میں صرف دو حدیں ذکر کیں اور گواہوں نے صرف دو حدیں ذکر کیں تو دعویٰ اور گواہی دونوں جائز ہیں یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر دعویٰ میں چاروں حدیں ذکر کیں لیکن ایک حد مجہول ہے تو مضر نہیں ہے یہ امر[1] اور اس کا ترک کر دینا دونوں برابر ہیں اور اگر گواہ نے ایک حد میں غلطی کی تو مقبول نہیں ہے ایسا ہے صدر الشہید میں مطلقاً ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ بعضوں کے نزدیک مقبول اور بعضوں کے نزدیک مقبول نہ ہوگی اور فتویٰ صدر الشہید کے قول کے موافق عدم قبول پر ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

گواہ کی غلطی کا ثبوت اس طرح ہوتا ہے کہ میں نے غلطی کی یا اس کا اقرار کرے لیکن اگر مدعا علیہ نے دعویٰ کیا کہ گواہ نے جملہ حدود یا بعض میں غلطی کی تو دعویٰ مسموع نہ ہوگا اور اگر اس پر گواہ قائم کئے تو گواہی کی سماعت نہ ہوگی ایسا ہی شیخ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ و اوز جندی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ اسی طرح اگر مدعا علیہ دعویٰ کرے کہ مدعی نے اقرار کیا کہ گواہ نے غلطی کی تو سماعت نہ ہوگی اور شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر گواہ نے غلطی کی پھر اسی مجلس یا دوسری

---

[1] یہ امر...... یعنی یہ امر بیان کرنا اور اس کو بیان نہ کرنا برابر ہے۔

مجلس میں اس کا تدارک کیا اور ٹھیک بیان کیا تو مقبول ہوگی بشرطیکہ توفیق ممکن ہو اور توفیق کی یہ صورت ہے کہ فلاں شخص مثلاً چوتھی حد کا مالک تھا مگر اس نے اپنا گھر فلاں کے ہاتھ فروخت کیا اور ہم کو یہ معلوم نہ تھا یا یوں صورت ہو کہ فلاں شخص اس کا مالک تھا مگر یہ نام اس کا پیچھے رکھا گیا اور ہم کو معلوم نہ ہوا علیٰ ہذا القیاس یہ محیط میں لکھا ہے۔ گواہوں نے کسی شے محدود کی بابت کسی شخص پر گواہی دی اور حدود بیان کر دیں اور کہا کہ ہم حقیقۃً ان کو پہچانتے ہیں اور وہ شے محدود کسی گاؤں میں ہے پھر قاضی نے مدعا علیہ سے درخواست کی کہ گواہوں کو اس گاؤں میں جانے کا حکم دے تا کہ اس کے حدود معائنہ کر کے بیان کریں تو قاضی گواہوں کے ذمہ یہ امر لازم نہ کرے گا اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر گواہوں نے کسی کی طرف سے ایک گھر کی گواہی دی اور کہا کہ ہم گھر کو اور اس کے حدود کو پہچانتے ہیں جبکہ ہم اس کے پاس جائیں واقف کر دیں لیکن ہم اس کے حدود کے نام نہیں جانتے ہیں تو قاضی اس کو قبول کرے گا بشرطیکہ گواہوں کی تعدیل ہو گئی ہو اور گواہوں کو مع مدعی وہ مدعا علیہ کے اور اپنے دو امینوں کے بھیجے گا تا کہ امینوں کے سامنے گواہ اس کے حدود پر واقف ہوں پھر جب واقف ہوئے اور کہا کہ یہ اس گھر کی حدیں ہیں جس کی ہم نے گواہی دی ہے کہ یہ اس مدعی کا ہے تو قاضی کے پاس لوٹ آئیں گے اور دونوں امین گواہی دیں گے کہ انہوں نے گھر اور اس کے حدود پر واقف کیا تو قاضی دونوں کی گواہی پر اس گھر کی ڈگری مدعی کے واسطے کر دے گا اور یہی حکم گاؤں اور دکانوں اور زمین کے باب میں ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور یہی اظہر ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے بیان کیا کہ جو گھر فلاں شہر کے فلاں محلہ میں فلاں بن فلاں عثمانی کے گھر سے ملحق ہے اور مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے وہ اس مدعی کا ہے لیکن ہم اس کے حدود نہیں پہچانتے ہیں پس مدعی نے قاضی سے کہا کہ میں دوسرے گواہ لاتا ہوں کہ جو اس کے حدود کو پہچانتے ہیں اور دو گواہ لایا کہ جنہوں نے گواہی دی کہ اس کے حدود یہ ہیں تو اس مسئلہ کے حکم میں اختلاف ہے بعضے نسخوں میں لکھا ہے کہ قاضی اس کو قبول کر کے مدعی کی ڈگری کر دے گا اور بعض میں ذکر کیا کہ قبول نہ کرے گا اور نہ مدعی کی ڈگری کرے گا اور یہی اختلاف گاؤں اور زمین اور دکانوں اور تمام عقارات میں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

ظہیر الدین مرغینانی نے اس مسئلہ کو ذکر کر کے فرمایا کہ اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں اور اظہر یہ ہے کہ قبول ہوگی کیونکہ اکثر گواہی کو برداشت کرنا اسی صورت سے ہوا کرتا ہے کیونکہ شہر کے اندر بائع جب کسی زمین یا باغ کی بیع پر جو سواد شہر میں واقع ہے گواہی کراتا ہے تو بیشتر گواہ اس کے حدود پر حقیقۃً واقف نہیں ہوتے اور نہ پہچانتے ہیں لیکن حدود کا ذکر سنتے ہیں پس انہیں حدود کی گواہی دیتے ہیں اگرچہ درحقیقت ان کو نہیں پہچانتے ہیں کذا فی الفصول العمادیہ اور یہی اصح ہے کذا فی القنیہ اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر مدعی ایسے دو گواہوں کو نہ لایا کہ جو اس گھر کے حدود کی گواہی ادا کریں اور قاضی سے درخواست کی کہ میرے ساتھ اپنے دو امیں بھیج دے کہ گواہ اس کے حدود اور پڑوسیوں کے نام سے واقف ہوں تو قاضی اس درخواست کو منظور کرے گا پھر جب قاضی نے دونوں امینوں کو بھیج دیا اور انہوں نے گھر کی حدیں اور اس کے پڑوسیوں کے نام پہچان لئے پس اگر امینوں کے بیان میں اور ان حدوں میں جو گواہوں نے بیان کی ہیں مطابقت ہے تو قاضی اس گھر کی ڈگری اس گواہی پر مدعی کے واسطے کر دے گا یہ محیط میں لکھا ہے یہ اس وقت ہے کہ یہ گھر مشہور نہ ہو اور اگر کسی کے نام سے مشہور ہو جیسے عمرو بن حریث کا مکان کوفہ میں اور زبیر بن العوام کا گھر بصرہ میں مشہور ہے اور گواہوں نے ایسے گھر کی بابت کسی کی طرف سے گواہی دی اور حدود کا ذکر نہ کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک قبول نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک مقبول ہوگی اور زمین بھی اگر مشہور ہو تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر

گواہوں نے بیان کیا کہ فلاں شہر کے فلاں محلہ میں فلاں مسجد کے ملاصق جو مکان ہے وہ اس مدعی کی ملکیت ہے لیکن ہم پڑوسیوں کے نام نہیں جانتے ہیں پھر مدعی نے کہا کہ میں دو گواہ لاتا ہوں جو حدوں کی گواہی ادا کریں تو قاضی اس پر التفات نہ کرے گا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے گواہوں نے اگر حدود کو نہ پہچانا اور ثقہ لوگوں سے دریافت کر کے حاکم کے نزدیک تفسیر[1] کے ساتھ بیان کیا تو قبول ہوگی گواہوں نے مدعا علیہ کے[2] اقرار کرنے کی گواہی دی اور گھر کی حدیں اپنی طرف سے بیان کر دیں اور یہ نہ بیان کیا کہ مدعا علیہ نے حدود کا بھی اقرار کیا ہے تو بھی مقبول ہوگی یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اگر گواہ نے بیان کیا کہ ایک حد اس کی میاں دیہی زمین سے ملاصق ہے تو اس سے شناخت نہ حاصل ہوگی کذا فی الخلاصہ۔ کیونکہ میاں دیہی مجہول ہے جن زمینوں کے مالک غائب ہو جاتے ہیں یا مر جاتے ہیں اور کوئی وارث نہیں ہوتا ہے ان کو میاں دیہی بولتے ہیں اسی طرح جس زمین کو اس کا مالک گاؤں والوں کے پاس خراج کے عوض چھوڑتا ہے وہ بھی میاں دیہی کہلاتی ہے اسی طرح جو اراضی چوپاؤں کے چرانے کے واسطے چھوٹی ہو اور تقسیم میں نہ آئی ہو میاں دیہی کہی جاتی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک شخص کے احاطہ میں دوسرے کا دروازہ ہے اس نے چاہا کہ اس دروازے سے اپنے احاطہ میں جائے اور دوسرے مالک نے منع کیا تو دروازہ کا مالک اس بات کا مدعی قرار دیا جائے گا کہ دوسرے کے احاطہ میں جائے ☆

مختار یہ ہے کہ قابض کا نام و نسب ذکر کر دینا کافی ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر گواہ نے کہا کہ ایک حد اس زمین کی فلاں شخص کے وارث کی زمین سے ملاصق ہے حالانکہ ہنوز ترکہ میں تقسیم واقع نہیں ہوئی ہے تو بعضوں نے کہا کہ قبول ہوگی اور اصح یہ ہے کہ قبول نہ ہوگی اور اگر بیان کیا کہ زمین وقف سے ملاصق ہے تو وقف کا مصرف بیان کرنا ضروری ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور اگر بیان کیا کہ فلاں حد اس کی زمین مملکت سے ملی ہوئی ہے پس اگر امیر ملکیت دو شخص ہوں تو جس کی مملکت ہے اس کا نام و نسب بیان کرنا چاہئے یہ خلاصہ میں لکھا ہے دو شخصوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اس نے فلاں شخص کے باغ کی دیوار توڑ ڈالی ہے پس اگر دیوار کی حدیں اور طول و عرض بیان کیا تو گواہی جائز ہوگی اگرچہ قیمت کا ذکر نہ کیا ہو شیخ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مٹی کی تھی یا لکڑی کی تو اس کی جگہ بیان کرنا بھی ضروری ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر ایک شخص کے احاطہ میں دوسرے کا دروازہ ہے اس نے چاہا کہ اس دروازہ سے اپنے احاطہ میں جائے اور دوسرے مالک نے منع کیا تو دروازہ کا مالک اس بات کا مدعی قرار دیا جائے گا کہ دوسرے کے احاطہ میں دروازہ سے راستہ کا دعویٰ کرتا ہے پس چاہئے کہ دلیل سے یعنی گواہی سے ثابت کرے اور احاطہ کا مالک منکر ہے پس قسم سے اسی کا قول معتبر ہوگا اور دروازہ کشادہ ہونے سے اس کو کچھ استحقاق حاصل نہ ہوگا مگر جبکہ گواہی میں یہ بیان ہو کہ مدعی کے واسطے ادھر سے پورا راستہ حاصل ہے تو یہ ثبوت بمنزلہ مدعا علیہ کے اقرار کے ہوگا اور اگر یہ بیان کیا کہ اس مدعی کے واسطے اس دروازہ سے احاطہ تک کامل راستہ ہے تو گواہی قبول ہوگی اگرچہ راستہ کی حدیں اور طول و عرض نہ بیان کیا ہو اور ہمارے اصحاب میں سے بعضوں نے بیان کیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر گواہوں نے مدعا علیہ کے اقرار پر گواہی دی اور حدود و طول و عرض مجہول رہے تو اقرار صحیح ہے لیکن اگر قطعی طور پر گواہی دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اصح یہ ہے کہ مقبول ہوگی اور راستہ کا چوڑان بقدر

---

[1] قول تفسیر یعنی گواہی میں بیان کر دیا کہ ہم نے ثقہ لوگوں سے اس کے حدود معلوم کر کے گواہی دی ہو۔

[2] یعنی مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ محدود اس مدعی کا ہے۔

ڑائی دروازہ کے اور طول احاطہ تک مقرر کیا جائے گا کذا فی المبسوط۔

اور اسی طرح اگر ایک کوچہ کی دیوار میں اس کے احاطہ کا دروازہ ہو اور اہل کوچہ ممانعت کرتے ہوں تو بھی یہی صورت ہے راگر ایک شخص کا پرنالہ دوسرے کے احاطہ میں گرتا ہو تو بھی یہی صورت ہے اسی طرح اگر کسی دوسرے کی زمین میں نہر اور دونوں نے ختلاف کیا تو بھی یہی صورت ہے لیکن اگر اختلاف کے وقت اس میں پانی جاری ہو تو پانی والے کا قول معتبر ہوگا اور ایسے ہی اگر اس ت جاری نہ ہو لیکن معلوم ہوتا ہو کہ اس سے پہلے اس شخص کی زمین کی طرف اس میں سے پانی بہہ کر جاتا تھا تو بھی پانی والے کا قول تبر ہوگا اور اسی طرح اگر پرنالہ میں اختلاف کے وقت پانی جاری ہو تو اختلاف کے وقت اسی کا قول معتبر ہوگا جس کا پانی جاتی جاری ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس مدعی کے لئے پرنالہ سے پانی احاطہ میں بہنے کا راستہ ہے تو گواہی قبول ہے ں اگر کہا کہ مینہ کے پانی کا راستہ ہے تو مینہ کے پانی کا ہوگا اور اگر کہا شست وشو کے پانی کا راستہ ہے تو اس کا ہوگا اور اگر کچھ نہ بیان کیا رمطلق چھوڑ دیا تو قسم لے کر گھر کے مالک کا قول معتبر ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے اور فقیہ ابواللیثؒ نے متاخرین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے استحسانا یہ حکم دیا کہ اگر پرنالہ والے کی چھت اس طرف ڈھال ہو اور قدیمی ایسی ہی بنی ہوئی ہے تو اسکے واسطے پانی بہنے کا حق ثابت گا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر دعویٰ یا گواہی میں یوں ذکر کیا کہ اس دعویٰ کی زمین کی ایک حد فلاں شخص کی زمین سے ملاصق ہے حالانکہ شخص کی گاؤں میں جابجا متفرق زمین ہے تو دعویٰ اور گواہی صحیح ہے اگرچہ اس میں ایک طرح کی جہالت ہے لیکن ضرورت کی وجہ ے برداشت کی گئی یہ محیط میں ہے اگر کسی زمین کی ملکیت کی گواہی دی اور اس کے حدود بیان کر دیئے اور کہا کہ اس میں پانچ من بیج لا پڑتے ہیں اور مدعی اس کا دعویٰ کرتا ہے مگر گواہوں نے حدود ٹھیک بیان کئے اور بیج کی مقدار بیان کرنے میں خطا کی مثلاً اس میں ن ہی من بیج پڑتے تھے تو شمس الاسلام ابوالحسن سغدیؒ نے فرمایا کہ دعویٰ اور گواہی باطل نہ ہوگی اور ان کے زمانہ میں بعض مشائخ نے ٰی وگواہی کے باطل ہونے کا حکم دیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس کے حکم میں تفصیل ہونا چاہئے کہ اگر زمین کے سامنے موجود ہونے صورت میں گواہی دی اور اس کی طرف اشارہ کیا تو مقبول ہے اور سامنے نہ تھی تو گواہی سے وہ زمین ملکیت میں ثابت نہ ہوگی جس ں پانچ من بیج مثلاً پڑتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ گواہی ہر حال میں مقبول نہ ہوگی اور یہی اظہر ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

باب : ⑥

میراثوں میں گواہی ادا کرنے کے بیان میں

ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں فلاں میت کا وارث ہوں اور دو گواہ لایا ہوں جنہوں نے گواہی دی کہ یہ فلاں میت کا وارث ہ کہ اس کے سوائے اس کا وارث نہیں ہے تو قاضی وارث ہونے کے سبب کو دریافت کرے گا اور قبل دریافت کے حکم نہ دے گا کیونکہ باب میراث مختلف ہونے سے معلوم نہ ہوں گے پس حکم دینا متعذر رہو گا پس اگر دریافت کرنے سے پہلے گواہ مر گئے یا غائب ہو گئے کچھ حکم نہ دیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر گواہوں نے بیان کیا کہ یہ اس کے بیٹے کا بیٹا ہے یعنی پوتا ہے یا اس میت کا بھائی ، یا دادا یا دادی ہے یا اس کا مولیٰ ہے تو بدوں بیان کے رد کر دی جائے گی اور بیان اس طور سے کرنا چاہئے کہ پوتا وارث ہے یا بھائی ا کا حقیقی ماں باپ کی طرف سے ہے یا صرف باپ کی طرف سے یا صرف ماں کی طرف سے ہے اور دادا اس کے باپ کا باپ ہے یا اس کی ماں کا باپ ہے یا نانی اس کی ماں کی ماں ہے یا دادی اس کے باپ کی ماں ہے اور مولیٰ اس کا آزاد کرنے والا یا آزاد کرنے ا یا آزاد کیا ہوا اور وارث ہے کہ اس کے سوائے ہم میت کا کوئی وارث نہیں جانتے ہیں یہ کافی میں لکھا ہے اسی طرح اگر کہا کہ اس کا ہے یا چچا کا بیٹا ہے تو بھی جائز نہیں ہے یہاں تک کہ میت وارث کا نسب نہ بیان کریں اور بیان کریں کہ چچا یا اس کا بیٹا ماں باپ

دونوں رشتوں سے یا فقط باپ یا ماں کے رشتہ سے چچا ہے کہ اس کے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے اور بیٹا یا بیٹی یا ماں یا باپ کی گواہی میں وارث ہونے کی گواہی دینے کی ضرورت نہیں ہے کذا فی الکافی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے میت کا نام ذکر کرنا الفاظ میں ضرورت نہیں ہے حتیٰ کہ اگر گواہی دی کہ یہ میت کا دادا باپ کا باپ ہے اور وارث ہے اور میت کا نام نہ لیا تو مقبول ہوگی یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص نے اس میت کو آزاد کیا تھا اور یہ شخص مدعی اس آزاد کرنے والے کا عصبہ ہے تو گواہی نامقبول ہوگی جب تک کہ سبب عصبہ ہونے کا کہ بیٹا ہے یا باپ یا بھائی ہے وغیرہ نہ بیان کریں یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر گواہوں نے ایک شخص کے وارث ہونے کی گواہی دی اور سبب وارث ہونے کا بیان کر دیا اور کچھ زیادہ نہ کہا تو گواہی مقبول ہوگی مگر قاضی فی الحال اس کو مال نہ دے گا بلکہ چند روز اس کا انتظار کرے گا کہ شاید کوئی دوسرا وارث ایسا پیدا ہو کہ جو اس وارث کا مزاحم یا اس سے مقدم ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر گواہوں نے کسی کے وارث ہونے کی گواہی دی اور سبب بیان کر دیا اور یوں کہا کہ ہم اس کے سوائے دوسرا وارث اس کا نہیں جانتے ہیں تو یہ گواہی مقبول ہے اور قاضی بلا انتظار کے مال اس کے حوالہ کر دے گا اور کہنا کہ ہم اس کے سوائے دوسرا وارث میت کا نہیں جانتے ہیں عین گواہی میں سے نہیں ہے بلکہ یہ انتظار کے ساقط کرنے کے واسطے ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر یہ کہا کہ اس کے سوائے دوسرا وارث میت کا نہیں ہے تو استحساناً مقبول ہے اور اس کے معنی یہی لئے جائیں گے کہ ہم نہیں جانتے ہیں یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ اس زمین میں اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک مقبول ہے اور صاحبینؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اگر گواہوں نے ایک شخص کے وارث ہونے کی گواہی دی اور اس کا سبب بیان کیا اور یہ شخص ایسا ہے کہ تمام مال کا مستحق ہے اور کسی دوسرے کی وجہ سے محجوب نہیں ہو سکتا ہے جیسے: وغیرہ پس اگر گواہوں نے بیان کیا کہ اس کے سوا دوسرا وارث نہیں جانتے ہیں تو بلا توقف قاضی تمام مال اس کو دے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہے اور اس سے زیادہ نہ بیان کیا تو قاضی اس کو تمام مال نہ دے گا اور یہاں تک توقف کرے گا کہ قاضی کی رائے میں یہ آ جائے کہ اگر اس کا کوئی وارث ہوتا تو اتنی مدت میں ظاہر ہوتا[1] یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر گواہوں نے بیان کیا کہ یہ شخص اس عورت کی میت کا شوہر ہے یا یہ عورت اس مرد میت کی بیوی ہے اور اس کے سوائے کوئی وارث ہم نہیں جانتے ہیں تو قاضی نصف مال مرد کو اور چوتھائی عورت کو دے گا اور اگر یہ نہ بیان کیا کہ کوئی دوسرا وارث ہم نہیں جانتے ہیں تو باجماع بڑا حصہ مدعی کو دے گا جب تک کہ تھوڑا انتظار نہ کر لے اور جب اس قدر انتظار کیا کہ دوسرے وارث پیدا ہونے کا غالب گمان جاتا رہا تو امامؒ کے نزدیک بڑا حصہ اس کو دے گا یعنی اگر مرد مدعی ہے تو آدھا حصہ اس کی بیوی کے مال سے یا بیوی ہے تو چوتھائی مال ترکہ شوہر دلائے گا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ چھوٹا حصہ دلائے گا اگر مرد ہے تو چوتھائی اور اگر عورت ہے تو آٹھواں حصہ اور طحاویؒ نے اپنی مختصر میں امام ابو حنیفہؒ کا قول امام ابو یوسفؒ کے ساتھ لکھا ہے اور خصافؒ نے امام محمدؒ کے ساتھ ذکر کیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

دو شخصوں نے ایک شخص کی بابت یہ گواہی دی کہ میت کا ماں و باپ کی طرف سے بھائی وارث ہے اس کے سوائے کوئی وارث ہم نہیں جانتے ہیں اور قاضی نے اس کے لئے میراث کا حکم دے دیا پھر انہیں دونوں نے دوسرے کے واسطے یہ گواہی دی کہ میت کا بیٹا ہے تو مقبول نہ ہوگی اور جو کچھ مال بھائی نے لیا ہے وہ دونوں گواہ بیٹے کو ضمان دیں گے اور اگر دوسرے کے واسطے یہ گواہی دی کہ میت کا ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہے پہلے شخص اور اس کے سوائے ہم وارث نہیں جانتے ہیں تو مقبول ہوگی اور پہلے بھ

---

[1] قولہ ظاہر ہوتا یعنی بعد اس کے سب ترکہ دے دے گا۔

کے ساتھ شریک کیا جائے گا اور گواہوں پر نہ پہلے شخص کے واسطے اور نہ دوسرے کے واسطے ڈانڈ آ ئے گی دو گواہوں نے ایک شخص کے ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور کہا کہ اس کے سوائے ہم وارث نہیں جانتے ہیں اور اس کے لئے میراث کا حکم ہو گیا پھر دوسرے دو شخصوں نے دوسرے کے واسطے گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہے تو پہلے شخص کے واسطے وراثت کا حکم ٹوٹ جائے گا پس اگر مال بھائی کے پاس موجود ہو تو بیٹے کو واپس دے اور اگر تلف ہو گیا ہو تو بیٹے کو اختیار ہے چاہے بھائی سے ضمان لے یا گواہوں سے پس اگر بھائی سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر گواہوں سے لی تو وہ بھائی سے واپس لیں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے دو شخصوں نے ایک کی طرف سے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا دادا ہے اور قاضی نے حکم دے دیا اور پھر ایک شخص آیا اور گواہ لایا کہ میں میت کا باپ ہوں تو اس کی ڈگری کی جائے گی اور وہی میراث کا مستحق تر ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور وہ دادا اس شخص مدعی کا جو باپ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے باپ قرار دیا جائے گا پس اگر باپ نے کہا کہ یہ شخص جو دادا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے میرا باپ نہیں ہے اس کو دوبارہ گواہ لانے کا حکم ہو تو قاضی اس کو منظور نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے قاضی کے سامنے بیان کیا کہ اس شخص کو فلاں قاضی نے فلاں شہر میں فلاں میت کا وارث قرار دیا ہے کہ اس کے سوائے دوسرا وارث نہیں ہے تو قاضی اس کی وراثت کا حکم دے گا نہ نسب کا خواہ نسب بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو پس اگر کسی دوسرے نے گواہ قائم کئے اور ایسا نسب قائم کیا جس سے وہ شخص پہلا محجوب ہوتا ہے یا مدعی اس کا شریک ہوتا ہے تو گواہی مقبول ہوئی اور محجوب یا شریک کیا جائے گا حتیٰ کہ اگر پہلے نے بیٹے ہونے کے گواہ سنائے تھے اور دوسرے نے بھی بیٹے ہونے کے گواہ دیئے تو دونوں شریک ہوں گے اور اگر دوسرے نے باپ ہونے پر برہان پیش کی تو اس کو چھٹا حصہ میراث کا ملے گا اور پہلے کو باقی میراث ملے گی اور اگر پہلے نے اپنے تئیں دادا ہونا بیان کیا اور دوسرے نے باپ ہونا ثابت کیا تو تمام میراث دوسرے کو ملے گی اور اگر پہلے نے باپ ہونا بیان کیا اور دوسرے نے بیٹا ہونا ثابت کیا تو پہلے کو چھٹا حصہ اور دوسرے کو پانچ چھٹا حصہ میراث ملے گی۔

ایک شخص نے گواہ سنائے کہ یہ شخص میت کا چچا ہے اور وارث ہے کہ اس کے سوائے ہم دوسرا وارث نہیں جانتے ☆

اگر دوسرے نے بھی اپنے تئیں باپ ہونا ثابت کیا تو تمام میراث دوسرے کو ملے گی اور آزاد کرنے کا حق ثابت کرنا مثل باپ کے مسئلہ کے ہے اور دوسرے شخص کے واسطے جب حکم ہو چکا تو پھر پہلے نے اگر گواہ سنائے تو رد کر دیئے جائیں گے لیکن اگر اول نے اس کے گواہ سنائے کہ پہلے قاضی نے اسکے باپ ہونے کا حکم دے دیا تھا تو وہ مقدم ہے اور دوسرے کا نسب باطل ہو گا اور اگر دوسرے کے واسطے حکم نہ ہوا ہو کہ پہلے نے گواہ سنائے تو دونوں میراث میں شریک ہوں گے حتیٰ کہ اگر ایک مر گیا تو دوسرا شخص باپ ہونے کے واسطے متعین ہو گا اور ولاء کا مسئلہ بھی اسی تفصیل سے ہے اور اگر پہلا شخص معتوہ یا نابالغ ہو کہ بیان پر قادر نہیں ہے تو قاضی اس کو بیٹا قرار دے گا اگر مذکر ہے پس اگر دوسرے نے باپ ہونا ثابت کیا تو اس کو چھٹا حصہ میراث دیا جائے گا اور اگر بھائی ہونا ثابت کیا تو پہلے کے ساتھ محجوب کیا جائے گا اور اگر پہلا مذکر نہ ہو بلکہ مونث ہو تو قاضی اس کو بیٹی قرار دے گا اور بطریق حصہ فرضی اور باقی رد کر کے تمام مال اسی کو دلائے گا پھر اگر دوسرے نے آ کر بھائی ہونا ثابت کیا تو نصف اس کو دلائے گا اور اگر دوسرے نے بیٹا ہونا ثابت کیا تو دو تہائی مال دلائے گا یہ کافی میں لکھا ہے ایک شخص نے گواہ سنائے کہ یہ شخص میت کا چچا ہے اور وارث ہے کہ اس کے سوائے ہم دوسرا وارث نہیں جانتے ہیں پھر دوسرے نے گواہ سنائے کہ یہ شخص میت کا بھائی وارث ہے کہ اس کے سوائے دوسرا وارث ہم نہیں

جانتے ہیں پھر تیسرے نے گواہ سنائے کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہے اور ہم اس کے سوائے وارث نہیں جانتے ہیں اور سبھوں نے ایک بارگی گواہ سنائے تو میراث بیٹے کو دلا دی جائے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

ایک شخص مرگیا اور دوسرے نے گواہ سنائے کہ فلاں بن فلاں بن فلاں مخزومی مثلاً ہوں اور یہ میت فلاں بن فلاں مخزومی ہے اور دونوں ایک قبیلہ سے ایک دادا کی اولاد ہیں اور میں میت کا عصبہ اور اس کا وارث ہوں کہ گواہ اس کے سوا دوسرا وارث نہیں جانتے ہیں تو میراث کا حکم اس کے واسطے دیا جائے گا پھر اگر دوسرا شخص آیا اور گواہ لایا کہ یہ میت کا عصبہ ہے پس اگر دوسرے نے بھی مثل اول کے ثابت کر دیا کہ میں فلاں بن فلاں بن فلاں مخزومی ہوں اور میت فلاں بن فلاں مخزومی کہ دونوں ایک قبیلہ سے ایک دادا کی اولاد ہیں تو اس کی گواہی قبول ہوگی اور اگر دونوں دو قبیلوں سے ہوں مثلاً پہلے نے دعویٰ کیا کہ میں عرب سے ہوں اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میں عجم میں سے ہوں تو دوسرے کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر دوسرے نے پہلے سے دور کا رشتہ ثابت کیا مثلاً دوسرے نے ثابت کیا کہ وہ میت کے چچا کے بیٹے کا بیٹا ہے تو قاضی اس پر التفات نہ کرے گا اگرچہ دونوں کسی دادا میں شریک ہوں اور ایک قبیلہ سے ہیں اور اگر دوسرے نے پہلے سے بڑھ کر نسب ثابت کیا مثلاً دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میت میرا بیٹا ہے میرے فراش پر پیدا ہوا ہے اور میں اس کا باپ ہوں کہ میرے سوا کوئی وارث نہیں ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں کہ اگر باپ نے اسی قبیلہ سے جس کا ابن عم دعویٰ کرتا ہے رشتہ ملایا تو اس کی گواہی مقبول ہوگی اور پہلا حکم ٹوٹ جائے گا یعنی میراث نہ ملے گی اور نسب باقی رہے گا حتیٰ کہ اگر یہ باپ مر جائے تو یہ ابن عم وارث ہوگا بشرطیکہ اس سے زیادہ قریب کا رشتہ دار کوئی دوسرا نہ ہو اور اگر دوسرے نے دوسرے قبیلہ سے اپنا نسب باپ ہونے کا ثابت کیا تو بھی اس کی گواہی قبول ہوگی اور پہلے کے واسطے جو حکم ہوا تھا وہ میراث اور نسب دونوں کے حق میں ٹوٹ جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک دار کا جو دوسرے کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ میرا ہے میں نے اپنے باپ کی میراث سے پایا ہے اور گواہ لایا کہ جنہوں نے گواہی دی کہ یہ گھر مرتے دم تک اس کے باپ کا تھا اور بعد مرنے کے اس کے واسطے میراث چھوڑ گیا کہ ہم اس کے سوا دوسرا وارث اس کا نہیں جانتے ہیں یا یہ گواہی دی کہ مرتے دم تک اس کے باپ کا رہا ہے تو قاضی یہ گواہی قبول کرے گا اور مدعی کی ڈگری کر دے گا اگرچہ گواہوں نے یہ نہ بیان کیا کہ اس کے واسطے میراث چھوڑ گیا ہے اور اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ یہ گھر مرتے دم تک اس کے باپ کے قبضہ میں تھا یا اس کے باپ کے قبضہ میں تھا جس دن مرا ہے تو قاضی ایسی گواہی قبول کرے گا اور مدعی کی ڈگری کرے گا اور یہی ظاہر الروایت اور اصح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر یہ گواہی دی کہ اس کا باپ مرا در حالیکہ اسی گھر میں رہتا تھا تو مقبول ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر یہ گواہی دی کہ اس کا باپ اس گھر میں مرا یا اس کا باپ اس گھر میں تھا یہاں تک کہ اس میں مرگیا تو قبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ اس کا باپ اس میں داخل ہوا اور مرگیا تو قبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس کا باپ مرگیا حالانکہ وہ اس قمیص کو پہنے تھا یا اس انگوٹھی کو پہنے تھا تو یہ گواہی قبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے امام محمدؒ نے انگوٹھی کی صورت میں مطلقاً حکم دیا ہے اور قاضی ابوالہیثم نے تینوں قاضیوں سے روایت کی ہے کہ وہ لوگ اس صورت میں تفصیل کرتے تھے کہ گواہوں نے اگر خنصر یا بنصر میں موت کے دن انگوٹھی پہنے ہونے کا ذکر کیا تو گواہی قبول ہوگی اور اگر سبابہ میں ہونے کا بیان کیا تو نامقبول ہوگی یا درمیان کی انگلی یا انگوٹھے میں بیان کی تو بھی قبول نہ ہوگی لیکن صحیح یہ ہے کہ حکم مطلقاً جاری کیا جائے جیسا کہ امام محمدؒ نے ذکر فرمایا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر بیان کیا کہ اس کا باپ مرگیا حالانکہ وہ اس کپڑے کو اپنے بدن پر لادے ہوئے تھا تو مقبول ہے یہ ذخیرہ میں لکھا

ا قولہ گواہ یعنی گواہوں نے اس مدعی کے واسطے اس طرح گواہی دی۔

ہے اگر بیان کیا کہ اس کا باپ مر گیا حالانکہ وہ اس کپڑے کو اپنے بدن پر لادے ہوئے تھا تو مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر گواہی دی کہ اس کا باپ مرا اور وہ اس گھوڑے کا سوار تھا تو وارث کو دلایا جائے گا اور اگر گواہی دی کہ اس کا باپ مرا حالانکہ وہ اس بستر پر بیٹھا تھا یا سویا تھا تو قبول نہ ہوگی اور اگر گواہی دی کہ اس کا باپ مرا اور یہ کپڑا اس کے سر پر تھا اور یہ نہ کہا کہ وہ حامل تھا تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور وارث کو نہ دلایا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر بیان کیا کہ مرنے کے دن اس کا باپ یہ کپڑا اپنے سر پر ڈالے ہوئے تھا تو گواہی مقبول ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر گواہی دی کہ یہ گھر اس کے باپ کی ملکیت تھا یا وہ اس میں رہا کرتا تھا یا اس کا مالک تھا پس اگر اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ اس نے اس مدعی کے لئے میراث چھوڑا ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور بالاتفاق مدعی کو دلایا جائے گا اور اگر میراث چھوڑنے کا ذکر نہ کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قبول نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول میں مقبول ہوگی اور اگر مدعا علیہ نے ان میں سے کسی بات کا اقرار کیا تو وہ مدعی کی ملکیت کا اقرار ہوگا اور اگر قاضی اس کو حکم دے گا کہ مدعی کے سپرد کرے یہ فتاویٰ قاضی خان و محیط میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں امام اعظمؒ امام محمدؒ و اوّل قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال ☆

اگر یہ گواہی دی کہ یہ گھر اس کے باپ کا تھا وہ اس میں مرا ہے تو بھی اختلاف ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ اس کے باپ کا تھا اور یہ نہ کہا کہ وہ مر گیا اور اس کے واسطے میراث چھوڑا پس بعضوں نے کہا کہ اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور بعضوں نے کہا کہ ایسی صورت میں بالاجماع مقبول نہیں ہے اور اسی کو امام فضلی نے اختیار کیا ہے اور یہی اصح ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے ایک شخص مر گیا اور اس کے وارث نے گواہ سنائے کہ یہ گھر میرے باپ کا تھا اس نے اس قابض کو مانگے یا اجرت پر یا ودیعت دیا تھا تو وہ مدعی کو دلایا جائے گا اور اس کو تکلیف نہ دی جائے گی کہ اس کے گواہ سنائے کہ وہ مر گیا اور میرے واسطے میراث چھوڑا یہ کافی میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص مر گیا اور یہ گھر اپنے فلاں بیٹے کے واسطے میراث چھوڑا ہے اور ہم اس کے سوائے دوسرا وارث نہیں جانتے ہیں حالانکہ گواہوں نے فلاں میت کے زمانہ میں اس سے ملاقات نہیں پائی تو ان کی گواہی باطل ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مدعی کا نسب میت سے مشہور ہو اور اگر مشہور نہ ہو اور انہوں نے ایسی گواہی دی اور میت سے ملاقات نہیں پائی تھی تو یہ صورت منتقی میں اس طرح مذکور ہے کہ نسب کے بارہ میں گواہی جائز اور میراث کے حق میں باطل ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک گھر کے بارہ میں جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے یہ گواہی دی کہ یہ فلاں شخص اس مدعی کے دادا کا تھا اور اسی کی ملک تھا اور گواہوں نے اس کے دادا کی ملاقات پائی تھی اور مدعی یہ دعویٰ کرتا تھا کہ یہ میرے باپ کا تھا پس اگر گواہوں نے میراث کا ذکر کیا کہ یہ گھر اس مدعی کے دادا کا تھا اور وہ مر گیا اور اس مدعی کے باپ کے واسطے میراث چھوڑا اور باپ پھر مر گیا اور اس مدعی کے واسطے میراث چھوڑا تو گواہی مقبول ہوگی اور گھر مدعی کو دلایا جائے گا اور اگر میراث کا ذکر نہ بیان کیا پس اگر باپ سے پہلے دادا کا مرنا نہ معلوم ہو تو بالاجماع گھر مدعی کو نہ دلایا جائے گا اور اگر معلوم ہو تو بھی امام اعظمؒ و امام محمدؒ و اول قول امام ابو یوسفؒ کے موافق یہی جواب ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ بلاخلاف اس صورت میں گواہی نامقبول ہوگی اور اگر گواہوں نے مدعا علیہ کے اقرار کرنے کی گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ یہ گھر مدعی کے دادا کا تھا اور میراث کا بیان نہ کیا تو قاضی وہ گھر مدعی کو دلائے گا بشرطیکہ اس کا کوئی دوسرا وارث نہ ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر یوں گواہی دی کہ یہ گھر اس مدعی کے دادا کا ہے اور یہ نہ کہا کہ اس مدعی کے دادا کی ملکیت تھا پس اگر میراث کا تذکرہ کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور گھر مدعی کو دلایا جائے گا اور اگر نہ ذکر کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک گواہی مقبول نہ ہوگی لیکن امام ابو یوسفؒ

کے دوسرے قول کے موافق مشائخ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ مقبول ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں ہے کتاب الاقضیہ میں ہے کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہے اور ایک شخص نے گواہ سنائے کہ میرے باپ نے اس سے ہزار درہم کو خریدا ہے اور میرا باپ مر گیا اور بائع اس سے انکار کرتا ہے تو میں اس کو اس کی تکلیف نہ دوں گا کہ اس بات پر گواہ نہ سنائے کہ میرا باپ مر گیا اور میرے واسطے میراث چھوڑا ہے لیکن اس کے گواہ طلب کروں گا کہ جو اس کے سوائے دوسرا وارث نہ جانتے ہوں پس اگر ایسے گواہ قائم کئے تو مدعا علیہ کو حکم دوں گا کہ یہ گھر اس کے حوالہ کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر وہ گھر سوائے بائع کے دوسرے کے قبضہ میں ہو تو دونوں باتوں کے گواہوں کے واسطے تکلیف دیا جائے گا یعنی باپ کی موت اور میراث چھوڑنے کے اور سوائے اس کے دوسرا وارث نہیں جانتے ہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے کتاب الاصل میں ہے کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ میں ہے پس اس کا بھتیجا آیا اور گواہ سنائے کہ یہ گھر میرے دادا کا تھا وہ مر گیا اور اس نے میرے باپ اور اس چچا قابض کے درمیان آدھوں آدھ میراث چھوڑا ہے اور پھر میرا باپ مر گیا اور اس نے اپنا حصہ میرے واسطے میراث چھوڑا تو قاضی یہ گواہی قبول کرے گا اور گھر اس کے اور اس کے چچا کے درمیان نصف نصف مشترک کر دے گا پس اگر ہنوز قابض کے بھتیجے کے گواہوں پر قاضی نے حکم نہ دیا تھا کہ قابض نے گواہ سنائے کہ میرا بھائی یعنی اس مدعی کا باپ میرے والد کے انتقال سے پہلے انتقال کر گیا اور میرے باپ نے اس سے چھٹا حصہ میراث پایا پھر میرا باپ مرا اور میں نے تمام گھر اس کی میراث میں پایا تو اس کی دو صورتیں ہیں اول یہ ہے کہ بھتیجے کے قبضہ میں اپنے باپ کے میراث میں سے کچھ نہ ہو اور اس صورت میں بھتیجے کی گواہی اولی ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے قبضہ میں باپ کی میراث میں سے کچھ ہو اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو اس صورت میں دادا کی تمام میراث مدعی کے چچا کو ملے گی اور مدعی کے باپ کی تمام میراث مدعی کو ملے گی اور ان دونوں کی موت گویا ایک ساتھ قرار دی جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک گھر ایک شخص اور اس کے بھتیجے کے قبضہ میں ہے اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میرا باپ مر گیا اور اس کو میرے واسطے میراث چھوڑا ہے کہ میرے سوائے وارث نہیں ہے تو دونوں کو آدھا آدھا دلایا جائے گا پس اگر چچا نے کہا کہ میرے باپ اور بھائی کے درمیان آدھا آدھا تھا اور بھتیجے نے اس کی تصدیق کی لیکن چچا نے کہا کہ میرا بھائی میرے باپ کے انتقال سے پہلے مر گیا تھا پس اس کا حصہ تیرے اور تیرے دادا کے درمیان چھ حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا پھر تیرا دادا مر گیا اور اس کا چھٹا حصہ بھی مجھے ملا ہے پھر بھتیجے نے کہا کہ دادا نے پہلے انتقال کیا اور دادا کا حصہ میرے باپ اور تیرے درمیان نصف نصف تقسیم ہو گیا پھر میرے باپ نے انتقال کیا اور وہ حصہ بھی مجھے ملا پس اگر دونوں نے یا ایک نے گواہ قائم کئے تو ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی پس اگر دونوں نے قسم کھالی تو دونوں چھوٹ گئے اور جیسا پہلے حال تھا وہی بعد قسم کے رہے گا اور قبل قسم گھر دونوں میں نصف نصف تھا۔

اگر ایک نے قسم سے انکار کیا تو قسم کھا لینے والے کے واسطے ڈگری کر دی جائے گی اور اگر ایک نے گواہ قائم کئے تو اس کے موافق اس کی ڈگری کر دی جائے گی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو آدھا آدھا تقسیم ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے دو شخصوں نے گواہ علیحدہ علیحدہ قائم کئے کہ یہ گھر جو زید کے قبضہ میں ہے وہ ان دونوں مدعی میں سے ہر ایک کے باپ کا تھا کہ اس نے مرنے کے بعد اس کے واسطے میراث چھوڑا ہے اور ہم اس کے سوا کوئی وارث نہیں جانتے ہیں اور ان دونوں مدعیوں میں سے ایک مدعی اس قابض کا بھتیجا ہے اور وارث ہے کہ اس کے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے پھر ہنوز گواہوں کی تعدیل نہ ہوئی تھی کہ زید مر گیا اور وہ گھر اس مدعی کے قبضہ میں آ گیا جو اس کا بھتیجا تھا اور قابض نے کسی کو وصیت بھی نہیں کی تھی یعنی وصی نہیں بنایا تھا پس اگر فریقین گواہوں کی تعدیل ہو گئی تو دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا اگرچہ بھتیجا قابض ہو گیا ہے پس اگر دوسرے مدعی اجنبی نے گواہ قائم کئے کہ یہ گھر میرا ہے میں

نے اپنے باپ سے میراث میں پایا ہے تو سماعت نہ ہوگی اور اگر زید کی موت کے بعد ایک کے گواہوں کی تعدیل ہوئی اور دوسرے کے نہ ہوئی اور قاضی نے سب گھر کی ڈگری اس کی کردی پھر دوسرے کے گواہوں کی تعدیل ہوئی تو اس کے لئے کچھ حکم نہ دیا جائے گا مگر جبکہ وہ ان گواہوں کو دوبارہ سنادے یا دوسرے گواہ لائے اور ان کی تعدیل ہو اور وہ گواہی دیں کہ یہ گھر بسبب میراث کے اسی کا ہے تو تمام گھر اس کو دلایا جائے گا پھر اگر اس شخص نے جس کے واسطے پہلی ڈگری ہوئی تھی یہ کہا کہ میں دوبارہ گواہ لاتا ہوں کہ یہ گھر میرا ہے تو اس کی سماعت نہ ہوگی اگر اجنبی نے زید کی زندگی میں گواہ قائم کئے اور اس کے بھتیجے نے اس کے مرنے کے بعد گواہ سنائے اور دونوں فریق گواہوں کی تعدیل ہوئی تو وہ گھر دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور اگر بھتیجے نے گواہ قائم کئے یہاں تک کہ اجنبی کے واسطے ڈگری کردی گئی پھر بھتیجے نے اجنبی پر گواہ قائم کئے تو بھتیجے کو دلا دیا جائے گا اگر بھتیجے نے چچا کی زندگی میں گواہ قائم کئے اور اجنبی نے مرنے کے بعد قائم کئے اور دونوں گواہوں کی تعدیل ہوگئی تو اجنبی کی ڈگری کی جائے گی اور اگر ہر ایک نے زید کی زندگی میں ایک ایک گواہ قائم کیا پھر زید مر گیا اور بھتیجا اس کا جو مدعی ہے وارث ہوا پھر ہر ایک نے دوسرا گواہ قائم کیا اور گواہوں کی تعدیل ہوگئی تو دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور بعد آدھا آدھا حکم ہونے کے اگر کسی نے دونوں میں سے کہا کہ میں دوسرے پر گواہ قائم کرتا ہوں تو التفات نہ کیا جائے گا اگر ہر ایک نے زید پر ایک ایک گواہ قائم کیا پھر جب زید مر گیا تو مدعی اجنبی نے دوسرا گواہ قائم کیا اور ان کی تعدیل ہوگئی اور قاضی نے اجنبی کی ڈگری تمام گھر پر کردی پھر بھتیجا دوسرا گواہ لایا تو اس کی طرف التفات نہ کیا جائے گا اور اگر بھتیجے نے دونوں گواہ دوبارہ اجنبی پر قائم کئے تو بھتیجے کی ڈگری کردی جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں نوادر بشر میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول روایت ☆

ایک شخص مر گیا اور دو شخصوں نے اس کی میراث کا دعویٰ کیا کہ ہر ایک دعویٰ کرتا ہے کہ میت میرا آزاد کیا ہوا غلام ہے اور میرے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور دونوں نے گواہ قائم کئے اور آزاد کرنے کا کوئی وقت مقرر نہ کیا تو میراث دونوں میں آدھی آدھی تقسیم ہوگی اور اگر آزاد کرنے کا وقت مقرر[1] کیا تو جس کا وقت مقدم ہے وہی اولیٰ ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے نوادر بشر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ دو شخص باپ کی طرف سے بھائی ہیں اور دونوں کے ہاتھ میں ایک گھر ہے کہ ایک نے گواہ قائم کئے کہ یہ گھر میری ماں کا تھا اس نے انتقال کیا اور میرے اور میرے باپ کے درمیان چار حصوں پر تقسیم ہو کر مجھے میراث میں ملا یعنی تین چوتھائی مجھے ملا اور ایک چوتھائی میرے باپ کو پھر میرے باپ نے انتقال کیا اور یہ حصہ چہارم میرے اور تیرے درمیان رہا اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرے باپ کا ہے اس نے بعد مرنے کے میرے اور تیرے درمیان میراث چھوڑا ہے تو امام ثانیؒ نے فرمایا کہ میں اس کی گواہی قبول کروں گا جو تین چوتھائی کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرے کے گواہ قبول نہ کروں گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

باب : ⑦

دعویٰ اور گواہی میں اختلاف وتناقض واقع ہونے کے بیان میں اور کن صورتوں میں اپنے گواہوں کو جھٹلانا ہوتا ہے اور کن صورتوں میں نہیں ہوتا ہے

واضح ہو کہ مشہود لہ وہ شخص جس کی طرف سے گواہی دی مشہود علیہ وہ شخص جس پر گواہی دی مشہود بہ وہ چیز جس کی بابت گواہی دی گواہی اگر دعویٰ کے موافق ہو تو مقبول ہوگی ورنہ نہیں یہ کنز میں لکھا ہے اور موافق ہونا لفظ میں معتبر نہیں ہے صرف معنی میں موافق

[1] قولہ وقت مقرر نہ کیا یعنی کسی فریق گواہ نے اپنے مدعی کے واسطے یہ نہ بیان کیا کہ اپنے کس وقت وزمانہ میں آزاد کیا ہے۔

ہونا چاہئے حتیٰ کہ اگر غصب کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے مدعا علیہ کے غصب کا اقرار کرنے کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ غایۃ البیان میں لکھا ہے اور موافق ہونے میں یا ٹھیک مطابق دعویٰ کے ہو یا اس سے کم ہو اور اگر دعویٰ سے زیادہ ہو تو موافقت نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اس باب میں چند فصلیں ہیں۔

فصل اوّل:

دین یعنی مال غیر معین درہم و دینار و قرض کے دعویٰ کے بیان میں

اگر مدعی نے ڈیڑھ ہزار کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے پانچ سو کی گواہی دی تو بدوں اس کے مدعی دونوں قولوں میں توفیق کا دعویٰ کرے یا گواہ کے بیان سے توفیق ثابت ہو پانچ سو کی ڈگری کر دی جائے گی اسی طرح اگر ایک ہزار کا دعویٰ کیا اور پانچ سو کی گواہی دی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر مدعی نے پانچ سو درہم کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ہزار درہم کی گواہی دی تو گواہی قبول نہ ہوگی مگر جبکہ دونوں قولوں میں اس طرح توفیق دے کہ واقعی میرے ہزار درہم اس پر قرض تھے لیکن اس نے پانچ سو درہم مجھے ادا کر دیئے یا میں نے اس کو معاف کر دیئے تھے اور گواہوں کو یہ بات معلوم نہ تھی تو گواہی قبول ہوگی اور پانچ سو درہم کی ڈگری کی جائے گی اور جس طرح توفیق دی ہے اس پر گواہ لانے کی ضرورت نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر پانچ سو درہم کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ایک ہزار کی گواہی دی پس مدعی نے کہا کہ صرف میرے پانچ سو درہم اس پر ہیں اور ہزار درہم پہلے میرے اس پر تھے لیکن میں نے پانچ سو درہم وصول کر لئے اور اس کلام کو ملا کر بیان کیا یا جدا کر کے تو گواہی جائز ہے اور پانچ سو درہم دلائے جائیں گے اور اگر یہ بیان کیا کہ میرے صرف پانچ سو درہم ہی تھے تو گواہی باطل ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر قرض داروں نے دعویٰ کیا کہ قرض خواہ نے یعنی مالک مال نے مجھے بری کر دیا ہے یا مجھے حلال کر دیا ہے اور چند گواہ لایا کہ انہوں نے گواہی دی کہ مالک مال نے بھر پانے کا اقرار کیا تو قاضی قرض دار سے دریافت کرے گا کہ بری کرنا یا تحلیل کس طور سے تھی کیا اس نے ساقط کر دیا تھا یا قرضہ بھر پایا تھا پس اگر اس نے کہا کہ بھر پایا تھا تو گواہی قبول ہوگی اور اگر کہا کہ اس نے ساقط کر دیا تھا تو قبول نہ ہوگی اور اگر خاموش رہا تو امام محمدؒ نے اصل میں لکھا ہے کہ قاضی اس پر جبر نہ کرے گا لیکن گواہی قبول نہ کرے گا جب تک کہ بیان کر کے توفیق[1] نہ دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

گواہوں نے یہ گواہی دی کہ زید کے عمرو پر ہزار درہم ہیں کہ اس میں سے اس نے سو درہم وصول پائے ہیں اور طالب نے کہا کہ میں نے کچھ وصول نہیں پایا ☆

قرض دار نے ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مالک مال نے بری کیا ہے تو جائز ہے اور قاضی بدوں دریافت کرنے کے برأت کا حکم دے دے گا اور قاضی کے حکم سے قرض دار کی برأت معاف کر دینے کی ثابت ہوگی نہ یہ برأت کہ اس نے تمام مال ادا کر دیا ہے اس وجہ سے بری ہو گیا یہاں تک کہ اگر یہ قرض دار کسی کی طرف سے اس کے حکم سے کفیل تھا اس وجہ سے قرض دار تھا اور اس نے ادا کر دینے کے گواہ سنائے اور گواہوں نے بری کر دینے کی گواہی دی تو صاحب مال کو اختیار باقی رہے گا کہ اپنا تمام مال اصیل سے لے لے اور کفیل کو اختیار نہ ہوگا کہ اصیل سے کچھ مال وصول کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر قرض دار نے ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ طالب نے اس کو ہبہ یا صدقہ کر دیا یا یہ حلال ہو گیا یا حلال کر دیا یا مدعی نے

[1] توفیق یعنی اپنے دعویٰ میں اور گواہوں کی اختلافی شہادت میں موافقت بیان کرے مثلاً اس نے سو درہم کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ڈیڑھ سو درہم کی گواہی دی پھر اس نے کہا کہ ہاں اصل میں ڈیڑھ سو درہم تھے مگر میں نے پچاس معاف کر دیئے جس سے گواہوں کو خبر نہ ہوئی۔

ہبہ یا صدقہ وغیرہ کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے بھر پانے کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے منتقی میں لکھا ہے کہ گواہوں نے یہ گواہی دی کہ زید کے عمرو پر ہزار درہم ہیں کہ اس میں سے اس نے سو درہم وصول پائے ہیں اور طالب نے کہا کہ میں نے کچھ وصول نہیں پایا ہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ ہزار درہم قرضہ کا حکم دیا جائے گا اور سو درہم وصول پانے کا فیصلہ کیا جائے گا کہ اس نے سو درہم وصول پائے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے عیون میں لکھا ہے کہ اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ اس کے زید پر ہزار درہم قرض ہیں اور اس نے پانچ سو درہم وصول پائے ہیں اور اس نے ادا کر دیئے ہیں اور طالب نے بیان کیا کہ میرے اس پر ہزار درہم ہیں اور میں نے کچھ وصول نہیں پایا ہے اور گواہوں نے ہزار درہم قرض ہونا راست بیان کیا اور پانچ سو درہم وصول پانے میں ان کو وہم ہوا ہے تو گواہوں کی گواہی اگر عادل ہیں قبول ہوگی اور اگر طالب نے یوں بیان کیا کہ گواہوں کی گواہی قرضہ کی بابت صحیح ہے اور پانچ سو درہم ادا کر دینے کی بابت دروغ اور جھوٹ ہے تو گواہی قبول نہ ہوگی کیونکہ اس نے اپنے گواہوں کو خود فاسق ٹھہرایا یہ محیط میں لکھا ہے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس کے زید پر ہزار درہم تھے لیکن اس نے اس کو بری کر دیا ہے اور مدعی نے کہا کہ میں نے بری نہیں کیا ہے اور مشہود علیہ نے کہا کہ مجھ پر کچھ نہیں تھا اور نہ اس نے مجھے بری کیا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر گواہی برأت متروک[1] کرتا تو میں ہزار درہم کا حکم مدعا علیہ پر جاری کرتا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص پر ہزار درہم ہونے کی گواہی دی اور مدعی اس کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ بھی گواہی دی کہ مدعا علیہ کے مدعی پر سو دینار ہیں اور مدعی اس سے انکار کرتا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اپنا گھر مجھے کرایہ پر دیا تھا اور مال کرایہ لے لیا تھا اور پھر مر گیا تو اجارہ ٹوٹ گیا اب مجھے اپنا مال ملنا چاہئے پھر گواہوں نے گواہی دی کہ اجارہ دینے والے نے مال اجارہ وصول پانے کا اقرار کیا ہے تو گواہی قبول ہوگی اگرچہ عقد اجارہ واقع ہونے کی گواہی نہ دی یہ خلاصہ میں لکھا ہے گواہوں نے ایک شخص کی طرف سے گواہی دی کہ اس کے ہزار درہم باندی کے مول کے زید پر آتے ہیں اور مشہود لہ نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے ان گواہوں کو اسی بات پر گواہ کیا تھا اور درحقیقت میرے ہزار درہم اس پر ایک اسباب کی قیمت کے آتے ہیں تو گواہی جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جب گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ہزار درہم باندی کے دام اپنے اوپر قرض ہونے کا اقرار کیا ہو کیونکہ یہ مسئلہ جو بیان کیا جاتا ہے اس طرح محفوظ ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درہم ایک اسباب کے درہم قرض ہونے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے بیان کیا کہ وہ ایک باندی کی قیمت ہے جو اس نے اس مدعی سے غصب کر لی تھی اور ہلاک ہو گئی تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر صورت مسئلہ یہی رہی اور اقرار مدعا علیہ پر گواہی دیں تو مقبول ہوگی یہ محیط اور خلاصہ اور ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر مدعی نے بیان کیا کہ اس نے ان کو گواہ نہیں کیا تھا تو قبول نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے پر سو قفیز گیہوں بسبب بیع سلم ہونے کے دعویٰ کیا کہ سب شرطیں سلم صحیح ہونے کی موجود تھیں اور گواہوں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اپنے اوپر سو قفیز قرض ہونے کا اقرار کیا ہے اور اس سے زیادہ نہ بیان کیا تو بعضوں نے کہا کہ گواہی قبول نہ ہوگی اور بعضوں نے کہا قبول ہونی چاہئے اور اول اصح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور گواہی گزری کہ مدعی نے اس کو دس درہم دیئے ہیں اور یہ نہ کہا کہ مدعا علیہ نے قبضہ کیا تو قبضہ مدعا علیہ کا ثابت ہوگا اور اگر وہ کہے کہ میں نے بطور امانت کے قبضہ کیا ہے تو قول اسی کا لیا جائے گا پھر اگر مدعی نے یہ دعویٰ کیا کہ بطور قرض کے اس نے قبضہ کیا ہے تو اس کے گواہ لانے کی ضرورت ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے دیناروں کا دعویٰ کیا

---

[1] متروک یعنی اپنے گواہوں کی تکذیب نہ کرتا تو میں مدعی کے واسطے حکم دیتا کیونکہ مدعا علیہ سرے سے مال ہی سے منکر ہے اور گواہوں کا اس کے لئے برأت کا حکم دینا بغیر دعویٰ کے قبول نہیں ہے تو مدعی کا دعویٰ ثابت ہے اس طرح یہ مقام سمجھا جاتا ہے واللہ اعلم۔

اور گواہوں نے کہا کہ مدعی نے مدعا علیہ کو دینار دیئے ہیں تو گواہی نامقبول ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے قرض کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے مدعا علیہ کے مال کا اقرار کرنے کی گواہی دی تو بدوں سبب بیان کرنے کے مقبول ہوگی اور اگر دس دینار قرض کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ (اورا دادنی است) یعنی مدعا علیہ کو دینا چاہئے ہیں تو اس سے قرضہ ثابت نہ ہوگا اور اگر کہا کہ وادنی است بسبب قرض یعنی بسبب قرض کے دینا چاہئے ہیں تو مقبول ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے پر قرض کا دعویٰ کیا اور سبب نہ بیان کیا اور گواہوں نے سبب بیان کیا تو گواہی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے محیط میں لکھا ہے کہ اگر قرض کے مانند سبب کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے مطلق درہم و دینار کی اس کے ذمہ ہونے کی گواہی دی تو شمس الاسلام اوزجندی فرماتے تھے کہ ایسی گواہی قبول نہ ہوگی اور فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ قبول ہوگی اور اگر ہزار درہم کا دعویٰ کیا اور کہا کہ پانچ سو درہم ایک غلام کے دام ہیں جو اس نے مجھ سے خرید کر قبضہ کیا تھا اور پانچ سو درہم کسی اسباب کے دام ہیں جو اس نے مجھ سے خرید کر قبضہ کیا تھا اور گواہوں نے صرف پانچ سو درہم کی مطلق گواہی دی کوئی بسبب نہ بیان کیا تو گواہی پانچ سو کی مقبول ہوگی اور سبب کا بیان کرنا ضروری نہیں ہے اور یہ مسئلہ صریح اس بات کی دلیل ہے کہ دین کے دعویٰ میں اگر سبب بیان ہوا اور گواہوں نے مطلقاً گواہی دی تو مقبول ہوتی ہے اور سبب بیان کرنا شرط نہیں ہے اور امام ظہیر الدین مرغینانی اسی پر فتویٰ دیتے تھے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

دوسری فصل:

املاک کے دعویٰ کے بیان میں

اگر مدعی نے لفظ دار کے ساتھ دعویٰ کیا اور گواہوں نے لفظ بیت کے ساتھ اس کی طرف سے گواہی دی تو بعضوں نے کہا کہ ہمارے محاورہ عرف[1] کے موافق قبول ہونا چاہئے اور یہی اظہر ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر مدعی نے تمام گھر کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے آدھے گھر کی گواہی دی تو جائز ہے اور آدھے گھر کی ڈگری مدعی کو دی جائے گی اور کچھ توفیق کی ضرورت نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کسی ملک کا مطلقاً دعویٰ کیا اور گواہوں نے کسی سبب معین کے ساتھ گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ تبیین میں لکھا ہے مگر قاضی کو چاہئے کہ مدعی سے دریافت کرے کہ کیا تو اسی سبب سے ملک کا دعویٰ کرتا ہے جس کی گواہوں نے گواہی دی ہے یا کسی اور سبب سے دعویٰ کرتا ہے پس اگر گواہوں کے بیان کئے ہوئے سبب سے دعویٰ کرنا ظاہر کیا تو اس کے لئے ملکیت کا حکم دے دے گا اور اگر کسی دوسرے سبب سے دعویٰ کرنا بیان کیا یا کہا کہ اس سبب سے دعویٰ نہیں کرتا ہوں تو اس کے گواہوں کی گواہی قبول نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے مطلقاً ملک کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کسی سبب سے ملکیت کی گواہی دی پھر مطلقاً ملکیت کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر پہلے مطلقاً ملکیت کی گواہی دی پھر کسی سبب سے ملکیت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ملکیت کی چیز سے میری ملک میں پیدا ہوئی ہے اس سبب سے میں اس کا مالک ہوں اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اور اگر مطلقاً ملک کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ملکیت میں ملک سے پیدا ہونے کے سبب سے ملک کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر مدعی نے کسی شخص کے پاس ایک گھوڑے پر دعویٰ کیا اور کہا کہ میری ملکیت میں ملک سے پیدا ہونے کے سبب سے اور گواہوں نے بیان کیا کہ اس نے قابض سے خرید کیا اس واسطے اس کا ہے تو مقبول نہ ہوگی

---

[1] قولہ محاورہ عرف مترجم کہتا ہے کہ یہ اس بنا پر ہے کہ دار بمعنی گھر و بیت بمعنی کوٹھری ورات گزارنے کی جگہ سب زبان فارسی و تورانی میں خانہ کے لفظ سے معروف ہیں اور مترجم کہتا ہے بنا بر مذکور کے ہماری زبان میں گھر کے دعویٰ میں کوٹھری وغیرہ کی گواہی پورے دعویٰ پر قبول نہ ہونی چاہئے فافہم واللہ اعلم۔

لیکن اگر یوں توفیق دی کہ واقعی میری ملکیت میں پیدا ہوا تھا پھر میں نے اس کو مدعا علیہ کے ہاتھ فروخت کیا پھر اس سے خرید لیا ہے پس جب تک اس طرح توفیق کا دعویٰ نہ کرے تب تک گواہی قبول نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے بیان کیا کہ اس نے اس کو اپنے باپ کی میراث میں پایا یا فلاں شخص سے خریدا ہے اور وہ اس کا مالک تھا اور یہ نہ کہا کہ وہ اس کا فی الحال مالک ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور وہ شے معین مدعی کو دلائی جائے گی لیکن قاضی کو روا ہے کہ گواہوں سے دریافت کرے کہ تم جانتے ہو کہ اس کی ملک سے نکل گئی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

کسی مال معین پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اس شخص قابض نے مجھ سے ایک مہینہ سے لے کر قبضہ کرلیا ہے اور ناحق لے کر قبضہ کرلیا ہے ☆

اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ چیز مجھے اپنے باپ کی میراث میں ملی ہے اور اس کے گواہوں نے بیان کیا کہ یہ چیز اس کو اور اس کے بھائی کو اس کے باپ کی میراث سے ملی ہے تو گواہی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے منتقی میں لکھا ہے کہ ایک شے پر کسی شخص نے مطلقاً ملک کا دعویٰ کیا اور اس کی تاریخ بیان کی اور کہا کہ مدعا علیہ نے مجھ سے ایک مہینہ ہوا کہ لے کر قبضہ کرلیا ہے اور گواہوں نے ملک مطلق کا بلاتحریر تاریخ گواہی دی تو نامقبول ہوگی اور اگر اس کا عکس ہو تو مقبول ہوگی اور یہی مختار ہے اور میراث کے سبب سے ملک کا دعویٰ بمنزلہ ملک مطلق کے دعویٰ کے ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اگر ایک گھر پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے یہ دعویٰ کیا کہ ایک سال سے یہ میرا ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ بیس برس سے اس کا ہے تو گواہی باطل ہے اور اگر مدعی نے بیس برس سے ملکیت کا دعویٰ کیا کہ ایک سال سے یہ میرا ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ بیس برس سے اس کا ہے تو گواہی باطل ہے اور اگر مدعی نے بیس برس سے ملکیت کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ ایک سال سے اس کا ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی مال معین پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اس شخص قابض نے مجھ سے ایک مہینہ سے لے کر قبضہ کرلیا ہے اور ناحق لے کر قبضہ کرلیا ہے اور گواہوں نے اس کی ملکیت کی گواہی دی اور قبضہ کی مدت نہ بیان کی کہ کب سے لے کر اس نے قبضہ کیا ہے تو گواہی قبول[1] نہ ہوگی اسی طرح اگر مدعی نے بلامیعاد مدعا علیہ کے قبضہ کر لینے کا دعویٰ کیا یعنی دعویٰ میں اس نے کچھ مدت نہ بیان کی اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ایک مہینہ سے قبضہ کرلیا ہے تو بھی مقبول نہ ہوگی لیکن اگر مدعی نے اس طرح توفیق دی کہ میری یہی مراد تھی کہ ایک مہینہ سے اس نے قبضہ کرلیا ہے تو مقبول ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ بدوں توفیق دینے کے ایسی گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے مدعی نے دعویٰ کیا کہ اس نے اس قدر میرا مال ایسی وجہ سے اپنے قبضہ میں کیا ہے کہ اس پر واپس کرنا ضروری ہے اور گواہوں کے مطلقاً قبضہ کر لینے کی گواہی دی اور یہ نہ کہا کہ مدعا علیہ نے ایسی وجہ سے قبضہ کیا ہے کہ اس کو واپس کر دینا واجب ہے تو اصل قبضہ کے باب میں گواہی مقبول ہوگی پس واپس دینا واجب ہوگا کذا فی البحر الرائق۔ اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے قبضہ کر لینے کا اقرار کیا ہے تو بھی مقبول ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

اگر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے اس قدر مال پر قبضہ کیا اور ناحق قبضہ کیا ہے اور اس کے گواہوں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے بطریق سود لینے کے قبضہ کیا ہے تو گواہی قبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور اگر مدعی نے غصب کی راہ سے قبضہ کر لینے کا دعویٰ کیا

---

[1] قبول نہ ہوگی یعنی ملک مدعی کے بارہ میں نہیں قبول ہے کیونکہ اس وقت گواہ اپنا معائنہ بیان کرتے ہیں مگر بلا تاریخ اور اصح یہ کہ قبول ہونی چاہئے کیونکہ مقصود صرف اسی قدر کہ اس نے ناحق قبضہ کیا اور اسی وقت وہ گواہ ہوئے تو مدت یاد رکھنا ان پر لازم نہیں ہے فافہم۔

اور گواہوں نے سود کی وجہ پر قبضہ کر لینے کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ تو نے میرے مال سے ایک اونٹ ناحق اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اور اس کی قیمت اور رنگ ذکر کر دیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ اس قابض نے فلاں شخص کا اونٹ اپنے قبضہ میں کر لیا ہے یعنی مدعی کے سوا دوسرے کا نام لیا تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہاں تک کہ جبراً حاضر لانے کا حکم کیا جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر گواہوں نے بیان کیا کہ اس شخص نے فلاں شخص کا غلام غصب کر لیا تھا مگر پھر اسے واپس دیا اور وہ اپنے مالک کے پاس مر گیا اور مغصوب منہ نے کہا کہ مجھے اس نے واپس نہیں دیا اور اسی کے پاس مر گیا ہے اور مشہود علیہ نے کہا کہ نہ میں نے غصب کیا اور نہ میرے پاس مر گیا اور نہ اس میں کوئی چیز واقع ہوئی تو فرمایا کہ میں اس کی قیمت مدعی کو دلاؤں گا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر گواہوں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے غصب کیا اور اس کے مالک نے اس غلام کو غاصب کے پاس مار ڈالا ہے اور مغصوب منہ بیان کیا کہ میرے پاس سے اس نے غصب کر لیا ہے مگر میں نے اس کے پاس غلام کو قتل نہیں کیا اور وہ اسی کے پاس مر گیا ہے اور مشہود علیہ نے بیان کیا کہ میں نے کوئی غصب نہیں کیا اور نہ مدعی نے کوئی اپنا غلام میرے پاس مار ڈالا ہے تو اس صورت میں بھی مدعا علیہ پر غلام کی قیمت واجب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ مدعا علیہ نے ہلاک کر ڈالا ہے اور گواہوں نے مدعا علیہ کے قبضہ کر لینے کی گواہی دی تو قبول ہوگی مدعی نے دعویٰ کیا کہ اس نے میرے مال میں سے اس قدر اسباب تلف کیا اور اس پر اس کی قیمت واجب ہے اور گواہوں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اس کو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر کے سپرد کر دیا ہے تو گواہی مقبول ہے اور اگر فقط بیع کر دینا ذکر کیا اور سپرد کرنا نہ ذکر کیا تو یہ گواہی تلف کر دینے پر درست نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر دعویٰ کیا کہ اس نے میرا گدھا غصب کر لیا ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ گدھا مدعی کی ملک ہے اور اس شخص کے قبضہ میں ناحق ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

اگر دس من آٹا مع بھوسی ملے ہوئے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے آٹے کی بدوں بھوسی کے گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر چھنے ہوئے آٹے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے بے چھنے ہوئے کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اگر مدعی نے کھری چاندی کا دعویٰ کیا اور وزن بیان کر دیا اور گواہوں نے چاندی اور وزن کی گواہی دی اور کھری وغیرہ صفت کا بیان نہ کیا تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور ردی چاندی دلوائی جائے گی یہ خلاصہ میں لکھا ہے منتقی میں مذکور ہے کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرے اور قابض کے درمیان نصف نصف ہے کہ مجھے باپ کی میراث میں ملا ہے اور قابض نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ سب میرا ہے پھر مدعی گواہ لایا کہ جنہوں نے گواہی دی کہ یہ گھر اس مدعی کے باپ کا ہے اور وہ مر گیا اور اس نے اس مدعی کے واسطے میراث چھوڑا ہے اور اس کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے پس امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر پہلے مدعی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس میں سے آدھا قابض کو میری طرف سے نکل گیا ہے تو اس کے گواہوں کی یہ گواہی باطل ہوگی اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے اس کا آدھا مدعا علیہ کے ہاتھ ہزار درہم فروخت کیا تھا تو قاضی اس کو بیع کر دینے کے دعویٰ میں صادق نہ جانے گا اور نہ اس کو اپنے گواہوں کو جھٹلانے والا گردانے گا اور آدھے گھر کی ڈگری اس کے نام میراث کی وجہ سے کر دے گا اور اگر وہ اس کے گواہ لایا کہ میں نے آدھا گھر مدعا علیہ کے ہاتھ ہزار درہم کو فروخت کر دیا ہے یا اس نے اس شرط پر مدعا علیہ سے صلح کر لی ہے کہ آدھا گھر اس کے سپرد کر دے تو گواہی قبول ہوگی اور تمام گھر کی ڈگری اس کے نام کر دے گا اور آدھا گھر مدعا علیہ کے ہاتھ فروخت ہونے کا حکم دے گا بشرطیکہ مدعی نے بیع کا دعویٰ کیا ہو اور مدعا علیہ پر ثمن واجب نہ ہوگا اور اگر صلح کر لینے پر اس نے گواہ قائم کیے تھے تو صلح باطل کر کے تمام گھر مدعی کے حوالہ کیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے منتقی میں لکھا ہے کہ کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ اس گھر میں سے آدھا بانٹا ہوا میرا ہے اور وہ گھر دو شخصوں کے قبضہ میں تھا

کہ دونوں نے اس کو تقسیم کر لیا تھا اور ایک غائب ہو گیا تھا اور مدعی نے حاضر سے جھگڑا کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی کا یہی آدھا ہے جو اس حاضر کے قبضہ میں ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اگر ایک مال معین کسی شخص کے قبضہ میں تھا اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے اور اس پر گواہ قائم کئے پھر مدعی نے کہا کہ یہ مال ہرگز کبھی میرا نہ تھا تو گواہی باطل اور نامقبول ہوگی اور اگر حکم قاضی ہو چکا تھا تو باطل ہو جائے گا اور اسی طرح اگر ہرگز کا لفظ نہ کہا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک غلام پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور گواہ پیش کئے کہ جنہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ یہ غلام مدعی کی ملک ہے تو گواہی قبول ہوگی اور اگر گواہوں نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ میں نے مدعی سے خریدا ہے اور مدعی نے کہا کہ اس نے یہ اقرار کیا لیکن میں نے اس کے ہاتھ نہیں فروخت کیا ہے تو مدعی غلام کو لے لے گا اسی طرح اگر قبضہ بطور چکانے کے واقع ہونے کا اقرار کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ مدعی نے مجھے کرایہ پر دیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر گواہی دی کہ مدعا علیہ نے کہا کہ تو نے میرے ہاتھ اتنے داموں کو فروخت کیا ہے یا یہ گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ مدعی نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تب بھی یہی حکم ہے اور اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھے دیا ہے تو قبول نہ ہوگی اور اگر یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے غصب کر لینے کا اقرار کیا یا یہ اقرار کیا کہ مدعی نے میرے پاس رہن کیا ہے تو مقبول ہوگی اور غلام مدعی کو دلایا جائے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک باندی پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ باندی میری تھی اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ باندی اس کی ہے تو یہ مسئلہ کسی کتاب میں مذکور نہیں اور مشائخ نے ایسی گواہی میں اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ قبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ مقبول نہ ہوگی اور یہی اصح ہے یہ محیط و ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دعویٰ کیا کہ یہ باندی میری تھی اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ اس کی تھی تو مقبول نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ اس کی تھی تو مقبول ہوگی اگر ایک شخص نے ایک گھر پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ گھر اس مدعی کے قبضہ میں تھا تو ظاہر الروایت کے موافق گواہی نامقبول اور ڈگری نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک گھر کا دعویٰ کیا اور اس میں سے ایک کوٹھڑی اور اس کے جانے کا راستہ اور تمام حقوق و مرافق کو نکال دیا پھر گواہوں نے اس کے واسطے گھر کی گواہی دی اور جو کچھ مدعی نے نکال ڈالا تھا اس کا استثناء نہ کیا تو مقبول نہ ہوگی لیکن اگر مدعی نے توفیق اس طرح دی کہ سب گھر میرا تھا لیکن جو کچھ میں نے نکالا ہے وہ اس کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا تو مقبول ہوگی یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اگر گواہوں نے ایک دار کی کسی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی اور مشہود لہ نے کہا کہ اس میں سے فلاں بیت سوائے مدعا علیہ کے فلاں شخص کا ہے میرا نہیں ہے تو اس نے اپنے گواہوں کی تکذیب کی پس اگر اس نے قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ بیان کیا تو اس کے لئے اور دوسرے مقرلہ کے لئے کسی چیز کی ڈگری نہ ہوگی اور اگر حکم دینے کے بعد بیان کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ فلاں شخص کے واسطے جو اقرار کیا ہے وہ جائز رکھوں گا اور فلاں شخص کو دلا دوں گا اور باقی دار مدعا علیہ کو واپس دلاؤں گا اور یہ مدعی اس بیت کی قیمت جو اس نے دوسرے فلاں شخص کے واسطے اقرار کیا ہے مشہود علیہ کو ڈانڈ دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک دار کا دعویٰ کیا اور گواہ لایا اور عمارت کا حکم تبعاً دے دیا گیا پھر مدعی نے کہا کہ عمارت مدعا علیہ کی ہے یا مدعا علیہ نے اس پر گواہ پیش کئے تو عمارت اس کو دلا دی جائے گی اور زمین کی بابت جو حکم ہوا ہے وہ باطل نہ ہوگا اور اگر گواہوں نے اپنی گواہی میں عمارت کو بھی صاف ذکر کیا تھا اور حکم قضا اس کے ساتھ بھی متعلق ہوا تھا پھر مدعی نے اقرار کیا کہ عمارت مدعا علیہ کی ہے تو حکم قضا باطل ہوگا پھر اگر مدعا علیہ نے گواہ پیش کئے کہ عمارت اس کی ہے تو کچھ حکم نہ دیا جائے گا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔

منتقی میں ہے کہ اگر گواہوں نے کسی شخص کی طرف سے ایک دار کی گواہی دی پھر جب ان کی تعدیل ثابت ہوگئی تو مدعا علیہ نے کہا کہ عمارت میری ہے میں نے بنوائی ہے اور اس پر گواہ پیش کرنے چاہے پس اگر مدعی کے گواہ حاضر ہوں تو قاضی ان سے دریافت کرے گا کہ عمارت کس کی ہے پس اگر انہوں نے کہا کہ مدعی کی ہے تو مدعا علیہ کے قول کی طرف التفات نہ کرے گا اور اگر انہوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ عمارت کس کی ہے ہاں اس کی ہم گواہی دیتے ہیں کہ زمین مدعی کی ہے تو عمارت مدعا علیہ کو دلائی جائے گی بشرطیکہ گواہ قائم کرے اور حکم دیا جائے گا کہ عمارت گرا کر زمین مدعی کے سپرد کرے اور اگر مدعا علیہ گواہ نہ لایا تو قاضی مدعی کی گواہی پر اس کے واسطے زمین کی ڈگری کر دے گا اور عمارت زمین کے تابع ہوگی بعد از اں اگر مدعا علیہ گواہ لایا کہ عمارت میری ہے تو لے لے گا یہ فصول عمادیہ میں منتقی میں ہے کہ اگر گواہ مدعی دار کی گواہی دے کر مر گئے یا غائب ہو گئے اور مدعی کو یہ قدرت نہ رہی کہ پھر ان کو حاضر کرے پھر ایک شخص آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ اس دار کی عمارت میری ہے اور اس کے دو گواہوں نے اس پر گواہی دی تو قاضی دار کے مدعی کے واسطے زمین کی ڈگری کر دے گا اور عمارت دونوں مدعیوں میں نصف نصف تقسیم ہوگی پھر اگر مدعا علیہ نے حکم قاضی سے پہلے یا بعد اس کے گواہ پیش کئے کہ عمارت میری ہے تو مقبول نہیں ہے اور اگر مدعی کے گواہوں نے بیان کیا کہ زمین مدعی کی ہے اور ہم نہیں جانتے ہیں کہ عمارت کس کی ہے تو مدعی کے واسطے زمین کی ڈگری کی جائے گی اور عمارت کی ڈگری خاص اس کے مدعی کے لئے ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور جس زمین میں خرما وغیرہ کے درخت ہوں اور گواہ درختوں اور زمین کی تفصیل نہ بیان کریں تو اس کا حکم مثل دار کے ہے اور قاضی زمین کی ڈگری مدعی کے واسطے کرے گا اور درخت اس کے تابع ہوں گے یہ کہ گواہی درختوں پر معتبر ہوگی اور اسی طرح اگر گواہوں نے کہا کہ یہ انگوٹھی یا یہ تلوار فلاں مدعی کی ہے اور نگینہ اور حلیہ کا ذکر نہ کیا تو قاضی مدعی کے واسطے انگوٹھی مع نگینہ اور تلوار مع حلیہ کے ڈگری کر دے گا بدوں اس کے کہ نگینہ اور حلیہ کی نسبت گواہی کی وجہ سے حکم دینا معتبر ہو اور اسی وجہ سے اگر مدعا علیہ نے نگینہ یا حلیہ اپنی ملکیت ہونے کے گواہ پیش کئے تو اس کے لئے حکم ہو جائے گا خواہ قاضی نے اس کے لئے مدعی کے واسطے پہلے حکم دے دیا ہو یا نہ دیا ہو یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

اگر گواہوں نے ایک باندی کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے یہ گواہی دی کہ یہ باندی اس مدعی کی ہے اور اس کی ڈگری ہوگئی ☆

ایک باندی ایک شخص کے قبضہ میں ہے اور اس کی لڑکی دوسرے کے قبضہ میں ہے پھر ایک مدعی نے باندی کے قابض پر نالش کی کہ یہ میری ہے اور قاضی نے اس کی ڈگری کر دی تو اس کو باندی کی لڑکی لینے کا اختیار اسی حکم سے حاصل نہ ہوگا اسی طرح اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک درخت ہے اور اس کے پھل دوسرے کے پاس ہیں پھر ایک مدعی نے درخت کے قابض پر گواہ پیش کر کے قاضی کے حکم سے درخت لے لیا تو اس حکم سے اس کو پھل لے لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں منقول ہے اگر گواہوں نے ایک باندی کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے یہ گواہی دی کہ یہ باندی اس مدعی کی ہے اور اس کی ڈگری ہوگئی پھر گواہ غائب ہو گئے یا مر گئے اور معلوم ہوا کہ اس باندی کی کوئی اولاد مشہود علیہ کے پاس ہے کہ جس کو گواہوں نے نہیں دیکھا تھا تو مدعی اس کو لے لے گا اور اسی طرح اگر مدعا علیہ کے پاس باندی کی اولاد ہونا معلوم ہو مگر گواہوں نے صرف باندی کی گواہی دی تو بھی مدعی باندی مع اولاد حکم قاضی سے لے لے گا اور اگر قابض نے کہا کہ میں اس کے گواہ پیش کرتا ہوں کہ یہ اولاد میری ہے تو قاضی التفات نہ کرے گا اور باندی مع اولاد مدعی کو دلا دے گا پھر جب قاضی نے ایسا حکم دے دیا پھر گواہ حاضر ہوئے اور کہا کہ اولاد مدعی کی نہیں ہے مدعا علیہ کی ہے تو

قاضی اس کو نہ دلائے گا اگرچہ گواہ لائے اور اگر حکم دینے سے پہلے گواہ حاضر تھے اور قاضی نے ان سے دریافت کیا کہ اولاد کس کی ملک ہے انہوں نے کہا کہ مدعا علیہ کی ہے یا کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں تو قاضی اولاد کی نسبت کچھ حکم نہ دے گا اور باندی مدعی کو دلائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور گواہ سنائے اور قاضی نے ڈگری کر دی پھر مدعی نے اقرار کیا کہ یہ گھر سوائے مدعا علیہ کے فلاں شخص کا ہے میرا حق اس میں نہیں ہے اور فلاں شخص نے خواہ اس کی تصدیق کی یا تکذیب کی تو اس سے حکم قضا باطل نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر مدعی نے کہا کہ یہ گھر میرا نہیں ہے یہ تو فلاں شخص کا ہے اور فلاں شخص نے اس کی تصدیق کی تو گھر اس کا ہے اور مدعی اپنے مدعا علیہ کو کچھ ضمان نہ دے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر مدعی نے بعد حکم قضا کے یہ بیان کیا کہ یہ گھر فلاں شخص کا ہے میرا ہرگز کبھی نہیں تھا پس یا تو اس نے پہلے دوسرے کے واسطے اقرار کیا پھر اپنی ملک سے نفی کی یا پہلے اپنی ملک ہونے سے نفی کی پھر دوسرے کے واسطے اقرار کیا پس اگر فلاں شخص نے اس کی تمام باتوں میں تصدیق کی تو حکم قاضی باطل ہوا اور وہ گھر پھر مدعا علیہ کو واپس دیا جائے گا اور اس فلاں شخص کو کچھ نہ ملے گا اور اگر فلاں شخص نے مدعی کے اس قول کی کہ میرا کبھی نہ تھا تکذیب کی اور اقرار کی تصدیق کی اور کہا کہ یہ گھر اس مدعی کا تھا پھر اس نے بعد حکم قضا کے کسی سبب سے مجھے اس کا مالک کر دیا اور اب فی الحال میری ملکیت ہے تو گھر فلاں شخص کو دلایا جائے گا اور مدعی اس کی قیمت کی ڈانڈ مدعا علیہ کو بھرے گا خواہ اس نے پہلے اقرار کیا پھر نفی کی ہو یا اس کا عکس ہو کذا فی الجامع اور مشائخ نے اس مسئلہ میں فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اول نفی کی ہو اور پھر اقرار کیا ہو مگر کلام متصل ہو تو اقرار صحیح ہوگا اور اگر بات کو توڑ کر دوبارہ اقرار کیا یعنی نفی اور اقرار میں جدائی کر دی تو اقرار صحیح نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر قاضی نے ہنوز مدعی کے واسطے دار کی ڈگری نہیں کی تھی اور اس نے بیان کیا کہ یہ گھر فلاں شخص کا ہے اس میں میرا کچھ حق نہیں ہے یا کہا کہ یہ گھر میرا نہیں ہے فلاں شخص کا ہے تو قاضی اس کے واسطے گھر کی ڈگری نہیں کرے گا لیکن اگر مدعی نے اس صورت میں کہ یہ فلاں شخص کا گھر ہے یہ بیان کیا کہ میں نے گواہوں کی گواہی کے بعد فلاں شخص کے ہاتھ اس کو بیچ ڈالا ہے یا اس کو ہبہ کر دیا ہے اور مجلس قضا سے غائب ہونے کے بعد اس نے قبضہ کر لیا ہے اور یہ کلام اس نے اپنے کلام سے ملا کر بیان کیا تو قاضی گھر کی ڈگری اس کے واسطے کر دے گا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے کہا کہ میرے قبضہ میں نہیں ہے پھر مدعی کے گواہوں نے بیان کیا کہ یہ گھر مدعا علیہ کے پاس اور اس کی ملکیت ہے تو قاضی مدعی سے دریافت کرے گا اگر اس نے بیان کیا کہ ہاں ایسا ہی ہے جیسا گواہوں نے بیان کیا کہ گھر مدعا علیہ کے قبضہ اور ملکیت میں ہے تو مدعی نے گھر مدعا علیہ کی ملکیت ہونے کا اقرار کیا اور اگر اس نے بیان کیا کہ گواہ سچے ہیں کہ گھر اس کے قبضہ میں ہے اور میں اس کی تصدیق نہیں کرتا ہوں کہ اس کی ملکیت ہے تو ہوسکتا ہے اور مدعا علیہ اس کا مخاصم قرار دیا جائے گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

۱؎ اس وقت ہے کہ یہ گواہ از جانب مدعی نہ تھے۔

تیسری فصل:

ان صورتوں کے دعویٰ کے بیان میں جن میں کسی عقد کا دعویٰ ہے یا کسی ایسے سبب کا دعویٰ ہے جو ملک کا سبب ہوتا ہے

اگر میراث یا خرید کے سبب سے کسی گھر کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی یہ تبیین اور ذخیرہ اور محیط میں ہے اور مشہور[1] یہ ہے کہ میراث کا دعویٰ مثل ملک مطلق کے دعویٰ کے ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اقضیہ میں ہے کہ اگر خرید کے سبب ملک کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو نامقبول ہوگی بشرطیکہ دعویٰ میں کسی شخص معروف سے خرید نے کو ذکر کیا اور اس کے نام شناخت ذکر کر دی ہو اور اگر کسی غیر معروف سے خرید نے کو ذکر فرمایا اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے ایک شخص مشہور سے خرید نے کا دعویٰ کیا اور اس کو اس کے باپ دادا کی طرف نسبت کر دیا مگر خرید نامع قبضہ کے ذکر کیا اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ وجیز کردری میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ میں نے سوائے قابض کے فلاں شخص سے خریدا ہے اور دو گواہ لایا کہ جنہوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں شخص نے اس کو ہبہ کیا ہے اور اس نے اس سے قبضہ کیا ہے اور وہ اس کا مالک تھا تو ایسی گواہی قبول نہ ہوگی لیکن اگر یوں توفیق دی کہ میں نے اس سے خریدا تھا مگر اس نے انکار کیا پھر مجھے ہبہ کر دیا اور اس پر گواہ پیش کر دیئے تو مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے ہبہ کیا ہے اور مجھ پر صدقہ نہیں کیا ہے اور صدقہ کے دو گواہ سنائے اور کہا کہ مجھے کبھی ہبہ نہیں کیا ہے حالانکہ قاضی کے سامنے ہبہ کا دعویٰ کیا تھا تو یہ اپنے گواہوں کو جھٹلانا اور اپنے کلام میں تناقض ہے پس نہ دعویٰ مسموع ہوگا اور نہ گواہی مقبول ہوگی اور اگر اس نے ہبہ کا دعویٰ کیا اور یہ نہ کہا کہ مجھے کبھی صدقہ میں نہیں دیا ہے پھر بعد اس کے صدقہ کے گواہ لایا اور بیان کیا کہ اس نے مجھے ہبہ کر کے دینے سے انکار کیا تو میں نے اس سے صدقہ میں مانگا پس اس نے صدقہ دے دیا تو میں اس گواہی کو جائز رکھوں گا یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر کسی کے پاس ودیعت رکھنے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ مدعا علیہ نے مدعی کی ودیعت رکھنے کا اقرار کیا ہے تو قبول ہوگی جیسے غصب کی صورت میں مقبول ہوتی ہے اور یہی حکم عاریت کا ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

مسئلہ ☆ اگر مدت ایک سال سے خرید نے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ ایک مہینہ ہوا کہ اس نے صدقہ میں دے دیا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی ☆

اگر شروع ایک سال سے خرید لینے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے خرید کی گواہی دی اور تاریخ کا ذکر نہ کیا تو مقبول ہوگی اور اگر اس کا الٹا ہو تو نہیں مقبول ہوگی اگر مدعی نے تاریخ خرید اایک ماہ ذکر کی اور گواہوں نے اس کا آدھا ذکر کیا تو مقبول ہے اور اگر اس کا الٹا ہو تو غیر مقبول ہے یہ خلاصہ میں ہے ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ قابض نے مجھے ایک سال ہوا کہ صدقہ میں دیا ہے اور میں نے قبضہ کیا ہے اور قابض نے انکار کیا پھر مدعی گواہ لایا کہ انہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے دو سال سے خریدا ہے تو مقبول نہ ہوگی لیکن اگر اس طرح توفیق دی کہ پہلے میں نے اس سے خریدا پھر اسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر اس نے ایک

---

[1] قولہ مشہور ہے اور بزازیہ میں اس پر جزم ویقین کیا ہے کذافی البحر الرائق۔

سال ہوا کہ مجھے صدقہ میں دے دیا اور اس توفیق پر گواہوں نے بیع کی گواہی دی اور پھر صدقہ کی گواہی دی تو مقبول ہو گی اور اگر پہلے ہی قابض سے خریدنے کا ابتدائے ایک سال سے دعویٰ کیا اور گواہوں نے دو سال کی تاریخ سے صدقہ دے دینے کی گواہی دی تو مقبول نہ ہو گی لیکن اگر یہ بیان کیا کہ ابتدائے دو سال سے اس نے مجھے صدقہ میں دیا پھر میں نے اس کے ہاتھ فروخت کیا پھر ایک سال ہوا کہ میں نے خرید لیا اور اس پر گواہ بھی پیش کئے تو مقبول ہوں گے اور اگر ایک سال سے صدقہ کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ ایک مہینہ ہوا کہ اسے خریدا ہے تو مقبول نہ ہو گی لیکن اگر بیان کیا کہ سال بھر ہوا کہ اس نے صدقہ میں دیا تھا پھر کسی سبب سے اس کے پاس پہنچ گیا اور اس نے صدقہ سے انکار کر دیا پھر ایک مہینہ ہوا کہ میں نے خرید لیا ہے اور اس کو گواہی سے ثابت کر دیا تو مقبول ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر مدت ایک سال سے خریدنے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ ایک مہینہ ہوا کہ اس نے صدقہ میں دے دیا ہے تو گواہی مقبول نہ ہو گی لیکن جبکہ دونوں قولوں میں موافقت[1] ثابت کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دعویٰ کیا کہ میں نے ایک سال سے اپنے باپ کی میراث میں پایا ہے اور گواہوں نے کہا کہ قاضی کے پاس سے اٹھ جانے کے بعد اسے قابض سے خریدا ہے تو قبول نہ ہو گی لیکن اگر اس طرح توفیق دی کہ اس نے میرے میراث سے مجھے روک دیا پھر اب میں نے اس سے خرید لیا ہے تو گواہی مقبول ہو گی بشرطیکہ دوبارہ گواہی کا اعادہ کرے۔

اگر ایک باندی پر جو ایک شخص کے ہاتھ میں ہے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو اپنے اس غلام کے عوض خریدا ہے اور اس کو ایک مہینہ ہوا اور بائع نے اس سے انکار کیا اور مدعی کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اس باندی کو اس مدعا علیہ سے ایک ہزار درہم کو قاضی کے پاس سے اٹھ جانے کے بعد خریدا ہے تو گواہی مقبول نہ ہو گی لیکن اگر توفیق اس طرح بیان کی کہ پہلے میں نے ایک مہینہ ہوا کہ جب بعوض غلام کے خریدی تھی پھر جب اس نے انکار کیا تو میں نے اب ایک ہزار درہم کے عوض خریدی ہے پس اگر اس پر گواہ پیش کئے تو گواہی خرید کی مقبول ہو گی اور اگر پہلے دعویٰ کیا کہ میں نے ایک مہینہ ہوا کہ غلام کے عوض یہ باندی خریدی پھر اس نے جو گواہ سنائے انہوں نے بیان کیا کہ اس نے ایک سال ہوا یا اس سے زیادہ کہ اس نے خرید کیا ہے تو مقبول نہ ہو گی لیکن اگر بیان کیا کہ موافق گواہوں کے بیان کے پہلے ایک سال ہوا کہ میں نے خریدی تھی پھر اس کے ہاتھ بیچ ڈالی پھر ایک مہینہ ہوا کہ اس سے خریدی ہے اور بعد اس بیان کے گواہوں نے خرید فروخت کی گواہی دی تو توفیق درست ہو گی اور اس کی ڈگری کر دی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک غلام پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو قابض سے خریدا ہے اور قابض منکر ہے پھر مدعی کے گواہوں نے بیان کیا کہ اس قابض نے مدعی کے ہاتھ یہ غلام فروخت کیا مگر ہم نہیں جانتے ہیں کہ یہ بائع کا ہے یا نہیں ہے تو گواہی جائز ہے اور اگر مدعی ایسے دو گواہ لایا کہ جنہوں نے یہ گواہی دی کہ غلام ہمارا ہے مگر اس مدعا علیہ نے اس مدعی کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے تو قاضی ان کی گواہی پر مدعی کو دلائے گا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے سے ایک گھر خریدنے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے اس کے وکیل سے خریدنے کی گواہی دی یا یہ گواہی دی کہ فلاں درمیانی نے فروخت کیا اور اس مدعا علیہ نے بیع کی اجازت دے دی تو گواہی مقبول نہ ہو گی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

اگر مدعی نے کہا کہ یہ عورت اس سبب سے میری بیوی ہے کہ میں نے اس قدر مہر پر اس سے نکاح کر لیا ہے اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ عورت مدعی کی منکوحہ ہے اور نکاح کرنے کا ذکر نہ کیا تو مقبول ہے اور مہر مثل دلوایا جائے گا بشرطیکہ مہر مثل اس مقدار کے برابر ہو جو مدعی نے بیان کیا یا کم ہو اور اگر زائد ہو تو زیادتی کا حکم نہ ہو گا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک عورت پر یہ

---

[1] موافقت مثلاً اس طرح کہ مدعا علیہ نے فروخت سے انکار کر دیا تھا پھر میں نے صدقہ مانگا تو ایک مہینہ ہوا جب اس نے صدقہ دیا۔

دعویٰ کیا کہ اس نے اپنے تئیں میرے ساتھ پچاس دینار پر بیاہ دیا ہے اور گواہوں نے نکاح کی گواہی دی اور مہر کا ذکر نہ کیا تو گواہی مقبول ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی نے کہا کہ یہ میری عورت ہے یا یہ میری منکوحہ ہے اور گواہوں نے کہا کہ اس نے اس عورت سے نکاح کیا تھا اور فی الحال بیوی ہونے کا کچھ ذکر نہ کیا کہ اب اس کی منکوحہ ہے تو ایسی گواہی مقبول ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر ایک مدعی نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ اس نے کبریٰ سے نکاح کیا ہے لیکن ہم کبریٰ کو نہیں جانتے ہیں تو قاضی مدعی سے گواہ طلب کرے گا کہ جس پر تو دعویٰ کرتا ہے یہی کبریٰ ہے دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس عورت نے اس مرد کے ساتھ نکاح کیا تھا مگر ہم نہیں جانتے ہیں کہ اب یہ اس کی عورت ہے یا نہیں یا گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے یہ شے معین اس کے ہاتھ فروخت کر دی تھی مگر ہم نہیں جانتے ہیں کہ اب اس کی ملکیت میں ہے یا نہیں ہے تو بدلیل استصحاب[1] فی الحال نکاح اور ملکیت کا حکم دیا جائے گا اور نکاح کا گواہ فی الحال کا گواہ ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرے مالک نے مجھے آزاد کر دیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ وہ حر ہے تو مقبول نہ ہوگی اور بعض نے کہا کہ مقبول ہے اور اگر باندی نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے مجھے آزاد کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ حرہ ہے تو مقبول ہے اور اگر غلام نے اصلی آزادی کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے اس کی طرف سے گواہی دی کہ فلاں شخص نے اسے آزاد کیا ہے تو بعض نے کہا مقبول نہیں ہے اور بعض نے کہا مقبول ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

باب : ⑧

گواہوں کے اختلاف کے بیان میں

امام اعظمؒ کے نزدیک گواہوں میں لفظاً و معنی اتفاق ہونا معتبر ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ صرف معنی میں اتفاق ہونا معتبر ہے اور لفظ میں متفق ہونے سے یہ مراد ہے کہ بطریق وضع[2] کے نہ بطریق تضمن کے دونوں الفاظ کے ایک معنی پیدا ہوں یہ تبیین میں لکھا ہے حتیٰ کہ اگر غصب کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے غصب کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اگر ودیعت کا دعویٰ کیا اور ایک نے ودیعت رکھنے کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار ایداع کی گواہی دی تو مسئلہ غصب کے قیاس پر مقبول نہ ہونا چاہئے اور مسئلہ قرض کے قیاس پر مقبول ہونا چاہئے کذا فی الفصول العمادیہ اور گواہوں کے الفاظ ایک معنی کو بطور وضع کے مقید ہوں خواہ بعینہ الفاظ ہوں یا مرادف الفاظ ہوں حتیٰ کہ اگر ایک نے ہبہ کی اور دوسرے نے عطیہ کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر ایک نے نکاح کی گواہی دی اور دوسری نے تزویج کی گواہی دی تو مقبول ہے اس کو محیط میں ذکر کر کے کچھ اختلاف نہیں بیان کیا یہ تبیین میں لکھا ہے اور طلاق کی کنایات میں اگر ایک نے گواہی دی کہ اس نے کہا تھا کہ تو خلیہ[3] ہے اور دوسرے نے کہا کہ تو بریہ ہے تو سب کے نزدیک مقبول نہیں ہے اسی طرح اگر ایک نے گواہی دی کہ اس نے کہا تھا کہ تجھ کو میں نے طلاق دی اگر تو اس گھر میں داخل ہو اور یہ عورت داخل ہوگئی اور دوسرے نے گواہی دی کہ تجھ کو طلاق ہے اگر تو فلاں شخص سے کلام کرے اور اس نے کلام کیا تو سب کے نزدیک مقبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ اس نے تین طلاق دی ہیں اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے کہا تھا کہ تو مجھ پر حرام ہے اور تین طلاق کی نیت کی تھی تو سب کے نزدیک غیر مقبول ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

---

[1] استصحاب یعنی جو حالت فی الحال موجود ہے اسی کو حاکم ٹھہرا کر حکم لگا دیں لیکن مشائخ نے کہا کہ یہ حکم نہیں بلکہ اپنے حال پر چھوڑنا کہلاتا ہے اور یہی صحیح ہے۔

[2] قولہ وضع یعنی لغت کی راہ سے مطابقی معنی خواہ بعینہ الفاظ ہوں یا مترادف ہوں اور معنی تضمنی نہ ہوں جو ضمناً نکلتے ہیں۔

[3] خلیہ گردن بند سے رہا کنایہ طلاق ہے بریہ آزاد کنایہ طلاق ہے۔

ایک گواہ نے ایک ہزار قرضہ کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک کسی قدر کے واسطے مقبول نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک ہزار درہم پر گواہی مقبول ہوگی بشرطیکہ مدعی دو ہزار کا دعویٰ کرتا ہو اور علیٰ ہذا سو درہم اور دو سو درہم یا ایک طلاق اور دو طلاق یا تین طلاق میں اگر یہ صورت واقع ہوئی تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور امام اعظمؒ کا قول اس مسئلہ میں صحیح ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور اگر پندرہ کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے پندرہ کی اور دوسرے نے دس کی گواہی دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک کسی قدر کی ڈگری نہ کی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر ایک نے ہزار کی اور دوسرے نے ڈیڑھ ہزار کی گواہی دی اور مدعی ڈیڑھ ہزار کا دعویٰ کرتا ہے تو گواہی ایک ہزار پر مقبول ہوگی اور اس کی نظیر ایک طلاق اور ڈیڑھ طلاق ہے اور سو اور ڈیڑھ سو یہ ہدایہ میں ہے اور اگر مدعی نے کہا کہ فقط ایک ہزار تھے اس سے زیادہ نہ تھے تو جس نے ڈیڑھ ہزار کی گواہی دی اس کی گواہی باطل ہے اور اسی طرح اگر سوائے ہزار کے دعویٰ کے ساکت رہا تب بھی یہی حکم ہے اور اگر مدعی نے اس طرح توفیق دی کہ اصل حق میرا ڈیڑھ ہزار درہم تھے جیسا کہ گواہ نے گواہی دی لیکن پانچ سو درہم میں نے وصول کر لئے یا اس کو معاف کر دیئے اور گواہ کو معلوم نہ ہوا تو گواہی مقبول ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے اگر ایک نے بیس پر اور دوسرے نے پچیس[1] پر گواہی دی تو بالا جماع بیس کی گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مدعی پچیس کا دعویٰ کرتا ہو اور اگر بیس کا دعویٰ کرتا ہو تو بالا جماع غیر مقبول ہے اور اگر مدعی نے اس مسئلہ میں یا ایک ہزار اور دو ہزار کے مسئلہ میں اس طرح توفیق دینی چاہی کہ واقعی اس پر میرے دو ہزار درہم آتے تھے مگر میں نے اس کو ایک ہزار درہم معاف کر دیئے تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر ہزار درہم قرض ہونے کی گواہی دی مگر ایک گواہ نے دودھیا درہم بیان کئے اور دوسرے نے کالی چاندی کے بیان کئے حالانکہ دودھیا درہم کی چاندی اس سے کھری ہوتی ہے پس اگر مدعی سیاہ چاندی کے درہم کا دعویٰ کرتا ہے تو گواہی بالکل مقبول نہ ہوگی لیکن اگر اس طرح توفیق دی کہ واقعی دودھیا درہم تھے جیسا کہ اس گواہ نے بیان کیا مگر میں نے اس کو اس جید درہم ہونے کی صفت سے معاف کر دیا تھا اور اس گواہ کو معلوم نہ ہوا دوسرے گواہ کو معلوم ہوا تو یہ گواہی سیاہ درہم پر مقبول ہوگی اور اگر دودھیا درہم کا دعویٰ کرتا ہے تو سیاہ درہم پر گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اقل پر دونوں گواہ لفظاً و معنیً متفق ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر قرض دار نے ادا کر دینے کا دعویٰ کیا پھر ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ قرض خواہ نے اقرار کیا ہے کہ میں نے بھر پایا ☆

اسی طرح یہ حکم تمام جگہوں میں جاری ہے کہ جب ایک جنس کے قدر یا وصف پر دونوں گواہ متفق ہوئے اور اس سے زیادہ میں اختلاف ہوا تو گواہی بقدر اتفاق کے مقبول ہوگی بشرطیکہ مدعی افضل کا دعویٰ کرتا ہو اور اگر قدر یا وصف میں اتفاق سے کمتر کا دعویٰ کرتا ہو تو گواہی بالکل مقبول نہ ہوگی اور اگر جنس میں اختلاف کیا مثلاً ایک نے ایک کر گیہوں کی اور دوسرے نے ایک کر جو کی گواہی دی تو خواہ کسی کیفیت سے اختلاف واقع ہو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دونوں نے ہزار درہم کی گواہی دی اور ایک نے کہا کہ اس میں سے مدعا علیہ نے پانچ سو درہم ادا کر دیئے ہیں تو ہزار درہم کا حکم دیا جائے گا اور گواہ کی پانچ سو درہم ادا کرنے کی گواہی قبول نہ ہوگی مگر جبکہ اس کے ساتھ دوسرا گواہ بھی اس کی گواہی دے تو مقبول ہوگی اور جب اس کو معلوم ہو گیا کہ مدعا علیہ نے پانچ سو

---

[1] قولہ پچیس اقول اس میں اصل یہ کہ بیان میں بیس اور پانچ کہے تو زائد بطور عطف ہے اور اسی طرح عرف میں محاورہ بھی ہو جیسے عربی میں خمسۃ وعشرون کہتے ہیں یہ اصول ہے اس سے معلوم ہوا کہ اردو زبان میں ہرگز مقبول نہیں ہے کیونکہ بست و پنج نہیں بلکہ پچیس کہتے ہیں فافہم۔

درہم ادا کر دیئے ہیں تو جب تک مدعی یہ قرار نہ کرے کہ اس نے پانچ سو درہم ادا کر دیئے ہیں تب تک اس پر واجب ہے کہ ہزار درہم کی گواہی مدعی کی طرف سے نہ دے تاکہ ظلم پر اعانت کرنے والا نہ شمار ہو تبیین اور کافی میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درہم قرض کا دعویٰ کیا اور دونوں گواہوں میں سے ایک نے قرض پر اور دوسرے نے قرض ہونے اور قرض دار کے ادا کر دینے پر گواہی دی تو دونوں کی گواہی قرض ہونے پر قبول ہوگی اور ادا کر دینے پر ظاہر روایت کے موافق گواہی قبول نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ قرض ہونے پر بھی یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور ظاہر روایت میں جو حکم مذکور ہوا وہ صحیح ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اگر قرض دار نے ادا کر دینے کا دعویٰ کیا پھر ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ قرض خواہ نے اقرار کیا ہے کہ میں نے بھر پایا اور دوسرے نے بری کر دینے کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اگر بری کر دینے کے گواہ نے یہ بیان کیا کہ قرض خواہ نے یوں اقرار کیا ہے کہ قرض دار نے میری جانب سے مال کی برأت کر لی تو دونوں کی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درہم ہیں اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کا قرضہ ادا کر دیا اور دو گواہوں میں سے ایک نے ادا کر دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے قرض خواہ کے بھر پانے کے اقرار کی گواہی دی تو قبول نہ ہوگی اگر قرض دار نے ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے قرض خواہ کے بھر پانے کے اقرار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ کر دینے یا صدقے کر دینے و تحلیل[1] کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے قرض دار نے برأت کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے بھی گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ قرض خواہ نے اس کو ہبہ کر دیا یا صدقہ میں دے دیا یا عطیہ دیا یا اس کو حلال کر دیا تو گواہی قبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے قرض دار نے برأت کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے ہبہ[2] کی اور دوسرے نے صدقہ کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اگر قرض دار نے ہبہ کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے ہبہ کی اور دوسرے صدقہ کی گواہی دی تو قبول نہ ہوگی اور اگر ایک نے برأت کی اور دوسرے نے عطیہ یا تحلیل واحلال کی گواہی دی تو مقبول ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر قرض دار نے وفا کر دینے کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ قرض خواہ نے اس کو فلاں شہر میں بری کر دیا اور دوسرے نے دوسرے شہر میں بری کرنے کی گواہی دی تو گواہی جائز ہے اگر کفیل نے ہبہ کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے ہبہ کی اور دوسرے نے برأت کی گواہی دی تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے فتاویٰ رشید الدین میں ہے کہ ایک عورت نے طلاق کے بعد مہر کا دعویٰ کیا اور شوہر نے دعویٰ کیا کہ اس نے مہر ہبہ کر دیا ہے اور دو گواہ لایا کہ ایک نے ہبہ کی گواہی دی اور دوسرے نے بری کر دینے کی تو مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے شرح جامع صغیر میں ہے کہ ہبہ جب ہے کہ عقد کا دعویٰ نہ کیا پس اگر یہ دعویٰ عقد میں ہو تو یہ آٹھ مسائل ہیں بیع اور اجارہ اور کتابت اور رہن اور مال کے عوض آزادی اور خلع اور عمداً خون کرنے کی صلح اور نکاح یہ خلاصہ میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کی طرف سے یہ گواہی دی کہ اس نے فلاں شخص کا غلام ہزار درہم کو خریدا ہے اور دوسرے نے ڈیڑھ ہزار کے خریدنے کی گواہی دی تو باطل ہے اور اسی طرح اگر مدعی بائع ہو تو بھی یہی حکم ہے اور کچھ فرق نہیں ہے خواہ مدعی دونوں گواہوں کے بیان سے کمتر مال کا دعویٰ کرتا ہو یا زیادہ کا اور اسی طرح کتابت میں اگر غلام خود مدعی ہو تو ظاہر ہے اور اگر مالک غلام مدعی ہو تو بھی ایسا ہے کیونکہ ادا کر دینے سے پہلے حق ثابت نہ ہوگا پس مقصود سبب کا ثابت کرنا ٹھہرے گا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر شفیع نے شفع طلب کیا اور ایک گواہ نے ایک ہزار درہم کو خریدنے کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کے خریدنے کی گواہی دی اور مشتری کہتا ہے کہ میں نے تین ہزار کو خریدا ہے تو گواہ قبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر ایک گواہ نے ہزار درہم کو خریدنے کی گواہی دی اور دوسرے نے سو دینار کو خریدنے کی گواہی دی تو بھی نامقبول ہے اور اسی طرح اگر ایک نے ایک شخص سے خریدنے کی گواہی دی اور دوسرے نے دوسرے

---

[1] تحلیل احلال حلیت یہ سب حلال ومعاف کرنے کے معنی ہیں۔ [2] قولہ ہبہ یعنی قرض خواہ نے اپنا قرضہ اس قرض دار کو ہبہ کر دیا یا صدقہ دے دیا۔

سے خریدنے کی گواہی دی تو بھی غیر مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر اجارہ میں اول[1] مدت میں دعویٰ ہو تو مثل بیع کے ہے خواہ اجرت پر دینے والا مدعی ہو یا لینے والا اور اگر مدت کے گزرنے کے بعد دعویٰ ہو اور تسلیم کے خواہ منفعت بھر پائی ہو یا نہ پائی ہو پس اگر اجرت پر دینے والا مدعی ہو تو یہ مال کا دعویٰ ہے اور اگر لینے والا مدعی ہو تو بالا جماع یہ عقد کا دعویٰ ہے اور رہن میں اگر راہن مدعی ہو تو غیر مقبول ہے اور اگر مرتہن ہو تو مثل قرض کے دعویٰ کے ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر خلع یا طلاق بمال یا مال کے عوض آزادی یا عمداً خون کرنے کے عوض مال پر صلح کا دعویٰ ہو پس اگر شوہر یا مالک یا ولی قصاص مدعی ہو تو یہ مال کا دعویٰ ہے اور اگر مدعی غلام ہو یا عورت یا قاتل ہو تو یہ عقد کا دعویٰ ہے پس بالا جماع مقبول نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور نکاح کے باب میں امام اعظمؒ کے نزدیک کمتر مال میں مقبول ہے خواہ شوہر مدعی ہو یا بیوی مدعیہ ہو اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ گواہی باطل ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اختلاف صرف اسی صورت میں ہے کہ عورت مدعی ہو اور اگر شوہر مدعی ہو تو اس کے گواہوں کی گواہی بالا جماع مقبول نہ ہوگی اور پہلا قول اصح ہے اور وہ استحسانا ہے یہ تبیین اور ہدایہ اور کافی میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اپنا غلام اجارہ پر دیا ہے اور مالک غلام انکار کرتا ہے پھر مدعی نے دو گواہ قائم کئے ایک نے یہ گواہی دی کہ اس نے پانچ درہم کو اجرت پر لیا اور مدعی چار درہم یا پانچ درہم کی اجرت کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرے نے چھ درہم کی اجرت کی گواہی دی تو گواہی باطل ہے مستاجر نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے ایک ٹٹو بغداد تک دس درہم پر سوار ہونے اور اسباب لادنے کے واسطے کرایہ کیا تھا اور دو گواہ قائم کئے کہ ایک نے یہ گواہی دی کہ اس نے سواری کے واسطے دس درہم پر کرایہ کیا اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اس نے دس درہم پر سواری کے واسطے اور یہ اسباب لادنے کے واسطے کرایہ کیا تو گواہی باطل ہے اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اس نے یہ ٹٹو اجرت معلومہ پر بغداد تک کرایہ کیا اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اس نے یہ اسباب لادنے کے واسطے بغداد تک دس درہم پر کرایہ کیا تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ مستاجر مدعی ہو یا ٹٹو والا مدعی ہو اور اسی طرح اگر ایک نے گواہی دی کہ اس نے سواری کے واسطے کرایہ کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے لادنے کے واسطے کرایہ کیا تو بھی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر دعویٰ کیا کہ میں رنگریز کو کپڑا دیا ہے اور رنگریز نے انکار کیا پھر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس نے اس کو سرخ رنگنے کے واسطے دیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے زرد یا سیاہ رنگنے کے واسطے دیا ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر رنگریز مدعی ہو اور کپڑے کا مالک منکر ہو تو بھی ایسی گواہی نامقبول ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ اس نے مع عیب خریدا ہے اور دوسرے نے بائع کے مبیع عیب دار ہونے کے اقرار کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے فلاں کے واسطے فلاں شخص کی طرف سے ہزار درہم کی کفالت کی ہے مگر ایک گواہ نے ایک مہینہ کی میعاد ذکر کی اور دوسرے نے فی الحال دینے کی کفالت بیان کی اور طالب نے فی الحال کی کفالت کا دعویٰ کیا اور کفیل مشہود علیہ نے اس سب سے انکار کیا یا کفالت کا اقرار کیا اور میعاد کا دعویٰ کیا تو دونوں صورتوں میں فی الحال اس پر مال دینا واجب ہے اگر ایک گواہ اس دعویٰ پر قائم کیا کہ فلاں شخص نے مجھ کو اس شخص پر ہزار درہم اتر ادیئے ہیں اور دوسرے گواہ نے یہ گواہی دی کہ اس نے اس پر سو دینار اترائے ہیں تو دونوں کی گواہی نامقبول ہوگی اور اگر ایک نے ہزار درہم کی اور دوسرے نے ہزار درہم اور سو دینار کی گواہی دی تو دونوں کی گواہی ہزار درہم پر مقبول ہوگی بشرطیکہ مدعی درہم اور دینار دونوں کا دعویٰ کرتا ہو اور اگر صرف درہموں کا مدعی ہو تو گواہی قبول نہ ہوگی

---

[1] اول مدت یعنی اجارہ کی شروع مدت میں جب تک نفع کی مدت پوری نہیں ہوتا بلکہ شروع ہے۔

یہ محیط میں لکھا ہے اگر کفالت کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے کفالت کی اور دوسرے نے حوالہ کی گواہی دی تو کفالت کے ثابت ہونے میں گواہی مقبول ہوگی اور کفالت کا حکم دے دیا جائے گا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے ایک گواہ نے یوں کفالت کی گواہی دی کہ اگر[1] فلاں ششماہ ایں مال فلاں ندید من ضمان کردم من ایں مال رابدہم اور دوسرے نے کہا کہ گواہی میدہم کہ فلاں چنیں گفت کہ ایں مال را ضمان کردم ایں فلاں بن فلاں را تا ششماہ تو ایسی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اصل میں ہے کہ اگر وکالت کے دو گواہوں میں سے ایک نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اس کو فلاں شخص کے ساتھ خصومت کرنے کے واسطے اس گھر کی بابت وکیل کیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ اس نے اس گھر کی بابت اور دوسری چیز کی بابت فلاں شخص کے ساتھ خصومت کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے تو دونوں کی گواہی اس گھر کی بابت خصومت کرنے میں جائز ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے بیان کیا کہ موکل نے اس کو فقط زینب کی طلاق کے واسطے وکیل کیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ موکل نے اس کو زینب کی طلاق اور ہندہ کی طلاق کے واسطے وکیل کیا ہے تو زینب کی طلاق میں یہ گواہی مقبول ہوگی اسی طرح کے مسئلہ میں فتویٰ طلب کیا گیا تھا کہ دونوں میں سے ایک نے ایک شخص کی طرف سے گواہی دی کہ فلاں شخص نے اس کو فلاں چیز معین کی بابت وکیل کیا یا اس میں خصومت کرنے کا فلاں شخص کے مقابلہ میں وکیل کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ موکل دام مطلقاً تمام تصرفات کے واسطے وکیل کیا ہے تو جواب دیا گیا کہ وکالت معینہ ثابت ہونی چاہئے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی روایت ☆

اگر مدعی وکالت نے دو گواہ قائم کئے کہ ایک نے یہ گواہی دی کہ طالب نے اس کو فلاں شخص سے اپنا قرضہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے اور دوسرے نے بیان کیا کہ طالب نے اس کو اس معاملہ میں رواں کیا ہے یا اس شخص سے قرضہ وصول کرنے کے واسطے مسلط کیا ہے یا اس کو اپنی زندگی میں وصی بنایا ہے تو دونوں کی گواہی جائز ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک وصول کرنے اور خصومت کرنے کا وکیل ہو جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک صرف قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہوگا اگر ایک شخص نے یہ گواہی دی کہ اس نے اس مدعی کو اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اپنا قرضہ لینے کے واسطے ارسال کیا ہے یا فلاں سے قرضہ لینے کا اس کو حکم دیا ہے یا قرضہ وصول کرنے میں اپنے قائم مقام یا اپنا نائب بنایا ہے تو گواہی جائز ہے اور یہ وکیل خصومت سب کے نزدیک نہ[2] ہوگا اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ اس نے وکیل کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے وصی بنایا ہے اور زندگی[3] کا لفظ نہ کہا یا ایک نے کہا کہ اس نے اپنی زندگی میں وصی بنایا ہے اور دوسرے نے کہا کہ اس کو وصی بنایا ہے اور زندگی کا لفظ نہ کہا تو ایسی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک شخص کے وصیت کرنے پر یوں گواہی دی کہ ایک گواہ نے بیان کیا کہ اس نے کہا کہ میرے مرنے کے بعد تمام میرا مال فلاں شخص کے واسطے ہے اور دوسرے نے بیان کیا کہ اس نے کہا کہ میرے مرنے کے بعد میرا تمام مال فلاں شخص کے لئے صدقہ ہے اور یہ ایک جلسہ یا دو جلسوں میں واقع ہوا تو گواہی جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے وکالت کی گواہی دی اور ایک نے اس قدر بڑھا کر بیان کیا کہ موکل نے اس کو معزول بھی کر دیا تو وکالت کی گواہی مقبول ہوگی اور معزول کرنے کی مقبول نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک غلام کے مالک پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی تھی اور دو گواہ لایا کہ ایک نے بیان کیا کہ مالک نے

---

[1] قولہ اگر فلاں ...... یعنی اگر چھ مہینہ تک یہ مال فلاں نہ دے تو میں ضامن ہوا کہ یہ مال دوں قولہ ایں مال ...... میں اس مال کا ضامن ہوا فلاں بن فلاں کے لئے چھ مہینے تک۔ [2] نہ ہوگا بلکہ فقط وکیل وصول ہے۔ [3] یعنی نہ کہا کہ زندگی میں وصی کیا ہے۔

اجازت دی اور دوسرے نے بیان کیا کہ مولیٰ نے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور منع نہ کیا تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

امام محمدؒ نے ماذون کبیر میں لکھا ہے کہ اگر غلام پر قرضہ ہو گیا پس اس کے مالک نے کہا کہ میرا غلام مجور علیہ ہے یعنی تصرفات سے منع کر دیا گیا ہے اور قرض خواہ نے کہا کہ ماذون ہے یعنی تجارت کی اجازت ہے تو مالک کا قول لیا جائے گا پس اگر اس نے دو گواہ سنائے کہ ایک نے بیان کیا کہ مالک نے اس کو کپڑے خریدنے کی اجازت دی ہے اور دوسرے نے کہا کہ اناج خریدنے کی اجازت دی ہے تو گواہی جائز ہے اور اسی طرح اگر ایک نے بیان کیا کہ مالک نے اس سے کہا کہ کپڑے خرید کر کے فروخت کر اور دوسرے نے بیان کیا کہ اناج خرید کر کے فروخت کر تو گواہی مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے دو گواہوں نے ایک چیز کی گواہی دی اور وقت میں یا مکان میں یا انشا و اقرار میں اختلاف کیا پس اگر مشہود بہ محض قول ہو جیسے بیع و اجارہ و طلاق و عتاق و صلح و ابراو غیرہ مثلاً ہزار درہم کے خرید کا دعویٰ کیا اور دونوں گواہوں نے ہزار درہم کے عوض خریدنے کی گواہی دی مگر دونوں نے شہر یا ایام میں اختلاف کیا یا ایک نے بیع کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار بیع کی گواہی دی تو گواہی جائز ہے اور ایسی طلاق کے باب میں اگر ایک نے گواہی دی کہ آج ایک طلاق دی اور دوسرے نے کہا کہ کل دی تھی یا ایک نے یہ گواہی دی کہ اس نے آج ایک ہزار درہم کا اقرار کیا اور دوسرے نے کہا کہ کل اقرار کیا تھا تو گواہی جائز ہے لیکن اگر گواہ یہ بیان کریں کہ ہم طالب کے ساتھ ایک جگہ ایک ہی روز تھے پھر دن اور جگہ اور شہر میں باہم اختلاف کریں تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ میں گواہی جائز رکھوں گا اور گواہوں پر گواہی کی یادداشت واجب ہے نہ وقت کی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ بات تو یہی ہے جو امام اعظمؒ نے فرمائی از روئے قیاس کے لیکن میں استحساناً اس گواہی کو تہمت کی وجہ سے باطل کرتا ہوں لیکن اگر ایک ہی روز کے اندر ساعتوں میں کسی قدر اختلاف ہو تو روا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے فتاویٰ رشید الدین میں ہے کہ مدعی نے دعویٰ کیا کہ اس نے بشرط وفا بیچا پس قابض نے انکار کیا پھر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس نے بشرط وفا بیچا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مشتری نے اقرار کیا کہ میں نے بشرط وفا خریدا ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی پس ایک نے کہا کہ اس نے جمعہ کے دن بصرہ میں طلاق دی اور دوسرے نے کہا کہ اس نے خاص اسی روز کوفہ میں طلاق دی تو گواہی باطل ہے کیونکہ ہم کو یقین ہے کہ ایک ہی آدمی ایک ہی روز کوفہ میں اور بصرہ میں نہیں موجود ہو سکتا ہے قلت خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز عادۃً محال ہو اس میں اختلاف مبطل شہادت ہے بخلاف اس کے کہ اگر ایک نے کوفہ میں اور دوسرے نے بصرہ میں طلاق دینے کی گواہی دی اور وقت مقرر نہ کیا تو گواہی مقبول[1] ہو سکتی ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر کوفہ اور مکہ میں طلاق دینا دونوں نے دو دن متفرق میں بیان کیا کہ جن دونوں میں اتنا زمانہ ہے کہ آدمی کوفہ سے مکہ میں جا سکتا ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے صلح کے دو گواہ پیش کئے اور قاضی نے ان سے خواہ[2] مخواہ تاریخ دریافت کی پس ایک نے کہا کہ سات مہینے ہوئے اور دوسرے نے کہا کہ میرے گمان میں تین برس یا کچھ زائد ہوئے ہیں تو بسبب اس قدر فاش اختلاف کے گواہی مقبول نہ ہوگی اگرچہ دونوں پر تاریخ کا بیان کرنا ضروری نہ تھا یہ قنیہ میں لکھا ہے اگر مشہود بہ ایسا قول ہو کہ اس میں انشا اور اقرار کے صیغے مثل قذف کے مختلف ہوتے ہوں تو امام محمدؒ نے کتاب الحدود میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر ایک گواہ نے زنا کی تہمت

---

[1] مقبول کیونکہ شاید اس نے ایک وقت بصرہ میں طلاق دی اور دوسرے زمانہ میں کوفہ میں طلاق دی ہو الا اس صورت میں کہ جب درمیان میں وقت خفیف بیان کریں کہ بصرہ سے کوفہ تک پہنچنا غیر ممکن ہے۔ [2] خواہ مخواہ قول یہ مسئلہ دلیل ہے کہ گواہوں سے جرح کے سوالات کرنے میں اگر فاحش اختلاف ہو جائے جیسے آج کل ہوتا ہے تو گواہی رد ہو جائے گی۔

لگانے کی گواہی دی اور دوسرے نے تہمت لگانے کے اقرار کی گواہی دی تو بلا اختلاف ائمہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر تہمت لگانے کی گواہی میں اتفاق ہو لیکن زمانہ یا مکان میں اختلاف ہو تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ ایسی گواہی مقبول ہوگی اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر اختلاف ایسے فعل میں ہو جو قول سے ملحق ہے جیسے قرض تو اس کا حکم مثل طلاق کے ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر مشہود بہ حقیقۃً یا حکماً ہو جیسے غصب وغیرہ اور گواہوں نے زمان و مکان یا انشا و اقرار میں اختلاف کیا یعنی ایک نے اس فعل کے کرنے کی گواہی دی اور دوسرے نے اس فعل کرنے کے اقرار کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر غصب کی ہوئی چیز تلف ہوگئی پس ایک گواہ نے اس کی قیمت ایک ہزار بیان کی اور دوسرے نے بیان کیا کہ غاصب نے اقرار کیا کہ اس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر ایک نے قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے قاتل کے قتل کرنے کے اقرار کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر دونوں نے قاتل کے اقرار کی دو وقتوں یا دو مکانوں مختلف میں گواہی دی تو جائز ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے اگر ایک نے گواہی دی کہ اس نے لاٹھی سے قتل کیا اور دوسرے نے تلوار[1] سے قتل کرنے کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک نے گواہی دی کہ اس نے عمداً قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ خطا سے قتل کیا ہے تو مقبول نہ ہوگی اور اگر ایک نے کہا کہ تلوار سے قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ مجھے یاد نہیں کہ کس چیز سے قتل کیا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر چوری کی گواہی دی کہ اِس نے گائے چورائی ہے اور اِس کے رنگ میں اختلاف کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس کا ہاتھ کاٹا جائے گا ☆

اگر مشہود بہ ایسا قول ہو کہ بدوں فعل کے تمام نہیں ہو سکتا ہے جیسے نکاح اور گواہوں نے مکان و زمان یا انشا و اقرار میں اختلاف کیا تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر ایسے عقد میں اختلاف کیا کہ جس کا حکم بدوں قبضہ کے ثابت نہیں ہوتا ہے جیسے ہبہ یا صدقہ یا رہن پس اگر انہوں نے قبضہ واقع ہونے کا معائنہ بیان کیا اور دن اور شہر میں اختلاف کیا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک گواہی جائز ہوگی اور اگر رہن یا ہبہ یا صدقہ کرنے والے کے قبضہ واقع ہونے کے اقرار[1] کی گواہی دی تو بالاتفاق جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر رہن کے دعویٰ میں ایک نے قبضہ میں معائنہ کی گواہی دی اور دوسرے نے راہن کے اقرار کی کہ قبضہ ہو گیا ہے گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اس صورت میں رہن مثل غصب کے ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر طالب و مطلوب کے کپڑوں اور سواری میں اختلاف کیا یا ایک نے کہا کہ ہمارے ساتھ فلاں شخص تھا اور دوسرے نے کہا کہ وہ نہ تھا تو کتاب الاصل میں مذکور ہے کہ یہ گواہی جائز ہے باطل نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر غصب کی گواہی دی اور گائے کے رنگ میں اختلاف کیا تو مقبول ہوگی اور ملک حادث کا حکم دیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر چوری کی گواہی دی کہ اس نے گائے چورائی ہے اور اس کے رنگ میں اختلاف کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور صاحبینؒ نے اختلاف کیا ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب دونوں رنگ متشابہ ہوں جیسے سیاہی و سرخی یا سرخی و زردی نہ ایسی صورت میں کہ دونوں متشابہ نہ ہوں جیسے سیاہی و سپیدی کہ اس میں اجماعاً ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور صحیح بات یہ ہے کہ اختلاف سب رنگوں میں ہے یہ کافی میں لکھا ہے جس کا مال چرایا گیا ہے اگر اس نے سرخ رنگ معین کر دیا پھر ایک گواہ نے سیاہ رنگ بتلایا تو بالاجماع ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور ایسا ہی کپڑے میں بھی اگر یوں اختلاف کیا کہ ایک نے ہروی بیان کیا اور دوسرے نے مروی تو امام کے نزدیک قبول اور صاحبینؒ

---

[1] اقرار یعنی صدقہ کرنے والے نے اقرار کیا کہ فقیر نے قبضہ کر لیا تھا۔ (۱) یعنی جس آلہ سے قتل ہوا اس آلہ میں اختلاف کیا۔

کے نزدیک غیر مقبول ہے پس اگر زمانہ یا مکان میں اختلاف کیا تو گواہی غیر مقبول ہو گی یہ تبیین میں لکھا ہے اگر ایک نے گواہی دی کہ اس نے گائے چرائی ہے اور دوسرے نے کہا بیل چرایا ہے یا ایک نے کہا کہ گائے چرائی اور دوسرے نے کہا کہ گدھا چرایا ہے تو مقبول نہ ہو گی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے ملک کسی سبب سے بیان کی اور دوسرے نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہو گی اور اگر مدعی نے کسی سبب کے ساتھ ملک کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے ملک بسبب[1] کی گواہی دی اور دوسرے نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول نہ ہو گی یہ رشید الدین نے ذکر کیا ہے اگر ایک گواہ نے ملک کی تاریخ بیان کی اور دوسرے نے بلا تاریخ گواہی دی پس اگر دعویٰ میں ملک کی تاریخ بیان ہوئی ہے تو گواہی مقبول نہ ہو گی اور اگر دعویٰ میں ملک بلا تاریخ مذکور ہے تو مقبول ہو گی اور ملک تاریخی کی ڈگری دی جائے گی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر کسی ملک کا دعویٰ کیا پس ایک گواہ نے ملک کی گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ شے مدعی کی ملک ہے تو مقبول نہ ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے بخلاف قرض کے کہ اگر ایک نے قرض کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار قرض کی گواہی دی تو قبول نہ ہو گی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ قابض غلام نے اقرار کیا ہے کہ یہ غلام مدعی کا ہے اور دوسرے گواہ نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مدعی نے یہ غلام میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو گواہی مقبول ہو گی اگر ایک نے قابض غلام کے اقرار کیا کہ یہ غلام مدعی کا ہے اور دوسرے نے قابض کے اقرار کی کہ یہ غلام مدعی کا ہے اور اس نے اس قابض کے پاس ودیعت رکھا ہے گواہی دی تو مدعی کے واسطے حکم دیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام مدعی کا ہے اور دوسرے نے کہا کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام مدعی نے مجھے دیا ہے تو مقبول نہیں ہے اور غلام پر مدعی کی ملکیت ہونے کا حکم نہ ہو گا لیکن قابض کو حکم دیا جائے گا کہ مدعی کے سپرد کر دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک باندی پر جو دوسرے کے ہاتھ میں ہے دعویٰ کیا اور اس کے ایک گواہ نے بیان کیا کہ یہ باندی اس مدعی کی ہے اس سے قابض نے غصب کر لی ہے اور دوسرے نے صرف یہ گواہی دی کہ یہ باندی اس مدعی کی ہے تو گواہی قبول ہو گی اور اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ یہ اس کی باندی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ اس کی باندی تھی تو بھی گواہی مقبول ہو گی بخلاف اس کے کہ اگر ایک نے کہا کہ یہ باندی اس کے قبضہ میں تھی اور دوسرے نے کہا کہ اس کے قبضہ میں ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایسی گواہی نامقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک گواہ نے قابض کے اقرار کی کہ یہ غلام مدعی کا ہے گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ اس نے مدعی سے خرید کا اقرار کیا ہے اور مدعی نے کہا کہ قابض نے گواہ سے ایسا اقرار کیا ہے لیکن میں نے اس کے ہاتھ کچھ فروخت نہیں کیا تو گواہی مقبول ہو گی اور غلام مدعی کو دلایا جائے گا اور اگر مدعی نے کہا کہ قابض نے دونوں اقراروں میں سے جو گواہوں نے بیان کئے ایک اقرار کیا ہے تو گواہی مقبول نہ ہو گی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درہم کا دعویٰ کیا پس ایک گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مجھ پر مدعی کے ہزار درہم قرض ہیں اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مجھ پر مدعی کے ہزار درہم ایک اسباب کی قیمت کے آتے ہیں جو میں نے اس سے خرید کر کے قبضہ میں کیا ہے اور طالب نے کہا کہ صرف میرا مال اس پر قرضہ کا ہے اور اس نے فقط قرضہ ہونے پر گواہ کر دیئے تھے پس اس نے اپنے اس گواہ کو جھٹلایا جس نے اسباب کے درہم ہونے کی گواہی دی تھی اور اگر مدعی نے کہا کہ اس شخص نے ان دونوں مختلف گواہوں پر گواہ کرا دیئے تھے لیکن اصل مال میرا

---

[1] قولہ بسبب یعنی ملکیت اس سبب سے حاصل ہے واضح ہو کہ ملک مطلق میں یہ دعویٰ ہے کہ مجھے ملک حاصل ہے اس سے سبب کی نفی نہیں ہے۔

اس پر قرض ہے تو مدعا علیہ پر ہزار درہم کا حکم دے دیا جائے گا اور اگر یہ کہا کہ اصل مال میرا اس پر ایک اسباب کے دام ہیں کہ میں نے اس کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور اس نے قبضہ کر لیا تھا اور جو کچھ گواہوں نے بیان کیا ان دونوں طور پر اس نے گواہ کر دیئے تھے تو اس پر کچھ ڈگری نہ کی جائے گی تاوقتیکہ مدعی ایک دوسرا گواہ نہ لائے کہ جو مثل اس گواہ کے گواہی دے جس نے اسباب کے دام ہونے کی گواہی دی ہے اور جب مدعی نے اقرار کیا کہ اصل مال میرا ایک اسباب کے دام ہیں تو دو گواہ چاہئے ہیں کہ قبضہ ہو جانے کی گواہی ادا کریں یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مجھ پر مدعی کے ہزار درہم قرض ہیں اور دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مجھ پر ہزار درہم ایک ضمانت کے سبب سے قرض ہیں جو میں نے اس کے لئے ایک شخص کی طرف سے اس کے حکم سے ضمانت کر لی تھی پس اگر طالب نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے ان دونوں باتوں پر گواہ کر دیا تھا لیکن میرا اصل مال اس پر قرض ہے تو مال کی ڈگری کر دی جائے گی اور اگر کہا کہ اصل مال میرا ضمانت کا ہے تو کچھ ڈگری نہ ہو گی جب تک کہ دوسرا ضمانت کا گواہ نہ لائے اور ضمانت اور بیع اس باب میں یکساں ہیں لیکن امام اعظمؒ کے قول کے قیاس پر دونوں صورتوں میں مال مدعا علیہ پر لازم ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک غلام پر جو دوسرے کے ہاتھ میں ہے دعویٰ کیا اور گواہ لایا اور ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ غلام مدعی کو ہبہ کر دیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مدعی نے مجھ سے یہ غلام سو دینار کو خریدا ہے تو مدعی وہ غلام لے لے گا اور اسی طرح اگر ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ اس نے مجھ سے سو دینار کو خریدا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھ سے یہ غلام ہزار درہم کو خریدا ہے تو بھی مدعی لے لے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اگر قابض نے بیان کیا کہ غلام مدعی کا ہے اور دعویٰ کیا کہ مدعی نے مجھے صدقہ میں دیا ہے اور دو گواہ لایا ☆

اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ مدعی نے یہ غلام مجھے ہبہ کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھے صدقہ میں دے دیا ہے اور مدعی نے بیان کیا کہ قابض نے ان دونوں باتوں کا اقرار کیا ہے لیکن میں نے نہ اس کو ہبہ کیا اور نہ صدقہ میں دیا ہے تو غلام مدعی کو دلایا جائے گا اور اسی طرح اگر ایک نے مدعا علیہ کا اقرار بیان کیا کہ میں نے مدعی سے دس درہم کی اجرت پر لیا ہے اور دوسرے نے اس کا اقرار بیان کیا کہ ہزار درہم کو اس سے مول لیا ہے یا ایک گواہ نے بیان کیا کہ میں نے سنا کہ مدعا علیہ کہتا تھا مدعی سے کہ یہ غلام مجھے ہبہ کر دے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے سنا کہ مدعی سے کہتا تھا کہ مجھے صدقہ میں دے دے یا ایک نے بیان کیا کہ مدعا علیہ کو میں نے سنا کہ مدعی سے کہتا تھا کہ ہزار درہم کو میرے ہاتھ فروخت کر دے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے کہتے سنا تھا کہ سو دینار کو میرے ہاتھ فروخت کر دے اور مدعی نے کہا کہ قابض نے یہ سب اقرار کیا ہے لیکن نہ میں نے مبیع کیا اور نہ اجرت پر دیا ہے تو قاضی ان سب صورتوں میں غلام مدعی کو دلا دے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ غلام مدعی کا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ میں نے مدعی سے اجرت پر لیا یا رہن لیا یا غصب کر لیا تو غلام مدعی کو دلایا جائے گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب مدعی نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے ان سب باتوں کا اقرار کیا ہے مگر میں نے بیع و رہن وغیرہ کچھ نہیں کیا اور غصب واقع ہوا ہے تا کہ کسی گواہ کا جھٹلانا لازم نہ آئے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر قابض نے بیان کیا کہ غلام مدعی کا ہے اور دعویٰ کیا کہ مدعی نے مجھے صدقہ میں دیا ہے اور دو گواہ لایا ایک نے گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ میں نے مدعا علیہ کو صدقہ میں دیا اور دوسرے نے کہا کہ مدعی نے کہا تھا کہ میں نے مدعا علیہ کو یہ غلام ہبہ کیا تو قاضی یہ گواہی قبول نہ کرے گا مگر جبکہ دوسرا گواہ اس مضمون کا ہو کہ مدعی نے ہبہ یا صدقہ کا اقرار کیا ہے اور یہ حکم برخلاف اس کے ہے کہ اگر ایک گواہ نے یہ

گواہی دی کہ مدعی نے ہبہ اور قبضہ کا اقرار کیا اور دوسرے نے کہا کہ مدعی نے اقرار کیا کہ میں نے قابض کو عطیہ دیا اور اس نے قبضہ کیا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام مدعی سے لیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ غلام مدعی کا ہے تو مقبول نہ ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے اقرار کیا کہ میں نے یہ غلام فلاں شخص سے لیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے تو مشہود لہ کے واسطے کچھ ڈگری نہ کی جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ میں نے اس کو فلاں شخص سے لیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ مجھ کو فلاں شخص نے ودیعت رکھنے کو دیا ہے تو گواہی اس باب میں جائز ہوگی کہ مدعا علیہ کو حکم دیا جائے گا کہ غلام مدعی کے سپرد کر دے لیکن مدعی کی ملکیت کا حکم نہ دیا جائے گا اور اسی طرح اگر ودیعت کے گواہ نے ودیعت کا نام نہ لیا بلکہ صرف یہ کہا کہ اس نے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھے دیا تھا تو بھی حکم ہوگا کہ مدعی کو واپس کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ قابض نے اقرار کیا ہے کہ میں نے مدعی سے اس کو غصب کر لیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ اس مدعی نے اس کو میرے پاس ودیعت رکھا ہے یا یہ اقرار کیا کہ میں نے اس کو اس مدعی سے لیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور مدعا علیہ کو حکم دیا جائے گا کہ مدعی کے سپرد کر دے لیکن مدعی کے مالک ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا اور مدعا علیہ کو ملک میں جھگڑا کرنے کی گنجائش باقی رہے گی حتیٰ کہ اگر اس کے بعد مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ پیش کئے کہ یہ غلام میری ملکیت ہے تو قاضی اس کی ملکیت کا حکم دے دے گا اور منتقیٰ میں بھی غلام کا مسئلہ مذکور ہے اور بجائے غلام کے کپڑا فرض کر کے یوں بیان کیا ہے کہ اگر ایک گواہ نے یوں گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ میں نے یہ کپڑا مدعی سے غصب کر لیا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ مدعی نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے بعد اس کے منتقیٰ میں مذکور ہے کہ مدعی نے کہا کہ قابض نے جو کچھ گواہوں سے بیان کیا اس کا اقرار کیا ہے لیکن اس نے واقع میں مجھ سے غصب کر لیا ہے تو گواہی قبول کروں گا اور قابض کو مدعی کے مالک ہونے کا اقرار کرنے والا اقرار دوں گا اور قابض سے اس کے بعد کپڑے کی ملکیت پر گواہی نہ قبول کروں گا پھر منتقیٰ میں فرمایا کہ اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ میں نے اس کو مدعی سے غصب کر لیا ہے اس کا مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے یہ اقرار کیا کہ میں نے مدعی سے اس کو لیا ہے تو میں مدعی کو دلا دوں گا لیکن مدعا علیہ اپنی حجت پر باقی رہے گا پھر منتقیٰ میں فرمایا کہ اگر ایک گواہ نے کہا کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ میں نے اس کو مدعی سے لے لیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ اقرار کیا ہے کہ میرے پاس اس نے ودیعت رکھا ہے اور مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے دونوں باتوں کا اقرار کیا لیکن میں نے اس کے پاس ودیعت رکھا ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ مدعی کا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ مدعی نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور غلام مدعی کو دلایا جائے گا یہ محیط اور ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر مدعی نے خرید کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے اس قدر ثمن پر بیع ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے مختلف الفاظ سے گواہی دی ☆

اگر ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مجھ پر مدعی کے ہزار درہم قرض ہیں اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ مدعی نے میرے پاس ہزار درہم ودیعت رکھے ہیں تو گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب مدعی نے مطلقاً

ہزار درہم کا دعویٰ کیا ہو اور اگر اس نے دعویٰ میں قرض یا ودیعت میں سے کوئی سبب ذکر کیا ہو تو اس نے ایک گواہ کو جھٹلایا پس گواہی مقبول نہ ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اقرار پر گواہی دونوں نے دی اور صرف سبب میں اختلاف کیا اور اگر یوں گواہی دی کہ ایک نے کہا کہ اس مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار درہم قرض ہیں اور دوسرے نے کہا کہ مدعی کے مدعا علیہ کے پاس ہزار درہم ودیعت ہیں تو گواہی قبول نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر مدعی نے خرید کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے اس قدر ثمن پر بیع ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ (بائع ازیں مشتری بہائے ایں بندہ طلب میکرد دوہ دینار) یعنی بائع اس مشتری سے دس دینار اس غلام کے دام مانگتا تھا تو ایسی گواہی قبول ہوگی ایک عورت نے ایک زمین کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے بیان کیا کہ یہ زمین اس عورت کی ملک ہے کیونکہ اس کے فلاں شوہر نے مہر کے عوض اس کو یہ زمین دے دی ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ زمین اس کی ملک ہے اس لئے کہ اس کے شوہر نے اقرار کیا کہ یہ زمین اس کی ملکیت ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ مقبول نہ ہوگی اور اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ اس کے شوہر نے یہ زمین اس کو بجہت مہر کے دے دی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس کے شوہر نے اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ زمین اس کو بجہت مہر کے دے دی ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے ایک عقار پر اپنے باپ سے میراث پانے کا دعویٰ کیا پس ایک گواہ نے گواہی دی کہ یہ عقار اس کی ملک ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ زمین اس کی ملک ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ عقار ایسی زمین کو کہتے ہیں جس پر عمارت بھی ہو اور زمین مطلق میدان کو بولتے ہیں اسی طرح اگر عقار کے دعویٰ میں بستان کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

باب : ⑨

نفی[1] پر گواہی کے بیان میں اور بعضی گواہیاں بعض کو دفع کرتی ہیں

دو گواہوں نے کسی شخص پر ایسے فعل یا قول کی گواہی دی کہ جس سے کوئی اجارہ یا کتابت یا بیع یا قصاص یا مال یا طلاق یا عتاق کسی مقام یا روز میں جس کو گواہوں نے بیان کیا ہے مشہود علیہ پر لازم آتا ہے پس مشہود علیہ نے اس کے گواہ قائم کئے کہ میں اس مقام پر موجود نہ تھا یا اس روز اس مقام پر موجود نہ تھا تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر مشہود علیہ کے گواہوں نے یہ بیان کیا کہ مشہود علیہ اس دن فلاں مقام پر ہو اس مقام کے جس کو مدعی کے گواہوں نے بیان کیا ہے موجود تھا تو بھی یہ گواہی مقبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اسی طرح ہر گواہی جو اس امر کی مثبت ہو کہ فلاں شخص نے یہ نہیں کہا یا نہیں کیا یا نہیں اقرار کیا مقبول نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اسی طرح اگر گواہوں نے بیان کیا کہ یہ شے اس کی نہ تھی یا یہ بیان کیا کہ فلاں شخص کا زید پر قرض نہ تھا یا کسی مدعی کی ڈگری اس کی گواہوں کی گواہی پر کسی شخص پر کر دی گئی پھر مدعا علیہ نے کہا کہ میں گواہ لاتا ہوں کہ یہ شے میری ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے ایسی دو گواہیاں کہ اگر ایک حال میں جمع ہوں تو بسبب ایک میں کذب لازم آنے کے دونوں ساقط ہو جائیں اگر ایک گواہی پر حاکم نے حکم دے دیا تو دوسری گواہی جھوٹ ہونے کے واسطے متعین ہو جائے گی اور اس کی مثال یہ ہے کہ اگر دونوں نے یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی بیوی کو عید کے دن کوفہ میں طلاق دی اور دوسرے اور گواہوں نے بیان کیا کہ اس نے اپنی دوسری عورت کو اسی روز مکہ میں طلاق دی تو گواہی باطل ہے اور اگر حاکم نے ایک گواہی پر حکم دے دیا پھر دوسری گواہی قائم ہوئی تو دوسری گواہی

---

[1] نفی سے یہ مراد ہے کہ گواہ صریح یہ کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا یا وہ ایسی بات کہتا ہے کہ جس سے نفی ثابت ہو لیکن بہر حال یہ ضروری ہے کہ دلیل سے اس کا ثبوت نہ ہوتا ہو کیونکہ نفی اصل خود بے وجود ہے بخلاف ایسی نفی کے جو مدلل ہے کہ وہ مقبول ہے چنانچہ عینی وغیرہ نے مسئلہ خیار معتقہ میں بیان کیا ہے۔

مقبول نہ ہوگی اور اگر دونوں مقدمہ کے گواہوں نے دن طلاق کا جدا جدا بیان کیا اور دونوں دنوں میں اس قدر فرق ہے کہ آدمی کوفہ سے مکہ میں جا سکتا ہے تو دونوں مقبول ہوں گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی عورت کو عید قربان کے دن منیٰ میں طلاق دی اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے اس کے بعد اپنے غلام کو کوفہ میں آزاد کیا ہے تو قاضی پہلی گواہی پر حکم دے دے گا پھر اس کے بعد دیکھا جائے کہ کم سے کم مدت جس میں وہ مکہ سے آ کر کوفہ میں موجود ہو سکتا ہے اس قدر مدت یہاں ہے جو گواہوں نے تاریخ بیان کی ہے تو یہ گواہی بھی مقبول ہوگی ورنہ دوسری گواہی باطل ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک عورت نے یہ گواہی قائم کی کہ میت نے مجھے عید قربان کے دن مکہ میں اپنے نکاح میں لیا ہے اور قاضی نے اس کی ڈگری کر دی اور دوسری عورت نے گواہی قائم کی کہ میت نے مجھ سے اسی روز خراسان میں نکاح کیا ہے تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک گواہی سابق گزری اور اس پر حکم ہوا تو دوسری مقبول نہ ہوگی ☆

اگر دو گواہوں نے بیان کیا کہ زید نے عمرو کو عید قربان کے دن مکہ میں قتل کیا اور دوسرے گواہوں نے بیان کیا کہ زید نے اس کو اسی روز کوفہ میں قتل کیا اور دونوں گواہیاں حاکم کے پاس یکجا جمع ہو کر گزریں تو کوئی قبول نہ ہوگی اور اگر ایک گواہی سابق گزری اور اس پر حکم ہوا تو دوسری مقبول نہ ہوگی یہ ہدایہ میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے پر یہ گواہ قائم کئے کہ اس نے مجھے عید قربان کے روز مکہ میں زخمی کیا اور یہ زخم ہے اور اس پر حکم دے دیا گیا پھر مدعا علیہ نے کسی گواہ پر یہ گواہی قائم کی کہ اس نے مجھے اسی روز کوفہ میں زخمی کیا اور گواہ پیش کئے تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر پہلی گواہی پر حکم نہ ہوا ہو حتیٰ کہ دونوں دعویٰ اور دونوں گواہیاں جمع ہو گئیں تو دونوں باطل ہیں یہ محیط میں لکھا ہے نوادر میں روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر یہ گواہ قائم کئے کہ اس نے میرے باپ کو عید قربان کے روز مکہ میں قتل کیا اور دوسرے بیٹے نے یہ گواہ قائم کئے کہ اس دوسرے نے میرے باپ کو عید قربان کے روز مکہ میں قتل کیا اور دوسرے بیٹے نے یہ گواہ قائم کئے کہ اس دوسرے نے میرے باپ کو عید قربان کے روز کوفہ میں قتل کیا تو دونوں گواہیاں مقبول ہوں گی اور دونوں کے واسطے آدھی دیت کا حکم دے دیا جائے گا اور اگر مقتول دو ہوں اور قاتل ایک ہو تو گواہی باطل ہوگی اور اس مسئلہ کی نظیر جامع میں مذکور ہے کہ اگر بڑے بیٹے نے یہ گواہ قائم کئے کہ منجھلے نے میرے باپ کو قتل کیا ہے اور منجھلے نے یہ گواہ قائم کئے کہ چھوٹے نے میرے باپ کو قتل کیا ہے اور چھوٹے نے یہ گواہ قائم کئے کہ بڑے نے میرے باپ کو قتل کیا ہے تو یہ گواہیاں مقبول ہیں اور ہر ایک کو دوسرے پر تہائی دیت کا حق حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے یہ گواہ قائم کئے کہ یہ گھر میرے باپ کا ہے اور وہ فلاں روز مر گیا اور میں اس کا وارث ہوں اور گواہوں نے بیان کیا کہ اس کے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور ایک عورت نے اس امر کے گواہ پیش کئے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھ سے فلاں روز نکاح کیا یعنی اس روز کے بعد جس دن مدعی نے اپنے باپ کا مرنا بیان کیا اور یہ اولاد اس سے پیدا ہوئی پھر اس کے بعد وہ مر گیا اور مجھے میراث اور مہر چاہئے ہے تو قاضی میراث اور مہر کی ڈگری کرے گا خواہ بیٹے مدعی کی ڈگری کر چکا ہو یا نہ کی ہو پھر ایک دوسری عورت نے پہلی عورت کی گواہی پر حکم ہونے کے بعد یہ گواہ قائم کئے کہ میت نے مجھ سے اس وقت کے بعد نکاح کیا ہے تو اس کی گواہی بھی قبول ہوگی اور اگر وارث نے کسی شخص پر گواہ قائم کئے کہ اس نے میرے باپ کو فلاں روز قتل کیا ہے اور قاضی نے حکم دے دیا پھر ایک عورت نے گواہ قائم کئے کہ اس کے باپ نے میرے ساتھ اس روز کے بعد نکاح کیا ہے تو گواہی قبول نہ ہوگی اس لئے کہ قتل کا دن قاضی کے حکم مقررہ ہو چکا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی کے لڑکے نے یہ گواہ قائم کئے کہ اس شخص نے میرے باپ کو بیس برس ہوئے کہ عمداً تلوار سے قتل کر ڈالا ہے اور میرے سوائے کوئی وارث نہیں ہے اور ایک عورت نے گواہ سنائے کہ اس کے باپ نے پندرہ برس ہوئے کہ میرے ساتھ نکاح کیا ہے کہ یہ بچے اس کی اولاد مجھ سے ہیں اور اس کے وارث ہیں پس امام اعظمؒ نے فرمایا کہ عورت کے گواہوں کی گواہی استحساناً مقبول ہوگی اور نسب ثابت ہوگا اور بیٹے کے گواہوں کی گواہی قبول نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور عورت نے اگر نکاح کے گواہ سنائے اور کوئی اولاد ساتھ نہ لائی تو بیٹے کے گواہ مقبول ہوں گے اور میراث فقط اسی کو ملے گی اور قاتل قتل کیا جائے گا اور استحسان صرف نسب میں ہے اور یہی قول امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے یہ محیط میں ہے اصل میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے یہ گواہ قائم کئے کہ اس شخص نے میرے باپ کو عمداً ربیع الاول میں قتل کیا اور مدعا علیہ نے گواہ سنائے کہ ہم نے اس کے باپ کو اس کے بعد زندہ دیکھا یا یہ کہا کہ اس کا باپ زندہ تھا اور گواہ کو اس نے ہزار درہم قرض دیئے اور وہ قرض گواہ پر موجود ہے یا یہ صورت واقع ہوئی کہ مدعی نے یہ گواہ پیش کئے کہ میں نے مدعا علیہ کے باپ کو کل ہزار درہم دیئے ہیں اور وہ اس پر قرض ہیں اور مدعا علیہ نے گواہ قائم کئے کہ میرا باپ اس سے پہلے مر گیا یا ایک عورت نے دو گواہ سنائے کہ میں اس دن منیٰ میں حاجیوں میں شریک تھا تو مدعی کے گواہ معتبر ہوں گے مدعا علیہ کے گواہوں پر التفات نہ کیا جائے گا لیکن اگر عام لوگ آ کر گواہی دیں تو ان سب کی گواہی لی جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے پر یہ گواہ قائم کئے کہ اس نے میرے باپ کو سال گزشتہ میں عمداً قتل کر ڈالا ہے اور مدعا علیہ نے گواہ سنائے کہ اس کے باپ نے کل کے روز ایک غلام ہزار درہم کو فروخت کیا ہے تو امام ابو یوسفؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ قصاص کا حکم دیا جائے گا نہ بیع کا اور یہی قول امام ابو یوسفؒ کا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر چار آدمیوں نے ایک مرد و عورت پر زنا کی گواہی دی پھر دوسرے چار آدمیوں نے گواہوں پر گواہی دی کہ یہ لوگ زانی ہیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ باطل ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک پہلا فریق دوسرے فریق کی گواہی سے حد مارا جائے گا اور پہلا مشہود علیہ بالاتفاق حد سے رہا ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ جو تم میں سے یہ گروہ روٹی کا کھا گئی وہ طالق ہے پس دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس عورت نے یہ گروہ کھایا اور دوسرے دو گواہوں نے بیان کیا کہ دوسری عورت نے کھایا تو دونوں[1] کی گواہی غیر مقبول ہوگی اور اگر ایک فریق کی گواہی پر حکم ہو چکا ہو تو دوسرے فریق کی گواہی قبول نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر قاضی نے گواہوں کو رد کر دیا پھر ایک فریق مر گیا اور دوسرے فریق نے پھر وہی گواہی دی جو پہلے ادا کی تھی اور گواہی کا اعادہ کیا تو گواہی مقبول نہ ہوگی پس اگر دوسری عورت دوسرے دو گواہ لائی تو ان کی گواہی قبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں اپنے اس مرض میں مر گیا تو تو آزاد ہے اور ہم یہ نہیں جانتے ہیں کہ اسی مرض میں مرا یا نہیں مرا اور غلام نے کہا کہ اسی مرض میں مرا ہے اور وارثوں نے کہا کہ اس مرض میں نہیں مرا ہے تو قسم لے کر وارثوں کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو غلام کے گواہ معتبر ہوں گے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ اگر میں اس مرض میں مرا تو فلاں غلام آزاد ہے اور اگر اچھا ہو گیا تو دوسرا فلاں آزاد ہے پھر پہلے غلام نے کہا کہ اسی مرض میں مر گیا اور وارثوں نے کہا کہ اچھا ہو گیا تو قسم لے کر وارثوں کا قول لیا جائے گا اور تمام مال سے دوسرا غلام آزاد ہو جائے گا پھر اگر غلام اول نے اس شرط کے گواہ قائم کئے کہ وہ اسی مرض میں مر گیا تو گواہی مقبول ہوگی اور دو تہائی اس کا آزاد ہوگا اور ایک ثلث کے واسطے وہ سعی کر کے قیمت ادا

[1] دونوں یعنی گواہوں کے دونوں فریق کی گواہی قبول نہیں ہے مگر آنکہ بعض روٹی کی نسبت گواہی دیں ورنہ ایک فریق ضرور جھوٹا ہے اور ترجیح غیر ممکن ہے پس دونوں ساقط ہیں۔

کرے گا جبکہ میت کا کچھ مال سوائے ان دو غلاموں کے نہ ہو اور دونوں کی قیمت برابر ہو اور اگر دونوں نے اپنے اپنے گواہ سنائے تو میں پہلے غلام کے گواہ جو اس مرض سے انتقال کرنے کا مدعی ہے قبول کروں گا اور دوسرے کے رد کروں گا پھر اگر وارثوں نے کہا کہ اچھے ہونے سے پہلے اسی مرض میں مرگیا تو تہائی مال سے غلام مقرلہ دوسرے کی آزادی کے بعد آزاد ہو جائے گا پس ایک تہائی مفت آزاد ہوگا اور دو تہائی کے واسطے وہ سعی کر کے قیمت ادا کرے گا بشرطیکہ سوائے دونوں غلاموں کے میت کا کچھ مال نہ ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص نے اقرار کیا تھا کہ میں نے اپنا فلاں غلام بری کیا اگر میں قتل کیا جاؤں اور وہ قتل کیا گیا اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ وہ اپنی موت سے مرگیا تو میں تہائی مال سے عتق جائز رکھوں گا اور اسی طرح اگر یوں گواہی دی کہ اس نے کہا تھا کہ میں نے فلاں غلام آزاد کیا اگر مجھے اس سفر یا مرض میں کوئی حادثہ پیش آئے اور حال یہ گزرا کہ وہ اس سفر یا مرض میں مرگیا اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ وہ اس سفر سے واپس آکر اپنے اہل وعیال میں مرا ہے تو میں آزادی کے گواہوں کی گواہی قبول کروں گا اور اگر دوسرے دو گواہوں نے یہ بیان کیا کہ اس نے کہا تھا کہ اگر میں اپنے سفر سے واپس ہو کر اپنے اہل وعیال میں مروں تو فلاں غلام میرا آزاد ہے اور وہ سفر سے آکر اپنے اہل وعیال میں مرا ہے تو میں پہلے گواہوں کی گواہی جائز رکھوں گا اور واپس آنے کی گواہی قبول نہ کروں گا یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر ایک عورت نے یہ گواہ سنائے کہ میرے شوہر نے مجھے عید قربان کے دن قریب بصرہ کے رقبہ میں طلاق دی ہے اور اس کے غلام نے گواہ سنائے کہ اس نے مجھے اسی روز منیٰ میں آزاد کر دیا ہے اور وہ شخص مشہود علیہ دونوں سے انکار کرتا ہے اور دونوں گواہیاں ایک ساتھ پیش ہوئیں تو دونوں باطل ہیں اور اگر مشہود علیہ نے کسی گواہی کی تصدیق کی اور دوسرے سے انکار کیا تو اس پر طلاق دینے اور آزاد کرنے دونوں کا حکم دیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ اگر میں اس سال حج نہ کروں تو میرا غلام آزاد ہے اور کہا کہ میں نے حج کر لیا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ عید قربان کے روز کوفہ میں موجود تھا تو غلام آزاد نہ ہوگا ☆

اگر مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ سنائے کہ مدعی کے گواہ محدود القذف ہیں یعنی جھوٹی تہمت زنا کی لگانے سے ان کو فلاں شہر کے فلاں قاضی نے فلاں وقت میں حد ماری ہے اور ایسا وقت بیان کیا کہ جب وہ قاضی تھا اور جس پر حد قذف واقع ہونے کی گواہی دی اس نے کہا کہ میں گواہ لاتا ہوں کہ اس قاضی نے اقرار کیا کہ میں نے حد قذف جاری نہیں کی ہے پس قاضی محدود القذف ہونے کا حکم دے گا اور بسبب گواہی اقرار کے محدود القذف ہونے کا حکم دینے سے باز نہ رہے گا پس اگر حد قذف کے گواہوں نے کوئی خاص وقت مقرر کیا اور کہا کہ فلاں قاضی نے اس کو ۲۵۷ ہجری میں حد قذف ماری ہے اور مشہود علیہ نے گواہ سنائے کہ یہ قاضی ۲۵۵ھ میں مرگیا یا وہ ۲۵۷ھ میں اس شہر کے سوا فلاں شہر میں تھا تو بھی قاضی اس کے محدود القذف ہونے کا حکم دے گا اور اس کی گواہی پر التفات نہ کرے گا لیکن اگر قاضی کا مرنا ایسا مشہور ہو کہ اس کو ہر کس وناکس جانتا ہو تو البتہ محدود القذف ہونے کا حکم نہ دے گا اور مشہود علیہ پر مال کی ڈگری کر دے گا اور اسی مسئلہ سے نکال کر ایک مسئلہ کے جواب میں حکم دیا جائے گا اور فتویٰ یہ تھا کہ ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کے سو دینار تجھ پر آتے ہیں اور اس نے کچھ وصول نہ کیا یہاں تک کہ مرگیا اور میرے سوائے کوئی اس کا وارث نہیں ہے مجھے ادا کر دے اور مدعا علیہ نے کہا کہ واقعی سو دینار تیرے باپ کے آتے تھے اس میں سے اس نے اپنی زندگی میں اسی دینار وصول کر لئے اور میرے مکان پر سمرقند میں مجھ سے یہ اقرار کیا کہ جو سو دینار میرے تجھ پر آتے تھے اس میں سے اسی دینار میں

نے وصول پائے اور میرے تجھ پر سوائے بیس دینار کے کچھ باقی نہیں ہیں اور اس کے گواہ پیش کر دیئے اور مدعی نے کہا کہ جس دن کا تو اقرار بیان کرتا ہے اس دن میرا باپ سمرقند میں نہ تھا وہاں سے دوسرے شہر میں چلا گیا تھا اور اس کے گواہ پیش کر دیئے تو بعض مشائخ نے جواب دیا کہ مدعی کی گواہی مقبول نہ ہوگی لیکن اگر اس کے باپ کا سمرقند سے چلا جانا ایسا مشہور ہو کہ اس کو ہر کس و ناکس جانتا ہو تو البتہ اس کے گواہوں کی گواہی مقبول¹ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ اگر میں اس سال حج نہ کروں تو میرا غلام آزاد ہے اور کہا کہ میں نے حج کر لیا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ عید قربان کے روز کوفہ میں موجود تھا تو غلام آزاد نہ ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ آزاد ہو جائے گا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

امام محمدؒ کا قول اوجہ ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں آج گھر میں نہ داخل ہوں تو تو آزاد ہے اور غلام نے گواہ سنائے کہ وہ آج گھر میں نہیں داخل ہوا تو گواہی مقبول ہوگی بعض نے کہا کہ علیٰ ہذا اگر اپنی عورت کے ہاتھ میں اس کا کام سپرد کر دیا بشرطیکہ اس کو بے جرم مارے پھر اس کو مارا اور کہا کہ جرم پر میں نے مارا ہے اور عورت نے گواہ سنائے کہ اس نے بے جرم مارا ہے تو عورت کی گواہی قبول ہونی چاہئے اگرچہ اس نے نفی پر قائم کی کیونکہ شرط پر گواہ قائم کئے ہیں کسی نے قسم کھائی کہ اگر میری ساس آج رات میں نہ آئی یا میں نے اس سے فلاں معاملہ میں کلام نہ کیا تو میری بیوی پر تین طلاق ہیں پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے یہ قسم کھائی تھی اور اس کی ساس آج رات نہیں آئی یا اس معاملہ میں اس سے کلام نہیں کیا اور اس قسم کی وجہ سے اس کی عورت پر طلاق ہوگئی تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ اسلام لایا اور اسلام میں انشاء اللہ تعالیٰ کہا اور دوسروں نے یہ گواہی دی کہ اس نے انشاء اللہ تعالیٰ نہیں کہا تو دوسروں کی گواہی قبول ہوگی مشائخ بخارا سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میری زمین خراجی نہیں ہے اور اس پر گواہ سنائے اور گواہوں نے کہا کہ اس کی زمین آزاد ہے تو اکثروں نے اس کے قبول کرنے کا حکم دیا اور بعضوں نے کہا کہ قبول نہ ہوگی کیونکہ اس کا قصد خراج کی نفی کرنا ہے پھر سب مفتیوں نے اسی قول کی طرف رجوع کیا اور سب نے اتفاق کیا کہ گواہی غیر مقبول ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ میری عورت ہے اس نے کہا کہ میں اس پر بسبب تین طلاق کے حرام ہوں کہ اس نے کہا تھا کہ اگر فلاں روز گزر جائے اور وہ اسباب میں تیرے پاس نہ لاؤں تو تجھ پر تین طلاق ہیں اور وہ روز گزر گیا اور یہ شخص وہ اسباب میرے پاس نہ لایا اور اس پر اس نے گواہ قائم کر دیئے تو اس سے شوہر کی خصومت دور کر دی جائے گی رب السلم نے دعویٰ کیا کہ بیع سلم صحیح قرار پائی اور مسلم الیہ نے کہا کہ بسبب مدت نہ ذکر کرنے کے فاسد قرار پائی ہے اور گواہ سنائے تو گواہی قبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر ملکیت میں پیدا ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میرا حق اور میری ملک میں پیدا ہوا ہے اور برابر میری ملک میں رہا اور کسی سبب سے میری ملک سے نہیں نکلا تو بعض نے کہا کہ غیر مقبول اور بعض نے کہا کہ مقبول ہے اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے اگر دودھ پلائی سے شرط کی کہ خود دودھ پلائے پس اس نے بکری کا دودھ پلایا تو اس کو کچھ اجرت نہ ملے گی پس اگر اس نے انکار کیا کہ میں نے کسی چوپایہ کا دودھ نہیں پلایا بلکہ اپنا دودھ دیا ہے تو استحساناً قسم لے کر اسی کا قول معتبر ہوگا اور اگر لڑکے کے والوں نے اپنے دعویٰ پر گواہ سنائے تو دودھ پلائی کو اجرت نہ ملے گی شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ تاویل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس دودھ پلائی نے بکری کا دودھ پلایا اور اپنا دودھ نہیں پلایا اور اگر صرف اس قدر کہا کہ اس نے اپنا دودھ نہیں پلایا تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر دونوں نے گواہ سنائے تو دودھ پلائی کے گواہ معتبر ہوں گے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ ہم نے سنا کہ یہ کہتا تھا کہ مسیح بن اللہ اور یہ نہیں کہا کہ یہ قول نصاریٰ کا ہے

---

¹ ہوئی کیونکہ سمرقند سے نادار ہونا فی الجملہ ایسا امر ہے کہ گواہوں سے ثبوت ہو سکتا ہے۔

ں اس کی عورت بائن ہو گئی اور وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ بھی ملایا کہ نصاریٰ کا قول ہے تو گواہی قبول ہو گی اور اس میں اور اس
ں بیوی میں جدائی کرائی جائے گی اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم نے سنا کہ یہ شخص کہتا تھا کہ مسیح ابن اللہ اور اس کے سوائے ہم نے نہیں سنا
ہے تو یہ گواہی غیر مقبول ہو گی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ اس شخص نے ایک لڑکے کو حکم دیا کہ میرے گدھے کو
رکر اپنے باغ سے نکال دے پھر لڑکے نے اس کو یہاں تک مارا کہ وہ مر گیا اور اس پر گواہ قائم کئے اور مدعا علیہ نے گواہ سنائے کہ یہ
لدھا زندہ ہے تو گواہی مقبول نہ ہو گی کیونکہ بنظر مقصود وہ نفی پر قائم ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔

باب : ⑩

اہلِ کفر کی گواہی کے بیان میں

کافر کی گواہی مسلمان پر مقبول نہ ہو گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اہل ذمہ میں سے بعض کی گواہی بعض پر مقبول ہے بشرطیکہ
دل ہوں اگر چہ ملتیں مختلف ہوں یہ بدائع میں لکھا ہے جو حربی کافر امن لے کر آئے ہیں اگر ذمی ان پر گواہی دیں تو جائز ہے بخلاف
ں کے کہ اہل حرب جو امان لے کر آئے ہیں اگر ذمیوں پر گواہی دیں تو ناجائز ہے بعض حربی امان والے اگر بعض پر گواہی دیں پس اگر
یک ہی ملک کے ہیں تو مقبول ہے اور اگر جدا جدا ملک کے ہیں تو مقبول نہ ہو گی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے مرتد مرد یا عورت کی گواہی میں
شائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ کافروں پر مقبول ہے اور بعض نے کہا کہ مرتد پر مقبول ہے اور اصح یہ ہے کہ ہر صورت میں
ر مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

ر دو ذمی ایک ذمی پر یہ گواہی دیں کہ یہ اسلام لایا ہے تو قبول نہ ہو گی ☆

اگر دو کافروں نے دو مسلمانوں کی گواہی پر گواہی دی اور دو مسلمانوں کی گواہی ایک کافر کی طرف سے دوسرے کافر پر کسی حق
ں تھی یا کسی قاضی مسلمین کے حکم پر جو کسی مسلمان یا کافر کے حق میں تھا گواہی تھی تو دونوں کی گواہی ناجائز ہے اور اگر دو مسلمانوں نے
کافروں کی گواہی پر گواہی دی تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے ایک کافر کے قبضہ میں ایک باندی تھی کہ اس کو اس نے مسلمان سے خریدا
ہے پھر اس پر دو کافروں نے یہ گواہی دی کہ یہ باندی مسلمان یا کافر کی ہے تو گواہی جائز نہ ہو گی اسی طرح اگر وہ باندی اس کے پاس
ی مسلمان کی طرف سے ہبہ یا صدقہ میں ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہ قول امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا اور پہلا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے پھر
ام ابو یوسفؒ نے رجوع کیا کہ میں اس گواہی پر خاص کر کافر پر حکم کروں گا نہ غیر پر یہ حاوی اور مبسوط میں ہے اگر دو ذمی ایک ذمی پر یہ
واہی دیں کہ یہ اسلام لایا ہے تو قبول نہ ہو گی کیونکہ ان کے زعم میں وہ مرتد ہو گیا اور اہل ذمہ کی گواہی مرتد پر باطل ہے یہ محیط سرخسی
ں لکھا ہے اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے اہل اسلام میں سے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ یہ اسلام لایا ہے اور وہ انکار کرتا ہے تو امام
ت اس کو اسلام کے واسطے جبر کرے گا اور قید کرے گا اور قتل نہ کرے گا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے ایک ذمی مر گیا اور اس پر دس
سرانیوں نے گواہی دی کہ وہ اسلام لایا تھا تو ان کی گواہی سے اس پر نماز نہ پڑھی جائے گی اور اسی طرح اگر فاسق مسلمانوں نے
گواہی دی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس میت کافر کا کوئی ولی مسلمان ہو اور باقی اولیا کافر اس کے دین کے ہوں پھر مسلمان ولی
نے دعویٰ کیا کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا اور مجھے وصیت کی ہے اور میراث لینا چاہی اور اہل کفر میں سے دو آدمیوں نے اس کی گواہی
ی تو ان کی گواہی سے مسلمان ولی اس کی میراث لے لے گا اور ولی مسلم اس پر نماز پڑھے گا اگر وہ عادل ہے اور اگر سوائے ولی
سلم کے اس کے اسلام کی کسی نے گواہی نہ دی تو ولی مسلم کے کہنے سے اس پر نماز پڑھی جائے گی اور میراث اس کو نہ ملے گی یہ
اویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک شخص نے دوسرے کے ساتھ مل کر یہ گواہی دی کہ میری عورت نعوذ باللہ مرتد ہو گئی ہے اور وہ عورت انکار کرتی ہے اور اسلام کا اقرار کرتی ہے تو دونوں میں جدائی کرائی جائے گی اور آدھا مہر اس کو دلایا جائے گا اگر مرد نے اس کے ساتھ دخول نہیں کیا ہے اور عورت کا انکار مرتد ہونا اور اقرار اسلام تو بہ کرنا شمار ہوگا اور اگر دونوں نے گواہی دی کہ وہ مسلمان ہو گئی اور وہ منکر ہے اور اصل دین اس کا نصرانیہ تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور اس کا انکار مرتد ہونے میں شمار ہوگا اور اس کا شوہر آدھے مہر سے بری نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے عمرو بن ابی عمرو نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک ذمی مر گیا پھر ایک مسلمان مرد یا عورت نے جو عادل ہے یہ گواہی دی کہ موت سے پہلے وہ مسلمان ہو گیا اور اس کے اولیاء نے انکار کیا تو تمام میراث اس کے ولیوں کو اہل ذمہ میں سے ملے گی اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کو غسل دے کر کفن دیں اور اس پر نماز پڑھیں اسی طرح اگر محدود القذف مسلمان نے گواہی دی اور اب وہ عادل ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک نصرانی مر گیا اور اس کے دو لڑکے ہیں ایک نصرانی اور ایک مسلمان پھر مسلمان نے دو نصرانی گواہ پیش کئے کہ وہ مسلمان مرا ہے اور نصرانی نے دو مسلمان گواہ دیئے کہ وہ نصرانی مرا ہے تو مسلمان کے لئے میراث لکا حکم دیا جائے گا کذا فی محیط السرخسی اسی طرح اگر اس نے دو نصرانی پیش کئے تو بھی یہی حکم رہے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور میت پر نماز پڑھنا اس کے مسلمان بیٹے کے کہنے سے ہے نہ نصرانیوں کی گواہی سے اور اگر مسلمان بیٹے نے کہا کہ میرا باپ موت سے پہلے اسلام لایا ہے اور میں اس کا وارث ہوں اور نصرانی نے کہا کہ میرا باپ مسلمان نہیں ہوا تو میراث کے باب میں نصرانی کا قول معتبر ہوگا اور اس کے مسلمان بیٹے کے کہنے سے اس پر نماز پڑھی جائے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے منتقی میں ہے کہ اگر مسلمان بیٹے نے ہنوز اس کے مسلمان مرنے پر گواہ نہ قائم کئے تھے کہ ایک شخص نے اس پر قرض کا دعویٰ کیا اور نصرانی گواہ پیش کئے تو مال کا حکم اس پر دے دیا جائے گا پھر مسلمان بیٹے نے اس کے مسلمان ہونے کے گواہ نصرانی سنائے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر قرض خواہ مسلمان تھا تو میں نے اس کے قرض کی بابت جو حکم ہو چکا ہے باطل نہ کروں گا اور اگر قرض خواہ ذمی ہے تو حکم قضا باطل کر کے تمام میراث اس کے مسلمان بیٹے کو دلاؤں گا اور اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا اور اس کے بیٹے مسلمان نے نصرانی گواہ اس کے مسلمان مرنے پر قائم کئے اور چھوٹے بھائیوں کو لینا چاہا تو گواہی اس لئے مقبول نہ ہوگی اور یہ حکم اسی مقام پر مخصوص نہیں ہے بلکہ جہاں کہیں میت نے کچھ مال نہ چھوڑا ہو کہ جس کے لئے اس کے اسلام کی گواہی قائم کی جائے تو اس کے اسلام کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور نہ اس کے اسلام کا حکم دیا جائے گا یہ ذخیرہ اور محیط میں لکھا ہے ابن سماعہ نے فرمایا کہ میں نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ اگر مسلمان قرض خواہ کے گواہ مسلمان ہوں اور نصرانی بیٹے کے سامنے ان کی گواہی پر ڈگری کی گئی پھر مسلمان بیٹا ذمی گواہ لایا کہ میرا باپ مسلمان مرا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ جو کچھ نصرانی میت کا مال تھا اس کا وارث اس کا مسلمان بیٹا ہے اور قرض خواہ پر واپسی وغیرہ کا حکم نہ ہوگا پھر ابن سماعہ نے کہا کہ میں نے امام محمدؒ سے کہا کہ اگر قرض خواہ نے اور مسلمان بیٹے دونوں نے ذمی گواہ پیش کئے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر دونوں گواہ معاً پیش ہوں تو مدعا علیہ مسلمان وارث قرار پائے گا کیونکہ اس کے گواہوں سے اس کا وارث ہونا ثابت ہوا اور جب وہ وارث قرار پایا تو قرض خواہ کے ذمہ گواہوں کی گواہی اس پر مقبول نہ ہوگی پس قرض خواہ کو ایسی گواہی پیش کرنے سے کچھ استحقاق حاصل نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے

اگر ایک لڑکے نے کہا کہ میرا باپ مسلمان تھا اور میں بھی اور دوسرے نے کہا بلکہ میں بھی اس کے مرنے سے پہلے اسلام لایا ہوں اور دوسرے نے اس کی تکذیب کی تو میراث اس کو ملے گی جس کے مسلمان ہونے پر باپ کی زندگی میں اتفاق ہے یہ محیط سرخسی

---

[1] قولہ میراث اس واسطے کہ مسلمان گواہوں سے جب نصرانی ثبوت ہوا تو بھی نصرانی گواہوں سے اس پر مال کا دعویٰ لازم ہے کیونکہ مسلمان کو مال ہی مقصد ہے لیکن اسلام میں مسلمان بیٹے کا قول بہ نسبت نصرانیوں کے ارجح ہے پس اسلام و میراث دونوں میں ثبوت ہو گیا۔

میں لکھا ہے اگر مسلمان بیٹے نے کہا کہ ہمیشہ میرا باپ مسلمان تھا اور نصرانی نے کہا کہ ہمیشہ میرا باپ نصرانی تھا تو مسلمان کا قول معتبر ہو گا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مسلمان کے گواہ بھی معتبر ہوں گے اور اگر مسلمان بیٹے نے مسلمانوں میں سے دو گواہ باپ کے مسلمان ہونے پر کہ اپنے مرنے سے پہلے مسلمان تھا قائم کیے تو میں قبول نہ کروں گا جب تک کہ اسلام کی تفصیل نہ بیان کریں کہ کیا ہے اور امام رکن الاسلام علی سغدی نے بیان کیا کہ اگر گواہ فقیہ ہو تو اس کی گواہی بدوں اسلام کی تفصیل بیان کرنے کے مقبول ہو گی اور اگر جاہل ہو تو جب تک اسلام کی تفصیل اور اس کا وصف نہ بیان کرے مقبول نہ ہو گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک مسلمان عورت نے بیان کیا کہ میرا شوہر مسلمان تھا اور اس شخص کی اولاد کافر نے بیان کیا کہ نہیں بلکہ کافر تھا اور اس شوہر مسلمان کا ایک بھائی مسلمان تھا کہ وہ اس عورت کی تصدیق کرتا تھا تو میراث اس بھائی اور عورت کے درمیان تقسیم ہو گی اور اگر ایک بیٹا کافر اور ایک بیٹی مسلمان چھوڑی پھر بیٹی نے کہا کہ میرا باپ مسلمان مرا ہے اور بھائی مسلمان نے اس کی تصدیق کی اور بیٹا کافر کہتا ہے کہ کافر مرا ہے تو لڑکی کا قول معتبر ہو گا اور اگر بیوی نہ ہو اور بیٹا اور بھائی ہو اور بھائی اس کے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور بیٹا منکر ہے تو بیٹے کا قول لیا جائے گا اور میراث اسی کو ملے گی ایک بیٹی اور ایک بھائی اور دونوں نے اختلاف کیا تو مدعی اسلام کا قول لیا جائے گا اور یہی حکم بیٹا اور باپ موجود ہونے میں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک گھر چھوڑا پس میت کے لڑکے نے جو مسلمان تھا کہا کہ میرا باپ مسلمان مرا ہے اور یہ گھر میرے واسطے میراث چھوڑا ہے اور میت کا بھائی جو ذمی تھا آیا اور کہا کہ میرا بھائی میرے دین پر کافر مرا ہے تو بیٹے کا قول لیا جائے گا اور اسی کو میراث ملے گی اور اگر دونوں نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو بیٹے کے گواہ لئے جائیں گے اور اگر بھائی نے ذمی لوگ گواہ قائم کیے اور مسلمان بیٹے کے گواہ نہیں تو بھائی کے گواہ ناجائز ہوں گے لیکن اگر بھائی نے اپنے دعویٰ پر مسلمان گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور میراث بھائی کو ملے گی یہ محیط اور ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ایک نصرانی مر گیا اور اس کی مسلمان عورت نے بیان کیا کہ میں اس کے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی ہوں مجھے میراث چاہئے ہے اور وارثوں نے کہا کہ بلکہ تو پہلے مسلمان ہوئی ہے اور تجھے میراث نہ ملے گی تو وارثوں کا قول لیا جائے گا ☆

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ایک نصرانی مر گیا اور دو بیٹے چھوڑے پھر ایک اس کے مرنے کے بعد مسلمان ہو گیا پھر ایک نصرانی نے اس امر کے نصرانی گواہ قائم کیے کہ میں بھی میت کا بیٹا ہوں تو نسب کی گواہی قبول ہو گی اور میراث میں نصرانی بیٹے کا شریک کیا جائے[1] گا اور مسلمان بیٹے کی میراث کے حصہ میں شریک نہ ہو گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اسی طرح اگر ایک نصرانی بیٹا چھوڑا اور وہ باپ کے مرنے کے بعد مسلمان ہو گیا پھر ایک نصرانی آیا اور نصرانی گواہ اس امر کے لایا کہ میں نصرانی میت کا بیٹا ہوں تو نسب کی گواہی مقبول ہو گی اور جو کچھ مال میراث کا مسلمان بیٹے کے ہاتھ میں ہے اس میں سے کچھ نہ دلایا جائے گا پس اگر میت کا کچھ مال برآمد ہوا تو سب مسلمان بیٹے کو ملے گا پس اگر مسلمان بیٹا ذمی[2] باپ کی زندگی میں مر گیا تو اس کی میراث اس کے ذمی بیٹے کو ملے گی اور ابن سماعہ نے فرمایا کہ اس صورت میں ذمی بیٹے کو مسلمان بیٹے کی مزاحمت کا حق اس وقت نہیں حاصل ہوتا ہے کہ جب ذمی بیٹے کے نسب ثابت ہونے سے پہلے وہ مسلمان ہو گیا ہو اور اگر مسلمان ہونے سے پہلے اس کا نسب ثابت ہو گیا تو ذمی اس مسلمان کا مزاحم و شریک ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے ایک نصرانی مر گیا اور اس کی مسلمان عورت نے بیان کیا کہ میں اس کے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی ہوں مجھے میراث

---

[1] قولہ کیا جائے گا یعنی یہ بیٹا جس نے گواہوں سے نسب ثابت کیا ہے وہ معروف پسر نصرانی کا ساجھی ہو گا۔

[2] قولہ ذمی باپ مثلاً نصرانی یا یہودی یا ہندو ہے۔

چاہئے ہے اور وارثوں نے کہا کہ بلکہ تو پہلے مسلمان ہوئی ہے اور تجھے میراث نہ ملے گی تو وارثوں کا قول لیا جائے گا اسی طرح اگر کوئی مسلمان نصرانی عورت کو چھوڑ کر مر گیا اور جھگڑے و نالش کے دن وہ مسلمان تھی پس کہا کہ اس کے مرنے سے پہلے میں مسلمان ہوئی ہوں اور وارثوں نے کہا کہ بعد مرنے کے مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کا قول معتبر ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے اگر ایک گھر کی نسبت جو ایک ذمی کے قبضہ میں ہے ایک مسلمان اور ذمی نے دعویٰ کیا اور دونوں نے میراث کا دعویٰ کیا اور دلیل پیش کی تو دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا بشرطیکہ ذمی کے گواہ مسلمان ہوں ورنہ مسلمان کے واسطے ڈگری کر دی جائے گی اگرچہ اس کے گواہ کافر ہوں یہ محیطین میں لکھا ہے۔

ہر گواہی جو ایک ذمی نے دوسرے ذمی پر دی ہے اور ہنوز حاکم نے اس کی گواہی پر حکم نہیں دیا ہے یہاں تک کہ مشہود علیہ مسلمان ہو گیا تو گواہی باطل ہو جائے گی پس اگر مشہود علیہ حکم کے بعد مسلمان ہوا تو حکم سابق باقی رہے گا اور تمام حقوق میں سوائے حدود کے مواخذہ کیا جائے گا اور قصاص نفس یا مادون النفس میں قیاساً چاہتا ہے کہ قاضی نافذ کرے اور استحساناً نافذ نہ کرے گا اور چوری میں اگر چور حکم قضا کے بعد ہاتھ کاٹنے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو قاضی اس سے مال دلوا دے گا اور ہاتھ کاٹنا دفع کر دے گا اور اگر مشہود علیہ پہلے مسلمان ہوا پھر دونوں گواہ مسلمان ہو گئے یا پہلے واہ مسلمان ہوئے پھر مشہود علیہ مسلمان ہوا پس اگر انہوں نے از سر نو گواہی نہ ادا کی تو تمام حقوق میں ڈگری نہ ہوگی اور اگر پہلی صورت میں بعد دونوں کے مسلمان ہونے کے اور دوسری صورت میں بعد مشہود علیہ کے مسلمان ہونے کے دونوں نے از سر نو گواہی دی تو مالوں اور قصاص اور حد القذف کے دعویٰ میں ڈگری کر دی جائے گی اور جو حدود خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں ان میں نہ کی جائے گی یہ شرح ادب القاضی میں لکھا ہے اگر ایک نصرانی پر چار نصرانیوں نے گواہی دی کہ اس نے مسلمان باندی کے ساتھ زنا کیا ہے پس اگر انہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے زبردستی زنا کیا ہے تو فقط مرد کو حد ماری جائے گی اور اگر انہوں نے یہ گواہی دی کہ اس مسلمان باندی نے اس سے رضامندی سے زنا کرایا تو دونوں سے ح دفع کی جائے گی اور باندی مسلمان کے حق کے عوض گواہوں کو سزا[1] دی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ دو نصرانیوں نے ایک مسلمان و نصرانی پر یہ گواہی دی کہ ان دونوں نے ایک مسلمان کو عمداً قتل کر ڈالا ہے تو فرمایا کہ مسلمان پر گواہی ان کی قبول نہ کروں گا اور نصرانی سے قصاص نہ لوں گا مگر اس پر اسی کے مال کے دیت دینا لازم کروں گا یہ محیط میں لکھا ہے ابن سماعہ نے فرمایا کہ میں نے امام محمدؒ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ ایک مسلمان نے عمداً ایک نصرانی کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور کہا کہ میں ایک نصرانی کا غلام ہوں اور ہاتھ کٹے ہوئے نے دعویٰ کیا کہ یہ آزاد ہے اور ایک مرد اور دو عورت مسلمانوں کو گواہ لایا کہ اس کے مالک نے ایک سال سے اس کو آزاد کر دیا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں اس کو آزاد قرار دے کر ہاتھ کا قصاص لوں گا اور اگر ہاتھ کٹے ہوئے نے دو نصرانی گواہ پیش کئے کہ ایک سال سے اس کے مالک نے اس کو آزاد کیا ہے تو میں اس کی آزادی کے بارہ میں یہ گواہی قبول کروں گا اور قصاص نہ لوں گا اور مشائخ نے فرمایا کہ آزادی کی گواہی مسموع ہونا صاحبینؒ کے نزدیک ہونا چاہئے نہ امام اعظمؒ کے نزدیک کیونکہ امام اعظمؒ کے نزدیک بدوں غلام کے دعویٰ کے آزادی کی گواہی مقبول نہیں ہوتی ہے اور اس مقام پر وہ منکر ہے نہ مدعی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک مسلمان نے آ کر کہا کہ اگر فلاں نصرانی نے اپنی عورت کو طلاق دی تو میرا غلام آزاد ہے پھر دو نصرانیوں نے گواہی دی کہ فلاں نصرانی نے اس قول کے بعد اپنی عورت کو طلاق دی تو میں نصرانی کی عورت کے طلاق ہونے کے بارہ

---

[1] کیونکہ انہوں نے مسلمہ کا قذف کیا اور ان کی گواہی اس مسلمہ پر جائز نہیں تو زنا ثابت نہ ہوا اور خالی تہمت رہ گئی پس ان کو تعزیر دی جائے گی۔

میں گواہی قبول کروں گا اور مسلمان کا غلام آزاد نہ کروں گا یہ محیط میں ہے ایک مسلمان نے کہا کہ اگر میرا غلام اس دار میں داخل ہوا تو وہ آزاد ہے اور ایک نصرانی نے کہا کہ میری بیوی کو تین طلاق ہیں اگر یہ غلام اس دار میں داخل ہو پھر دو نصرانیوں نے گواہی دی کہ غلام اس گھر میں داخل ہوا ہے پس اگر غلام مسلمان ہو تو دونوں کی گواہی باطل ہے اور اگر نصرانی ہو تو نصرانی کی عورت پر طلاق ہونے میں گواہی جائز ہے اور آزادی[1] غلام کے بارے میں ناجائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے ایک نصرانی کے ہاتھ میں ایک چادر تھی پھر ایک مسلمان و ایک نصرانی نے ہر ایک نے اس کے گواہ نصرانی پیش کئے کہ نصرانی نے اقرار کیا ہے کہ یہ چادر مدعی کی ہے تو فرمایا کہ میں مسلمان کی ڈگری کروں گا یہ محیط میں لکھا ہے ایک نصرانی مرد نے ایک نصرانی عورت پر اس امر کے گواہ سنائے کہ میں نے اس عورت سے فلاں وقت نکاح کیا ہے تو فرمایا کہ میں نصرانی عورت کے مدعی کی بیوی ہونے کی ڈگری کروں گا پھر ایک مسلمان نے گواہ سنائے کہ میں نے اس وقت کے بعد اس سے نکاح کیا ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کی ڈگری نہ ہوگی اور امام اعظمؒ کے نزدیک ہوگی اور اگر دونوں نے معاً گواہ سنائے تو امام اعظمؒ کے نزدیک مسلم کی ڈگری ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نصرانی کی ڈگری ہوگی ایک نصرانی مر گیا اور اس پر ایک مسلمان کا قرضہ نصرانی کی گواہی سے ہے اور اس پر ایک نصرانی کا قرضہ نصرانی کی گواہی سے ہے تو امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ و زفرؒ نے فرمایا کہ مسلمان کے قرضہ سے شروع کیا جائے گا یعنی پہلے مسلمان کا قرضہ ادا کرنا شروع ہوگا کذا فی محیط السرخسی پس اگر کچھ بچ رہا تو وہ نصرانی کے قرضہ میں دیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک نصرانی کے قبضہ میں ایک غلام ہے کہ اس پر ایک مسلمان اور ایک نصرانی نے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ وہ ہر ایک نے دو نصرانی گواہ پیش کئے تو بالاجماع مسلمان کی ڈگری ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے ایک ذمی سو درہم چھوڑ کر مر گیا پھر ایک مسلمان نے دو گواہ ذمی اپنے سو درہم قرضہ کے پیش کئے اور ایک دوسرے مسلمان اور ایک ذمی نے اپنے دو گواہ ذمی سو درہم قرضہ کے پیش کئے تو سو کی دو تہائی اکیلے مدعی مسلمان کو ملے گی اور ایک تہائی دونوں شریکوں کو ملے گی اور اگر کسی ذمی قرض خواہ نے دو ذمی گواہ اور ایک مسلمان اور ایک ذمی نے دو ذمی گواہ سنائے تو سو درہم ترکہ میں سے ہر ایک کو ایک تہائی ملے گا اسی طرح اگر اس صورت میں دونوں شریکوں نے دو مسلمان گواہ سنائے تو بھی ذمی قرض خواہ کو تہائی اور دونوں شریکوں کو دو تہائی ملے گا اور اگر ذمی قرض خواہ نے دو گواہ مسلمان سنائے اور دونوں شریکوں نے خواہ مسلمان یا ذمی گواہ سنائے تو سو درہم کا نصف ذمی کو اور باقی آدھا دونوں شریکوں کو ملے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کتاب الرہن میں مذکور میں ایک مسئلہ اور اس کی تشریح ☆

ایک نصرانی مر گیا اور دو سو درہم چھوڑے اور دو بیٹے نصرانی چھوڑے پھر ایک مسلمان ہو گیا پھر ایک شخص آیا اور اس نے میت پر سو درہم کا دعویٰ کیا اور دو گواہ نصرانی قائم کئے تو قاضی اس قرضہ کا حکم وارث نصرانی کے حصہ میں سے دے گا اور نصرانی مسلمان کا شریک نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک نصرانی مر گیا اور ایک مملوک چھوڑا پھر وہ مملوک اس کے مرنے کے بعد مسلمان ہو گیا پھر اس کی طرف سے دو نصرانیوں نے یہ گواہی دی کہ اس کے مالک نے اس کو آزاد کر دیا ہے اور مالک کا سوائے اس غلام کے کچھ مال نہ تھا اور ایک مسلمان نے دو نصرانی گواہ اس امر پر قائم کئے کہ میرے ہزار درہم اس میت پر قرض ہیں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں دونوں کی گواہی قبول کروں گا پس غلام کو آزاد کروں گا اور وہ قرض خواہ کے واسطے سعی کر کے مال ادا کرے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے امام محمدؒ نے کتاب الرہن میں فرمایا کہ ایک ذمی مر گیا اور دوسرے ذمی نے اس کے بعض اسباب کے رہن کا دعویٰ کیا اور اہل ذمہ

[1] قولہ آزادی...... اس واسطے کہ یہ گواہی تو مسلمان پر وارد ہوئی پس قبول نہ ہوگی تو غلام بھی آزاد نہ ہوگا۔

میں سے گواہ قائم کئے اور ایک مسلمان نے اس پر قرض کا دعویٰ کیا اور ذمی یا مسلمانوں میں سے گواہ قائم کئے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں مسلمان کی گواہی قبول کر کے اس کا قرضہ دلوانا شروع کروں گا پھر بعد پورا ہو جانے کے اگر کچھ مال باقی رہا تو وہ ذمی کو ملے گا پھر فرمایا رہن جائز نہ ہوگا جب تک کہ مسلمان اپنا قرض پورا نہ لے لے پس اگر ذمی کے گواہ مسلمان ہوں اور مسلم کے گواہ ذمی یا مسلمان ہوں تو ذمی کو اپنے رہن لے لینے کا زیادہ استحقاق ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک مسلمان نے کافر پر مال کا دعویٰ کیا اور دعویٰ کیا کہ ایک مسلمان فلاں شخص اس کا کفیل ہے اور کفاروں میں سے گواہ قائم کئے تو اس گواہی سے اصیل پر مال ثابت ہوگا نہ کفیل پر اسی طرح اگر اصل مال کافر پر ہو پھر دو کافروں نے ایک کافر و مسلم پر یہ گواہی دی کہ ان دونوں نے اس کی طرف سے اس مال کی کفالت کی تھی اور ایک دوسرے کا بھی کفیل ہے تو یہ گواہی اصیل پر اور کفیل کافر پر جائز ہے اور مسلمان کفیل پر جائز نہیں اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان پر مال کا دعویٰ کیا اور مطلوب نے انکار کیا اور طالب نے دعویٰ کیا کہ اس ذمی نے مطلوب کے حکم سے اس کی طرف سے اس مال کی کفالت کی ہے اور کفیل نے انکار کیا پھر دو ذمیوں نے مدعی کی طرف سے گواہی دی تو گواہی کفیل پر جائز ہوگی نہ اصیل مسلم پر یہاں تک کہ اگر کفیل نے ادا کیا تو اس کو مسلمان سے لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اسی طرح اگر دونوں پر مال دستاویز میں ہو اور مسلمان کے نام دستاویز ہے اور ذمی اس کے نیچے کفیل ہے یا دستاویز دونوں کے نام ہے اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے تو بھی یہ گواہی کافر پر حجت ہوگی نہ مسلم پر یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ایک غلام ماذون نصرانی پر جو مسلمان کا مملوک ہے دو نصرانیوں نے گواہی دی کہ اس نے اس شخص کو یا اس کے گھوڑے کو قتل کر ڈالا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قتل کرنے کی گواہی جائز نہیں ہے ☆

اگر کسی مسلمان نے کافر کے لئے ہزار درہم کی ضمانت کر لی اور کافر اصیل نے کہا کہ میں نے اپنی طرف سے ضمانت کرنے کا حکم اس کو نہیں دیا تھا پھر مسلمان دو گواہ کافر لایا کہ انہوں نے گواہی دی کہ اس مسلمان نے اس کافر کے حکم سے اس کی طرف سے ضمانت کر لی تھی اور طالب نے اقرار کیا کہ میں نے اس کفیل سے مال بھر پایا ہے تو کفیل کو اختیار ہوگا اصیل سے مال وصول کر لے اور اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کے جان کی یا مال کی جو اس پر کسی مسلمان یا کافر کا ہے کفالت کی اور اہل ذمہ اس پر گواہ ہو پس اگر مسلمان نے اس سے انکار کیا تو ان کی گواہی اس پر جائز نہ ہوگی اور اگر اقرار کیا تو اس کے اقرار کی وجہ سے جائز ہوگی نہ گواہی کی وجہ سے پس اگر اس نے مال ادا کر دیا اور ذمیوں نے گواہی دی کہ اس نے ذمی کے حکم سے کفالت کی تھی تو وہ ذمی سے وصول کر لے گا یہ محیط میں لکھا ہے کافروں کی گواہی مکاتب کافر یا غلام ماذون کافر پر روا ہے اگرچہ اس کا مولیٰ مسلمان ہو یہ مبسوط میں ہے اگر ایک غلام ماذون نصرانی پر جو مسلمان کا مملوک ہے دو نصرانیوں نے گواہی دی کہ اس نے اس شخص کو یا اس کے گھوڑے کو قتل کر ڈالا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک قتل کرنے کی گواہی جائز نہیں ہے اور گھوڑے مار ڈالنے کی گواہی جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قصاص کے واسطے مقبول ہوگی اور خطا میں مال لینے کے واسطے مقبول نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر غلام ماذون مسلمان ہو اور اس کا مالک کافر ہو تو کافروں کی گواہی غلام پر مقبول نہ ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر کسی کافر نے کسی مسلمان کو خرید و فروخت کا وکیل کیا تو کافروں کی گواہی وکیل پر جائز نہ ہوگی اور اگر مسلمان نے کسی کافر کو وکیل کیا تو کافروں کی گواہی وکیل پر جائز ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک کافر مر گیا

ل قولہ متعدی یعنی جب اس نصرانی قرض دار پر ثبوت ہوا تو اس کے ثبوت سے جس مسلمان پر لازم آئے وہ بھی شامل ہو جائے گا اگرچہ ابتدا میں مسلمان پر گواہی قبول نہ ہوگی۔

اور اس نے مسلمان کو وصی بنایا پھر ایک شخص نے میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور کافر گواہ قائم کئے تو استحساناً جائز ہے اگر چہ وصی مسلمان ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ ایک مسلمان نے دعویٰ کیا کہ فلاں نصرانی مر گیا اور اس نے مجھے وصی بنایا ہے اور نصرانی گواہ سنائے پس اگر کسی نصرانی قرض دار کو حاضر کیا تو قیاساً و استحساناً گواہی اس پر قبول ہوگی اور غیر کی طرف متعدی[1] بھی ہوگی اور اگر کسی مسلمان قرض دار کو لایا تو قیاساً اس پر گواہی مقبول نہ ہوگی اور یہی پہلا قول امام محمدؒ کا ہے اور استحساناً مقبول ہوگی اور اسی طرح اگر نصرانی نے نصرانی گواہ قائم کئے فلاں شخص مر گیا اور میں اس کا بیٹا ہوں اور وارث ہوں اور گواہ سوائے اس کے کوئی وارث نہیں جانتے ہیں اور میت کا کوئی کافر قرض دار حاضر کیا تو قیاساً و استحساناً گواہی مقبول ہوگی اور اگر کوئی مسلمان قرض دار حاضر کیا تو قیاساً مقبول نہ ہوگی اور استحساناً مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر ایک مسلمان نے کسی نصرانی کی طرف سے وکالت کا دعویٰ کیا کہ جو کچھ اس کا حق کوفہ میں ہے اس کے لئے اس نے مجھے وکیل کیا ہے اور ایک مسلمان قرض دار کو حاضر کیا اور اس پر دو نصرانی گواہ قائم کئے تو قبول نہ ہوگی اور اگر نصرانی کو حاضر کیا تو گواہی قبول ہوگی اور جب قاضی نے یہ گواہی قبول کی اور اس کی وکالت کا حکم دے دیا تو یہ حکم سب قرض داروں پر خواہ کافر ہوں یا مسلمان ہو جاری ہوگا حتیٰ کہ اگر اس کے بعد کوئی مسلمان قرض دار کو لایا اور اس نے اس کی وکالت سے انکار کیا تو قاضی اس کو دوبارہ وکالت کے گواہ لانے کے واسطے تکلیف نہ دے گا یہ محیط میں لکھا ہے ایک مسلمان نے اپنا غلام نصرانی کے ہاتھ فروخت کیا پھر کسی نصرانی نے اس کے پاس سے دو نصرانی گواہ قائم کر لینا چاہا تو ڈگری نہ کی[2] جائے گی یہ وجیز کردری میں لکھا ہے ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک نصرانی نے مسلمان سے ایک غلام خریدا اور اس کو کسی نصرانی کے ہاتھ قبضہ کرنے کے بعد فروخت کر دیا پھر دوسرے مشتری نے قبضہ کے بعد اس میں عیب پایا اور دو گواہ نصرانی اس امر کے لایا کہ یہ عیب بائع مسلمان کے پاس تھا قبل اس کے کہ اس کو نصرانی مشتری کے ہاتھ فروخت کرے تو اس کو اختیار حاصل ہوگا کہ اپنے بائع نصرانی کو واپس کر دے اگر چہ اس کے بائع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس گواہی پر اپنے بائع مسلمان کو واپس کرے یہ ذخیرہ میں ہے منتقی میں ہے کہ ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا پھر دوسرے مشتری نے اس کو تیسرے مشتری کے ہاتھ تیسرے نے چوتھے کے ہاتھ اسی طرح دست بدست دس نصرانیوں کے ہاتھ فروخت ہوا پھر ایک ان میں سے مسلمان ہو گیا پھر غلام نے دعویٰ[2] کیا کہ میں اصلی آزاد ہوں اور اس پر نصرانی گواہ سنائے تو امام زفرؒ نے فرمایا کہ اس کے گواہ مقبول نہ ہوں گے خواہ اول بائع مسلمان ہوا یا درمیانی یا آخر کا جب تک کہ مسلمان گواہ نہ سنائے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر آخر کا مسلمان ہوا ہے تو گواہی مسموع نہ ہوگی اور اگر درمیانی مسلمان ہوا ہے تو مقبول ہوگی باہم اپنا اپنا ثمن واپس لیتے جائیں گے یہاں تک کہ مسلمان بائع تک نوبت پہنچے پس اس سے ثمن نہ لے سکیں گے اور نہ اس کے پہلے والے فروخت کرنے والوں سے واپس کر سکیں گے اور اگر غلام نے آزاد ہونے کا دعویٰ کیا پس اگر یہ دعویٰ کیا کہ پہلے بائع نے مجھے آزاد کیا ہے اور وہی مسلمان ہو گیا ہے اور گواہ نصرانی ہیں تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر درمیانی مسلمان ہوا ہے تو گواہی اس کے آزاد کر دینے پر مقبول نہ ہوگی اور نہ اس کے بعد کے کسی بائع پر آزاد کر دینے کی گواہی مقبول ہوگی اور اس کے پہلے کسی بائع کے آزاد کر دینے پر گواہی قبول ہوگی اور یہ امام اعظمؒ و زفر کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ مسلمان بائع کے پہلے یا بعد جس بائع سے آزاد کر دینے کے یہ

---

[1] اور وہ اپنا ثمن اپنے مسلمان بائع سے واپس لے بسبب اسی گواہی کے۔

[2] دعویٰ کیا اور اس سے پہلے کبھی غلام نے کوئی ایسا قول و فعل نہیں کیا جس سے ثابت ہو کہ وہ اپنے آپ کو غلام جانتا ہے۔

گواہ قائم ہوں گے مقبول ہوں گے ہاں اگر خود مسلمان بائع پر قائم ہوں تو مقبول نہ ہوں گے اور جب غیر مسلمان پر یہ گواہی قائم ہوئی تو باہم ایک دوسرے سے ثمن واپس کرتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ مسلمان بائع تک نوبت پہنچے پس نہ اس سے اور نہ اس کے پہلے والوں سے ثمن واپس لے سکتے ہیں مگر اس صورت میں کہ مسلمان بائع خود اقرار کرے تو واپس کریں گے یہاں تک کہ آزاد کرنے والے تک پہنچ کر ختم کریں گے کذا فی المحیط۔

باب : ⑪

گواہی پر گواہی دینے کے بیان میں

گواہی پر گواہی دینا ایسے ہر حق میں جائز ہے جو شبہہ سے ساقط نہیں ہوتا ہے اور یہ حکم استحساناً ہے پس ایسے حقوق میں جو شبہہ سے ساقط ہوتے ہیں مثل حدود و قصاص کے مقبول نہ ہوگی یہ ہدایہ میں ہے کتاب الاصل میں ہے کہ اگر دو گواہوں نے دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی نے فلاں شخص کو حد قذف ماری ہے تو جائز ہے لیکن اصل کی کتاب الدیۃ میں لکھا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے نوادر ابن رستم میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ گواہی پر گواہی دینا تعزیر میں جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے جیسے ایک درجہ[1] میں جائز ہے ویسا ہی چند درجوں تک جائز ہے یہاں تک کہ فروع کے گواہوں پر گواہیاں ایک بعد دوسرے کے جائز ہیں تا کہ حقوق تلف ہونے سے محفوظ رہیں کافی میں لکھا ہے اور ایک شخص کی گواہی پر کم دو شخصوں یا ایک مرد اور دو عورتوں سے گواہ نہ ہونا چاہئے اور ایسا ہی ایک عورت کی گواہی کا حکم ہے اور یہ ہمارے نزدیک ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے دو مرد گواہوں کی گواہی یا ایک قوم کی گواہی پر گواہی دی تو ہمارے نزدیک جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے اپنی گواہی خود ادا کی اور دوسرے گواہ کی گواہی پر دو آدمیوں نے گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے ایک شخص کی گواہی جو خود ادا کرتا ہے وہی گواہی دی تو جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور گواہ کر لینے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل گواہ فرع سے یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ زید کا بکر پر اس قدر قرض ہے تو میری اس گواہی پر گواہی دے یا یوں کہے تو میری اس گواہی پر گواہی دے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے میرے پاس ایسا اقرار کیا یا یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے سنا کہ فلاں شخص زید کے اس قدر حق کا اقرار کرتا تھا پس تو میری اس گواہی پر گواہی دے اور یہ نہ کہے کہ تو اس کی گواہی دے اور یہ بھی نہ کہے کہ تم دونوں میری گواہی کی گواہی دو اور یوں گواہی ادا کرے جیسے مجلس قاضی میں گواہی دیتا ہے تا کہ بجنسہ مجلس قضا میں نقل کی جائے اور اصل کو یہ بیان کرنا ضروری نہیں ہے کہ فلاں شخص نے مجھے اپنے اوپر گواہ کر لیا ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر دو اصل گواہوں نے دو شخصوں سے کہا کہ گواہی دو کہ ہم نے سنا ہے کہ فلاں شخص اپنے اوپر زید کے واسطے ہزار درہم کا اقرار کرتا تھا پس دونوں ہم پر اس کی گواہی دو پس دونوں فرع نے اس کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر دو اصل گواہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ فلاں شخص نے اقرار کیا کہ زید کے اس پر ہزار درہم قرض ہیں پس تم گواہی دو کہ ہم ایسی گواہی دیتے ہیں یا کہا تم اس پر گواہی دو کہ ہم اس پر اس کی گواہی دیتے ہیں یا کہا کہ ہم پر گواہی دو جو ہم نے گواہی دی یا یوں کہا کہ فلاں کے فلاں شخص پر ہزار درہم ہیں پس گواہی دو کہ ہم نے اس پر یہ گواہی دی ہے یا یوں کہا کہ گواہی دو اس پر کہ ہم نے گواہی دی یا اصل گواہ نے فرع سے کہا کہ تو گواہی دے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں شخص نے فلاں شخص کے واسطے اس قدر درہم کا اقرار کیا تو ان سب صورتوں گواہ کر لینا درست نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ ایک درجہ یعنی اصل فریق کے شاہد ہوئے پھر شاہد کے شاہد ہوئے پھر شاہد کے شاہد کے شاہد ہوئے علیٰ ہذا القیاس۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر اصل گواہ اتنی دُور ہو کہ اگر صبح کو گواہی ادا کرنے کے واسطے آئے تو اُس کو اپنے اہل وعیال میں رات گزارنا میسر نہ ہو سکے تو گواہ کر لینا درست ہے ☆

اگر غیر کو اپنی گواہی پر گواہ کرنا چاہا تو چاہئے کہ طالب ومطلوب کو حاضر کر کے دونوں کی طرف اشارہ کرے اور اگر دونوں کی غیبت میں گواہ کرنا چاہا تو اس کا نام ونسب بیان کرے لیکن اگر مشہود علیہ غائب ہو تو گواہ کر لینے کے واسطے نام ونسب ذکر کر دینا کافی ہے اور حکم قضا کے واسطے اس قدر کافی نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور جب فرع اصل گواہ کی گواہی ادا کرنا چاہے تو یوں بیان کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں شخص نے مجھ کو اپنی گواہی پر گواہ کیا کہ فلاں شخص نے اس کے نزدیک اس حق کا اقرار کیا ہے اور اس نے مجھ سے کہا کہ تو میری اس گواہی پر گواہی دے کیونکہ ضروری ہے کہ وہ اپنی گواہی ذکر کرے اور اصل گواہ کی گواہی اور اس کی طرف سے برداشت کرنا ذکر کرے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور یہی اصح ہے یہ زاہدی میں ہے اور اگر فروع نے گواہی دی اور یہ نہ کہا کہ ہم اس کی گواہی پر گواہی دیتے ہیں تو ان کی گواہی مقبول نہ ہو گی یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے اور فرع کو چاہئے کہ اصل گواہ کے نام کو اور اس کے باپ و دادا کے نام کو ذکر کرے اور اگر اس نے ترک کیا تو قاضی فرع کی گواہی قبول نہ کرے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور فروع کی گواہی قبول نہ ہو گی مگر جبکہ اصلی گواہ مر جائیں یا اس قدر بیمار ہو جائیں کہ مجلس قاضی میں حاضر نہ ہو سکیں یا تین رات و دن کے قدر یا زیادہ دور چلے جائیں تو مقبول ہو گی کذا فی الکافی اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر اصل گواہ اتنی دور ہو کہ اگر صبح کو گواہی ادا کرنے کے واسطے آئے تو اس کو اپنے اہل وعیال میں رات گزارنا میسر نہ ہو سکے تو گواہ کر لینا درست ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیثؒ نے لیا ہے یہ زاہدی و ہدایہ میں لکھا ہے اور بہت سے مشائخ نے اس روایت کو لیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ سراجیہ میں لکھا ہے نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایک قوم کی معیت میں نکلا اور اس کا ارادہ مکہ جانے کا یا کسی دوسرے سفر کا تھا کہ اس کو اس نے بیان کر دیا پھر قوم نے اس کو چھوڑ دیا اور پلٹ آئے پھر ایک قوم نے اس کی گواہی پر گواہی دی اور مشہود علیہ نے دعویٰ کیا کہ وہ حاضر ہے اور گواہوں نے موافق بیان کے گواہی دی اور کچھ زیادہ نہ بیان کیا تو یہ گواہی پر گواہی دینا اس شخص کے نزدیک جو حاضر کے باب میں ایسا قبول نہیں کرتا ہے قبول ہے یا نہیں ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہاں مقبول ہے کیونکہ غیبت ایسی ہی ہوتی ہے پس اگر اس نے قوم کو وداع کر دیا اور اپنے گھر ہی میں رہا اور اس کو نکلتے نہیں دیکھا تو گواہی قبول نہ کروں گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

صدر الشہید حسام الدین نے فرمایا کہ امیر یا سلطان کی طرف سے اگر دونوں شہر میں موجود ہوں تو گواہی پر گواہی دینا درست نہیں ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے بیٹے کو باپ کی گواہی پر گواہی دینا درست ہے اس کی قضا پر نہیں درست ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں پر بیٹے کی گواہی درست ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر اصل گواہ شہر میں قید ہوا اور اس نے اپنی گواہی پر گواہ کر لئے تو فروع کو اس کی گواہی پر گواہی دینا جائز ہے یا نہیں اور قاضی اس پر عمل کرے گا یا نہیں اور اس مسئلہ کا ذکر کسی کتاب میں نہیں ہے اور مشائخ زمانہ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ اسی قاضی کے قید خانہ میں قید ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر والی ملک کے قید خانہ میں ہو اور نکالنا ممکن نہ ہو تو جائز ہے اور بعض نے کہا کہ جائز نہ ہونا چاہئے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کوئی عورت پردہ دار ہو تو اس کو اپنی گواہی پر گواہ کر لینا درست ہے اور جو عورت اپنے گھر سے مانند قضائے حاجت حمام وغیرہ کے واسطے نکلتی ہے وہ پردہ دار ہے بشرطیکہ مردوں سے مخالطت نہ کرتی ہو یہ قنیہ میں لکھا ہے اگر اصل گواہ نے اعتکاف کیا ہو تو فروع کی گواہی جائز نہیں ہے خواہ اعتکاف نذر ہو یا نذر نہ ہو یہ قاضی بدیع الدین نے فرمایا ہے کذا فی التاتارخانیہ اپنی گواہی پر گواہ کر لینا درست ہے اگرچہ اصل گواہوں کو کچھ عذر نہ ہو حتیٰ کہ اگر ان کو کچھ عذر درپیش آیا مثلاً

سفر یا مرض یا موت تو فروع گواہی ادا کریں گے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر فروع نے گواہی ادا کی پھر حکم قضا سے پہلے اصول حاضر ہوئے تو فروع کی گواہی پر حکم نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اصل گواہ نے دوسرے کو اپنی گواہی پر گواہ کیا اور اس نے گواہی کو برداشت نہ کیا اور کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو چاہئے کہ وہ گواہ قرار پائے یہ قنیہ میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو اپنی گواہی پر گواہ کیا پھر اس کو منع کر دیا کہ میری گواہی پر گواہی نہ دے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منع کرنا صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ اگر بعد ممانعت کے اس نے گواہی پر گواہی دی تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر دو گواہوں کی گواہی پر دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں نے اپنا غلام آزاد کر دیا ہے پھر ان کی گواہی پر ہنوز حکم نہ ہوا تھا کہ اصل گواہ حاضر ہوئے اور فروع کو گواہی دینے سے منع کیا تو عامہ مشائخ کے نزدیک صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ منع صحیح نہیں ہے اور پہلا قول اظہر ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر اصلی گواہوں نے گواہی سے انکار کیا تو فروع کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر دو فروع نے ایک اصل کی گواہی پر گواہی دی پھر اصل گونگا یا اندھا ہو گیا یا مرتد یا فاسق ہو گیا یا اس کی عقل جاتی رہی اور ایسی حالت میں ہو گیا کہ اس کی گواہی روا نہیں ہے تو فروع کی گواہی بھی جاتی رہے گی اگر کسی فرع نے اصل کی گواہی پر گواہی دی اور اس کی گواہی بسبب اصل کے فاسق ہونے کے رد کر دی گئی تو اس کے بعد دونوں میں سے کسی کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان و مبسوط و خلاصہ میں ہے اگر ایک مرد نے دوسرے کو اپنی گواہی پر گواہ کر لیا پھر اصل گواہ کی ایسی حالت ہو گئی کہ اس کی گواہی جائز نہیں ہے پھر بدل کر اس کی ایسی حالت ہو گئی کہ اس کی گواہی جائز ہے مثلاً فاسق ہو کر اس نے توبہ کر لی پھر فرع نے اس کی گواہی پر گواہی دی تو سب کی گواہی جائز ہے اگر دو شخصوں نے دو شخصوں کو اپنی گواہی پر گواہ کیا اور دونوں فرع عادل شخص ہیں پھر فاسق ہو گئے پھر دونوں عادل ہو گئے اور گواہی دی یا اپنی گواہی پر دوسروں کو گواہ کر لیا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر دو فرع گواہوں نے قاضی کے پاس گواہی دی اور قاضی نے دونوں پہلوؤں[1] میں کچھ تہمت پا کر گواہی رد کر دی تو پھر یہ گواہی اس کے بعد نہ فروع سے قبول ہوگی اور نہ اصول سے اور اگر دونوں فرع میں کچھ تہمت پا کر گواہی رد کر دی تو اصول کی گواہی اگر عادل ہیں تو جائز رہے گی اور اگر اصول نے دوسرے دو عادل فرع کو گواہ کر لیا تو ان کی گواہی بھی جائز رہے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے دو غلاموں یا دو مکاتبوں یا دو کافروں کی گواہی پر ایک مسلمان پر گواہی دی اور انہیں وجہوں سے قاضی نے گواہی رد کر دی پھر دونوں غلام آزاد ہو گئے یا دونوں مکاتب آزاد ہو گئے یا دونوں کافر مسلمان ہو گئے اور گواہی ادا کی یا اپنی گواہی پر پہلے دونوں آدمیوں کو یا دوسروں کو گواہ کر دیا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر گواہ اصل گواہ کر لینے کے وقت فاسق ہو پھر توبہ کر لے تو فرع گواہی نہ دے لیکن اگر دوبارہ اسی گواہی پر گواہ کر لے تو پھر ادا کرنا جائز ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے اگر دونوں اصل گواہ مرتد ہو گئے پھر دونوں مسلمان ہو گئے تو فروع کو ان کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں ہے اور اگر دونوں اصل گواہوں نے بعد مسلمان ہونے کے خود گواہی ادا کی تو ان کی گواہی مقبول ہوگی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر فروع نے بیان کیا کہ ہم کو اصول نے اپنی گواہی پر جو فلاں بن فلاں کی طرف سے فلاں شخص پر اس قدر مال کی بابت تھی گواہ کر لیا تھا لیکن ہم فلاں مدعا علیہ کو نہیں پہچانتے ہیں تو قاضی ان کی گواہی قبول کرے گا اور مدعی کو حکم دے گا کہ اس امر پر گواہ لائے کہ جس شخص کو اس نے حاضر کیا ہے یہ وہی فلاں میں فلاں مدعا علیہ ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر دو فروع نے دو اصل گواہوں کی گواہی پر گواہی دی پس اگر قاضی فروع و اصول دونوں فریق کو عادل جانتا ہے تو ان کی

---

[1] قولہ پہلوں یعنی اصول گواہوں میں۔

گواہی پر حکم دے دے گا اور اگر اصول کو عادل جانتا ہے اور فروع کو نہیں پہچانتا ہے تو ان کا حال دریافت کرے گا اور اگر فروع کو عادل جانتا ہے اور اصول کو نہیں پہچانتا ہے تو خصافؒ نے ذکر کیا کہ فروع سے ان کے اصول کا حال دریافت کرے گا اور قبل دریافت کے حکم نہ دے گا پس اگر انہوں نے اصول کی تعدیل کی تو ظاہر روایت میں ان کی تعدیل ثابت ہو جائے گی اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ فروع کی تعدیل کرنے سے اصول کی صداقت ثابت نہ ہو گی اور ظاہر روایت صحیح ہے اور اگر فروع نے وقت دریافت کے کہا کہ ہم اصول کے حال سے آگاہ نہیں کرتے ہیں تو قاضی ان کی گواہی قبول نہ کرے گا پس اگر مدعی نے کہا کہ میں ایسے لوگ لاتا ہوں جو اصول کی تعدیل کریں گے تو امام محمدؒ کے قول کے موافق قاضی التفات نہ کرے گا اور اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر مدعی نے قاضی سے کہا کہ اصول کا حال دریافت کر لے کہ وہ لوگ عادل ہیں تو قاضی اس کو قبول نہ کرے گا اور یہ ظاہر روایت ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر فروع نے کہا کہ ہم اصول کو نہیں پہچانتے ہیں کہ آیا وہ عادل ہیں یا نہیں تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قاضی ان کی گواہی رد نہ کرے اور اصل گواہوں کا حال دوسروں سے دریافت کرے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ایسا ہی امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط اور ذخیرہ میں لکھا ہے اگر فرع نے قاضی سے کہا کہ میں اصل گواہ کو گواہی میں متہم جانتا ہوں تو قاضی فرع سے ان کی گواہی پر گواہی قبول نہ کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر فروع نے تعدیل اصول سے سکوت کیا تو صحیح ہے اور قاضی اصول کی تعدیل دوسرے لوگوں سے جو تعدیل کرنے کے لائق ہیں دریافت کرے گا اور یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک گواہی قبول نہ کرے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر دو گواہوں نے دو گواہوں کے قتل خطا کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے مددگار برادری پر دیت کا حکم دے دیا ☆

ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ عادل نے اپنی گواہی پر دو گواہ کر لئے پھر خود غائب ہو گیا کہ پتا نہ ملا مثلاً بیس برس تک غائب رہا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ اپنی عدالت دریافت کرے پس اگر اصل گواہ ایسا مشہور ہو جیسے امام ابو حنیفہؒ و سفیان ثوریؒ تو ان کی گواہی پر حکم دے دے گا اور اگر مشہور نہ ہو تو فروع کی گواہی پر حکم نہ دے گا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے جامع میں مذکور ہے کہ اگر دو گواہوں نے دو گواہوں کے قتل خطا کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے مددگار برادری پر دیت کا حکم دے دیا پھر جس کے مقتول ہونے کی گواہی دی ہے وہ زندہ نکلا تو گواہوں فروع پر ضمان لازم نہ آئے گی لیکن ولی مدعی نے جو کچھ لیا ہے وہ واپس کر دے اور اگر اصل گواہ آئے اور انہوں نے گواہی سے انکار کیا تو انکار اقرار فروع کے حق میں صحیح نہ ہو گا اور نہ ان پر ضمان واجب ہو گی اور اصلی گواہوں پر بھی ضمان نہ آئے گی اور اگر اصلی گواہوں نے کہا کہ ہم نے ان دونوں کو ایک باطل چیز کی گواہی پر گواہ کر لیا تھا اور ہم جانتے ہیں کہ ہم اس وقت جھوٹ بولتے تھے تو بھی امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوں گے اور امام محمدؒ کے نزدیک مددگار برادری کو اختیار ہو گا کہ چاہے اصلی گواہوں سے ضمان لے یا ولی سے ضمان لے پس اگر اصلی گواہوں سے ضمان لی تو یہ گواہ ولی سے اس قدر مال لے لیں گے اور اگر ولی سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

باب : ⑫

جرح و تعدیل کے بیان میں

قاضی کو ضرور چاہئے کہ تمام حقوق میں پوشیدہ و ظاہر گواہوں کا حال دریافت کرے خواہ خصم نے ان میں طعن کیا ہو یا نہ کیا ہو

اور یہ امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسلمان میں ظاہری عدالت پر اکتفا کرے گا لیکن اگر خصم نے طعن کیا تو دریافت کرے گا ہاں حدود و قصاص میں بالا جماع خفیہ دریافت کرے اور ظاہر میں ان کا تزکیہ کرے خواہ خصم نے طعن کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس زمانہ میں صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر خصم نے گواہوں میں طعن نہ کیا بلکہ تعدیل کی مثلاً یوں کہا کہ یہ لوگ عادل ہیں جو کچھ انہوں نے مجھ پر گواہی دی وہ سچ کہا یا کہا کہ یہ لوگ عادل ہیں ان کی گواہی میرے واسطے یا میرے اوپر جائز ہے تو قاضی اس کے اقرار حق پر حق مدعی کی ڈگری کر دے گا گواہوں کا حال دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر مدعا علیہ نے صرف اس قدر کہا کہ یہ عادل ہیں یا کہا کہ عادل ہیں مگر گواہی میں انہوں نے خطا کی پس اگر مدعا علیہ عادل ہو کہ جس کی تعدیل معتبر ہو سکتی ہے تو دیکھا جائے گا کہ جواب دعویٰ کے وقت اگر اس نے مدعی کے دعویٰ سے انکار نہیں کیا بلکہ سکوت کیا یہاں تک کہ گواہوں نے اس پر گواہی دی پھر اس نے کہا کہ گواہ عادل ہیں تو امام اعظمؒ وامام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ قاضی ان کی گواہی پر مدعی کی ڈگری کر دے گا اور ان کا حال دریافت نہ کرے گا خواہ دعویٰ ایسے حق میں ہو کہ باوجود شبہہ کے ثابت ہوتا ہے یا شبہہ کے ساتھ ثابت نہ ہوتا ہو اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ قاضی بدوں ان کے حال دریافت کرنے کے حکم نہ دے گا اور اگر مدعا علیہ نے دعویٰ مدعی سے انکار کیا پھر جب گواہوں نے اس پر گواہی دی تو اس نے گواہوں کی نسبت کہا کہ یہ عدول ہیں تو بعض روایات میں ہے کہ اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے جیسا مذکور ہوا یعنی امام محمدؒ کے نزدیک بدوں دریافت حال کے حکم نہ دے اور ان کے نزدیک حکم دے اور بعض روایت میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ قاضی مدعا علیہ سے ان کی اس گواہی میں صدق و کذب کو دریافت کرے اگر اس نے کہا کہ انہوں نے سچ کہا تو اس نے دعویٰ کا اقرار کر لیا پس اقرار پر حکم دے دے اور اگر اس نے کہا کہ انہوں نے جھوٹ کہا تو بدوں دریافت کے حکم نہ دے جامع صغیر میں مذکور ہے کہ اس صورت میں مدعا علیہ کی تعدیل امام محمدؒ وامام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور اس کی تعدیل بمنزلہ عدم کے ہے اور اگر مدعا علیہ فاسق یا مستور الحال ہو تو اس کی تعدیل صحیح نہیں ہے اور نہ اس پر قاضی فیصلہ کرے گا اور نہ اس کا یہ کہنا کہ گواہ عادل ہیں اپنے اوپر حق کے اقرار کرنے میں شمار ہوگا اور اگر قاضی نے اس سے دریافت کیا کہ گواہوں نے سچ کہا یا جھوٹ اور اس نے کہا کہ سچ کہا تو یہ دعویٰ کا اقرار ہے پس اقرار پر حکم دے دے گا اور اگر اس نے کہا کہ گواہوں نے جھوٹ کہا تو قاضی حکم نہ دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر مدعا علیہ پر گواہی دینے سے پہلے اس نے گواہوں کی تعدیل کی پھر گواہوں نے گواہی دی اور اس نے مشہود بہ سے انکار کیا تو قاضی اس کی تعدیل کرنے پر اکتفا نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص پر دو گواہوں نے گواہی دی اور اس نے ایک کی تعدیل کی اور کہا کہ یہ عادل ہیں لیکن اس نے غلطی کی یا اس کو وہم ہوا تو قاضی اس سے دوسرے گواہ کا حال دریافت کرے گا پس اگر اس نے دوسرے کی تعدیل کی تو دونوں کی گواہی پر قاضی ڈگری کر دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے گواہوں نے مدعا علیہ پر گواہی دی اس کے بعد اس نے کہا کہ فلاں شخص نے جو کچھ مجھ پر گواہی دی ہے حق ہے تو قاضی بدوں دوسرے گواہ کے حال دریافت کرنے کے مدعی کا دعویٰ جو کچھ گواہ نے بیان کیا ہے قاضی اس پر لازم کرے گا اور اگر گواہی ادا کرنے سے پہلے اس نے کہا کہ فلاں گواہ جو کچھ مجھ پر گواہی دے گا وہ حق ہے یا وہی سچ ہے پھر جب گواہی ادا کی تو اس نے قاضی سے کہا کہ ان کا حال دریافت کیا جائے اور مجھے یہ گمان نہ تھا کہ ایسی جھوٹی گواہی دیں گے تو قاضی ان کا حال دریافت کرے گا اگر عادل ہوئے تو فیصلہ کرے گا ورنہ گواہی مقبول نہ ہوگی یہ شرح ادب القاضی میں ہے فتاویٰ ابو اللیثؒ میں مذکور ہے کہ کسی قاضی کے پاس دو گواہوں نے گواہی دی اور ایک کو قاضی عادل جانتا ہے اور دوسرے کو نہیں پہچانتا ہے کہ عادل ہے یا نہیں پھر جس کی عدالت کو قاضی جانتا ہے اس نے دوسرے کی تعدیل کی تو نصیر نے فرمایا کہ

اس کی تعدیل کرنا مقبول نہیں ہے اور ابو سلمہ سے دو روایتیں ہیں اور فقیہ ابو بکر سے روایت ہے کہ ایک قاضی کے پاس تین آدمیوں نے گواہی دی اور اس کو تیسرے گواہ کا حال معلوم نہیں ہے پس دونوں گواہوں عادلوں نے جن کو وہ پہچانتا ہے اس تیسرے کی تعدیل کی تو دوسرے مقدمہ اور گواہی میں یہ تعدیل مقبول ہوگی اور اسی گواہی میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول نصیرؒ کے قول کے موافق ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص تعدیل کر سکتا ہے اور تعدیل کرنے والے کے پاس قاضی کی طرف سے ایلچی ہو سکتا ہے اور گواہ کے قول کا مترجم ہو سکتا ہے اور یہ امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور دو شخصوں کا ہونا افضل ہے اور یہ حکم خفیہ تعدیل کرنے میں ہے اور ظاہری کے واسطے بالاجماع عدد شرط[1] ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اجماع ہے کہ عدالت اور بلوغ اور آزادی اور بینائی جو گواہ میں شرط ہے وہی ظاہری تعدیل کرنے والے میں بھی شرط ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور پوشیدہ تعدیل کرنا امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غلام اور اندھے اور نابالغ اور محدود القذف سے مقبول ہوتی ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر مشہود علیہ مسلمان ہو تو اس کے تعدیل کرنے والے کا مسلمان ہونا شرط ہے ☆

ترجمان اگر اندھا ہو تو امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے ایک عورت اگر آزاد ہو اور ثقہ ہو تو اس کا مترجم ہونا امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مثل مرد کے جائز ہے اور یہ حکم ان صورتوں میں ہے جن میں عورت کی گواہی مثل مال وغیرہ کے دعویٰ کے جائز ہے اور جس صورت میں عورت کی گواہی جائز نہیں ہے اس میں اس کا مترجم ہونا بھی جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے پوشیدہ تعدیل باپ و فرزند فاسق سے امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہوتی ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اسی طرح ہر اس شخص سے جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں ہے اگر پوشیدہ تعدیل کرے تو مقبول ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر عورت اپنے شوہر وغیرہ کی تعدیل کرے تو مقبول ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر عورت اپنے شوہر وغیرہ کی تعدیل کرے تو مقبول ہے بشرطیکہ وہ بے پردہ ہو اور لوگوں سے خلط ملط اور معاملہ کرتی ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اگر مشہود علیہ مسلمان ہو تو اس کے تعدیل کرنے والے کا مسلمان ہونا شرط ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور علانیہ تعدیل کے واسطے بالاجماع لفظ شہادت شرط نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور قاضی کو چاہئے کہ گواہوں کا حال دریافت کرنے کے واسطے ایسے شخص کو اختیار کرے جو عادل اور لوگوں کے حال سے خبردار ہو اور طامع نہ ہو اور فقیہ ہو کہ جرح و تعدیل کے اسباب سے واقف ہو اور غنی ہو اور اگر ایک عالم فقیر اور دوسرا غیر عالم غنی اور ثقہ پایا یا ایک عالم ثقہ کہ لوگوں سے نہ ملتا ہو اور دوسرا ثقہ غیر عالم کہ لوگوں سے خلط ملط رکھتا ہو پایا تو تعدیل کے واسطے عالم کا اختیار کرنا اولیٰ ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ تعدیل کرنے والا مغفل نہ ہو اور نہ گوشہ نشین کہ لوگوں سے نہ ملتا ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور جو معدل پوشیدہ ہے وہی علانیہ کے واسطے ہونا چاہئے اور یہی ہمارے اصحاب کا قول ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور علانیہ تعدیل کرانے کی یہ صورت ہے کہ قاضی تعدیل کرنے والے اور گواہ کو جمع کرے اور کہے کہ اسی کی تو نے تعدیل کی ہے یا کہے کہ یہی لوگ عادل مقبول الشہادۃ ہیں یہ کفایہ میں لکھا ہے

خفیہ تعدیل کرانے کی یہ صورت ہے کہ قاضی تعدیل کرنے والے کے پاس کسی ایلچی کو بھیجے یا ایک خط لکھے کہ اس میں گواہوں کے نام اور نسب اور حلیہ اور محلہ اور بازار تحریر کرے تاکہ معدل اس کو پہچان لے پھر اس کے پڑوسیوں اور دوستوں آشناؤں سے اس کا حال دریافت کرے گا یہ نہایہ میں لکھا ہے اور اپنے امین کے ہاتھ اس خط کو روانہ کرے گا اور اس پر اپنی مہر لگا دے گا اور کسی کو کو مطلع نہ کرے گا تاکہ حال معلوم ہو جانے سے دھوکا نہ دیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے پھر قاضی کو اختیار ہے چاہے تعدیل ظاہری و باطنی

---

[1] کم سے کم دو ہونا چاہئے۔

دونوں دریافت کرے یا صرف تعدیل پوشیدہ پر کفایت کرے اور ہمارے زمانہ میں ظاہری کرانے کو ترک کیا گیا ہے کذانی فتاویٰ قاضی خان اور پہلے زمانہ میں صرف تعدیل ظاہری تھی اور اس زمانہ میں فتنہ سے بچنے کے واسطے پوشیدہ تعدیل پر کفایت کی گئی اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ ظاہری تعدیل بلا اور فتنہ ہے یہ ہدایہ میں ہے اور تعدیل کرنے والے کو بھی چاہئے کہ خود دریافت کرنے کے واسطے ایسے شخص کو اختیار کرے جس میں وہ اوصاف موجود ہوں جو تعدیل کرنے والے میں بیان کئے گئے ہیں یہ نہایہ میں ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اس کے پڑوسیوں سے اس کا حال جبھی دریافت کرے کہ اس سے اور ان سے ظاہری عداوت نہ ہو اور نہ وہ ان پر احسان کرنے والا ہو کہ مثلاً ان کی طرف سے چوکیداری وغیرہ ادا کر دیتا ہو اور اسی کو ابو علی نسفی نے اختیار کیا ہے اور اس کو امام محمدؒ سے روایت کیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر پڑوسیوں یا بازار والوں میں ایسا شخص نہ ملا جو تعدیل کی لیاقت رکھتا ہو تو اس کے اہل محلہ سے دریافت کرے اور اگر سب غیر ثقہ ہیں تو تواتر اخبار پر اعتماد کرے اور اسی طرح اگر اس کے پڑوسیوں اور اہل محلہ سے دریافت کیا حالانکہ سب غیر ثقہ ہیں اور انہوں نے اس کی جرح یا تعدیل پر اتفاق کیا اور اس کے دل میں آیا کہ سچ کہتے ہیں تو یہ بھی بمنزلہ خبر متواتر کے ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر معدل گواہ کو نہیں پہچانتا ہے اور اس کے سامنے دو معدلوں نے اس کی تعدیل کی اور وہ دونوں ثقہ ہیں تو اس کو روا نہیں کہ گواہ کی تعدیل کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

جس گواہ کی عدالت یا جرح کچھ نہ معلوم ہوئی تو اس کے نام کے نیچے لکھ دے کہ اس کا حال نہیں کھلا ☆

پھر جس گواہ کو اس نے عادل معلوم کیا تو چاہئے کہ قاضی کے خط میں اس گواہ کے نام کے نیچے لکھ دے کہ عادل ہے اس کی گواہی جائز ہے کذانی النہایہ اور تعدیل ہے اور اسی قول پر اعتماد کیا گیا ہے کذانی فتاویٰ قاضی خان اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ قاضی کے خط میں اس کے نام کے نیچے یوں لکھنا چاہئے کہ یہ گواہ میرے نزدیک عادل و پسندیدہ اور اس کی گواہی جائز ہے اور اسی کو ہمارے علما نے لیا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ تعدیل ہی نہیں اس لئے کہ میرے نزدیک کہنے سے وہم پیدا ہوتا ہے کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر گواہ نے کہا کہ میرے نزدیک اس مدعی کا حق ہے تو گواہی باطل ہوتی ہے کذانی الظہیر یہ اور فقیہ ابو اللیثؒ نے اس[1] قول کو ضعیف کیا ہے اور کہا کہ میرے نزدیک یہ قول ہیچ ہے اس لئے کہ حقیقت کا جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور دوسرے لوگوں سے صرف یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ تجھ کو کیا معلوم ہے اور تیری کوشش سے کیا معلوم ہوا یہ محیط میں لکھا ہے اور جس گواہ کا فاسق ہونا اس کے نزدیک ثابت ہو تو اس کے نام کے نیچے کچھ نہ لکھے کہ ہتک حرمت ہے یا لکھ دے کہ واللہ اعلم لیکن اگر دوسروں نے اس کی تعدیل کی ہو اور یہ جانتا ہو کہ اگر میں نے صریح بیان نہ کیا تو قاضی اس کی گواہی پر حکم کر دے گا اور حق تلفی ہو گی تو بیان کر دے[2] یہ عنایہ میں لکھا ہے اور جس گواہ کی عدالت یا جرح کچھ نہ معلوم ہوئی تو اس کے نام کے نیچے لکھ دے کہ اس کا حال نہیں کھلا پھر اس خفیہ خط کو قاضی کے امین کے ساتھ پوشیدہ قاضی کو بھیج دے تاکہ ظاہر نہ ہو جائے اور تعدیل کرنے والے کو اذیت پہنچے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور تعدیل یقینی طور سے کرنی چاہئے اور یہ نہ کہے کہ وہ میرے نزدیک عادل ہیں اس لئے کہ ثقات نے مجھے ان کے عادل ہونے کی خبر دی ہے اور اگر یہ بیان کیا کہ سوائے بہتری کے مجھے ان سے کچھ ثابت نہیں ہوا تو اصح یہ ہے کہ یہ تعدیل ہے اور اگر یہ کہا کہ جس امر میں میں نے معلوم کیا اس میں عادل ہیں تو اصح یہ ہے کہ یہ تعدیل نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے ادب القاضی میں ہے کہ اگر معدل نے کہا کہ وہ عدول ہیں تو یہ تعدیل نہ ہوئی اور اگر کہا کہ یہ ثقات ہیں تو بھی قاضی اس پر اکتفا کرے گا اور اگر کہا کہ اس کی تعدیل کی گئی تو کافی ہے اور اگر کہا کہ میں اس سے سوائے ایک

---

[1] قولہ اس قول یعنی جو بعض علما کہتے ہیں کہ اس طرح کہنا کہ میرے نزدیک یہ گواہ عادل و پسندیدہ ہے تعدیل نہیں ہے۔

[2] یعنی گواہوں کی عدالت اور بعض گواہی میں ان کا وہم اور بطلان دعویٰ مدعی۔

نیک خصلت کے کچھ نہیں جانتا ہوں تو یہ تعدیل نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

بعض نے کہا کہ اس کہنے پر کہ وہ عادل ہے اکتفا کرنا چاہئے اور یہی اصح ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ اگر شراب نہ پیتا ہو تو عادل ہے تو یہ تعدیل نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر معدل کو معلوم ہوا کہ گواہ عادل ہیں مگر اس کو معلوم ہوا کہ مدعی کا دعویٰ باطل ہے یا کچھ گواہی میں گواہوں کو وہم ہوا تو اس کو چاہئے کہ سب معاملہ قاضی کے سامنے بیان کر دے پھر قاضی معدل کے بیان کی نہایت تفتیش کرے گا اور بعد بہت تفتیش کے اگر یہی ثابت ہوا جو معدل نے بیان کیا ہے تو گواہوں کی گواہی رد کر دے گا ورنہ قبول کر لے گا یہ محیط میں لکھا ہے ایک مسافر نے قاضی کے سامنے گواہی دی تو قاضی دریافت کرے گا کہ تیری جان پہچان کے یہاں کون لوگ ہیں پس اگر اس نے ایسے لوگوں کو بیان کیا کہ جو تعدیل کرنے کی لیاقت رکھتے ہیں تو ان سے خفیہ دریافت کرے گا پس اگر تعدیل کی تو علانیہ دریافت کرے گا پس اگر علانیہ تعدیل کی تو اس کی گواہی قبول کرے گا بشرطیکہ قاضی کو تعدیل خفیہ وعلانیہ دونوں جمع کرنا منظور ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر یہ لوگ تعدیل کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے ہیں تو جو اس کے شہر کا معدل موجود ہے اور قاضی کی تحت ولایت میں ہے اس سے دریافت کرے گا اور اگر نہ ہو تو مسافر کے شہر کے قاضی کو لکھے گا اور اس کا حال دریافت کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے قاضی کے سامنے گواہی دی اور وہ قاضی کے شہر سے پچاس فرسخ کا رہنے والا ہے پس قاضی نے ایک امین اس کے دریافت حال کے واسطے اجرت پر بھیجا تو اجرت مدعی کے ذمہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر گواہوں نے کسی حد یا قصاص میں گواہی دی تو قاضی اس کے دوستوں اور آشناؤں سے دریافت کرے گا اور خوب چھان پھٹک کرے گا کیونکہ خوب دریافت کرنے میں کبھی کوئی ایسی بات دریافت ہوتی ہے جس سے حد کا ساقط کرنا لازم آتا ہے یہ شرح ادب القاضی میں ہے۔

اگر وہ خط جو اس نے معدل کے پاس بھیجا تھا تعدیل ہو کر واپس آیا اور احتیاطاً قاضی کو دوسرے سے دریافت کرنا منظور ہوا تو دوسرے کو بھی گواہوں کے نام وغیرہ لکھ بھیجے اور یہ نہ لکھے کہ میں نے دوسرے سے ان کا حال دیافت کر لیا ہے پس اگر دوسرے نے بھی ایسا ہی لکھا جیسا پہلے نے لکھا ہے تو تعدیل وجرح کو نافذ کرے کذانی محیط السرخسی۔ اگر ایک نے تعدیل کی اور دوسرے نے جرح کی تو امام ابوحنیفہؒ وامام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جرح مقدم رکھے چنانچہ بالاتفاق اگر دو شخصوں نے تعدیل کی اور دو نے جرح کی تو جرح مقدم ہے اور اگر ایک نے جرح کی اور دو شخصوں نے تعدیل کی تو بالاتفاق عدالت ثابت ہو جائے گی اور اگر دو شخصوں نے جرح کی اور دس نے تعدیل کی تو جرح مقدم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر قاضی نے گواہوں کی کیفیت دریافت کی اور ان کی جرح کی گئی تو قاضی کو یہ نہ چاہئے کہ مدعی سے صاف کہہ دے کہ تیرے گواہوں کی جرح کی گئی ہے بلکہ یوں بیان کرے کہ تیرے گواہوں کی مدح نہ بیان کی گئی یہ محیط میں لکھا ہے پس اگر مدعی نے کہا کہ میں ایسے ثقہ لوگ لاتا ہوں کہ جو ان کی تعدیل کریں یا ایسے لوگ بتلاتا ہوں جن سے استفسار کیا جائے اور ایسے لوگوں کا نام لیا جو ثقہ اور تعدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو قاضی اس کی سماعت کرے گا پھر اگر خود وہ لایا یا قاضی نے موافق اس کے بتلانے کے دریافت کیا اور ان لوگوں نے گواہوں کی تعدیل کی تو قاضی طعنہ کرنے والوں سے دریافت کرے گا کہ تم نے کس وجہ سے ان کو مجروح کہا ہے کیونکہ جائز ہے کہ ایسی وجہ سے انہوں نے جرح نکالی ہو کہ جو قاضی اور تعدیل کرنے والوں کے نزدیک جرح نہیں ہے پھر اگر انہوں نے ایسی وجہ بیان کی کہ جو انہیں کے نزدیک فقط جرح ہے اور قاضی وغیرہ کے نزدیک نہیں ہے تو قاضی اس پر التفات نہ کرے گا اور اگر ایسی وجہ بیان کی کہ جو سب کے نزدیک جرح ہے تو جرح مقدم رہے گی یہ شرح ادب القاضی میں لکھا ہے وکذانی فتاویٰ قاضی خان والظہیر یہ والواقعات والمحیط نقلاً عن العیون۔ اسی طرح اگر معدل نے گواہوں کی تعدیل کی اور مشہود علیہ نے ان پر طعن کیا اور کہا کہ ان کا حال فلاں وفلاں شخص کچھ صالح لوگوں کا نام لیا کہ ان سے

دریافت کیا جائے تو قاضی ان سے دریافت کرے گا پس اگر انہوں نے جرح معقول مبین بیان کی تو جرح مقدم ہوگی کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ قاضی مشہود لہ کو یہ حکم نہ کرے گا کہ ایسے لوگوں کو لائے کہ جو اس کے گواہوں کی تعدیل کریں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر چند گواہوں نے قاضی کے سامنے گواہی دی اور ان کی عدالت ثابت ہو کر حکم ہو گیا پھر دوسرے مقدمہ میں انہوں نے گواہی دی پس اگر تھوڑے ہی دن بعد دوسرے مقدمہ میں گواہی دی ہے تو ان کی تعدیل کرانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر دیر گزری تو تعدیل کی ضرورت ہے اور نزدیک اور دیر زمانہ میں اختلاف ہے اور صحیح اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ چھ مہینہ ہوں اور دوسرے یہ کہ یہ قاضی کی رائے پر ہے کذا فی محیط السرخسی اور صحیح یہ ہے کہ قاضی کی رائے پر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے گواہوں نے گواہی دی اور مر گئے پھر ان کی تعدیل ہوئی یا غائب ہو گئے پھر ان کی تعدیل ہوئی تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ کر دے گا اور اگر گونگے یا اندھے ہو جانے کے بعد ان کی تعدیل ہوئی تو فیصلہ نہ کرے گا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر ایک شخص عادل جو عادل متقی مشہور تھا غائب ہو گیا پھر آیا اور گواہی دی اور معدل سے اس کا حال دریافت کیا گیا پس اگر تھوڑے دن غائب رہا ہے تو معدل کو اس کی تعدیل کرنی چاہئے اور اگر چھ سات مہینے کی راہ غائب رہا پس اگر وہ شخص مثل ابو حنیفہؒ و ابن ابی لیلیٰ کے مشہور ہو تو اس کی تعدیل کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو فی الفور اس کی تعدیل نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص ایک قوم میں آ کر اترا کہ وہ لوگ اس کو پہچانتے نہ تھے پھر وہ وہاں رہا اور لوگوں کو سوائے خوب اور نیکوکاری کے کوئی بری حرکت اس کی معلوم ہوئی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں اس کی تعدیل کے واسطے کوئی وقت مقرر نہیں کرتا ہوں جب تک کہ ان کے دلوں میں اس کا عادل ہونا سما جائے وہی وقت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کسی لڑکے نے بعد بالغ ہونے کے گواہی ادا کی تو اس کا حکم بھی اسی مسافر کا ہے جو کسی قوم میں آ کر اترا ہو اور اگر ایک نصرانی مسلمان ہوا اور گواہی ادا کی پس اگر نصرانی ہونے کی حالت میں قاضی اس کو عادل جانتا تھا تو بلا توقف اس کی گواہی قبول کرے اور اگر عادل نہیں جانتا تھا تو ایسے شخص سے دریافت کرے جو اس کو نصرانیت میں عادل جانتا تھا اور اس کو جائز ہے کہ بلا درنگ اس کی تعدیل کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

امام محمدؒ سے روایت ہے کہ دو نصرانیوں نے ایک نصرانی پر گواہی دی اور نصرانیت میں ان دونوں کی تعدیل کی گئی تھی پھر مشہود علیہ مسلمان ہو گیا پھر دونوں گواہ مسلمان ہو گئے تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا پھر اگر دونوں نے بعد اسلام کے دوبارہ گواہی ادا کی تو قاضی مسلمان معدل سے ان کا حال دریافت کرے گا اور اگر پہلے تعدیل مسلمان معدلوں نے کی ہو تو قاضی اس کی گواہی پر فیصلہ کر دے گا کیونکہ تعدیل معتبر ہوئی یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی گواہ کا فاسق ہونا ثابت ہوا پھر وہ سال دو سال کے واسطے غائب ہو گیا کہ اس کا پتہ نہ لگا پھر آیا اور اس سے سوائے نیکوکاری اور خوبی کے کوئی جرم ثابت نہیں ہوتا ہے تو معدل کو وہی جرح اس پر نہ کرنی چاہئے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور یہ بھی نہ چاہئے کہ اس کی تعدیل کرے یہاں تک کہ اس کا عادل ہونا کھل جائے اسی طرح اگر ایک ذمی مسلمان ہوا اور مسلمان ہونے سے پہلے اس کا مجروح ہونا معلوم ہوا تھا تو معدل کو اس کی جرح کرنی نہ چاہئے اور نہ اس کی تعدیل کرنی چاہئے جب تک کہ بعد اسلام کے اس کی عدالت یا جرح ثابت نہ ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے کوئی کبیرہ گناہ کیا کہ جس سے اس کی عدالت ساقط ہوتی ہے اور اس کو کوئی زمانہ نہ گزرا کہ اس نے توبہ کے بعد کسی مقدمہ میں گواہی دی تو معدل کو اس کی تعدیل نہ کرنی چاہئے یہاں تک کہ اس پر اس قدر زمانہ گزر جائے کہ دل میں اس کی توبہ صحیح ہونے کا یقین ہو جائے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کوئی گواہی کسی گواہ کے جرح پر حق شرع یا حق عباد سے خالی ہو تو قاضی اس کی سماعت نہ کرے مثلاً یوں گواہی دی کہ شہود فاسق ہیں یا

زانی ہیں یا سود خوار ہیں یا شراب خوار ہیں یا گواہوں کے اقرار کی گواہی دی کہ انہوں نے اقرار کیا کہ ہم نے جھوٹ گواہی دی یا ہم نے گواہی سے رجوع کیا یا رشوت لی یا مدعی کا دعویٰ باطل یا ہماری گواہی مدعا علیہ پر اس معاملہ میں نہیں ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر مدعا علیہ نے گواہ کے مجروح ہونے میں گواہی ایسی جرح پر قائم کی جس سے کوئی حق حقوق عباد سے یا حق شرع متعلق ہے مثلاً اس کے گواہ قائم کئے کہ گواہوں نے زنا کیا ہے اور زنا کا حال بیان کر دیا یا شراب پی یا میرا مال چرایا ہے اور عرصہ نہیں گزرا یا یہ سب غلام ہیں یا ایک غلام ہے یا مدعی کا شریک ہے حالانکہ مال میں دعویٰ واقع ہوا ہے یا اس نے کسی کو زنا کی تہمت لگائی ہے حالانکہ وہ شخص قذف کا دعویٰ بھی کرتا ہے یا ان لوگوں کو حد قذف کی سزا دی گئی ہے یا مدعی نے اقرار کیا ہے کہ میں نے ان کو اجرت پر گواہ مقرر کیا ہے تو یہ گواہی مقبول ہو گی یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ قائم کئے کہ مدعی کے گواہ محدود القذف ہیں تو قاضی ان گواہوں سے حد کا حال دریافت کرے گا کذا فی الاصل اس واسطے کہ اگر سلطان یا اس کے نائب نے حد جاری کی تو گواہی باطل ہو گی اور اگر کسی رعایا نے حد ماری ہے تو گواہی باطل نہ ہو گی اس لئے دریافت کرنا ضروری ہے پھر اگر گواہوں نے بیان کیا کہ فلاں شہر کے قاضی نے اس کو حد قذف کی سزا دی ہے تو امام نے یہ ذکر نہ کیا کہ قاضی وقت کو دریافت کرے گا یا نہیں اور کتاب الاقضیہ میں لکھا ہے کہ دریافت کرے گا تاکہ معلوم ہو کہ وہ قاضی اس وقت میں وہاں کا قاضی تھا یا نہ تھا یہ محیط میں لکھا ہے پس اگر مدعی نے کہا کہ میں اس امر کے گواہ لاتا ہوں کہ اس قاضی نے اقرار کیا کہ میں نے اس کو حد قذف کی سزا نہیں دی ہے یا وہ قاضی اس وقت سے پہلے مر گیا ہے یا اس قاضی نے اقرار کیا کہ میں اس وقت میں اس شہر میں موجود نہ تھا تو یہ سب مقبول نہ ہو گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر مدعا علیہ کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے ان کو دس درہم کی اجرت پر گواہ مقرر کیا تھا اور جو میرا مال اس پر تھا اسی میں سے اس کو دیا ہے یا میں نے گواہوں سے اس قدر مال پر صلح کی تھی کہ تم لوگ مجھ پر جھوٹ گواہی نہ دو اور انہوں نے گواہی دی پس میرا مال صلح دلوا دیا جائے یا ان گواہوں نے اقرار کیا ہے کہ ہم لوگ اس مجلس میں جس میں یہ معاملہ واقع ہوا حاضر نہ تھے یا مدعی نے مانند[1] اس کے اقرار کیا کہ یہ لوگ فاسق ہیں تو یہ گواہی مقبول ہو گی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور اس پر گواہ قائم کئے اور مشہود علیہ نے اس کے گواہ سنائے کہ مدعی کا یہ گواہ بھی اس گھر کا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میرا ہے پس اگر اس کے گواہوں کی تعدیل کی جائے تو یہ گواہی مدعی کے گواہ میں جرح ہو گی اور اسی طرح اگر اس امر کے گواہ قائم کئے کہ یہ گواہ شرکت کا دعویٰ کرتا تھا تو بھی جرح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مشہود علیہ نے اس امر کے گواہ عادل قائم کئے کہ مدعی نے اپنے اس گواہ کو گواہی دینے سے پہلے اس مقدمہ کی خصومت کے واسطے وکیل کیا تھا اور اس نے مخاصمت کی ہے تو گواہی مقبول ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر مشہود علیہ نے کہا کہ یہ دونوں گواہ غلام ہیں اور ان دونوں گواہوں نے کہا کہ ہم آزاد ہیں کبھی مملوک نہیں ہوئے پس اگر ان دونوں کو قاضی پہچانتا ہے اور ان کی آزادی کو جانتا ہے تو مشہود علیہ کی بات پر التفات نہ کرے گا اور اگر نہیں پہچانتا ہے تو مشہود علیہ کا قول قبول کر کے گواہی نامقبول رکھے گا جب تک کہ مدعی یا خود دونوں گواہ اپنی آزادی پر گواہ نہ قائم کریں اور اگر انہوں نے درخواست کی کہ ہمارا حال دریافت کیا جائے تو قاضی منظور نہ کرے گا اور اگر منظور کر کے دریافت کیا اور معلوم ہوا کہ آزاد ہیں اور گواہی قبول کی تو یہ بہتر ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے

---

[1] قولہ مانند اس کے یعنی ایسا اقرار جس سے ان کی گواہی باطل ہو جاتی ہے۔

اور اگر اس امر پر گواہ طلب کئے تو زیادہ بہتر ہے پھر اس کے بعد اگر ایک شخص نے آ کر اس گواہ کے مملوک ہونے کا دعویٰ کیا کہ میرا مملوک ہے تو اس مسئلہ کا ذکر کسی کتاب میں نہیں ہے اور فخر الاسلام علی بزدوی نے فرمایا کہ اگر آزادی کے گواہ نہیں قائم ہوئے ہیں تو اس دعویٰ کی سماعت کرے ورنہ نہیں یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم غلام تھے لیکن آزاد ہو گئے تو قاضی اس کو بھی بدوں گواہی کے قبول نہ کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم اصلی آزاد ہیں اور تعدیل کرنے والوں نے کہا کہ مملوک تھے مگر آزاد ہو گئے ہیں تو اس کو بھی بدوں آزاد ہونے کے گواہوں کے قبول نہ کرے گا اور اگر مشہود لہ نے مشہود علیہ پر اس امر کے گواہ قائم کئے کہ یہ غلام فلاں کے مملوک تھے اس نے آزاد کر دیا ہے اور قاضی نے آزادی کا حکم دے دیا ہے تو یہ حکم آزادی[1] پر نافذ ہو گا اور مشہود علیہ غلاموں کے مالک کی طرف سے خصم قرار پائے گا یہ محیط میں ہے متصلات صاحب اقضیہ نے فرمایا کہ جھوٹا گواہ ہمارے نزدیک وہ ہے کہ جو اقرار کرے کہ میں نے یہ عمداً جھوٹی گواہی دی یا کسی شخص کے مقتول ہونے کی یا مر جانے کی گواہی دی پھر وہ شخص زندہ موجود ہوا یہ محیط میں لکھا ہے اور گواہی اگر دعویٰ کے مخالف ہو یا دوسرے گواہ کے مخالف ہو یا مدعی خود اس کی تکذیب کرے تو اس سے گواہ جھوٹا نہ ٹھہرایا جائے گا کذا فی فتح القدیر اور اگر اس نے کہا کہ میں نے غلط کیا یا خطا کی یا تہمت کی وجہ سے اس کی گواہی رد کر دی گئی تو بھی جھوٹا گواہ نہ قرار پائے گا یہ نہایہ میں ہے۔

جھوٹے گواہ کی سزا کی بابت کچھ آراء......اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصح صورت ☆

جھوٹے گواہ کو اجماعاً سزا دی جائے گی خواہ اس کی گواہی پر فیصلہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور امام اعظمؒ نے فرمایا کہ سزا اس کی فقط اس کا مشہور کر دینا ہے یہ کافی میں لکھا ہے پس شہرت کی صورت یہ ہے کہ اگر وہ بازاری آدمی ہے تو جس وقت بازار میں ہجوم اور لوگوں کے جماؤ کا وقت ہو اس کو وہاں بھیج دے اور اگر بازاری نہ ہو تو اہل محلہ کے پاس بھیج دے اور امین قاضی ان کو جمع کر کے یہ بیان کرے کہ قاضی تم لوگوں کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نے اس کو جھوٹا گواہ پایا ہے پس تم لوگ اس سے بچتے رہو اور لوگوں کو اس سے بچاؤ یہ محیط میں لکھا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو سزائے ضرب نہ دے اور اسی پر فتویٰ ہے اور صاحبینؒ نے کہا کہ اس کو سزائے ضرب دی جائے اور ادب کے واسطے قید کیا جائے یہ سراجیہ میں ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ صاحبینؒ کے نزدیک بھی مشہور کیا جائے گا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور حاکم امام ابو محمدؒ نے فرمایا کہ بطور توبہ اور ندامت کے اس نے رجوع کیا تو بلا خلاف اس کو سزا نہ دی جائے گی اور اگر بطور ضرر رساں کے رجوع کیا تو بلا خلاف اس کو سزائے ضرب دی جائے گی اور اگر کچھ معلوم نہ ہوا تو اس میں اختلاف[2] ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے عورتیں اور مرد اور ذمی لوگ جھوٹی گواہی میں برابر ہیں کذا فی التبیین۔

---

[1] یعنی ان کے آزاد ہونے کا حکم دے دیا جائے گا حتیٰ کہ اگر غائب نے آ کر آزاد کرنے سے انکار کیا تو دوبارہ گواہی کی احتیاج نہیں ہے۔

[2] یعنی وہ اختلاف جو اوپر مذکور ہوا صرف اسی صورت میں ہے۔

کتاب الرجوع عن الشهادة

گواہی دے کراُس سے رجوع کرنے کے بیان میں

اِس میں چندابواب ہیں

باب : ①

اِس کی تفسیر، رکن، حکم اور شرط کے بیان میں

گواہی سے رجوع کرنا اس کو کہتے ہیں کہ جو ثابت کیا ہے اس کی نفی کرے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اس کا رکن یہ ہے کہ گواہ یہ کہے کہ میں نے جس امر کی گواہی دی اس سے رجوع کیا یا میں نے جھوٹی گواہی دی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور شرط یہ ہے کہ قاضی کے سامنے رجوع کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے خواہ وہی قاضی ہو جس کے پاس گواہی ادا کی تھی یا دوسرا ہو۔ یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور قاضی کے سامنے رجوع کرنے کی شرط کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر قاضی کے سامنے مشہود علیہ نے یہ دعویٰ کیا کہ قاضی کی کچہری کے علاوہ دوسری جگہ گواہ نے رجوع کیا ہے اور گواہ نے انکار کیا اور مشہود علیہ نے اس پر اس کے گواہ کرنا چاہے یا گواہ سے قسم لینا چاہی تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اسی طرح اگر مشہود علیہ نے دعویٰ کیا کہ گواہ نے رجوع کیا ہے اور مطلقاً دعویٰ کیا تو بھی گواہی کی سماعت نہ ہوگی اور نہ گواہ سے قسم لی جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اس امر کے گواہ لایا کہ اس نے فلاں قاضی کے سامنے رجوع کیا اور مجھے مال دے دیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ ہدایہ اور کافی میں لکھا ہے اگر دونوں گواہوں نے دوسرے قاضی کے سامنے رجوع کیا تو وہ ان سے ضمان لے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر گواہ نے قاضی کے سامنے اپنے رجوع کرنے کا اقرار کیا کہ میں نے دوسرے قاضی کے سامنے رجوع کیا ہے تو اس کا اقرار صحیح ہے اور از سر نو رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے رجوع کیا اور مال کی ضمانت کی اور اپنے نام کا ایک تمسک لکھ دیا اور اس تحریر میں مال اسی وجہ سے لکھا کہ جس وجہ سے وہ واجب الادا تھا پھر قاضی کے پاس رجوع سے انکار کیا تو قاضی کے اس مال کی ڈگری ان پر نہ کرے گا اور اسی طرح اگر رجوع کا اقرار کسی عامل یا ایسے شخص کے سامنے کیا کہ جس کے لئے قضا کی اجازت نہیں ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر دونوں نے بچے طور سے قاضی کے پاس اقرار کیا کہ اقرار اسی سبب سے ہے تو بھی قاضی دونوں پر ضمان مال لازم نہ کرے گا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور حکم گواہی سے رجوع کرنے کا یہ ہے کہ ہر حال میں اس کو سزا دی جائے گی اور اگر اس کی گواہی پر مال کی مثلاً ڈگری ہوگئی ہے تو سزا کے ساتھ اس مال کی ضمان بھی اس پر لازم ہوگی اگر اس کا ازالہ بلاعوض ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

اگر مشہود بہ مال معین ہو تو مشہود علیہ کو اختیار ہے کہ گواہ سے بعد رجوع کرنے کے اس کی ضمان لے خواہ مشہود لہ نے وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو☆

اگر مشہود بہ مال نہ ہو مثلاً نکاح یا قصاص تو ہمارے علما کے نزدیک اس پر ضمان نہ ہوگی اگر چہ اس کی گواہی پر تلف کرنا لازم آیا

ہو اور اسی طرح اگر اس کی گواہی سے تلف مال ایسے عوض کے ساتھ لازم آیا ہو کہ جو عوض اس کے برابر ہے تو بھی ضمان نہیں ہے اور اگر عوض اس کے برابر نہ ہو تو بقدر عوض کے ضمان نہ ہوگی اور بقدر زیادتی کے ضمان لازم آئے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور ضمان اس وقت ادا کرنی واجب ہوگی کہ جب مدعی نے وہ مال خواہ شے معین ہو یا قرض ہو وصول کر لیا ہو یہ ہدایہ اور کافی میں لکھا ہے اور ذخیرہ اور مبسوط میں لکھا ہے کہ اگر مشہود بہ مال معین ہو تو مشہود علیہ کو اختیار ہے کہ گواہ سے بعد رجوع کرنے کے اس کی ضمان لے خواہ مشہود لہ نے وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو بخلاف مال دین کے کہ اس میں قبضہ سے پہلے ضمان نہیں ہے کذانی الکافی اور بزازیؒ نے کہا کہ فتویٰ اس امر پر ہے کہ اس کی گواہی پر حکم دے دیا گیا تو ضمان لازم آئے گی خواہ مشہود لہ نے وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو اسی طرح عقار میں بھی بعد ڈگری ہو جانے کے اگر رجوع کرے تو ضمان واجب ہے کذانی فتح القدیر اور دیکھا جائے گا کہ حکم قضا کے دن مشہود بہ کی کیا قیمت تھی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر گواہوں نے حکم قضا جاری ہونے سے پہلے رجوع کیا تو قاضی ان کی گواہی پر حکم نہ دے گا اور ان پر ضمان واجب ہوگی اور اگر ان کی گواہی پر حکم ہو گیا پھر دونوں نے رجوع کر لیا تو حکم نہ ٹوٹے گا یہ کافی میں لکھا ہے جس قاضی کے سامنے گواہی دی تھی اگر اس کے سوائے دوسرے کے سامنے رجوع کیا اور اس امر کے گواہ قائم ہوئے کہ اس نے رجوع کیا اور اس قاضی نے اس پر ضمان کا حکم دیا ہے تو یہ قاضی اس پر یہ حکم نافذ کرے گا اور حکم دے گا کہ ضمان ادا کرے اور اگر قاضی کے سامنے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے کسی قاضی کے سامنے رجوع کرنے کا اقرار کیا ہے اور اس نے اس پر ضمان لازم کی ہے تو پہلا قاضی بھی اس گواہی کو مقبول کر کے اس پر ضمان لازم کرے گا کذانی المحیط۔

باب : ②

بعض گواہوں کے رجوع کرنے کے بیان میں

اگر دو گواہوں میں سے ایک نے رجوع کیا تو اس پر آدھی ضمان واجب ہوگی اور ضمان کی تقسیم میں اعتبار باقی گواہوں کا ہے نہ ان کا جنھوں نے رجوع کیا ہے پس اگر تین گواہوں نے گواہی دی اور ایک نے رجوع کیا تو ضمان نہ ہوگا اور اگر دوسرے نے رجوع کیا تو دونوں آدھے کے ضامن ہوں گے کذانی الکنز۔ اگر دو مرد اور ایک عورت نے گواہی دی پھر سب نے رجوع کیا تو عورت پر ضمان نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر دو مردوں اور دو عورتوں نے گواہی دی اور پھر دونوں عورتوں نے رجوع کیا تو عورتوں پر ضمان نہ ہوگی اور اگر دونوں مردوں نے رجوع کیا تو آدھے مال کے ضامن ہوں گے اور اگر ایک مرد نے رجوع کیا تو اس پر کچھ نہیں ہے اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو دونوں پر چوتھائی مال لازم ہوگا اور اس چوتھائی کے تین حصہ کر کے دو حصے مرد کو اور ایک حصہ عورت کو دینا پڑے گا اور اگر سب نے رجوع کیا تو تمام ضمانت کے تین حصے کر کے دو حصے مردوں کو اور ایک حصہ دونوں عورتوں کو دینا پڑے گا یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی پھر ایک عورت نے رجوع کیا تو اس پر چوتھائی مال واجب ہوگا اور اگر دونوں عورتوں نے رجوع کیا تو نصف مال دونوں پر لازم ہے اور اگر فقط مرد نے رجوع کیا تو اس پر آدھا مال واجب ہوگا اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو تین چوتھائی مال لازم ہوگا آدھا مرد پر اور ایک چوتھائی عورت پر اور اگر سب نے رجوع کر لیا تو آدھا مال مرد پر اور باقی آدھا دونوں عورتوں پر لازم ہوگا یہ مبسوط میں ہے اگر ایک مرد اور تین عورتوں نے گواہی دی اور پھر سب نے رجوع کیا تو مرد پر آدھا اور باقی آدھا تین عورتوں پر لازم ہوگا اور یہ صاحبینؒ کے نزدیک ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک دو پانچویں حصہ مرد پر اور تین پانچویں حصہ تین عورتوں پر لازم ہیں اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو صرف مرد پر آدھا مال صاحبینؒ کے نزدیک واجب ہوگا اور عورت پر کچھ نہیں لازم ہوگا اور امام کے نزدیک مرد اور عورت پر مال تین تہائی واجب ہے کذانی

تسمین۔ اگر ایک مرد اور دس عورتوں نے گواہی دی پھر آٹھ عورتوں نے رجوع کرلیا تو ان پر کچھ ضمان نہیں ہے پھر اگر ایک اور نے رجوع کیا تو سب پر چوتھائی[1] حق کی ضمانت لازم ہے اور اگر مرد و عورتوں نے رجوع کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مرد پر چھٹا حصہ اور عورتوں پر پانچ چھٹے حصے لازم ہوں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک مرد پر آدھا اور سب عورتوں پر آدھا لازم ہوگا اور اگر تمام عورتوں نے رجوع کیا تو بالاتفاق ان پر آدھا حق لازم ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر مرد کے ساتھ آٹھ عورتوں نے رجوع کیا تو مرد پر آدھا حق لازم ہوگا اور عورتوں پر کچھ نہیں ضمان ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مرد نے رجوع کیا تو اس پر آدھا مال بالاجماع لازم ہے اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو دونوں پر نصف مال کے تین حصہ کر کے دو حصہ مرد پر اور ایک حصہ عورت پر لازم کیا جائے گا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

باب : ③

مال کے حق میں گواہی دے کر اس سے رجوع کرنے کے بیان میں

جامع میں مذکور ہے کہ چار شخصوں نے ایک شخص پر چار سو درہم مال کی گواہی دی اور ڈگری ہوگئی پھر ایک نے سو درہم سے رجوع کیا اور دوسرے نے ان سو درہم اور دوسرے سو درہم سے یعنی دو سو درہم سے رجوع کیا اور تیسرے نے ان دو سو درہم اور تیسرے سو درہم سے یعنی تین سو درہم سے رجوع کیا تو سب رجوع کرنے والوں پر پچاس درہم تین حصہ کر کے تقسیم ہوگا پس اگر چوتھے نے سب سے رجوع کیا تو سو درہم کے چار حصہ کر کے تقسیم ہوگا اور سوائے پہلے شخص کے پچاس درہم کے تین حصہ کر کے باقیوں کو دینا چاہئے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے منتقی میں لکھا ہے کہ ایک شخص مر گیا اور ہزار درہم چھوڑے پھر دو شخصوں نے ہر ایک نے میت پر سو درہم کا دعویٰ کیا اور دو گواہ وارث کی حاضری میں قائم کئے اور قاضی نے دونوں میں سے ہر ایک کی ڈگری کر دی اور سو درہم کا ترکہ دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگیا پھر ایک کے دونوں گواہ پچاس درہم سے رجوع کیا اور کہا کہ صرف میت پر پچاس درہم کا قرضہ تھا تو دوسرے قرض خواہ کو پچاس کی تہائی یعنی سو درہم اور دو تہائی درہم ڈانڈ بھریں گے اور یہی منتقی میں لکھا ہے کہ ایک شخص مر گیا اور ہزار درہم ترکہ چھوڑا پھر دو شخصوں نے ہر ایک نے میت پر ہزار درہم کا دعویٰ کیا اور ہر ایک نے گواہ قائم کئے اور قاضی نے ہزار درہم ترکہ دونوں میں نصف نصف تقسیم کرادیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو ہر دو گواہ پانچ سو درہم ڈانڈ بھریں اور اگر دونوں مدعیوں میں سے ایک کے دونوں گواہ نے رجوع کیا تو وارثوں کو کچھ ڈانڈ نہ دیں گے اور کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ دوسرے قرض خواہ کو کچھ بھریں گے یا نہیں پس مسئلہ مذکور بالا کے قیاس پر ڈانڈ بھرنا چاہئے پھر اگر اس کے بعد دوسرے کے گواہوں نے بھی رجوع کیا تو ایک بارگی رجوع کرنے کی صورت اور یہ صورت یکساں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک شخص کا دوسرے پر کچھ قرض ہے پس دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اس کو ہبہ یا صدقہ کر دیا یا بری کر دیا ہے پھر حکم قاضی کے بعد دونوں نے رجوع کیا تو ضامن ہوں گے ☆

ایک مرد اور دو عورتوں نے ہزار درہم پر گواہی دی اور ایک مرد اور دو عورتوں نے ان ہزار درہم کی اور سو دینار کی گواہی دی اور قاضی نے ڈگری کر دی پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے سو دینار کے سوائے ہزار درہم سے رجوع کیا تو کچھ ضامن نہ ہوں گے اور اگر سب نے درہم اور دینار سب سے رجوع کیا تو دیناروں کی ضمانت بالخصوص انہیں کی گواہی دینے والوں پر ہوگی اور درہموں کی ضمانت

[1] چوتھائی اس لئے کہ یہ نو عورتیں بمنزلہ عورت واحدہ ہیں جس کے مقابلہ میں چہارم ہوا کیونکہ نصف بمقابلہ دونوں عورتوں کے ہے اور ایک ابھی باقی ہے۔

امام اعظمؒ کے نزدیک سب پر چار حصوں میں تقسیم ہو کر ہر دو عورت پر چوتھائی اور ہر مرد پر چوتھائی ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک تین حصوں میں تقسیم ہو کر ہر مرد پر تہائی اور سب عورتوں پر ایک تہائی ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر چار گواہوں میں سے دو گواہوں نے پانچ سو درہم کی اور دوسرے دو گواہوں نے ہزار درہم کی گواہی دی اور قاضی نے سب کی گواہی پر حکم دے دیا پھر ہزار کے گواہوں میں سے ایک نے رجوع کیا تو اس پر ہزار درہم کی گواہی دی اور قاضی نے سب کی گواہی پر حکم دے دیا پھر ہزار کے گواہوں میں سے ایک نے رجوع کیا تو اس پر ہزار کی چوتھائی ڈانڈ پڑے گی اور اگر اس کے ساتھ پانچ سو کے دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو اکیلے اس پر ہزار کی چوتھائی اور اس پر پانچ سو درہم کے دونوں گواہوں پر ہزار کی چوتھائی تین تہائی کر کے تقسیم ہو کر ڈانڈ پڑے گی اور اگر پانچ سو والے دونوں گواہوں میں سے ایک یا دونوں نے رجوع کیا تو ان پر کچھ ضمان نہ ہوگی اور اگر سب گواہوں نے رجوع کیا تو ہزار کے گواہوں پر بالخصوص پانچ سو درہم کی ضمانت لازم ہوگی اور باقی پانچ سو درہم کی ضمانت دونوں فریق پر چار حصہ کر کے تقسیم ہوگی اور اگر پانچ سو درہم والا ایک گواہ اور ہزار والے دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو ہزار والوں پر پانچ سو کی ضمان اور ہزار کی چوتھائی کی ان دونوں پر اور پانچ سو درہم والوں پر تین حصہ کر کے تقسیم ہوگی اور اگر پانچ سو والے ایک گواہ اور ہزار والے ایک گواہ نے رجوع کیا تو ہزار والے ایک گواہ پر ہزار کا چہارم لازم ہوگا اور پانچ سو والے پر کچھ ضمان نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص کا دوسرے پر کچھ قرض ہے پس دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اس کو ہبہ یا صدقہ کر دیا یا بری کر دیا ہے پھر حکم قاضی کے بعد دونوں نے رجوع کیا تو ضامن ہوں گے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اسی طرح اگر گواہی دی کہ اس نے ادا کر دیا ہے پھر بعد حکم کے دونوں نے رجوع کیا تو ضامن ہوں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درہم کا دعویٰ کیا اور دو گواہ قائم کئے اور مشہود علیہ نے اس امر کے دو گواہ قائم کئے کہ مدعی نے اس کو اس سے بری کیا ہے یا ہر قلیل و کثیر سے جس کا دعویٰ کرتا ہے بری کیا ہے پھر سب گواہوں کی تعدیل ہوئی اور دونوں فریقوں کے گواہ قاضی کے پاس مجتمع ہوئے تو جن گواہوں نے مال کی گواہی دی ہے ان کی ساعت نہ کرنا چاہئے پس اگر برأت کے گواہوں کی گواہی مقبول کر کے حکم دے دیا پھر انہوں نے رجوع کیا پس اگر ان کو ضامن کرنا چاہئے تو مدعی اپنے گواہ دوبارہ سنا دے اور گزشتہ کا اعتبار نہ ہوگا پس اگر اس نے دوبارہ گواہ سنائے تو اس وقت میں اس کا خصم یعنی مدعا علیہ وہی برأت کے گواہ جنہوں نے رجوع کیا ہے قرار پائیں گے پس اگر ان کو قرضہ کے گواہوں نے بیان کیا کہ ہزار درہم اصل میں مدعا علیہ پر ہیں تو حکم ادا کا برأت کے گواہوں پر کیا جائے گا اور یہ گواہ برأت اس کو اس شخص سے جس کے واسطے برأت کی گواہی دے چکے تھے واپس نہ لیں گے اور واضح ہو کہ جب ہزار برأت کے گواہوں نے رجوع کیا تو قاضی مال کے گواہ سنانے کا حکم مدعی مال کو اس طرح دے گا کہ دونوں رجوع کرنے والے گواہوں کے سامنے اپنے گواہ سنا دے کیونکہ پہلے مال کی گواہی ایسی حالت میں ادا ہوئی تھی کہ اس وقت ان گواہوں پر مال واجب نہ تھا اور اب رجوع کرنے کے بعد واجب ہوا ہے کذا فی المبسوط اور اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اس کو ایک سال کی مدت ادا کرنے میں دی ہے پھر میعاد آنے سے پہلے یا بعد اس سے رجوع کر لیا تو طالب کو وہ مال دینا پڑے گا اور میعاد پر وہ مال مطلوب سے واپس لے سکتے ہیں یہ خلاصہ میں ہے پھر یہ حکم ایسی صورت میں کہ گواہوں نے میعاد آنے سے پہلے رجوع کیا ہو متضح ہے اور اگر میعاد آنے کے بعد انہوں نے رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ گواہوں پر ضمان اسی سبب سے واجب ہوئی کہ انہوں نے اپنی گواہی سے طالب کا حق قبضہ فوت کر دیا اور میعاد آنے سے یہ ظاہر نہ ہوا کہ یہ اتلاف نہ تھا لہٰذا اس کو گواہوں پر رجوع کا حق حاصل ہوا پھر اس کو اختیار ہے چاہے مطلوب کو پکڑے اور چاہے گواہوں کا دامن گیر ہو کذا فی المبسوط پس اگر مطلوب کے حکمی مفلس مر جانے کی وجہ سے وہ مال ڈوب

گیا تو دونوں گواہ طالب سے واپس نہیں لے سکتے ہیں یہ خلاصہ میں ہے اور اگر مدیون نے میعاد کو ساقط کر دیا تو دونوں ضامن نہ ہوں گے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اگر گواہوں نے اپنے مرض میں رجوع کیا اور قاضی نے ان پر ڈانڈ دینے کا حکم کیا تو یہ بمنزلہ اقرار قرضہ بمرض الموت ہے حتیٰ کہ اگر اسی مرض میں مر گئے اور ان دونوں پر حالت صحت کے بہت قرضے ہیں تو انہیں قرضوں کا ادا کرنا شروع کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک غلام پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے یہ گواہی دی کہ یہ اس مدعی کا ہے اور قاضی نے ڈگری کر دی اور اس غلام کی آنکھ میں سفیدی تھی پھر وہ سفیدی جاتی رہی یا مدعی کے پاس مر گیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کر لیا تو جس روز ڈگری ہوئی ہے اس دن جو کچھ غلام کی قیمت تھی وہی[1] وہ ڈانڈ دیں گے اور قیمت کے باب میں دونوں کا قول معتبر ہوگا کذا فی الحاوی۔

باب : ④

بیع اور ہبہ اور رہن' عاریت' ودیعت' بضاعت' مضاربت' شرکت و اجارہ کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں

اگر کسی چیز کے مثل قیمت یا زیادہ پر بیع ہونے کی گواہی دی پھر رجوع کیا تو ضمان نہ دیں گے اور اگر قیمت سے کم پر بیع ہونے کی گواہی دی تو بقدر نقصان کے ضامن ہوں گے خواہ بیع قطعی ہو یا اس میں بائع کا خیار ہو یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اپنا غلام اس کے ہاتھ ہزار درہم کو بیع کیا ہے اور بائع کے واسطے تین روز کی شرط خیار ہے اور غلام کی قیمت دو ہزار درہم ہیں اور بائع نے انکار کیا اور قاضی نے گواہی پر بیع کا حکم دے دیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کر لیا پس اگر بائع نے تین روز کے اندر بیع کو فسخ کر دیا یا اجازت دے دی تھی تو گواہوں پر ضمان نہیں ہے اور اگر تین روز گزرنے کی وجہ سے بیع لازم ہو گئی تھی تو دونوں پوری قیمت تک یعنی ہر گواہ ایک ہزار کا ضامن ہوگا یہ مضمرات میں ہے اگر کسی شخص پر کسی چیز کے خرید کی گواہی دی اور قاضی نے حکم دے دیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر مثل قیمت یا کم پر خریدنے کی گواہی دی تھی تو مشتری کو کچھ ضمان نہ دیں گے اور اگر زائد پر خریدنے کی گواہی دی تھی تو بقدر زیادتی کے مشتری کو ڈانڈ دیں گے اور اسی طرح اگر مشتری کے واسطے شرط خیار کے ساتھ خریدنے کی گواہی دی اور بسبب تین روز گزر جانے کے خرید لازم ہو گئی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مشتری نے خود اس عرصہ میں اجازت دی تو ضامن نہ ہوں گے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر کسی شخص کی ایک باندی ہے کہ اس کی قیمت سو درہم ہیں اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اس کو فلاں شخص کے ہاتھ پانچ سو درہم کو فروخت کر کے درہم لے لئے ہیں اور بائع انکار کرتا ہے اور مشتری مدعی ہے اور قاضی نے حکم دے دیا ہے پھر دونوں نے رجوع کیا تو بائع کو سو درہم اس کی قیمت ادا کریں گے اور اگر پہلے بیع کی گواہی دی تھی اور اس کا حکم ہو گیا پھر ثمن پر قبضہ کرنے کی گواہی دی اور اس کا حکم ہو گیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو پانچ سو درہم ثمن ادا کریں گے یہ کافی میں لکھا ہے ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کا غلام دو ہزار درہم کو ایک سال کے وعدہ پر خریدا ہے اور قیمت اس کی ہزار درہم ہیں اور گواہوں نے اس کی گواہی دی پھر دونوں نے رجوع کیا تو بائع کو اختیار ہے چاہے مشتری سے دو ہزار درہم سال بھر کے وعدہ سے وصول کرے یا گواہوں سے فی الحال ہزار درہم لے لے اور جن سے ضمانت لینا اختیار کرے گا اس کے سوائے دوسرا بری ہو جائے گا پس اگر اس نے

[1] قولہ وہی یعنی بعد حکم کے جو زیادتی یا نقصان ہو وہ معتبر نہ ہو۔

گواہوں سے ہزار درہم لے لئے تو میعاد آنے پر وہ لوگ مشتری سے دو ہزار درہم لے لیں گے مگر ایک ہزار ان کو حلال ہیں اور باقی صدقہ کر دیں یہ مضمرات میں لکھا ہے۔

پس اگر مشتری نے غلام میں کچھ عیب پا کر بغیر حکم قاضی کے واپس کر دیا تو یہ بمنزلہ از سر نو بیع ہونے کے ہے پس بائع سے دو ہزار درہم لے لے گا اور گواہوں سے لینے کی اس کو کوئی راہ نہیں ہے اور اگر قاضی کے حکم سے واپس کیا تو بائع سے گواہ ایک ہزار درہم لیں گے اور گواہوں سے مشتری دو ہزار درہم لے گا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر کسی ایسے غلام کی بیع کا جس کی قیمت پانچ سو درہم ہیں بعوض ایک ہزار درہم فی الحال ادا کرنے کے بیع کی گواہی دی اور قاضی نے بیع کا حکم دے دیا پھر یہ گواہی دی کہ بائع نے مشتری کو ایک سال کی مہلت دی ہے اور قاضی نے اس کا حکم بھی دے دیا پھر دونوں گواہوں نے دونوں گواہیوں سے رجوع کیا تو بائع کو ہزار درہم ڈانڈ دیں گے اور اگر مدت کی گواہی اور عقد بیع کی گواہی ایک ہی دفعہ ہو اور قاضی نے حکم دے دیا ہو تو بائع کو اختیار ہے چاہے گواہوں سے پانچ سو درہم فی الحال لے لے کہ جو غلام کی قیمت ہے یا مشتری سے ہزار درہم ایک سال کے وعدہ پر سال گزرنے کے وقت لے لے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر پانچ سو درہم پر بیع ہونے کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر گواہی دی کہ بائع نے دام لینے میں ایک سال کی مہلت دی ہے اور قاضی نے حکم دے دیا پھر دونوں گواہوں سے رجوع کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک پانچ سو درہم ثمن کے ڈانڈ دیں گے اور یہی امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ بائع نے ہر قلیل و کثیر سے جو اس کا مشتری کی طرف آتا تھا اس کو بری کر دیا ہے اور حکم ہو گیا پھر گواہی دی کہ اس سے پہلے اس نے غلام اس کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور قبضہ ہو گیا تھا پس اگر بیع کی گواہی سے رجوع کیا تو غلام کی قیمت کے ضامن ہوں گے اور اگر برأت کی گواہی سے رجوع کیا تو ثمن کے ضامن ہوں گے یہ عتابیہ میں لکھا ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ بائع نے ہر قلیل و کثیر سے جو اس کا مشتری کی طرف آتا تھا اس کو بری کر دیا ہے پھر گواہی دی کہ اس سے پہلے اس نے یہ غلام اس کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور قبضہ ہو گیا تھا پس اگر بیع کی گواہی سے رجوع کیا تو غلام کی قیمت کے ضامن ہوں گے اور اگر برأت کی گواہی سے رجوع کیا تو ثمن کے ضامن ہوں گے یہ عتابیہ میں لکھا ہے۔

اگر گواہوں نے بائع کی طرف سے یہ گواہی دی کہ اس نے اپنا غلام فلاں کے ہاتھ دو ہزار درہم کو فروخت کیا اور مشتری اس سے انکار کرتا ہے اور قاضی نے اس کا حکم دے دیا مگر غلام کے قبضہ وغیرہ کا حال معلوم نہ ہوا پھر دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا پس مشتری پر دو ہزار درہم ادا کرے کا حکم دیا گیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے قبضہ کے گواہوں سے ثمن کی ضمان لے اور بیع کے گواہ بری ہو جائیں گے یا بیع کے گواہوں سے ایک ہزار درہم غلام کی قیمت لے کر قبضہ کے گواہوں سے دو ہزار درہم لے اور ہزار اس کو دیئے جائیں اور ایک ہزار بیع کے گواہوں کو واپس کئے جائیں اور اگر دونوں گواہیوں پر ایک بارگی حکم ہو جائے یا پہلے بیع کی گواہی پر حکم دیا جائے تو بھی یہی حکم ہے یہ شرح جامع کبیر میں لکھا ہے پس اگر خصومت کے وقت مبیع مر گیا تو بیع کے گواہوں پر کچھ ضمان نہیں ہے لیکن اگر ان کی گواہی پر پیچھے حکم ہوا تو زیادتی کے ضامن ہوں گے یہ کافی میں لکھا ہے ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے اپنی یہ باندی اس کے ہاتھ ہزار درہم کو فروخت کی اور مشتری اس سے انکار کرتا ہے پھر مدعی کے دونوں گواہوں پر قاضی نے بیع لازم کر دی اور مشتری جانتا ہے کہ میں نے اس کو نہیں خریدا ہے پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو بیع ٹوٹ جانے کے واسطے ان کی تصدیق نہ کی جائے گی اور امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری کو اس سے وطی کرنا حلال ہے اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول اور امام محمدؒ کے قول کے موافق اس سے وطی حلال نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید

نے اپنا غلام عمرو کو ہبہ کیا اور اس نے قبضہ کر لیا پھر بعد حکم قاضی کے دونوں نے رجوع کیا تو غلام کی قیمت کے ضامن ہوں گے پس اگر مدعا علیہ نے ضمان لے لی تو ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر حکم کے روز اس کی آنکھ میں سفیدی تھی پھر زائل ہو گئی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو و. قیمت ادا کریں گے جو آنکھ کی سفیدی کے ساتھ تھی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ نے گواہوں سے قیمت نہ لی تو قاضی کے حکم سے اس کو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کر لے یہ مبسوط میں ہے اور صدقہ کا حکم بھی یہی ہے لیکن صدقہ کی صورت میں مثل ہبہ کے رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی ایک پیچیدہ صورت: اگر مضارب و رب المال نے نفع موافق گواہی اور حکم قاضی کے آدھا آدھا بانٹ لیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا☆

ایک شخص نے ایک غلام پر جو زید کے ہاتھ میں ہے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے ہبہ کر کے سپرد کر دیا ہے اور گواہ پیش کر دیئے اور دوسرے نے بھی یہی دعویٰ کیا ہے اور اس کی طرف سے بھی دو گواہوں نے گواہی دی اور تاریخ معلوم نہیں ہوتی ہے کہ کس کو پہلے ہبہ کیا اور کس کے گواہ پیچھے کی گواہی دیتے ہیں تو دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا پھر اگر دونوں فریقوں نے رجوع کیا تو ہر فریق ہبہ کرنے والے کو آدھی قیمت دے گا اور دوسرے کو کچھ نہ دے گا یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر ایسی صورت میں ایک فریق گواہ نے رجوع کیا تو آدھی قیمت ہبہ کرنے والے کو اور آدھی موہوب لہ کو دیں گے یہ عتابیہ میں ہے ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم قرض ہیں اس نے دعویٰ کیا کہ قرض دار نے اپنا غلام کہ اس کی قیمت بھی ایک ہزار درہم تھی میرے پاس رہن کیا ہے اور قرض دار قرض کا اقرار کرتا ہے پھر دو گواہوں نے رہن کی گواہی دی پھر دونوں نے رجوع کیا تو ضامن نہ ہوں گے اور اگر قرض سے اس میں زیادتی ہو تو بھی جب تک غلام زندہ ہے ضامن نہ ہوں گے اور اگر مرتہن کے پاس مر گیا تو بقدر زیادتی کے ضامن ہوں گے اور اگر راہن نے رہن کا دعویٰ کیا اور مرتہن نے انکار کیا تو زیادتی کے ضامن نہ ہوں گے اور بقدر قرضہ کے مرتہن کو ڈانڈ بھریں گے اور اگر انہوں نے اس طرح رجوع کیا کہ اس نے غلام سپرد کر دیا تھا اور رہن نہیں کیا تھا تو ضامن نہ ہوں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم قرض ہیں اور وہ اقرار کرتا تھا اور قرض خواہ کے قبضہ میں ایک کپڑا ہے جو سو درہم کے برابر قیمت کا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور قرض دار نے دو گواہ اس مضمون کے قائم کیے کہ میں نے یہ کپڑا اس کے مال کے عوض اس کو رہن میں دیا ہے اور قاضی نے اس کا حکم دے دیا پھر وہ کپڑا تلف ہو گیا اور سو درہم قرضہ میں سے کم ہو گئے پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو سو درہم قرض خواہ کو دیں گے اور اگر قرض خواہ اقرار کرتا ہو کہ یہ کپڑا قرض دار کا ہے مگر اس نے مجھے ودیعت رکھنے کو دیا ہے اور قرض دار نے کہا کہ نہیں تیرے پاس رہن ہے اور دو گواہوں کی گواہی پر قاضی نے رہن کا حکم دے دیا پھر وہ تلف ہو گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو ان پر ضمان نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے ایک شخص کے پاس ودیعت ہونے کی گواہی دی اور وہ شخص مدعا علیہ انکار کرتا ہے پھر قاضی نے اس پر قیمت دینے کا حکم دیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو وہ ضامن ہوں گے اور بضاعت[1] و عاریت کا بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے مضارب[2] نے آدھے نفع کا دعویٰ کیا اور دو گواہوں نے اس کی گواہی دی اور رب المال تہائی نفع کا اقرار کرتا ہے پھر گواہوں نے رجوع کیا اور ہنوز نفع پر قبضہ نہیں کیا گیا تو گواہ ضامن نہ ہوں گے اور اگر مضارب و رب المال نے نفع موافق گواہی اور حکم قاضی کے آدھا آدھا بانٹ لیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو چھٹے حصے[3] نفع کے ضامن ہوں گے بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم ہر اس نفع پر

---

[1] قولہ بضاعت یعنی جبکہ انکار کرنے کی وجہ سے یہ دونوں مثل ودیعت کے امانت سے نکل کر مضمون ہو جائیں۔

[2] یعنی مضارب نے وصول نہیں پایا۔ [3] یعنی رب المال کے واسطے ضامن ہوں گے۔

ہے جو رجوع کرنے سے پہلے حاصل ہوا اور اگر رجوع کے بعد حاصل ہوا اور راس المال عروض میں سے ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر نقد ہے تو رب المال کو فسخ کا اختیار تھا اور جب اس نے فسخ نہ کیا تو گویا وہ نفع پر راضی ہوا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اور اگر یہ گواہی دی کہ رب المال نے اس کو تہائی پر دیا ہے تو اس صورت میں ان پر ضمان نہ ہوگی اور اگر راس المال تلف ہو گیا تو دونوں صورتوں میں ضمان نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے ایک شخص کے قبضہ میں کچھ مال ہے پس ایک شخص کی طرف سے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ بطور شرکت مفاوضہ کے اس کا شریک ہے پس آدھے کی ڈگری اس کے لئے کی گئی پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو یہ آدھا مال مشہود علیہ کو دیں گے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ دونوں باہم شریک ہیں اور راس المال ہر ایک کا ہزار درہم ہے اور شرط یہ ہے کہ نفع دونوں میں تہائی مشترک ہو اور تہائی والا نصف نفع کا دعویٰ کرتا ہے اور گواہی سے پہلے دونوں نے نفع اٹھایا ہے پس قاضی نے بنابر گواہی کے ہیں تہائی کا حکم دیا پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو تہائی والے کو وہ زیادتی جو تہائی اور آدھے میں ہے دینا پڑے گی اور بعد گواہی کے جو کچھ نفع اٹھایا ہے اس کی ضمان گواہوں پر نہ ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ میں نے اپنا گھر دس درہم ماہواری پر اس کو کرایہ دیا ہے اور مستاجر نے انکار کیا پس دو گواہوں نے اس کی گواہی دی پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا پس اگر شروع میعاد میں یہ جھگڑا واقع ہوا تو دیکھا جائے گا کہ ایسے گھر کی جس قدر اجرت ہوتی ہے اگر اسی قدر کی گواہی دی تو دونوں ضامن نہ ہوں گے اور اگر اجرت کم ہو تو بقدر زیادتی کے ضامن ہوں گے اگر مدت گزر جانے کے بعد دعویٰ ہوا ہو تو تمام کرایہ کے ضامن ہوں گے یہ شرح طحاوی میں ہے اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ ٹٹو فلاں شخص سے دس درہم پر کرایہ لیا ہے اور ایسے ٹٹو کی اجر المثل سو درہم ہے اور فلاں شخص مذکور اس سے انکار کرتا ہے پھر دو گواہوں کی گواہی پر قاضی نے کرایہ کا حکم دے دیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو اجرت پر دینے والے کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوں گے یہ بدائع میں لکھا ہے اگر ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہو کر مکہ گیا اور وہ اونٹ راستہ میں تھک کر مر گیا پس اونٹ والے نے کہا کہ تو نے مجھے غصب کر لیا تھا اور سوار ہونے والے نے کہا کہ میں نے تجھ سے کرایہ پر لیا تھا اور اس کے دو گواہ قائم کر دیئے اور قاضی نے اس کو ضمانت سے بری کر کے کرایہ دلا دیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو اونٹ کی قیمت دونوں کو دینی پڑے گی سوائے اس قدر داموں کے جو اجرت میں دلائے گئے ہیں اور اگر پہلے دن سواری کے اونٹ کی قیمت دو سو درہم تھی اور جس دن تھک کر مرا ہے اس دن تین سو درہم تھی اور کرایہ پچاس درہم تھا تو ہلاک ہونے کے دن کے حساب سے ڈھائی سو درہم دینے پڑیں گے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ صاحبینؒ کے نزدیک ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک پہلے دن کی قیمت کے حساب سے دینا پڑے گی اور اصح یہ ہے کہ یہ بالاجماع سب کا قول ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

باب : ۵

نکاح، طلاق، دخول اور خلع کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں

اگر ایک عورت نے ایک شخص پر نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ سنائے اور نکاح کا حکم ہو گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا پس اگر مہر المثل اسی قدر ہے جتنا بیان ہوا یا اس سے زیادہ تو کچھ ضامن نہ ہوں گے اور اگر مہر مثل اس سے کم ہو تو بقدر زیادتی کے شوہر کو ضمان دیں گے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر ایک مرد نے کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کر کے گواہ سنائے اور قاضی نے نکاح کا حکم دے دیا اور عورت منکر ہے پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو عورت کو کچھ ضمان نہ دیں گے خواہ مہر مثل بقدر مسمّی ہو یا کم ہو یا زیادہ ہو یہ ذخیرہ

میں لکھا ہے اگر ایک مرد نے ایک عورت پر سو درہم پر نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ ہزار درہم پر نکاح کیا ہے اور اس عورت کا مہر مثل بھی ہزار درہم ہے پھر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ سو درہم مہر پر نکاح کیا ہے اور قاضی نے یہی حکم دے دیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر نکاح باقی ہونے کی حالت میں یا بعد دخول کے طلاق ہونے کی صورت میں رجوع کیا تو امام اعظمؒ وامام محمدؒ کے نزدیک نوسو درہم عورت کو ڈانڈ دیں گے اور اگر قبول دخول کے طلاق ہو جانے کی صورت میں رجوع کیا تو بالا جماع کچھ ضمان نہ دیں گے پھر دونوں اماموں کے نزدیک متعہ[1] کے باب میں حکم مقرر کرنا واجب ہے پس اگر زیادہ قرار پایا تو پچاس سے زیادتی کی ضمانت دیں گے یہ محیط میں لکھا ہے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے عورت کو ہزار درہم پر نکاح کیا ہے اور مہر مثل اس کا پانچ سو درہم ہے اور یہ گواہی دی کہ اس نے ہزار درہم وصول کر لئے ہیں اور وہ عورت انکار کرتی ہے اور قاضی نے گواہی پر حکم دے دیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو عورت کو مہر مثل ڈانڈ دیں گے نہ وہ جو مقرر رہا ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر پہلے ہزار درہم پر نکاح کی گواہی دی اور قبضہ مہر کی گواہی نہ دی حتیٰ کہ نکاح کا حکم ہوا پھر ہزار درہم وصول کر لینے کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر دونوں گواہیوں سے رجوع کیا تو مہر مسمّی یعنی ہزار درہم دینا پڑیں گے یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر نکاح اور دخول وطلاق کے گواہوں کی ایک ساتھ تعدیل ومعاً حکم ہوا پھر نکاح کے گواہوں نے رجوع کیا تو اُن سے ہزار درہم کی ضمان لی جائے گی ☆

امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا اگر دو گواہوں نے ایک عورت کی طرف سے مرد پر یہ گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے دو ہزار درہم پر نکاح کیا ہے اور اس کا مہر مثل ہزار درہم ہے اور قاضی نے حکم دے دیا اور عورت نے دو ہزار درہم وصول کر لئے پھر دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ مرد نے عورت کے ساتھ وطی کی اور اس کو تین طلاق دے دی ہیں اور مرد منکر ہے پس قاضی نے دونوں میں تفریق کر دی پھر سب گواہوں نے رجوع کر لیا تو مرد کو اختیار ہے چاہے نکاح کے گواہوں سے ہزار درہم لے یا دخول و طلاق والوں سے دو ہزار درہم وصول کر لے پس اگر اس نے طلاق ودخول کے گواہوں سے دو ہزار درہم ڈانڈ لئے تو نکاح کے گواہوں سے ضمان نہیں لے سکتا ہے اور نہ طلاق ودخول کے گواہ نکاح کے گواہوں سے کچھ لے سکتے ہیں اور اگر اس نے نکاح کے گواہوں سے ہزار درہم ڈانڈ لئے تو طلاق ودخول کے گواہوں سے ایک ہزار درہم اور ڈانڈ لے لے گا اور نکاح کے گواہوں کو اختیار ہے کہ طلاق و دخول کے گواہوں سے واپس[2] لیں اور ان ہزار درہم کے قبضہ کی صورت میں روایات مختلف ہیں مبسوط میں ہے کہ نکاح کے گواہ خود وصول کر لیں گے اور جامع میں مذکور ہے کہ شوہر وصول کر کے نکاح کے گواہوں کو دے دے گا اور اگر نکاح اور طلاق کے دونوں فریق گواہوں نے اگر ایک بارگی قاضی کے سامنے گواہی دی تو حکم قضا کے ترتیب کا لحاظ ہو گا پس اگر پہلے نکاح کے گواہوں کی تعدیل ہوئی تو یہ صورت اور پہلی صورت مذکورہ برابر ہے اور اگر طلاق والوں کی پہلے تعدیل ہوئی مثلاً انہوں نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے اس عورت سے کل کے روز بحکم نکاح وطی کی اور طلاق دے دی اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اسی عورت سے اس سے پہلے ہزار درہم پر نکاح کیا تھا پھر پہلے دونوں گواہوں کی تعدیل ہو گئی اور قاضی نے مہر مثل یعنی ہزار درہم دینے کا حکم دے دیا پھر نکاح والوں کی تعدیل ہوئی اور قاضی نے ہزار درہم دیگر کی ڈگری کر دی پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو طلاق ودخول کے گواہ فقط ہزار کے ضامن ہوں گے اور گواہ نکاح کے بھی اور ہزار درہم کے ضامن ہوں گے اور ہر فریق دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر دونوں فریق کی ایک ساتھ تعدیل ہوئی اور قاضی نے دونوں کی گواہی پر حکم دے دیا تو یہ صورت اور پہلے نکاح والوں کی گواہی پر حکم

---

[1] قولہ متعہ یعنی وہ لباس وغیرہ جو طلاق قبل الدخول میں ائمہ حنفیہ کے نزدیک واجب ہوتا ہے علی مافی کتاب النکاح۔ [2] یعنی جو کچھ ڈانڈ دیا ہے۔

ہونے کی صورت یکساں اسی طرح اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے اقرار کیا ہے کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا اور اس سے وطی کی اور تین طلاق دے دیں اور قاضی نے مہرالمثل کا حکم دیا پھر اس کے بعد عورت دوسرے دو گواہ لائی کہ شوہر نے اقرار کیا ہے کہ میں نے دو ہزار درہم پر اس سے نکاح کیا ہے اور قاضی نے عورت کے لئے زیادتی کی ڈگری کر دی پھر سب گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا تو یہ اقرار کی صورت اور معائنہ نکاح وطلاق کی صورت یکساں ہے پس اگر نکاح اور دخول وطلاق کے گواہوں کی ایک ساتھ تعدیل ومعاً حکم ہوا پھر نکاح کے گواہوں نے رجوع کیا تو ان سے ہزار درہم کی ضمان لی جائے گی اور یہ ہزار درہم وہ ہیں جو مہر مثل سے زائد ہیں پھر اگر اس کے بعد دخول کے گواہوں نے رجوع کیا تو ان سے دو ہزار درہم ڈانڈ لئے جائیں گے ایک ہزار اس میں سے شوہر کو ملیں گے اور ایک ہزار شوہر نکاح والے گواہوں کو دے دے گا اور اگر دخول کے گواہوں نے پہلے رجوع کیا تو ان سے دو ہزار درہم کی ضمان لے گا پس اگر ہنوز شوہر نے اس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ نکاح کے گواہوں نے رجوع کیا تو نکاح والے گواہ شوہر کو کچھ ڈانڈ نہ دیں گے ایک مرتد عورت نے کسی شخص پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے مسلمان ہونے کی حالت میں ہزار درہم پر نکاح کیا ہے اور وطی کی ہے پھر طلاق دے دی ہے پھر عورت مدعیہ مرتد ہوئی ہے اور شوہر نے ان سب باتوں سے انکار کیا اور اس عورت کا مہر مثل ہزار درہم ہے پھر اس کی طرف سے دو گواہوں نے دو ہزار درہم پر نکاح ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اور دوسرے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے کل کے روز اس سے وطی کی اور طلاق دی اور آج کے روز یہ مرتد ہوگئی اور قاضی نے اس پر حکم دے دیا پھر سب گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا تو نکاح کے گواہ شوہر کو کچھ ڈانڈ نہ دیں گے اور طلاق کے گواہ دو ہزار درہم ضمان دیں گے اور اگر دونوں فریق گواہوں کی گواہی پر ایک ساتھ فیصلہ کیا گیا تو یہ صورت اور پہلی صورت یعنی جب نکاح کے گواہوں پر پہلے حکم ہوا ہو یکساں ہے اور اگر قاضی نے پہلے دخول وطلاق کے گواہوں پر حکم دیا پھر نکاح کے گواہوں پر حکم دیا پھر سبھوں نے گواہی سے رجوع کیا تو دخول کے گواہ مہر مثل کے ضامن ہوں گے اور نکاح کے گواہ اور ایک ہزار کے ضامن ہوں گے جو مہر مثل سے زائد ہیں اور ایک فریق دوسرے فریق سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنی عورت کو طلاق دے دی اور شوہر اس سے انکار کرتا ہے پھر قاضی کے حکم دینے کے بعد دونوں نے رجوع کیا پس اگر طلاق بعد دخول کے ہو اور شوہر دخول کا اقرار کرتا ہو تو گواہوں پر کچھ ڈانڈ نہیں ہے اور اگر دخول سے پہلے طلاق واقع ہونے کا حکم ہوا اور نصف مہر یا متعہ کا حکم قاضی نے دیا ہے تو بعد رجوع کے گواہ یہی مقدار شوہر کو ڈانڈ دیں گے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے وطی نہیں کی تھی کہ دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اس عورت کو طلاق دے دی ہے اور قاضی نے دونوں میں جدائی کر دی اور آدھے مہر کا حکم دیا پھر شوہر مر گیا اور گواہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا تو دونوں گواہ شوہر کے وارثوں کو آدھا مہر ڈانڈ دیں گے اور عورت کے منافع بضع کی کچھ ضامن نہیں دینی پڑے گی اور نصف مہر سے زیادہ کی ضمان عورت کو نہ دیں گے اور عورت کو میراث نہ ملے گی اور مرد خواہ صحیح ہو یا مریض یہ حکم برابر اسی طرح رہے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر شوہر پر مرنے کے بعد یہ گواہی دی کہ اس نے اس عورت کو اپنی زندگی میں وطی کرنے سے پہلے طلاق دی تھی پھر دونوں نے رجوع کر لیا تو وارثوں کے واسطے کسی چیز کے ضامن نہ ہوں گے اور عورت کو نصف مہر اور میراث کی ڈانڈ دیں گے یہ کافی میں لکھا ہے اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے ایک عورت کی طلاق پر گواہی دی اور دوسرے ایک مرد اور دو عورتوں نے یہ گواہی دی کہ اس مرد نے اس سے وطی کی تھی پس قاضی نے مہر اور طلاق دونوں کی ڈگری کر دی پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو وطی واقع ہونے کے گواہوں پر تین چوتھائی مہر ڈانڈ پڑے گا اور طلاق کے گواہوں پر چوتھائی مہر ڈانڈ پڑے گا اور اگر

اکیلے ایک مرد گواہ دخول نے رجوع کیا تو چوتھائی مہر کا ضامن ہوگا اور اگر اکیلے مرد طلاق کے گواہ نے رجوع کی تو کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر دخول کے سب گواہوں نے رجوع کیا تو آدھے مہر کے ضامن ہوں گے اور اگر طلاق ہی کے گواہوں نے رجوع کیا تو کچھ ضمان نہ دیں گے اور اگر طلاق کے گواہوں کی ایک عورت اور دخول کے گواہوں کی ایک عورت نے رجوع کیا دخول کے گواہوں کی عورت پر آٹھواں حصہ مہر ڈانڈ پڑے گا اور طلاق کی گواہ عورت پر کچھ ضمان نہ ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر دو مردوں نے طلاق پر اور دو مردوں نے دخول پر گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر دخول کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو چوتھائی مہر کا ضامن ہوگا پھر اگر اس کے بعد طلاق کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو کچھ ضمان نہ دے گا اور اگر طلاق کے دونوں گواہوں نے اور دخول کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو سب آدھے مہر کے ضامن ہوں گے آدھا اس میں سے دخول کے دونوں گواہوں پر اور باقی تینوں گواہوں پر تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنی عورت کو ایک طلاق دی ہے اور دوسروں نے یہ گواہی دی کہ تین طلاق دی ہیں اور اس سے وطی نہیں کی تھی پس قاضی نے دونوں کے جدا کر دینے اور نصف مہر دلانے کا حکم کیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو آدھے مہر کی ضمان تین طلاق والے گواہوں پر ہوگی اور ایک طلاق والوں پر کچھ ضمان نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے سال گزشتہ میں رمضان کے مہینہ میں اپنی عورت کو طلاق دی اور اس سے وطی نہیں کی تھی پس قاضی نے بنا بر اس گواہی کے نصف مہر اس پر لازم کیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا اور قاضی نے ہنوز ان سے نصف مہر کی ضمان دلائی تھی یا نہ دلائی تھی کہ دوسرے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اپنی عورت کو قبل وطی کے سال گزشتہ کے ماہ شوال میں طلاق دی ہے تو دوسرے فریق کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر شوہر نے اس امر کا اقرار کر لیا تو جو ڈانڈ گواہوں سے لیا ہے ان کو واپس دے گا اور بعض نے کہا کہ یہ امامؒ کے نزدیک نہیں ہے بلکہ صاحبینؒ کے نزدیک ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر فریق ثانی نے پہلے فریق کے وقت سے طلاق کا وقت مقدم بیان کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور پہلے فریق سے ضمان ساقط ہو جائے گی یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے طلاق پر اور دو گواہوں نے دخول پر گواہی دی اور عورت کا مہر مقرر نہیں ہوا تھا اور اس پر حکم ہو گیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو طلاق کے دونوں گواہ نصف متعہ کے ضامن ہوں گے اور دخول کے گواہ باقی مہر کے ضامن ہوں گے یہ حاوی میں لکھا ہے دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے ہزار درہم پر نکاح کیا ہے اور اس کا مہر مثل بھی ہزار درہم اور شوہر نے کہا کہ بدوں مہر مقرر ہونے کے نکاح کیا ہے اور قاضی نے گواہی پر حکم دے دیا پھر شوہر نے اس کو طلاق دے دیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو ان پر متعہ اور پانچ سو درہم کے درمیان میں جو زیادتی ہے اس قدر ضمان دینی ہوگی اور اگر دوسرے دو گواہوں نے دخول واقع ہونے پر گواہی دیگر رجوع کیا تو دخول کے گواہوں پر بالخصوص پانچ سو درہم کی ضمان لازم ہوگی اور باقی متعہ اور پانچ سو درہم کے درمیان کی زیادتی دونوں تفریقوں پر آدھی آدھی واجب ہوگی اور اگر دوسرے دو گواہوں نے طلاق کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر سبھوں نے رجوع کیا تو دخول کے گواہوں پر بالخصوص پانچ سو درہم کی ضمان لازم ہوگی اور متعہ اور نصف مہر کے درمیان کی زیادتی دخول اور نکاح دونوں فریق گواہوں پر نصف نصف لازم ہوگی اور تینوں فریقوں پر مقدار متعہ کے تین حصہ کر کے واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

مسئلہ☆

اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے ہزار درہم پر اس عورت سے نکاح کیا ہے اور شوہر انکار کرتا ہے اور عورت کا مہر مثل پانچ سو درہم ہے اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ قبل دخول کے اس نے اس کو طلاق دے دی ہے اور قاضی نے حکم دے دیا پھر سبھوں نے رجوع کیا تو نکاح اور طلاق کے دونوں فریقوں پر ڈھائی ڈھائی سو درہم واجب ہوں گے اور اگر ان دونوں فریق کے

رجوع کرنے سے پہلے دو گواہوں نے دخول کی گواہی دی اور قاضی نے شوہر پر ہزار درہم واجب کئے پھر سبھی نے رجوع کیا تو نکاح کے گواہوں پر پانچ سو درہم جو مہر مثل سے زائد ہیں واجب ہوں گے اور باقی پانچ سو درہم کی تین چوتھائی دخول کے گواہوں پر اور ایک چوتھائی طلاق کے گواہوں پر واجب ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے قسم کھائی تھی کہ میں اس سے عید قربان کے روز وطی نہ کروں گا اور دوسروں نے گواہی دی کہ اس نے عید قربان کے روز اس کو طلاق دے دی پس قاضی نے اس کو جدا کر دیا اور اس کے ساتھ وطی نہیں کی تھی پس قاضی نے اس پر آدھا مہر لازم کیا پھر سبھوں نے رجوع کیا تو ضمان مہر طلاق کے گواہوں پر لازم ہوگی نہ ایلاء کے گواہوں پر یہ مبسوط میں لکھا ہے ایسی عورت کی نسبت جس سے اس کے شوہر نے وطی نہیں کی تھی یہ گواہی دی کہ اس نے اپنے شوہر سے خلع کرا لیا ہے اس شرط پر کہ اپنا مہر اس کو معاف کر دیا ہے اور عورت انکار کرتی ہے اور مرد مدعی ہے اور قاضی نے دونوں کی گواہی پر حکم دے دیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو آدھا مہر عورت کو ڈانڈ دیں اور اگر اس مسئلہ میں اس عورت سے شوہر نے وطی کی ہو تو تمام مہر کے ضامن ہوں گے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر مرد کے دعویٰ پر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس عورت نے اس سے ہزار درہم پر خلع کرا لیا ہے اور عورت منکر ہے پھر گواہوں نے رجوع کیا تو عورت کو ہزار درہم کی ضمان دیں اور اگر خود عورت ہی مدعی ہو تو کچھ ضمان نہ دیں گے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔

باب : ⑥

آزاد کرنے' مدبر کرنے اور مکاتب کرنے کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں

اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہے اور قاضی نے حکم دے دیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو غلام کی قیمت ڈانڈ دیں خواہ خوش حال ہوں یا تنگ دست ہوں اور غلام کی ولاء اس کے آزاد کرنے والے کو ملے گی یہ فتح القدیر میں ہے اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنی یہ باندی آزاد کر دی ہے اور قاضی نے گواہی پر حکم دے دیا اور باندی نے اپنا نکاح کیا پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو مالک کو اس کی قیمت کی ڈانڈ دیں گے اور مالک کو اس سے وطی کرنا حلال نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے شوال میں کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے رمضان میں اپنا غلام آزاد کر دیا ہے اور گواہی کے روز غلام کی قیمت دو ہزار درہم تھی اور رمضان میں اس کی قیمت ہزار درہم تھی پھر گواہوں کی تعدیل ہونے تک غلام کی قیمت تین ہزار درہم ہوگئی پھر تعدیل ہوگئی اور قاضی نے حکم دے دیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو غلام کی اس قیمت کے ضامن ہوں گے جو قاضی کی آزادی کا حکم دینے کے روز ہے یعنی تین ہزار درہم کذا فی المحیط اور اس غلام پر حدود و جزاء جرم کا حکم رمضان سے آزاد کرنے کے وقت تک آزاد دن کے مانند ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے رمضان میں اپنا غلام آزاد کر دیا اور قاضی نے گواہی پر یہ حکم دے دیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو دونوں پر ضمان واجب ہوگی پھر اگر دونوں نے اس امر کے گواہ قائم کئے کہ اس نے شعبان میں آزاد کیا ہے تو امام کے نزدیک ضمان ساقط نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک ساقط ہوگی اور اگر اس امر کے گواہ سنائے کہ اس نے شوال میں آزاد کیا ہے تو بالاتفاق ضمان ساقط نہ ہوگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر گواہی دی کہ اس نے اپنا غلام مدبر کر دیا ہے اور قاضی نے حکم دے دیا ہے پھر رجوع کیا تو جس قدر مدبر کرنے سے نقصان آیا اس کے ضامن ہوں گے پس اگر مولیٰ مر گیا اور یہ غلام اس کے تہائی مال سے نکلتا ہے تو آزاد ہو جائے گا اور دونوں گواہ اس کے مدبر ہونے کی حالت کی قیمت ادا کریں اور اگر مولیٰ کے پاس

سوائے اس کے کچھ مال نہ تھا تو تہائی آزاد ہوگا اور اپنی دو تہائی مدبر ہونے کی قیمت کے لئے سعی کرے اور دونوں گواہ تہائی قیمت کی ضمان دیں بشرطیکہ غلام دو تہائی قیمت فی الحال ادا کرے اور یہ تہائی قیمت غلام سے نہیں لے سکتے ہیں اور اگر غلام نے دو تہائی قیمت مؤجل نہ ادا کی اور عاجز ہوا تو وارثوں کو اختیار ہے کہ گواہوں سے لے لیں اور گواہ غلام سے وصول کریں یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے البتہ اپنا غلام آزاد کر دیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے مدبر کر دیا ہے اور قاضی نے ان کی گواہی پر حکم دے دیا پھر سب نے رجوع کر لیا تو آزادی کے گواہوں پر ضمان لازم ہوگی نہ مدبر کرنے کے گواہوں پر اور اگر مدبر کرنے کے گواہوں نے پہلے گواہی دی اور قاضی نے ان کی گواہی پر حکم دے دیا پھر دو گواہوں نے آزاد کرنے کی گواہی دی اور قاضی نے حکم دے دیا پھر سب نے رجوع کیا تو مدبر کرنے کے گواہ وہ نقصان ادا کریں جو مدبر کرنے سے غلام میں پیدا ہوا ہے پھر آزادی کے گواہ اس غلام کی قیمت مدبر ہونے کی حالت کی ادا کریں مدبر ہونے کی حالت میں جو اس کی قیمت ہے وہ ادا کریں اور اگر آزادی کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے مدبر کرنے سے پہلے اس کو آزاد کر دیا ہے اور قاضی نے یہ گواہی مقبول کر لی پھر رجوع کیا تو مدبر کرنے کے گواہ بری ہو جائیں گے اور آزادی کے گواہوں پر قیمت لازم ہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم صاحبینؒ کے قول کے موافق ہونا چاہئے ورنہ امام اعظمؒ کے نزدیک آزادی کی گواہی مقبول نہ ہونا چاہئے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنے غلام کو ایک ہزار درہم پر ایک سال کی میعاد پر مکاتب کیا ہے اور اس کا حکم ہو گیا پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا اور وہ غلام ایک ہزار درہم کا یا دو ہزار درہم قیمت کا ہے تو گواہ اس کی قیمت ادا کریں اور قسط وار نا۔ام سے وصول کریں اور بدوں ادا کرنے کے وہ غلام آزاد نہ ہوگا اور ولاء اس کی اسی کو ملے گی جس پر کتابت کی گواہی دی تھی اور اگر غلام وہ مال ادا کرنے سے عاجز ہوا اور پھر غلام کر دیا گیا تو اس کے مالک کو ملے گا اور مالک نے جو کچھ گواہوں سے لیا ہے ان کو واپس کر دے گا یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنے غلام کو ایک ہزار درہم پر مکاتب کیا ہے اور ایک سال میعاد ہے ور غلام کی قیمت پانچ سو درہم ہیں اور قاضی نے کتابت کا حکم دے دیا ہے پھر سب نے گواہی سے رجوع کیا تو قاضی اس کے مالک کو ختیار دے گا پس اگر اس نے گواہوں سے ڈانڈ لینا چاہا تو مکاتب سے پھر کبھی نہیں لے سکتا ہے اور جب گواہوں نے اس سے ہزار رہم وصول کئے تو ان کو اس میں سے پانچ سو درہم حلال ہیں اور باقی حلال نہیں ہیں اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور اگر س نے بدوں قاضی کے اختیار دینے کے مکاتب سے تقاضا کیا یا لینا اختیار کیا تو پھر گواہوں سے کبھی نہیں لے سکتا ہے خواہ اس کو گواہوں کے رجوع کرنے کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو لیکن اگر مال کتابت اس کی قیمت سے کم ہو تو بقدر کمی کے ان سے مطالبہ کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

گر ایک غلام نے یہ دعویٰ کیا کہ میرے مالک نے مجھے ہزار درہم پر مکاتب کیا ہے اور یہی اُسکی قیمت ہے ☆

اگر کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنا غلام پانچ سو درہم پر آزاد کر دیا ہے اور قیمت غلام کی ہزار درہم ہیں پس قاضی نے گواہی پر اس کو آزاد کر دیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو مشہود علیہ کو اختیار ہے چاہے گواہوں سے ہزار درہم وصول کر لے اور گواہ غلام سے پانچ سو درہم وصول کر سکتے ہیں یا غلام سے پانچ سو درہم لے لے اور جس سے اس نے ضمان لینا اختیار کیا اس کے بعد پھر دوسرے سے کچھ کبھی نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر ایک غلام نے یہ دعویٰ کیا کہ میرے مالک نے مجھے ہزار درہم پر مکاتب کیا ہے ور یہی اس کی قیمت ہے اور مالک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو دو ہزار درہم پر مکاتب کیا ہے اور اس پر گواہ پیش کئے پس قاضی نے

غلام پر دو ہزار درہم دینے کی ڈگری کر دی اور غلام نے ادا کر دیئے پھر گواہوں نے رجوع کیا تو مکاتب کو ہزار درہم[1] دینے پڑیں گے اور اگر مولیٰ نے کہا کہ میں نے دو ہزار درہم پر تجھ کو مکاتب کیا ہے اور مکاتب نے انکار کیا اور مولیٰ نے اس پر گواہ قائم کئے تو قاضی اس گواہی پر حکم نہ دے گا اور قاضی غلام سے کہے گا کہ چاہے تو کتابت پوری کر یا غلام ہو جا اور اگر مکاتب نے دعویٰ کیا کہ میں آزاد ہوں پھر مولیٰ دو گواہ لایا کہ اس نے دو ہزار درہم پر غلام کو مکاتب کیا ہے اور قاضی نے ڈگری کر دی اور غلام نے مال ادا کر دیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو مکاتب کو دو ہزار درہم ڈانڈ دیں اگر چہ اس کی قیمت اس سے کم ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔

باب : ⑦

ولاء اور نسب اور ولادت اور اولاد اور میراث کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں

اگر ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ میں تیرا بیٹا ہوں اور وہ انکار کرتا ہے پھر بیٹے نے گواہ سنائے اور قاضی اس کے بیٹے ہونے کا حکم دے دیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو باپ کو کچھ ضمان نہ دیں گے خواہ باپ کی زندگی میں رجوع کیا ہو یا بعد مرنے کے اور اگر بعد مرنے کے اس بیٹے نے ورثہ پایا تو بعد رجوع کرنے کے تمام وارثوں کو اس میراث کی ضمان بھی نہ دیں گے اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کی ولاء کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا ہے اور وہ منکر ہے پھر مدعی نے گواہ سنائے پھر گواہوں نے رجوع کیا تو گواہ مدعا علیہ کو کچھ ضمان نہ دیں گے خواہ اس کی زندگی میں رجوع کیا ہو یا بعد مرنے کے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ شخص اس مقتول کا بیٹا ہے کہ اس کے سوائے کوئی اس کا وارث نہیں ہے اور قاتل عمداً قتل کرنے کا اقرار کرتا ہے پس قاضی نے قصاص کا حکم دے دیا اور بیٹے نے اس کو قتل کر ڈالا پھر گواہوں نے رجوع کر لیا تو قصاص کی ضمان ان پر نہ ہوگی اور جو کچھ اس وارث بیٹے نے مقتول کے ترکہ میں سے لیا ہے وہ اس کے معروف وارثوں کو ڈانڈ دیں گے اور گواہوں کو تعزیر دی جائے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر آزاد کئے ہوئے کہ ولاء کی گواہی اس کے مرنے کے بعد ادا کی پھر گواہی سے رجوع کیا تو جو کچھ آزاد کرنے والے مدعی نے ولاء کے حق میں لیا ہے وہ اس آزاد کئے ہوئے کے معروف وارثوں کو ڈانڈ دیں گے اگر ایک عورت کے نکاح کی گواہی دی اور قاضی کے حکم دینے کے بعد اس کا شوہر مر گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا یا شوہر کی زندگی میں گواہوں نے رجوع کیا تو ان پر کچھ ضمان نہیں ہے اور اگر شوہر کے مرنے کے بعد نکاح کی گواہی دی پھر رجوع کیا تو جو کچھ عورت نے میراث کا حصہ لیا ہے وہ باقی وارثوں کو ڈانڈ دیں گے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکا ہے کہ یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ آزاد ہے یا غلام ہے پھر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے ☆

اگر ایسے مسلمان کی طرف سے جس کا باپ کافر تھا یہ گواہی دی کہ اس کا باپ مسلمان مرا ہے اور میت کا ایک بیٹا کافر ہے پس قاضی نے میت کا مال اس کے بیٹے مسلمان کو دلایا پھر گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا تو کافر بیٹے کو تمام مال میراث ڈانڈ دیں گے یہ

[1] قولہ دینے پڑیں گے قال المترجم ثم قال فی الاصل ولو کانت المکاتب لم یدع المکاتبۃ ولو قال المولیٰ...... پس حرف عطف غلط ہے والمعنی بشرطیکہ کاتب نے عقد مکاتب کو چھوڑا نہ ہو یا عبارت اصل سے ساقط ہے تو مقدمہ دیکھو۔

مبسوط میں لکھا ہے اگر ایک کافر مسلمان ہو گیا پھر مر گیا اور اس کے دو بیٹے مسلمان ہیں کہ ہر ایک ان میں سے دعویٰ کرتا ہے کہ میں اپنے باپ کے مرنے سے پہلے مسلمان ہوا ہوں اور اس پر گواہ سنائے پس قاضی نے دونوں کو وارث گردانا پھر ایک کے گواہوں نے رجوع کیا تو جو کچھ اس بیٹے نے میراث میں پایا ہے سب دوسرے کو ڈانڈ دیں گے اسی طرح اگر ایک شخص مر گیا اور اس کا ایک بھائی معروف ہے پس ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں میت کا بیٹا ہوں اور دو گواہوں نے اس کی طرف سے گواہی دی اور قاضی نے اس کو میراث دلا دی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو تمام میراث کی ضمان اس کے بھائی کو دیں گے اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکا ہے کہ یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ آزاد ہے یا غلام ہے پھر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے پس قاضی نے اس کا نسب ثابت کر دیا پھر وہ شخص مر گیا اور اس کی میراث اس لڑکے کو بحکم قاضی دلائی گئی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو کچھ ضامن نہ ہوں گے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر ایک لڑکی اور ایک لڑکا قید کر کے دار الحرب سے لائے گئے اور بڑے ہو کر آزاد ہوئے اور باہم دونوں نے نکاح کیا پھر ایک حربی مسلمان ہو کر آیا اور گواہ لایا کہ یہ دونوں میری اولاد ہیں اور قاضی نے گواہی کے موافق اس کی اولاد قرار دی اور دونوں میں جدائی کر دی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو رجوع کرنا مقبول نہ ہوگا اور شوہر سے منع کیا جائے گا کہ اس سے وطی نہ کرے اگرچہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انہوں نے جھوٹی گواہی دی تھی اور ہمارے نزدیک گواہوں پر ضمان نہیں ہے اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکی تھی کہ وہ اس کو اپنی باندی گمان کرتا تھا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ میری لڑکی ہے اور قاضی نے اس کی بیٹی ہونے کا حکم دے دیا تو مالک کو اس باندی سے وطی کرنا حلال نہیں ہے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے جھوٹی گواہی دی ہے پس اگر گواہوں نے رجوع کیا تو اس کی قیمت کی ضمان دیں گے اگر وہ عورت مر گئی اور اس نے میراث چھوڑی تو اس شخص کو اس کی میراث کھانی جائز ہے اور اسی طرح اگر وہ شخص مر گیا تو اس عورت کو اس کی میراث کھانی جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

ایک شخص مر گیا اور اس نے دو غلام اور ایک باندی اور اموال چھوڑے پھر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ شخص اس میت کا ماں باپ کی طرف سے حقیقی بھائی ہے اور وارث ہے ہم اس کے سوائے وارث نہیں جانتے ہیں اور قاضی نے اس کو دونوں غلام اور باندی اور مال دینے کا حکم کیا پھر دو گواہوں نے خاص ایک غلام کی طرف سے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہے اور قاضی نے اس کی گواہی جائز رکھ کر تمام میراث اس کو دلا دی اور بھائی کو محروم کر دیا پھر دوسرے دو گواہوں نے دوسرے غلام کی طرف سے یہ گواہی دی کہ کہ میت کا بیٹا ہے اور قاضی نے اس کو جائز رکھا اور پہلے کے ساتھ اس کو وارث بنایا اور مال دونوں کو آدھا آدھا تقسیم کر دیا پھر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس باندی کو آزاد کر کے اپنی زندگی میں اس سے نکاح کیا تھا پس قاضی نے نکاح اور مہر کا حکم دے دیا اور آٹھواں حصہ میراث اس کو دلا دیا اور ان وارثوں میں سے ہر ایک دوسرے کے وارث ہونے سے انکار کرتا ہے پھر پہلے بیٹے کے دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو تمام قیمت پہلے پسر کے آٹھ حصہ کر کے سات حصہ دوسرے بیٹے کو اور ایک حصہ عورت کو ڈانڈ دیں گے اور جو کچھ اس نے میراث میں پایا ہے وہ سب دوسرے بیٹے کو دیں گے نہ عورت کو اور بھائی کو بھی کچھ نہ دیں گے اور اسی طرح اگر دوسرے بیٹے کے دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو بھی یہی صورت ہے اور اگر عورت کے گواہوں نے رجوع کیا تو عورت کی قیمت اور مہر اور میراث دونوں بیٹوں کو آدھی آدھی ڈانڈ دیں گے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ ہر ایک دوسرے کے وارث ہونے کی تکذیب کرتا ہو اور صرف اپنے آپ کو وارث جانتا ہو اور اگر ہر ایک دوسرے کے وارث ہونے کی تصدیق کرتا ہو تو گواہوں پر کسی صورت میں ضمان نہیں ہے اسی طرح اگر سب وارثوں کی وراثت دو گواہوں کی گواہی پر ثابت ہوئی ہو خواہ ایک ہی وقت میں دونوں

نے سب کی وراثت کی گواہی دی ہو یا اوقات مختلف میں شہادت ادا کی ہو لیکن ہر ایک بیٹے کے نسب کی علیحدہ دعویٰ کی گواہی ہو اس طرح کہ میت نے اس کو اپنا بیٹا کہا اور پھر اس کو اپنا بیٹا کہا اور قاضی نے حکم دے دیا اور پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر گواہ ایک فریق ہو یا چند فریق ہوں تو بیٹوں اور عورت کو ضمان دینے میں کچھ فرق نہیں ہے اور فرق صرف بھائی کے ضمان دینے میں ہے پس اگر سب گواہ چند فرقے ہوں تو بھائی کو کچھ ضمان نہ دیں گے اگر چہ اس کے وارث ہونے کا اقرار کریں اور اگر ایک ہی فرقہ ہو تو بھائی کے لئے ضامن ہوں گے اگر اس کے وارث ہونے کا اقرار کرتے ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک شخص کی دو باندیاں ہیں کہ ہر ایک اس کی ملک میں ایک بچہ جنی ہے ☆

اگر ایک شخص کے پاس ایک نابالغ غلام اور ایک باندی ہو پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اس باندی کو آزاد کیا اور ہزار درہم پر اس سے نکاح کیا ہے اور وہ شخص منکر ہے پھر ان سب باتوں کا قاضی نے حکم دے دیا پھر وہ شخص دو بیٹے سوائے اس لڑکے کے چھوڑ کر مر گیا پس عورت کے واسطے مہر کا حکم ہوا اور میراث کے طور پر سب مال ان میں تقسیم کیا گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو بیٹے ہونے کے گواہ اس کی قیمت کے سوائے اس کے حصہ کے ضامن ہوں گے اور ایسے ہی باندی کے گواہ اس کی قیمت کے سوائے میراث کے ضامن ہوں گے لیکن اگر مہر اس کے مہر مثل سے زائد ہو تو بقدر زیادتی[1] کے ضامن ہوں گے مگر حصہ میراث اس میں سے کم کر دیا جائے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے ایک شخص کی دو باندیاں ہیں کہ ہر ایک اس کی ملک میں ایک بچہ جنی ہے پھر دو گواہوں نے ایک بچہ کی نسبت گواہی دی کہ اس شخص نے اس کو اپنا بیٹا کہا ہے اور وہ شخص انکار کرتا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے دوسرے بچہ کی نسبت یہی گواہی دی پس قاضی نے دونوں بچوں کی نسبت اس کے بیٹے ہونے اور باندی کی نسبت ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر سبھوں نے رجوع کیا پس اگر گواہی اور رجوع کرنا اس شخص کی حیات میں واقع ہوا تو ہر فریق گواہ اس بیٹے کی قیمت جس کی گواہی دی تھی اور ام ولد کا نقصان قیمت اس شخص کو ادا کریں پس جب ڈانڈ دے دیا اور اس شخص نے تلف کر دیا پھر مر گیا اور سوائے ان دونوں لڑکوں کے اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور ہر ایک دوسرے سے انکار کرتا ہے تو ہر فریق گواہ اس لڑکے کی ماں کی آدھی قیمت جس کی نسبت۔ بیٹے ہونے کی گواہی دی تھی دوسرے لڑکے کو ادا کریں کذا فی محیط السرخسی اور ہر فریق اس لڑکے کی قیمت جس کی نسبت گواہی دی تھی دوسرے کو نہ دیں گے کذا فی المحیط اور ہر فریق نے جو کچھ اس شخص کو حالت زندگی میں لڑکے کی گواہی میں ڈانڈ دیا ہے اس لڑکے کی میراث کے حصہ سے جو اس نے باپ کی میراث سے پایا ہے لے لیں گے کذا فی محیط السرخسی اور ہر فریق اس لڑکے سے اس قدر مال لے جو دوسری لڑکی کو اس کی ماں کی قیمت میں بعد نقصان کے دیا ہے نہیں لے سکتا ہے اور نہ اس مال کی ضمان جو مشہود لہ لڑکے نے میراث میں حاصل کیا ہے دوسرے کو دیں گے اور اگر دونوں لڑکے وارث ہونے میں ایک دوسرے کی تصدیق کریں تو گواہوں پر ضمان ان لڑکوں کے لئے نہ دینا پڑے گی اور ہر فریق اپنے مشہود لہ لڑکے سے اس مال میں سے جو اس نے اپنے باپ کی میراث سے حاصل کیا ہے اس قدر مال واپس لے گا جو اس نے اس کے باپ کو اس کی قیمت اور اس کی ماں کے نقصان قیمت کے عوض دیا ہے کذا فی المحیط اور اگر اس شخص کی زندگی میں گواہی واقع ہوئی اور رجوع کرنا بعد وفات کے واقع ہوا تو ہر فریق گواہ دوسرے لڑکے کو مشہود لہ[2] لڑکے کی آدھی قیمت اور اس کی ماں کی آدھی قیمت ادا کرے گا اور ہر فریق مشہود لہ سے وہ مال نہیں لے سکتا ہے جو اس نے دوسرے کو ادا کیا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ ہر لڑکا دوسرے کے وارث ہونے سے انکار کرتا ہے اور اگر

---

[1] بقدرِ زیادتی کے اس وجہ سے کہ وطی سے مہر مثل اس کا حق ہو گیا تو صرف زیادتی بذریعہ ان گواہوں کے نقصان ہوا۔

[2] مشہود لہ: وہ شخص جس کے واسطے گواہوں نے اپنی گواہی سے کوئی امر ثابت کیا۔

ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہو تو گواہ کسی کے واسطے ضامن نہ ہوں گے کذا فی المحیط۔

اگر گواہی اور رجوع دونوں بعد موت کے واقع ہوئی ہوں اور میت کا ایک بھائی ماں و باپ کی طرف سے موجود ہو تو ہر فریق گواہ دوسرے کو مشہود لہ کی قیمت ڈانڈ دے گا اور اس کی ماں کی قیمت بھی جو باندی ہونے کی حالت میں تھی وہ ضمان دے گا اور جو کچھ دونوں کی میراث میں ملا ہے وہ بھی دے گا اور بھائی کو ڈانڈ میں کچھ نہ دے گا کذا فی محیط السرخسی اور جو کچھ ضمان میں ادا کیا ہے وہ مشہود لہ کے حصہ میراث سے نہ لے گا اور اگر دونوں گواہیاں ایک ہی فریق نے ادا کی ہوں مثلاً یوں کہا کہ مولیٰ نے بکلمہ واحد کہا تھا کہ یہ دونوں میرے بیٹے ان دونوں باندیوں سے ہیں اور دونوں لڑکے بڑے ہیں کہ باندیوں کے ساتھ اس کے مدعی ہیں اور قاضی نے حکم دے دیا پھر سبھوں نے رجوع کیا پس اگر مالک کی حیات میں رجوع و گواہی واقع ہوئی تو گواہ دونوں بیٹوں کی قیمت اور نقصان ام ولد ہونے کا ادا کریں اور جب مالک نے اس کو لے کر تلف کر دیا پھر مر گیا تو جو کچھ بیٹوں کو میراث ملی ہے اس میں سے بقدر ڈانڈ کے گواہ دونوں لڑکوں سے وصول کر لیں گے اور اگر میت کا کوئی بھائی ہو تو اس کو کچھ ضمان میراث نہ دیں گے اور اگر گواہی مالک کی زندگی میں اور رجوع اس کے مرنے کے بعد واقع ہوا تو گواہ بیٹوں یا بھائی کو کچھ ڈانڈ نہ دیں گے اور اگر گواہی و رجوع دونوں بعد وفات مالک کے واقع ہوئیں تو بیٹوں کو کچھ ضمان نہ دیں گے مگر بھائی کو باندیوں اور بیٹوں کی قیمت اور بیٹوں کی میراث ڈانڈ دیں گے اور اگر گواہ ایک ہی فریق ہوں اور لڑکے گواہی کے وقت چھوٹے ہوں تو ان کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا پس اگر بالغ ہو کر انہوں نے گواہوں کی گواہی میں تصدیق کی تو یہ صورت اور وہ صورت کہ حالت بالغ ہونے میں گواہی کے وقت گواہوں کی تصدیق یکساں ہے اور اگر بعد بالغ ہونے کے ہر ایک نے اس قدر کی تصدیق کی جو اس کے واسطے گواہی دی ہے اور جس قدر دوسرے کے واسطے گواہی دی اس کی تکذیب کی تو یہ صورت اور وہ صورت کہ ہر ایک کے واسطے ایک فریق گواہ نے علیحدہ گواہی دی اور ہر ایک نے دوسرے کی تکذیب کی ہے یکساں ہے اور یہ صورت امام محمدؒ نے ذکر نہیں فرمائی کہ گواہ فریق واحد ہیں اور ہر ایک پسر نے گواہوں کی اس قدر گواہی میں جتنی اس کے واسطے ہے تصدیق کی اور دوسرے کی تکذیب کی تو یہ گواہی مقبول ہو گی یا نہیں پس امام ابو علی نسفیؒ نے فرمایا کہ مقبول نہ ہو گی اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ مقبول ہو گی اور چھوٹے اور بڑوں کا ایک حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک شخص پر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ یہ میرا بیٹا اس باندی سے ہے اور وہ شخص انکار کرتا ہے اور قاضی نے یہ حکم دے دیا پھر مشہود علیہ[1] مر گیا پھر اس کے مرنے کے بعد دو گواہوں نے ایک لڑکے کی نسبت جو اس کی باندی سے اس کے قبضہ میں تھا یہ گواہی دی کہ میت نے اس لڑکے کی نسبت اپنی حین حیات میں ہمارے سامنے اقرار کیا کہ یہ لڑکا اس باندی سے میرا بیٹا ہے تو قاضی پہلے بیٹے کے سامنے اس گواہی کو قبول کرے گا اور نسب ثابت ہو گا اور اس کی ماں تمام مال سے آزاد ہو جائے گی اور جو کچھ پہلے بیٹے کے قبضہ میں ہے اس میں سے آدھا اس کو دلا دے گا پھر اگر دونوں فریق گواہوں نے رجوع کیا تو دوسرے کے گواہ دوسرے کی تمام قیمت اور اس کی ماں کی تمام قیمت اور تمام میراث پہلے بیٹے کو ڈانڈ دیں گے اور پہلے بیٹے کے گواہ اس کی اور اس کی ماں کی نصف قیمت دوسرے بیٹے کو دیں اور میراث کی کچھ ضمان نہ دیں گے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے بدائع میں ہے کہ دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مولیٰ نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ باندی مجھ سے یہ بچہ جنی ہے اور وہ شخص منکر ہے پس قاضی نے یہ حکم دے دیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر اس کے ساتھ بچہ نہ ہو اور مالک کی زندگی میں رجوع کیا تو نقصان قیمت کی ضمان دیں گے یعنی باندی کی قیمت سے ام ولد ہو

[1] مشہود علیہ: وہ شخص جس کے واسطے گواہوں نے اپنی گواہی سے کوئی امر ثابت و لازم کیا۔

جانے میں جس قدر نقصان ہوا وہ ادا کریں پس اگر مالک مر گیا تو آزاد ہوگئی اور باقی قیمت وارثوں کو ڈانڈ بھریں گے اور اگر اس کے ساتھ بچہ بھی ہو اور مالک کی زندگی میں رجوع کیا تو نقصان قیمت کے ساتھ بچہ کی قیمت بھی ادا کریں گے پس اگر اس کے بعد مالک مر گیا اور بچہ کا میراث میں کوئی شریک نہیں ہے تو اس کو کچھ ضمان نہ دیں گے اور جو کچھ باپ نے تاوان لے لیا ہے وہ اس سے واپس لیں گے بشرطیکہ ترکہ موجود ہو ورنہ لڑکے پر ضمان نہ ہوگی اور اگر لڑکے کے ساتھ میت کا بھائی ہو تو باقی قیمت کا نصف اس کو ڈانڈ دیں گے اور بیٹے سے اسی قدر لیں گے جو باپ نے وصول کیا ہے نہ وہ جو بھائی کو ڈانڈ دیا ہے اور لڑکے نے جو میراث لے لی وہ بھائی کو ڈانڈ نہ بھریں گے پس اگر بعد وفات مالک کے رجوع کیا پس اگر لڑکے کا کوئی شریک نہ ہو تو گواہوں پر ضمان نہیں ہے ورنہ بھائی کو باندی کی باقی نصف قیمت اور لڑکے کی نصف قیمت کی ضمان دیں گے اور میراث کی ضمان نہ دیں گے اور اس صورت میں لڑکے سے واپس نہ لیں گے اور اگر یہ صورت ہوئی کہ مولیٰ نے انتقال کیا اور ایک لڑکا اور ایک غلام اور ایک باندی چھوڑی اور ترکہ چھوڑا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ غلام اس باندی سے اس کے مالک سے پیدا ہوا ہے اور غلام اور باندی نے اس کی تصدیق کی نہ اس کے بیٹے نے اور قاضی نے حکم دے دیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو غلام اور باندی کی قیمت اور نصف میراث کے ضامن ہوں گے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر تمام نے یکبارگی رجوع کیا تو سب پر اسی طرح ضمانت لازم آئے گی ☆

عیسیٰ بن ابان نے اپنی نوادر میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص مر گیا اور باپ کی طرف سے ایک بھائی چھوڑا کہ اس کے سوا کوئی وارث نہیں معلوم نہیں ہوتا ہے پھر ایک شخص نے اگر دعویٰ کیا کہ میں ماں و باپ کی طرف سے میت کا بھائی ہوں اور دو گواہوں نے اس کی طرف سے یہ گواہی دی کہ یہ باپ کی طرف سے میت کا بھائی ہے اور دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ ماں کی طرف سے اس کا بھائی ہے تو قاضی یہ حکم دے گا کہ یہ مدعی ماں باپ کی طرف سے اس کا بھائی ہے پس اگر سب گواہوں نے رجوع کیا تو جنہوں نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی وہ دو تہائی میراث کے اور جنہوں نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی ہے ایک تہائی میراث کے ضامن ہوں گے یہ ظہیریہ و محیطین میں لکھا ہے اور اگر باپ کی طرف سے بھائی ہونے کے ایک گواہ نے رجوع کیا اور ماں کی طرف سے بھائی ہونے کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو آدھے کے ضامن ہوں گے اور تین تہائی دونوں پر تقسیم ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ باپ کی طرف سے بھائی ہے پس قاضی نے حکم دے کر آدھی میراث اس کو دلوائی پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ ماں کی طرف سے بھائی ہے پس قاضی نے حکم دے کر باقی آدھی بھی اس کو دلوائی پھر سب نے رجوع کیا تو ہر فریق نصف مال کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے چھٹا حصہ[1] میراث اس کو دلوایا پھر دوسرے دو گواہوں نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے باقی میراث[2] اس کو دلوائی پھر سب نے رجوع کیا تو پہلے فریق پر چھٹے حصہ کی اور دوسرے پر پانچ چھٹے حصہ کی ضمان لازم ہوگی اسی طرح اگر معاً دونوں نے گواہی دی مگر ایک فریق کی تعدیل ہوئی اور اس پر حکم ہو گیا پھر دوسرے فریق کی تعدیل ہوئی اور اس پر حکم ہوا پھر رجوع کیا تو ترتیب حکم کے موافق ہر فریق اس قدر کا ضامن ہوگا جس قدر اس کی گواہی پر دلایا گیا ہے اگر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہوں پس اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ میں ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہوں پس اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ یہ ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہے اور دوسرے نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور تیسرے نے گواہی دی کہ باپ کی طرف

[1] چھٹا حصہ باعتبار اور لاد الام ہونے کے۔ [2] باقی میراث باعتبار عصوبت کے۔

سے بھائی ہے اور قاضی نے میراث اس کو دلا دی پھر پہلے نے رجوع کیا تو اس پر نصف میراث کی ضمان ہے اور اگر فقط تیسرے نے رجوع کیا تو اس پر تہائی مال کی ضمان ہے اور اگر دوسرے نے رجوع کیا تو اس پر چھٹا حصہ ضمان ہے اور اگر سبھوں نے یکبارگی رجوع کیا تو سب پر اسی طرح ضمانت لازم آئے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں ہر فریق گواہ اپنے مشہود لہ کی قیمت اور میراث دوسروں کو ڈانڈ دیں گے ☆

نوادر عیسیٰ بن ابان میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے بھائی معروف اور دو غلام اور ایک باندی چھوڑی پھر دو گواہوں نے ایک غلام کی نسبت یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہے اور دوسروں نے دوسرے کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہے اور دوسروں نے باندی کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ میت کی بیٹی ہے اور قاضی نے یہ گواہی قبول کی اور میراث سبھوں میں تقسیم کر دی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو بھائی کے واسطے ضامن نہ ہوں گے اور ہر فریق گواہ اپنے مشہود لہ کی قیمت اور میراث دوسروں کو ڈانڈ دیں گے۔ اگر میت نے ایک بھائی معروف اور ایک غلام اور ایک باندی چھوڑی پھر غلام کی نسبت دو گواہوں نے بیٹے ہونے کی اور دوسروں نے باندی کی نسبت بیٹی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے گواہی پر بیٹے و بیٹی کے درمیان میراث تقسیم کر دی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو بیٹے کے گواہ بھائی کو نصف میراث اور نصف قیمت غلام کی اور بیٹی کو چھٹا حصہ اور نصف قیمت غلام کی ڈانڈ دیں گے اور بیٹی کے گواہ باندی کی قیمت اور میراث خاصۃً بیٹے کو ڈانڈ دیں گے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور بھی نوادر بن ابان میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹی اور ایک بھائی باپ کی طرف سے چھوڑا پس قاضی نے بھائی کو آدھا اور بیٹی کو آدھا دلا دیا پھر ایک شخص نے آ کر دعویٰ کیا کہ میں میت کا ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہوں پھر ایک گواہ نے اس کے ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی اور تیسرے نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے آدھی میراث اس کو دلا دی پس اگر اس گواہ نے رجوع کیا جس نے ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی تھی تو جس قدر میراث اس کو پہنچی ہے اس کے آدھے کا ضامن ہوگا اور اگر باپ کی طرف سے بھائی ہونے کے گواہ نے رجوع کیا تو اس کی میراث کے تین آٹھویں حصہ کا ضامن ہے اور اگر ماں کی طرف سے بھائی ہونے کے گواہ نے رجوع کیا تو آٹھویں حصہ میراث کا ضامن ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک چچا زاد بھائی چھوڑا اور اس کے قبضہ میں اپنے ہزار درہم چھوڑے پھر ایک شخص نے گواہ سنائے کہ میں میت کا بھائی ہوں اور قاضی نے اس کو ہزار درہم دلا دیئے پھر ایک شخص نے گواہ سنائے کہ میں میت کا بیٹا ہوں اور قاضی نے اس کو وہ ہزار درہم دلا دیئے پھر بھائی کے گواہوں نے رجوع کیا تو چچا زاد بھائی کو اس سے ضمان لینے کا اختیار نہیں ہے پھر اگر اس کے بعد بیٹے کے گواہوں نے رجوع کیا تو بھائی ان سے ہزار درہم کی ضمان لے سکتا ہے اور جب لے لئے تو چچا زاد بھائی بھی بھائی کے گواہوں سے ہزار درہم لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک بیٹا چھوڑا اور اس نے میراث لے لی پھر دوسرے نے آ کر میت کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اور بیٹے معروف النسب نے اس کے نسب سے انکار کیا اور اس سے بھی انکار کیا کہ مجھے میراث سے کچھ وصول ہوا ہے پھر مدعی دو گواہ لایا کہ یہ میت کا بیٹا ہے اور قاضی نے حکم دے دیا پھر دو گواہ لایا کہ اس معروف النسب بیٹے کو میراث میت سے اس قدر ملا ہے پس قاضی نے اس میں سے نصف مال مدعی کو دلایا پھر نسب کے گواہوں نے رجوع کیا تو جس قدر مال مدعی کو پہنچا ہے اس کی ضمان دیں گے پس اگر ضمان ادا کرنے کے بعد دوسرے گواہوں نے بھی رجوع کیا تو نسب کے گواہ ان سے واپس لیں گے اور اگر سبھوں نے یکبارگی رجوع کیا تو معروف بیٹے کو اختیار ہے چاہے نسب کے گواہوں سے ضمان لے اور وہ مال کے گواہوں سے لے لیں گے یا مال کے گواہوں سے وصول کر لے

یہ محیط میں لکھا ہے جامع میں روایت ہے کہ ایک شخص کے ہزار درہم کی ودیعت ایک شخص کے پاس ہے اور وہ اقرار کرتا ہے پس وہ شخص مر گیا پھر ایک شخص نے دو گواہ سنائے کہ میں میت کا ماں و باپ کے رشتہ سے چچا ہوں اور گواہوں نے بیان کیا کہ ہم سوائے اس کے اور کوئی وارث نہیں جانتے ہیں پس قاضی نے حکم دے دیا پھر دوسرا آیا اور اس نے گواہ سنائے کہ میں ماں و باپ کی طرف سے میت کا بھائی ہوں پس قاضی نے حکم دے دیا اور چچا سے مال واپس کرا کے اس کو دلا دیا پھر اگر دوسرے نے یہ گواہ سنائے کہ میں میت کا بیٹا ہوں کہ گواہ میرے سوائے وارث نہیں جانتے ہیں تو بھائی سے واپس کر کے مال اس کو دلا دیا جائے گا پس اگر سب نے رجوع کیا تو بیٹے کے گواہ بھائی کو ضمان دیں گے اور بھائی کے گواہ چچا کو ضمان نہ دیں گے اور چچا کے گواہ اس شخص کو جس کے پاس ودیعت بھی ضمان نہ دیں گے اسی طرح اگر سب نے یکبارگی گواہ دی اور رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک لڑکی اور ایک ماں و باپ کی طرف سے بھائی چھوڑا پس بیٹی نے آدھا مال لے لیا اور آدھا مال بھائی نے لیا پھر ایک شخص نے گواہ سنائے کہ وہ میت کا ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہے اور قاضی نے اس کو بھائی معروف النسب کے ساتھ نصف نصف کا شریک کر دیا پھر دونوں گواہوں نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے یا ماں کی طرف سے بھائی ہونے ایک نے انکار کیا اور دوسرے پر ثابت رہے تو جس قدر میراث اس کو ملی ہے اس کے نصف کے ضامن ہوں گے اسی طرح اگر ایک گواہ نے اس کے باپ کی طرف سے بھائی ہونے اور دوسرے نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی سے انکار کیا تو ہر ایک گواہ چوتھائی میراث کا ضامن ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص مر گیا اور اس نے دو بھائی ماں کی طرف سے اور ایک بھائی باپ کی طرف سے چھوڑا پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں ماں و باپ کی طرف سے اس کا بھائی ہوں اور دو گواہوں نے گواہی دی کہ باپ کی طرف سے اور دو گواہوں نے گواہی دی کہ ماں کی طرف سے اس کا بھائی ہے اور قاضی نے حکم دیا پس اس نے باپ کی طرف سے بھائی کے پاس جو مال تھا اس کی دو تہائی لے لی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو جنہوں نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی تین چوتھائی اس مال کا اور جنہوں نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی ہے ایک چوتھائی ڈانڈ بھریں اور اگر ماں کی طرف سے دو بھائی کے بجائے ایک ہی بھائی اس نے چھوڑا ہو اور پھر ایک شخص نے ماں و باپ کی طرف سے بھائی ہونے کا دعویٰ کیا اور دو گواہوں نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی اور دو نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور اس نے پانچ چھٹے حصہ میراث کو لیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو باپ کی طرف سے بھائی ہونے کے گواہوں پر تین چھٹے حصہ کی اور چوتھائی حصہ ششم کی ضمان اور دوسروں پر چھٹا حصہ اور ایک چھٹے کی تین چوتھائی کی ضمان واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے ایک شخص مر گیا اور اس نے دو بھائی ماں کی طرف سے چھوڑے اور ایک بھائی باپ کی طرف سے چھوڑا پس قاضی نے ان دونوں بھائیوں کو تہائی دیا اور علاتی بھائی کو دو تہائی دیا پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں ماں و باپ کی طرف سے میت کا بھائی ہوں پس دو گواہوں نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور مدعی نے کہا کہ باپ کی طرف سے بھائی ہونے کے میرے دونوں گواہ غائب ہیں تو قاضی ماں کی طرف سے بھائی ہونے کا حکم دے دے گا اور اس کو ان دونوں اخیافی بھائیوں کے ساتھ شامل کر سکتا ہے پس اگر اس نے شامل کر دیا پھر دونوں غائب گواہ حاضر ہوئے تو قاضی ان کی گواہی پر اس کو ماں و باپ کی طرف سے بھائی قرار دے گا اور اخیافی بھائیوں سے جو اس نے لیا ہے وہ علاتی بھائی سے وصول کر کے تہائی پوری کر لیں گے اور باقی دو تہائی مال اس کو دلایا جائے گا پس اگر اس کے بعد گواہوں نے رجوع کیا تو جنہوں نے ماں کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی ہے ضامن نہ ہوں گے اور جنہوں نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی ہے وہ دو تہائی مال اس بھائی کو جو باپ کی طرف سے معروف ہے ضمان دیں گے اور اگر اس نے پہلے باپ کی

طرف سے بھائی ہونے کے گواہ سنائے اور قاضی کے حکم سے اس نے باپ کی طرف سے بھائی کے حصہ سے آدھا لے لیا پھر ماں کی طرف سے بھائی والے گواہ حاضر ہوئے اور ان کی گواہی پر اس نے باقی آدھا بھی لے لیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو ہر فریق پر نصف ضمان لازم ہوگی کذافی المحیط۔

باب : ⑧

وصیت کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں

ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میت نے مجھے تہائی ہر مال کی وصیت کی ہے پس گواہوں کی گواہی پر قاضی کے حکم سے اس کو تہائی مال ہر چیز سے مل گیا پھر اگر گواہوں نے رجوع کیا تو سب تہائی مال کے ضامن ہوں گے اسی طرح اگر گواہوں نے زندگی میں تہائی مال کی وصیت کی گواہی دی اور بعد موت کے مخاصم ہوا تو بھی یہی صورت ہو سکتی ہے اور یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر بعد موت کے گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس مدعی کے واسطے اس باندی کی وصیت کی تھی اور وہ باندی تہائی مال ہے اور حکم ہو گیا اور مدعی نے اس کو ام ولد بنایا پھر گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا تو جس روز قاضی نے حکم دیا ہے اس دن جو قیمت اس باندی کی ہو ادا کریں اور عقر اور بچہ کی قیمت کے ضامن نہ ہوں گے اور اسی طرح اگر اس شخص کے سوائے دوسرے سے بچہ جنی تب بھی وارثوں کے لئے عقر اور بچہ کی قیمت کے ضامن نہ ہوں گے یہ مبسوط میں ہے پس اگر حکم قاضی کے روز کی قیمت میں کہ باندی کی اس روز کیا قیمت تھی گواہوں اور وارثوں میں اختلاف ہوا اور گواہوں نے کہا کہ اس دن اس کی قیمت ہزار درہم تھی اور وارثوں نے کہا نہیں بلکہ دو ہزار درہم تھی پس اگر باندی مر گئی ہو تو گواہوں کا قول لیا جائے گا اور اگر زندہ موجود ہو تو زمانہ حال کے موافق اگر اس کی قیمت دو ہزار ہو تو وارثوں کا قول اور اگر ایک ہزار ہو تو گواہوں کا قول لیا جائے گا اور اگر فی الحال اس کی قیمت دو ہزار ہو اور گواہوں کے گواہوں نے گواہی دی کہ حکم قضا کے روز اس کی قیمت ہزار درہم تھی تو گواہی مقبول ہوگی اسی طرح اگر فی الحال اس کی قیمت ہزار درہم ہو اور وارثوں کے گواہوں نے حکم قضا کے روز دو ہزار درہم ہونا بیان کیا تو ان کی گواہی مقبول ہوگی پس اگر دونوں فریق نے اپنے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو وارثوں کے گواہ مقبول ہوں گے یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص تین ہزار درہم اور ایک بیٹا چھوڑ کر مر گیا پھر دو شخصوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور دوسرے دو گواہوں نے دوسرے شخص کے واسطے ایسی ہی گواہی دی اور تیسرے دو گواہوں نے تیسرے شخص کے واسطے ایسی ہی گواہی دی اور میت کا بیٹا اس سے انکار کرتا ہے اور تینوں موصی لہم میں بھی ایک دوسرے کا انکار کرتا ہے پس قاضی نے تہائی مال تینوں کو تقسیم کر دیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو بیٹے کو کچھ ضمان نہ دیں گے کذافی محیط السرخسی اور ہر فریق گواہ دوسرے دونوں موصی لہما کے واسطے سوائے اس کے جس کی طرف سے گواہی دی تھی تہائی کی تہائی مال کی ضامن ہوں گے اور اسی طرح اگر ایک کے گواہوں کی پہلے تعدیل ہوئی اور اس کے لئے تہائی مال کا حکم ہو گیا پھر دوسرے کے گواہوں کی تعدیل ہوئی اور اس کے لئے اس میں سے آدھے مال کا حکم ہوا پھر تیسرے کے گواہوں کی تعدیل ہوئی اور اس کے لئے بھی دونوں کے حصہ سے تہائی دلایا گیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک کے واسطے وصیت کا گواہی پر حکم ہوا پھر دوسرے گواہوں نے گواہی دی میت نے اس کی وصیت سے رجوع کر کے اس زید کے واسطے وصیت کی ہے پس قاضی نے پہلے سے مال واپس کر کے زید کو دلا دیا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید کی وصیت سے رجوع کر کے میت نے عمرو کے واسطے وصیت کی ہے اور قاضی نے دوسرے سے لے کر تیسرے کو دلا دیا پھر سب گواہوں نے

رجوع کیا تو عمرو کے گواہ زید کو کامل تہائی دیں گے اور زید کے گواہ پہلے کو تہائی کا نصف دیں گے اور پہلے کے گواہ کچھ ضمان نہ دیں گے اور نہ وارثوں کے لئے ضامن ہوں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر گواہوں نے رجوع نہ کیا لیکن دوسرے کا گواہ ایک غلام نکلا تو تہائی مال پہلے اور تیسرے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص مر گیا اور تین ہزار درہم چھوڑے اور تہائی مال کی ایک شخص کے واسطے وصیت کی اور اس کو دے دیا گیا پھر دو شخصوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس وصیت سے رجوع کر لیا تھا پس وہ مال وارثوں کو دلایا گیا پھر انہیں دونوں گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے دوسرے شخص کے واسطے یہ وصیت کی تھی پس اس کو دلا دیا گیا پھر دونوں گواہیوں سے رجوع کیا تو تہائی مال کے دو مرتبہ ضامن ہوں گے ایک بار وارثوں کو ڈانڈ دیں گے اور ایک مرتبہ پہلے موصی لہ کو ڈانڈ بھریں گے اور اگر وصیت اول سے رجوع کرنے کی اور دوسرے کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی دی اور بعد حکم قاضی کے رجوع کیا یا فقط پہلی وصیت سے رجوع کرنے کی گواہی دی اور ہنوز اس کا حکم نہ ہوا تھا کہ دوسرے کے واسطے تہائی کی وصیت کی گواہی دی اور یہ صورت مسئلہ واقع ہوئی تو صرف پہلے موصی لہ کو ڈانڈ دیں گے نہ وارثوں کو اور اگر معاً رجوع و وصیت کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر دوسری وصیت کی گواہی سے رجوع کیا اور پہلے کی وصیت سے رجوع کرنے کی گواہی سے رجوع نہ کیا تو ان سے دریافت کیا جائے گا کہ رجوع وصیت کی گواہی سے رجوع کرتے ہو یا نہیں پس اگر سکوت کیا یا گواہی رجوع پر ثابت رہے تو ایک تہائی وارث کو دیں گے پھر اگر پہلے وصیت کی گواہی سے رجوع کرنے کی گواہی سے بھی رجوع کیا تو دوبارہ ایک تہائی پہلے موصی لہ کو ڈانڈ دیں گے اور اگر وقت دریافت کرنے کے انہوں نے بیان کیا کہ پہلے رجوع کی گواہی سے بھی ہم نے رجوع کیا تو صرف ایک تہائی مال موصی لہ کو دیں گے نہ وارث کو اور اگر پہلے فقط وصیت سے رجوع کرنے کی گواہی سے رجوع کیا اور دوسرے کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی سے رجوع نہ کیا تو پہلے موصی لہ کو تہائی مال کے آدھے کی ضمان دیں گے پھر اگر دوسرے کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی سے بھی رجوع کیا تو باقی مال بھی پہلے موصی لہ کو دیں گے یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر گواہی دی کہ میت نے اپنے ترکہ میں سے اس شخص کے واسطے وصیت کی تھی اور قاضی نے حکم دے دیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر وصی نے اس میں سے کچھ تلف کیا تو دونوں گواہوں پر کچھ ضمان نہیں ☆

ایک شخص تین غلام مساوی قیمت کے چھوڑ کر مر گیا پس دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اس غلام کی قیمت زید کے واسطے وصیت کی ہے اور حکم ہو گیا پھر دوسرے دو گواہوں نے اس وصیت سے رجوع کرنے اور دوسرے غلام کی عمرو کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی دی اور حکم ہو گیا اور پہلا غلام وارثوں کو واپس دلایا گیا پھر دو گواہوں نے وصیت ثانی سے رجوع کرنے کی اور تیسرے غلام کی بکر کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی دی اور یہ حکم ہو گیا پھر سبھوں نے رجوع کیا تو پہلے کے گواہوں پر کسی کو ضمان دینا لازم نہیں ہے اور دوسرے کے گواہ آدھی قیمت پہلے کو دیں گے اور دوسرے کو تیسرے کے گواہ غلام کی قیمت ڈانڈ دیں گے اور وارث کسی سے ضمان نہیں لے سکتا ہے اور اگر سبھوں نے ایک بارگی گواہی دی اور ایک بارگی تعدیل ہوئی اور تیسرے کے واسطے حکم دیا گیا پھر سبھوں نے رجوع کیا تو تیسرے کے گواہ وارثوں کو ضمان دیں یا اور پہلے اور دوسرے کے گواہوں پر کچھ ڈانڈ نہیں ہے پس اگر دوسرے نے تیسرے کے گواہوں سے ضمان لینی چاہی تو وصیت کے گواہ ان پر قائم کر کے لے سکتا ہے پھر گواہ وارثوں سے واپس لیں گے پھر اگر پہلے نے دوسرے کے گواہوں سے ضمان لینا چاہی تو دوسرے کے گواہوں پر وصیت قائم کر کے لے سکتا ہے اور غلام کی نصف قیمت کا حکم ان پر کیا جائے گا کہ اول کو ادا کریں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر اس نے دو غلام چھوڑے کہ ہر ایک قیمت ایک ہزار درہم ہے اور اس کا تہائی مال ایک ہزار درہم ہے پس ہر فریق گواہ نے ایک غلام کی ایک شخص کے واسطے وصیت کرنے کی گواہی دی اور ہر ایک کے

واسطے آدھے غلام کا حکم ہو گیا اور دونوں فریق گواہوں نے رجوع کیا تو وارث کے واسطے ان پر ڈانڈ نہ ہوگی اور ہر فریق دوسرے موصی لہ کو غلام کی نصف قیمت ادا کرے گا اور اگر دونوں غلام میت کے تہائی مال نکلتے ہوں تو ہر فریق وارث کو اس غلام کی قیمت دے گا جس کی نسبت اس نے گواہی ادا کی ہے اور اگر اس کا تہائی مال ڈیڑھ ہزار ہو اور ہر ایک کے واسطے تین چوتھائی غلام کا حکم دیا گیا پس اگر رجوع کیا تو ہر فریق پانچ سو درہم وارثوں کو ضمان دیں گے اور ہر فریق دوسرے موصی لہ کو ڈھائی سو درہم چوتھائی قیمت غلام کی ڈانڈ دیں گے اور اگر تہائی مال دو ہزار درہم ہو اور قیمت ایک غلام کی دو ہزار درہم ہو اور دوسرے کی ایک ہزار درہم ہو تو ہر ایک کے واسطے اس کے غلام کی دو تہائی کا حکم دیا جائے گا پس اگر رجوع کیا تو دو ہزار والا فریق ایک ہزار وارثوں کو اور تہائی ہزار دوسرے موصی لہ کو ڈانڈ دے گا اور ہزار والا فریق دو تہائی ہزار کی دو ہزار والے موصی لہ کو دے گا اور وارثوں کی ضمانت اس پر نہیں ہے اور اگر ہر ایک غلام ہزار کی قیمت کا ہے اور تہائی مال ہزار درہم ہے اور دوسرے فریق نے یہ گواہی دی کہ میت نے پہلی وصیت سے رجوع کر کے دوسرے کو وصیت کی ہے تو بعد رجوع کے پہلے موصی لہ کو اس کے غلام کی قیمت کی ضمان دیں گے اور وارثوں کا کچھ حق پہلے یا دوسرے فریق پر نہیں ہے اور اگر دونوں غلام تہائی مال سے نکلے اور تہائی مال دو ہزار درہم ہے تو دوسرے کے گواہ پہلے کو اس کے غلام کی قیمت اور وارثوں کو دوسرے کی قیمت ڈانڈ دیں گے اور اگر تہائی مال ڈیڑھ ہزار ہو تو دوسرے کے گواہ پہلے کو اس کے غلام کی قیمت اور وارثوں کو دوسرے کی آدھی قیمت کی ڈانڈ دیں گے یہ کافی میں لکھا ہے اگر یہ گواہی دی کہ میت نے اپنے ترکہ میں سے اس شخص کے واسطے وصیت کی تھی اور قاضی نے حکم دے دیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر وصی نے اس میں سے کچھ تلف کیا تو دونوں گواہوں پر کچھ ضمان نہیں ہے صرف ضمان وصی پر ہوگی کذا فی الحاوی۔

باب : ⑨

حدود اور جرموں کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں

اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر ہزار درہم معین کی چوری کی گواہی دی اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو اس کے ہاتھ کی دیت اپنے مال سے دیں اور دونوں پر قصاص ہمارے نزدیک نہیں ہوگا اور ہزار کی ضمان بھی دیں کیونکہ مشہود علیہ کا مال ضائع کیا ہے اسی طرح نفس یا ماذون النفس میں ہر جگہ یہی حکم ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر اس پر دو چوریوں کی گواہی دی اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا پھر ایک گواہی سے رجوع کیا تو ان پر ضمان نہیں آتی ہے یہ عتابیہ میں لکھا ہے چار آدمیوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے اس کے محصن ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے گواہیاں قبول کر کے اس کے رجم کرنے کا حکم دیا پھر سبھوں نے رجوع کیا تو زنا کے گواہ دیت کی ضمان دیں گے اور ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک ان کو حد قذف ماری جائے گی اور محصن ہونے کے گواہوں پر ضمان نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر چار گواہوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی اور وہ محصن نہیں ہے پس امام نے اس کو درے مارے اور وہ زخمی ہوا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ان پر زخموں کی ضمانت نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک اس میں خلاف ہے اور اگر دروں سے وہ زخمی نہیں ہوا تو بالاتفاق ان پر ضمان نہ ہوگی اور ایسا ہی اختلاف حد قذف اور حد شراب خواری اور تعزیر میں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر حکم سے پہلے ایک گواہ نے رجوع کیا تو سب[1] کو حد ماری جائے گی اور اگر بعد حکم ہونے کے قبل اس کے کہ حد ماری جائے ایک گواہ نے رجوع کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک اسی کو حد ماری جائے گی اور امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے

[1] قولہ سب کو یعنی زنا کے ثبوت میں چار گواہ ضروری ہیں پس جب ایک نے رجوع کیا تو باقی تہمت رکھنے والے ہوئے پس سب کو تہمت کی حد ماری جائے گی۔

نزدیک سب کو حد ماری جائے گی اور اگر بعد حد مارے جانے کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو خاص اسی کو حد ماری جائے گی یہ حاوی میں لکھا ہے۔

اگر چار آدمیوں نے ایک شخص پر زنا کرنے و محصن ہونے کی گواہی دی پس قاضی نے اس کے رجم کرنے کا حکم کیا پھر گواہوں نے رجوع کیا اور وہ شخص زندہ تھا مگر پتھروں نے اس کو زخمی کر دیا تھا تو قاضی اس سے حد دفع کرے گا اور گواہ اس کے زخموں کی دیت کے ضامن ہوں گے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنا غلام آزاد کیا ہے اور اس غلام پر چار آدمیوں نے زنا کرنے اور محصن ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے گواہیاں قبول کر کے اس کو آزاد کر کے رجم کیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو آزادی کے گواہوں پر مالک کو اس کی قیمت دینی پڑے گی اور زنا کے گواہوں پر دیت لازم ہو گی پس اگر غلام کا کوئی وارث عصبات میں سے نہ ہو تو یہ دیت مالک کو ملے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر چاروں گواہوں میں سے ایک گواہ[1] آزادی کا ہو تو دیت کے حصہ کے ساتھ قیمت کا حصہ بھی دینا اس کو پڑے گا یہ حاوی میں لکھا ہے اگر چار شخصوں نے آزادی اور زنا اور محصن ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے حکم دے دیا پھر آزادی سے رجوع کیا تو قیمت کے ضامن ہوں گے اور اگر دو گواہوں نے آزادی سے اور دو گواہوں نے زنا سے رجوع کیا تو آزادی سے رجوع کرنے والوں پر کچھ نہیں اور زنا سے رجوع کرنے والوں پر آدھی دیت اور حد قذف لازم آئے گی یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر گواہوں نے اپنے مورث پر یعنی باپ یا بھائی یا چچا وغیرہ پر زنا کی گواہی دی اور وہ محصن ہے تو وہ رجم کیا جائے گا اور اس تہمت کی وجہ سے اس نے جلدی سے میراث ملنے کے واسطے یہ گواہی دی ہے معتبر نہ ہو گی پس اگر وہ رجم کیا گیا اور یہ لوگ اس کے مقتل میں نہ پہنچے پھر ایک نے رجوع کیا تو چوتھائی دیت ادا کرے اور وارث ہو گا اور اگر مقتل میں پہنچے اور ایک نے رجوع کیا اور رجوع میں دوسروں نے اس کی تکذیب کی تو ڈانڈ نہ دے گا اور وارث ہو گا اور اگر یہ کہا کہ تو نے جھوٹی گواہی دی کیونکہ تو نے اس کے زنا کرنے کو نہیں دیکھا تھا اور ہم نے دیکھا تھا تو اس کی چوتھا دیت ڈانڈ دے گا اور وارث نہ ہو گا اور اگر سب نے اس کی گواہی کی تکذیب کی اور رجوع کرنے میں اس کی تصدیق کی تو مقتول مرحوم کی دیت سب ادا کریں اور سب کو حد قذف ماری جائے گی اور میراث سے محروم رہیں گے اور جو کوئی اس کا قریب تر رشتہ دار ہو گا اس کو میراث دلائی جائے گی یہ کافی میں لکھا ہے اگر قصاص کی گواہی دی پھر بعد قتل کر دینے کے رجوع کیا تو دیت کے ضامن ہوں گے اور ان سے قصاص نہ لیا جائے گا یہ مضمرات میں لکھا ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ اس نے فلاں کو خطا سے قتل کیا ہے پھر رجوع کیا تو[2] اپنے مال سے دیت ادا کریں اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ اس نے خطا سے فلاں کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور قاضی نے حکم دیا پھر رجوع کیا تو ہاتھ کی دیت کے ضامن ہوں گے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

تین آدمیوں نے عمداً قتل کرنے کی گواہی دی اور قاضی نے ولی کو قصاص لینے کا حکم دے دیا اور اس نے ضرب سے اس کا ہاتھ کاٹا پھر ایک نے رجوع کیا تو قصاص کا حکم بحالہ باقی رہے گا پھر اگر ولی نے قتل کیا اور دوسرے نے رجوع کیا تو ولی پر ضمان نہ آئے گی اور پہلا رجوع کرنے والا ہاتھ کی چوتھائی دیت اپنے مال سے اس طرح ادا کرے کہ دو تہائی پہلے سال میں اور ایک تہائی دوسرے سال میں اور دوسرا رجوع کرنے والا جان کی آدھی دیت اپنے مال سے تین سال میں ادا کرے ہر سال میں تہائی دیت دے پھر اگر اس کے ساتھ تیسرے نے بھی رجوع کیا تو وہ باقی نصف دیت تین سال میں ہر سال ایک تہائی دیت ادا کرے اور پہلا راجع چوتھائی دیت دست سے تہائی تک کی زیادتی ادا کرے پس اگر تیسرا گواہ غلام نکلا تو کامل دیت ہاتھ کی پہلے اور دوسرے پر لازم ہو گی اور جان

[1] ایک گواہ آزادی کا یعنی آزادی پر جن دو گواہوں نے گواہی دی انہیں میں سے ایک ان چار گواہوں میں ہے جنہوں نے زنا کی گواہی دی۔
[2] قولہ اپنے مال یعنی مددگار برادری برداشت نہ کرے گی۔

کی دیت ولی کی مددگار برادری پر تین سال میں واجب ہوگی تین آدمیوں نے عمداً قتل کرنے کی گواہی دی اور حکم کے بعد ولی نے قاتل کا ایک ہاتھ قطع کیا پھر ایک گواہ نے رجوع کیا اور ولی نے اس کا پاؤں کاٹ دیا پھر دوسرے گواہ نے رجوع کیا تو عامہ روایات کے موافق قصاص باطل ہو گیا پس اگر دونوں زخموں سے اچھا ہو گیا تو پہلے پر چوتھائی دیت اور دوسرے پر چوتھائی دیت اور آدھا جرمانہ پاؤں کا واجب ہوگا پس اگر تیسرا گواہ غلام ہو تو پاؤں کی دیت ولی پر ہوگی اور اگر دونوں زخموں سے مر گیا اور تیسرا گواہ غلام ہے تو دونوں پر آدھی دیت اور آدھی ولی کی مددگار برادری پر ہوگی پس اگر تیسرے نے رجوع کیا اور اس کا غلام ہونا معلوم نہ ہوا پس اگر دونوں زخموں سے اچھا ہو گیا تو ہاتھ کی دیت سب پر تین حصہ ہو کر برابر تقسیم ہوگی اور پاؤں کی دیت دوسرے اور تیسرے پر دو حصہ کر کے تقسیم ہوگی اور اگر مر گیا تو دیت سب پر تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے ولی کا ہاتھ خطا سے کاٹ ڈالا ہے اور وہ اس زخم سے مر گیا اور گواہ لایا جنہوں نے گواہی دی کہ اس نے اس کے ولی کا ہاتھ خطا سے کاٹ ڈالا ہے اور اس زخم سے مر جانے کی گواہی نہیں دی اور وہ دوسرے دو گواہ لایا کہ انہوں نے ہاتھ کے زخم سے مر جانے کی گواہی دی اور ہاتھ کاٹنے کی گواہی نہیں دی پس قاضی نے اس کی مددگار برادری پر دیت دینے کا حکم کیا پھر ہاتھ کاٹنے کے گواہوں نے ہی خاص کر رجوع کیا تو پوری دیت کے ضامن ہوں گے پھر اگر موت کے گواہوں نے رجوع کیا تو ہاتھ کاٹنے کے گواہ ان سے واپس لیں گے اسی طرح اگر ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے جوڑ پر سے میری انگلی کاٹ دی خطا سے اور میرا ہاتھ شل ہو گیا اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پس مدعی دو گواہ اس امر کے لایا کہ اس نے انگلی کاٹی مگر شل ہو جانے کی گواہی نہ دی پھر وہ گواہ لایا کہ انہوں نے انگلی کٹنے سے شل ہونے کی گواہی دی پس قاضی نے انگلی کاٹنے والے کی مددگار برادری پر ہاتھ کی دیت دینے کا حکم کیا پھر انگلی کاٹنے کے گواہوں نے رجوع کیا تو وہ تمام جرمانہ کف کے ضامن ہوں گے پھر اگر مشل ہوئے کے گواہوں نے رجوع کیا پہلے گواہ ان گواہوں سے تمام جرمانہ واپس لیں گے سوائے ایک انگلی کے جرمانہ کے کہ وہ خاصۃً انہیں پر رہے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس شخص کے غلام نے خطا سے ایک شخص کو قتل کیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے اس غلام کے آزاد کر دینے کی گواہی دی خواہ دونوں گواہیاں معاً گزریں یا قتل سے پہلے گزری اور حکم معاً ہوا یا قتل کا پہلے ہوا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو قتل کے گواہ اس کی ہزار درہم قیمت کے ضامن ہوں گے اور آزادی کے گواہ دس ہزار درہم قیمت کے اور نو ہزار دیت کی ضمان دیں گے پس اگر پہلے آزادی کے گواہ گزرے اور حکم ہو گیا پھر دوسرے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے آزاد ہونے سے قتل کیا ہے اور مالک اس کو جانتا ہے پھر گواہوں نے رجوع کیا تو آزادی کے گواہ اس کی قیمت کے ضامن ہوں گے اور قتل کے گواہ دس ہزار کے ضامن ہوں گے کذا فی الکافی۔ اگر حق معلق کی گواہی دی مثلاً یوں کہا کہ اس کے غلام نے زید کے ولی کو کل سے پہلے قتل کیا ہے اور وہ جانتا ہے اور غلام کی قیمت ہزار درہم ہے اور دوسروں نے گواہی دی کہ اس شخص نے کل کہا تھا کہ اگر میرا غلام گھر میں داخل ہوا تو وہ آزاد ہے اور تیسرے فریق نے گواہی دی کہ اس کا غلام آج گھر میں داخل ہوا پس قاضی نے حکم دے دیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو قسم کے گواہ جرمانہ کے ضامن ہوں گے اور جرم کے گواہ ہزار درہم دیں گے اور گھر میں داخل ہونے کے گواہوں پر کچھ ضمان نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے امام محمدؒ سے ایلاء روایت ہے کہ دو گواہوں نے مثلاً زید کے اوپر یہ گواہی دی کہ اس نے اس شخص بکر کے بیٹے کو عمداً قتل کر ڈالا ہے اور انہیں دونوں گواہوں نے اسی زید پر یہ گواہی دی کہ اس نے عمرو کے بیٹے کو بھی عمداً قتل کیا ہے اور دونوں مقتولوں کے باپ مدعی ہیں اور سوائے باپوں کے کوئی وارث بھی نہیں ہے پس قاضی نے قصاص کا حکم کیا اور اس شخص کو دونوں کے باپوں نے قتل

کیا پھر گواہوں نے ایک بیٹے کے قتل سے رجوع کیا کہ اس کے بیٹے کو اس نے قتل نہیں کیا ہے تو آدھی دیت کے ضامن ہوں گے او اگر انہوں نے گواہی سے رجوع نہ کیا بلکہ ایک بیٹا زندہ موجود ہوا تو مقتول کے ولی کو اختیار ہے کہ چاہے گواہوں سے نصف دیت لے اور چاہے اس لڑکے کے باپ سے لے جو زندہ نظر آیا ہے اور اگر دونوں لڑکے ایک ہی شخص کے ہوں اور قاضی نے قصاص کا حکم کر اور باپ نے دونوں بیٹوں کے عوض زید کو قتل کیا پھر گواہوں نے ایک بیٹے کے قتل کرنے سے رجوع کیا تو دونوں پر کچھ ضمان نہ ہوگا کذ فی المحیط۔

باب : ⑩

گواہی پر گواہی دے کر رجوع کرنے کے بیان میں

امام محمدؒ نے اصل میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر دو گواہوں نے دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی پھر اصول و فروع دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اصول پر ضمان نہیں ہے صرف فروع پر ضمان ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ مشہود علیہ کو اختیار ہے چاہے اصول سے ضمان لے یا فروع سے کذا فی الذخیرہ پس اگر اس نے فروع سے ضمان لی تو فروع اپنے اصول سے نہیں لے سکتے ہیں اور اگر اصول سے لی تو فروع سے نہیں لے سکتے ہیں یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر فقط فروع نے رجوع کیا تو بالاتفاق انہیں پر ضمان لازم ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر فروع گواہوں نے کہا کہ اصل گواہوں نے جھوٹ کہا یا گواہی میں غلط کیا تو اس طرف التفات نہ کیا جائے گا اور اگر فروع گواہوں نے کہا کہ ہم نے اپنی گواہی سے رجوع کیا اور اصل گواہوں نے کہا کہ ہم نے اپنی گواہی میں غلط کیا تو فروع گواہوں پر ضمان لازم ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر فروع گواہوں نے قاضی سے کہا کہ اصل گواہوں نے ہم کو اپنی اس گواہی پر گواہ کیا تھا لیکن ان دونوں نے اس گواہی سے رجوع کیا ہے یا یوں بیان کیا کہ ان دونوں نے ہم کو اس امر کی خبر دی تھی کہ ہم نے اپنی اس گواہی سے رجوع کیا تو فروع پر کچھ ضمان نہ ہوگی یہ شرح ادب القاضی میں ہے اور اگر اصول نے رجوع کیا اور کہا کہ ہم نے فروع کو اپنی گواہی پر گواہ نہیں کیا تھا تو بالاجماع اصول پر ضمان نہ ہوگی اور اگر یہ کہا کہ ہم نے ان کو غلطی سے گواہ کیا تھا یا ہم نے اس سے رجوع کیا تو بھی امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہی جواب ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس صورت میں ضامن ہوں گے یہ عنایہ میں لکھا ہے۔

اگر یہ صورت ہو کہ دو گواہوں نے دو شخصوں کی گواہی پر اور چار گواہوں نے دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے حکم دے دیا تو بالاجماع بعد رجوع کرنے کے دونوں فریق پر نصف نصف ضمان ہوگی

اگر چار شخصوں کی گواہی پر دو شخصوں نے گواہی دی اور دو گواہوں نے دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی اور حق ایک ہی ہے اور حکم ہو گیا پھر سب نے رجوع کیا تو چار کے گواہوں پر دو تہائی اور دو کے گواہوں پر ایک تہائی امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے قول پر واجب ہوگی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونوں فریق آدھے آدھے کے ضامن ہوں گے یہ مبسوط میں ہے اور اگر یہ صورت ہو کہ دو گواہوں نے دو شخصوں کی گواہی پر اور چار گواہوں نے دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے حکم دے دیا تو بالاجماع بعد رجوع کرنے کے دونوں فریق پر نصف نصف ضمان ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر دو گواہوں نے دو گواہوں کی گواہی پر ایک شخص پر ہزار درہم کی گواہی دی اور دوسرے دو گواہوں نے ایک گواہ کی گواہی پر بعینہ انہیں ہزار کی گواہی دی اور قاضی نے دونوں گواہیوں پر حکم دے دیا پھر پہلے فریق کے ایک گواہ نے اور دوسرے فریق کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو پہلے والے پر ایک چوتھائی اور دوسرے والے پر ایک

آٹھواں حصہ ضمان لازم ہوگی اور اگر فقط پہلے والے ایک نے رجوع کیا تو اس پر ایک چوتھائی ضمان ہوگی اور اگر ایک پہلے والے کے ساتھ دونوں دوسروں نے رجوع کیا تو چوتھائی مال پہلے والے پر اور ایک چوتھائی دوسرے دونوں پر لازم ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر ہر فریق نے دو دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی پھر ایک نے پہلے فریق سے اور ایک نے دوسرے فریق سے رجوع کیا تو جامع میں لکھا ہے کہ ایک چوتھائی اور نصف کے ضامن ہوں گے اور مبسوط میں صرف نصف لکھا ہے اور اصح یہ ہے کہ مبسوط میں حکم قیاسی مذکور ہے اور جامع میں حکم استحسانی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر تعدیل کرنے والوں نے تعدیل سے رجوع کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ضامن ہوں گے اور صاحبینؒ نے کہا کہ ان پر ضمان نہیں ہے اور امام اعظمؒ کا قول صحیح ہے کذا فی المضمرات۔

باب : ⑪

متفرقات کے بیان میں

اگر ایک عورت نے اپنے شوہر پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے میرے نفقہ کے عوض دس درہم ماہواری پر صلح کی ہے اور شوہر نے کہا کہ میں نے پانچ درہم پر صلح کی ہے پس دو گواہوں نے دس درہم پر صلح کی گواہی دی اور قاضی نے حکم کر دیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر ایسی عورت کا نفقۃ المثل دس درہم یا اس سے زیادہ ہوا کرتا ہے تو ان پر ضمان نہ ہوگی اور اگر کم ہوتا ہے تو گزشتہ مہینوں سے بقدرِ زیادتی کے شوہر کو ضمان دیں گے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر قاضی نے شوہر پر عورت کا نفقہ کسی قدر ماہواری مقرر کیا اور اس پر ایک سال گزر گیا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ مرد نے اس کو نفقہ سب ادا کر دیا ہے اور قاضی نے اس گواہی کو جائز رکھا پھر دونوں نے رجوع کیا تو عورت کو اس نفقہ کی ضمان دیں گے اور ایسا ہی حکم والد اور ہر ذی رحم محرم کا ہے جس کے لئے قاضی نے کچھ نفقہ مقرر کر دیا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی نے اپنی عورت کو قبل وطی کے طلاق دی اور اس کا مہر نہیں ٹھہرا تھا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ شوہر نے متعہ کے عوض اپنے غلام دینے پر صلح کر کے غلام عورت کو دے دیا اور اس نے قبضہ کر لیا ہے اور عورت اس سے انکار کرتی ہے پس قاضی نے اس پر حکم دے دیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو عورت کو مال متعہ کی قیمت دیں گے نہ غلام کی قیمت بخلاف اس کے اگر غلام دینے پر صلح کرنے کی گواہی دی اور قبضہ کی گواہی نہ دی اور قاضی نے عورت کو غلام پر قبضہ کر لینے کا حکم دیا پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو عورت کو غلام کی قیمت ڈانڈ دیں گے یہ محیط میں لکھا ہے اگر یہ گواہی دی کہ اس نے عمداً خون کرنے سے ہزار درہم پر صلح کر لی ہے پھر رجوع کیا تو ضامن نہ ہوں گے خواہ مدعی و مدعا علیہ میں سے کوئی منکر ہو اور اگر بیس ہزار درہم پر صلح کرنے کی گواہی دی اور قاتل انکار کرتا ہے پھر گواہوں نے رجوع کیا تو دیت سے زیادہ کے ضامن ہوں گے اور ہر جگہ ماذون النفس میں بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے خطا کے خون سے یا خطاءً یا عمداً زخم سے کہ جس میں جرمانہ واجب ہوتا ہے قاتل کو یا جارح کو معاف کیا ہے اور قاضی نے گواہی مقبول کر لی پھر انہوں نے رجوع کیا تو دیت کے یا زخم کے جرمانہ کے ضامن ہوں گے اور دیت تین برس میں ادا کرنی واجب ہوگی اور زخم کا جرمانہ اگر پانچ سو درہم سے تہائی دیت تک ہو تو ایک سال میں اور اس سے زیادہ دو تہائی تک دوسرے سال میں واجب الادا ہے اور اگر جرمانہ پانچ سو درہم سے کم ہو تو فی الحال ادا کریں گے اور اگر دیت ایسی ہو کہ فی الحال واجب ہوئی اور اس نے نہ وصول کی یہاں تک کہ دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے معاف کر دیا ہے اور بری کر دینے کا حکم ہو گیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو فی الحال ضامن ہوں گے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

دو گواہوں نے مال کی گواہی دی پس قاضی نے مدعی و مدعا علیہ کو صلح کے واسطے طلب کیا اور فہمائش کی کہ صلح کر لیں پس کسی[1] قدر اس مال پر صلح کر لی پھر ایک گواہ نے رجوع کیا تو کچھ ضمان نہ دے گا یہ قنیہ میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ یہ اس مدعی کا غلام ہے اور قاضی نے حکم دے دیا پھر مدعی نے کسی قدر مال پر اس کو آزاد کر دیا پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو مشہود علیہ کے واسطے کچھ ضمان نہ دیں گے یہ مبسوط میں لکھا ہے نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ دو گواہوں نے کسی غلام کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے یہ گواہی دی کہ یہ غلام اس مدعی کا ہے اور قاضی نے یہ حکم دے دیا پھر مشہود علیہ نے وہ غلام مشہود لہ سے سو دینار کو خریدا پھر گواہوں نے رجوع کیا پس اگر مشہود علیہ نے یہ تصدیق نہیں کی تھی کہ ان کی گواہی حق ہے تو گواہوں سے سو دینار وصول کر لے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے ایک غلام کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے یہ گواہی دی کہ یہ اس مدعی کا ہے اور قاضی نے ڈگری کر دی اور قابض اس سے انکار کرتا ہے پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا اور قاضی نے ان پر قیمت کی ضمان واجب کی پس ہنوز انہوں نے قیمت ادا کر دی تھی یا نہیں ادا کی تھی کہ مشہود لہ نے وہ غلام مشہود علیہ کو ہبہ کر دیا اور اس نے قبضہ کر لیا تو گواہ ضمانت سے بری ہو جائیں گے اور اگر انہوں نے قیمت ادا کر دی ہے تو واپس لیں گے پھر اگر ہبہ کرنے والے نے ہبہ پھیر لیا اور غلام پر قبضہ کر لیا تو مشہود علیہ ڈانڈ کا مال گواہوں سے واپس لے گا اور اگر مشہود لہ مر گیا اور مشہود علیہ نے وہ غلام وراثت میں پایا تو گواہ اس سے وہ مال قیمت جو انہوں نے ڈانڈ دیا ہے واپس لیں گے کذا فی الحاوی اسی طرح اگر کسی دین یا عین کی گواہی دی اور مشہود لہ کے واسطے حکم ہو گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا پھر مشہود لہ مر گیا اور مشہود علیہ نے وراثت میں وہ چیز حاصل کی تو گواہ ضمانت سے بری ہو گئے کذا فی المحیط اسی طرح اگر غلام قتل کیا گیا اور مشہود لہ نے اس کی قیمت وصول کی اور مشہود علیہ نے اس سے میراث میں یہ قیمت یا اس کے مثل حاصل کی تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر مشہود علیہ کے ساتھ دوسرا وارث ہو مگر جس قدر مشہود علیہ کو میراث ملی ہے اس میں قیمت غلام کی وفا[2] ہے تو بھی ضمان ساقط ہو گی یہ حاوی میں لکھا ہے۔

مسئلہ ذیل میں ڈانڈ (جرمانے کی ایک صورت) سے مقصود☆

نوادر عیسیٰ بن ابان میں ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی کا جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے اور ایک اس باندی کی لڑکی کا دعویٰ کیا کہ یہ دونوں میری باندیاں ہیں اور قابض نے اس سے انکار کیا کہ یہ باندی مدعی کی ہے یا یہ لڑکی اس باندی کی ہے پھر مدعی دو گواہ لایا کہ یہ باندی مدعی کی ہے اور دوسرے دو گواہ لایا کہ یہ لڑکی اسی باندی کی ہے پس قاضی نے وہ باندی اور اس کی لڑکی مدعی کو دلا دی پھر باندی کے گواہوں نے رجوع کیا تو قاضی ان سے باندی اور اس کی لڑکی کی قیمت ڈانڈ دلوائے[3] گا جیسا کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام تاجر کثیر المال ہے وہ غلام مر گیا اور مال کثیر چھوڑا پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا تھا اور تمام مال لینے کا قصد کیا اور قابض نے انکار کیا کہ یہ غلام مدعی کا نہیں ہے اور نہ یہ مال غلام کا ہے پس مدعی نے دو گواہ سنائے کہ یہ غلام مدعی کا ہے اس نے قابض کے پاس ودیعت رکھا تھا اور بہت سے گواہ اس امر کے لایا کہ یہ مال اسی غلام کا ہے پس قاضی نے غلام اور مال کا حکم مدعی کے واسطے دے دیا پھر غلام کے گواہوں نے یعنی جنہوں نے غلام مدعی کی ملک ہونے کی گواہی دی تھی رجوع کیا تو وہ لوگ اس مال کے بھی جو غلام

---

[1] قولہ کسی قدر اس مال پر یعنی جتنے کا دعویٰ ہے اس کے کسی حصہ پر۔ [2] یعنی اس قدر قیمت اس میراث سے پوری حاصل ہوتی ہے۔

[3] قولہ دلوائے گا کیونکہ قاضی نے دختر کا حکم اسی گواہی کی وجہ سے دیا کہ یہ باندی اس مدعی کی ہے بوجہ اس کے کہ استحقاق مذکور از اصل ہے پس جو کچھ مال یا اولاد اس اصل یعنی باندی کے ساتھ ہو وہ باندی کا تابع ہو گا گویا گواہوں نے جیسی باندی کی گواہی دی ویسے ہی مال و اولاد کی گواہی دی اور بمانند اس کے مسئلہ غلام تاجر ہے یعنی قولہ جیسا کہ اگر ایک شخص ..... فافہم۔

کا تھا ضامن ہوں گے پھر اگر ان گواہوں نے جنہوں نے لڑکی کو باندی کی بیٹی ہونے کی گواہی دی تھی رجوع کیا تو باندی کے گواہ ان سے بچہ کی قیمت ڈانڈ لیں گے منتقی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے اپنی ملک ہونے کا دعویٰ کیا اور قاضی نے وہ باندی اس کو دلا دی اور باندی کی ایک لڑکی مدعا علیہ کے پاس تھی کہ اس کا حال قاضی کو معلوم نہ تھا پھر مدعی نے اس امر کے گواہ سنائے کہ یہ باندی کی بیٹی ہے تو قاضی اس کو بھی دلائے گا پھر اگر اس کے بعد باندی کے گواہوں نے رجوع کیا تو وہ لوگ باندی اور اس کی بیٹی کی قیمت کے ضامن ہوں گے یہ محیط[1] میں ہے ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ زید کا ہے اور قاضی نے حکم دے دیا پھر دو گواہوں نے زید پر گواہی دی کہ یہ عمرو کا ہے اور قاضی نے اس کی ڈگری کر دی پھر دو گواہوں نے عمرو پر گواہی دی کہ یہ غلام بکر کا ہے اور قاضی نے حکم دے دیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو ہر فریق مشہود علیہ کو غلام کی پوری قیمت ادا کرے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر ایک ذمی کی طرف سے دوسرے ذمی پر دو ذمیوں نے مال یا شراب یا سور کی گواہی دی اور حکم ہوا پھر گواہ سے رجوع کیا تو مال کے مثل کے اور سور کی قیمت کے ضامن اور شراب کی مثل کے ضامن ہونگے

ایک شخص نے ہزار درہم کو ایک گھر خریدا اور یہی اس کی قیمت ہے اور ثمن ادا کر دیا پھر دو گواہوں نے زید کی طرف سے یہ گواہی دی کہ چونکہ اس کا گھر اس گھر سے ملا ہوا ہے اس واسطے زید اس کا شفیع ہے اور قاضی نے شفعہ کا حکم دے دیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو ان پر ضمان نہ ہوگی اور اگر مشتری نے اس میں کچھ عمارت بنائی تھی اور قاضی نے اس کے توڑ دینے کا حکم کیا تو وقت رجوع کرنے کے گواہ اس عمارت کی قیمت کے ضامن ہوں گے اور وہ عمارت شکستہ گواہوں کی ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے منتقی میں ہے کہ دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اس مدعی کے واسطے ہزار درہم قرض کا کل کے روز اقرار کیا ہے اور قاضی کے حکم سے مدعی نے اس کو وصول کر لیا پھر دونوں نے رجوع کیا پھر جب قاضی نے ان سے ضمان لینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم گواہ لاتے ہیں کہ مدعا علیہ نے ایک سال سے اس قرضہ کا اقرار کیا ہے تو قبول نہ ہوگی اور گواہ ان درہموں کی ضمان دیں گے اور اگر ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے ایک مہینہ سے اپنا غلام آزاد کرنے کا اقرار کیا ہے اور دوسرے نے ایک سال سے آزاد کر دینے کے اقرار کی گواہی دی اور قاضی نے غلام کی آزادی کا حکم دے دیا پھر دونوں نے رجوع کیا پھر جب ان سے غلام کی قیمت کی ضمان لینا چاہی تو انہوں نے کہا کہ ہم اس امر کے گواہ لاتے ہیں کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ غلام دس برس سے آزاد کر دیا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ استحساناً مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اس شخص کو اس واسطے اپنا وکیل کیا ہے کہ زید سے میرا قرضہ وصول کرے اور زید اس کے قرض دار ہونے کا اقرار کرتا ہے پس قاضی نے وکیل کی ڈگری کر دی اور اس نے وصول کر کے تلف کیا پھر موکل حاضر ہوا اور اس نے وکالت سے انکار کیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو ان پر ضمان نہ ہوگی اور وکیل اس مال کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر ودیعت وصول کرنے یا کرایہ یا میراث وغیرہ وصول کرنے کے وکیل کرنے کی گواہی دی اور یہ صورت واقع ہوئی تب بھی یہی حکم ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر ایک ذمی کی طرف سے دوسرے ذمی پر دو ذمیوں نے مال یا شراب یا سور کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر گواہ سے رجوع کیا تو مال کے مثل کے اور سور کی قیمت کے ضامن اور شراب کی مثل کے ضامن ہوں گے اور

---

[1] قولہ یہ محیط میں ...... وقال فی المنتقی ایضاً اور اس میں کچھ فرق نہیں کہ قاضی نے باندی و اولاد کا معاً حکم کیا ہو یا پہلے باندی پھر اولاد کا کیونکہ معنی میں کوئی تغیر نہیں ہوتا ہے۔

اگر دونوں گواہ مسلمان ہو گئے پھر رجوع کیا تو سود کی قیمت کے ضامن ہوں گے اور شراب میں اختلاف ہے امام محمدؒ کے نزدیک اس کی قیمت دیں گے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کچھ نہ دیں گے اور اگر گواہ مسلمان نہ ہوئے بلکہ مشہود علیہ مسلمان ہوا تو بعد رجوع کرنے کے سور کی قیمت دیں گے اور شراب کے ضامن نہ ہوں گے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اپنے غلام کو یہ کہا تھا کہ اگر تو گھر میں گھسا تو تو آزاد ہے یا اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو گھر میں گھسی تو تجھ پر طلاق ہے اور وہ عورت ایسی ہے کہ ہنوز اس سے وطی نہیں کی اور دوسرے دو گواہوں نے شرط پائی جانے کی گواہی دی پھر حکم ہونے کے بعد گواہوں نے رجوع کیا تو پہلے فریق پر ضمان لازم ہوگی یعنی غلام کی قیمت یا آدھا مہر اور وجود شرط کے گواہوں پر ضمان نہ ہوگی اور اگر فقط شرط پائی جانے کے بعد گواہوں نے رجوع کیا تو صحیح یہ ہے کہ کسی حال میں ان سے ضمان نہ لی جائے گی اور اگر دونوں گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مرد نے اپنی عورت کے ہاتھ میں طلاق دینا تفویض کیا یا غلام کے ہاتھ میں آزاد کر لینا سپرد کیا پھر دوسرے دو گواہوں نے عورت کے اپنے تئیں طلاق دے دینے یا غلام کے آزاد کر لینے کی گواہی دی تو یہ تفویض بھی بمنزلہ شرط کے ہے یعنی اس کے وجود کے گواہوں کا بھی یہی حکم ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر غلام کے تئیں یہ حکم دیا کہ تو اپنا آزاد کرنا کسی شرط پر معلق کر لے اس کی گواہی دی اور دوسروں نے یہ گواہی دی کہ اس نے معلق کر لیا اور تیسرے فریق نے شرط پائی جانے کی گواہی دی تو تعلیق کے گواہوں پر ضمان لازم ہوگی یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر دو گواہوں نے کسی شخص کے محصن ہونے کی گواہی دی پھر رجوع کیا تو ضامن نہ ہوں گے یہ ہمارے نزدیک ہے کذا فی الکافی۔

کتاب الوکالت

اس میں چند ابواب ہیں

باب : ①

وکالت کے شرعی معنی‘ اِس کے رکن‘ شرط‘ الفاظ‘ حکم وصفت کے بیان میں

وکالت شرعی یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کو کسی تصرف معلومہ کے واسطے بجائے اپنے قائم کرے اور اگر تصرف معلوم نہ ہو تو وکیل کو
ئی تصرف یعنی حفاظت ثابت ہو جائے گی اور یہ مبسوط میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے کو اس طرح کہہ کر
ل کیا کہ میں نے تجھے اپنے مال کا وکیل کیا تو اس لفظ سے وکیل کو صرف حفاظت کا اختیار حاصل ہوگا یہ کفایہ میں لکھا ہے اور رکن
لت کے وہ الفاظ ہیں کہ جن سے وکالت ثابت ہوتی ہے مثلاً میں نے تجھے اس غلام کے فروخت کرنے یا خریدنے کا وکیل کیا یہ
اج الوہاج میں لکھا ہے وکیل کا وکالت قبول کرنا استحساناً وکالت کی صحت کے واسطے شرط نہیں ہے لیکن اگر وکیل نے رد کر دی تو وکالت
ہو جائے گی ایسا ہی امام محمدؒ نے اصل میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ چاہے تو اس طرح فروخت کر دے اور وہ خاموش رہا اور اس نے
وخت کیا تو جائز ہوئی اور اگر کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو باطل ہوئی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے کو اپنی عورت
، طلاق کے واسطے وکیل کیا اور اس نے قبول وکالت سے انکار کیا پھر طلاق دے دی تو صحیح نہیں ہے اور اگر انکار نہ کیا اور نہ صراحۃً
ل کیا لیکن طلاق دے دی تو استحساناً صحیح ہے کیونکہ دلالۃً اس نے قبول کیا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی شخص غائب کو وکیل کیا اور اس کو کسی
، وکالت کی خبر دی تو وہ وکیل ہو جائے گا خواہ خبر دینے والا عادل ہو یا فاسق ہو خواہ اپنی طرف سے خبر دی ہو یا بطور ایلچی کے خبر کی ہو
اہ وکیل نے اس کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے وکالت کی شرطیں چند قسم کی ہیں بعض موکل سے متعلق ہیں یعنی
ں کی ذات کی طرف راجع ہیں پس یہ شرط ہے کہ موکل جس فعل کے واسطے وکیل کرتا ہے اس کے کرنے کا خود مالک ہو پس مجنون یا
ن لایعقل لڑکے کی طرف سے وکیل مقرر کرنا درست نہیں ہے اور عاقل لڑکے سے ان کاموں میں جن میں خود تصرف نہیں کر سکتا ہے
ل کرنا بھی درست نہیں ہے جیسے طلاق و عتاق و ہبہ و صدقہ وغیرہ جن میں محض ضرر ہے اور جن تصرفات میں نفع ہے جیسے ہبہ و صدقہ
برہ قبول کر لینا تو بلا اجازت ولی کے درست ہے اور جن چیزوں میں نفع و ضرر دونوں ہو سکتے ہیں جیسے خرید و فروخت وغیرہ پس اگر
، کو تجارت کی اجازت ہے تو وکیل کرنا درست ہے اور اگر اجازت نہیں ہے تو ولی کی اجازت پر موقوف ہے یا ولی کے تجارت کی
زت دینے پر موقوف ہے یہ بدائع میں ہے۔

ر جو امر ماذون و مکاتب کو خود کرنا جائز ہے اس کے کرنے کے واسطے وکیل کرنا بھی جائز ہے ☆

یتیم نے وکیل کیا اور وصی نے اجازت دی تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے جو مجنون کبھی جنون میں رہتا ہے اور کبھی افاقہ
جاتا ہے اگر اس نے حالت جنون میں وکیل کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر اس نے افاقہ کی حالت میں وکیل کیا تو جائز ہے اور مشائخ نے
مایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ اس کے افاقہ کا کوئی وقت معلوم ہوتا کہ اس کا جنون اور افاقہ وقت سے ہے یقیناً پہچانا جائے اور اگر ایسا

نہ ہوتو جائز نہیں ہے اور مرد معتوہ مغلوب نے اگر کسی کو خرید و فروخت کے واسطے وکیل کیا تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ جس غلام کو تجارت سے ممانعت ہے اس سے وکیل کرنا درست نہیں ہے یہ بدائع میں ہے اور جو امر ماذون و مکاتب کو خود کرنا جائز ہے اس کے کرنے کے واسطے وکیل کرنا بھی جائز ہے اور غلام ماذون کو نکاح کرنے یا اپنے غلام کو مکاتب کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر ماذون غلام نے اپنے مولیٰ کو خرید و فروخت وغیرہ کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اور ولی کو دوسرے کا وکیل کرنا اس امر میں جائز نہیں ہے اور اگر وکیل کیا اور وکیل نے اس کو نافذ کیا تو جائز ہے بشرطیکہ غلام پر قرضہ نہ ہو اور اگر ہو تو جائز نہیں ہے کذا فی الحاوی اور غلام کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ خصومت کرنے کے لئے وکیل کرے جو اس کی ذات کی ملکیت کا دعویٰ کرتا ہو یا کسی زخم کا دعویٰ کرتا ہے جو غلام کی طرف سے اس کو پہنچا ہے یا اس نے غلام کو پہنچایا ہے اور ان صورتوں میں صلح کے واسطے وکیل کرنا درست ہے کیونکہ ان صورت میں مخاصم اس کا مالک ہے اور جو چیزیں ایسی ہوں کہ خود غلام نے حاصل کی ہیں ان میں مخاصمت وغیرہ کے واسطے وکیل کر سکتا ہے کذا فی المبسوط۔ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک تھا کہ ایک نے اپنا حصہ بغیر شریک کی اجازت کے مکاتب کر دیا پھر مکاتب نے خرید و فروخت و خصومت میں کسی کے وکیل کیا گیا تو مکاتب کنندہ کے حصہ میں جائز ہے پھر اگر دوسرے نے بھی اس کو مکاتب کر دیا تو استحساناً دونوں حصوں میں جائز ہے اور اگر دونوں کا مکاتب ہو اور کسی معاملہ میں وکیل کیا گیا پھر ایک حصہ سے عاجز ہو اور اس کام کو کیا تو دونوں حصوں میں جائز ہے کذا فی الکافی۔ اگر دو شخصوں کا مکاتب ہو اور اس کو ایک نے دوسرے سے اپنا قرضہ وصول کر لینے کے واسطے وکیل کیا یا کسی غیر سے قرضہ وصول کرنے یا دوسرے کے ہاتھ خرید و فروخت یا غیر کے ہاتھ خرید و فروخت کرنے کا وکیل کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر اس مکاتب کو ایک نے اپنا غلام دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنے یا غیر کے ہاتھ فروخت کرنے یا دوسرے شخص یا غیر کے اوپر نالش کرنے کا وکیل کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر مکاتب اور اس کے دونوں مولیٰ کے درمیان خصومت ہو اور اس نے دونوں میں سے ایک کے بیٹے یا غلام یا مکاتب کو اس معاملہ میں یا خرید و فروخت میں وکیل کیا تو مثل اجنبیوں کے جائز ہے کذا فی المبسوط۔

اگر دار الحرب میں ایک مرتد نے کسی کو اپنا مال جو دار الاسلام میں ہے فروخت کرنے کا وکیل کیا تو جائز نہیں ☆

مرتد کا وکیل کرنا موقوف رہتا ہے اگر پھر مسلمان ہو گیا تو نافذ ہو گا ورنہ اگر قتل ہوا یا مر گیا یا دار الحرب میں جا ملا تو امام اعظم کے نزدیک باطل ہو جاتا ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر مرتد دار الحرب میں جا ملا پھر مسلمان ہو کر پھر آیا پس اگر قاضی نے اس کے دار الحرب میں جاملنے کا حکم جاری کر دیا تھا تو اس کا وکیل وکالت سے نکل گیا اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے وہ آ گیا تو وکیل اپنی وکالت پر باقی رہے گا یہ حاوی میں ہے اگر دار الحرب میں ایک مرتد نے کسی کو اپنے مال کا جو دار الاسلام میں ہے فروخت کرنے کا وکیل کیا تو جائز نہیں[1] ہے کذا فی المبسوط لیکن مرتدہ عورت کا اس طرح وکیل کرنا بالاجماع جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اسی طرح اگر اس عورت نے مرتد ہونے سے پہلے وکیل کیا تو بعد مرتد ہونے کے وکالت باقی رہے گی لیکن اگر اس نے مرتد ہونے کی حالت میں اپنے کو نکاح کر دینے کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو باطل ہے حتیٰ کہ اگر وکیل نے مرتد ہونے کی حالت میں اس کا نکاح کر دیا تو جائز نہ ہو گا اور اگر نکاح نہ کیا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوئی پھر اس کا نکاح کیا تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر عورت نے حالت اسلام میں کسی کو نکاح کرا دینے کے واسطے وکیل کیا پھر مرتد ہو گئی پھر مسلمان ہوئی پھر اس نے نکاح[2] کرا دیا تو جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ جائز نہیں کیونکہ جب وہ دار الحرب میں مل گیا تو اس کے مال سے اس کی ملکیت زائل ہو گئی بخلاف مرتد عورت کے کہ عورت کا مرتد ہونا اس کی ملکیت زائل ہونے میں معتبر نہیں ہوتا بلکہ اس میں گویا وہ مسئلہ باقی ہے۔ [2] قولہ نکاح کر دیا...... کیونکہ عورت کا مرتد ہونا وکیل کو وکالت سے نکالنا شمار۔

اور ذمی کی طرف سے وکیل کرنا مثل مسلمان کے جائز ہے کذافی البدائع۔ اگر کسی ذمی نے مسلمان کو اس واسطے وکیل کیا کہ جو شراب اس کی فلاں ذمی پر قرض ہے اس کو وصول کرے تو مسلمان کو وصول کر لینا مکروہ ہے و بایں ہمہ اگر اس نے وصول کر لی تو قرض دار بری ہو جائے گا کذافی الحاوی۔

اگر کسی ذمی نے مسلمان کو اس واسطے وکیل کیا کہ کوئی چیز بعوض شراب کے ذمی کے پاس رہن کر دے یا شراب کو بعوض درہموں کے رہن کر دے پس اگر وکیل نے بطور ایلچی کے مرتہن کو خبر دی اور عقد رہن موکل کی طرف سے ہوا تو صحیح ہے اور گر اپنی طرف سے منسوب کیا اور کہا کہ مجھے قرض دے تو جائز نہیں ہے اور رہن نہ ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر باپ نے کسی کو اپنے نابالغ لڑکے کی کوئی چیز خرید یا فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا یا خصومت میں وکیل کیا تو جائز ہے اور باپ کا وصی اس معاملہ میں بمنزلہ باپ کے ہے یہ محیط میں ہے یتیم کا وصی یتیم کے معاملات میں جو کام خود کر سکتا ہے اس میں اس کو دوسرے کا وکیل کرنا درست ہے کذافی السراجیہ پس اگر یتیم کے دو وصی تھے اور ہر ایک نے کسی معاملہ میں علیحدہ علیحدہ وکیل کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہر وکیل بجائے اپنے موکل کے قائم ہوگا سوائے گنتی کی چند چیزوں کے کہ ان میں ایسا نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے منجملہ شرطوں کے بعضی وکیل کی طرف راجع ہوتی ہیں پس وکیل کا عاقل ہونا شرط ہے اور اسی وجہ سے مجنون یا لڑکے ناسمجھ کا وکیل ہونا صحیح نہیں ہے اور بالغ اور آزاد ہونا وکالت کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں ہے پس عاقل لڑکے اور غلام کا وکیل ہونا خواہ دونوں ماذون ہوں یا مجور ہوں صحیح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر کسی لڑکے یا غلام کو اپنا غلام مال کے عوض یا بلا مال آزاد کرنے یا مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر وکیل کی عقل شراب نبیذ کی وجہ سے مختلط ہوگئی مگر وہ خریدنا اور قبضہ کرنا پہچانتا رہا تو وکیل باقی رہے گا اور اگر بھنگ پینے کی وجہ سے اختلاط عقل ہو گیا تو اس کی وکالت بمنزلہ معتوہ کے جائز نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے توکیل کا فی الجملہ علم ہونا بلا خلاف شرط ہے خواہ وکیل کو ہو یا اس شخص کو ہو جس سے معاملہ کرتا ہے یہاں تک کہ اگر ایک شخص کو اپنا غلام فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے وہ غلام کسی کے ہاتھ اپنے جاننے یا اس شخص کے توکیل کے علم ہونے سے پہلے فروخت کیا تو بیع جائز نہ ہوگی تاوقتیکہ موکل اس بیع کی اجازت نہ دے یا وکیل بعد علم کے اجازت نہ دے لیکن علی الخصوص وکیل کو توکیل کا علم ہونا پس زیادات میں لکھا ہے کہ شرط ہے اور وکالت میں ہے کہ شرط نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔

اگر اپنی عورت سے کہا کہ فلاں شخص کے پاس جا کہ وہ تجھ کو طلاق دے دے پس فلاں نے اس کو طلاق دے دی اور جانتا نہ تھا تو طلاق واقع ہو جائے گی ☆

اگر کسی شخص نے کہا کہ میرا یہ کپڑا فلاں شخص کے پاس لے جاتا کہ وہ فروخت کر دے یا فلاں شخص کے پاس جاتا کہ تیرے ہاتھ وہ شخص میرا کپڑا جو اس کے پاس ہے فروخت کر دے تو یہ جائز ہے پس اگر مخاطب نے اس شخص کو مالک کے اس کہنے سے آگاہ کیا تو بیع جائز ہے یہ ایک ہی روایت ہے اور اگر آگاہ نہ کیا تو اس میں دو روایتیں آئی ہیں اور اگر کہا کہ یہ کپڑا کندی کرنے والے کے پاس لے جاتا کہ وہ کندی کر دے یا درزی کے پاس لے جاتا کہ وہ قمیص سی دے تو یہ قول اس کا کندی کرنے والے اور درزی کو اجازت ہے پس ہر ایک اپنا کام کرنے کے بعد ضامن نہ ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر اپنے غلام سے کہا کہ فلاں شخص کے پاس جاتا کہ تجھ کو آزاد کر دے یا تجھ کو مکاتب کر دے پس اس شخص نے اس کو آزاد کیا تو جائز ہے اور فلاں شخص آزاد کرنے کا وکیل ہو جائے گا خواہ اس کو علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو یہ ذخیرہ و محیط میں ہے اسی طرح اگر اپنی عورت سے کہا کہ فلاں شخص کے پاس جا کہ وہ تجھ کو طلاق دے دے پس فلاں نے اس کو طلاق دے دی اور جانتا نہ تھا تو طلاق واقع ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے وکیل کا وکالت سے واقف ہونا وکالت کا کام

کرنے کے واسطے شرط ہے یہاں تک کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو اپنا غلام فروخت کرنے یا اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل جانتا تھا اور اس نے بیع کی یا طلاق دی تو دونوں جائز نہیں ہیں ایسا ہی امام محمدؒ نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے یہ محیط و ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی کو وکیل کیا تو جاننے سے پہلے وہ شخص وکیل نہ ہو جائے گا اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اگر مسلمان نے کسی حربی کو جو دار الحرب میں ہے وکیل کیا اور مسلمان دار الاسلام میں ہے تو وکالت باطل ہے اسی طرح اگر حربی نے جو دار الحرب میں ہے کسی مسلمان کو جو دار الاسلام میں ہے وکیل کیا اور اس پر دو گواہ مسلمان کر لئے پس اس کا وکیل دار الحرب سے اس کام کے واسطے نکلا تو جائز ہے اسی طرح اگر خرید و فروخت یا ودیعت وصول کرنے یا اسکے مانند کاموں کے واسطے وکیل کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مسلمان یا ذمی نے کسی حربی کو جو امان لے کر آیا ہے خرید و فروخت یا نالش وغیرہ میں وکیل کیا تو جائز ہے اور جب وہ حربی دار الحرب میں جا ملا تو اس کی وکالت باطل ہو گئی کذا فی الحاوی اور اگر مسلم نے مرتد کو وکیل کیا تو جائز ہے اور اگر وکیل ہونے کے وقت مسلمان ہو پھر مرتد ہو گیا تو بھی وکیل باقی ہے لیکن اگر دار الحرب میں جا ملا تو وکالت باطل ہو گئی یہ بدائع میں لکھا ہے۔

نوادر ابن سماعہ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر مضارب نے کسی غلام کو جو اس نے مال مضاربت سے خریدا تھا کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مشتری نے رب المال کو اس پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر مشتری نے بائع کے شریک کو قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اور وہ اس کا مفاوض[1] ہے یا شریک عنان کو قبضہ کا وکیل کیا اور یہ غلام دونوں کی تجارت میں سے ہے تو بھی جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جن لوگوں کا یہ غلام بیچنا جائز ہے ان کا قبضہ کے واسطے وکیل ہونا مشتری کی طرف سے جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے اگر مستامن نے دوسرے مستامن کو کسی خصومت میں وکیل کیا اور خود دار الحرب میں چلا گیا اور وکیل یہیں خصومت میں رہا پس اگر وکیل حربی کی طرف سے حق کا دعویٰ کرتا ہو تو مقبول ہے اور اگر وہ حربی مدعا علیہ ہو تو قیاس چاہتا ہے کہ اس کے دار الحرب میں جانے سے وکالت منقطع ہو جائے گی اور اسی قیاس کو ہم لیتے ہیں[2] اور اگر مستامن نے کسی ذمی کو اپنا اسباب فروخت کرنے یا قرض کا تقاضا کرنے کے واسطے سوائے خصومت کے وکیل کیا پھر خود دار الحرب میں چلا گیا تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور منجملہ شرطوں کے وہ شرطیں ہیں جو موکل بہ کی طرف یعنی اس چیز کی طرف جس کے واسطے وکیل کیا ہے راجع ہوتی ہیں واضح ہو کہ حقوق دو قسم کے ہیں ایک حق اللہ دوسرے حق العبد پھر حق اللہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جس میں دعویٰ شرط ہے جیسے حد قذف و حد سرقہ پس اس قسم کے اثبات کے واسطے امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک وکیل کرنا جائز ہے خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو اور اس قسم کے استیفاء یعنی پورا لے لینے کے واسطے وکیل کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ موکل حاضر ہو اور اگر غائب ہو تو جائز نہیں ہے اور دوسری قسم جس میں دعویٰ شرط نہیں ہے جیسے حد زنا اور حد شراب خواری پس اس قسم کے ثابت کرنے یا استیفاء کے واسطے وکیل کرنا درست نہیں ہے پھر واضح ہو کہ اختلاف صرف حد کے ثابت کرنے میں ہے اور اس مال کے ثابت کرنے میں جو چوری میں گیا ہے تو اس میں توکیل بالاجماع مقبول ہے یہ سراج الوہاج میں ہے حقوق العباد کی دو قسمیں ہیں ایک جس کا استیفاء باوجود شبہہ کے جائز نہیں ہے جیسے قصاص تو اس کے اثبات کے واسطے وکیل کرنا امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور اس کے استیفاء کے واسطے وکیل کرنا اگر ولی حاضر ہو تو جائز ہے اور اگر غائب ہو تو جائز نہیں ہے دوسری قسم ہو کہ جس کا استیفاء باوجود شبہہ کے جائز ہے جیسے قرضے و مال معین و باقی حقوق تو ان حقوق کے اثبات میں سوائے قصاص کے برضائے خصم وکیل کرنا بلا خلاف جائز ہے اور تعزیرات

---

[1] مفاوض کتاب الشرکت میں دیکھو کہ دونوں برابر کے شریک اور باہم ایک دوسرے کے وکیل و کفیل ہوتے ہیں عنان میں برابری نہیں ہے اور کتاب الشرکت دیکھو۔ [2] قولہ لیتے ہیں کیونکہ خصومت کی وکالت سے مقصود یہ کہ حکم قضاء حاصل ہو اور قاضی کو اہل حرب پر حکم لازم کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

کے اثبات و استیفاء دونوں کے واسطے وکیل کرنا بالا تفاق جائز ہے اور وکیل کو اختیار ہے کہ تعزیر پوری کرا لے خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو یہ بدائع میں لکھا ہے خرید و فروخت' اجارہ' نکاح' طلاق' عتاق' خلع' صلح' عاریت دینے اور عاریت لینے و ہبہ' صدقہ' ودیعت رکھنے و قبض[1] حقوق و خصومات اور تقاضائے دیعان اور رہن کرنے اور رہن رکھنے ان سب کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

مباحات میں وکیل ☆

مباحات میں وکیل کرنا جیسے گھاس لانا یا لکڑی یا پانی لانا یا کانوں سے جواہر نکالنے کے واسطے وکیل کرنا صحیح نہیں ہے پس اگر وکیل کیا اور اس نے ان چیزوں میں سے کچھ حاصل کیا تو اسی کی ہے ایسے ہی توکیل بتکدی[2] ہے کمافی فتاویٰ قاضی خان قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا درست نہیں ہے اور جو کچھ وکیل قرض لے گا اس میں موکل کی ملکیت ثابت نہ ہوگی لیکن اگر بطور ایلچی لے اس نے پیغام پہنچایا کہ فلاں شخص نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اس قدر قرض مانگتا ہے تو البتہ جو قرض لیا اس میں موکل کی ملک ثابت ہوگی اور جو کچھ قرض لیا وہ وکیل کا ہے اس کو اختیار ہے کہ موکل کو نہ دے اور اگر تلف ہو جائے تو وکیل کا مال گیا کذا فی الکافی شفعہ طلب کرنے اور عیب کی وجہ سے واپس کرنے اور بٹوارہ اور ہبہ مانگنے کے واسطے وکیل کرنا صحیح ہے یہ بدائع میں لکھا ہے ہبہ کرنے کے وکیل کو ہبہ واپس لینے کا اختیار نہیں ہے اور نہ یہ اختیار ہے کہ جس کے پاس ودیعت ہے اس کو وصول کرے یا مستعیر سے عاریت کی چیز لے لے یا قرض دار سے قرضہ وصول کرے یا مرتہن سے رہن کی چیز وصول کر لے اور اگر ایسی وکالت اس شخص کی طرف سے ہو جو ان چیزوں کو مالک سے چاہتا ہے مثلاً ایک شخص نے وکیل کیا کہ یہ چیز فلاں شخص کے پاس اس کے قرضہ کے عوض رہن کر دے یا میرے لئے عاریت مانگنے یا ہبہ مانگنے تو وکیل کو چاہئے کہ ان صورتوں میں موکل کی طرف سے عاریت یا ہبہ وغیرہ طلب کرے کہ فلاں شخص یعنی موکل تجھ سے یہ چیز عاریت مانگتا ہے یا ہبہ مانگتا ہے اور اگر اس نے اپنی طرف نسبت کر کے یوں کہا کہ یہ چیز مجھے عاریت دے یا ہبہ کر دے یا قرض دے تو وکیل کی ہوگی اور موکل کی ملکیت اس میں ثابت نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔

وکالت کے الفاظ:

وکالت کے الفاظ وہ ہیں جو علی الاطلاق اس پر دال ہوں جیسے میں نے تجھ کو وکیل کیا یا خواہش کی یا پسند کیا یا راضی ہوا یا چاہا یا ارادہ کیا اور اگر یہ کہا کہ میں تجھے اپنی عورت کو طلاق دینے سے منع نہیں کرتا ہوں تو توکیل نہ ہوگی یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ موافقت کر میری عورت کے طلاق دینے میں تو یہ توکیل اور امر دونوں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی سے کہا کہ میں نے تجھ کو اپنا غلام فروخت کرنے کی اجازت دی تو توکیل صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ تو میرا وکیل ہے اس قرضہ کے وصول کرنے میں تو کیل ہو جائے گا اسی طرح تو میرا(1) زندگی میں وصی ہے تو کیل ہے اور یہ کہنا کہ تو میرا وصی ہے توکیل نہیں ہے اور اگر کہا کہ تو میرا ہر چیز میں وکیل ہے تو فقط مال کی حفاظت کرنے میں وکیل ہوگا اور یہی صحیح ہے اور تو میرا ہر قلیل و کثیر میں وکیل ہے یہی حکم رکھتا ہے اور اگر کہا کہ تو میرا ہر چیز میں وکیل ہے تیرا حکم جائز ہے تو تمام تصرفات مالیہ میں مثل خرید و فروخت و ہبہ و صدقہ کے وکیل ہو جائے گا اور عتاق و طلاق و وقف میں وکیل ہو جانے میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ ان میں وکیل نہ ہوگا مگر جبکہ سابق کلام وغیرہ اس پر دال ہو اور اسی کو فقیہ ابواللیثؒ نے لیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھے اپنے جمیع امور میں وکیل کیا پس وکیل نے کہا کہ میں نے

---

[1] قبض......یعنی حقوق حاصل کرنے اور ان میں نالش کرنے وغیرہ کے لئے وکیل کرنا۔ [2] تکدی گداگری کرنا یعنی لوگوں سے سوال کر کے جمع کرنا۔

(۱) یعنی مطلقاً بلا قید زندگی پس یہ کہنا بھی ہو سکتا ہے۔

تیری عورت کو طلاق دی اور تیری سب زمین وقف کردی تو اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اگر وکیل نے اپنا مال موکل کی عمارت میں صرف کیا اور اس کے عیال کو نفقہ میں دیا تو بعض نے کہا کہ وہ مال موکل سے لے سکتا ہے بشرطیکہ موکل نے اس سے کہا ہو کہ جو تو کرے جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے کسی نے کہا کہ میں نے تجھے اپنے جمیع امور میں وکیل کیا اور بجائے اپنے قائم کیا تو یہ وکالت عامہ نہیں ہے اور اگر کہا کہ اپنے تمام امور میں جن میں وکالت جائز ہے وکیل کیا تو وکالت عام ہوگی بیع و نکاح سب کو شامل ہے اور پہلی صورت میں جب عام وکالت نہ ہوئی تو دیکھنا چاہئے کہ اگر اس کے امور مختلف ہیں اور کوئی صناعت[1] اس کی معروف نہیں ہے تو وکالت باطل ہے اور اگر کوئی تجارت اس کی معروف ہو تو یہ وکالت اسی معاملہ میں رکھی جائے گی ایک شخص کے چند غلام ہیں اس نے ایک شخص سے کہا کہ میرے غلاموں کے معاملہ میں جو تو کرے جائز ہے پھر اس نے سب کو آزاد کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک اجنبی عورت سے کہا کہ میں تیرے شوہر سے خلع کرادوں ☆

اگر سلطان نے کسی شخص پر اپنی عورت کے طلاق دینے کے واسطے وکیل کرنے میں زبردستی کی پس اس بیچارے نے کسی سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے پھر وکیل نے اس کی عورت کو طلاق دے دی اور شوہر نے کہا کہ میری مراد اس سے طلاق نہ تھی تو اس کی عورت کو طلاق ہو جائے گی بخلاف اس کے اگر پہلے ہی کہا کہ میں نے تجھے وکیل کیا اور مراد میری اس سے طلاق دینا نہیں کذا فی المحیط۔ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو میری طرف سے وکیل ہے جو چاہے وہ کر پس عورت نے کہا کہ اگر میں تیری طرف سے وکیل ہوں تو میں نے اپنے تئیں تین طلاق دے کر الگ کیا پس شوہر نے کہا کہ میری مراد اس سے طلاق نہ تھی پس اگر پہلے کوئی بات ایسی نہ ہوئی کہ جس کا یہ جواب ہو سکے تو مرد کا قول معتبر ہوگا اور اس کی قسم پر عورت کو اس کی تصدیق کرنی جائز ہے اور اگر پہلے کوئی ایسی بات ہو چکی ہو تو ایک طلاق رجعی پڑے گی اگر وہ عورت مدخولہ ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ ایک طلاق جب پڑے گی کہ پہلے کلام سے تین طلاق مراد نہ ہو سکتی ہوں اور یہ صاحبینؒ کا قول ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اگر پہلے کلام سے تین طلاق مراد نہ ہو سکتی ہوں تو کوئی طلاق نہ پڑے گی اور اگر پہلے کلام سے تین طلاق مراد ہو سکتی ہوں تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہوں گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی نے ایک اجنبی عورت سے کہا کہ میں تیرے شوہر سے خلع کرادوں اس نے کہا کہ تو جان یا یوں کہا کہ میں فلانے سے تیرا نکاح کرادوں یا کسی سے کہا کہ تیرا اسباب فلاں کے ہاتھ فروخت کردوں اس نے کہا تو جان تو یہ قول اجازت اور خلع اور نکاح اور بیع کی توکیل ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ مال لے اور جو کچھ مصلحت دیکھے وہ تو کر تو یہ توکیل نہیں ہے اور اگر کہا کہ جو کچھ مصلحت ہے وہ کر روا[2] ہے تو یہ توکیل ہے پس مال بضاعت پر دینے وغیرہ کا مختار ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر سے غصہ میں کہا کہ ان کرنی کرتی ہوں مرد نے کہا کہ تو کیا کر سکتی ہے عورت نے کہا کہ تیری اجازت سے کرتی ہوں اور مرد نے کہا کہ اچھا کر پس عورت نے کہا کہ میں نے تین طلاق اپنے کو دیں تو عورت کو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس سے عرف میں طلاق مراد نہیں ہوتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ ہزار درہم کو ایک باندی خرید یا کہا ایک باندی خرید تو وکیل نہ ہوگی اور اگر یوں کہا کہ ایک باندی ہزار درہم کو خرید اور تجھ کو اس کام پر ایک درہم ملے گا تو یہ وکیل ہو جائے گا اور اس کو اجر المثل[3] ملے گا مگر ایک درہم سے زیادہ نہ ملے گا ایک شخص نے اپنے قرض دار سے کہا کہ جس قدر تجھ پر ہے اتنے کو میرے لئے ایک

---

[1] صناعت کاری گری اور مراد یہاں حرفہ و پیشہ و تجارت کو شامل ہے۔ [2] یعنی جو تو کرے گا وہ جائز ہے۔ [3] جو کچھ ایسے کام کی اجرت ہوتی ہو لیکن وہ ایک درہم پر راضی ہو چکا لہٰذا اگر اجرت مثل دو درہم ہو تو ایک درہم سے زیادہ نہ دیا جائے اور اگر نصف درہم ہو تو یہی ملے گی۔

باندی خرید تو امام اعظمؒ کے نزدیک توکیل صحیح نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ جس قدر میرا تجھ پر ہے میرے لئے اس کی یہ باندی یا فلاں شخص کی باندی خرید تو توکیل ہے بالاتفاق اسی طرح اگر کہا کہ جو میرا تجھ پر ہے وہ فلاں چیز کی بیع سلم میں دے دے تو امام اعظمؒ کے نزدیک توکیل نہیں ہے اور اگر کہا کہ جو میرا مال تجھ پر ہے وہ اس طرح بیع سلم میں فلاں شخص کو دے دے تو بالاتفاق توکیل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو نے میرا غلام فروخت نہ کیا تو میری عورت کو طلاق ہے تو یہ شخص بیع کا وکیل ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ کو اس کام پر مسلط کیا تو بمنزلہ اس کہنے کے ہے کہ میں نے تجھ کو وکیل کیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر دو دکانوں کے مالک نے مثلاً کسی سے کہا کہ میں نے ان دو دکانوں کا معاملہ تیرے سپرد کیا اور اس نے دو کانیں کسی کو کرایہ پر دی تھیں تو وکیل کو اجرت کے تقاضے اور وصول کرنے کا اختیار ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ میں نے اپنے قرضوں کا معاملہ تیرے سپرد کیا تو بھی یہ اختیار ہے اور اگر کسی سے کہا کہ میں نے اپنے چوپاؤں اور مملوکوں کا کام تیرے سپرد کیا تو وکیل کو ان کی حفاظت اور چرانے اور چارہ دینے اور روٹی دینے کا اختیار ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے اپنی عورت کا معاملہ تیرے سپرد کیا تو اس کو طلاق دینے کا اختیار ہے مگر اسی مجلس میں فقط بخلاف اس کے اگر کہا کہ میں نے تجھے اپنی عورت کے معاملہ کا مالک کیا تو اسی مجلس میں موقوف نہیں ہے بلکہ غیر مجلس میں بھی طلاق کا مختار ہے یہ بحرالرائق میں ہے۔

وکالت کا حکم ☆

وکالت کا حکم یہ ہے کہ جس چیز کے واسطے وکیل کیا ہے اس میں وکیل بجائے موکل کے ہے اور اس چیز کے حاضر لانے کے واسطے وکیل پر جبر نہیں ہو سکتا ہے لیکن اگر ودیعت دینے کے واسطے وکیل کیا مثلاً کہا کہ یہ کپڑا فلاں شخص کو دینا اور وکیل نے قبول کیا پھر موکل غائب ہو گیا تو وکیل پر جبر کیا جائے گا کہ حاضر کرے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر آزاد کرنے کا وکیل کیا اور اس نے قبول کیا پھر آزاد کر دینے سے انکار کیا تو اس پر جبر نہ کیا جائے گا یہ حاوی میں لکھا ہے وکیل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جس امر میں وہ وکیل ہوا ہے اس میں دوسرے کو وکیل کرے لیکن اگر موکل نے اس کو مطلقاً اجازت دی یا جس میں وکیل کیا ہے اس میں اختیار دیا ہو تو اختیار ہے یہ شرح طحاوی میں ہے اگر خصومت میں کسی کو وکیل کیا اور کہا کہ جو تو کرے وہ جائز ہے پھر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا تو جائز ہے اور دوسرا وکیل موکل کی طرف سے وکیل ہوگا نہ وکیل کی طرف سے یہاں تک کہ اگر پہلا وکیل مر گیا یا موکل نے اسے معزول کیا یا مجنون ہو گیا یا مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملا تو دوسرا وکیل معزول نہ ہوگا اور اگر موکل پر موت وغیرہ امور مذکورہ طاری ہوئے تو دونوں معزول ہو جائیں گے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کو معزول کر دیا تو جائز ہے اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کر کے کہا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے تو دوسرے کو تیسرا وکیل کرنا جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے غلام تاجر نے اپنے مالک کو اپنے قرضے وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا تو مالک کو اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کو وکیل کرے پس اگر باوجود اس کے مالک نے وکیل کیا تو دیکھنا چاہئے کہ اگر غلام پر قرض نہیں ہے تو جائز ہے اور اگر قرض ہے تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے صفت وکالت یہ ہے کہ وکالت عقد جائز غیر لازم ہوتا ہے کہ ہر ایک وکیل اور موکل کو بدون[1] دوسرے کے چھوڑ دینے کا اختیار ہے یہ نہایہ میں ہے اور وکیل کے پاس جو کچھ ہے وہ اس میں امانت دار ہے مثل ودیعت لینے والے کے پاس جن صورتوں میں ودیعت رکھنے والے پر ضمان ہوتی ہے ان میں اس پر بھی ہوگی اور جن میں بری ہوتا ہے ان میں بری ہوگا اور اپنے اوپر سے ضمان دفع کرنے میں اسی کا قول لیا جائے گا۔

اگر موکل نے اس کو مال دیا کہ اس کو فلاں کو میرے قرضہ کے عوض دے دے پھر وکیل نے کہا کہ میں نے ادا کر دیا اور قرض خواہ نے اس کی تکذیب کی تو بری الذمہ ہونے میں وکیل کا قول معتبر ہوگا اور قرض خواہ کا قول عدم قبضہ میں معتبر ہوگا پس اس کا قرض

---

[1] قولہ بدون دوسرے یعنی بدون آگاہی دوسرے کے لیکن تصرف نافذ ہوگا جب تک کہ آگاہی نہ ہو۔

ساقط نہ ہوگا کذا فی البحر الرائق اور دونوں پر قسم واجب نہ ہوگی صرف قسم اس پر ہوگی جس نے اس کی تکذیب کی نہ اس پر جس نے تصدیق کی پس اگر اس نے وکیل کی تصدیق کی کہ اس نے دے دیا تو دوسرے سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے وصول نہیں پایا پس اگر اس نے قسم کھالی تو قرضہ ساقط نہ ہوگا اور نہ قبضہ ظاہر ہوگا اور اگر انکار کیا تو قبضہ ثابت ہوگا اور موکل کے ذمہ سے قرضہ ساقط ہوگا اور اگر موکل نے عدم قبض کی تصدیق کی تو وکیل سے بالخصوص قسم لی جائے گی کہ میں نے اس کو دے دیا ہے پس اگر اس نے قسم کھالی تو بری ہو گیا ورنہ ضامن ہوگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے واضح ہو کہ تھوڑی سی جہالت باب وکالت میں برداشت کر لی جاتی ہے اور وکالت فاسد شرطیں لگانے میں باطل نہیں ہوتی ہے خواہ کوئی شرط ہو اور وکالت میں شرط خیار[1] روا نہیں ہوتی ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اگر کسی نے کہا کہ تو میری عورت کے طلاق دینے کے واسطے میرا وکیل ہے اس شرط پر کہ مجھے یا عورت کو تین روز تک خیار حاصل ہے تو وکالت جائز ہوگی اور شرط باطل ہے یہ محیط میں ہے وکالت کو اضافت کرنا صحیح ہے مثلاً زمان و مکان کی قید لگائی تو جائز ہے پس اگر ایک شخص نے کہا کہ اس غلام کو تو کل کے روز فروخت کر دے تو آج بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ میرے اس غلام کو یا میری عورت کو کل کے روز آزاد یا طلاق دے دے تو وکیل آج کچھ نہیں کر سکتا ہے اور اگر کہا کہ میرا غلام آج فروخت کر دے یا آج میرے لئے غلام خرید دے یا میرے غلام کو آج آزاد کر دے پس وکیل نے کل یہ سب کیا تو دو روایتیں ہیں اور مشائخ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ وکالت آج کے روز کے بعد باقی نہ رہے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر اپنے شام کے قرضہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا تو کوفہ کا قرضہ وصول نہیں کر سکتا ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے وکالت کو معلق کرنا صحیح ہے اگر کسی نے کہا کہ جب میرے مال کا وقت آ جائے تو تو وصول کر لے یا جب فلاں شخص آئے تو تو تقاضا کر یا اگر میں نے اس کو کوئی چیز دی تو تو اس کے وصول کرنے کا وکیل ہے یا جب حاجی لوگ آئیں تو تو میرے قرضے وصول کر تو ایسی وکالت صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور ہر عقد جس میں موکل کی طرف نسبت کرنے کی احتیاج وکیل کو نہیں پڑتی ہے جیسے خرید و فروخت و اجارہ وغیرہ تو اس کے حقوق وکیل کی طرف راجع ہوتے ہیں اور ایسے حقوق میں وکیل مثل مالک کے ہوگا اور مالک مثل اجنبی کے ہوتا ہے جیسے مبیع کا سپرد کرنا یا قبضہ کرنا یا ثمن کا مطالبہ کرنا اور قبضہ کرنا اور وقت استحقاق مبیع کے ثمن کو واپس لینا وغیرہ یہ بدائع میں لکھا ہے اور موکل کو بواسطہ نیابت وکیل کے ملک پہلے ہی سے ثابت ہو جاتی ہے اور یہی صحیح ہے حتیٰ کہ اگر وکیل نے کسی اپنے ذی رحم کو خریدا تو وہ وکیل کی طرف سے آزاد نہ ہو جائے گا اس لئے کہ ملک موکل کی ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور حقوق ان صورتوں کے جن کی اضافت وکیل نے اپنی طرف کی ہے وکیل کی زندگی تک موکل کی طرف راجع نہ ہوں گے اگرچہ وکیل غائب ہو یہ بحر الرائق میں ہے وکیل بائع نے اگر کوئی چیز فروخت کی تو اسی سے سپرد کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا جبکہ مشتری ثمن ادا کر دے اور بائع سے اس کا مطالبہ نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر موکل نے مشتری سے ثمن طلب کیا تو اس کو اختیار ہے کہ انکار کرے اور اگر دے دیا تو جائز ہے اور وکیل دوبارہ اس سے طلب نہیں کر سکتا ہے یہ جوہرہ نیرہ میں لکھا ہے اور اگر مبیع استحقاق ثابت کر کے مشتری کے پاس سے لے لی گئی تو مشتری اپنا ثمن وکیل سے وصول کرے گا اگر اس نے وکیل کو ادا کیا ہو اور اگر موکل کو دیا ہے تو اس سے پھیر لے گا اور اگر مشتری نے مبیع میں عیب پا کر واپس کرنا چاہا تو وکیل سے مخاصمہ کرے گا اور عیب ثابت کرنے کے بعد بحکم قاضی جب اس نے واپس کیا تو اپنا ثمن وکیل سے لے گا اگر وکیل کو دیا ہے یا اگر موکل کو دیا ہے تو اس سے واپس لے گا اسی طرح جو خرید کا وکیل ہے اسی سے ثمن کا مطالبہ کیا جائے گا نہ موکل سے اور وہی بائع سے مبیع لے کر قبضہ کرے گا نہ موکل اور جب مبیع میں استحقاق ثابت ہوا تو وہی ثمن واپس لے گا نہ موکل یہ سراج

[1] قولہ شرط خیار آہ کیونکہ شرط خیار ان عقود میں مشروع ہے جو لازمی قابل فسخ نہیں اور وکالت قابل فسخ غیر لازمی ہے۔

الوہاج میں لکھا ہے۔

اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میں ایلچی ہوں اور بائع نے کہا کہ یہ وکیل ہے اور ثمن کا مطالبہ کیا تو مشتری کا قول لیا جائے گا اور گواہ لانا بائع کے ذمہ ہے ایک غلام نے کسی سے کچھ چیز خریدی بائع نے کہا کہ تجھ کو تصرفات خرید و فروخت وغیرہ کی ممانعت ہے اس لئے میں تجھے مبیع نہ دوں گا اور غلام نے کہا کہ میں ماذون ہوں مجھے اجازت ہے تو اس کا قول لیا جائے گا اور اگر بائع نے اس امر کے گواہ سنائے کہ غلام نے خرید کے بعد یہاں مجلس میں آنے سے پہلے یہ اقرار کیا کہ میں مجور ہوں یعنی مجھے ممانعت ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی ایک غلام نے دوسرے کے ہاتھ کچھ فروخت کیا پھر کہا کہ یہ جو میں نے فروخت کیا میرے مالک کا ہے اور میں مجور ہوں اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ماذون ہے تو مشتری کا قول لیا جائے گا جو شخص اجارہ کا وکیل ہو اس کو اجارہ ثابت[1] کرنے میں خصومت کرنے اور کرایہ وصول کرنے اور کرایہ کے واسطے جو شے کرایہ پر ہے روک رکھنے کا اختیار ہے اور اگر اجرت پر دینے والے نے لینے والے کو ہبہ یا بری کر دیا تو جائز ہے اگر وہ معین نہ ہو اور اگر معین ہو تو نہیں جائز ہے یہ بحرالرائق میں ہے اور ہر عقد کہ جس کی اضافت موکل کی طرف ہوتی ہے تو اس کے حقوق موکل کی طرف رجوع کریں گے جیسے نکاح و طلاق بمال اور اعتاق بمال و خلع و صلح خون عمداً وغیرہ کے کذانی البدائع۔ شوہر کے وکیل سے مہر کا مطالبہ نہ ہوگا اور نہ عورت کے وکیل سے عورت کے سپرد کرنے کا مطالبہ ہوگا اور نہ عورت کا وکیل مہر پر قبضہ کر سکتا ہے اور اسی طرح کتابت کے وکیل کو کتابت کے معاوضہ پر جو غلام دے گا قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور خلع کا وکیل اگر شوہر کی طرف سے ہو تو خلع کے بدل پر قبضہ نہیں کر سکتا اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو وہ بدل خلع کے عوض گرفتار نہیں ہو سکتا ہے لیکن اگر ضمانت کر لے تو پکڑا جائے گا کذانی السراج الوہاج اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ وکیل اہل عہدہ میں سے ہو کذانی البدائع اگر کسی نے مجور لڑکے کو کوئی اپنی چیز فروخت کرنے یا اپنے لئے خریدنے کا وکیل کیا اور اس نے خرید و فروخت کی تو جائز ہے بشرطیکہ لڑکا سمجھدار ہو اور لڑکے پر عہدہ نہیں ہے عہدہ اس کے حکم دینے والے پر ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی آزاد نے کسی غلام ماذون کو اس واسطے وکیل کیا کہ موکل کے واسطے غلام یا باندی یا کھانا وغیرہ ہزار درہم نقد کو خرید دے ☆

ظاہر روایت کے موافق مشتری یا بائع کسی کو خیار نہ ہوگا خواہ اس لڑکے کے مجور ہونے کا علم ہو یا نہ ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر لڑکا ماذون ہو پس اگر فی الحال یا میعادی ثمن پر فروخت کرنے کا وکیل ہوا اور اس نے فروخت کیا تو جائز ہے اور عہدہ اسی پر ہوگا اور اگر خریدنے کا وکیل ہو پس اگر ادھار میعادی داموں سے خریدنے کا وکیل ہو تو قیاساً و استحساناً عہدہ اس پر نہیں ہے بلکہ موکل پر ہے یہاں تک کہ بائع موکل سے ثمن طلب کرے گا نہ اس لڑکے وکیل سے اور اگر نقد داموں سے خریدنے کا وکیل ہو تو قیاساً عہدہ اس پر نہ ہوگا اور استحساناً ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اگر کسی آزاد نے کسی غلام ماذون کو اس واسطے وکیل کیا کہ موکل کے واسطے غلام یا باندی یا کھانا وغیرہ ہزار درہم نقد کو خرید دے اور یہ ہزار درہم خواہ اس کو دیئے یا نہ دیئے تو غلام ماذون کا خریدنا موافق حکم موکل کے جائز ہے اور عہدہ اسی غلام ماذون پر ہے اور اگر موکل نے غلام کو ادھار خریدنے کا حکم دیا تھا اور اس نے ادھار خریدا تو تمام مبیع اس غلام کی ہوگی نہ موکل کی اگر غلام ماذون نے کسی کو اپنی مقبوضہ چیز فروخت کرنے یا کچھ خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اور وہ غلام بمنزلہ آزاد کے ہے اور اگر مامور وکیل مرتد آدمی ہو تو اس کی بیع جائز ہے لیکن امام کے نزدیک حکم عہدہ کا توقف رہے گا اگر وہ مسلمان ہو گیا تو اسی پر ہوگا ورنہ موکل پر ہوگا کذانی السراج الوہاج۔

---

[1] کسی نے گواہوں سے اس پر اپنا حق ثابت کیا۔

فصل:

وکالت کے اثبات کرنے اور اس پر گواہی دینے اور متعلقات کے بیان میں

قاضی خوارزم کی مجلس میں ایک شخص نے حاضر ہو کر کسی کو اپنے تمام حقوق خوارزم وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا پس اگر قاضی موکل کو نام ونسب سے پہچانتا ہے تو وکیل بنادے گا پس اگر اسی حاکم کے پاس اس وکیل نے کسی کو حاضر کر کے موکل کے حق کا دعویٰ کیا تو قاضی گواہی پر ڈگری کر دے گا اور وکالت ثابت کرنے کی احتیاج نہ ہوگی اور اگر قاضی موکل کو نہیں پہچانتا ہے تو وکیل کو نہ بنائے گا اور اگر موکل نے اس امر کے گواہ دینے چاہے کہ میں فلاں بن فلاں چغتائی ہوں تو قبول نہ ہوں گے کیونکہ کوئی خصم حاضر نہیں ہے اور اگر اس غرض سے گواہ سنائے کہ یہ قاضی دوسرے قاضی دشت کو یہ لکھ دے کہ فلاں بن فلاں چغتائی نے فلان بن فلاں چغتائی کو اس امر میں وکیل کیا ہے تو قبول کر کے لکھ دے گا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ مجھے فلاں شخص نے اس واسطے وکیل کیا ہے کہ میں اس کے تمام حقوق جو کوفہ میں ہیں وصول کروں اور نالش کروں اور وکالت کے گواہ لایا اور موکل غیر حاضر ہے اور کسی ایسے شخص کو نہ لایا کہ جس پر موکل کا کچھ حق آتا ہو تو قاضی سماعت نہ کرے گا اور اگر کسی مدعا علیہ منکر یا مقر کو لایا تو سماعت کر کے اس کے وکیل ہونے کا حکم دے دے گا پھر اگر اس کے بعد کوئی دوسرا مدعا علیہ لایا تو دوبارہ وکالت کے گواہ سنانے کی ضرورت نہیں ہوگی اور اگر کسی خاص شخص کی طرف سے حق ہونے کا دعویٰ کر کے اس کے وصول کرنے کا اپنے آپ کو وکیل قرار دیا تو خاص اس شخص کا حاضر کرنا وکالت کی گواہی سنانے کے واسطے ضرور ہے اور جب اس کے سامنے وکالت ثابت ہوگئی اور پھر دوسرا مدعا علیہ لایا تو دوبارہ گواہ سنانے کی ضرورت ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر کسی خاص شخص سے حق موکل وصول وخصومت کرنے کی وکالت کا دعویٰ کیا پھر اسی پر موکل کے دوسرے حق کا دعویٰ کیا تو دوبارہ گواہ سنانے کی ضرورت نہیں ہے ہاں اگر دوسرے موکل کی طرف سے وکالت کا دعویٰ کرے تو اس کے گواہ سنانے ضرور ہیں یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے اس امر کے گواہ پیش کئے کہ فلاں موکل نے مجھے اور اس شخص فلاں بن فلاں کو اس مال کے وصول کرنے کے واسطے جو اس کا اس مدعا علیہ پر آتا ہے وکیل کیا ہے اور قرض دار نے قرض کا اقرار کیا لیکن اس کی وکالت سے انکار یا دونوں سے انکار کیا پھر وکیل نے وکالت اور قرضہ دونوں کے گواہ سنائے تو قاضی دونوں وکیلوں کی وکالت کا حکم دے دے گا اور اس وکیل حاضر کو بدوں دوسرے وکیل کے تنہا قرضہ وصول کرنے کا اختیار نہیں ہے اور جب وہ حاضر ہو تو دونوں وصول کرنے اور اس کو اپنی وکالت کے ثابت کرنے کے واسطے گواہ سنانے کی ضرورت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے وکیل نے دعویٰ کیا کہ میں فلاں شخص کی طرف سے اس مدعا علیہ حاضر پر قرضہ کے وصول کرنے کا وکیل ہوں اور وکالت اور قرضہ پر ایک ہی گواہ سنائے تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ وکالت کا حکم دے دیا جائے گا پھر قرضہ کے واسطے دوبارہ گواہوں کو سنائے کذا فی الوجیز الکردری اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر دونوں پر یکبارگی گواہ سنائے تو دونوں کو حکم دے دیا جائے گا اور دوبارہ سنانے کی احتیاج نہیں ہے اور یہ استحسان ہے اور فتویٰ امام اعظمؒ کے قول پر ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو اپنے کسی مال معین کے فروخت کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل نے یہ قصد کیا کہ اپنی وکالت اس طور سے قاضی پاس ثابت کرے کہ اگر موکل آ کر انکار کرے تو اس کے انکار پر لحاظ نہ کیا جائے پس اس کی چند صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ وہ مال

معین کسی شخص کو دے دے پھر اس پر دعویٰ کرے کہ میں فلاں کی طرف سے اس مال کو وصول کر کے فروخت کرنے کا وکیل ہوں اور وہ شخص کہے کہ میں تیرے وکیل ہونے کو نہیں جانتا ہوں پس وکیل اس امر کے گواہ سنائے تو قاضی اس شخص کو حکم دے گا کہ اس کے سپرد کر دے پس وکیل اس کو فروخت کرے پھر اگر موکل نے انکار کیا تو التفات نہ کیا جائے گا اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی سے کہے کہ یہ فلاں شخص کی ملک ہے میں اس کو تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہوں اور جب فروخت کر دیا تو اس سے کہے کہ اس پر قبضہ کر لے پھر مشتری کہے کہ میں تجھ سے لے کر قبضہ نہ کروں گا کیونکہ شاید مالک نے آ کر تیری وکالت سے انکار کیا اور اکثر میرے پاس چیز تلف ہو جاتی ہے یا اس میں نقصان آ جاتا ہے تو مجھے خواہ مخواہ ضمان دینی پڑے پس اس امر کے گواہ سنا دے گا کہ میں اس کی طرف سے فروخت کر دینے اور سپرد کر دینے کا وکیل ہوں پس اس پر قبضہ کرنے کا جبر کرے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ جو گھر تیرے قبضہ میں ہے وہ فلاں شخص کی ملک ہے اور تو اس کی طرف سے فروخت کرنے کا وکیل ہے اور تو نے میرے ہاتھ فروخت کر دیا پس یہ وکیل یوں کہے کہ ہاں میں نے فروخت کر دیا لیکن میں فلاں کی طرف سے وکیل نہیں ہوں اور مجھے بیع کے واسطے وکیل نہیں کیا ہے پھر خریداری کے مدعی نے اس کے وکیل بیع ہونے کے گواہ سنائے تو گواہی مقبول ہو کر اس کے وکیل بیع ہونے کا حکم دیا جائے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنا قرضہ فلاں سے وصول کرنے اور اس میں خصومت کرنے کا وکیل کیا پس وکیل نے قرض دار کو حاضر کیا اور اس نے وکالت کا اقرار کیا مگر قرض سے انکار کیا پس وکیل نے قرضہ ہونے پر گواہ سنائے تو مقبول[1] نہ ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے پر کسی غائب کا حق ہونے کا دعویٰ کیا اور گواہ پیش کئے کہ غائب نے مجھے اپنا حق وصول کرنے اور خصومت کرنے کا وکیل کیا ہے پس مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ پیش کئے کہ موکل نے اس کو حضوری یا بلا حضوری میں وکالت سے برطرف کر دیا ہے تو یہ گواہی قبول ہو گی اور وکالت باطل ہو گی اسی طرح اگر وکیل کے اس اقرار کے گواہ دیئے کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ موکل نے مجھے وکالت سے برطرف کر دیا تو بھی وکالت باطل ہو گی اسی طرح اگر یہ گواہ سنائے کہ موکل نے اقرار کیا کہ میں نے وکیل کو نہیں مقرر کیا ہے تو بھی گواہی مقبول ہو گی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر قرض دار نے مال وکیل کو دے دیا پھر قرض دار نے گواہ دیئے کہ یہ وکیل نہیں ہے یا اس نے اقرار کیا ہے کہ قرض خواہ نے مجھے وکیل نہیں کیا ہے تو گواہی مقبول نہ ہو گی اور اگر اس امر پر اس نے قسم لینا چاہی تو نہ لی جائے گی اور اگر اس امر کے گواہ سنائے کہ قرض خواہ نے وکالت سے انکار کر کے اپنا قرضہ مجھ سے وصول کر لیا تو گواہی مقبول ہو گی یہ کافی میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ فلاں شخص کی طرف سے خصومت کا وکیل ہے ☆

قرضہ وصول کرنے کے وکیل نے اگر قرضہ ہونے پر گواہ سنائے اور قاضی نے قرض دار پر یہ حکم دے دیا کہ وکیل کو دے دے اور وکیل نے وصول کر کے ضائع کر دیا پھر قرض دار نے یہ گواہ سنائے کہ میں نے موکل کو ادا کر دیا ہے تو وکیل سے لینے کی اس کو کوئی راہ نہیں ہے ہاں موکل سے وصول کرے گا[2] یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہر شخص سے خصومت کرنے کا وکیل کیا

---

[1] قولہ نہ ہوں گے کیونکہ گواہی قرضہ پر قبول نہیں مگر خصم سے اور مدیون کے اقرار سے وکالت ثابت نہیں ہوئی تو وکیل خصم نہ ہوگا آیا تو نہیں دیکھتا کہ مدیون نے اگر وکالت کا اقرار کیا اور وکیل نے کہا کہ میں وکالت کو کئے دیتا ہوں کہ مبادا موکل حاضر ہو کر وکالت سے منکر نہ ہو جائے تو گواہی قبول ہو گی اگرچہ اقراری مدعا علیہ پر قائم ہے یعنی اسی وجہ سے کہ اقرار مدعا علیہ سے وکالت عموماً ثابت نہیں ہوگئی۔ [2] قولہ کرے گا کیونکہ اس کے اس وکیل کا قبضہ اسی کا قبضہ ہے۔

پھر وکیل نے ایک شخص کو حاضر کر کے اس پر موکل کے کچھ مال کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے وکالت کا اقرار کیا پھر وکیل نے کہا کہ میں اپنی وکالت کے گواہ سنائے دیتا ہوں تا کہ دوسروں پر حجت ہو تو قاضی سماعت کر کے اس کو مقر اور غیر مقر سب پر وکیل قرار دے گا۔ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ فلاں شخص کی طرف سے خصومت کا وکیل ہے اور میرا اس پر اس قدر چاہئے ہے پس مدعا علیہ نے کہا کہ فلاں شخص نے مجھے خصومت کا وکیل نہیں کیا ہے اور مدعی نے دعویٰ کے گواہ سنائے تو مقبول ہوں گے یہ وجیز کردری میں ہے اگر دو گواہوں نے کسی شخص کی وکالت کی گواہی دی اور وکیل کو نہیں معلوم کہ میں وکیل ہوا ہوں یا نہیں اور کہا کہ مجھے گواہوں نے خبر دی کہ موکل نے مجھے وکیل کیا ہے اس لئے میں طلب کرتا ہوں تو یہ جائز[1] ہے اور اگر گواہوں کی گواہی پر اس نے انکار کیا پس اگر طالب کا وکیل ہے تو اس گواہی پر حق وصول نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اس نے اپنے گواہوں کی تکذیب کی اور اگر مطلوب کا وکیل ہے پس اگر گواہوں نے یہ بیان کیا کہ اس نے وکالت قبول کی تو اس پر وکالت لازم[2] ہو گی اور اگر گواہوں نے قبول کی گواہی نہ دی تو اس کو قبول کرنے اور نہ قبول کرنے کا اختیار ہے[3] یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر مطلوب غائب ہو اور طالب نے اس کے گھر میں اپنے حق کا دعویٰ کیا اور مطلوب کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی کہ مطلوب نے اس شخص کو وکیل خصومت کیا ہے اور وکیل یا طالب انکار کرتا ہے تو وکالت باطل ہو گی اور مطلوب نے اگر کسی کو مال دے دیا اور دعویٰ کیا کہ یہ طالب کا وکیل ہے اس نے قبضہ کرنے کا وکیل کیا ہے پھر طالب نے آ کر انکار کیا اور مطلوب کی طرف سے طالب کے دو بیٹوں نے وکالت کی گواہی دی تو جائز ہے اور اگر طالب کا وکیل وکالت کا دعویٰ کرتا ہے اور مطلوب انکار کرتا ہے پس طالب کے دو بیٹوں نے وکالت کی گواہی دی تو مقبول نہ ہو گی خواہ وکالت خصومت ہو یا وصول قرض یا وصول شے معین ہو اگر مطلوب نے قرض کی وکالت میں اقرار کیا تو اس کو حکم کیا جائے گا کہ قرض اس کو دے دیئے کیونکہ خود مقر ہے اور اگر وکیل خصومت نے اقرار کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ احتمال ہے کہ دونوں میں سمجھوتا ہو گیا ہو کہ وکیل یہ اقرار کرے کہ موکل کا کچھ حق نہیں ہے اور اگر مال معین وصول کرنے کی وکالت میں مطلوب نے اقرار کیا تو ظاہر روایت کے موافق صحیح نہیں[4] ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس نے قرضہ وصول کرنے کا اس کو وکیل کیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ اِس کو حکم دیا ہے ☆

اگر مسلمان کے قبضہ میں ایک گھر ہے اس پر ایک ذمی نے دعویٰ کیا اور ذمیوں کی گواہی سے ایک وکیل کیا تو ان کی گواہی وکالت پر جائز نہ ہو گی خواہ مسلمان نے وکالت کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ مبسوط میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو فلاں شخص سے اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا پھر وکیل نے گواہی سے وکالت ثابت کرنا چاہی پس گواہوں نے ایسی ہی گواہی ادا کی تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ قرضہ وصول کرنے اور خصومت کرنے دونوں کا وکیل ہو جائے گا اور اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ قرض خواہ نے اس کو قرضہ وصول کرنے کو بھیجا ہے تو بالاتفاق وکیل خصومت نہ ہو گا اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنا قرضہ فلاں سے لینے کا اس کو حکم کیا ہے تو بھی وکیل خصومت نہ ہو گا اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ موکل نے اس کو بجائے اپنے قرض وصول کرنے میں مقرر کیا ہے تو بھی وکیل

[1] قولہ جائز ہے کیونکہ دو گواہوں پر جب قاضی کو علم ہو جاتا ہے تو بدرجہ اولیٰ وکیل کو ہونا چاہئے۔
[2] قولہ لازم ہو گی کیونکہ مطلوب کے وکیل پر بعد قبول کے خصم کی جواب دہی کے لئے جبر کیا جائے گا۔
[3] قولہ اختیار کیونکہ گواہوں سے جس قدر توکیل ثابت ہونا مانند معائنہ کے ہے۔ [4] اور نہ مال معین دینے کا حکم ہو گا۔

خصومت نہ ہوگا اور اگر یہ گواہی دی کہ موکل نے اس سے کہا کہ میں نے تجھ کو فلاں سے اپنا قرضہ وصول کرنے پر مسلط کیا یا اپنی حیات میں تجھے وصی کیا کہ فلاں سے قرضہ وصول کر لے تو امام اعظمؒ کے نزدیک وصول کرنے اور خصومت کرنے دونوں کا وکیل ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس نے قرضہ وصول کرنے کا اس کو وکیل کیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ اس کو حکم دیا ہے کہ قرضہ وصول کرنے یا قبضہ کرنے کے واسطے بھیجا ہے اور مطلوب قرضہ کا اقرار کرتا ہے تو وکیل اس سے وصول کر سکتا ہے اور خصومت نہیں کر سکتا ہے تا کہ وہ انکار کرے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ قبضہ کرنے کا وکیل کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ تقاضائے قرض اور طلب کرنے کا وکیل کیا ہے تو گواہی جائز ہے اور جو ہمارے اصحاب نے استحسان لیا ہے اس کے موافق گواہی مقبول نہ ہونی چاہئے یہ شرح ادب القاضی میں لکھا ہے اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ فلاں نے اس کو یہ غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا ہے مطلقاً بیع بیان کی اور دوسرے نے کہا کہ فروخت کرنے کا حکم کیا ہے اور کہا ہے کہ بدوں میری رائے یعنی کے فروخت نہ کر دینا پھر وکیل نے فروخت کر دیا تو جائز ہے اور ایک نے کہا کہ موکل نے اس کو غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا ہے تو دونوں یا ایک اس کو فروخت نہیں کر سکتے ہیں اور یہی حکم ایسی صورت میں مال معین وصول کرنے کا ہے اور اگر وکیل خصومت ہو تو جس شخص پر اتفاق کیا ہے وہ خصومت کر سکتا ہے لیکن جب قاضی نے ڈگری کر دی تو یہ وکیل تنہا وصول نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اس سے کہا کہ تو میرا وکیل قبضہ دین میں ہے اور دوسرے نے کہا کہ تو میری طرف سے اس کے وصول کی لیاقت رکھتا ہے تو وکالت بالقبض کا حکم دیا جائے گا اور یہی حکم خصومت اور مال معین کے قبضہ کا ہے اور اگر ایک نے گواہی میں وکیل کہا اور دوسرے نے وصی کہا تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر زندگی کا وصی مقرر کرنا بیان کیا تو مقبول ہوگی اور اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ موکل نے اس کو اس گھر میں خصومت کرنے کو فلاں شہر کے قاضی کے پاس حکم دیا ہے اور وکیل کیا ہے اور دوسرے گواہ نے دوسرے شہر کے قاضی کا نام لیا تو یہ حکم ہوگا کہ یہ وکیل خصومت ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر یہ صورت حکم مقرر کرنے کی دو فقیہوں میں ہو تو اس میں اختلاف سے گواہی مقبول نہ ہوگی اسی طرح اگر ایک گواہ نے قاضی شہر کو ذکر کیا اور دوسرے نے کسی فقیہ کو حکم بنانے کے واسطے ذکر کیا تو بھی نامقبول ہے اگر ایک گواہ نے ذکر کیا کہ اس کو فلاں عورت کے طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا ہے اور دوسرے نے اس عورت اور دوسری عورت کے طلاق کے واسطے وکیل کرنا ذکر کیا تو پہلی عورت کے طلاق کے واسطے وکیل ہونے کا حکم دیا جائے گا اور ایسی ہی بیع اور کتابت اور آزادی کی صورتوں میں بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک نے قبضہ کرنے کا وکیل کرنا اور دوسرے نے قبضہ کرنے پر مسلط کرنا بیان کیا تو ایک ہی معنی ہیں کذا فی المحیط۔ دونوں نے وکیل کرنے کی گواہی دی پھر ایک نے بیان کیا کہ موکل نے اسے معزول کر دیا ہے تو وکالت ثابت ہوگی نہ معزولی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی وکیل نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ گھر جو اس شخص کے قبضہ میں ہے میرے موکل کا ہے اور قابض نے دعویٰ اور وکالت دونوں سے انکار کیا ☆

اگر دونوں گواہوں نے کسی کی وکالت کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو وکالت کا حکم قضا باطل نہ ہوگا اور نہ گواہ ضامن ہوں گے یہ محیط میں لکھا ہے اگر گواہی کے ساتھ کسی کو اپنے تقاضائے قرض کا وکیل کیا پھر غائب ہو گیا پھر طالب کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اس کو وکالت سے معزول کر دیا ہے اور مطلوب نے ان کی گواہی کا دعویٰ کیا تو گواہی جائز ہے

اور اگر مطلوب نے ان کی گواہی نہ طلب کی تو جبراً مال وکیل کو دلاؤں گا اور یہی حکم دو اجنبیوں کی گواہی کا اس باب میں ہے پھر اگر مال دے دینے کے بعد طالب آیا اور کہا کہ میں نے اس کو وکالت سے برطرف کر دیا تھا پس اگر دونوں گواہ طالب کے دونوں بیٹے ہوں تو اس کو ضمان لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر گواہ اجنبی ہوں تو معزول ہونا ثابت ہوا اور طالب کو اختیار رہوگا کہ مطلوب سے مال کی ضمان لے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر طالب کے دونوں بیٹوں نے اپنے باپ کے آنے سے پہلے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے پہلے وکیل کو معزول کر کے اس کو وکیل کیا ہے پس اگر مطلوب نے انکار کیا تو یہ گواہی نہ پہلے کے معزول ہونے اور نہ دوسرے کے مقرر ہونے کسی پر مقبول نہ ہوگی اور پہلا وکیل برقرار رہے گا اور حکم ہوگا کہ مال اس کو دے اور اگر مطلوب نے اقرار کیا تو معزول ہونا گواہی سے ثابت ہوگا اور حکم ہوگا کہ مطلوب دوسرے وکیل اقراری کو مال دے دے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی وکیل نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ گھر جو اس شخص کے قبضہ میں ہے میرے موکل کا ہے اور قابض نے دعویٰ اور وکالت دونوں سے انکار کیا پھر قابض کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اس کو خصومت کے واسطے وکیل کیا ہے تو مقبول ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر وکیل کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی کہ موکل نے ہمارے باپ کو معزول کر کے اس شخص کو وکیل قبضہ کیا ہے تو جائز ہے اور اگر یہ دونوں گواہ دوسرے وکیل کے بیٹے ہوں تو دوسرے وکیل سے وکالت کے باب میں یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور پہلے کے معزول ہونے کے واسطے مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر طالب ایک وصی ہے اور دو مسلمانوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اس مسلمان کو اپنا قرضہ فلاں شخص سے وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور مطلوب اقرار کرتا ہے اور دو ذمیوں نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اس وکیل کو معزول کیا ہے اور اس دوسرے کو وکیل کیا ہے تو یہ گواہی پہلے وکیل مسلمان پر مقبول نہ ہوگی اور اگر پہلا وکیل ذمی ہو تو مقبول ہوگی کذا فی المبسوط۔

باب : ②

خریدنے کے واسطے وکیل کرنے کے بیان میں

قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ چیز جس کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اس طرح مجہول ہو کہ وکیل سے فرمانبرداری ممکن نہ ہو سکے اور وہ چیز معلوم نہ ہو سکے تو وکالت صحیح نہیں ہو سکتی ہے ورنہ صحیح ہے یہ تبیین میں لکھا ہے جہالت تین طرح کی ہوتی ہے ایک جہالت نہایت مرتبہ کی اور وہ جہالت جنس ہے مثلاً کپڑے یا چوپائے یا رقیق کی خرید کے واسطے وکیل کیا تو وکالت صحیح نہیں ہے اگرچہ دام بیان کر دیئے ہوں اور دوسری ادنیٰ مرتبہ کی جہالت اور وہ جہالت نوع ہے مثلاً گدھے یا خچر یا گھوڑے یا کپڑے ہروی یا مروی کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو وکالت صحیح ہے اگرچہ مول نہ بیان کیا ہو تیسری جہالت درمیانی ہے یعنی نوع اور جنس کے درمیان کی جہالت جیسے غلام یا باندی یا گھر خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اگر دام یا نوع بیان کر دی تو صحیح ہے اور اگر دام یا نوع نہ بیان کی تو صحیح نہیں ہے یہ کفایہ میں لکھا ہے اگر ہروی کپڑے یا گھوڑے یا خچر کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو صحیح ہے خواہ مول بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو اور اگر غلام خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے بشرطیکہ مول بیان کیا ہو اور اگر مول نہ بیان کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر کپڑا یا چوپایہ خریدنے کا وکیل کیا تو صحیح نہیں ہے اگرچہ مول بیان کر دیا ہو اور یہ سب اسی صورت میں ہے کہ وکالت کی دلالت عموم پر نہ ہو ورنہ اگر وکیل سے کہا کہ جو تیری رائے میں آئے میرے لئے خرید کر لے تو وکالت جائز ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اسی طرح اگر یہ کہا کہ میرے لئے ہزار درہم کے کپڑے یا چوپائے یا کچھ چیزیں جو کچھ تیری رائے میں آئے یا تجھے سے پسند ہو یا جو کچھ تیرے سامنے آئے یا جو تجھے ملے خریدے تو وکالت صحیح ہے اسی طرح اگر کہا کہ میرے واسطے خریدے مگر ہزار درہم سے نہ بڑھانا یا فروخت کر دے یا

بضاعت دے تو بھی صحیح ہے کیونکہ وکیل کے سپرد کر دیا یا کافی میں ہے اسی طرح اگر کہا کہ جو کپڑا تیرا جی چاہے یا جو چاہا یہ تیرا جی چاہے یا جو تجھے ملے خرید لے تو صحیح ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

اگر کہا میرے لئے کپڑوں یا چوپاؤں کو خرید کر تو صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر کپڑوں کا لفظ جمع ہے اور جہالت عدد اس میں بہت ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک گھر خرید کر جب تک مول نہ بیان کرے صحیح نہیں ہے اور بعد بیان ثمن کے سی شہر کا گھر مراد ہوگا جس میں وہ دونوں ہیں اور بعض نے کہا کہ باوجود بیان ثمن کے محلہ بیان کرنا ضروری ہے کذانی فتاویٰ قاضی خان۔ اگر کہا کہ میرے واسطے ایک گھر کوفہ میں ہزار درہم کو خرید کر تو بالاتفاق صحیح ہے اور اگر کہا کہ ایک گھر کوفہ میں فلاں موضع میں اور موضع جہاں ذکر کیا اس جگہ کا بعض بعض سے قریب قریب ہیں تو جائز ہے خواہ ثمن ذکر کیا یا نہ کیا بلخ میں ایک گھر خریدنے کا وکیل کیا اور س نے بلخ سے خارج خرید ا پس اگر موکل شہری لوگوں سے ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر دیہاتی ہے تو جائز ہے یہ بحرالرائق میں ہے اگر کہا کہ میرے لئے ایک گھر شام میں ہزار درہم کو خرید کر تو فاسد ہے کذانی المحیط اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک دانہ موتی یا یاقوت سرخ رنگ کا نگینہ خرید کر دے اور مول بیان نہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر وکیل نے خریدا تو اسی کا ہوگا نہ موکل کا یہ سراج الوہاج میں ہے اگر گیہوں یا کوئی مقداری چیز خریدنے کا وکیل کیا اور مقدار و ثمن کا ذکر نہ کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر کوئی پیمانہ معروف ذکر کیا تو صحیح ہے یہ جیز کردری میں ہے وکیل خرید کو جائز ہے کہ مثل قیمت پر اور اس قدر زیادتی پر کہ جتنا خسارہ اپنے انداز میں لوگ برداشت کر لیتے ہیں خریدے اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ یہ حکم ان چیزوں میں ہیں کہ جن کی قیمت شہر والوں میں کٹی ہوئی معلوم نہ ہو اور جن کی قیمت شہر والوں کو معلوم ہے جیسے روٹی و گوشت وغیرہ مثلاً اگر ان میں زیادتی کر دی تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی خواہ زیادتی قلیل ہو یا کثیر ہو یہ جوہرہ نیرہ میں لکھا ہے اگر کہا کہ میرے واسطے ایک حبشی یا ہندی باندی خرید کر دے اور اس کا ثمن نہ بیان کیا تو صفت مذکورہ کے ساتھ اس کا خرید لینا جائز ہے بشرطیکہ ثمن مثل پر خریدی ہو یہ سراج الوہاج میں ہے۔

ایک دلال کو ہزار درہم دیئے کہ اس کی چیز خرید دے پس اگر وہ دلال کسی چیز کی خریداری میں مشہور ہے تو یہ وکالت اسی شے سے متعلق ہوگی ورنہ فاسد ہے ☆

اگر دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایسی ایسی جنس کی ایک باندی خرید دے اور ثمن ذکر نہ کیا تو یہ اس طور سے جائز ہے کہ جیسا لوگوں کا معمول اس جنس میں خریدنے کا ہے خرید کرے اور اگر کوئی مبیع کثیر الثمن [1] کہ عام لوگوں میں ایسا معاملہ نہیں رائج ہے خرید ا یا تو موکل پر لازم نہ ہوگی اگر کہا کہ میرے واسطے خز کا کپڑا کوفہ کا خرید دے اور ثمن ذکر نہ کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر کہا کہ خز کا کپڑا اسو ر ہم کو میرے واسطے خرید دے اور جنس بیان نہ کی تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک دیہاتی نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے لئے حبشی باندی خرید دے اور ثمن نہ بیان کیا تو وکیل کو اختیار ہے کہ اس قسم کے ثمن مثل پر خرید کر دے کہ جیسے دیہاتی خریدتے ہیں اور گر اس سے بھی تجاوز کیا کہ دیہاتی بھی نہیں خریدتے ہیں تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے ایک دلال کو ہزار درہم دیئے کہ اس کی چیز خرید دے پس اگر وہ دلال کسی چیز کی خریداری میں مشہور ہے تو یہ وکالت اسی شے سے متعلق ہوگی ورنہ فاسد ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے خریداری کے وکیل کرنے میں اگر کوئی قید ہو تو بالاجماع اس قید کا لحاظ کیا جائے گا خواہ وہ قید مشتری سے متعلق ہو یا ثمن سے متعلق ہو یہاں تک کہ اگر وکیل نے اس قید سے مخالفت کی تو خریداری اس کے ذمہ پڑے گی لیکن اگر خلاف کرنے میں موکل کی بہتری ہو تو موکل کو لازم ہوگی اگر کسی وکیل سے کہا کہ میرے واسطے ایسی باندی خرید کر دے کہ میں اس سے وطی کروں یا ام ولد بناؤں پھر اس نے

---

[1] کثیر الثمن یعنی اس کے دام بہت ہیں اور صورت میں اس لائق نہیں ہے۔

ایک مجوسی باندی یا موکل کی رضاعی بہن یا مرتد باندی خریدی تو یہ بیع موکل پر نافذ نہ ہوگی وکیل پر نافذ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے اگر کہا کہ میرے واسطے اس قدر داموں کو ایک باندی خرید دے کہ میں اس سے وطی کروں پس وکیل نے موکل کی عورت کی بہن یا پھوپھی یا خالہ رضاعی یا نسبی خرید دی تو موکل کے ذمہ نہ ہوگی بلکہ وکیل کے ذمہ پڑے گی اسی طرح اگر شوہر دار باندی یا طلاق بائن یا رجعی یا وفات سے عدت میں بیٹھنے والی باندی خرید دی تو بھی موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ وجیز کردری و قاضی خان میں ہے اگر ایسی باندی خرید دی کہ جس کے رتق کا عارضہ تھا پس اگر وکیل کو معلوم نہ ہوا تو موکل کے ذمہ ہوگی مگر واپس کرنے کا اختیار ہے اور اگر وکیل کو معلوم تھا تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی اسی طرح اگر وکیل کو معلوم نہ تھا مگر بائع نے اس سے ہر عیب سے برأت کر لی تھی تو بھی موکل کو لازم نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک باندی خرید دے کہ میں اس سے وطی کروں پس وکیل نے ایک لڑکی کہ جو وطی کرنے کے قابل نہیں ہے خرید دی تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور یہودیہ یا نصرانیہ خرید دی تو موکل کے ذمہ پڑے گی اور صابیہ بھی امام اعظمؒ کے قیاس پر موکل کے ذمہ ہوگی اور اگر ایسی باندی کی بہن خرید دی جو موکل کے پاس موجود ہے اور موکل نے اس سے وطی کی ہے تو موکل کو لازم ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ مجھے دو باندیاں خرید دے کہ میں دونوں سے وطی کروں گا پس ایک ہی عقد بیع میں دو بہنیں خریدیں یا ایک باندی اور دوسری اس کی پھوپھی یا خالہ رضاعی یا نسبی ایک ہی عقد میں خریدیں تو ہمارے نزدیک موکل کو لازم نہ ہوں گی اور اگر دو عقد بیع میں خریدیں تو ائمہ کے نزدیک موکل کے ذمہ پڑیں گی اور منتقیٰ میں لکھا ہے کہ اگر ایسے وکیل نے اس کے واسطے ایک باندی اور اس کی بیٹی خریدی تو موکل کے ذمہ پڑے گی کیونکہ وہ ایک کی وطی پر فی الحال قادر ہے اور دوسری اس پر بعد ایک کی وطی کے حرام ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کہا کہ میرے واسطے ایک باندی خدمت کے واسطے خرید دے یا روٹی پکانے کے واسطے خرید دے یا کوئی غلام خدمت کے واسطے یا کسی کام کے واسطے خرید دے پس اندھی یا دونوں ہاتھ کٹی یا دونوں پاؤں کٹی باندی خرید دے تو بالاجماع موکل کے ذمہ نہ پڑے گی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر اس واسطے وکیل کیا ہے کہ ایک گھوڑا میری سواری کے واسطے خرید دے پس اندھا یا بچہ یا ہاتھ کٹا خرید دیا تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کو اس واسطے وکیل کیا کہ ایک باندی مجھے اس واسطے خرید دے کہ میں اس کو کفارہ ظہار سے آزاد کروں گا پھر اس نے اندھی یا دونوں ہاتھ کٹی یا پاؤں کٹی خرید دی اور موکل کو معلوم نہ ہوا تو موکل کے ذمہ ہوگی مگر واپس کر دینے کا اس کو اختیار ہے اور اگر وکیل نے جان کر خریدی تو موکل کے ذمہ نہ پڑے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر موکل نے کہا کہ میرے واسطے ایک ترکی باندی خرید دے اور اس نے حبشی خرید دی تو موکل کے ذمہ نہ ہوگی اور وکیل کے ذمہ لازم ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے اگر اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک یہودی کپڑا خرید دے کہ میں اس کی قمیص بناؤں پس اس نے اس قدر کپڑا خریدا کہ قمیص نہیں بن سکتی ہے تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر وکیل سے خریدنے کو کہا کہ میرے واسطے تین روز کی خیار کی شرط کر لے اور اس نے بدوں شرط خیار کے خریدا تو وکیل کے ذمہ یہ بیع لازم ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے اگر کہا کہ میرے واسطے ہزار درہم کو ایک باندی خرید دے یا ایک باندی ہزار درہم کو میرے مال سے یا ان ہزار درہم سے یعنی اپنے مال کی طرف اشارہ کیا خرید دے تو یہ صورت وکیل بنانے کی ہے اور اگر وکیل نے خرید دی تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی اور اگر یوں کہا کہ باندی ہزار درہم کو خرید یا یہ باندی ہزار درہم کو خرید تو توکیل نہیں ہے اور اگر خریدی تو اسی کے ذمہ پڑے گی نہ کہنے والے کے ذمہ اور اگر دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک باندی ان ہزار درہم کو خرید اور اشارہ دیناروں کی طرف کیا تو یہ وکالت دیناروں سے خریدنے

ہو گی حتیٰ کہ اگر اس نے درہموں سے خریدی تو اسی کے ذمہ ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے وکیل نے اگر جنس کی قید میں الفت کی تو یہ خریداری موکل کے ذمہ نہ ہو گی اگرچہ جو کچھ اس نے خریدا ہے اس میں بہتری ہو مثلاً اس نے اپنا غلام ہزار درہم پر وخت کرنے کو کہا اور وکیل نے ہزار دینار کو فروخت کیا تو مخالفت ناجائز ہے اور اگر مخالفت وصف یا قدر میں ہو پس اگر وکیل کے کام بہتری ہو تو موکل پر نفاذ[1] ہو گا اور اگر ضرر ہو تو موکل پر نفاذ نہ ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک باندی ہزار درہم وخرید دے پس اس نے ہزار سے زیادہ کو خرید دی تو وکیل کے ذمہ پڑے گی نہ موکل کے اور اگر کہا کہ میرے واسطے ہزار درہم یا سو ینار کو ایک باندی خرید دے پس اس نے درہم یا دینار کے سوائے دوسری چیز کے عوض خریدی تو بالاجماع موکل کے ذمہ نہ پڑے گی راگر ہزار درہم ادھار پر خریدنے کو کہا اور اس نے نقد ہزار درہم کو خریدی تو موکل کے ذمہ[2] پڑے گی اور اگر ہزار درہم نقد کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے ہزار درہم ادھار پر خریدی تو وکیل کے ذمہ لازم ہو گی یہ بدائع میں ہے اگر ہزار درہم کو ایک باندی یدنے کا وکیل کیا پس اس نے آٹھ سو درہم کو خریدی اور ایسی باندی ہزار درہم کو آتی ہے تو موکل کے ذمہ پڑے گی یہ ینابیع میں لکھا ہے

اگر ایک خاص باندی سو دینار کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے اس قدر درہموں کو خریدی جن کی قیمت سو دینار ں تو مشہور روایت کے موافق سب کے نزدیک موکل کے ذمہ نہ پڑے گی اور حسن نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی کہ موکل کے ذمہ زم ہو گی یہ حاوی میں لکھا ہے۔

کر ایک باندی خریدنے کے واسطے اس کو وکیل کیا اور جنس وثمن اس کا بیان کر دیا پس اس نے اندھی ندی یا دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹی یا لنجی باندی خریدی یا مجنونہ خریدی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بائز اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ناجائز ہے ☆

ایک شخص نے دوسرے کو زید کا غلام خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر اس غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا پھر وکیل نے خرید کیا تو وکل کے ذمہ لازم نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر ایک باندی خریدنے کے واسطے اس کو وکیل کیا اور جنس وثمن اس کا بیان کر یا پس اس نے اندھی باندی یا دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹی یا لنجی باندی خریدی یا مجنونہ خریدی تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز اور ماحبینؒ کے نزدیک ناجائز ہے اور اگر کانی یا ایک ہاتھ ایک پاؤں کٹی ہوئی خریدی تو تو بالاتفاق جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور کر ایک ہاتھ اس کا کٹا ہے اور دوسری طرف سے اس کا ایک پاؤں کٹا ہے تو موکل کے ذمہ پڑے گی یہ بدائع میں ہے اگر کہا کہ میرے اسطے ایک رقبہ خرید دے تو بالاجماع اندھی یا دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹی جائز نہیں ہے اور اگر کانی یا ایک پاؤں کٹی ہوئی خریدی تو لاجماع موکل کے ذمہ پڑے گی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور ثمن وجنس بیان کر دی پس وکیل نے موکل کی ذورحم محرم خریدی یا ایسی باندی خریدی جس کی نسبت موکل نے قسم کھائی تھی کہ اگر میں اس کا مالک ہوں تو آزاد ہے تو خریدنا صحیح ہے اور وہ آزاد ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی کو ایک تو خیز وضعدار عورت کے خریدنے یا فروخت کا وکیل کیا پھر وہ بڑھیا ہو گی اور وکیل نے خریدی یا فروخت کی تو جائز ہے اسی طرح گائے بکری کا بچہ اگر بڑا ہو جائے تو یہی حکم ہے کذانی الظہیر یہ والمحط۔ اگر

---

[1] قولہ نفاذ مثلاً ہزار درہم کا حکم کیا اور اس نے ڈیڑھ ہزار کو بیچا اور ضرر کی صورت اس کے برعکس ہے۔

[2] ذمہ پڑے گی یعنی اسی کو لینی ہو گی اور یہ بیع اسی پر نافذ ہو گی۔

کہا کہ میرے واسطے ایک خادم ہزار درہم کو خرید دے تو یہ غلام و باندی دونوں کو شامل ہے کذا فی الذخیرہ قلت اردو زبان میں صرف غلام پر بولا جائے گا والمذکور اطلاق العرب اگر اس واسطے وکیل کیا کہ ایک درہم کا گوشت خرید دے پس اس نے بھیڑ یا گائے یا اونٹ کا گوشت خرید دیا تو موکل کے ذمہ ہوگا اور اگر اوجھ یا تلی یا سری یا پائے یا نمک دار گوشت یا چڑیوں کا گوشت یا وحشی جانوروں کا گوشت یا زندہ بکری یا ذبح کی گئی یا بے صاف کی ہوئی بکری خرید دی تو موکل کے ذمہ نہ ہوگی اور اگر ذبح کی ہوئی صاف بکری خرید دی تو موکل کے ذمہ ہوگی لیکن اگر ثمن قلیل دیا ہو تو نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر یہ حکم دیا کہ ایک درہم کا گوشت خرید دے پس اس نے پیٹ یا چکتی کی چربی خرید دی یا چکتی کا حکم دیا تھا اور اس نے چربی خرید دی یا چربی کا حکم دیا تھا اور اس نے چکتی خرید دی تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر گوشت خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے بھنا ہوا یا پکا ہوا خرید دیا تو موکل کو لازم نہ ہوگا لیکن اگر مسافر سرائے میں اترا ہو تو اسی پر محمول ہے اور ایک درہم کی مچھلی خریدنے کا وکیل کیا تو یہ وکالت بڑی تازی مچھلی سے متعلق ہے اور اگر سری خریدنے کا حکم کیا تو صرف بکری کی سری پر محمول ہے نہ گائے و اونٹ وغیرہ پر اور بھنی پر نہ کچی پر یہ سراج الوہاج میں ہے قلت اردو اطلاق میں بھیڑی و بکری دونوں کو شامل ہے اور کچی پر محمول ہے الا یہ کہ کسی خاص مقام کا رواج مثل مذکور کتاب کے ہو واللہ اعلم۔ انڈے خریدنے کے واسطے وکیل کرنے میں صرف خاص مرغی کے انڈے مراد ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دودھ خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جو دودھ شہر میں متعارف ہو بکری گائے بھینس وغیرہ کا مراد ہوگا اور یہی حکم چربی کا ہے اور اگر سب دودھ برابر بکتے ہوں یعنی سب متعارف ہوں تو سب پر محمول ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر تیل خریدنے کا وکیل کیا تو ہر تیل پر جو بازار میں بکتا ہے محمول ہے اور یہی حکم خوا کا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی کو درہم دے کر طعام خرید دینے کا حکم کیا تو کتاب امام محمدؒ میں لکھا ہے کہ گیہوں اور اس کا آٹا مراد ہوگا اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ اگر درہم اس قدر زیادہ ہوں کہ ان سے گیہوں ہی خریدے جایا کرتے ہیں تو آٹے اور روٹی پر حمل نہ کیا جائے گا اور اگر تھوڑے ہوں کہ ان سے آٹا یا گیہوں نہیں خریدے جاتے ہیں تو فقط روٹی مراد ہوگی اور اگر اوسط درجہ میں ہوں تو گیہوں اور آٹا مراد ہوگا نہ روٹی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ ان کے عرف کے موافق ہے لیکن ہمارے عرف میں طعام کا لفظ پختہ چیز پر مثل گوشت پختہ یا بھنے ہوئے کے یا جو روٹی کے ساتھ کھایا جاتا ہے بولتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

صدر الشہید نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے اور اگر اس کو درہم نہ دیئے اور کہا کہ طعام خرید دے تو موکل کے ذمہ نہ پڑے گا کیونکہ اس نے کیلی چیز خریدنے کا حکم کیا اور مقدار نہ بتلائی یہ تبیین میں لکھا ہے اگر کبش[1] خریدنے کا حکم کیا اور اس نے نعجہ خریدی تو موکل اس کا مالک نہ ہوگا اور اگر عناق خریدنے کا وکیل کیا اور اس نے جدی خریدی تو موکل کی نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے اگر گھوڑا یا برذون خریدنے کا وکیل کیا اور ثمن بیان کر دیا پس وکیل نے گھوڑوں یا برذونوں کی مادہ خرید دی تو شہری موکل پر نافذ نہ ہوگی اور دیہاتیوں کے واسطے جو مادیاں پالتے ہیں نافذ ہوگی اور خچروں میں اگر مادہ خرید دے تو شہری و دیہاتی دونوں موکلوں کے واسطے جائز ہے مگر آنکہ موکل نے نہ کہا اور وکیل نے مخالفت کر کے مادہ خریدی یا بالعکس تو البتہ ناجائز ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور بقر کی وکالت اور بروایۃ الجامع بقرہ کی وکالت نر و مادہ دونوں پر واقع ہوگی اور یہی[2] صحیح ہے قال المترجم۔ اُردو میں گائے کے نام سے مادہ اور بیل

---

[1] کبش و نعجہ میں نر و مادہ کا فرق ہے اور عناق و جدی میں بڑے چھوٹے کا اور مقدمہ دیکھو۔

[2] قولہ صحیح کیونکہ بقر و بقرہ اسم جنس ہے بخلاف ثور بمعنی بیل کے مثلاً۔

کے نام سے نر مراد ہو گا نہ مادہ واللہ اعلم۔ دجاج نر و مادہ دونوں کو شامل ہے اور دجاجہ یعنی مرغی صرف مادہ پر بولی جائے گی اور بعیر کی وکالت صرف اونٹ پر اور ناقہ کی وکالت صرف اونٹنی پر واقع ہوگی اور بقر کی وکالت جاموس یعنی بھینس پر واقع نہ ہوگی اگرچہ جاموس اسی جنس سے ہے کذانی البدائع اگر کسی فالیزی نے دوسرے کو ایک گدھا خریدنے کا وکیل کیا اور اس نے سواری کا خچر جو شہر والوں کے کام آتا ہے اور کام کاج میں نہیں چلایا جاتا ہے خرید دیا تو موکل کے ذمہ نہ ہوگا پس اگر ثمن بتلا دیا اور وکیل نے اس ثمن سے ایک گدھا خریدا کہ جس کی قیمت ثمن کے برابر یا کم ہے یا اس قدر زیادہ ہے کہ جس قدر خسارہ لوگ اس میں اٹھا لیتے ہیں تو موکل کے ذمہ ہوگا اور اگر اس کے برخلاف ہو تو وکیل کے ذمہ پڑے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر قربانی کے جانور خریدنے کا وکیل کیا تو یہ وکالت ایام قربانی تک مقید ہوگی یعنی ان تین دن تک خرید دیا تو موکل کا ہے ورنہ وکیل کا ہے اور کوئلہ اور برف خریدنے کی وکالت اسی سال کے اپنے اپنے موسم کے ساتھ مقید ہوگی یعنی برف مثلاً گرمیوں کے دنوں تک ہوگا اور اگر دوسرے سال اس کے موسم میں خرید دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر قربانی کی گائے سیاہ خریدنے کا وکیل کیا اور اس نے سپید یا سرخ خرید دی تو موکل کے ذمہ پڑے گی اور اگر مادہ گائے کا حکم کیا اور اس نے نر خریدا تو نہیں اور یہی حکم بکری کا ہے اور اگر صرف بقر کا لفظ کہا اور بقر مادہ نہ کہا تو موکل کے ذمہ پڑے گی اور اگر سینگوں دار مینڈھا قربانی کے واسطے خریدنے کا حکم کیا اور اس نے بے سینگوں والا خرید دیا تو موکل کے ذمہ نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔

ایک شخص کو دس درہم دے کر حکم کیا کہ اس کے گیہوں بونے کے واسطے خرید دے اور اس کو درہم دے دیئے تاکہ بو دے پس وکیل نے گیہوں خریدے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس نے گیہوں بونے کے دنوں میں خریدے اور ان کو بے وقت بویا تو خریداری موکل کے ذمہ ہوگی اور وکیل پر اسی قدر گیہوں لازم ہوں گے اور اگر وکیل نے بے وقت گیہوں خریدے تو اس نے اپنے واسطے خریدے اور موکل کے درہم اس کو واپس دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی کو اپنے واسطے ایک گدھا خریدنے کا حکم کیا تو یہ حکم ایسے گدھے کی نسبت سمجھا جاتا ہے جس پر حکم دینے والا سوار ہوتا ہے پس اگر حکم دینے والا مثلاً قاضی ہو اور وکیل نے دم کٹا اور کان کٹا خچر خرید دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر فالیزی ہو تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر حبشی غلام خریدنے کا کوئی شخص وکیل ہوا اور اس نے غلام کے دام اپنے صرف میں کر لئے اور غلام اپنے پاس سے خرید دیا تو غلام وکیل کا ہوگا اور یہی مختار ہے اور اگر غلام خرید کر موکل کو دے دیا پھر بائع کو وہ دام اپنے خرچ میں لانے کے بعد دوسرے درہم ادا کر دے تو جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی کو ایک خاص گھر خریدنے کا وکیل کیا پس اس نے آدھا خریدا پھر موکل نے باقی آدھا خریدا تو وکیل کا آدھا موکل کے ذمہ لازم نہیں ہو سکتا ہے اور اگر موکل نے پہلے آدھا گھر خریدا پھر باقی آدھا وکیل نے خرید دیا تو جائز ہے پھر اگر وہ آدھا جو موکل نے پہلے خریدا تھا استحقاق ثابت کر کے لے لیا گیا تو اس کو اختیار[1] ہو گا کہ باقی آدھا وکیل کا خریدا ہوا واپس کر دے اور اگر موکل سب گھر مول لے پھر آدھا استحقاق میں لیا جائے تو باقی واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر دو معین غلاموں کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا کہ ہزار درہم کو خرید دے پھر اس نے ایک غلام چھ سو درہم کو خریدا تو موکل کو لازم نہ ہوگا ☆

اگر کسی خاص غلام کے خریدنے کا وکیل کیا گیا اور اس نے آدھا خرید کیا تو خرید موقوف رہے گی اگر خصومت سے پہلے اس

---

[1] قولہ اختیار کیونکہ وکیل کی خرید مثل موکل کے ہے اور اگر موکل سب گھر خرید دے......۔

نے باقی آدھا بھی خرید دیا تو ہمارے اصحاب ثلاثہ کے نزدیک موکل کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر موکل نے وکیل سے خصومت کی اور وکیل نے ہنوز باقی نہیں خریدا ہے اور قاضی نے وکیل کے ذمہ لازم کیا پھر وکیل نے باقی خریدا تو بالاجماع وکیل کے ذمہ پڑے گا اور یہی حکم ہر چیز میں ہے جس کے ٹکڑے کرنے میں ضرر یا عیب آجاتا ہے جیسے باندی غلام کپڑا وغیرہ اور اگر ایسی چیز کے خریدنے کا وکیل کیا کہ جس کے ٹکڑے کرنا ضرر یا عیب نہیں ہے پس وکیل نے آدھی چیز خریدی تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی اور باقی کے خریدنے کے وقت تک توقف نہ ہوگا مثلاً سو درہم ایک کُر گیہوں کے واسطے دیئے اور وکیل نے آدھا کُر پچاس درہم کو خرید دیا تو جائز ہے اور اگر ایک ہزار درہم وہ غلاموں کے خریدنے کے واسطے دیئے پس ایک پانچ سو درہم کو خریدا تو بالاجماع موکل کے ذمہ لازم ہوگا اسی طرح اگر ایک جماعت غلاموں کے خریدنے کے واسطے دیئے پس ایک پانچ سو درہم کو خریدا تو بالاجماع موکل کے ذمہ لازم ہوگا اسی طرح ایک جماعت غلاموں کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے ایک خریدا تو بھی یہی حکم ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر دو معین غلاموں کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا کہ ہزار درہم کو خرید دے پھر اس نے ایک غلام چھ سو درہم کو خریدا تو موکل کو لازم نہ ہوگا بشرطیکہ ہزار کے حصہ سے زیادہ کو خریدا ہو اور اگر موافق حصہ کے یا کم پر خریدا ہو تو موکل کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر باقی غلام باقی داموں کو خرید دیا تو دونوں موکل کو لینے پڑیں گے یہ حاوی میں لکھا ہے ایک شخص کو ایک گھر ہزار درہم پر خریدنے کے واسطے حکم کیا پس وکیل نے ایسے گھر کا آدھا خریدا جس کا موکل اپنے بھائی کے ساتھ وارث ہوا تھا تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر ایک شخص کو حکم کیا کہ غیر مقسوم گھر کا آدھا ہزار درہم کو میرے واسطے خرید دے پس مشتری نے خرید کیا اور بائع کے ساتھ بٹوارہ کر لیا تو خرید جائز ہے اور قسمت باطل ہے اور اگر ایسی چیز میں وکالت ہو جو ناپی یا تولی جاتی ہے تو خریدنا اور بانٹنا سب جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک دار خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اس نے ایسا دار جس میں عمارت نہ تھی خرید لیا تو جائز ہے اس واسطے کہ دار میدان زمین کا نام ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ ایسا میدان خریدا جو دراصل بنا ہوا تھا پھر خراب ہو گیا اور میدان ہو گیا اور اگر ایسا میدان خریدا جس پر کبھی عمارت ہی نہ تھی تو جائز نہیں ہے کیونکہ وہ دار نہیں کہلاتا ہے قلت اور ہمارے عرف کے موافق دونوں صورتوں میں موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگا کیونکہ میدان ہمارے عرف میں کسی صورت میں دار نہیں کہلاتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر دس رطل گوشت ایک درہم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے بیس رطل ایک درہم کو خریدا حالانکہ ویسا گوشت دس رطل ایک درہم کو بکتا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس میں سے دس رطل آدھے درہم کو موکل کو لینا پڑے گا اور اگر اس گوشت کے دس رطل ایک درہم کو نہ بکتے ہوں تو بالاجماع کل گوشت وکیل کو لینا پڑے گا اور صاحبینؒ نے کہا کہ بیسوں رطل موکل کو لازم ہوں گے یہ سراج الوہاج میں ہے ایک شخص کو ایک کھرا درہم دے کر حکم کیا کہ اس میں سے کچھ کی روٹی اور کچھ کا گوشت خرید دے تو مشائخ نے فرمایا کہ اس صورت میں حیلہ یہ ہے کہ قصاب سے کہے کہ تو اپنے واسطے آدھے درہم کی روٹی خرید لا پھر یہ وکیل اس سے آدھے درہم کی روٹی اور آدھے درہم کا گوشت خرید کر کے پورا درہم اس کو دے دے یا روٹی والے کو آدھے درہم کا گوشت اپنے واسطے خریدنے کا حکم کرے پھر اسی طور سے اس سے خرید لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک شخص نے دس درہم کو ایک ہروی کپڑے کے خریدنے کے واسطے دوسرے کو وکیل کیا اور اس نے دو ہروی کپڑے دس درہم میں خریدے کہ ہر ایک دس درہم کا ہوتا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک کوئی دونوں میں سے موکل کو لینا لازم[1] نہ ہوگا اور اگر اس کو کسی خاص کپڑے معین کے خریدنے کا حکم کیا اور باقی مسئلہ یہی ہے تو

---

[1] کیونکہ ترجیح ممکن نہیں۔

موکل کو وہ کپڑا اپنے حصہ ثمن کے عوض لازم ہوگا اور اگر کسی خاص گیہوں کے خریدنے کا حکم کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ ان مسائل میں جس کو کسی چیز کے خریدنے کا حکم کیا گیا ہے اگر اس کو ثمن اشارہ کر کے اور نام لے کر دونوں طرح بتلایا اور مشار الیہ اس کے برخلاف نکلا جو اس نے نام لیا تھا پس یا دونوں مشار الیہ کے حال سے جاہل تھے یا ایک جاہل تھا یا دونوں واقف تھے مگر ہر ایک دوسرے کے واقف ہونے سے خبردار نہ تھا یا دونوں خبردار تھے پس پہلی تین صورتوں میں وکالت اس سے متعلق ہوگی جو ثمن اس نے نام رکھ کر بتلایا ہے تاکہ دونوں یا ایک فریب سے بچ جائے اور چوتھی صورت میں مشار الیہ سے متعلق ہوگا کیونکہ اشارہ میں پہچان زیادہ ہوتی ہے اور اگر مشار الیہ وہی جنس ہو جو اس نے نام لیا ہے تو وکالت مشار الیہ سے متعلق ہوگی لیکن اگر اس میں وکیل کا ضرر ہو مثلاً بدوں اس کی رضامندی کے ثمن اس کے ذمہ متقرر ہوا جاتا ہو تو ایسا نہ ہوگا دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک باندی بعوض اس کے جو اس تھیلی میں ہے ہزار درہم سے خرید دے اور تھیلی وکیل کو دے دی اس نے ہزار درہم کو ایک باندی خریدی پھر تھیلی کو جو دیکھا تو اس میں ہزار دینار یا ہزار پیسے نکلے یا نو سو درہم نکلے تو یہ خرید موکل کے ذمہ ہوگی اگر دونوں ناواقف تھے کہ تھیلی کے اندر کیا ہے یا ایک ناواقف تھا یا دونوں واقف تھے مگر ہر ایک یہ نہیں جانتا تھا کہ دوسرا جانتا ہے اسی طرح اگر وکیل نے تھیلی کی چیز کو دکھ کر باندی خریدی تو بھی خرید موکل کے ذمہ ہوگی کیونکہ وکالت جب پائی گئی تو اس سے متعلق ہوئی تھی جو اس نے نام لیا تھا یعنی ہزار درہم سے اسی طرح اگر تھیلی میں ڈیڑھ ہزار درہم نکلے اور موکل نے باندی ہزار درہم کو خریدی تو موکل کے ذمہ پڑے گی اسی طرح اگر یوں کہا کہ میرے لئے ایک باندی ہزار درہم کو نقد بیت المال[1] سے جو اس تھیلی میں ہے خرید دے پس موافق حکم کے اس نے خریدی پھر جو دیکھا تو تھیلی میں ہزار درہم غلہ کے نکلے یا یوں کہا کہ میرے واسطے ہزار درہم غلہ کے عوض جو اس تھیلی میں ہے خرید دے اور اس نے اسی طرح خریدی پھر جو دیکھا تو ہزار درہم نقد بیت المال تھیلی میں نکلے تو بھی خریداری موکل کے ذمہ لازم ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی غلام معین یا باندی معین کی خریداری کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے بعینہ مکیل وموزوں کے عوض یا کسی اسباب کے عوض خریدا تو بلا خلاف جائز نہیں ☆

اگر موکل نے ہزار درہم وکیل کے سامنے تول دیئے اور وکیل دیکھ رہا تھا اور کہا کہ ان سو دینار کے عوض میرے واسطے ایک باندی خرید دے پس وکیل نے موافق بیان موکل کے باندی خریدی تو خریداری اس کی ذات کے واسطے ہوگی اور اگر انہیں درہموں کے عوض خریدی تو موکل کے ذمہ پڑے گی اور اگر وکیل کو اس نے ایک تھیلی حوالہ کی اور کہا کہ میرے واسطے ایک باندی ان ہزار درہم کو جو اس تھیلی میں ہیں خرید دے پھر تھیلی مع جو کچھ اس میں تھا وکیل کے ہاتھ سے تلف ہوگئی پھر وکیل نے ہزار درہم کو ایک باندی موکل کے واسطے خریدی اور دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ یہ درہم ستوق یا رصاص تھے تو خریداری موکل کے ذمہ ہوگی اور یہ س صورت میں ہے کہ دونوں تھیلی دینے کے وقت ناواقف تھے کہ اس میں کیا ہے یا ایک نہیں واقف تھا یا دونوں واقف تھے مگر ایک کو وسرے کے وقوف کا علم نہ تھا اور اگر دونوں واقف تھے کہ اس میں کیا ہے اور ہر ایک کو دوسرے کے جاننے کا وقوف تھا تو وکالت مشار لیہ کے ساتھ متعلق ہوگی یہاں تک کہ اگر اس نے مشار الیہ کے تلف ہونے کے بعد خریدی تو خریداری اس کی ذات کے واسطے ہوگی ور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنے جاننے سے انکار کیا یا دوسرے کے وقوف سے خبردار ہونے سے انکار کیا تو اسی کا قول لیا جائے گا

[1] قولہ نقد بیت المال وہ کھرا بے میل نقد ہوتا ہے اور غلہ میں کھرے کھوٹے ملے جلے ہوتے ہیں۔

اور اگر دونوں نے استبازی سے کہا کہ درہم زیوف یا نبہرہ تھے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے پس اگر دونوں کو تھیلی دینے کے وقت وقوف نہ ہوا یا صرف ایک نے جانا یا دونوں نے جانا مگر ہر ایک کو دوسرے کے وقوف سے آگاہی نہ تھی تو خریداری وکیل کے ذمہ پڑے گی اور اگر زیوف درہم موکل کے پاس بعینہ قائم ہوں پھر اس نے ایک باندی ہزار درہم کھرے دے کر خریدی تو خریداری موکل کے ذمہ ہوگی لیکن اگر دونوں نے تھیلی دینے کے وقت جانا اور ہر ایک کو دوسرے کے جاننے کی خبر ہے تو وکالت مشار الیہ سے متعلق ہوگی اور اگر بعد تلف ہونے مشار الیہ کے اس نے باندی خریدی تو وکیل کے ذمہ پڑے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے دوسرے سے کہا کہ یہ غلام خرید لے اور مال دے دیا تو عرف میں یہ وکیل کرنا ہے اگرچہ اس نے یہ نہ کہا کہ میرے واسطے خرید دے یا اس مال کے عوض خرید دے اور وکیل کو اپنے واسطے خرید نا روا نہیں ہے اور اگر اپنے واسطے نیت کر لی تو بھی موکل کے واسطے ہوگا یہ قنیہ میں لکھا ہے اگر کسی غلام معین یا باندی معین کی خریداری کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے بعینہ مکیل و موزوں کے عوض یا کسی اسباب کے عوض خریدا تو بلا خلاف جائز نہیں ہے اور اگر مکیل یا موزوں غیر معین کے عوض خرید کیا تو یہ صورت کتاب الاصل میں مذکور نہیں ہے اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی نے دوسرے کو کسی خاص غلام کے خریدنے کے واسطے کسی قدر داموں معین کے عوض حکم کیا اور وکیل نے وکالت قبول کر لی پھر خریداری کے وقت گواہ کر لئے کہ میں اپنے واسطے خرید تا ہوں پھر غلام کو مثل اس ثمن مسمی کے عوض خریدا تو وہ موکل کے واسطے ہوگا اور اگر اس ثمن سے زیادہ کو یا دوسری جنس ثمن کے عوض خرید کیا تو اسی کے واسطے ہوگا اور اگر اس وکیل نے دوسرے کو خریدنے کا وکیل کیا اور اس نے خریدا تو بھی پہلے موکل کا ہوگا دوسرے کے واسطے نہ ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ دوسرے وکیل نے وکالت بدوں پہلے موکل کی موجودگی کے قبول کی ہو اور اگر پہلا موکل موجود ہے پس اگر دوسرے موکل نے کوئی دوسرا ثمن بیان کیا مثلاً پہلے نے ہزار درہم پر خریدنے کو کہا اور دوسرے نے سو دینار پر خریدنے کو بیان کیا اور دوسرے وکیل نے سو دینار کو خریدا تو دوسرے موکل کے واسطے ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر موکل نے کسی معین غلام کے خریدنے کا حکم کیا اور ثمن بیان نہ کیا پس اگر وکیل نے درہم یا دینار سے خریدا تو موکل کے واسطے ہوگا اگرچہ اپنے لئے نیت کی یا تصریح کر دی ہو اور اگر سوائے درہم و دینار کے اور کسی چیز کے عوض خریدا تو ہمارے علما کے نزدیک اسی کے واسطے ہوگا اور وکیل نے کسی دوسرے کو اسی شے کے خریدنے کا وکیل کیا پس اگر دوسرے وکیل نے اس کو پہلے وکیل کے واسطے خریدا تو پہلے کے واسطے ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ پہلے کے واسطے ہونے کی اس صورت میں یہی صورت ہو سکتی ہے کہ پہلا وکیل دوسرے سے یہ کہہ دے کہ یہ میرے واسطے خرید کر یا یہ خرید کر اور اگر یوں کہا کہ میرے موکل فلاں کے واسطے خرید کر اور دوسرے وکیل نے خریدا تو دوسرے وکیل کے واسطے ہوگا نہ پہلے وکیل کے واسطے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کے حضور میں خریدا پس اگر مثل اس ثمن کے عوض خریدا جو پہلی توکیل میں ہے یا اس سے کم پر خریدا تو یہ خریداری پہلے موکل کے واسطے ہوگی اور اگر پہلے ثمن سے زائد پر یا دوسری جنس کے عوض خریدا تو پہلے وکیل کے واسطے ہوگی اور اگر پہلے موکل نے اپنے وکیل سے کہا تھا کہ اپنی رائے سے کام کر پس پہلے نے دوسرے کو وکیل کیا اور اس نے پہلے کی غیبت میں مثل ثمن مذکور کے عوض خریدا تو پہلے موکل کے واسطے ہوگا پہلے وکیل کے واسطے نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے فلاں شخص کی باندی خرید دے اس نے ہاں یا نہیں کچھ نہ کہا اور جا کر خرید لی پس اگر کہا کہ میں نے موکل کے لئے خریدی تو اس کے لئے ہوگی اور اگر کہا کہ اپنے لئے خریدی تو اپنے لئے ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے

خریدی اور موکل کے لئے یا اپنے لئے کچھ نہ کہا پھر کہا کہ فلاں موکل کے لئے خریدی ہے پس اگر یہ قول باندی کے ہلاک ہونے یا اس میں عیب پیدا ہونے سے پہلے کہا تو تصدیق کی جائے گی اور اگر ہلاک یا عیب پیدا ہونے کے بعد کہا تو تصدیق نہ کی جائے گی یہ خلاصہ میں ہے کسی شے معین کے خریدنے کے وکیل نے اگر اس کو خریدا پھر موکل نے اس کے بعد خواہش نہ کی تو بیع لازم ہوگی اور واپس نہ ہو سکے گی یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے ایک شخص کو حکم دیا کہ فلاں غلام میرے اور اپنے درمیان مشترک خرید لے پس وکیل نے کہا کہ اچھا پھر وکیل نے جا کر خریدا اور گواہ کر لئے کہ میں نے اپنے ہی واسطے خریدا ہے تو موافق شرط کے دونوں میں مشترک ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک نے دوسرے سے کہا کہ فلاں شخص کا غلام میرے اور اپنے درمیان مشترک خرید لے پھر وکیل نے کہا کہ اچھا پھر دوسرے شخص نے وکیل سے مل کر یہی کہا اور وکیل نے قبول کر لیا پھر تیسرا شخص وکیل سے ملا اور اس نے بھی مثل پہلے کے اس سے کہا اور اس نے قبول کر لیا پھر وکیل نے وہ غلام خریدا پس اگر تیسرے کی وکالت کو وکیل نے دونوں پہلے موکلوں کے سامنے قبول کیا تھا تو یہ غلام وکیل اور تیسرے کے درمیان مشترک ہوگا اور پہلے دونوں کو کچھ نہ ملے گا اور اگر بدوں پہلے دونوں کی موجودگی و علم کے خریدا تو فقط پہلے دونوں میں نصف نصف مشترک ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ایک معین غلام کو پانچ سو درہم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل نے دوسرے غلام کے ساتھ اس کو ملا کر ہزار درہم کو ایک ہی صفقہ میں خریدا تو امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں وکیل کے ہوں گے اور موکل کے ذمہ کوئی لازم نہ ہوگا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ موکل کے ذمہ دونوں میں وہ ہوگا جس کو اس نے معین کر دیا تھا بشرطیکہ اس کا حصہ ثمن پانچ سو درہم یا کم ہو اور یہ اختلاف اس وقت ہے کہ موکل نے وکیل کرتے وقت ثمن بیان کر دیا ہو اور اگر بیان نہ کیا ہو تو بالاجماع جائز ہے بشرطیکہ جو غلام موکل کے واسطے خریدا ہے اس کا حصہ ثمن اس کی قیمت کے مساوی یا اتنا زائد ہو کہ جس قدر خسارہ ایسے معاملہ میں لوگ برداشت کر لیتے ہیں یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر کسی شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے فلاں شے معین اس قدر ثمن کو خرید دے اس نے اسی قدر ثمن کو خرید دی یہاں تک کہ خرید موکل کے واسطے ہوگئی پھر اس میں کوئی عیب پا کر بائع کو واپس کر دی پھر چاہا کہ اپنے واسطے خریدے پس اگر واپس کرنا قبضہ کے بعد بحکم قاضی یا قبضہ سے پہلے بحکم قاضی یا بدوں حکم قاضی کے ہوا تو وکیل اپنے واسطے نہیں خرید سکتا ہے ہاں اگر دوسری جنس کے عوض خریدے یا اس ثمن سے کچھ زیادہ دے کر خریدے تو ہو سکتا ہے اور اگر واپس کرنا قبضہ کے بعد بدوں حکم قاضی کے ہوا تو اپنے واسطے جس ثمن سے چاہے خرید لے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو ایک خاص چیز ہزار درہم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے ایک ہزار ایک سو درہم کو خریدا پھر بائع نے سو درہم ثمن میں سے کم کر دیئے تو غلام مشتری کا ہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

فصل:

غیر معین چیز خریدنے کے واسطے وکیل کرنے اور وکیل و موکل میں اختلاف ہونے کے بیان میں

ایک نے دوسرے کو ایک غلام خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور ایک دوسرے موکل نے بھی اس کو اسی واسطے وکیل کیا اور دونوں نے اس کو دام دے دیئے پس اس نے ایک غلام خریدا اور کہا کہ میں نے فلاں[1] شخص کی نیت سے اس کو خریدا ہے تو اس کا قول

---

[1] فلاں یعنی دونوں میں سے ایک کو خاص بیان کیا۔

مقبول ہوگا دو شخصوں میں سے ہر ایک نے ایک شخص کو ایک خاص غلام میں آدھا خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اس نے خریدا اور دونوں ثمن ایک ہی جنس کے ہیں اور اس نے کہا کہ میں نے فلاں کے واسطے نیت کی ہے تو اس کا قول لیا جائے گا اور اگر ثمن دو جنسوں سے ہو مثلاً ایک نے ہزار درہم کو اور دوسرے نے سو دینار کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے آدھا غلام سو دینار کو درہم والے موکل کی نیت سے خریدا تو خریداری وکیل کی ذات کے واسطے ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر غیر معین چیز کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اس نے کوئی غلام خریدا پس یا تو عقد بیع میں ثمن معین کی طرف اضافت[1] کی یا مطلق ثمن بیان کیا پس اگر ثمن معین بیان کیا تو مبیع اس ثمن والے کو ملے گی اگرچہ نیت اس کی برخلاف ہو اور اگر مطلق ثمن بیان کیا پس یا تو نقد دینا قرار پایا اور ادھا میعادی ہے پس اگر نقد فی الحال ہے تو اس صورت میں یا کسی کے واسطے نیت کرنے کا یا عدم نیت کا دونوں نے سچا اقرار کیا یا دونوں نے اختلاف کیا پس اگر کسی کے واسطے نیت کرنے کا دونوں نے اقرار کیا تو مبیع اسی کو ملے گی اور اگر نیت میں اختلاف کیا تو جس کا مال نقد دیا ہے اسی کے واسطے ہوگی اور اگر عدم نیت پر اتفاق کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک عقد کرنے والے کو ملے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مال جو ادا کیا ہے وہی[2] حاکم ہو جائے گا پس جس کا مال ادا کیا اسی کو ملے گی اور اگر ثمن میعادی ہو تو مبیع وکیل کو ملے گی اگر کسی غیر معین غلام کے خریدنے کا وکیل کیا اور وکیل نے غلام کو خریدا کہ اس کو موکل نے کبھی دیکھا ہے اور وکیل نے دیکھا نہیں ہے تو وکیل کے واسطے خیار رویت باقی رہے گا اور اگر غیر معین غلام خریدنے کا وکیل کیا گیا پس اس نے ایسا غلام خریدا کہ جس کو اس نے دیکھا ہے تو وکیل و موکل دونوں کے واسطے خیار رویت حاصل نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

کسی نے ہزار درہم کو ایک باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور دام دے دیئے پس وکیل نے خریدی اور موکل نے کہا کہ تو نے پانچ سو درہم کو خریدی ہے اور وکیل نے کہا کہ میں نے ہزار درہم کو خریدی ہے تو وکیل کا قول لیا جائے گا بشرطیکہ باندی ہزار کی قیمت کی ہو اور اگر پانچ سو درہم قیمت کی ہو تو موکل کا قول معتبر ہوگا اور اگر موکل نے اس کو دام نہیں دیئے ہیں اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو موکل کا قول لیا جائے گا اور باندی وکیل کے ذمہ پڑے گی مگر پہلے دونوں ایک دوسرے کے دعویٰ پر قسم کھائیں گے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر کسی معین باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اس نے خریدی پھر وکیل اور موکل میں اختلاف پڑا وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درہم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا اور میں نے تیرے حکم کے موافق خریدی اور موکل نے کہا کہ میں نے پانچ سو درہم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا اور میں نے تیرے حکم کے موافق خریدی اور موکل نے کہا کہ میں نے پانچ سو درہم کو خریدنے کے واسطے حکم کیا تھا اور تو نے ہزار درہم کو اپنے واسطے خریدی ہے تو موکل کا قول معتبر ہوگا اور باہم دونوں سے قسم نہ لی جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اگر خاص اس غلام کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور ثمن نہ بیان کیا پس وکیل نے خریدا پس وکیل نے کہا کہ میں نے ہزار درہم کو خریدا ہے اور بائع نے اس کی تصدیق کی اور موکل نے کہا کہ پانچ سو درہم کو خریدا ہے تو دونوں سے قسم لی جائے گی اور اسی کو شیخ ابو منصور نے اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ قسم نہ لی جائے گی اور اسی کو فقیہ ابو جعفر نے اختیار کیا ہے اور ظاہراً پہلا قول صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے لئے اپنا بھائی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے خریدا پس موکل نے کہا کہ یہ میرا بھائی نہیں ہے تو قسم لے کر اس کا قول لیا جائے گا اور مبیع وکیل کے ذمہ پڑے گی اور غلام آزاد ہو جائے گا کیونکہ اس کے اقرار پر موکل کا بھائی اور اس کی طرف سے آزاد ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر دوسرے کو ایک ہندی غلام خریدنے کا وکیل کیا اور وکیل نے موافق حکم موکل کے ہندی غلام خریدا پس موکل کے پاس

---

[1] یعنی فلاں درہم یا فلاں شخص کے مال سے۔

[2] یعنی مال کے ذریعہ سے دونوں میں فیصلہ ہے پس جس شخص کا مال ادا کیا ہے اسی کے واسطے خرید قرار پائے گی۔

اس کو لایا اور موکل نے کہا کہ یہ تو میرا غلام ہے مجھ سے فلاں شخص نے غصب کر لیا تھا اور وکیل نے کہا کہ یہ فلاں شخص کا غلام ہے میں نے تیرے واسطے خرید ا ہے پس اس کی دو صورتیں ہیں اگر وکیل کو ثمن دیا گیا ہے تو موکل کا قول قبول نہ ہوگا اور اگر نہیں دیا ہے تو اس کا قول لیا جائے گا کہ وکیل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جب تک اپنے دعویٰ پر گواہ نہ لائے موکل سے ثمن لے لے اور اگر اس نے گواہ سنائے تو اس کا دعویٰ مقبول ہوگا اور اگر موکل نے بھی غلام اپنی ملک ہونے کے گواہ سنائے تو وکیل کی گواہی مقدم رکھی جائے گی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم کسی غلام کے خریدنے کے واسطے دیئے پھر وکیل ایک غلام لایا اور کہا کہ میں نے اسے ہزار درہم کو خریدا ہے اور موکل نے کہا کہ تو نے اس کو نہیں خریدا ہے اور میں نے تجھ کو وکالت سے برطرف کر دیا پس میرے واسطے کوئی چیز نہ خریدنا تو وکیل کا قول مقبول[1] ہے اسی طرح اگر یوں کہا کہ میں نے تیرے لئے اس شخص سے ایک غلام خریدا اور قبضہ کر لیا تھا پھر وہ مر گیا تو جائز ہے اور ہزار درہم اس کو دلائے جائیں گے اور اگر وکیل نے کہا کہ میں نے تیرے لئے ہزار درہم کو ایک غلام ایک شخص سے خریدا اور کسی ایسے شخص کو نہ بتلایا جو پہچانا جائے پس موکل نے کہا کہ تو نے میرے واسطے کچھ نہیں خریدا ہے اور میں نے تجھ کو وکالت سے برطرف کیا تو وکالت سے خارج ہو جائے گا پس اگر اس کے بعد کسی خاص شخص کا نام لیا تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے یہ غلام ہزار درہم کو فلاں شخص کے مال سے خریدا ہے اور فلاں شخص نے کہا کہ میں نے تجھے اس واسطے حکم کیا تھا پھر اس نے کہا کہ تو نے مجھے حکم نہیں کیا تھا بلکہ میں نے تیرے ہزار درہم غصب کر کے اس کا یہ غلام خرید دیا تو درہموں کے مالک کا قول لیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی ہزار درہم کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اس نے دو ہزار درہم کو خرید کر موکل کے پاس بھیج دی اور اس نے اس کو ام ولد بنایا پھر وکیل نے کہا کہ میں نے دو ہزار درہم کو خریدی تھی پس اگر وکیل نے اس کو بھیج دینے کے وقت یہ کہا کہ یہ وہی باندی ہے جس کے خریدنے کے واسطے تو نے مجھے وکیل کیا تھا اور میں نے تیرے لئے خرید کر دی ہے پھر کہا کہ دو ہزار کو خریدی ہے تو اس کی بات کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر گواہ پیش کئے تو سماعت نہ ہوگی اور اگر وقت ارسال کے کچھ نہیں کہا تھا پھر دو ہزار درہم پر خریدنے کا دعویٰ کیا تو اس کا قول لیا جائے گا اور اس کو اختیار ہوگا کہ چاہے باندی مع عقر اور بچہ کی قیمت کے موکل سے واپس کر لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی خریدنے کے واسطے ہزار درہم دیئے اور کہہ دیا کہ اپنے پاس سے پانچ سو درہم تک زیادہ بڑھا دے پھر وکیل نے کہا کہ میں نے ڈیڑھ ہزار درہم کو خریدی ہے اور موکل نے کہا کہ ایک ہزار کو تو ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی اور پہلے وکیل کی طرف سے قسم لی جائے گی پس اگر اس نے قسم کھالی تو باندی کی ایک تہائی وکیل کی اور دو تہائی موکل کی ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر وکیل نے کہا کہ میں نے یہ چیز موکل کے واسطے خریدی ہے اور موکل نے کہا کہ تو نے اپنے واسطے خریدی ہے پس اگر کسی خاص معین غلام کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا ہو اور وکیل نے اس کے خریدنے کی خبر دی ہو اور غلام زندہ موجود ہو تو بالاجماع وکیل کا قول لیا جائے گا خواہ ثمن نقد دیا ہو یا نہ دیا ہو اور اگر خبر دینے کے وقت غلام مر چکا ہو اور کہا کہ بعد خریدنے کے غلام مر گیا اور وکیل نے انکار کیا پس اگر ثمن نقد ادا نہیں کیا ہے تو موکل کا قول لیا جائے گا اور اگر نقد دیا ہو تو قسم لے کر وکیل کا قول لیا جائے گا اور اگر غلام غیر معین خریدنے کا وکیل کیا اور غلام زندہ موجود ہے پس وکیل نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے خریدا ہے اور موکل نے کہا کہ بلکہ تو نے اپنے واسطے خریدا ہے پس اگر ثمن نقد دیا تو وکیل کا قول اور اگر نہیں دیا تو موکل کا قول امام اعظمؒ کے نزدیک لیا جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک وکیل کا قول لیا جائے گا اور اگر غلام مر گیا ہو پس اگر ثمن نقد دیا ہے تو

[1] مقبول یعنی یہ غلام موکل کو لازم ہے اور خرید کا دعویٰ وکیل قبول ہے ہاں آئندہ سے وہ وکالت سے برطرف ہوا۔

وکیل کا قول اور اگر نہیں دیا ہے تو موکل کا قول لیا جائے گا یہ تبیین میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص کو ہزار درہم دیئے اور حکم کیا کہ اس کی باندی یا کوئی چیز معین خرید دے پس وہ دام وکیل کے پاس تلف ہو گئے پھر اس نے خریدی تو وکیل کے ذمہ ہو گی اور اگر بعد خرید نے کے دام دینے سے پہلے تلف ہو گئے پس اگر وکیل کے پاس تلف ہوئے تو موکل کے ذمہ پڑے گی اور اسی قدر موکل سے لے لے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ خریداری سے پہلے یا بعد تلف ہو جانے پر دونوں میں اتفاق ہوا اور اگر اختلاف ہو تو موکل کا قول اس کی دانست پر قسم لے کر معتبر ہوگا اور اگر درہم تلف نہ ہوئے یہاں تک کہ وکیل نے ادا کر دیئے پھر ایک نے استحقاق ثابت کر کے بائع کے قبضہ سے لے لئے تو بائع وکیل سے اور وکیل موکل سے پھر اسی قدر وصول کر لیں گے اور اگر بعد خریداری کے وکیل کے پاس تلف ہو گئے اور اس نے موکل سے پھر وصول کر لئے پھر دوسری بار بھی وہ وکیل کے قبضہ میں تلف ہوئے تو موکل سے پھر وصول نہیں کر سکتا ہے اسی طرح اگر خرید نے کے بعد بھی اس نے موکل سے ہزار درہم ابتدا میں وصول کئے اور وہ وکیل کے پاس تلف ہو گئے تو موکل سے نہیں لے سکتا ہے اور بائع کو اپنے پاس سے ادا کرے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص کو ہزار درہم دیئے اور حکم کیا کہ ان کا ایک غلام خرید دے پھر وکیل درہموں کو اپنے گھر رکھ کر بازار گیا اور جا کر موکل کے لئے ایک غلام خرید کر کے اپنے گھر بائع کے ساتھ لایا تا کہ بائع کو وہ درہم دے دے جا کر دیکھا تو درہم کوئی شخص چرا کر لے گیا تھا اور غلام اس کے گھر میں مر گیا پھر بائع نے اس سے دام مانگے اور موکل نے غلام مانگا تو مشائخ نے فرمایا کہ وکیل موکل سے دام لے کر بائع کے سپرد کرے اور پہلے دام اور غلام وکیل کے پاس امانت میں ضائع ہوئے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ گواہوں سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ اس نے غلام خریدا تھا اور وہ مر گیا اور اگر صرف اس کے کہنے سے یہ بات معلوم ہوئی تو اس امر میں اس کی تصدیق کی جائے گی کہ اس پر ضمان نہیں ہے اور اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کہ موکل دوبارہ دام دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم ایک باندی خرید نے کے واسطے دیئے اور اس نے خریدی پھر وکیل نے وہ درہم زیوف یا بنہرہ یا ستوق یا رصاص پائے اور بائع کو دینے لایا اور اس نے نہ لئے پھر وہ وکیل کے پاس ضائع ہو گئے تو موکل کا مال گیا اور وکیل موکل سے ہزار درہم کھرے لے کر بائع کو دے گا اور اگر بائع نے وہ درہم وکیل سے لے کر ایسے پائے اور وکیل کو پھیر دے اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوئے پس اگر اس نے یزوف یا بنہرہ پا کر واپس کئے تھے تو تلف ہونا وکیل کے ذمہ ہوگا پھر وہ ہزار درہم کھرے اپنے پاس سے ڈانڈ دے گا اور موکل سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر ستوق یا رصاص پا کر واپس کئے تو تلف ہونا موکل کے ذمہ پڑے گا اور وہ موکل سے ہزار درہم کھرے لے کر بائع کو دے گا اور اگر کھرے لینے کے بعد اس کے پاس تلف ہو گئے تو وکیل کا مال گیا پھر موکل سے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک باندی ہزار درہم کو خرید دے اور وکیل نے خریدی اور ہنوز نہ اس پر قبضہ کیا تھا اور نہ درہم دیئے تھے کہ موکل نے اس کو دام دیئے کہ جا کر ادا کر دے پھر وکیل نے ثمن تلف کر دیا اور وہ تنگدست ہے تو بائع کو اختیار ہے کہ ثمن وصول کرنے کے عوض باندی کو روک رکھے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ موکل سے مواخذہ کرے اور وکیل موکل سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر موکل نے دوبارہ ثمن دے دیا حالانکہ اس پر دینا ضروری نہیں ہے تو وہ باندی لے لے گا اور بائع انکار کر سکتا ہے پھر موکل وکیل سے اپنے درہم واپس کرے گا اور اگر موکل نے درہم نہ دیئے تو بالاتفاق قاضی اس باندی کو درہموں کے عوض فروخت کرے گا اگر بائع اور موکل راضی ہوں اور اگر دونوں یا موکل راضی نہ ہوا تو بھی امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور جب قاضی نے اس کو فروخت کیا اور دوسرے ثمن میں بہ نسبت پہلے کے زیادتی ہے تو وہ موکل کو ملے گی اور اگر نقصان ہو تو بائع

اپنا نقصان وکیل سے لے لے گا نہ موکل سے پھر موکل بائع سے اپنے درہم جو اس نے دیئے ہیں واپس لے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ان ہزار درہموں کی ایک باندی خرید دے اور درہم دکھلا کر اس کو دیئے نہیں ہیں یہاں تک کہ وہ درہم چوری ہو گئے پھر وکیل نے باندی خریدی تو موکل کے ذمہ پڑے گی اسی طرح اگر چوری نہ گئے لیکن موکل نے اس کو اپنی ضرورت میں خرچ کر ڈالا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر موکل نے وکیل کو دے دیئے اور اس کے پاس سے چوری ہو گئے تو اس پر ضمان نہیں ہے پھر اگر اس کے بعد وکیل نے باندی خریدی تو وکیل کے ذمہ پڑے گی خواہ وکیل کو درہم تلف ہونے کی خبر ہو یا خبر نہ ہو اور اگر اس کو ہزار درہم دے کر باندی خریدنے کا حکم کیا پھر اس میں سے پانچ سو درہم وکیل کے پاس تلف ہو گئے اور پانچ سو باقی رہے پھر وکیل نے ایک باندی خریدی اور ہزار درہم ثمن ہے تو وکیل کی ہو گی اور اگر پانچ سو درہم کو خریدی پس اگر پانچ سو درہم قیمت کی ہے تو وکیل کی ہو گی اور اگر ہزار درہم قیمت کی ہے یا اس قدر کم ہے کہ لوگ اتنا خسارہ اٹھا لیتے ہیں تو موکل کی ہو گی یہ ذخیرہ میں ہے دوسرے کے غلام سے کہا کہ تو اپنے آپ کو میرے واسطے اپنے مالک سے خرید لے اور غلام نے قبول کر لیا پھر اپنے مالک کے پاس جا کر اپنے آپ کو خریدا پس اگر اس نے یہ کہا کہ مجھے میرے ہاتھ ہزار درہم کو فروخت کر دے اس نے فروخت کیا اور غلام نے قبول کیا تو وہ آزاد ہے اور اس پر ہزار درہم واجب ہوں گے اور اس کی ولاء اس کے مالک[1] کو ملے گی اسی طرح اگر کلام کو مطلق چھوڑا کہ مجھے فروخت کر دے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ مجھے فلاں شخص کے واسطے ہزار درہم پر فروخت کر دے اس نے فروخت کیا اور غلام نے خریدا تو وکالت صحیح اور بیع موکل کی ہو گی اور مال غلام کی گردن پر ہو گا کہ اس کو موکل سے لے لے گا اور اگر بائع نے ثمن کے عوض غلام کو روکنا چاہا تو اس کو یہ اختیار نہ ہو گا پس اگر موکل نے اس میں عیب پا کر بائع سے جھگڑا کرنا چاہا پس اگر یہ عیب خرید کے روز غلام کو معلوم تھا تو واپس نہیں ہو سکتا ہے اور اگر غلام اس عیب کو نہیں جانتا تھا تو واپس کر سکتا ہے اور وہی والی خصومت اس غلام کا ہے اور غلام کو اختیار تھا کہ بدوں موکل کی رائے دریافت کرنے کے واپس کرے اور اگر اپنے آپ کو مالک سے موکل کے واسطے ہزار درہم کو عطیہ وصول ہونے کے وعدہ پر خریدا تو عقد فاسد ہے اور اگر عقد بیع کے بعد غلام مر گیا تو موکل اس کی قیمت جہاں تک پہنچی ہو ادا کرے گا اور اگر غلام نے اپنے نفس کو موکل کے واسطے ایک ہزار دس درہم کو بوعدہ عطیہ یعنی میعاد مجہول کے یا کسی میعاد معروف کے خریدا اور موکل نے ہزار کا حکم دیا تھا تو بیع کے وقت سے آزاد ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر غلام نے کسی کو اپنی ذات کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا کہ ہزار درہم کو اس کے مالک سے خرید دے اور وکیل کو ہزار درہم دے دیئے پس وکیل نے خریدنے کے وقت اس کے مالک سے کہا کہ میں تیرا غلام تجھ سے اسی کے واسطے خریدتا ہوں اور اس نے فروخت کر دیا تو وہ آزاد ہو گیا اور اس کی ولاء اس کے مالک کو ملے گی اور اگر خریدنے کا نام لیا اور کسی کو بیان نہ کیا تو غلام وکیل کی ملک ہو گا اور ہزار درہم جو وکیل سے لئے ہیں مولیٰ کو مفت ملیں گے اور مشتری یا غلام پر ہزار درہم ثمن یا بدل عتق کے واجب ہوں گے اور اس صورت میں کہ وکیل نے کسی کو بیان نہ کیا تو مالک مشتری سے ہزار درہم لے گا کیونکہ وہی عاقد و مالک غلام ہے اور اگر بیان کر دیا کہ غلام کے واسطے اس کو خریدتا ہوں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ غلام آزاد ہو جائے گا اور مال غلام پر واجب ہو گا نہ وکیل پر اور یہی صحیح ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر ایسا غلام مدبر ہو تو وہ خریدنے کے وقت سے آزاد ہو جائے گا خواہ وکیل نے مطلقاً خریدا ہو یا اپنی طرف نسبت کیا ہو یا مدبر کی طرف منسوب کیا ہو اور اگر مال کو عطیہ وصول ہونے تک ادھار رکھا ہو تو اسی وقت ملے گا اور سب صورتوں میں مال غلام آزاد پر ہو گا اور کسی صورت میں وکیل[2] پر نہ ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے خریداری کے وکیل نے اگر مبیع میں کچھ عیب پایا تو بدوں دریافت

[1] مالک یعنی اول مالک جس نے فروخت کیا ہے۔ [2] قولہ نہ ہو گا کیونکہ مدبر کی خرید جائز نہیں اور اعتاق جائز ہے تو ہم نے معنی پر عمل کیا پس مدبر کی طرف سے اعتاق قبول کرنے کا وکیل ہوا۔

رائے موکل کے واپس کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ چیز اسی کے قبضہ میں موجود ہو یہ خلاصہ میں ہے خریداری کے وکیل نے اگر مبیع موکل کے سپرد کردی پھر بائع کے پاس آکر عیب میں جھگڑا کیا تو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن اس امر کے گواہ سنائے کہ موکل نے واپس کرنے کا حکم دیا ہے تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر موکل نے مبیع پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ وکیل نے اس میں عیب پایا پھر واپس کرنے کا حکم موکل نے اس کو دیا پس وکیل عیب پر راضی ہو گیا اور بائع کو اس عیب سے بری کر دیا تو موکل کو اختیار ہے چاہے مبیع کو اس عیب کے ساتھ قبول کر لے اور کچھ اس کو نہ ملے گا یا وکیل کے ذمہ ڈالے اور اپنا ثمن واپس کر لے پس اگر موکل نے ہنوز باندی کا لینا یا وکیل کے ذمہ ڈالنا کچھ نہیں اختیار کیا تھا یہاں تک کہ باندی وکیل کے پاس مرگئی تو اس کا مال گیا[1] اور موکل وکیل سے بقدر حصہ عیب کے واپس لے گا یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر باندی نہ مری لیکن کانی ہوگئی تو موکل کے ذمہ پڑے گی اور اس کو اختیار ہوگا کہ وکیل سے اس قدر حصہ نقصان عیب کی قیمت جس پر وہ راضی ہو گیا ہے واپس لے اور اگر کانی نہ ہوئی اور موکل نے وکیل کے ذمہ ڈالنا اختیار کیا اور اس کے ذمہ ڈالی اور ثمن وصول کر لیا پھر وکیل نے اس میں سوائے اس عیب کے جس پر وہ راضی ہوا ہے دوسرا عیب پایا اور یہ عیب بائع کے پاس کا ہے تو اس عیب کی وجہ سے اس کو نہ موکل نہ بائع کسی کو واپس نہیں دے سکتا ہے یہ محیط میں ہے خریداری کے وکیل نے اگر مبیع میں عیب پا کر اس پر راضی ہو کر قبضہ کیا پس اگر وہ عیب مثلاً اندھے ہونے وغیرہ کے مثل استہلاک نہیں ہے تو موکل کے ذمہ پڑے گی اور اگر ایسا عیب ہے کہ بمنزلہ ہلاک کے شمار ہے کہ ویسا نقصان لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو موکل کے ذمہ نہ پڑے گی اور وکیل کے ذمہ ڈال سکتا ہے اور یہ صاحبین کا قول ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں صورتیں یکساں ہیں اور اگر باایں ہمہ عیب اس کی قیمت اس قدر رہو کہ جتنے کو خریدی ہے یا اتنا نقصان ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کے حکم سے اس کے لئے ایک غلام خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر اس میں عیب پایا اور بائع کو اس عیب سے بری کر دیا پس موکل نے کہا کہ چونکہ تو نے عیب سے بری کر دیا اس لئے میں نے اس کو تیرے ذمہ ڈالا اور وکیل نے قبول نہ کیا تو بدوں حکم قاضی اس کے ذمہ نہ پڑے گا اور اگر قاضی نے حکم دے دیا تو ایسا ہے گویا اس نے موکل سے اس کو خریدا ہے پھر اگر اس نے دوسرا عیب پایا تو بدوں اس کے کہ پہلے موکل کو واپس کرے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر خریداری کے وکیل کے پاس خریدی ہوئی باندی موجود ہے اور اس نے عیب کی وجہ سے واپس کر دینی چاہی اور بائع نے دعویٰ کیا کہ موکل اس عیب پر راضی ہو گیا ہے تو بدوں گواہی کے مقبول نہ ہوگی اور اگر یہ قسم دلانا چاہے کہ موکل کے راضی ہونے کو وکیل جانتا ہے تو بائع کو یہ اختیار نہیں ہے پس اگر بائع کے پاس موکل کے عیب پر راضی ہونے کے گواہ نہ ہوں اور وکیل نے باندی واپس کر دی پھر موکل نے حاضر ہو کر رضامند ہونے کا دعویٰ کیا اور باندی لینا چاہی اور بائع نے انکار کیا اور کہا کہ قاضی نے بیع توڑ دی اب تو نہیں لے سکتا ہے تو قاضی اس قول کی طرف التفات نہ کر کے باندی موکل کو دلائے گا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ قول صرف امام محمدؒ کا ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں سب کا یہی قول ہے اور یہی اصح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر وکیل نے باندی واپس کر کے ثمن لے لیا اور وہ اس کے پاس تلف ہو گیا تو وکیل کا مال گیا اور وہ اسی قدر مال موکل کو ڈانڈ دے گا پھر اگر بائع کی تصدیق موکل نے اس امر میں کی کہ میں عیب پر راضی ہوا اور باندی پر قبضہ کر لیا تو بائع کو اپنے پاس سے ثمن دے گا اور خود ہی ثمن ادا کرے گا اور باندی پر قبضہ کرے گا اور موکل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بائع سے کہے کہ ایک مرتبہ تو نے وکیل سے ثمن وصول کرنے کا اقرار کیا ہے اور دوسری بار مجھ سے لے نہیں سکتا ہے پھر اگر موکل نے اس میں دوسرا عیب پایا تو خود ہی خصومت کرنے اور واپس کرنے کا متولی ہوگا اور اگر بعد قاضی کے بیع فسخ

---

[1] قولہ اس کا مال قال فی الاصل یموت من مال الوکیل یعنی وکیل کا مال گیا والصحیح ظاہر انہ من مال الموکل یعنی موکل کا مال گیا۔ واللہ اعلم۔

کرنے اور وکیل کے باندی واپس کرنے کے وکیل نے اقرار کیا کہ موکل عیب پر راضی ہو گیا تھا تو بائع کو اختیار ہے کہ چاہے باندی رہنے دے یا وکیل کو پھیر دے اور اگر موکل نے اقرار کیا کہ میں عیب پر راضی ہو گیا ہوں تو باندی موکل کی ہو گی کہ وکیل بائع سے لے کر اس کے سپرد کر دے اور بائع کا ثمن وکیل پر ہوگا اور اگر وکیل نے باندی واپس کرتے وقت بائع سے ثمن وصول کر لیا ہو اور اگر باندی میں دوسرا عیب نکلا تو وہی اس کا مخاصم ہوگا یہ محیط میں ہے اگر کسی کو ایک باندی خریدنے کا حکم دیا اور وکیل نے خریدی اور قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اس کے کسی عیب پر مطلع ہوا اور موکل اس عیب پر راضی ہو گیا تو یہ جائز ہے اور اگر موکل نے عقد بیع کو توڑ دیا تو اس کے توڑنے سے کچھ کام نہیں چلتا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

خریداری کے وکیل نے اگر ہزار درہم کو ایسا غلام خریدا جس کی قیمت تین ہزار درہم ہے پھر اس میں عیب پایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور خیار رویت یا خیار شرط میں ایسا ہوا تو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی غیر معین غلام خریدنے کے وکیل نے اگر ایسا غلام خریدا کہ جس میں ایک عیب ہے کہ جس کو موکل جانتا ہے اور وکیل کو اس کا علم نہیں ہے تو وکیل اس کو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے خریداری کا وکیل اگر مر گیا پھر موکل نے مبیع میں کچھ عیب پایا تو وکیل کا وارث یا وصی اس کو واپس کرے اور اگر اس کا وارث یا وصی نہ ہو تو موکل خود واپس کرے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے خریداری کے وکیل سے ثمن کا مطالبہ اس کے ذاتی مال سے کیا جائے گا اگرچہ ہنوز موکل نے اس کو نہ دیا ہو اور وکیل کو اختیار ہے کہ موکل سے ثمن لے لے اگرچہ اپنے مال سے اس نے ہنوز ادا نہ کیا ہو اور اس کو اختیار ہے کہ جس قدر دام اس نے دیئے ہیں ان کو وصول کرنے کے واسطے مبیع کو موکل کو دینے سے روک لے اور اگر روک لینے سے پہلے مبیع وکیل کے پاس ہلاک ہو گئی تو موکل کا مال گیا اور وکیل پر ضمان نہیں ہے اور اگر بعد روکنے کے تلف ہوئی تو ثمن کے عوض گئی اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ نے کسی کتاب میں یہ صورت ذکر نہیں فرمائی کہ اگر وکیل نے دام نہ ادا کئے اور بائع نے اس کو مبیع سپرد کر دی تو اس صورت میں بھی وکیل کو روکنے کا اختیار ہے کہ موکل کو دام لینے سے پہلے نہ دے اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ اس کو یہ اختیار ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے خرید کے وکیل نے اگر ثمن اپنے پاس سے ادا کر دیا پھر موکل اس کو دوسرے شہر میں ملا اور مبیع اس کے پاس نہیں ہے اور موکل سے ثمن طلب کیا اور اس نے بغیر مبیع لئے ثمن دینے سے انکار کیا پس اگر پہلے ایسا ہوا ہو کہ جب مبیع دونوں کے سامنے موجود تھی اس وقت موکل نے مانگی ہو اور وکیل نے بدوں ثمن لئے دینے سے انکار کیا ہو تو اب اس کو اختیار ہے کہ بدوں مبیع لئے ثمن دینے سے انکار کرے اور اگر ایسا نہیں ہوا ہے تو انکار نہیں کر سکتا ہے کیونکہ ثمن اس کے ذمہ قرض ہو گیا ہے یہ بحر الرائق میں ہے اگر ہزار درہم کو ایک باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے ہزار کو خرید کر دام دے کر اس پر قبضہ کر لیا اور موکل کو دینے سے منع نہیں کیا یہاں تک کہ موکل نے اس کو پانچ سو درہم دے دیئے پھر باندی طلب کی اور اس نے روکی اور اس کے ہاتھ میں مر گئی تو وکیل کو وہ پانچ سو درہم جو اس نے قبضہ کئے ہیں دیئے جائیں گے اور باقی طلب کرے گا اور اگر اس نے پہلے ہی سے روک لی ہو تو اس پر قبضہ کئے ہوئے درہم بھی واپس کر دینا واجب ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر بعد روکنے کے اس کی ایک آنکھ جاتی رہی تو ثمن میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا اور موکل کو اختیار ہے چاہے پورے ثمن میں لے لے ورنہ چھوڑ دے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ وکیل نے اگر ہزار درہم کو ایک غلام ایک سال کے وعدے پر خریدا اور قبضہ کیا اور موکل نے اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ میعاد آ گئی اور بائع نے وکیل کو مال کے واسطے پکڑا پھر وکیل نے چاہا کہ ثمن وصول کرنے کے واسطے موکل کو دینے سے روکے تو اس کو اختیار نہ ہوگا اور اگر روکا تو ضامن ہوگا اور اگر موکل نے اس پر قبضہ کر لیا پھر وکیل نے آ کر موکل کی بلا موجودگی اس کو لے لیا اور یہ نہ کہا کہ جب تک ثمن نہ دے گا نہ دوں گا اور وہ وکیل کے پاس مر گیا تو موکل پس ثمن ساقط ہو گیا اور

وکیل کا لے لینا گویا موکل کو بدوں ثمن لئے دینے سے منع کرنا شمار ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر موکل نے وکیل کو حکم دیا کہ دو باندیاں ہر ایک ہزار درہم کی یا دونوں ہزار درہم کی خرید دے پھر وکیل نے خرید کر کے دونوں پر قبضہ کیا پھر موکل نے خاص ایک اس میں سے طلب کی اور وکیل نے انکار کیا یہاں تک کہ مرگئی تو فقط اسی کا ثمن باطل ہو گیا پھر اگر موکل نے کہا کہ مجھے دوسرے کی ضرورت نہیں ہے تو اس کے کہنے پر التفات نہ کیا جائے گا اور بقدر حصہ کے موکل کو لازم ہوگی اور اگر وہ نہ مری جس کے دینے سے وکیل نے انکار کیا تھا بلکہ دوسری مرگئی تو باقی اس کو لینی پڑے گی اور دونوں کے دام اس کو دینے پڑیں گے اور اگر موکل نے یہ حکم دیا کہ میرے واسطے دو باندیاں ایک ہی صفقہ میں ایک باندی ہزار درہم نقد کو اور دوسری ایک ہزار درہم ادھار ایک سال کے وعدہ پر خرید دے اور اس نے موافق حکم کے خرید دیں اور قبضہ کر لیا اور موکل نے طلب کیں پس اس نے دونوں کے دینے سے انکار کیا یعنی ثمن لے کر دوں گا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور چاہئے کہ وہ باندی جو ایک سال کے وعدہ پر ہے اس کو دے دے ہاں نقد قیمت والی داموں کے لینے کے واسطے روک سکتا ہے اور اگر ادھار باندی کو اس نے روکا اور وہ مرگئی تو وکیل کو اس کی قیمت دینی پڑے گی اور اگر نقد داموں والی کو روکا یہاں تک کہ مرگئی پھر موکل نے کہا کہ مجھے دوسری ادھار والی کی ضرورت نہیں ہے تو اس کا کہنا مقبول نہ ہوگا اسی طرح اگر اس نے دونوں کو دو ہزار درہم نقد دینے خریدنے کے واسطے حکم دیا اور اس نے اسی طرح خریدیں اور موکل کو دینے سے منع نہ کیا یہاں تک کہ بائع نے مشتری کو ایک باندی کے داموں کے واسطے پکڑا تو یہ صورت اور پہلی صورت سب باتوں میں جو ہم نے بیان کر دیں یکساں ہے یہ محیط میں ہے اگر خریداری کے وکیل نے اپنے مال سے دام ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور موکل نے اس کی تصدیق کی اور بائع نے تکذیب کی تو وکیل موکل سے نہیں لے سکتا ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔

وکیل خرید نے اگر کوئی شے معین جس کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا تھا خریدی اور ثمن نہ دیا یہاں تک کہ بائع نے اس کو کچھ مہلت دے دی تو صحیح ہے اور یہ مہلت موکل کے واسطے بھی ثابت ہوگی اور وکیل کو اختیار نہ ہوگا کہ موکل سے میعاد آنے سے پہلے مواخذہ کرے اور اگر بائع نے وکیل سے کچھ دام گھٹا دیئے تو وہ موکل سے گھٹا کر لے اور اگر بائع نے سب دام وکیل کے ذمہ سے گھٹا دیئے تو یہ موکل کے حق میں ثابت نہ ہوگا یہاں تک کہ وکیل کو اختیار ہوگا کہ موکل سے سب دام لے اور اگر کچھ ثمن ہبہ کر دیا ہو تو موکل سے بھی اسی قدر دام کم ہو جائیں گے اور اگر کل دام ہبہ کیے تو یہ موکل کے حق میں ثابت نہ ہوگا اور اگر بائع نے سب دام سے بری کر دیا تو سب ہبہ کرنے کے مانند حکم ہے یہ محیط میں ہے اور اگر بائع نے وکیل کو پہلے پانچ سو درہم ہبہ کر دیئے پھر باقی پانچ سو درہم بھی ہبہ کر دیئے تو وکیل اپنے موکل سے پہلے پانچ سو درہم نہیں لے سکتا ہے اور دوسرے پانچ سو درہم لے لے گا اور اگر نو سو درہم پہلے ہبہ کر دیئے پھر سو درہم تو وکیل فقط سو درہم موکل سے لے سکتا ہے اور یہ سب امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے کذانی فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

باب : ③

بیع کرنے کے واسطے وکیل کرنے کے بیان میں

وکیل بیع کو تھوڑے یا بہت دام یا اسباب کے عوض مبیع فروخت کر دینا جائز ہے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس قدر خسارہ کے ساتھ بیچنا کہ لوگ برداشت نہیں کرتے ہیں جائز نہیں ہے اور سوائے درہم و دینار کے دوسری چیز کے عوض بیچنا بھی جائز نہیں ہے یہ ہدایہ میں ہے اور صاحبینؒ کے قول پر نفیس چیز ہو یا خسیس ہو فتویٰ ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور یہ اختلاف مطلقاً وکالت میں ہے ورنہ اگر موکل نے کہہ دیا کہ ہزار درہم کو یا سو دینار کو فروخت کر دے تو کم پر بیچنا بالاجماع جائز نہیں ہے

یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر کسی غلام کو بعوض کسی اسباب کے جس کا وصف بیان کر دیا گیا ہے فروخت کر دینے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے بعوض اسباب کے کھلا ہوا خسارہ اٹھا کر فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے وکیل بیع کو ادھار بیچنے کا اختیار ہے اور منتقی میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ حکم تجارت میں ہے اور اگر حاجت کے واسطے ہو مثلاً ایک عورت نے اپنا سوت بیچنے کو دیا تو یہ وکالت نقد بیچنے کے واسطے ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں ہے بیع مطلق کے واسطے جو شخص وکیل ہے اگر اس نے اسباب کو کسی میعاد کی ادھار پر فروخت کیا پس اگر یہ مدت ایسے اسباب میں تاجروں میں معروف ہے تو ہمارے علماء کے نزدیک جائز ہے اور اگر یہ مدت تاجروں میں متعارف نہیں ہے مثلاً پچاس برس کے وعدہ پر فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے قلت اس زمانہ میں صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ ضروری ہے مشائخ نے فرمایا ادھار بیچنا اس وقت جائز ہے کہ اس شخص کے فروخت کرنے میں یعنی وکالت میں کوئی ایسا لفظ نہ ہو جو نقد بیچنے پر دلالت کرتا ہو اور اگر ہو گا تو ادھار بیچنا جائز نہ ہو گا مثلاً کسی سے کہا کہ یہ غلام فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دے یا کہا کہ جا اس غلام کو فروخت کر دے کہ قرض خواہ میری جان کھائے جاتے ہیں یا مجھے اپنے بال بچوں کے کھانے پینے کی ضرورت ہے تو ان صورتوں میں اُدھار بیچنا جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

وکیل بیع نے اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جس کی گواہی وکیل کے حق میں درست نہیں ہے پس اگر قیمت سے زیادہ کو فروخت کیا تو بالاخلاف جائز ہے اور قیمت سے کم پر غبن فاحش کے ساتھ فروخت کیا تو بالاجماع جائز نہیں ☆

ادھار بیچنے کے واسطے وکیل کرنا ایک مہینہ اور اس سے زیادہ ادھار کے واسطے لیا جائے گا اور اگر ایسے وکیل نے نقد بیچ ڈالا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر اس نے نقد اسی قدر داموں کو دیا جتنے کو ادھار بکتا تھا تو جائز ہے اور اگر اس سے کم کو بیچا تو جائز نہیں ہے اور دوسرے مشائخ نے کہا کہ مطلقاً جائز ہے اسی طرح اگر کہا کہ مت بیچ مگر نقد تو بھی یہی حکم ہے اگر کسی ایسی چیز کے بیچنے کے واسطے جس پر خرچہ اور بار برداری پڑتی ہے وکیل کیا تو وہ اسی شہر تک ہو گی جس میں وکیل اور موکل دونوں موجود ہیں اور اگر موکل اس کو دوسرے شہر میں لے گیا اور چوری ہو گئی یا ضائع ہو گیا تو وکیل ضامن ہو گا اور اگر وکیل اس کو دوسری جگہ نہ لے گیا اور خود جا کر وہاں فروخت کیا تو جس جگہ بیع واقع ہوئی ہے اسی جگہ سپرد کرنا اس پر واجب ہو گا اور اگر ایسی چیز نہ ہو جس کی بار برداری یا خرچہ پڑتا ہے تو وکالت اسی شہر کے واسطے مخصوص نہ ہو گی یعنی اگر دوسرے شہر میں لے جائے اور چوری ہو تو وکیل ضامن نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے بیع مطلق کے وکیل نے اگر بطور بیع فاسد کے بیچا تو بیع اور تسلیم سے ضامن نہ ہو گا اور وکیل واپس لے سکتا ہے اور جو شخص بیع فاسد کے واسطے وکیل ہے اگر اس نے صحیح طور سے بیع کیا تو استحساناً جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے وکیل بیع مبیع کو اپنے واسطے نہیں خرید سکتا ہے کیونکہ ایک ہی شخص مشتری اور بائع نہیں ہو سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر موکل نے حکم دیا کہ اپنے ہاتھ خرید یا فروخت کر دے تو بھی نہیں جائز ہے اسی طرح اگر وکیل نے اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی بیع جائز نہیں ہے اور اگر اپنی مکاتب یا غلام کے ہاتھ فروخت کیا تو بالاجماع جائز نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے وکیل بیع نے اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جس کی گواہی وکیل کے حق میں درست نہیں ہے پس اگر قیمت سے زیادہ کو فروخت کیا تو بلاخلاف جائز ہے اور قیمت سے کم پر غبن فاحش کے ساتھ فروخت کیا تو بالاجماع جائز نہیں ہے اور اگر غبن بہت زیادہ نہ ہو کم ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ

ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر مثل قیمت کے عوض فروخت کیا تو امام اعظمؒ سے دو روایتیں ہیں اور ظاہر روایت یہ ہے کہ ناجائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر موکل نے وکیل کو ایسے لوگوں کے ہاتھ فروخت کرنے کا حکم دیا یا اس طرح اجازت دی کہ جس کے ہاتھ تیرا جی چاہے فروخت کر دے تو بالاجماع ایسے لوگوں کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے لیکن اگر اپنے ہاتھ خود فروخت کر دے یا اپنے نابالغ لڑکے یا اپنے ایسے غلام کے ہاتھ جس پر قرض نہیں ہے فروخت کر دے تو قطعاً جائز نہیں ہے اگر چہ موکل نے صراحۃً ان لوگوں کے ہاتھ فروخت کرنے کی اجازت دی ہو اور یہی حکم خرید کے وکیل کا ہے جبکہ ان لوگوں سے خرید کرے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر وکیل نے موکل کے باپ یا بیٹے یا مکاتب یا غلام ماذون کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر غلام کے وکیل نے اس کو اس کے مالک کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اپنا اسباب بیچنے کے واسطے وکیل کیا اس نے کہا کہ کتنے کو فروخت کروں پس موکل نے کہا تو جان یا اس کو اور اس کے مول کو تو جان پس اس نے ناچیز داموں کو فروخت کر دیا تو اس کو واپس کر دینے کا اختیار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے موکل نے اگر وکیل سے کوئی شرط کی اور شرط میں ہر وجہ سے مقید کیا مثلاً یوں کہا کہ تو اس کو اس طرح فروخت کر دے کہ مجھ کو ہر وجہ سے نفع ہو تو وکیل کو ہر طرح اس کا لحاظ رکھنا چاہئے خواہ نفی کے ساتھ تاکید لایا ہو یا نہ لایا ہو چنانچہ اگر کہا کہ اس کو خیار کے ساتھ فروخت کر دے اس نے بلاخیار فروخت کیا تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص کو اپنا غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا اور کہا کہ تین روز تک میرے واسطے خیار کی شرط کر لے یہ بھی حکم دیا پس اس نے بلاشرط خیار فروخت کیا تو بیع جائز نہیں ہے اور اگر فروخت کرنے میں موکل کے واسطے خیار کی شرط کی تو خیار وکیل اور موکل دونوں کے واسطے ثابت ہو جائے گا اور اگر موکل نے مطلقاً بیع کے واسطے حکم کیا اور وکیل نے فروخت میں موکل یا اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کی تو صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر موکل نے ایسی شرط لگائی کہ جو اس کے حق میں بالکل نافع نہیں ہے بلکہ مضر ہے تو وکیل پر اس کا لحاظ رکھنا واجب نہیں ہے خواہ نفی سے تاکید کی ہو یا نہ کی ہو چنانچہ اگر یوں کہا کہ اس کو ہزار درہم ادھار پر فروخت کر دے یا یوں کہا کہ نہ فروخت کر مگر ہزار درہم ادھار پر پھر وکیل نے ہزار درہم نقد پر فروخت کیا تو موکل کی طرف سے جائز ہوگی اور اس پر نافذ ہوگی اور اگر ایسی شرط لگائی کہ ایک وجہ سے اس کے حق میں نافع ہے اور ایک طرح سے نافع نہیں ہے پس اگر نفی کے ساتھ اس کی تاکید کی تو لحاظ رکھنا واجب ہے چنانچہ اگر کہا کہ اس بازار میں فروخت کر اس نے دوسرے بازار میں فروخت کیا پس اگر نفی کے ساتھ نہ موکد کیا تو موکل پر نافذ ہوگی اور اگر موکد کیا ہے تو یہ بیع اس پر نافذ نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر موکل نے کہا کہ میرا یہ غلام فروخت کر اور گواہ کر لینا اس نے فروخت کیا اور گواہ نہ کر لئے تو جائز ہے اور اگر کہا کہ بدوں گواہ کرنے کے فروخت نہ کرنا اور اس نے بدوں گواہ کے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ کو اس غلام کے فروخت کرنے کا اس شرط سے وکیل کیا کہ تو اس کے فروخت کرنے پر گواہ کر لے پھر اس نے بدوں گواہ کئے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ گواہوں کے ساتھ اس کو فروخت کر تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے بیع کے واسطے وکیل کیا اور منع کر دیا کہ فروخت نہ کرے مگر جبکہ فلاں شخص موجود ہو تو بدوں اس کی موجودگی کے فروخت نہ کرے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اگر یہ حکم دیا کہ اس غلام کو رہن یا کفیل لے کر فروخت کرے پس وکیل نے بدوں رہن یا کفیل کے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے خواہ موکل نے نفی کے ساتھ تاکید کی ہو یا نہ کی ہو یعنی یوں کہا ہو کہ نہ فروخت کرنا مگر رہن یا کفیل لے کر یا نہ کہا ہو اور اگر یوں کہا ہو کہ ایسا رہن لے کر فروخت کرے کہ جس میں مضبوطی ہے تو بیع نہیں جائز ہے مگر جبکہ ایسی چیز رہن لی

ہو جس کی قیمت سے مبیع کے دام پورے حاصل ہو سکتے ہوں یا صرف اس قدر کمی پڑتی ہو کہ جس قدر لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر موکل نے مطلقاً رہن لے کر کہہ دیا تو تھوڑا سا رہن لے کر فروخت کرنا بھی جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ اس کو فروخت کر دے اور کفیل لے لے یا یوں کہا کہ اس کو فروخت کر دے اور رہن لے لے تو بھی بدوں کفیل یا رہن لئے جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

پھر اگر وکیل و موکل نے وکالت میں کسی قسم کی شرط ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف کیا تو موکل کا قول لیا جائے گا اسی طرح اگر بغیر[1] اس ثمن کے فروخت کرنے کا حکم دینے کا دعویٰ کیا تو بھی موکل کا قول لیا جائے گا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اگر ہزار درہم کو فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے زیادہ کو بیچا تو بیع نافذ ہوگی اور اگر کم کو بیچا تو نافذ نہ ہوگی اور اگر سوائے درہم کے کسی چیز کے عوض بیچا تو بھی نافذ نہ ہوگی اگرچہ اس کی قیمت ہزار درہم سے زیادہ ہو یہ سراج الوہاج میں ہے کسی نے دوسرے کو اپنا ایک غلام ہزار درہم کو بیچنے کا حکم دیا اور اس نے آدھا ہزار درہم کو بیچا پھر باقی آدھا سو دینار کو تو پہلے آدھے کی بیع جائز اور دوسرے کی ناجائز ہے اور اگر پورا غلام ہزار درہم کو بیچا تو کل کی بیع جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر آدھا غلام ایک درہم کم ایک ہزار درہم اور ایک کُر گیہوں کے عوض بیچا تو باطل ہے اور اگر غلام بعوض ہزار درہم اور ایک کُر معین گیہوں کے بیچا تو موکل کو اختیار ہے چاہے کل بیع باطل کر دے یا اجازت دے اور کُر وکیل کا ہوگا اور اس پر بقدر اس کے حصہ قیمت کے واجب ہوگا کہ غلام کی قیمت میں ادا کرے اور اگر اس کو ہزار درہم پر بیچا پھر مشتری نے ایک کُر معین یا غیر معین زیادہ کیا تو بلا اختیار بیع جائز ہے اور کُر موکل کو ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے نصف یا کوئی حصہ معلومہ کسی کے ہاتھ بیچا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع جائز ہے خواہ باقی اس مشتری کے ہاتھ بیچا ہو یا نہ بیچا ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے مگر جبکہ باقی بھی فروخت کر دے اور یہی حکم ہر ایسی چیز میں جاری ہے جس کے ٹکڑے کرنے میں ضرر اور ٹکڑے ہونا اس میں عیب شمار کیا جاتا ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں جیسے کیلی اور وزنی چیزیں ان کی وکالت میں اگر تھوڑی فروخت کر دی تو بالاتفاق جائز ہے اسی طرح اگر چند ایسی چیزیں جو گنتی سے بکتی ہیں اور باہم قریب برابر کے ہیں ان کے بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے ایک فروخت کر دی تو بالاتفاق جائز ہے کذا فی شرح الطحاوی۔ اگر حکم دیا ہو کہ یہ غلام فلاں شخص کے ہاتھ قرض فروخت کر دے اس نے دوسرے شخص کے ہاتھ قرض بیچ ڈالا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس نے فلاں شخص اور دوسرے شخص دونوں کے ہاتھ بیچا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس نصف کی بیع جو دوسرے کے ہاتھ بیچا ہے جائز نہیں ہے اور جو نصف فلاں شخص کے ہاتھ بیچا ہے اس کی بیع جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے مگر جبکہ باقی بھی فروخت کر دے کذا فی الذخیرہ۔

اگر ہزار درہم میں دو باندیاں فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا گیا اور اس نے ایک باندی پانچ سو درہم یا کم یا زیادہ کو فروخت کر دی تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے مگر جبکہ دوسرے کو بھی فروخت کر کے ہزار درہم پورے کر دے یا زیادہ کر دے تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر موکل نے کہا کہ یہ غلام فروخت کر دے اور فلاں کے ہاتھ فروخت کر دے تو اس کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ ڈالنے کا اختیار ہے اور اگر کہا کہ فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دے اور وکیل نے دوسرے کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر موکل نے کہا کہ یہ غلام ہزار درہم کو ایک سال کی ادھار پر فروخت کر دے اور وکیل

---

[1] یعنی وکیل نے مثلاً سو درہم کے عوض فروخت کیا اور موکل نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس ثمن کے عوض بیچنے کا حکم نہیں کیا تھا بلکہ پچیس دینار کے عوض حکم کیا تھا۔

نے ہزار یا زیادہ کو نقد بیچا تو جائز ہے اور اگر ہزار درہم سے کم نقد پر بیچا تو جائز نہیں ہے اور اگر دو ہزار درہم کو ایک سال و ایک ماہ کی ادھار پر بیچا تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے بیع کے واسطے مطلقاً وکیل کیا پھر کہا کہ آج اس کو نہ بیچنا پھر دوسرے روز وکیل نے بدوں تجدید وکالت کے فروخت کر دیا تو جائز ہے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے ایک شخص کو اپنا غلام فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور غلام دے دیا اور منع کر دیا کہ بعد بیع کے جب تک ثمن نہ لے لے غلام نہ دے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ ممانعت باطل ہے اور اگر بعد بیع کے وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا تو مشتری کا مال گیا اور وکیل ہی دام وصول کرنے کا متولی ہوگا اور موکل کو اختیار ہوگا کہ وکیل سے داموں کی ضمانت لے یہ محیط میں ہے اور اگر وکیل نے دام لینے سے پہلے سونپ دیا اور وہ دام ڈوب گئے تو وکیل پر ڈانڈ نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر موکل نے غلام وکیل کو دے دیا اور کہا کہ جب تک دام نہ لے لے مشتری کے ہاتھ غلام نہ بیچے اور اس نے دام لینے سے پہلے فروخت کیا تو بیع باطل ہے مبیع مشتری سے پھیر لے اور اگر غلام وکیل کو نہیں دیا اور اس نے موکل کے ہاتھ میں ہونے کی حالت میں ہزار درہم نقد فی الحال میں بیچ ڈالا تو جب تک دام نہ لے لے غلام سپرد کرنے کا اس کو اختیار نہیں ہے خواہ موکل نے دام لینے سے پہلے دینے سے منع کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر ہزار درہم کو ایک مہینے کی ادھار پر بیچا اور غلام موکل کے ہاتھ میں ہے تو بیع صحیح ہے اور موکل کو مشتری کو نہ دینے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ یہ بھی موکل کے تحت حکم داخل ہے پس گویا خود اسی نے فروخت کیا اور خود ادھار فروخت کرنے پر سپرد کرنے کے واسطے مجبور کیا جاتا ہے ہکذا فی المحیط۔

اگر غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا اور غلام دے دیا پھر وکیل نے اس کو فروخت کیا اور ہنوز مشتری کے سپرد نہ کیا تھا کہ موکل نے وکیل کے گھر سے اس کو لے لیا اور وکیل کو دام لینے سے پہلے دینے سے منع کر دیا تو صحیح ہے اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ موکل کے گھر سے لے کر دام لینے سے پہلے مشتری کو دے دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور غلام موکل کے پاس ہے اور موکل نے وکیل کو نہ لینے کا حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا پس وکیل نے فروخت کیا پھر اس کو موکل کے گھر میں سے مشتری کو دینے کے واسطے لے لیا اور اس کے ہاتھ میں مشتری کو دینے سے پہلے مر گیا تو وکیل پر ڈانڈ نہیں ہے کیونکہ دام ادا ہونے کے وقت سپرد کرنے کے لئے وکیل کو ضرورت ہے کہ غلام پر قبضہ کرے تاکہ سپرد کر سکے لیکن اگر موکل منع کر دے تو البتہ نہیں لے سکتا ہے اور یہاں موکل نے منع نہیں کیا اور اگر غلام نہیں مرا اور درہم لینے سے پہلے وکیل نے مشتری کو دے دیا تو موکل کو اختیار ہے کہ تاوقتیکہ دام نہ ادا ہوں مشتری سے لے لے اور اگر موکل نے غلام پھیر لیا پھر مشتری دام لایا تو موکل غلام کو وکیل کے سپرد کر دے گا اور حکم دے گا کہ مشتری کے حوالہ کرے اور وہ ثمن لے لے گا کذا فی المحیط پس اگر اس نے ثمن نہ لیا یہاں تک کہ غلام مشتری کے پاس مر گیا تو موکل کسی وکیل یا مشتری سے قیمت کی ڈانڈ نہیں لے سکتا ہے لیکن وکیل مشتری سے دام لے کر موکل کو دے دے گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر اس کو بیچنے کا حکم دیا اور قبضہ کرنے سے منع کیا اور اس نے بیع سے پہلے قبضہ کر لیا اور بیع کرنے سے پہلے اس کے پاس مر گیا تو اس کی قیمت کا ضامن[1] ہوگا پس اگر غلام نہیں مرا ہے جس وقت اس نے فروخت کیا تو بیع صحیح ہوگی اگرچہ اس پر غلام کی ضمانت ہے اور اگر نہ مرا یہاں تک کہ اس نے مشتری کے سپرد کر دیا اور اس کے پاس مر گیا تو وکیل قیمت کا ضامن نہیں ہے اگرچہ بیع سے پہلے قبضہ کر لینے سے غاصب ٹھہرا ہے کیونکہ بعد غصب کے بھی بیع کا حکم باقی ہے اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک وکیل داموں کا ضامن نہ ہوگا بلکہ مشتری سے لے کر موکل کو دے دے گا۔

اگر غلام مشتری کے پاس نہ مرا یہاں تک کہ موکل نے اگر مشتری سے لے لیا پھر دام ادا ہونے سے پہلے وکیل نے موکل کے

---

[1] قولہ ضامن ہوگا قلت فی الاصل ہہنا سقوط العبارۃ فانظر المقدمۃ۔

گھر میں سے مشتری کو دینے کے واسطے اس کو لے لیا اور دینے سے پہلے وکیل کے پاس مر گیا تو وکیل ضامن نہیں ہے کیونکہ وہ بیع کے بعد قبضہ کر سکتا ہے اور بیع ٹوٹ گئی یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص کو اپنا غلام بیچنے کا حکم دیا اور ثمن پر قبضہ کرنے سے منع کیا مگر فلاں شخص کے سامنے یا گواہ کر کے قبضہ کرے تو اس کا منع کرنا صحیح نہیں ہے اور وکیل کو اختیار ہے کہ بدوں فلاں شخص یا بدوں گواہوں کے وصول کر لے اور اگر موکل نے خود ہی غلام بیچا اور وکیل کو ثمن پر قبضہ کرنے کے واسطے مقرر کیا پھر منع کر دیا کہ بدوں فلاں شخص یا گواہوں کے وصول نہ کرے تو بیع صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر مکاتب نے ایک شخص کو اپنا غلام فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کرنے کا حکم کیا اور اس نے غیر کے ہاتھ بیچا اور وکیل نہیں ہے تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو اپنا غلام سو دینار کو بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے ہزار درہم کو فروخت کیا اور موکل کو معلوم نہ ہوا کہ کتنے کو فروخت کیا ہے اور وکیل نے کہا کہ میں نے غلام بیچ ڈالا اور موکل نے کہا کہ میں نے اجازت دی تو بیع ہزار درہم کو جائز نہ ہوگی کذا فی الخلاصہ اور اگر موکل نے کہا کہ میں نے جس طرح تجھے حکم دیا تھا اسی بیع کی اجازت دی تو درہموں سے بیچنا جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ دیناروں کے بیچنے کے وکیل نے اگر دینار خود رکھ لئے اور اپنے دینار بیچے تو جائز نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر غلام وکیل کو دیا اور کہا کہ اس کو ہزار درہم کو سات مثقالی وزن کے درہموں سے فروخت کر دے اور وکیل نے دو ہزار پنج مثقالی درہموں کو بیچا تو جائز ہے کیونکہ اسے جس قدر داموں کو موکل نے کہا تھا اسی جنس کے زیادہ داموں کو بیچا ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے ایک شخص کو اس واسطے وکیل کیا کہ میرا غلام ہزار درہم کو فروخت کرے اور قیمت اس کی ہزار درہم ہے پھر بھاؤ بدل گیا اور اس کی قیمت دو ہزار درہم ہو گئی تو وکیل کو ہزار درہم میں بیچنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر وکیل نے اپنی خیار پر فروخت کیا پھر مدت خیار کے اندر اس کی قیمت بڑھ کر دو ہزار درہم ہو گئی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو اپنی بیع تمام کر دینے کا اختیار ہے اور صاحبینؒ نے اس میں خلاف کیا ہے اور اگر وکیل نے بیع تمام نہ کی بلکہ خاموش رہا یہاں تک کہ مدت خیار گزر گئی تو امام محمدؒ کے نزدیک بیع باطل ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے کذا فی الخلاصہ۔

اسی طرح اگر حاملہ باندی شرط خیار پر بیچی کہ وہ بچہ جنی اور بچہ ہزار درہم کا ہے اور اسی طرح اگر درخت میں پھل آ گئے تو بھی یہی اختلافی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ میرا غلام لے اور غلام کے عوض اس کو فروخت کر دے یا اس کے عوض کوئی غلام خرید دے پس اگر خریدنے کا وکیل کیا اور اس نے غیر معین غلام خریدا تو جائز نہیں ہے اور اگر معین خریدا پس اگر اس کی قیمت اس غلام کی قیمت کے برابر یا اس قدر کم ہے کہ جس قدر خسارہ لوگ اٹھا لیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر اس قدر کم ہے کہ لوگ اتنا خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو جائز نہیں ہے اور اگر بیع کے واسطے وکیل کیا اور اس نے غلام غیر معین کے عوض بیچا تو جائز نہیں ہے اور اگر معین کے عوض بیچا پس اگر قیمت اس غلام کی مثل قیمت اس غلام کے یا اس قدر کم ہے کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر اس قدر کم ہے کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر یہ حکم دیا کہ میرا یہ غلام بعوض ایک کر گیہوں یا بعوض دس ہروی کپڑوں کے فروخت کرے تو وکیل کو یہ اختیار ہے کہ مسمّی کے عوض مسمّی کو بیان کر کے ذمہ ٹھہرا کر میعادی ادھار پر فروخت کر دے اور شرط یہ ہے کہ کر غلام مبیع کی قیمت کے برابر ہو یہ محیط میں ہے اگر اناج بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ ہر کر بعوض پچاس درہم کے بیچے اور وکیل نے سب معاً بیچ ڈالا تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر یوں کہا کہ ہر کر اس قدر کو بیچے جتنے کو فلاں شخص نے بیچا ہے اور فلاں شخص نے کہا کہ میں نے کر چالیس درہم کو بیچا ہے اور وکیل نے اسی حساب سے بیچا پھر معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے پچاس کے حساب سے بیچا ہے تو بیع واپس ہو جائے گی کیونکہ اس واسطے وکیل کیا ہے کہ جتنے کو فلاں نے بیچا ہے فروخت کرے نہ جو فلاں شخص خبر دے اتنے کو فروخت کرے اور اگر فلاں نے کوئی کر چالیس کو اور کوئی کر پچاس کو بیچا ہے اور وکیل نے سب اناج چالیس کے حساب

سے بیچا تو استحساناً جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر ہراتی کپڑوں کی گٹھری بیچنے کو دی اور دونوں کوفہ میں موجود ہیں تو کوفہ کے جس بازار میں فروخت کر دے تو جائز ہے اور اگر بصرہ میں لے گیا تو استحساناً مخالف شمار ہو گا حتیٰ کہ اگر وہاں گٹھری تلف ہو جائے تو ضامن ہو گا اور اگر تلف نہ ہوئی یہاں تک کہ اس نے بصرہ میں فروخت کر دی تو وکالت الاصل میں ہے کہ موکل پر بیع نافذ نہ ہو گی اور کتاب الصرف میں بروایۃ ابوسلیمان یہ ہے کہ بیع جائز ہو گی اور بعض مشائخ نے کہا کہ کتاب الوکالت کی روایت بحکم استحسانی ہے اور یہی قول امام اعظمؒ کا ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور اسی طرف شیخ الاسلام کا میلان ہے اور اگر موکل نے قید لگائی ہو کہ کوفہ میں فروخت کرے پھر وہ بصرہ میں لے گیا تو قیاساً و استحساناً ضامن ہو گا اور اگر اس نے بصرہ میں بیچا تو مشائخ عامہ کے نزدیک یہ بیع موکل پر نافذ و جائز نہ ہو گی کذا فی الذخیرہ اور یہی اصح ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی میعادِ معین کے وعدہ پر سوائے وعدہ عطا کے بیچا تو موکل پر نافذ ہو گی یہاں تک کہ وکیل ضامن نہ ہو گا ☆

اگر کسی کو وکیل کیا کہ ہروی یا زطی[1] کپڑوں کی گٹھری فروخت کرے پس اگر اس نے پوری گٹھری ایک ہی صفقہ میں بعوض مثل قیمت کے یا اس قدر کم کو لوگ برداشت کر لیتے ہیں فروخت کی تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر اس قدر کمی پر بیچی کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو اختلاف[2] ہے اور اگر اس نے ایک ایک کپڑا کر کے سب گٹھری بیچ ڈالی پس اگر ایک ایک کپڑے کی قیمت ملا کر اسی قدر ہو جاتی ہے جتنی کل گٹھری کی قیمت ہے اگر کل گٹھری یکبارگی فروخت کر دیتا یا صرف اس قدر کم ہے کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر صفقات متفرقہ کی فروخت گٹھری کی فروخت کو نہیں پہنچی اور اس قدر کمی رہتی ہے کہ لوگ اس کو نہیں برداشت کرتے ہیں تو امام اعظمؒ کے قول پر جائز ہے اور صاحبینؒ کے مذہب پر مشائخ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ نہیں جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ جائز ہے اور اگر اس نے صرف ایک کپڑا فروخت کر دیا اور باقی نہیں تو امام اعظمؒ کے قول کے موافق جواز ذکر کیا گیا ہے خواہ باقی کے حق میں ایسا ضرر ہو کہ لوگ اٹھا لیتے ہیں یا نہیں اٹھاتے ہیں اور صاحبینؒ کے قول کے موافق اگر باقی کو ضرر نہ پہنچے یا ایسا ضرر ہو کہ لوگ برداشت کرتے ہیں مثلاً بعضے اندازہ کرنے والے اتنے کو بھی اندازہ کرتے ہیں تو جائز ہے اور اگر ایسا ضرر ہو کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو جائز نہیں ہے اور یہ حکم مذکور کپڑوں کی بابت ہے اور اگر کسی کیلی یا وزنی چیز کی بیع کے واسطے جو ایک برتن میں ہے وکیل کیا اور اس نے تھوڑی فروخت کر دی اور باقی رہنے دی تو بالاتفاق جائز ہے یہ محیط میں ہے اگر کسی نے دوسرے کو اپنے غلام کو ہزار درہم میں بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور غلام کی قیمت ہزار درہم یا پانچ سو درہم ہیں اور اس نے ہزار درہم کو بوعدہ عطا[3] کے بیع کر دیا اور مشتری کے سپرد کر دیا اور وہ مشتری کے پاس مر گیا یا اس نے آزاد کر دیا تو وکیل پر ضمان نہیں ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہو گی اور قیمت پر قبضہ کرنے کا حق وکیل کو ہے یہ ذخیرہ میں ہے ایک نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرا غلام ہزار درہم کو فروخت کر دے اور وکیل نے پانچ سو درہم کو بوعدہ عطا کے فروخت کیا اور اس کی قیمت ہزار یا پانچ سو درہم ہیں اور مشتری نے قبضہ کیا تو مالک نہ ہو گا اور اگر مشتری کے ہاتھ میں مر گیا تو موکل کو اختیار ہو گا چاہے مشتری سے قیمت لے یا وکیل سے پس اگر اس نے مشتری سے لی تو وہ غیر

---

[1] زط ایک گروہ لوگوں کا جو عراق میں رہتے ہیں انہیں کی طرف نہ وطی کپڑا منسوب ہے کذا قال صدر الشریعۃ اور بعض نے کہا کہ یہ جٹ کا معرب ہے جو ہندوستان کی قوم ہے لیکن ہمارے یہاں جاٹ ہیں یہ صنعت کبھی نہ تھی اور شاید یہ قوم نہ ہو۔ [2] قولہ اختلاف یعنی امام کے نزدیک جائز اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں اور مرجع جواز یہ کہ اس نے ثمن نہیں بتلایا تو وکیل کا اختیار غبن فاحش تک بڑھا اور یہ امام کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے۔ [3] قولہ عطا یعنی جب سلطان کی طرف سے عطیہ یعنی انکار ملے گی۔

سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل سے لی تو مشتری سے لے لے گا اگر اس واسطے وکیل کیا کہ میرا غلام ہزار درہم کو اول عطا کے وعدہ پر بیچ ڈالے اور اس نے دوسری عطا کے وعدہ پر فروخت کیا اور مشتری نے قبضہ کیا اور اس کے ہاتھ میں مر گیا تو موکل پر نافذ نہ ہو گی اور اگر کسی میعاد معین کے وعدہ پر سوائے وعدہ عطا کے بیچا تو موکل پر نافذ ہو گی یہاں تک کہ وکیل ضامن نہ ہو گا یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنا غلام ہزار درہم کو بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے ہزار درہم اور ایک رطل شراب غیر معین کے عوض بیچا اور غلام مشتری کے پاس مر گیا تو مشتری قیمت کا ضامن ہے اور وکیل پر ضمان نہیں ہے اور اگر ہزار درہم اور ایک رطل شراب معین کے عوض بیچا اور غلام مشتری کے پاس مرا تو امام اعظمؒ کے قول پر چاہے موکل مشتری سے غلام کی قیمت ضمان لے اور وہ وکیل سے نہیں پھیر سکتا ہے یا وکیل سے ضمان لے اور اس صورت میں غلام ہزار درہم اور شراب کی قیمت پر تقسیم ہو گا پس جس قدر ہزار درہم کے پرتے میں پڑے اس کا ضامن فقط مشتری ہو سکتا ہے اور شراب کی قیمت کے پرتے میں جس قدر پڑے اس میں موکل کو اختیار ہے چاہے وکیل سے اس قدر لے یا مشتری سے سب قیمت لے لے پس اگر اس نے بائع سے ضمان لی تو وہ مشتری سے پھیر لے گا اور یہ سب امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک موکل کو اختیار ہے چاہے وکیل سے سب قیمت لے یا مشتری سے سب قیمت لے اور اگر ہزار درہم اور معین یا غیر معین سور کے عوض بیچا تو اس کا حکم ویسا ہی ہے جیسا ہزار درہم اور معین شراب کے عوض بیچنے کا ہے اور اگر ہزار درہم اور مردار یا خون یا ایسی چیز کے عوض جس کی قیمت نہیں ہے فروخت کیا اور وہ مشتری کے پاس مر گیا تو بالاتفاق بائع پر ضمان نہیں ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہو گی اور وکیل ہی قیمت لے کر موکل کو دے گا اور اگر ایک کر گیہوں سو درہم میں بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے سو درہم و ایک رطل شراب معین کے عوض بیچا اور اناج مشتری کے پاس تلف ہوا تو بالاتفاق وہی حکم ہے جو امام اعظمؒ کے نزدیک غلام کو ہزار درہم معین شراب کے عوض فروخت کرنے کا ہے یہ محیط میں ہے اگر اپنا غلام سو رطل شراب کے عوض بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے سور کے عوض بیچا یا سور کے عوض بیچنے کے وکیل نے سو رطل شراب کے عوض بیچا تو مشتری اس کا مالک نہ ہو گا حتیٰ کہ اگر بعد قبضہ کے اس نے آزاد کیا تو عتق نافذ نہ ہو گا اور اگر مشتری کے پاس مر گیا تو موکل مختار ہے چاہے بائع سے قیمت لے اور وہ مشتری سے پھیر لے گا یا مشتری سے قیمت لے اور وہ کسی سے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرا غلام فروخت کر دے اور مشتری نے قبضہ سے پہلے اس میں عیب پا کر وکیل کو پھیر دیا اور اس نے قبول کر لیا تو موکل کو لازم ہو گا اور اگر بعد قبضہ کے عیب پا کر پھیرا اور وکیل نے قبول کر لیا تو وکیل[1] کے ذمہ پڑے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک وکیل اپنی زمین بیچنے کے واسطے مقرر کیا اور اس نے فروخت کر دی اس میں ایک قطعہ زمین وقف نکلی اس کو مشتری نے وکیل کو پھیرنا چاہا ☆

وکیل بیع اگر مر گیا اور مشتری نے مبیع میں عیب پایا تو وکیل کے وصی یا وارث کو واپس کرے اور اگر وصی یا وارث نہ ہو تو موکل کو واپس کرے اور فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ وکیل اگر غائب ہو تو جب تک زندہ ہے تب تک حقوق موکل کی طرف راجع نہ ہوں گے کذا فی الخلاصہ ایک دوسرے کو اپنا غلام بیچنے کا حکم کیا اور اس نے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور سپرد کر دیا اور ثمن خواہ وصول کیا تھا یا نہ کیا تھا یہاں تک کہ مشتری نے اس میں عیب پایا کہ اس کے مثل عیب پیدا نہیں ہوتا ہے جیسے انگلی یا دانت کا زیادہ ہونا اور گواہوں پر قاضی کے حکم یا قسم یا وکیل کے اقرار کی وجہ سے اس نے واپس کیا تو وکیل کو اختیار ہے کہ موکل کو پھیر دے اور اگر ایسا عیب ہے کہ اس کے مثل پیدا

---

[1] قولہ وکیل کے ذمہ...... یہ جب ہے کہ بدوں حکم قاضی کے مانند تفصیل آئندہ ہو فانظر۔

ہوسکتا ہے پس اگر گواہی پر واپس کیا تو موکل کو لازم ہوگا اور اگر قسم سے باز رہنے کی وجہ سے واپس کیا تو بھی اور اگر وکیل کے اقرار عیب پر واپس کیا تو وکیل کے ذمہ پڑے گا اور اگر مشتری نے خود ہی بدوں حکم قاضی واپس کیا اور عیب ایسا ہے کہ پیدا ہو جانے کا احتمال رکھتا ہے تو وکیل کے ذمہ پڑے گا اور کسی حال میں وہ موکل سے مخاصمہ نہیں کر سکتا ہے اور اگر عیب ایسا ہو کہ پیدا نہیں ہو سکتا ہے اور واپسی بدوں حکم قاضی کے وکیل کے اقرار سے واقع ہوئی تو ایک روایت میں بلاخصومت موکل کے ذمہ لازم ہوگا اور عامہ روایات میں یہ ہے کہ موکل سے خصومت نہیں کر سکتا ہے اور وکیل کے ذمہ لازم ہوگا یہ کافی میں ہے ایک شخص نے ایک وکیل اپنی زمین بیچنے کے واسطے مقرر کیا اور اس نے فروخت کر دی اس میں ایک قطعہ زمین وقف نکلی اس کو مشتری نے وکیل کو پھیرنا چاہا اور وکیل نے اقرار کیا تو مشتری وکیل کو واپس کر سکتا ہے پھر وکیل موکل کو واپس نہیں دے سکتا ہے اور اگر گواہوں کی گواہی پر وکیل کو واپس دی گئی تو موکل کو واپس دے سکتا ہے اور باقی کی عقد بیع کی نسبت عامہ مشائخ نے فرمایا کہ عقد بیع باقی فاسد نہ ہوگا یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وکیل بیع نے اگر موافق حکم موکل کے ہزار درہم کو غلام فروخت کر دیا اور باہمی قبضہ کے بعد ثمن اس کے پاس تلف ہوا یا اس نے موکل کو دے دیا پھر مشتری نے اس میں ایسے عیب کا دعویٰ کیا جس کے مثل پیدا ہو سکتا ہے اور وکیل نے انکار کیا اور موکل نے اقرار کر لیا تو اس کے اقرار سے بیع نہ ٹوٹے گی اور اس کے اور وکیل کے ذمہ کچھ لازم نہ ہوگا اسی طرح اگر مشتری کے پاس اس میں دوسرا عیب پیدا ہو گیا اور اس نے عیب سابق کا نقصان لینا چاہا اور باقی صورت یوں ہی واقع ہوئی جیسی بیان ہوئی تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر وکیل نے اقرار کیا اور موکل نے انکار کیا تو مشتری وکیل کو واپس کرے گا اور اس کا اقرار اس کے حق میں صحیح ہے موکل کے حق میں مگر وہ عیب اگر ایسا ہو کہ اتنی مدت میں اس کے مثل نہیں پیدا ہو سکتا ہے تو موکل کے حق میں بھی صحیح ہوگا کیونکہ یہ عیب یقیناً اسی کے پاس کا ہوگا اور اگر اس مدت میں اس کے مثل پیدا ہو سکتا ہے تو موکل کو بدوں دلیل اس بات کے یہ عیب موکل کے پاس کا ہے واپس نہیں کر سکتا ہے اس سے قسم لے پس اگر قسم سے باز رہا تو واپس کر دے ورنہ وکیل کے ذمہ پڑے گا اور اسی کو واپس ہوگا جب تک زندہ عاقل موجود ہے پس اگر وکیل مر گیا اور کوئی خلیفہ نہ چھوڑا یا لائق لزوم عہدہ کے نہیں ہے مثلاً مجور ہو تو موکل کو واپس کرے اور موکل کو وکیل سے مخاصمہ کی گنجائش نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر مبیع استحقاق میں لے لی گئی تو اپنا ثمن مشتری وکیل سے لے گا اگر اس کو دیا ہے اور اگر موکل کو ادا کیا ہے تو اس سے لے گا اور اگر استحقاق میں نہ لی گئی لیکن مشتری نے اس میں عیب پایا تو وہ موکل سے مخاصمہ کر سکتا ہے اور جب بمقابلہ اس کے عیب ثابت ہو گیا تو بحکم قاضی اس کو واپس کرے اور اپنے دام وکیل سے لے اگر اس کو دیئے ہیں اور اگر موکل کو دیئے ہیں تو اسی سے واپس لے یہ شرح طحاوی میں ہے۔

اگر مشتری نے خرید کا وکیل پر دعویٰ کیا اور وکیل نے اس سے انکار کیا اور موکل نے اقرار کر لیا کہ وکیل سے خریدا ہے اور قاضی نے عہدہ موکل کے اوپر رکھا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر وکیل نے دونوں کی تصدیق کی تو عہدہ موکل سے اٹھ کر وکیل پر آ جائے گا اور موکل ان سے بری ہو جائے گا پھر اگر مشتری نے کسی عیب کا دعویٰ کیا کہ اس کو بائع نے چھپا ڈالا تھا اور بائع نے چھپا ڈالنے سے انکار کیا اور قسم کھا لی اور موکل نے مشتری کی عیب کے دعویٰ میں تصدیق کی تو مشتری اور موکل کے درمیان کچھ خصومت قرار نہ پائے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ وکیل بیع سے اپنے مال سے ثمن ادا کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور تقاضا کرنے اور ثمن پورا وصول کرنے کے واسطے اس پر جبر نہ کیا جائے گا اور اگر اس نے تقاضا کر کے وصول کیا تو بہتر ورنہ اس سے کہا جائے گا کہ موکل کو مشتری پر اتر ادے یا اس کو تقاضا کرنے کے واسطے وکیل مقرر کر دے پھر اگر وکیل بیع نے کہا کہ میں تقاضا کروں گا اور موکل

نے کہا میں تقاضا کروں گا تو تقاضا کرنا وکیل کے اختیار میں رہے گا اور موکل کو مشتری پر حوالہ کر دینے کے واسطے مجبور نہ کیا جائے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ بلا اجرت وکیل قرار پایا ہو اور اگر مثل دلال وغیرہ کے اجرت پر وکیل ہو تو ثمن پورا وصول کرنے کے واسطے اس پر جبر کیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور موکل مالک نہ ہوگا اگرچہ اس کے نام کا تمسک لکھ دیا جائے یہ ذخیرہ میں ہے وکیل بیع نے اگر فروخت کر کے مشتری کی طرف سے داموں کی کفالت کر لی تو کفالت صحیح نہیں ہے اور دام وصول کرنے کی وکیل نے اگر مشتری کی طرف سے داموں کی کفالت کی تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے مشتری کو ثمن سے بری کر دیا تو بری کرنا صحیح نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر موکل نے احتیال ثمن وکیل پر کیا تو حوالہ باطل ہے اور اگر موکل نے ان داموں سے جو مشتری پر آتے ہیں وکیل کے کسی معین غلام پر صلح کر لی یا مشتری کی طرف سے وکیل کرنے دام دے دیئے تو جائز ہے اور مشتری بری ہو جائے گا اور غلام موکل کا ہو جائے گا اور وکیل کسی سے یعنی موکل یا مشتری سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل نے باندی کو موکل کے ہاتھ ان داموں کے عوض جو موکل کے مشتری پر ہیں فروخت کیا تو بیع باطل ہے اسی طرح اگر وکیل نے موکل سے اپنی باندی دے کر اس امر پر صلح کی کہ جو دام موکل کے مشتری کے ذمہ ہیں وہ وکیل کے ہوں گے تو بھی باطل ہے اسی طرح اگر وکیل نے موکل کو دام اس شرط پر ادا کئے کہ جو اس کے دام مشتری پر آتے ہیں وہ وکیل کے ہوں گے تو بھی باطل ہے اور اگر مشتری پر اس ثمن کو اتر ادیا اور مشتری راضی ہو گیا تو صحیح ہے اور یہ وکالت ہے حوالہ نہیں ہے پس اگر موکل نے مشتری سے داموں کا مطالبہ کیا تو اس کو ادا کرنے کے واسطے مشتری پر جبر کیا جائے گا اور اگر وکیل نے مطالبہ کیا تو بھی ادا کرنے کے واسطے مجبور کیا جائے گا اور اگر وکیل نے مشتری کو منع کر دیا کہ موکل کو نہ دے تو ممانعت صحیح ہے حتیٰ کہ مشتری پر موکل کو دینا واجب نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

وکیل بیع نے اگر مشتری کو دام ادا کرنے میں تاخیر کر دی یا داموں سے بری کیا یا حوالہ قبول کیا یا زیوف درہم لے لئے اور چشم پوشی کر لی تو امام اعظمؒ کے قول میں جائز ہے اور وکیل کو موکل کو ثمن دینا ہوگا اور اس بات پر اجماع ہے کہ اگر ثمن مال معین ہو اور وکیل نے مشتری کو ہبہ کر دیا تو صحیح نہیں ہے اور اسی طرح اگر ثمن دین ہو اور وکیل نے وصول کر کے پھر مشتری کو ہبہ کیا تو بالاجماع صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر وکیل نے بیع کا اقالہ کر لیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک صحیح ہے اور ثمن کا ضامن ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اقالہ کرنے سے وکیل خود خریدنے والا شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے وکیل کو باندی دے کر فروخت کرنے کا حکم کیا اور وکیل نے ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی کہ جس کا موکل پر قرضہ ہزار درہم آتا ہے اور باندی اس کو دے دی تو بیع جائز ہے اور بالاتفاق قرضہ ثمن کا بدلا ہو جائے گا اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی جس کا وکیل پر ہزار درہم کا قرضہ ہے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک وکیل کے قرضہ کا بدلا ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ایسے وکیل نے مبیع کو سپرد نہ کیا یہاں تک کہ اس کے پاس تلف ہو گئی تو بدلا باطل ہو گیا اور وکیل پر موکل کے لئے ڈانڈ نہیں آتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر اس وکیل نے ایسے کے ہاتھ بیچا جس کا موکل و وکیل دونوں پر قرضہ آتا ہے تو موکل کے قرضہ کے عوض بدلا ہو جائے گا وکیل کے قرضہ کے عوض بدلا نہ ہوگا اور موکل وکیل سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے قاعدہ یہ ہے کہ وکیل بیع نے اگر موکل پر ایسی چیز کا اقرار کیا کہ جو مشتری کے واسطے داموں سے موجب برأت کا ہے اور موکل نے اس کی تکذیب کی پس اگر مقربہ ایسی شے ہے کہ اگر اپنے نفس پر اقرار کرتا تو صحیح ہوتا ہے اور مشتری ثمن سے بری ہو جاتا اور موکل کے واسطے کچھ ضمان نہ دیتا تو جب موکل کی ذات پر ایسا اقرار کرے گا تو بھی یہی حکم ہوگا اور اگر مقربہ ایسی چیز ہو کہ اگر اس کا اپنی ذات پر اقرار کرتا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک صحیح ہوتا اور مشتری ثمن سے بری ہو جاتا اور موکل کو اس کی مثل ضمان دیتا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بری نہ ہوتا تو جب موکل پر ایسا اقرار کرے گا تو بھی یہی حکم ہوگا کیونکہ وکیل نے

ایسے امر کا جس کا خود مالک ہے دوسرے کی طرف نسبت کر کے اقرار کیا اور انسان کا اقرار ایسی چیز کا جس کا خود مالک ہے دوسرے کی طرف نسبت کر کے حالانکہ دوسرا بھی اس کا مالک ہے بمنزلہ اپنی ذات پر اقرار کرنے کے ہوتا ہے کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک غلام خرید اپھر اقرار کیا کہ بائع نے اس کو بیع سے پہلے آزاد کیا ہے تو بمنزلہ اس کے ہے کہ اس نے اقرار کیا کہ میں نے فی الحال اس کو آزاد کیا ہے پس ایسا ہی یہاں بھی ہے یہ محیط میں ہے۔

غلام بیچنے کے وکیل نے اگر فروخت کیا پھر اقرار کیا کہ موکل نے مشتری سے دام وصول کر لئے ہیں تو قسم لے کر اس کا قول لیا جائے گا اور مشتری داموں سے بری ہو جائے گا پس اگر وکیل نے قسم کھالی تو اس پر ضمان نہیں ہے اور اگر باز رہا تو موکل کے واسطے ثمن کا ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر وکیل نے اقرار کیا کہ موکل نے مشتری سے خریداری سے پہلے ہزار درہم قرض لئے یا غصب کر لئے ہیں تو مشتری ثمن سے بری ہو جائے گا اور وکیل اس کے لئے ثمن کا ضامن ہوگا اور یہ قول امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا ہے پھر ان دونوں اماموں کے نزدیک موکل سے قسم لی جائے گی اگر باز رہا تو وکیل بری ہو گیا اور اگر قسم کھالی تو وکیل ضمان ادا کرے اور اگر یہ اقرار کیا کہ موکل نے بعد خرید کے مشتری سے ہزار درہم قرض لئے یا غصب کر لئے ہیں تو قسم سے اس کا قول لیا جائے گا اسی طرح اگر اقرار کیا کہ موکل نے مشتری کو خریدنے کے بعد یا پہلے عمداً اس طرح زخمی کیا ہے کہ ایک ہزار درہم اس کا جرمانہ حالہ[1] موکل پر لازم ہے تو یہ مثل بری کر دینے کے اقرار کے ہے اور اسی طرح اگر مشتری کوئی عورت تھی اور وکیل نے اقرار کیا کہ موکل نے اس سے ثمن کے برابر ہزار درہم مہر پر نکاح کیا اور وطی کر لی ہے اور عورت نے اس کا اقرار کیا اور موکل نے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر اقرار کیا کہ موکل نے مشتری کو ثمن کے برابر داموں پر مزدور کیا اور اس نے کام پورا کر دیا یہاں کہ ثمن مزدوری کے عوض بدلا ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر یہ اقرار کیا کہ موکل نے مشتری سے سو دینار بعوض ثمن کے خریدے ہیں اور وصول کر لئے ہیں تو بھی ایسا ہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ زید و عمرو میں ایک باندی مشترک ہے زید نے عمرو کو اس کے بیچنے کا وکیل کیا اور اس نے ہزار درہم میں بیچا پھر زید نے اقرار کیا کہ عمرو نے درہم وصول کر لئے اور عمرو نے انکار کیا تو مشتری زید کے حصہ سے بری ہوا اور عمرو کو آدھا ثمن دے دے گا کیونکہ زید کا اقرار اس کے حق میں صحیح ہے پھر زید عمرو سے قسم لے گا کہ واللہ میں نے دام جس طرح مدعی دعویٰ کرتا ہے وصول نہیں پائے ہیں پس اگر قسم کھالی تو اس پر کچھ نہیں اور اگر نہ کھائی تو زید کا حصہ دینا اس پر لازم ہوگا اور اگر خود عمرو نے اقرار کیا کہ زید نے دام وصول کر لئے ہیں اور مشتری نے اس کی تصدیق کی اور زید نے انکار کیا تو بھی مشتری آدھے داموں سے بری ہو گیا اور باقی نصف مشتری سے عمرو وصول کرے گا اور خاصۃً اسی کو نہ ملے گا بلکہ زید کی شرکت میں ملے گا اور رہ ایک موکل وکیل سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کر کے کہا کہ اپنی رائے سے کام کر اور وکیل نے دوسرا وکیل کر کے کہا کہ اپنی رائے سے کام کر تو دوسرے کو تیسرے وکیل کرنے کا اختیار نہیں ☆

وکیل بیع سے اگر موکل نے یہ نہ کہا کہ جو تو کرے وہ جائز ہے تو اس کو دوسرا وکیل کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر دوسرا وکیل کیا اور اس نے پہلے وکیل کے سامنے بیچا تو جائز ہے اور اصل میں مذکور ہے کہ حقوق دوسرے وکیل کی طرف راجع ہوں گے اور یہی صحیح ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر پہلا وکیل حاضر نہ ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر وکیل کے سوائے کسی نے فروخت کیا اور وکیل کو خبر پہنچی اور اس نے مبیع سپرد کی تو جائز ہے اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کر کے کہا کہ اپنی رائے سے کام کر اور وکیل نے دوسرا وکیل کر کے کہا کہ اپنی

[1] قولہ حالہ یعنی فی الحال اپنے مال سے ادا کرنے کا حکم شرعی ایسے جرم میں ہے اور یہ نہیں کہ کئی سال میں مثل دیں کے ادا کرے تو یہ قید اس لئے ہے کہ اگر فی الحال ادا کرنا لازم نہ ہوگا تو قصاص نہیں ہو سکتا۔

رائے سے کام کرتو دوسرے کو تیسرے وکیل کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے اگر بیع کے واسطے وکیل کیا اور دام بتلا دیئے اور وکیل نے دوسرے کو حکم دیا اور دام بتلا دیئے تو جائز ہے کیونکہ دام بتلا دینے سے پہلے وکیل کی رائے موجود رہی اور یہی غرض تھی یہ محیط سرخسی میں ہے عدل نے بیع رہن کے واسطے وکیل کیا اور اس نے سامنے فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر عدل حاضر نہ ہو تو بدوں اس کی اجازت کے جائز نہیں ہے اور اگر عدل نے ثمن مقرر کر دیا اور اس کے وکیل نے سامنے بیچا تو جائز ہونا ظاہر ہے اور اگر وہ موجود نہ ہو تو کتاب الوکالۃ کی روایت کے موافق بسبب اس کی رائے موجود[1] ہونے کے جائز ہے اور اس کے سوائے روایت میں جائز نہیں ہے جب تک اجازت نہ ہو یہ وجیز کردری میں ہے نوادر ابن سماعہ میں ہے ایک شخص نے اپنا غلام بیچنے کے لئے دوسرے کو وکیل کیا اور اس کے کام کو اس باب میں جائز رکھا اور اس کو وکیل کرنے کا اختیار دے دیا اور وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا پھر پہلے وکیل نے دوسرے سے غلام خرید لیا تو جائز ہے کیونکہ دوسرا بھی موکل کا وکیل ہو گیا ہے ایک شخص نے دوسرے کے بلاحکم اس کا غلام فروخت کیا پھر غلام کے مالک نے مشتری سے کہا کہ میں نے تجھے اس غلام کے بیچنے کا وکیل کیا اور جس کو تیرا جی چاہے وکیل کر دے اور مشتری نے کسی کو غلام بیچنے کا وکیل کیا اور اس بیع کی اجازت دے دی تو جائز ہے یہ محیط میں ہے وکیل بیع یا نکاح یا ہر ایسے عقد کا جو معاوضہ ہے اگر وکیل کے سامنے دوسرے کے اس کام کے کر دینے کے بعد اجازت دے دی تو جائز ہو گا اور اگر وہ موجود نہ ہوا اور دوسرا اس کام کو کرے تو جائز نہیں ہے اور طلاق وعتاق بلا معاوضہ کے وکیل نے اگر بدوں موجودگی وکیل کے دوسرے نے یہ کام کیا پھر وکیل نے اجازت دی تو بھی جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے حکم کیا تھا کہ میرا غلام نقد فروخت کر دے اور تو نے ادھار بیچ ڈالا اس نے کہا کہ تو نے مجھے بیچنے کا حکم کیا تھا اور کچھ نہیں کہا تھا تو موکل کا قول لیا جائے گا اور اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اپنا غلام اپنی شرط خیار پر فروخت کرنے کا حکم کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے خیار کی شرط کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا تھا تو وکیل کا قول لیا جائے گا اسی طرح اگر کہا کہ میں نے بیع فاسد کے طور پر بیچنے کا حکم کیا تھا تو بھی وکیل ہی کا قول لیا جائے گا یہ محیط میں ہے ایک شخص کو حکم کیا کہ میرا غلام فروخت کر دے اور غلام اس کو دے دیا اس نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اور دام وصول کر لئے اور وہ میرے پاس تلف ہو گئے یا میں نے موکل کو دے دیئے اور موکل نے بیع سے انکار کیا یا بیع کا اقرار کیا اور دام وصول کرنے کا انکار کیا تو وکیل کا قول لیا جائے گا اور اس پر قسم نہیں ہے کذا فی الذخیرہ اور مبیع مشتری کو دی جائے گی اور ثمن وکیل پر ہو گا نہ مشتری پر پس اگر وکیل نے اپنے قول پر قسم کھالی تو وہ بھی بری ہو گیا اور اگر انکار کیا تو موکل کو ثمن ڈانڈ دے گا پھر مشتری سے غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو اپنے دام وکیل سے واپس لے اور اگر وکیل نے قبضہ ثمن میں اس کی تصدیق نہیں کی ہے تو واپس نہیں لے سکتا ہے کیونکہ وکیل کی تصدیق اس پر سے ڈانڈ اٹھانے میں ہے نہ موکل سے واپس لینے میں اور وکیل کو یہ اختیار ہے کہ موکل سے قبضہ کے عدم علم پر قسم لے پس اگر قسم سے انکار کیا یا قبضہ کا اقرار اور دینے اور تلف ہونے سے انکار کیا تو جو وکیل نے ڈانڈ دیا ہے وہ موکل سے واپس لے اور یہ اس صورت میں ہے کہ مشتری نے وکیل کے قبضہ کا اقرار کیا اور اگر موکل کے قبضہ کا اقرار کیا تو مشتری وکیل اور موکل کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے مبیع میں کوئی عیب پا کر بحکم قاضی وکیل کو واپس کیا پس اگر موکل نے دام وصول پانے کا اقرار کیا ہے تو اس سے واپس کر کے اور وکیل اپنے موکل سے لے گا بشرطیکہ موکل نے ثمن وصول کرنے میں اس کی تصدیق کی ہو اور مبیع موکل کی ہو گی اور اگر موکل نے اس کی تکذیب کی ہے تو رجوع نہیں کر سکتا ہے وکیل موکل سے اس کے علم پر قسم لے گا پس اگر قسم کھالی تو نہیں لے سکتا ہے اور اگر قسم سے

---

[1] اس وجہ سے کہ اس نے ثمن کو معین کر دیا اور اس کی رائے کی ضرورت ثمن ہی کے واسطے تھی پس اس کی رائے حاصل ہو گئی۔

انکار کیا تو دام واپس لے گا اور پہلی صورت میں غلام فروخت کر کے داموں کو پورا کر لے گا اور اگر کچھ بڑھا تو اس کو موکل کو دے دے گا اور اگر کم پڑا تو وکیل ڈانڈ بھرے گا اور یہ ڈانڈ کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے کذا فی الوجیز الکردری اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر موکل کے مشتری سے دام وصول کرنے کا اقرار کیا تو وقت واپسی کے وکیل اور موکل کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور موکل سے یقینی قسم لے گا اگر اس نے انکار کیا تو دام اس سے پھیر لے گا اور مبیع اس کو دے گا اور اگر قسم کھا گیا تو نہیں لے سکتا ہے اور غلام فروخت کر کے اس سے دام پورے کر لے گا جیسا کہ مسئلہ مذکورہ بالا میں گزرا ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر موکل نے وکیل کو باندی نہ دی اور اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے فروخت کر کے دام وصول کر لئے ہیں اور وہ تلف ہو گئے یا میں نے موکل کو دے دیئے اور موکل نے انکار کیا تو اس کو اختیار ہے کہ دام وصول ہونے تک اس کو روک لے اور مشتری سے کہا جائے گا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اس کو دوسرے ہزار درہم دے یا بیع توڑ دے کذا فی الخلاصہ۔ پس اگر اس نے ہزار درہم دے کر موکل سے باندی لے لی تو وکیل سے اپنے پہلے ہزار درہم واپس لے گا یہ محیط میں ہے پس اگر موکل مر گیا اور وارثوں نے کہا کہ تو نے غلام فروخت نہیں کیا ہے اور وکیل نے کہا کہ میں نے فروخت کیا اور دام لے لئے اور وہ میرے پاس تلف ہو گئے اور مشتری نے اس کی تصدیق کی پس اگر غلام موجود ہو تو وکیل کا قول لیا جائے گا اور یہ حکم استحساناً ہے اور اگر غلام تلف ہوا تو بدوں اس امر کے گواہوں کے کہ اس نے موکل کی زندگی میں غلام فروخت کیا تھا وکیل کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص کو حکم دیا کہ میرا غلام فروخت کر دے اور غلام دے دیا پھر وہ غلام کسی شخص کے ہاتھ میں پایا گیا اور وکیل نے کہا کہ میں نے اس کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس نے وکیل کی تصدیق کی مگر موکل نے دونوں کی تکذیب کی تو اس کو اختیار ہے کہ غلام لے لے اور اگر غلام اس کے بعد اس شخص کے پاس مر گیا تو وکیل سے ضمان لینے کی بابت اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اگر ایک شخص کو اپنا غلام فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے کہا کہ میں نے تجھے وکالت سے برطرف کیا اور وکیل نے کہا کہ میں نے یہ غلام کل کے روز فروخت کر دیا ہے تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی حالانکہ وکیل وکالت سے خارج ہو گیا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وہ شے بعینہ قائم ہو اور اگر تلف ہو گئی ہو تو قسم کے ساتھ وکیل کا قول لیا جائے گا وکیل بیع نے اگر موکل کے مرنے کے بعد دعویٰ کیا کہ میں نے وہ شے فروخت کر دی تھی اور وارثوں نے انکار کیا پس اگر وہ شے بعینہ قائم ہو تو وارثوں کا قول لیا جائے گا اور اگر تلف ہو گئی ہے تو وکیل کا قول معتبر ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

کچھ عقد صرف اور عقد سلم کے بارے میں ☆

عقد صرف میں اور عقد سلم میں رب السلم کی طرف سے وکیل کرنا درست ہے لیکن مسلم الیہ کی طرف سے وکیل کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وکیل دوسرے سے قبضہ ہونے سے پہلے جدا ہو گیا تو عقد باطل ہو جائے گا اور موکل کا جدا ہونا اگر وہ بعد بیع کے قبضہ سے پہلے آیا ہو تو معتبر نہیں ہے لیکن اگر مجلس عقد میں آ گیا تو حقوق عقد اس کی طرف منتقل ہو جائیں گے اور اس کی جدائی معتبر ہوگی اور بیع صرف ایلچی کے ساتھ درست نہیں ہے اگر دو شخصوں نے بیع صرف قرار دی پھر دونوں میں سے ہر ایک نے ایک شخص کو دام کی تنقید کا حکم کیا پھر ایک شخص حکم دینے والا مجلس سے اٹھ کر چلا گیا تو بیع صرف باطل ہو جائے گی اگرچہ وکیل مع دوسرے کے حاضر رہے اور اگر وکیل اٹھ گیا تو بیع صرف باطل نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو ایک چاندی کی چھاگل جو معین تھی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور دام نہ بتلائے پس وکیل نے بوزن اس کے درہم یا دینار سے خریدی تو جائز ہے اور اگر چاندی کی چھاگل کو درہموں سے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے دیناروں سے خریدی تو وکیل کی ہوگی اگر کسی شخص کو سوناری کی مٹی فروخت کرنے

کا وکیل کیا اور اس نے درہم و دینار کے سوائے کسی چیز کے عوض فروخت کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک موکل پر نافذ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور اگر موکل نے ہزار درہم معین کی بیع صرف کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے ان پر قبضہ کرنے سے پہلے دوسرے ہزار درہم موکل کے مال سے لے کر بیع صرف کردی تو جائز ہے اور اگر ہزار درہم معین پر قبضہ کر کے پھر دوسرے ہزار درہم لے کر ان کی بیع صرف کی تو جائز نہیں ہے ڈھلی ہوئی چاندی کی چیز معین فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے دوسرے فروخت کی تو جائز نہیں ہے اور پتر کی بابت دو روایتیں آئیں ہیں ان میں سے ایک روایت میں یہی حکم اس کا بھی ہے کوفہ میں دیناروں کو بعوض درہموں کے فروخت کرنے کا حکم کیا اس نے کوفی درہموں کے عوض فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں اور اگر کہا کہ ان درہموں کو شامی دیناروں کے عوض فروخت کرے اس نے کوفی دیناروں کے عوض بیچے حالانکہ شامی اور کوفی دینار وزن میں برابر ہوتے ہیں تو جائز ہے اور اگر وکیل نے موکل کے غلام کے ساتھ بیع صرف کی تو ضامن نہ ہوگا خواہ غلام پر قرض ہو یا نہ ہو خواہ اس کو معلوم ہو کہ یہ موکل کا غلام ہے یا نہیں اور اگر موکل کے مفاوض کے ساتھ یا وکیل یا شریک وکیل یا مضارب کے ساتھ بیع صرف کی تو جائز نہیں ہے اور اگر موکل کے شریک غیر مفاوض کے ساتھ بیع صرف کی تو جائز ہے اور اگر اس کی ماں یا باپ یا لڑکے یا بیوی کے ساتھ بیع صرف یا سلم قرار دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے اگر فلوس خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور بعد قبضہ کے وہ کاسد ہو گئے تو موکل کے ذمہ پڑیں گے اور اگر قبضہ سے پہلے کاسد ہوئے پھر بھی اس نے قبضہ کر لیا تو وکیل کے ہوں گے کیونکہ کاسد ہونا بمنزلہ تلف ہونے کے ہے پس بیع ٹوٹ گئی اور جب وکیل نے قبضہ کیا تو دونوں میں از سر نو بیع تعاطی[1] منعقد ہو گئی تو اس کو موکل کو نہ دینے کا اختیار ہے۔

بیع سلم کے وکیل کو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اقالہ کا اختیار ہے ☆

اگر اس نے موکل کو دے دیئے تو باہم بیع جدید منعقد ہو جائے گی ایک شخص کو اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے دس درہم ایک کُر گیہوں کی بیع سلم میں دے دے تو جائز ہے اور اگر اپنے پاس سے ادا کئے تو موکل سے لے سکتا ہے اور اگر اس کو حکم کیا کہ میرے واسطے دس درہم اناج کے عوض لے لے اور وکیل نے لے لئے تو وکیل کے ذمہ پڑیں گے کیونکہ اس نے ایسی چیز کی بیع کے واسطے وکیل کیا جو اس کے پاس نہیں ہے اور اگر کہا کہ جو میرا تجھ پر ہے اس کو ایک کُر گیہوں کی سلم میں دے دے تو امام اعظمؒ کے نزدیک موکل پر نافذ نہ ہوگی بخلاف اس کے اگر کہا کہ جو میرا تجھ پر ہے اس کو فلاں شخص کو سلم میں دے دے تو بالاجماع موکل پر بیع نافذ نہ ہوگی مضارب نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے بیع سلم کو دے تو جائز ہے ایک شخص کو دو شخصوں نے وکیل کیا ہر ایک نے کچھ درہم دے دیئے کہ میرے واسطے بیع سلم ٹھہرا دے پس اس نے دراہم غلط کر دیئے تو اس نے مال تلف کیا اس واسطے وکیل نہ رہا اور اگر غلط نہ کئے اور ایک ہی عقد میں سب دے دیئے تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر سونے کی انگوٹھی یاقوت کا نگینہ جڑی ہوئی بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے چاندی کے عوض یا انگوٹھی کے سونے سے زیادہ سونے کے عوض یا بعوض سونے کی انگوٹھی کے جس میں سونا اس سے زیادہ اور نگینہ نہ تھا فروخت کر دی تو جائز ہے اور اگر سونے کی انگوٹھی کے عوض جس میں سونا زیادہ یا کم تھا اور نگینہ جڑا ہوا تھا فروخت کر دی اور باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر وکیل کو دس درہم کسی کپڑے کی بیع سلم میں دیئے اور کپڑے کی جنس نہ بتلائی تو جائز نہیں ہے اور اگر وکیل نے ان کو کسی کپڑے کی جنس بیان کر کے اس کے سلم میں دے دیا تو بیع سلم وکیل کی ہوگی پھر موکل کو اختیار ہے چاہے وکیل سے ضمان لے یا مسلم الیہ سے پس اگر وکیل سے ضمان لی تو سلم وکیل کے حق میں جائز رہے گی اور اگر بعد افتراق کے مسلم الیہ سے ضمان

---

[1] یعنی فی الحال ہاتھوں ہاتھ بیع منعقد ہو گئی۔

لی تو سلم باطل ہو جائے گی اور اگر موکل نے کپڑا یہودی بیان کر دیا تو جنس بیان کرنے کی وجہ سے توکیل جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ بیع سلم کے وکیل کو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اقالہ کا اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فصل:

ہبہ کے واسطے وکیل کرنے کے بیان میں

ہبہ کرنے والے کو اختیار ہے کہ سپرد کرنے کے واسطے وکیل کرے اور موہوب لہ یعنی جس کو ہبہ کیا گیا ہے اس کو اختیار ہے کہ قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کرے اور یہی حکم صدقہ میں ہے واہب کے وکیل کو ہبہ سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر وکیل نے بحکم موکل ہبہ کیا ہو تو بھی رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر ہبہ کرنے والے نے ہبہ سے رجوع کرنا چاہا درحالیکہ وہ شے موہوب لہ کے وکیل کے ہاتھ میں ہے تو رجوع نہیں کر سکتا ہے اور یہ وکیل اس کا مخاصم نہیں ہو سکتا ہے یہ حاوی میں ہے اگر ایک ذمی نے دوسرے کو شراب یا سور ہبہ کی اور موہوب لہ نے اس پر قبضہ کرنے کے واسطے کسی مسلمان کو وکیل کیا یا واہب نے موہوب لہ کو دینے کے واسطے کسی مسلمان کو وکیل کیا تو جائز ہے اگر موہوب لہ نے ہبہ پر قبضہ کرنے کے واسطے دو شخصوں کو وکیل کیا اور ایک نے قبضہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر واہب نے دینے کے واسطے دونوں کو وکیل کیا اور ایک نے دے دیا تو جائز ہے وعلیٰ ہذا اگر وکیل نے دوسرے کو دینے کے واسطے وکیل کیا تو بھی جائز ہے اور اگر موہوب لہ کے وکیل نے دوسرے کو قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر موکل نے اس سے کہہ دیا تھا کہ جو کچھ تو کرے وہ روا ہے تو اس کو دوسرے کو وکیل کرنا جائز ہے اگر ایک شخص کو اس واسطے وکیل کیا کہ یہ کپڑا فلاں شخص کو عوض لے کر ہبہ کر دے اور عوض اس سے وصول کر لے پس وکیل نے ایسا ہی کیا مگر عوض اس سے قیمت میں کم ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے مگر جبکہ عوض اس کے برابر یا اس قدر کم ہو کہ لوگ اتنی کمی برداشت کر لیا کرتے ہیں تو جائز ہے اگر وکیل سے کہا کہ اپنے مال میں سے میری طرف سے عوض اس شرط پر دے دے کہ میں اس کا ضامن ہوں اور وکیل نے دے دیا تو جائز ہے اور وکیل اس سے اس کے مثل لے لے گا اگر عوض مثلی تھا یا اس کی قیمت لے لے گا اگر مثلی نہیں تھا اور اگر عوض دینے کا حکم دیا کہ عوض اپنے مال سے دے دے اور اپنے ضامن ہونے کی شرط نہ کی تو وکیل بعد عوض دینے کے اس سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے واہب کو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کرنے کے واسطے وکیل مقرر کرے اگر دو شخصوں نے ایک شخص کو ایک غلام یا گھر ہبہ کیا پھر دونوں نے ایک شخص کو دے دینے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر دو شخصوں کو وکیل کیا یا ہر ایک نے ایک شخص کو علیحدہ وکیل کیا تو بھی جائز ہے پس اگر دونوں وکیلوں میں سے ایک نے موہوب لہ کو دے دیا یا خود اس نے قبضہ کر لیا تو جائز ہے یہ حاوی[1] میں لکھا ہے موہوب لہ نے عوض دینے کے واسطے وکیل کیا اور عوض کو متعین نہ کیا پس نہ وکیل نے عوض دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ اپنے مال سے میری طرف سے جو چاہے عوض دے دے تو جائز ہے کیونکہ جب اس کی رائے پر چھوڑا تو جس قدر عوض دے گا اس کی نسبت موکل یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ اس قدر زر میری مراد نہ تھی یہ محیط سرخسی میں ہے اگر دو شخصوں کو ہبہ سے رجوع کرنے کے واسطے وکیل کیا تو ایک بدوں دوسرے کے منفرد نہیں ہو سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

---

[1] یعنی بدوں وکیلوں کے دے دینے کے۔

باب : ④

اجارہ وغیرہ کی وکالت کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں

فصل اوّل:

اجارہ دینے اور اجارہ لینے اور کھیتی اور معاملہ[1] کی وکالت کے بیان میں

گھر کو اجارہ پر دینے کا وکیل اجارہ کے ثابت کرنے اور کرایہ وصول کرنے اور گھر کو بہ سبب کرایہ کے روک لینے میں خصم قرار پائے گا کیونکہ یہ اس کے حقوق عقد سے ہے اگر وکیل اجارہ نے اجارہ لینے والے کے کرایہ معاف کر دیا پس اگر کرایہ مال معین ہو تو بری کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر مال دین ہوں پس اگر بعد مال واجب ہو جانے کے بری کیا مثلاً مدت گزر گئی یا تعجیل شرط تھی تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور اس کے مثل موکل کو ضمان دے اور اگر واجب ہو جانے سے پہلے معاف کر دیا تو ظاہر الروایت میں مذکور ہے کہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے یہ محیط میں ہے جو شخص گھر کے قیام و اجارہ پر دینے اور کرایہ وصول کرنے کے واسطے وکیل مقرر ہوا ہے اس کو کچھ عمارت بنانے یا اس میں مرمت کا اختیار نہیں ہے اور اس کی خصومت کے واسطے وکیل نہ شمار ہوگا اور اگر اس میں سے کسی نے کوئی بیت گرا دیا تو اس کے باب میں مخاصم ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے قبضہ کی چیز اس نے تلف کی اسی طرح اگر کسی کو اس نے کرایہ دیا اور اس نے انکار کیا تو اس پر اجارہ ثابت کرنے کے واسطے خصم قرار پائے گا اور کرایہ دینے کے واسطے دوسرے وکیل کرنا اس کو جائز نہیں ہے اور وکیل نے اگر ایسے شخص کو جو اس کی پرورش میں نہیں ہے کرایہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اور کرایہ پر لینے والا بری ہو جائے گا اور جس وکیل نے کرایہ پر دیا ہے وہی کرایہ کا ضامن ہوگا کیونکہ اسی کے وکیل نے وصول کیا ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اجارہ کے وکیل کو اختیار ہے کہ اسباب یا لونڈی غلام کے عوض کرایہ پر دے اگر ایسی زمین کرایہ دینے کے واسطے وکیل کیا گیا کہ جس میں بیوت اور عمارات ہیں اور موکل نے ان کی تفصیل نہ بیان کی تو اس کو اختیار ہے کہ زمین کو مع بیوت کے کرایہ پر دے دے اسی طرح اگر اس میں پن چکی ہو تو بھی یہی حکم ہے اگر زمین کو درہموں پر کرایہ دینے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے دیناروں کے عوض کرایہ پر دی یا آدھے کی بٹائی پر کھیتی کے واسطے دے دی تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر کرایہ دینے کے واسطے حکم کیا اور عوض ذکر نہ کیا اور وکیل نے آدھی بٹائی پر کھیتی کے واسطے دے دی تو بھی جائز نہیں ہے اسی طرح اگر آدھے کی بٹائی پر دینے کے واسطے حکم کیا اور وکیل نے درہم یا دیناروں کے عوض کرایہ پر دے دی تو بھی جائز نہیں ہے۔

اگر موکل کے بیان درہم سے زیادہ درہم پر اجارہ دیا تو جائز ہے ☆

اگر گیہوں یا جو ایسی چیزوں کے عوض جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں کرایہ پر دی تو اس باب میں مذکور ہے کہ جائز نہیں ہے اور باب مزارعت میں لکھا ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ جس قدر گیہوں پر اجارہ دیا ہے وہ اس نصف کے برابر ہوں جو اس زمین سے پیدا ہوتے ہیں کذا فی الذخیرہ۔ اجارہ لینے کا وکیل درہم و دینار و کیلی و وزنی کے عوض اجارہ لے سکتا ہے بشرطیکہ غیر معین ہو اور اسباب معین یا کیلی و وزنی معین کے ساتھ اجارہ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر موکل کے بیان درہم سے زیادہ درہم پر اجارہ دیا تو جائز ہے اسی

---

[1] قولہ معاملہ یعنی موکل کو بٹائی پر دینا جیسے مزارعت کھیتی کو بٹائی پر دینا۔

طرح اگر وکیل مقرر ہوا کہ اس مدت معلومہ تک اس قدر دراہم پر اجارہ لے اور اس نے کم پر اجارہ لیا تو بھی جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اگر برس روز کے واسطے کرایہ لینے کا وکیل ہوا اور اس نے دو برس کے واسطے کرایہ لیا تو پہلا سال موکل کا اور دوسرا سال وکیل کا ہوگا اور اگر وکیل کے قبضہ سے پہلے یا بعد کسی قدر مکان گر گیا پھر موکل نے کہا کہ یہ مجھے پسند نہیں ہے تو مکان موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگا بلکہ وکیل کے ذمہ پڑے گا یہ حاوی میں لکھا ہے کسی شخص کو خاص زمین کے اجارہ لینے کا وکیل کیا پھر موکل نے وکیل کے اجارہ لینے کے بعد اس کے مالک سے خرید لی اور اس کو اجارہ کا حال نہیں معلوم ہے پھر معلوم ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور کرایہ پر اس کے پاس رہے گی ایک شخص کو حکم کیا کہ میرے واسطے ایک ٹٹو دس درہم کو کوفہ تک کرایہ کر دے اس نے پندرہ درہم کو کرایہ کیا اور موکل کے پاس لایا اور کہا کہ میں نے دس درہم کو کرایہ کیا ہے وہ سوار ہو گیا تو موکل پر کچھ کرایہ[1] نہیں واجب ہوگا اور ٹٹو والے کا کرایہ وکیل پر ہوگا ایک شخص کو حکم کیا کہ میرا گھر دس درہم کو کرایہ کو دے دینے اس نے پندرہ درہم میں دے دیا تو اجارہ فاسد ہے اور اگر درہم لے لئے ہیں تو پانچ درہم صدقہ کر دے یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک مکان سال بھر تک کے واسطے سو درہم میں کرایہ پر لے اور وکیل نے کرایہ لے کر قبضہ کر لیا اور موکل کو دینے سے انکار کیا تو جب تک کرایہ نہ وصول کرے نہ دے گا پس اگر اجارہ مطلقاً ہو تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے پس اگر وکیل نے یہاں تک روکا کہ سال گزر گیا تو بحکم عقد کرایہ وکیل پر لازم ہوگا پھر وکیل موکل سے لے گا اسی طرح اگر کرایہ بوعدہ ایک سال کے ہو تو بھی یہ صورت اور پہلی صورت یکساں ہے ایسا ہی یہ مسئلہ بعض روایات میں مذکور ہے اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وکیل استحساناً موکل سے کرایہ نہیں لے سکتا ہے اور قاضی امام جمال الدین نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اسی طرح اگر موکل نے وکیل سے لے کر قبضہ کیا پھر وکیل نے اس پر زبردستی کر کے گھر اس کے قبضہ سے نکال لیا یہاں تک کہ سال گزر گیا تو کرایہ پر دینے والے کو وکیل سے کرایہ کے مطالبہ کا اختیار ہے پھر وکیل موکل سے لے گا اور اگر وکیل کی سکونت میں مکان منہدم ہو گیا تو اس پر ضمان نہیں ہے اور اگر وکیل نے گھر موکل کو دینے سے روکا پھر ایک اجنبی آیا اور اس نے وکیل کے پاس سے وہ گھر غصب کر لیا اور وکیل موکل کو نہ دے سکا یہاں تک کہ سال گزر گیا تو کرایہ وکیل اور موکل دونوں سے ساقط ہو گیا۔

اجارہ دینے کے وکیل نے اگر موکل کے باپ یا بیٹے کو اجارہ دیا تو مثل بیع کے جائز ہے ☆

اگر وکیل نے اجرت کی تعجیل کی شرط کر لی تھی تو اس پر اور موکل پر صحیح ہو گئی پس اگر وکیل نے گھر پر قبضہ پایا اور کرایہ خواہ دیا یا نہ دیا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک پوری اجرت نہ لے گھر کو موکل کے سپرد نہ کرے پس اگر منع کیا اور روکا یہاں تک کہ سال گزر گیا اور گھر وکیل کے قبضہ میں ہے تو کرایہ وکیل پر واجب ہوگا اور اس صورت میں وکیل موکل سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر موکل نے گھر طلب نہ کیا یہاں تک کہ سال گزر گیا تو کرایہ وکیل پر واجب ہوگا اور وہ موکل سے لے لے گا اور اگر آدھا سال گزر گیا پھر موکل نے طلب کیا اور وکیل نے روکا یہاں تک کہ سال پورا ہو گیا تو سب کرایہ وکیل پر واجب ہوا اور وکیل آدھے سال کا کرایہ یعنی جس قدر حصہ عدم طلب میں گزرا ہے وہ موکل سے لے لے گا یہ ذخیرہ میں ہے اجارہ لینے کے وکیل کو اختیار ہے کہ خود ادا کر دینے سے پہلے موکل سے مواخذہ کرے کہ کرایہ مجھے ادا کر دے یہ حاوی میں لکھا ہے اجارہ دینے کے وکیل کو اختیار ہے کہ کھلے خسارہ کے ساتھ کرایہ پر دے دے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اجارہ دینے کے وکیل نے اگر موکل کے باپ یا بیٹے کو اجارہ دیا تو مثل بیع کے جائز ہے اور اگر اپنے باپ یا بیٹے یا ایسے شخص کو جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں ہے اجارہ پر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اجارہ فاسد میں وکیل ضامن نہ ہوگا اور اجر المثل مستاجر کو دینا پڑے گا اجارہ طویلہ کے وکیل سے اجارہ کا مال فسخ اجارہ کے وقت طلب کیا جائے گا

---

[1] قولہ کچھ کرایہ یعنی دس درہم بھی واجب نہ ہوں گے کیونکہ وہ بدوں عقد کے غاصب قرار پایا ہے۔

اگر وکیل کو اجرت میں تاخیر دی گئی یا معاف کر دی گئی تو صحیح ہے اور وکیل کو اختیار ہے کہ موکل سے لے لے یہ خلاصہ میں ہے اگر زمین چند لوگوں میں مشترک ہو پھر ایک نے اپنے حصہ کے اجارہ دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے انہیں[1] سب کے ہاتھ اجارہ پر دیا تو جائز ہے اور اگر ایک کے ہاتھ اجارہ پر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر کسی اجنبی[2] کو کرایہ پر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اجارہ دینے کے وکیل نے اگر تمام منفعت حاصل کرنے سے پہلے مستاجر سے اجارہ توڑ لیا تو توڑنا صحیح ہے خواہ کرایہ مال دین ہو یا عین ہو لیکن اگر وکیل نے کرایہ وصول کیا ہو تو نہیں صحیح ہے کیونکہ مقبوض ملک موکل ہو گیا و بواسطہ وکیل اس پر موکل کا قبضہ ہو گیا اور وصول ہونے سے پہلے اگر کرایہ مال معین ہو تو نفس عقد سے ملک موکل ثابت نہ ہوئی اور تعجیل کی شرط پر موکل کا قبضہ ثابت نہ ہوا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر وکیل مستاجر نے زمین کے مالک سے اجارہ توڑ لیا حالانکہ زمین اجارت پر دینے والے کے قبضہ میں ہے تو جائز ہے پس اگر اس کو موکل یا وکیل کو دے دیا ہے تو استحساناً جائز نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ کھیتی کے واسطے زمین دینے کے وکیل نے اگر ایسے شخص کو زمین دی جو اس میں دانہ کی چیز گیہوں وغیرہ بوتا ہے تو جائز ہے اور اگر ایسے شخص کو دی جو اس میں درخت لگاتا ہے تو جائز نہیں اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ زمین ایسے شخص کو دے جو اس میں خرما کے درخت لگائے اس نے ایسے کو دی جو اس میں دوسرے قسم کے درخت لگاتا ہے یا اس کے برعکس ہو تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے وکیل کیا کہ میری زمین بٹائی کھیتی پر دے دے اس نے اس قدر خسارہ پر دی کہ جو اندازہ نہیں کیا جاتا ہے تو جائز نہیں ہے اور جو کچھ پیدا ہو وہ کاشتکار اور وکیل کے درمیان ان کے شرط کے موافق تقسیم ہوگا اور زمیندار کو اس میں کچھ نہ ملے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک زمیندار دونوں میں سے جس سے چاہے زمین کا نقصان لے لے اور امام اعظمؒ کا قول اس کے خلاف ہے اور اگر کھیتی سے کچھ نقصان نہیں آتا ہے تو امام محمدؒ نے اس کو صاف صریح ذکر نہیں کیا ہے عامہ مشائخ نے فرمایا کہ مزارعت جائز ہے اور پیداوار وکیل اور کاشتکار کے درمیان تقسیم ہوگی اور اس میں موکل کو کچھ نہ ملے گا اور اگر اس قدر خسارہ پر دیا کہ جو اندازہ میں آتا ہے تو جائز ہے اور پیداوار موکل اور کاشتکار کے درمیان موافق شرط کے تقسیم ہوگی اور حصہ موکل کا وکیل کو اپنے قبضہ میں لینا جائز ہے اور اگر بیج زمیندار کا ہو اور وکیل نے اس قدر خسارہ پر زمین دی جو برداشت[3] ہو سکتا ہے تو روایت مزارعت کے موافق زمیندار ہے اپنے حصہ پر قبضہ کرنے کا متولی ہوگا اور ایسا ہی معاملہ میں درخت کا مالک خود ہی اپنے حصہ پر قبضہ کرے گا اور روایت وکالت میں یہ ہے کہ وکیل کو اس کے حصہ پر قبضہ کرنے کا حق ہے اور اگر اس قدر نقصان کے ساتھ دی کہ جو برداشت نہیں ہوتا ہے تو وکیل بیج اور زمین کا غاصب ہے اور زمیندار کو نقصان زمین لینے کا اختیار ہے اور کاشتکار کو جو کچھ ملا اس میں صدقہ نہ کرے گا اور وکیل زیادتی صدقہ کرے گا یہ محیط السرخسی میں لکھا ہے۔

مزارعت و معاملت کے وکیل کو اختیار ہے کہ حاصلات میں سے مالک کا حصہ وصول کر لے اور اگر عامل کو ہبہ کیا یا اس کو بری کر دیا تو جائز نہیں ہے اس شخص کے قول میں جو مزارعت و معاملت کو جائز رکھتا ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر اپنی زمین مزارعت و کاشتکاری بٹائی پر دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل کو وقت نہ بتلایا تو پہلے سال و پہلی کھیتی کے واسطے جائز ہے پس اگر وکیل نے اس سے زیادہ کے واسطے یا سوائے اس سال کے دی اور اس سال نہ دی تو استحساناً جائز نہیں ہے اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے

---

[1] قولہ انہیں شریکوں کے ہاتھ۔ [2] قولہ اجنبی یعنی شرکت والا حصہ سوائے شریکوں کے کسی اجنبی کو دیا۔

[3] قولہ برداشت ہونا یعنی کوئی آنکنے والا اتنے کو بھی آنکتا ہے۔

یہ زمین اس سال کے واسطے اس شرط پر لے کہ بیج موکل کی طرف سے ہے پس وکیل نے اس طرح لی کہ جس میں نقصان اس قدر ہے کہ لوگ برداشت کرلیا کرتے ہیں تو جائز ہے اور اگر اس قدر نقصان کے ساتھ لی کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو جائز نہیں لیکن اگر موکل راضی ہو جائے اور اس میں زراعت کرے تو جائز ہے اور وکیل ہی سے مالک زمین کے حصہ کا مواخذہ ہے تاکہ اس کو سپرد کر دے پس اگر وکیل نے اس قدر نقصان سے لی کہ لوگ برداشت نہیں کرتے ہیں اور موکل نے اجازت اس وقت تک نہ دی کہ اس نے زراعت کی اور وکیل نے اس کو زراعت کی اجازت دی تو جو کچھ پیداوار ہوئی وہ موکل کی ہے اور وکیل پر زمین کے مالک کو اس زمین کے مثل کی پیداوار کے موافق دینا لازم ہے اور مالک زمین کا موکل پر کچھ نہیں ہے اور کاشتکار پر زمین کا نقصان اس کے مالک کو دینا واجب ہے اور اگر اس نے اجازت نہ دی اور زراعت کے واسطے کاشتکار کو بھی حکم نہ کیا تو جس قدر پیداوار ہو وہ کاشتکار کی ہے اور وکیل پر زمیندار کا کچھ حق نہیں ہے اور کاشتکار اس کو نقصان زمین دے گا اور وکیل سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل کو حکم کیا کہ کوئی زمین بٹائی پر یا کوئی درخت ساجھے پر لے اور بیان نہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر زمین بیان کر دی اور بیج نہ بیان کئے تو جائز ہے اور اگر وکیل کو زمین بٹائی پر یا درخت ساجھے پر دینے کا حکم کیا اور وہ شخص بیان نہ کیا جس کو دی جائے تو جائز ہے ایک شخص کو حکم دیا کہ زمین کھیتی بٹائی پر دے دے اور اس نے ایک کُر گیہوں درمیانی پر کرایہ دے دی تو جائز ہے اور کاشتکار کو اختیار ہے کہ جو کچھ اس کا جی چاہے گیہوں کی قسم سے یا جو اس سے کم مضر ہو اس میں بو دے اور اگر سوائے گیہوں کے کسی چیز کے عوض دی تو جائز نہیں ہے اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ تہائی بٹائی پر دے دے اور اس نے ایک کُر گیہوں وسط کے عوض اجرت پر دے دی تو اس نے خلاف کیا اور متاجر نے اگر اس میں بویا تو پیداوار اسی کی ہوگی اور اس پر ایک کُر گیہوں درمیانی اجرت پر دینے والے کو دینا واجب ہوں گے اور مالک زمین کو نقصان دے گا اور اجرت پر دینے والے سے واپس لے گا اور اگر مالک زمین چاہے تو اجرت پر دینے والے سے نقصان زمین وصول کرے اور وہ اسی کُر میں سے جو اس کو اجرت میں ملا ہے یہ نقصان ادا کرے گا اور باقی کو جو زیادہ ہے صدقہ کر دے گا ایک شخص کو اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین تہائی بٹائی پر لے اور وکیل نے ایک کُر گیہوں درمیانی کے عوض لی تو جائز نہیں ہے لیکن اگر موکل راضی ہو تو جائز ہے اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ یہ خرما کا درخت میرے واسطے معاملت پر لے اور اس نے اس شرط پر لیا کہ جو کچھ پھل پیدا ہوں وہ مالک درخت کے ہیں اور عامل کو کھرے فاری[1] چھوہارے خشک ایک کُر ملیں گے تو جائز ہے اور دقل چھوہارے کی شرط کی پس اگر درخت میں ناکارہ دقل پیدا ہوتے ہیں تو جائز ہے ورنہ نہیں جائز ہے اور اگر ایک کُر گیہوں کی شرط کی تو جائز نہیں ہے اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے فلاں شخص کا درخت خرما تہائی کے ساجھے پر لے اور اس نے ایک کُر خشک چھوہارے فاری کی شرط پر لیا تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگا لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ایک کُر تہائی سے کم یا برابر ہے تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

فصل دوم :

مضارب وشریک کو وکیل کرنے کے بیان میں

قاعدہ یہ ہے کہ جو ایسی تجارت ہے کہ اگر اس کو مضارب عمل میں لائے تو رب المال پر صحیح ہوتی ہے جب ایسے معاملہ میں وکیل کرے گا تو بھی رب المال پر صحیح ہوگا اور مضارب کو خرید و فروخت اور قبضہ اور خصومت میں وکیل کرنا جائز ہے مضارب نے قرضہ کے خصومت کے واسطے دوسرے کو وکیل کیا اور وکیل نے اقرار کر دیا کہ مضارب نے وصول کرلیا ہے تو جائز ہے پھر اگر مضارب نے کہا کہ

---

1. قولہ فاری ایک قسم چھوہارے کی عمدہ ہوتی ہے جیسے دقلی ناکارہ کو کہتے ہیں۔

ں نے وصول نہیں کیا ہے تو وکیل پر ضمان نہ ہوگی اور قرض دار بری ہو گیا چنانچہ اگر مطلوب سے وصول کرنے کا اقرار کیا اور مضارب نے انکار کیا تو بھی ایسا ہی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے مضارب کو ایک غلام مضاربت سے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے رب مال کا بھائی خریدا تو خریداری مضارب پر جائز ہوگی نہ رب المال پر اور اگر مضارب نے لے لیا پس اگر اس میں زیادتی نہیں ہے تو ضاربت میں جائز ہے اور اگر زیادتی ہو تو خاصۃً مضارب کے حق میں جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اگر مضاربت کا مال رب المال سے صول کرنے یا اس کو دینے کے واسطے مضارب نے کسی کو وکیل کیا تو جائز ہے اور اگر رب المال نے مضارب کو اپنے اہل و عیال کو نفقہ ینے کا حکم کیا اور مضارب نے نفقہ دینے کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو جائز ہے پس اگر وکیل نے کہا کہ میں نے سو درہم ان لوگوں پر خرچ ئے اور اتنی مدت میں اس قدر درہم اتنے لوگوں پر خرچ ہو سکتے ہیں اور مضارب نے کہا کہ دو سو درہم خرچ کئے اتنی مدت میں کہ اس ردرہم اتنی مدت میں اتنے لوگوں پر خرچ ہو سکتے ہیں اور رب المال نے کہا کہ تو نے کچھ نہیں خرچ کیا ہے تو مضارب کا قول لیا جائے ا حالانکہ مال میں سے دو سو درہم جاتے رہے ہیں اور وکیل کچھ ضامن نہ ہوگا اور مضارب کے قول کی تصدیق اسی وجہ سے کی جاتی ہے لہ مال اس کے قبضہ میں ہے اسی طرح ہر وکیل کہ جس کو کچھ مال دیا جائے کہ اس کو فلاں چیز میں صرف کرے تو بطریق[1] معروف اس ں اس بارہ میں تصدیق کی جائے گی یہ حاوی میں ہے۔

لر دو شریک عنان میں سے ایک نے کسی شریک کی چیز کی بیع کے واسطے وکیل کیا تو دونوں پر استحساناً ائز ہے ☆

اگر مضاربت کے غلاموں کی خوراک کے واسطے مضارب نے کسی کو وکیل کیا اور اس کو کچھ مال نہ دیا پھر وکیل نے کہا کہ میں نے ان پر اس اس قدر خرچ کیا ہے اور مضارب نے اس کی تکذیب کی تو وکیل کی تصدیق نہ کی جائے گی اسی طرح اگر اپنی ذاتی چیز پر رف کرنے کے واسطے وکیل کیا تو یہ صورت بھی مثل صورت سابقہ کے ہے اور اگر مضارب نے مضاربت کے غلاموں میں سے کسی ام کو فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر رب المال نے مضارب کو بیع سے منع کر دیا اور مضاربت توڑ دی پھر وکیل نے اس کو وخت کیا اور اس کو ممانعت کا علم ہے یا نہیں ہے تو اس کی بیع جائز ہے کیونکہ مال عروض ہو جانے کے بعد مضارب کے لئے اس کی بیع ں ممانعت کرنے کا اختیار رب المال کو نہیں ہے اسی طرح اگر رب المال مر گیا پھر وکیل نے بیچا یا مضارب نے اس کی موت کے بعد یل کیا اور اس نے بیچا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اگر دو متفاوضوں میں سے ایک نے کسی کو ایسی چیز کے بیچنے کے واسطے جس کا ،ولی ہے وکیل کیا پھر دونوں جدا ہو گئے اور اپنا اپنا مال بانٹ لیا اور گواہ کر لئے کہ ہم دونوں میں شرکت نہیں رہی پھر وکیل نے جس کام ے واسطے وکیل ہوا تھا اس کو پورا کیا اور اس کو اس کا علم ہے یا نہیں ہے تو دونوں کے حق میں یہ کام جائز ہوگا اسی طرح اگر دونوں نے یل کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ حاوی میں ہے اگر دو شریک عنان میں سے ایک نے کسی شریک کی چیز کی بیع کے واسطے وکیل کیا تو دونوں استحساناً جائز ہے اس لئے کہ ہر ایک دوسرے کے حق میں بمنزلہ وکیل مختار عام کے ہے یہ مبسوط میں ہے اگر کسی چیز کی بیع یا خرید یا جارہ یا قرضہ کے تقاضے کے واسطے وکیل کیا اور دوسرے شریک نے اس کو وکالت سے برطرف کیا تو سب چیزوں سے سوائے اضائے قرض کے برطرف ہو جائے گا اس لئے کہ اگر ادانت موکل ہی کی طرف سے تھی تو دوسرے کا نکالنا باطل اور اگر نہیں تھی تو کالت ناجائز ہے کذا فی الحاوی دونوں متفاوضوں میں سے ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اس میں عیب پایا پس اس کی واپسی کے

---

[1] قولہ بطریق معروف یعنی رواج کے موافق جتنا ایسی چیز میں خرچ ہو سکتا ہے۔

واسطے ایک وکیل مقرر کیا اگر اس کا شریک وہی مخاصم ہو تو ضرور ہے کہ جس نے خریدا ہے وہ حاضر ہو تا کہ اس سے قسم لی جائے کہ وہ عیب پر راضی ہوا ہے یا نہیں اور اگر خریدار خود حاضر ہو تو وہی مخاصم قرار پائے گا اور بائع کو اختیار نہیں ہے کہ اس کے شریک سے عیب پر راضی ہونے کی قسم لے دونوں شریکوں میں سے ایک نے ایک غلام میں خصومت کے واسطے جس کو فروخت کیا تھا وکیل کیا اور مشتری نے اس میں عیب لگایا اور موکل غائب ہو گیا تو وکیل پر قسم نہیں آتی ہے اور اگر مشتری نے دوسرے شریک سے جھگڑا کرنا چاہا اور اس کے علم پر اس سے قسم لینی چاہی تو ہو سکتا ہے کیونکہ مفاوضہ کا ہر ایک شریک مدعا علیہ ہونے میں بجائے دوسرے کے ہے یہ مبسوط میں ہے۔

فصل سوم:

بضاعت کے بیان میں

اگر ایک نے دوسرے کو ہزار درہم بضاعت دیئے اور کہا کہ اس کے عوض میرے لئے کپڑے کو یا کپڑوں کو یا تین کپڑوں کو خرید دے تو جائز ہے اسی طرح اگر ہزار درہم بضاعت دے کر کہا کہ میرے لئے اس کی کوئی چیز خرید دے تو بھی جائز ہے اور اگر کہا کہ اپنے مال سے میرے واسطے ہزار درہم بضاعت قرار دے کر اس کی کچھ چیز لئے خرید دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور جو کچھ خرید دے گا وہ حکم دینے کی ہو گی اور اگر کہا کہ یہ ہزار درہم بضاعت کے لئے تو جائز ہے اور خریداری کی اجازت اس کو اسی کلمہ سے حاصل ہو گئی اگر کہا کہ یہ کپڑا بضاعت میں لے تو جائز ہے اور فروخت کی اجازت اس کو حاصل ہو گی پھر کپڑے کی صورت میں امام اعظمؒ کے نزدیک ہر عزیز و خسیس[1] کے عوض اور جس ثمن کو فروخت کر دے گا بیع نافذ ہو گی اور صاحبینؒ کے نزدیک صرف درہم و دینار سے جائز اور اگر خسارہ ہو تو بقدر اتنے خسارہ کے جائز ہو گی کہ لوگ برداشت کر سکتے ہیں اور درہموں کی صورت میں اس کی خریداری موکل پر نافذ نہ ہو گی الا مثل قیمت کے عوض یا اس قدر کمی سے کہ لوگ برداشت کر لیا کرتے ہیں اور اگر کہا کہ یہ ہزار درہم بضاعت لے اور میرے لئے کچھ خرید و فروخت کر شاید اللہ تعالیٰ مجھے کچھ نفع نصیب کرے تو جائز ہے اور اس کو خریدنے اور فروخت کرنے کا اختیار ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں شہر میں جانا چاہتا ہوں کپڑے اور غلام خریدوں پس اس نے کہا کہ میرے یہ ہزار درہم بضاعت لے یا کہا کہ میرے لئے اپنے مال سے ہزار درہم بضاعت کر لے تو جائز ہے اور اس کو غلام و کپڑے خریدنے کی اجازت حاصل ہوئی اور اگر یوں کہا کہ یہ ہزار درہم رائے پر بضاعت میں لے کپڑے کے واسطے یا غلام کو کہا یا اناج کے واسطے کہا پھر اس شخص نے جس کو حکم کیا تھا تمام مال سے وہ شے جس کا حکم کیا تھا خریدی پھر اسکو لدوایا اور اپنے مال سے خرچ کیا یہاں تک کہ مالک کے پاس لایا تو اس خرچ میں وہ احسان کرنے والا شمار ہو گا اور خریداری رب المال کے واسطے جائز ہو گی اور اگر تھوڑے مال سے وہی چیز خریدی اور تھوڑا کرایہ میں خرچ کر کے لایا تو جائز ہے اور اگر رب المال نے حکم کیا کہ جس شہر میں رہتا ہوں یہیں خرید دے پھر اس نے تھوڑے مال سے چیز خریدی اور تھوڑا باقی کرایہ[2] میں خرچ کیا تو جائز ہے اور اگر تمام مال سے اسی شہر میں وہ چیز خریدی اور اپنے پاس سے خرچ کر کے اس کے گھر تک پہنچائی تو استحساناً رب المال سے واپس لے گا اگر اس شخص نے جس کو حکم کیا ہے تھوڑے مال سے یہ چیزیں خریدیں اور باقی مال خرچ کرایہ وغیرہ کے واسطے رکھا اور وہ خرچ نہ ہوا یہاں تک کہ رب المال مر گیا پھر باقی اس نے خرچ کیا پس اگر اس کو رب المال کے مرنے کا علم تھا تو جس قدر خرچ کیا ہے اس کا ضامن ہے اور اگر علم نہ تھا تو استحساناً ضامن نہیں ہے

---

[1] قولہ عزیز خسیس یعنی خواہ نفیس مال کے عوض یا ناچیز کے عوض۔ [2] قولہ کرایہ میں یعنی رب المال کے مکان تک لانے میں۔

اور جب تک اس کو علم نہ ہو معزول نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر اس شخص نے مال سے کچھ چیز نہ خریدی یہاں تک کہ رب المال مر گیا پھر اس نے خریدی تو ضامن ہوگا خواہ مرنے کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو پھر واضح ہو کہ مسئلہ بضاعت میں اگر تھوڑے سے مال سے غلام خرید چکا ہے پھر اس کو رب المال کے مرنے کا حال معلوم ہوا یا اس کے منع کرنے کا حال معلوم ہوا اور اس کو خوف ہے کہ اگر غلاموں کو کھانا نہیں دیتا ہے تو مر جائیں گے تو چاہئے کہ قاضی کے سامنے اس معاملہ کو پیش کرے تا کہ قاضی کو جو کچھ مصلحت معلوم ہو یعنی بیع کر دینا اور اس کا ثمن رکھ لینا یا باقی مال سے ان کو نفقہ دینا وہ اس کو حکم کرے لیکن جب تک گواہ نہ قائم ہوں قاضی حکم نہ دے گا اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوئے اور قاضی کی رائے میں آیا کہ یوں گواہ کر لے کہ اس شخص نے ایسا ایسا بیان کیا ہے پس اگر اس نے سچ کہا تو میں نے اس کو نفقہ دینے یا بیع کر دینے کی اجازت دی تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر اس شخص نے تھوڑے مال سے خریدا پھر رب المال مر گیا پھر باقی مال سے خریدا یا نفقہ و کرایہ وغیرہ میں صرف کیا تو خریدنے کی صورت میں ضامن ہوگا خواہ رب المال کے مرنے کا حال معلوم ہو یا نہ ہو اور نفقہ کی صورت میں اگر معلوم تھا تو ضامن ہوگا اور اگر نہ معلوم ہوا تو ضامن نہ ہوگا اور یہ حکم استحساناً ہے کذا فی الصغریٰ۔ ایک شخص کو ہزار درہم بضاعت کسی خاص چیز کے خریدنے کے لئے جس کو بیان کر دیا ہے دیئے اور اختیار دیا کہ جس کو چاہے وکیل کر لے پس اس وکیل نے دوسرے کو دے کر حکم دیا کہ جس اسباب کے خریدنے کے واسطے رب المال نے حکم کیا ہے وہ خرید کرے اور اس نے خریدا تو پہلے وکیل کو اختیار ہے کہ مشتری سے متاع اپنے قبضہ میں لے اور اگر پہلا وکیل مر گیا تو دوسرے کی وکالت باطل نہ ہوگی اور اگر درہم دینے کے وقت کہا کہ میں نے تجھ کو فلاں شخص کے واسطے وکیل کیا کہ تو اس کے واسطے ان ہزار درہم کی فلاں متاع خرید دے تو یہ شخص رب المال کا وکیل ہوگا اور جس نے درہم دیئے ہیں اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس مشتری سے متاع لے کر قبضہ کرے اسی طرح اگر درہم دوسرے کو دیئے اور کہا کہ میں نے تجھے وکیل کیا کہ ان درہموں کی فلاں شخص کے واسطے فلاں چیز خریدے اور یہ نہ کہا کہ فلاں شخص کے واسطے وکیل کیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھے وکیل کیا کہ ان درہموں کے عوض فلاں چیز خرید دے پھر باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ یہ دراہم فلاں شخص کے تھے اور اس نے فقط اس واسطے وکیل کیا تھا کہ فلاں مالک کے واسطے خرید دے اور فلاں شخص نے اس کو حکم دیا تھا کہ جس کو چاہے وکیل کر لے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم بضاعت کسی متاع کے خریدنے کے واسطے دیئے اور اس شخص نے جس کو درہم دیئے گئے ان درہموں کو ایک دلال کو دیا اس نے متاع خرید کر کے وکیل کے پاس روانہ کی اور وہ راستہ میں ضائع ہوئی تو وکیل اس کے لئے ضامن نہ ہوگا اور اگر درہم والے نے یہ نہیں کہا تھا کہ بضاعت ہیں اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو ضامن ہوگا مگر دلال نے اس کے سامنے اگر خریدا تو ضامن نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

باب : ⑤

رہن کے معاملہ میں وکیل کرنے کے بیان میں

اگر ایک شخص کو اسباب دیا اور کہا کہ اس کو میرے واسطے فروخت کر دے اور داموں کے لئے رہن لے لینا اور اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور اگر رہن داموں سے اس قدر کم ہو کہ لوگ اندازہ میں اس قدر خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور اگر کہا کہ اس کو فروخت کر کے مضبوطی کے لائق رہن لے اس نے ایسا رہن لیا جو داموں سے اس قدر کم ہے کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر اس قدر کم ہے کہ لوگ اتنا خسارہ نہیں برداشت کرتے ہیں تو نہیں جائز ہے اور اگر وکیل نے

رہن لے کر پھر راہن کو پھیر دیا تو واپس کرنا جائز ہے اور موکل کے واسطے ضامن نہ ہوگا اور بیع اپنے حال پر رہے گی اور اگر وکیل نے رہن کو کسی عادل کے قبضہ میں رکھا ہے تو جائز ہے اور موکل کو اس پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اگر کسی کو کچھ درہم دیئے اور کہا کہ اس کو فلاں شخص کے پاس لے جا اور کہہ کہ فلاں شخص نے تجھے اس شرط پر قرض دیا ہے کہ تو اس کے عوض رہن دے اور مجھے رہن پر قبضہ کرنے کا حکم کیا ہے پس اس نے ایسا ہی کیا اور رہن پر قبضہ کیا تو جائز ہے اور موکل کو اختیار ہے کہ رہن وکیل سے لے کر اپنے قبضہ میں لے اور اگر رہن وکیل کے پاس تلف ہوا تو موکل کا مال گیا اور اگر یوں کہا کہ یہ دراہم لے اور ان کو قرض دے اور ان کے عوض رہن لے لے اس نے ایسا ہی کیا تو راہن وکیل سے رہن نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل کے پاس تلف ہوا تو موکل کا مال گیا یہ حاوی میں ہے۔

اگر ایک شخص کو ایک کپڑا جو دس درہم کے انداز کا ہے دیا اور حکم دیا کہ دس درہم میرے واسطے قرض لے کر اس کو رہن کر دے پس اگر موکل نے کلام ایلچی بھیجنے کے طور پر کہا کہ فلاں کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ فلاں شخص تجھ سے دس درہم قرض چاہتا ہے اور یہ کپڑا تجھے رہن دیتا ہے پھر اگر وکیل نے بھی بعد اس کے بطور ایلچی کے کام کیا کہ قرض و رہن کو موکل کی طرف نسبت کیا اور درہم لے کر رہن دے دیا تو قرض موکل کا ہوگا یہاں تک کہ اس کو اختیار ہے کہ جو دراہم ایلچی نے لئے ہیں ان کو ایلچی سے لے لے اور قرض دینے والے کا مطالبہ ایلچی سے نہ ہوگا ایلچی بھیجنے والے سے ہوگا اور وہی فک رہن کرا دے گا اور اگر وہ دراہم ایلچی کے وصول کر لینے کے بعد اس کے پاس تلف ہو گئے تو بھیجنے والے کا مال گیا اور اگر ایلچی نے وکیلوں کی طرح کلام کیا یعنی قرض و رہن کو اپنی طرف نسبت کیا اور کہا کہ مجھے دس درہم قرض دے اور یہ کپڑا رہن ہیں لے پس قرض دینے والے نے دیئے اور رہن لے لیا تو ایلچی اپنی ذات کے واسطے قرض لینے والا شمار ہوگا اور بھیجنے والا اس سے درہم نہیں لے سکتا ہے اور جو کپڑا اس نے قرض دینے والے کو دیا ہے اس کا ضامن ہے اور اگر قرض دینے والے کے پاس وہ کپڑا تلف ہوا تو مالک کو اختیار ہے کہ جو کچھ اس کپڑے کی قیمت ہو اس کو چاہے قرض دینے والے سے لے یا قرض لینے والے سے جس نے کپڑا دیا ہے لے پس اگر اس نے ایلچی سے ضمان لی تو رہن جائز رہا اور قرض خواہ کا قرضہ ساقط ہوا اور اگر قرض دینے والے سے ضمان کی تو وہ ایلچی سے اپنا قرضہ اور کپڑے کی قیمت لے لے گا اور اگر موکل نے وکالت کے طور پر کلام کیا یعنی وکیل کر کے بھیجا اور یوں کہا کہ میں نے تجھے اس واسطے وکیل کیا کہ تو میرے واسطے فلاں شخص سے دس درہم قرض لے اور یہ کپڑا اس کو رہن میں دے دے پھر اگر وکیل نے اس کے بعد ایلچیوں کے مانند کلام کیا اور اس شخص سے جا کر کہا کہ فلاں شخص نے مجھے تیرے پاس دس درہم اپنے واسطے قرض لینے کو بھیجا ہے اور یہ کپڑا اس کے رہن میں دیا ہے اور قرض دینے والے نے اس پر عمل کیا تو جو کچھ اس نے قرض لیا وہ موکل کا ہے حتیٰ کہ وکیل اس کو لینے سے منع نہیں کر سکتا ہے اور رہن موکل کی طرف سے جائز ہوگا یہاں تک کہ یہ شخص وکیل اس کا ضامن نہ ہوگا اور فک رہن کرانا موکل کے ذمہ ہوگا۔

اگر وکیل نے وکیلوں کی طرح جا کر کلام کیا یعنی جا کر کہا کہ مجھے دس درہم قرض دے اور یہ کپڑا میری طرف سے رہن لے تو قرض کے درہم وکیل کے ہوں گے اور اس کو اختیار ہے کہ موکل کو نہ دے اور کپڑے کا ضامن نہ ہوگا اگرچہ اس نے اپنے قرض میں دیا ہے اور اگر مرتہن کے پاس وہ تلف ہو گیا تو وکیل کپڑے کی قیمت اور قرض میں سے جو کم ہے اس کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک شخص کو ایک کپڑا دیا اور حکم کیا کہ اس کو قرض درہموں کے عوض رہن کر دے اور درہموں کی تعداد بتلا دی پھر وکیل نے اس تعداد سے زیادہ یا کم درہم لئے پس اگر موکل نے بطور ایلچی بھیجنے کے کلام کیا تھا یعنی فلاں شخص کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ فلاں شخص نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے کہ یہ کپڑا رہن رکھ لے اور دس درہم قرض دے پھر اگر وکیل نے بطور ایلچی کے کلام کیا اور قرض و رہن کو موکل کی

طرف نسبت کیا لیکن تعداد میں درہم زیادہ یا کم کیے تو خلاف کرنے والا شمار ہوگا اور جو اس نے قرض لیا اسی کا ہوگا موکل کو اس کے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور رہن کا ضامن ہوگا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہے جہاں تک اس کپڑے کی قیمت ہو خواہ تعداد جو اس نے بیان کی تھی اس سے کم ہو یا زیادہ ہو اس کو ایلچی سے لے یا مرتہن سے لے پس اگر اس نے ایلچی سے ضمان لی تو رہن صحیح رہا اور اگر مرتہن سے لی تو مرتہن اس کی قیمت اور اپنا قرضہ ایلچی سے بھر لے گا اور اگر وکیل نے وکیلوں کی طرح کلام کیا یا زیادہ یا کم تعداد بیان کی تو مخالف شمار ہوگا اور کپڑے کا ضامن ہوگا اور اگر موکل نے بطور وکالت کے کلام کیا یعنی میں نے تجھے فلاں سے دس درہم قرض لینے کے واسطے وکیل کیا اور یہ کپڑا رہن کر دے پس اگر وکیل نے وکیلوں کی طرح کلام کیا اور کہا کہ مجھے درہم قرض دے اور یہ کپڑا رہن لے اور تعداد میں کمی یا زیادتی کی تو جو اس نے قرض لیا اسی کا ہوگا اور بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہے کہ اگر کپڑا تلف ہو جائے تو چاہے وکیل سے ضمان لے یا مرتہن سے پس اگر وکیل سے ضمان لی تو رہن صحیح ہو گیا اور جو ضمان دی وہ مرتہن سے نہیں لے سکتا ہے۔

اگر وکیل نے ایلچیوں کی طرح کلام کیا اور تعداد میں کمی یا زیادتی کی تو ہر حال میں ضامن ہوگا ☆

اگر اسے مرتہن سے ضمان لی تو مرتہن اپنے قرضہ و کپڑے کی قیمت کو وکیل سے بھر لے گا اور اگر اس نے تعداد سے کمی کی پس اگر قرضہ کپڑے کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر کپڑے کی قیمت سے کم ہو تو ضامن ہوگا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہے چاہے قرض دینے والے سے ضمان لے یا کپڑا رہن دینے والے سے ضمان لے اور اگر وکیل نے ایلچیوں کی طرح کلام کیا اور تعداد میں کمی یا زیادتی کی تو ہر حال میں ضامن ہوگا پھر اگر وکیل موکل کے پاس بقدر اس کی تعداد بیان کیے ہوئے کے درہم لایا اور اس کو دیئے تو یہ وکیل کا قرضہ اس پر ہوا اور کپڑا رہن نہ ہوگا اور مرتہن کو اختیار ہے کہ جو وکیل نے اس سے وصول کیا ہے اس کو پھیر لے یہ محیط و ذخیرہ میں ہے۔ اگر مرتہن نے اس کے ایلچی ہونے میں تصدیق کی تو وکیل امانت دار ہے پس اگر اس کے ہاتھ میں درہم تلف ہو گئے تو مرتہن کو کچھ ڈانڈ نہ دے گا پس اگر وکیل نے کہا کہ میں نے کپڑے کے مالک کو دے دیئے تو اس پر سے ضمان دفع کرنے کے حق میں اس کا قول لیا جائے گا اور کپڑے کے مالک پر ضمان لازم ہونے کے واسطے اس قول کا اعتبار نہیں ہے اگر وکیل نے کہا کہ مجھے تو نے پندرہ درہم میں رہن کرنے کے واسطے حکم کیا تھا اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ دس یا بیس درہم میں رہن کے واسطے حکم دیا تھا تو دونوں صورتوں میں قسم لے کر موکل کا قول لیا جائے گا پس اگر قسم کھائی تو یہ اور صورت سابقہ یکساں ہوگی اور اگر کچھ رہن کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس چیز رہن کو نہ بتلایا تو جو چیز رہن کرے جائز ہے یہ مبسوط میں ہے وکیل رہن کو دوسرے کو وکیل کر دینا جائز نہیں ہے اور نہ مرتہن کو اس کی بیع کا اختیار دینا جائز ہے اور اگر موکل نے وکیل سے کہہ دیا کہ جو تو کرے سب جائز ہے تو یہ روا ہے پس اگر وکیل نے دوسرے کو رہن کرنے کا حکم دیا ہے تو جائز ہے اور وکیل نے اگر خود رہن کیا اور مرتہن کو اس کے بیچنے کی قدرت دے دی تو بھی جائز ہے یہ حاوی میں ہے۔

اگر کسی نے کسی قدر تعداد معلوم درہموں پر رہن کرنے کے واسطے ایک کپڑا دیا اور وکیل نے اپنے پاس ہی رہن کر لیا اور وہ درہم موکل کو دے دیئے اور اس سے بیان نہ کیا تو کپڑا رہن نہ ہوگا اور وہ اس کپڑے کا امانت دار ہے اگر تلف ہو جائے تو ضامن نہ ہوگا اور درہم اس کے موکل پر قرض ہیں اسی طرح اگر اپنے چھوٹے نابالغ لڑکے کے پاس رہن کیا یا کسی اپنے غلام کے پاس جس پر قرض نہیں ہے رہن کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اپنے بالغ بیٹے یا مکاتب یا اپنے غلام تاجر قرض دار کے پاس رہن کیا تو جائز ہے اور اگر وکیل اس معاملہ میں غلام تاجر یا مکاتب یا لڑکا ہو پس اگر اس نے یہ کہا کہ فلاں شخص تجھ سے کہتا ہے کہ تجھے اس قدر قرض دے اور یہ کپڑا رہن

کر لے تو جائز ہے اور اگر کہا کہ مجھے قرض دے اور یہ رہن لے تو لڑکے اور غلام مجور کی صورت میں جائز نہیں ہے اور دوسروں کی وکالت سے جائز ہے اور اگر غلام تاجر ہو اور قرض دار ہو اور اس نے اپنے مالک کے پاس رہن کیا تو جائز ہے اور اگر قرض دار نہ ہو پس اگر اس نے کہا کہ فلاں شخص کو قرض دے اور یہ رہن لے لے تو جائز ہے اور اگر کہا کہ مجھے قرض دے اور یہ رہن لے تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اگر اس واسطے وکیل کیا کہ میرا غلام ہزار درہم میں رہن کر دے پھر وکیل نے کہا کہ میں نے اس کو فلاں کے پاس رہن کیا اور مال اس سے لے لیا اور رہن دے دیا اور مال میرے پاس تلف ہو گیا اور میں نے اس سے کہا تھا کہ فلاں شخص کو قرض دے کہ اس نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اور موکل نے اس سے یوں ہی کہا تھا اور مرتہن نے اس کی تصدیق کی اور موکل نے کہا کہ تو نے یہ قرض میرے واسطے نہیں وصول کیا اور نہ غلام رہن کیا ہے قسم لے کر موکل کا قول لیا جائے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر وکیل نے خود ہی مال قرض لیا اور غلام رہن کر دیا اور مالک غلام نے یوں ہی حکم کیا تھا تو یہ مال وکیل پر قرض ہو گا نہ موکل پر یہ مبسوط میں لکھا ہے رہن کے واسطے وکیل کیا اس نے رہن کر کے بیع نامہ لکھ دیا اور وکیل مشتری دونوں اقرار کرتے ہیں کہ اس نے رہن رکھا ہے اور بیع نامہ دکھلانے سنانے کو لکھ دیا ہے تو استحساناً یہ رہن ہے کیونکہ دونوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ رہن کیا اور بیع نامہ دکھلانے سنانے کو تھا اور ظاہر ہے کہ عقد دونوں کا حق ہے دوسرے کی طرف تجاوز نہیں کرے گا تو کیفیت عقد میں انہیں کا قول لیا جائے گا اور جوان کے قول سے ثابت ہو امثل معائنہ کے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر وکیل نے مرتہن کو رہن پر سواری لینے یا خدمت لینے کی اجازت دی اور اس نے ایسا ہی کیا تو وہ ضامن ہے اور رہن کا کھانا دچارہ موکل پر ہے اور اگر وکیل نے مال اپنے واسطے قرض لیا تو مرتہن سے کہا جائے گا یا تو نفقہ دے اور جو نفع اٹھایا اس کے مالک کو واپس کر دے کہ وہ نفقہ دے اسی طرح باغ کا پانی دینا اور بکریوں کی چرائی موکل پر ہے بخلاف اجرت[۱] نگہبان و مکان حفاظت کے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

باب : ۶

ان عقود میں جن میں وکیل سفیر محض ہوتا ہے اور حقوق اس کی طرف راجع نہیں ہوتے

اِس میں دو فصلیں ہیں

فصل اوّل:

وکالت بالنکاح کے بیان میں

کسی شخص کی منکوحہ نے دوسرے سے کہا کہ میں اپنے شوہر سے خلع کرانا چاہتی ہوں جب خلع کرالوں اور عدت گزر جائے تو تو مجھے فلاں شخص کے ساتھ نکاح کر دے تو صحیح ہے یہ خلاصہ میں ہے نکاح کرانے کے وکیل کو دوسرے کو وکیل کرنا روا نہیں ہے اور اگر اس نے دوسرے کو وکیل کیا اور اس نے پہلے کے سامنے نکاح کرایا تو جائز ہے ایک شخص نے وکیل کیا کہ دو عورتیں ایک عقد میں نکاح کرا دے اس نے تین عورتوں سے اس طرح نکاح کر دیا تو بعض روایات میں مذکور ہے کہ یہ اجازت پر متوقف رہے گا اسی طرح اگر ایک کی جگہ دو اور تین کی جگہ چار عورتیں کر دیں اور بعض روایات میں ہے کہ جائز نہیں ہے اور یہی ظاہر ہے ایک شخص کو وکیل کیا کہ ایک عورت سے نکاح کرا دے پھر اس نے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کرا دیا کہ امر عورت اس عورت کے اختیار میں ہے یعنی طلاق

---

[۱] قولہ اجرت یعنی مال مرہون کا حفاظت کرنے والا شخص اور مکان حفاظت اگر کرایہ پر ہوں تو یہ اجرت مرتہن پر ہوگی۔

دے لینا اس کے اختیار میں ہے تو نکاح جائز اور شرط باطل ہے عورت نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ اس کا نکاح کرا دے اور کہہ دیا کہ جو تو کرے وہ جائز ہے پھر وکیل نے ایک شخص کو اس کے نکاح کرانے کی وصیت کر دی اور مر گیا تو وصی کو اس کے نکاح کرا دینے کا اختیار ہے اور یہی حکم تمام وکالتوں میں ہے اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ فلاں شہر یا فلاں قبیلہ سے ایک عورت سے نکاح کرا دے اور اس نے دوسرے شہر یا قبیلہ سے بیاہ دی تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے غلام مجور نے اپنے نکاح کے واسطے وکیل کیا پھر مالک نے اس کو نکاح کی اجازت دے دی یا غلام آزاد ہو گیا تو وکیل وکیل ہو گیا اور اگر اس نے کسی عورت سے نکاح کرا دیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے کسی خاص عورت سے نکاح کرا دینے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملا پھر وکیل نے دعویٰ کیا کہ میں نے حالت اسلام میں اس کا نکاح کرایا تھا اور وارثوں نے اور موکل نے جب مسلمان ہو کر آ گیا تو اس سے انکار کیا تو وکیل اور عورت کا قول معتبر نہ ہوگا کیونکہ وکیل ایسی چیز کی خبر دیتا ہے کہ موکل کے مرتد ہونے سے معزول ہو کر اس کی استیناف کا مالک نہیں ہے اور اگر دونوں فریق نے گواہ سنائے تو عورت کے گواہوں کی گواہی معتبر رکھی جائے گی اور اگر دونوں کے پاس گواہی نہ ہو تو وارثوں سے ان کے علم پر قسم لی جائے گی کیونکہ اگر انہوں نے عورت کے دعویٰ پر اقرار کیا تو ان پر دعویٰ لازم ہوگا پس اگر وارثوں کے قسم کھا لینے کے بعد قاضی نے میراث کا حکم ان کے واسطے دے دیا پھر موکل مرتد مسلمان ہو کر واپس آیا اور عورت نے اس سے بھی قسم لینا چاہی تو اس کو یہ اختیار ہے کیونکہ وہ مہر اس کے ذمہ قرضہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

دوسری فصل:

طلاق وخلع کے واسطے وکیل کرنے کے بیان میں

اگر ایک شخص نے دوسرے کو سنت طریق[1] پر اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور وہ عورت ایسی ہے کہ اس کو حیض آتا ہے اور توکیل حالت حیض میں یا ایسے طہر میں جس میں وطی ہو چکی ہے واقع ہوئی پس وکیل نے حالت حیض میں یا اسی طہر میں طلاق دی تو طلاق واقع نہ ہوگی کذا فی المحیط اور اس کی وکالت باطل نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر اس وقت کے بعد اس نے وقت سنت پر اس کو طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اسی حالت حیض میں اس عورت سے کہا کہ تجھ کو بطور سنت طلاق ہے یا جب طاہر ہو تو طلاق ہے یا دوسری صورت میں یعنی جماعی طہر کی توکیل میں کہا کہ تجھ کو طلاق ہے جب تجھ کو حیض آئے اور تو طاہر ہو جائے تو طلاق واقع نہ ہوگی اور پہلی صورت میں جب پاک ہو گئی یا دوسری صورت میں جب حیض آ کر پاک ہو گئی اور وکیل نے طلاق دی تو واقع ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو بطور سنت تین طلاق دے دے پس وکیل نے اس عورت سے ایسے طہر میں جس میں وطی نہیں ہوئی ہے کہا کہ تجھ پر بطور سنت تین طلاق ہیں تو فی الحال ایک طلاق واقع ہوگی اور پھر بعد حیض سے پاک ہونے کے بدوں از سر نو طلاق واقع کرنے کے کچھ واقع نہ ہوگی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو بطور سنت طلاق دے دے اور ایک دوسرے شخص سے بھی یہی کہا پس دونوں نے ایسے طہر میں جس میں جماع نہیں ہوا ہے معاً اس کو طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور شوہر کو اس میں خیار نہ ہوگا پھر دوسرے طہر میں جب تک دونوں طلاق نہ دیں طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر وکیل اور شوہر نے معاً ایک طہر میں اس کو طلاق دی پھر وکیل نے دوسرے طہر میں اس کو طلاق دی تو ایک دوسری طلاق واقع ہوگی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو بطور سنت طلاق بائن دے دے اور دوسرے سے کہا کہ اس کو بطور سنت ایک طلاق رجعی دے دے پس دونوں نے ایک ہی طہر میں اس کو طلاق دی تو اس پر ایک طلاق واقع ہوگی مگر شوہر کو اختیار ہے کہ چاہے بائن مقرر کرلے یا رجعی متعین کرلے یہ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] قولہ سنت طریق یعنی بروقت سنت اور وہ ایسے طہر میں طلاق ہے جس میں وطی نہ ہوئی ہو۔

اگر وکیل کو طلاق دینے کا حکم دیا پھر شوہر نے اس کو طلاق دی تو جب تک وہ عورت عدت میں ہے وکیل کی طلاق اس پر واقع ہو جائے گی اور اگر عدت گزر گئی پھر اس سے نکاح کیا پھر وکیل نے طلاق دی تو وکیل کی طلاق اس پر واقع نہ ہوگی اور اگر عورت مرتد ہو گئی یا شوہر مرتد ہو گیا تو جب تک وہ عورت عدت میں ہے وکیل کی طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر شوہر مرتد ہو کر دارالحرب میں جاملا پھر وکیل نے حالت عدت میں عورت کو طلاق دی تو واقع نہ ہوگی اسی طرح اگر مسلمان ہو کر آیا اور اس سے نکاح کر لیا تو بھی پھر وکیل کی طلاق واقع نہ ہوگی یہ حاوی میں ہے ایک شخص کو ایک طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے دو طلاق دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک کوئی بھی واقع نہ ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ایک واقع ہوگی ایک نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو طلاق دے دے وکیل نے تین طلاق دی پس اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی تھی تو واقع ہو جائے گی ورنہ کوئی واقع نہ ہوگی اور یہ قول امام اعظمؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک واقع ہوگی ایک شخص کو ایک طلاق بائن دینے کے واسطے وکیل کیا اس نے ایک رجعی طلاق دی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اسی طرح اگر ایک رجعی طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے بائن دی تو ایک رجعی واقع ہوگی اور یہ اس صورت میں ہے کہ وکیل نے کہا کہ میں نے اس عورت کو ایک طلاق بائن دی اور اگر یوں کہا کہ میں نے اس کو بائن کر دیا تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم دونوں اپنے آپ کو تین طلاق دو پس ایک نے اپنے آپ کو اور دوسری سوتن کو تین طلاق دی تو دونوں کو طلاق ہو جائے گی لیکن چاہئے کہ آپ کو اسی مجلس میں جس میں شوہر نے یہ الفاظ کہے ہیں طلاق دے پھر دوسری عورت کا طلاق دینا اس مجلس اور غیر مجلس میں جائز ہے اگر ایک شخص کو اپنی عورتوں کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا پس اس نے اس میں ایک خاص عورت کو طلاق دی تو صحیح ہے اور شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس عورت کے سوائے دوسری عورت کی طرف یہ طلاق پھیر دے اور اگر ایک غیر معین کو اس نے طلاق دی تو بھی صحیح ہے اور معین کرنے کا اختیار شوہر کو ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر اس طرح وکیل کیا کہ میری عورت کو طلاق دے دے اور اس کی چار عورتیں ہیں اور کسی کو معین نہ کیا پس اگر اس نے ایک کو طلاق دے دی تو جائز ہے اور اگر سب کو طلاق دی تو بھی ایک عورت پر جائز ہوگی اور شوہر کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے معین کرے یہ حاوی میں ہے اگر دو عورتوں سے کہا کہ اگر چاہو تو تم دونوں اپنے آپ کو تین طلاق دو پس ایک نے طلاق دی تو واقع نہ ہوگی تاوقتیکہ دونوں اسی مجلس میں تین طلاق پر مجتمع نہ ہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر کہا کہ تو میری عورت کے طلاق دینے کے واسطے میرا وکیل ہے بشرطیکہ وہ عورت چاہے یا پسند کرے یا خواہش کرے تو یہ شخص وکیل نہ ہوگا جب تک کہ وہ عورت اس طلاق کو اسی مجلس میں پسند نہ کرے اور اگر اس نے پسند کیا تو وکیل ہو گیا اور طلاق دینے سے پہلے اگر وکیل مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو وکالت باطل ہو گئی اور اگر کہا کہ اگر تو چاہے تو میری عورت کے طلاق دینے کے واسطے وکیل ہے پس اگر اس نے اسی مجلس میں چاہا تو جائز ہے اور اگر قبل چاہنے کے مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو وکیل نہیں ہے یہ حاوی میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ جب فلاں عورت سے نکاح کروں تو تو اس کو طلاق دے دے پس اس نے نکاح کیا اور وکیل نے طلاق دے دی تو صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے وکیل طلاق نے اگر دوسرے کو وکیل کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر غیر کو وکیل کیا اور اس نے پہلے وکیل کے سامنے طلاق دی یا کسی اجنبی نے طلاق دی پھر وکیل نے اجازت دی تو اجنبی کی طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے غیر کی عورت سے کہا کہ جب تک تو اس گھر میں داخل ہو تو تجھ کو طلاق ہے پس شوہر نے اس کی اجازت دے دی اور بعد اجازت ہو جانے کے وہ اس گھر میں گئی تو طلاق ہو جائے گی اور اگر قبل اجازت ہو جانے کے گئی تو طلاق نہ پڑے گی پھر اگر

دوبارہ بعد اجازت ہونے کے گئی تو طلاق پڑ جائے گی یہ محیط میں ہے اگر اپنے غلام کو اپنی عورت نے طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا پھر غلام کو فروخت کیا تو وہ اپنی وکالت پر باقی ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو طلاق دے دے یہ امر میں نے تیرے سپرد کیا تو اس امر کا قبول کرنا فقط اسی مجلس تک رہے گا ایک شخص کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے اپنی وکالت کے علم سے پہلے اس عورت کو طلاق دی تو واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ وکیل طلاق نے اگر مال پر خلع کیا پس اگر وہ عورت ایسی ہے کہ شوہر نے اس سے وطی کر لی ہے تو وکیل نے بری مخالفت[1] کی اور اگر ایسی ہے کہ اس سے وطی نہیں کی ہے تو مخالفت اچھی ہے اور یہی مذہب اکثر مشائخ کا ہے اور اسی کو صفار نے اختیار کیا ہے اور امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ اس عورت میں بھی جس سے وطی نہیں کی ہے نہیں جائز ہے کیونکہ یہ بھی اس کی بری مخالفت ہے یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص کو وکیل کیا کہ تین طلاق عورت کے ہاتھ ہزار درہم کو فروخت کر دے پس وکیل نے ایک طلاق تہائی ہزار درہم کو بیچی تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ تو جس قدر داموں کو چاہے اپنی طلاق مجھ سے خرید لے میں نے تجھے اس معاملہ کا وکیل کیا اس نے کہا کہ اس قدر کو میں نے خریدا تو یہ باطل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک شخص کو وکیل کیا کہ میری عورت سے خلع کرا لے پھر شوہر نے خود اس سے خلع کیا یا کسی اور وجہ سے وہ بائن ہو گئی ☆

اگر کسی کو وکیل کیا کہ میری عورت کو بعوض ہزار درہم کے یا ہزار درہم پر تین طلاق دے دے اس نے ایک یا دو طلاق دی تو واقع نہ ہوگی اور اگر ہزار درہم یا زیادہ پر طلاق دی تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر خلع کے واسطے وکیل کیا تو وکیل کو اختیار ہے کہ اس عورت سے اس مجلس یا غیر مجلس میں جب تک معزول نہ ہو خلع کرا لے یہ حاوی میں ہے وکیل خلع کو بدل پر قبضہ کا اختیار نہیں ہے کذانی فتاویٰ قاضی خان۔ خلع مطلق کے وکیل کو امام اعظمؒ کے نزدیک قلیل و کثیر پر خلع کرنے کا اختیار ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مہر مثل سے کم پر خلع کرنا نہیں جائز ہے کذانی التاتارخانیہ۔ اگر کسی شخص کو خلع کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ اگر خلع لینے سے انکار کرے تو طلاق دے دے پس اس نے خلع سے انکار کیا اور وکیل نے طلاق دے دی پھر عورت نے کہا کہ میں خلع کرتی ہوں پس اگر عدت میں اس سے خلع کیا اور طلاق رجعی تھی تو جائز ہے کذانی الحاوی۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ میری عورت سے خلع کرا لے پھر شوہر نے خود اس سے خلع کیا یا کسی اور وجہ سے وہ بائن ہو گئی پھر عدت میں یا اس کے بعد اس سے نکاح کیا تو وکیل خلع نہیں کرا سکتا ہے اگر کوئی شخص دونوں طرف سے خلع کا وکیل ہو تو دو روایتوں میں ایک روایت یہ ہے کہ وہ دونوں طرف سے عقد کا متولی نہیں ہو سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ وکیل خلع نے اگر ہزار درہم پر اس شرط سے خلع کیا کہ میں ضامن ہوں تو صحیح ہے اگرچہ عورت نے اس کو ضمانت کا حکم نہ دیا ہو اور جب وکیل نے ادا کیا تو عورت سے پھیر لے گا اسی طرح ادا کرنے سے پہلے بھی لے سکتا ہے یہ سراجیہ میں ہے اگر مرد نے اپنی عورت کو وکیل کیا کہ اپنی ذات کا مجھ سے خلع کرا لے پس عورت نے مال یا عوض پر خلع کر لیا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر شوہر راضی ہو تو جائز ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ جب کل کا روز آئے تو تو مجھ سے ہزار درہم پر خلع کر لے تو یہ توکیل ہے اس لئے اگر عورت شوہر کو اس سے ممانعت کر دے تو صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک ذمی عورت نے کسی مسلمان کو اپنے شوہر سے شراب یا سور پر خلع کرانے کا وکیل کیا تو جائز ہے اور اگر شوہر یا زوجہ

---

[1] یعنی خلاف حکم کر کے ایسی چیز اختیار کی جو موکل کے حق میں بری ہے بخلاف صورت ثانیہ کے۔

دونوں میں سے کوئی مسلمان ہو اور وکیل کافر ہو تو خلع جائز ہے اور جعل باطل ہے یہ مبسوط میں ہے اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میری عورت سے مال پر خلع کرا دے یا بلا مال اس کو تین طلاق دے دے پھر شوہر مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملا یا مر گیا اور وکیل نے عورت کو خلع دیا یا طلاق دی پس عورت نے کہا کہ تو نے یہ فعل میرے شوہر کے مرنے کے بعد یا دارالحرب میں جا ملنے کے بعد کیا ہے اور وکیل و وارثوں نے کہا کہ یہ اس کی زندگی اور اسلام میں ہوا ہے عورت کا قول لیا جائے گا اور طلاق باطل اور اس کا مال اسی کو پھیر دیا جائے گا اور اس کو میراث ملے گی یہ مبسوط میں ہے عتق کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے خواہ عتق مال پر ہو یا بغیر مال ہو اور جب وکیل نے آزاد کیا تو اس کو مال پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور صرف اسی مجلس تک یہ توکیل مقصود نہیں ہے اعتاق مطلق کا وکیل مدبر کرنے یا مکاتب کرنے یا مال پر آزاد کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے اور ایسے ہی تعلیق[1] بالشرط اور اضافۃ الی الاوقات کا بھی مختار نہیں ہے پس مالک کے مدبر کر دینے سے توکیل بعتق باطل نہ ہو گی یہ محیط میں ہے اگر اپنا غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا پس اس نے قرضہ یا مال پر آزاد کیا یا شرط لگائی اور کہا کہ اگر تو چاہے تو تو آزاد ہے تو جائز نہیں ہے کذا فی محیط السرخسی۔

اگر نصف غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے کل آزاد کر دیا تو جائز نہیں[2] ہے اور کچھ آزاد نہ ہو گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جائز ہے اور کل[3] آزاد ہو جائے گا اور اگر کسی کو پورا غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے آدھا آزاد کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک آدھا آزاد ہو جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک کل آزاد ہو جائے گا کذا فی الذخیرہ۔ دو شخصوں میں سے ہر ایک کا غلام ایک ہے اور ایک ہی شخص کو دونوں نے اپنا اپنا غلام آزاد کرنے کے واسطے علیحدہ وکیل کیا پھر وکیل نے کہا کہ میں نے دونوں میں سے ایک کو آزاد کیا پھر وہ بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو قیاساً کوئی آزاد نہ ہو گا اور استحساناً دونوں آزاد ہو جائیں گے اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے واسطے سعی کرے گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اگر کسی نے کسی شخص کو اپنا غلام معین آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے کہا کہ میں نے اس کو کل کے روز آزاد کر دیا ہے تو بدوں گواہی کے اس کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اپنی باندی آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور باندی قبل آزاد کرنے کے بچہ جنی تو وکیل اس کے بچہ کو آزاد نہیں کر سکتا ہے اور اگر اپنے غلام کو جعل[4] پر آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے شراب یا سور پر آزاد کیا تو عتق جائز ہے اور غلام کو اپنی ذات کی قیمت دینا واجب ہے اور اگر مردار یا خون کے عوض آزاد کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر موکل نے کہا کہ غلام کو اس غلام کے عوض آزاد کر دے اس نے اسی طرح آزاد کیا پھر یہ غلام آزاد نکلا تو عتق جائز ہے اور غلام آزاد شدہ پر اپنی قیمت واجب ہے اور اگر اس کو کسی غلام پر آزاد کیا اور وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو عتق جائز ہے اور غلام پر اپنی قیمت واجب ہے اور یہ امام اعظمؒ کا دوسرا قول ہے اور یہی قول امام ابو یوسفؒ کا ہے کذا فی الحاوی اور اگر اس کو ذبح کی ہوئی بکری کے عوض آزاد کیا پھر وہ بکری مردار ثابت ہوئی تو جائز نہیں ہے اور اگر اس کو جعل پر آزاد کرنے کا حکم کیا اس نے ہزار درہم پر آزاد کر دیا تو جائز ہے بشرطیکہ ایسا غلام اتنے پر آزاد ہوتا ہو اور یہ حکم استحساناً ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر اپنے غلام سے کہا کہ اپنے کو آزاد کر جس عوض پر چاہے اس نے درہموں پر آزاد کر دیا تو جائز ہے بشرطیکہ مالک اس پر راضی ہو کیونکہ جب بدل کی تعداد بیان نہ ہو تو ایک ہی شخص جانبین سے وکیل نہیں ہوتا ہے اور ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ہو سکتا ہے اگرچہ بدل کی تعداد بیان نہ ہو اور بعضے مشائخ نے اس روایت کی تصحیح کی ہے اور اگر اس صورت میں بدل کی تعداد بیان ہو اور غلام

---

[1] قولہ تعلیق بالشرط مثلاً کہا کہ اگر یزید بادشاہ ہو جائے تو تو آزاد ہے یا جب رجب کا چاند دیکھا جائے تو تو آزاد ہے کیونکہ یہ اطلاق کے خلاف مقید ہے۔

[2] قولہ جائز نہیں کیونکہ یہ تخییر ہے اور اس نے تعلیق بیان کی حالانکہ ان دونوں میں جنسی مخالفت ہے۔

[3] قولہ کل یہ بنابر یکہ عتق امام کے نزدیک ٹکڑے ہوتا اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں ہوتا ہے۔

[4] جعل: بھاگے ہوئے غلام کو لانے کی مزدوری اور یہاں مطلقاً عوض ہے۔

نے کہا کہ میں نے اس قدر پر اپنے کو آزاد کیا تو جائز ہے پھر مالک کی رضامندی شرط نہیں ہوگی یہ محیط میں ہے۔

کہا کہ مال پر آزاد کر دے اس نے ایک درہم پر آزاد کر دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ نے خلاف کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر وکیل کیا کہ کسی چیز کے عوض آزاد کر دے تو جس قدر پر اصناف مال میں سے آزاد کرے جائز ہے اور اگر وکیل و مالک نے جنس بدل یا اس کی مقدار مامور بہ میں اختلاف کیا تو مالک کا قول لیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے ایک شخص کو کسی نے اپنے غلام کے مکاتب کرنے اور بدل کتابت وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے کہا کہ میں نے مکاتب کیا اور بدل وصول کرلیا اور مالک نے انکار کیا تو مکاتب کرنے میں وکیل کا قول لیا جائے گا نہ بدل وصول کرنے میں اور اگر مکاتب کیا پھر کہا کہ میں نے بدل لے کر تجھے دے دیا ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی یہ خلاصہ میں ہے اگر مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے مکاتب کر دیا تو اس کو بدل کتابت وصول کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر مکاتب نے اس کو دے دیا تو مکاتب بری نہ ہوگا اور اگر مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا اس نے اس قدر مال پر مکاتب کیا کہ لوگ اس قدر خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو امام اعظمؒ کے قول پر جائز ہے اور اگر غنم یا وصیف یا کسی قسم کے کپڑوں یا کیل یا موزون پر مکاتب کیا تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر اپنے دو غلام مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے ایک کو مکاتب کیا تو جائز ہے اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ دونوں کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کرے اور ہر ایک کو دوسرے کا کفیل بنائے اور اس نے ایک کو مکاتب کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ غلام کو مکاتب کرے یا بیع کرے پھر غلام نے کسی کو خطا سے قتل کر ڈالا پھر وکیل نے یہ فعل کیا اور اس کو اس جرم کا علم ہے یا نہیں ہے تو وکیل کا فعل جائز ہے کیونکہ بسبب جرم کے غلام کا مستحق ہو[1] جانا موکل کو تصرف سے نہیں روکتا ہے خواہ بطور بیع یا بطور کتابت ہو اور وکیل کا معزول ہو جانا بھی اس سے واجب نہیں اور مالک پر اس کی قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر کہا کہ میرے اس غلام کو فروخت کر دے یا مکاتب کر دے یا مال پر آزاد کر دے تو جو فعل ان میں سے وکیل کرے گا جائز ہوگا اور اگر کہا کہ اس کو یا اس کو مکاتب کر دے تو وکیل جس کو چاہے مکاتب کر دے یہ حاوی میں ہے۔

اگر کسی شخص کو غلام مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور غلام نے قبول سے انکار کیا پھر اس کو قبول کر لینا مصلحت معلوم ہوا اور وکیل نے مکاتب کر دیا تو جائز ہے ☆

اگر وکیل نے ہر ایک کو علیحدہ مکاتب کیا تو پہلے کی کتابت جائز ہے اور اگر ایک ساتھ مکاتب کیا تو کتابت باطل ہے اور اگر وکیل کیا کہ جمعہ کے روز میرے غلام کو مکاتب کر دے پھر وکیل نے سنیچر کے روز کہا کہ میں نے وکالت کے بعد اس کو کل اس قدر مال پر مکاتب کر دیا اور مالک نے اس کی تکذیب کی تو قیاساً مالک کا قول معتبر ہے لیکن استحساناً اقرار وکیل جائز ہے کیونکہ جس کام پر اس کو مسلط کیا تھا اس کو اسی وقت معلوم پر عمل میں لانے کی اس نے خبر دی اگر مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے کہا کہ مجھے تو نے کل وکیل کیا تھا اور میں نے بعد وکالت کے آخر دن میں اسے مکاتب کر دیا اور مالک نے کہا کہ میں نے تجھے آج وکیل کیا تو مالک کا قول معتبر ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر کہا کہ ان دو شخصوں میں سے جس نے غلام کو مکاتب کر دیا روا ہے تو جو شخص دونوں میں سے مکاتب کر دے جائز ہے اور اگر کسی شخص کو غلام مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور غلام نے قبول سے انکار کیا پھر اس کو قبول کر لینا

---

[1] قولہ مستحق یعنی مقتول کا ولی اس غلام کا مستحق ہو گیا۔

مصلحت معلوم ہوا اور وکیل نے مکاتب کر دیا تو جائز ہے کذا فی الحاوی۔ اگر کسی کو اپنے غلام کے مکاتب کرنے یا مال کے عوض یا بلا مال آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مرتد ہو گیا اور دارالحرب میں جا ملا یا مر گیا پس وکیل نے کہا کہ میں نے اس کی حالت اسلام میں ایسا کیا ہے اور وارثوں نے اس کی تکذیب کی تو وارثوں کا قول لیا جائے گا کیونکہ غلام پر ان کی ملکیت ظاہر ہے اور وکیل ایسے امر کی خبر دیتا ہے جو ان کی ملکیت کو باطل کرے اور ایسے امر کے ایجاد کرنے کا اس کو کسی حال میں اختیار نہیں ہے پس اس کا قول قبول نہ ہوگا کذا فی المبسوط۔

باب : ⑦

خصومت و صلح وغیرہ میں کرنے کے بیان میں

خصومت کے واسطے وکیل کرنا بدوں خصم کے رضامندی کے لازم نہیں ہو جاتا ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ لازم ہو جاتا ہے پھر امام کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ توکیل کی صحت کے واسطے خصم کی رضامندی شرط نہیں ہے بلکہ اس کے لازم ہونے کے واسطے شرط ہے اور یہی صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے حتیٰ کہ خصم پر وکیل کے مقابلہ میں حاضر ہونا اور جواب دہی لازم نہیں ہے کذا فی المحیط اور فقیہ ابواللیثؒ نے فتویٰ کے واسطے صاحبینؒ کا قول اختیار کیا ہے کذا فی خزانۃ المفتین اور عتابی نے کہا کہ یہی مختار ہے اور اسی کو صفار نے لیا ہے یہ بحرالرائق میں ہے اور اس مسئلہ میں جو حکم مختار ہے وہ یہ ہے کہ اگر قاضی کو ثابت ہو کہ مدعی از راہ سرکشی توکیل سے انکار کرتا ہے تو اس کو یہ قدرت نہ دے اور خصم سے توکیل قبول کرلے اور اگر یہ ثابت ہو کہ موکل اس توکیل میں خصم کی ضرر رسانی چاہتا ہے تو بدوں اس کی رضامندی کے قبول نہ کرے کذا فی المبسوط اور اس پر اجماع ہے کہ اگر موکل بقدر ادنیٰ مسافت سفر کے غائب ہو یا شہر میں موجود ہو مگر مریض ہو کہ اپنے پاؤں سے قاضی کے دروازہ تک نہیں حاضر ہو سکتا ہے تو اس کو وکیل کر دینے کا اختیار ہے خواہ وہ مدعی ہو یا مدعاعلیہ ہو اور اگر ایسا ہو کہ اپنے پاؤں نہیں چل سکتا ہے لیکن چوپایہ یا آدمی کی پیٹھ پر سوار ہو کر حاضر ہو سکتا ہے پس اگر اس طرح آنے سے اس کے مرض میں زیادتی ہو تو وکیل کر دینا جائز ہے اور اگر زیادتی نہ ہوتی ہو تو اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ توکیل جائز ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور یہی قول اصح و ارفق ہے کذا فی المحیط۔

اگر کہا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں[1] تو توکیل اس کی طرف سے لازم ہوگی خواہ طالب ہو یا مطلوب ہو لیکن مطلوب اپنا کفیل دے دے تا کہ طالب اپنا قرضہ وصول کر سکے اور اگر خصم نے اس کے ارادہ سفر میں اس کو جھوٹا بتلایا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ قاضی اس سے ارادہ سفر پر قسم لے لیگا اور اسی کو خصافؒ نے اختیار کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس کے رفیقوں سے پوشیدہ دریافت کرے گا اگر قاضی مسجد میں بیٹھ کر فیصلہ کرتا ہو تو منجملہ عذروں کے ایک حیض و نفاس کا عذر ہے اور اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ عورت طالبہ ہو دوسری یہ کہ مطلوبہ ہو پس اگر وہ عورت معذور طالبہ ہو تو توکیل اس سے مقبول ہوگی اور اگر مطلوب ہو پس اگر طالب نے اس کو اس قدر تاخیر دی کہ قاضی مسجد سے باہر آئے تو توکیل اس کی طرف سے مقبول نہ ہوگی اور اگر اس قدر تاخیر نہ دی تو قبول کرلے گا اور اگر موکل اسی قاضی کے قید خانہ میں قید ہو کہ جس کے سامنے مقدمہ پیش ہوا ہے تو توکیل قبول نہ کرے گا اور اگر حاکم شہر اولیٰ ملک کے قید خانہ میں ہو کہ وہ اس کو قید خانہ سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتا ہے تو اس کی طرف سے توکیل قبول کرلے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور پردہ دار عورت سے توکیل مقبول ہے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو اور پردہ دار وہ عورت ہے کہ جو کبھی مردوں سے مخالط نہیں

---

[1] واللہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں۔

ہوئی ایسا ہی ابوبکر رازی نے ذکر کیا ہے اور عامہ مشائخ نے اسی کو لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر قاضی کو ثابت ہوا کہ موکل خود مقدمہ میں بیان کرنے سے عاجز ہے تو اس کی طرف سے توکیل قبول کرے گا یہ نہایہ میں ہے قال المترجم اور یہی فتاویٰ قاضی خان میں بھی ہے اگر عورت نے اپنی طرف سے وکیل خصومت مقرر کیا اور اس پر قسم واجب ہوئی اور اس کا نکلنا معلوم نہیں ہوا تو حاکم اس کے پاس تین آدمی عادل بھیجے گا کہ ایک اس سے قسم لے اور دو اس کی قسم کے گواہ ہوں اسی طرح مریض معذور کا جو حاضر نہیں ہو سکتا ہے یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر اس کے پردہ نشین ہونے میں اختلاف کیا پس اگر وہ اشراف کی بیٹی ہے تو خواہ بکرہ ہو یا ثیبہ ہو اسی کا قول لیا جائے گا کیونکہ اس کے حال سے یہی بات ظاہر ہے کہ پردہ نشین ہے اور اگر درمیانی لوگوں سے ہو تو اگر باکرہ ہے تو اس کا قول لیا جائے گا اور نیچے ادنیٰ لوگوں میں اس کا قول کسی صورت میں مقبول نہ ہوگا اور ضرورت کے واسطے نکلنا اس کی پردہ دری میں قادح نہیں ہے جب تک وہ عورت اکثر نہ نکلتی ہو یعنی بلا حاجت بھی نکلتی ہو یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص اشراف کا مقدمہ ایک وضیع کے ساتھ پیش ہوا اور اس نے چاہا کہ میں خود نہ جاؤں اور اپنا وکیل بھیج دوں تو مشائخ نے اختلاف کیا فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ ہماری رائے ہے کہ ہم وکالت قبول کر لیں خواہ موکل شریف ہو یا وضیع ہو یہ جواہر اخلاطی میں ہے ایک عورت مستورہ اپنے شوہر کے گھر میں ہے کہ اس کو کوئی ایسی علت ہے کہ شوہر کے گھر سے اس کا نکلنا بن نہیں پڑتا ہے اس پر ایک شخص نے بدوں گواہوں کے کچھ دعویٰ کیا تو اس مدعی کو اس کے شوہر سے خصومت کا اختیار نہیں ہے اور شوہر کو بھی اختیار نہیں ہے کہ مدعی کو عورت کے وکیل یا عورت سے خصومت کرنے سے منع کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ میں نے فلاں شہر کے لوگوں پر اپنے تمام حقوق میں خصومت کے واسطے تجھے وکیل کیا تو وہ شخص تمام حقوق میں جو توکیل کے روز ہیں یا پیدا ہوں استحساناً اسی شہر کے لوگوں سے خصومت کر سکتا ہے اور اگر کہا کہ فلاں شخص پر اپنے حق کی خصومت کے واسطے وکیل کیا تو ہر حق میں جو فقط توکیل کے روز موجود ہے خصومت کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کہا کہ میں نے تجھ کو خصومت کے واسطے وکیل کیا اور اس سے زیادہ نہ کہا تو وکیل نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جو ہمارے درمیان جھگڑا ہے اس کے واسطے تجھے وکیل کیا یا ہمارے درمیانی جھگڑے کی خصومت کے واسطے توکیل ہے یا اس کے مشابہ بیان کیا تو شیخ الاسلام خواہرزادہ و امام احمد طواویسی نے فرمایا کہ وکیل ہو جائے گا اور شمس الائمہ نے ذکر کیا کہ نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اگر مال معین پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا تو بالاتفاق وہ وکیل خصومت نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے شفعہ کے طلب کرنے اور بہ سبب عیب کے واپس کرنے اور بٹوارہ کے واسطے جو وکیل ہو وہ بالاجماع وکیل خصومت ہے کذا فی الحاوی۔ یہاں تک کہ وکیل شفعہ کو لے گا اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ موکل نے شفعہ دے دیا ہے اور وکیل پر اس امر کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اسی طرح اگر مشتری نے مبیع میں عیب پایا اور ایک شخص کو واپس کرنے کا وکیل کیا اور بائع نے کہا کہ مشتری عیب پر راضی ہو گیا اور وکیل نے انکار کیا اور بائع نے اس کی رضامندی کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اور اسی طرح ہبہ واپس کرنے کے وکیل پر اگر موہوب لہ نے گواہ قائم کیے کہ واہب نے عوض لے لیا ہے یا ہبہ میں زیادتی ہو گئی ہے تو مقبول ہوں گے اور ایسے ہی وکیل تقسیم سے اگر ایک شریک نے جس کے اس کو وکیل نہیں کیا ہے کہا کہ میرے شریک نے اپنا حصہ لے لیا اور وکیل نے انکار کیا پھر مدعی نے اپنے دعویٰ کے گواہ سنائے تو مقبول ہوں گے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ قرضہ وصول کرنے کے لئے وکیل کر کے طالب غائب ہو گیا اور مطلوب پر قرضہ کے گواہ قائم ہو گئے اس نے کہا کہ میں طالب سے اس امر کی قسم لینا چاہتا ہوں کہ اس نے مجھ سے وصول نہیں پایا تو اس کو وکیل کو ادا کر دینا لازم ہوگا اسی طرح شفعہ طلب کرنے کے وکیل کا حکم ہے کہ اگر شفیع پر دعویٰ ہو کہ اس نے شفعہ دے دیا تو حکم ہوگا کہ وکیل کو گھر سپرد کیا جائے پھر جب شفیع حاضر ہوگا تو اس سے قسم لی جائے گی اس طرح

استحقاق ثابت کرنے والے کے وکیل قبض پر اگر یہ دعویٰ ہوا کہ مشتری نے کہا کہ مستحق نے اجازت دے دی ہے تو اس کو حکم کیا جائے گا کہ مبیع وکیل کے سپرد کردے پھر جب مستحق حاضر ہو تو مشتری اس سے قسم لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

قرضہ وصول کرنے کا وکیل امام اعظمؒ کے نزدیک وکیل خصومت ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر اس پر اس امر کے گواہ پیش ہوں کہ موکل نے وصول کرلیا یا مطلوب کو معاف کردیا تو امام کے نزدیک مقبول ہوں گے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ وہ خصم نہیں قرار پائے گا اور اس کو حسنؒ نے امام اعظمؒ سے بھی روایت کیا ہے کذافی الہدایہ اور اگر قرض دار نے قرضہ سے انکار کیا اور قرضہ وصول کرنے کے وکیل نے قرضہ ثابت کرنے کے واسطے گواہ سنائے تو امام اعظمؒ کے قول پر مقبول ہوں گے اور صاحبینؒ کے قول پر مقبول نہ ہوں گے اور قاعدہ اس قسم کے مسائل میں یہ ہے کہ اگر توکیل ایسی چیز کے وصول کے واسطے ہو جو موکل کی ملک ہے تو وکیل اس کے اثبات کے واسطے خصم قرار نہ پائے گا اور اگر ایسی چیز کے واسطے ہو جو ہر وجہ سے غیر کی ملک ہے اور توکیل اس پر حق موکل کی وجہ سے ہے تو اثبات کے واسطے وکیل خصم قرار دیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے قاضی نے اگر غائب شخص کے قرضوں کے وصول کرنے کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو ائمہ کے نزدیک ایسا وکیل وکیل خصومت نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر خصومت کے واسطے کسی کو وکیل مقرر کیا تو اس کی چند صورتیں ہیں اول یہ کہ اس کو خصومت کے واسطے وکیل کردے اور کسی دوسری چیز سے تعرض نہ کرے اور اس صورت میں بالا جماع انکار کا وکیل ہے اور تینوں اماموں کے نزدیک اقرار کا بھی وکیل ہے پھر ہمارے علما نے اختلاف کیا کہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ توکیل خصومت مجلس حکم میں توکیل اقرار ہے حتیٰ کہ اگر مجلس حکم میں اپنے موکل پر کسی امر کا اقرار کیا تو صحیح ہے اور اگر غیر مجلس حکم میں اقرار کیا تو صحیح نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ مجلس حکم و غیر مجلس حکم دونوں میں اس کا اقرار صحیح ہے مگر ان دونوں اماموں کے نزدیک اگر غیر مجلس حکم میں اقرار کیا اور اس کا اقرار صحیح نہ ٹھہرا تو وہ شخص وکیل نہ باقی رہے گا یہاں تک کہ اس کے بعد خصومت کرنے سے منع کردیا جائے گا کذافی الذخیرہ۔

اگر وکیل نے موکل کے واسطے مال ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اس کا دفعیہ کرنا چاہا تو وکیل پر اس کی سماعت نہ ہوگی ☆

اگر وکیل خصومت نے حد قذف وقصاص کا اقرار کیا تو صحیح نہیں ہے کذافی التبیین اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایسی خصومت کا جو جائز الاقرار نہیں ہے وکیل کرے اور اس صورت میں انکار کا وکیل ہوگا اور تیسری صورت یہ ہے کہ خصومت میں بلا جواز انکار وکیل کرے اور اس صورت میں اقرار کا وکیل ہوگا اور استثنا ظاہر روایت میں صحیح ہے اور چوتھی یہ کہ خصومت میں بجواز اقرار وکیل کرے اور اس صورت میں خصومت اور اقرار کا وکیل ہوگا حتیٰ کہ اگر اس نے موکل پر اقرار کیا تو ہمارے نزدیک صحیح ہے اور پانچویں یہ ہے کہ وکیل سے کہا کہ میں نے تجھے خصومت کا وکیل بلا جواز اقرار و انکار مقرر کیا اور اس صورت میں متاخرین نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ یہ توکیل اصلاً صحیح ہی نہیں ہے اور قاضی امام صاعد نیشاپوری سے منقول ہے کہ توکیل صحیح ہے اور یہ وکیل وکیل سکوت ہے تاکہ مجلس حکم میں حاضر ہو کر گواہوں کو سنے یہ ذخیرہ میں ہے اقرار کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے اور موکل فقط وکیل کرنے سے مقر نہ ہوگا اور اقرار واسطے وکیل کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وکیل سے یوں کہے کہ میں نے تجھے خصومت کا اور اپنے اوپر سے مذمت دفع کرنے کا وکیل کیا پس جب تو دیکھے کہ انکار سے مجھ پر مذمت آتی ہے اور اقرار کرنا تیری رائے میں صواب معلوم ہو تو مجھ پر اقرار کردے کہ میں نے تجھے اس کی اجازت دے دی اور اگر خصومات اور اپنے حقوق لوگوں سے لینے کے واسطے اس شرط پر وکیل کیا کہ موکل پر جو دعویٰ ہوں اس میں وکیل نہیں ہے تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے پس اگر وکیل نے موکل کے واسطے مال ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اس کا دفعیہ کرنا

چاہا تو وکیل پر اس کی سماعت نہ ہوگی ایسا ہی صدر الشہید برہان الدین کا فتویٰ ہے کذا فی المحیط۔

کتاب الاقضیہ میں ہے کہ اگر خصومت کے واسطے وکیل مقرر کرنے والا مطلوب ہو اور اس نے طالب سے خصومت کے واسطے ایک شخص کو وکیل مقرر کیا مگر یہ شرط کی کہ اس کا اقرار صحیح نہیں ہے تو امام ابو یوسفؒ کے قول میں یہ جائز ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مطلوب نے ایسا وکیل مقرر کیا اور طالب نے کہا کہ مجھے سوائے اس کے پسند نہیں ہے کہ تو میری خصومت کے واسطے اپنے قائم مقام کوئی شخص مقرر کر کہ اس کا اقرار مثل تیرے اقرار کے جائز ہو یا خود حاضر ہو کر روبکاری کر تو مطلوب سے کہا جائے گا کہ یا ایسا شخص مقرر کر یا خود حاضر ہو اسی طرح اگر موکل یا طالب ہو اور اس نے ایسا وکیل کیا اور مطلوب نے کہا کہ میں راضی نہیں ہوں مگر اس صورت میں کہ یا خود تو روبکاری کر یا ایسے شخص کو مقرر کر کہ میری حجت کی اس پر سماعت ہو اور تیرے مال وصول پانے کا اس کا اقرار تجھ پر صحیح ہو تو اس کو یہ اختیار ہے بشرطیکہ طالب حاضر ہو اور اگر غائب ہو اور اس نے ایسا وکیل کر دیا جس کا اقرار صحیح نہیں ہے تو مطلوب کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وکیل سے خصومت کرنے سے انکار کرے اور کہے کہ میں تجھ سے اس وقت تک روبکاری نہ کروں گا کہ جب تک تیرا اقرار تیرے موکل پر جائز نہ ہو جائے یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص پر کسی کا دعویٰ اور نالش دائر تھی اس کے طلب کے موافق مدعا علیہ نے قاضی کے سامنے کسی کو وکیل خصومت کیا اور وکیل حاضر ہے پس اس نے قبول کیا پھر جب قاضی کے پاس سے دونوں باہر آئے تو مدعا علیہ نے مدعی سے کہا کہ میں نے اس کو وکالت سے برطرف کیا اور فلاں بن فلاں مخزومی کو وکیل خصومت مقرر کیا اور یہ فلاں شخص غائب ہے تو طالب کو اختیار ہے کہ یہ وکالت قبول نہ کرے کسی نے ایک شخص کو ایک شخص کی نالش میں وکیل کیا پھر موکل مع وکیل قاضی کے پاس آیا اور ایک دوسرے شخص کو ساتھ لایا اور قاضی سے موکل نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کی نالش میں اس کو وکیل کیا تھا اور یہ سفر کو جانا چاہتا ہے اور مجھے اس کی طرف سے بدگمانی ہے کہ شاید مجھ پر کسی چیز کا اقرار کر دے کہ میرے ذمہ لازم ہو جائے اس لئے میں نے اس کو وکالت سے برطرف کر کے اس دوسرے کو وکیل کیا تو قاضی بدوں خصم کے حاضر ہونے کے اپنے حکم سے اس کو قبول نہ کرے گا اور اپنے پیادوں میں سے کسی کو خصم کی طلبی کے واسطے مقرر کرے گا پس اگر انہوں نے خصم کو نہ پایا تو اس وقت پہلے کو برطرف کر کے دوسرے کو وکیل مقرر کر دے گا اور مدعا علیہ سے مضبوطی کر لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مطلوب نے اپنے وکیل کو وکیل کرنے کی اجازت دی پھر چاہا کہ اس اجازت سے اس کو روک دے ☆

اگر کسی کو اپنے حقوق طلب کرنے اور وصول کرنے اور ان میں خصومت کرنے کے واسطے وکیل کیا بشرطیکہ وکیل کی صلح یا کسی گواہ کی تعدیل جو ایسے امر کی اس پر گواہی دے جس سے حق باطل ہوتا ہے جائز نہیں ہے تو وکالت اس شرط کے ساتھ جائز ہے پس اگر وکیل نے اقرار کیا کہ قرض خواہ موکل نے یہ قرضہ قرض دار سے وصول کر لیا ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے یہ قرضہ قرض دار سے وصول کیا اور وہ ضائع ہو گیا یا میں نے طالب کو دے دیا تو اقرار صحیح ہے اور قرض دار بری ہو گیا یہ ادب القاضی میں ہے اگر اپنی نالش میں اسے وکیل کیا پھر چاہا کہ اس کا اقرار مستثنیٰ کر دے پس اگر طالب کی حاضری میں ایسا کیا تو جائز ہے ورنہ اگر وہ حاضر نہیں ہے تو بھی امام محمدؒ کے نزدیک ایسا ہی ہے بخلاف امام ابو یوسفؒ کے اور ایسا ہی اختلاف ہے اس صورت میں کہ اگر مطلوب نے اپنے وکیل کو وکیل کرنے کی اجازت دی پھر چاہا کہ اس اجازت سے اس کو روک دے تاکہ وکیل کوئی دوسرا وکیل نہ کر سکے تو امام محمدؒ کے نزدیک صحیح ہے اگرچہ بدوں موجودگی طالب کے ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر اپنے گھر کی بابت نالش دائر کرنے اور اس پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا پس قابض نے وہ گھر فروخت کر دیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کیا تو وکیل کو مشتری سے مخاصمت کا اختیار ہے اور اگر خاص فلاں شخص سے اس گھر کی بابت نالش کرنے کا وکیل تھا اور اس نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو دوسرے سے خصومت نہیں کر سکتا

ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر قابض نے خدمت کے واسطے وکیل کیا اور وہ گھر فروخت نہیں کیا تو اس وکیل کو اختیار ہے کہ قابض کے وکیل سے مخاصمہ کرے اور اگر کہا کہ فلاں شخص سے اس گھر کی بابت مخاصمہ کرے پھر وہ گھر دوسرے شخص کے قبضہ میں نکلا تو وکیل دونوں میں سے یعنی فلاں شخص اور دوسرے شخص کسی سے مخاصمہ نہیں کرسکتا ہے اور اگر موکل نے کسی کا نام نہیں لیا تو جس کے قبضہ میں گھر پایا جائے وکیل اس سے مخاصمہ کرسکتا ہے اور اگر وہ گھر کسی غلام کے قبضہ میں تھا اور اس نے کسی کو خصومت کے واسطے کہ فلاں مدعی سے خصومت کرے وکیل کیا پھر دوسرے شخص نے اس پر دعویٰ کیا تو غلام کا وکیل اس دوسرے مدعی سے خصومت نہیں کرسکتا ہے بلکہ پہلے مدعی اور اس کے وکیل سے خصومت کرسکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر فلاں قاضی کے ساتھ خصومت کرنے کے واسطے وکیل کیا تو اس کو دوسرے قاضی کے پاس خصومت کا اختیار ہے اور اگر فلاں فقیہ کے پاس خصومت پیش کرنے کا وکیل کیا تو دوسرے فقیہ کے سامنے پیش کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کل جو زمین میری خراسان میں ہے اس کی خصومت کے واسطے تو میرا وکیل ہے اور جس کے قبضہ میں زمین تھی وہ خراسان سے کوفہ میں آیا ہے تو اس کو کوفہ میں خصومت کا اختیار ہے اور اگر وکالت قرضہ کی بابت ہو تو کوفہ میں مخاصمت نہیں کرسکتا ہے اور اگر کہا کہ میرا ہر قرضہ جو کوفہ میں ہے پھر چند لوگ خراسان سے کوفہ میں آئے اور موکل کا ان پر قرضہ ہے تو وکیل ان سے کوفہ میں مخاصمہ کرسکتا ہے ایک شخص نے اپنے ہر حق کے طلب کے واسطے اور اس میں خصومت کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر ایک شخص نے ایک دار موکل کے قبضہ میں سے غصب کرلیا تو وکیل اس میں خصومت کرسکتا ہے اور اگر کوئی گھر فروخت ہوا اور اس میں موکل کا حق شفعہ ہے تو یہ وکیل اس کو طلب نہیں رک سکتا ہے ہاں اس کو یہ اختیار ہے کہ جس شفعہ کی نسبت موکل کے واسطے حکم قاضی ہو گیا ہو اس پر قبضہ کرلے کذا فی الحاوی۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے کہ کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کا غلام ہوں اس کی ملکیت میں پیدا ہوا ہوں اور اس نے مجھے اپنے نفس کی بابت تجھ سے خصومت کرنے کا وکیل کیا ہے تو قابض کو یہ اختیار نہیں ہے کہ غلام کو منع کرے بشرطیکہ غلام کے پاس وکالت کے گواہ موجود ہوں اور اگر غلام نے کہا کہ مجھے فلاں شخص نے تیرے ہاتھ فروخت کردیا اور ثمن پر قبضہ نہیں کیا اور مجھے دام وصول کرنے کا وکیل کیا ہے تو قابض کو اختیار ہے کہ خصومت سے منع کرے کیونکہ اس صورت میں وہ قابض کی ملکیت کا اقرار کرتا ہے اور پہلی صورت میں منکر ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

مطلوب نے فلاں مدعی کے دعویٰ میں خصومت کے واسطے کسی کو وکیل کیا اور اجازت دی کہ جس کو اس کی رائے میں آئے وکیل کرے تو یہ جائز ہے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا اور طالب نے اس پر کوئی حق ثابت کیا یا نہ کیا یہاں تک کہ اول نے دوسرے کو وکالت سے برطرف کردیا تو جائز ہے خواہ طالب موجود ہو یا نہ ہو اور اگر پہلے وکیل نے طالب کی موجودگی میں کسی کو مطلوب کی طرف سے اس طالب کے ساتھ خصومت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور دوسرے نے وکالت قبول کرلی پھر پہلا وکیل مرگیا تو دوسرا وکیل اپنے حال پر وکیل باقی ہے یہ ادب القاضی میں ہے اگر کسی کو خصومت میں وکیل کیا اس شرط کے ساتھ کہ جس کو وکیل چاہے وکیل کرے پھر مدعا علیہ نے بدوں موجودگی مدعی کے گواہ کردیئے کہ میں نے وکیل سے دوسرے وکیل کرنے کا اختیار نکال لیا تو جائز ہے اور یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ منجملہ وکیل خصومت کے احکام کے یہ ہے کہ جب حق موکل پر ثابت ہو جائے تو اس پر لازم نہ ہوگا اور نہ وہ قید کیا جائے گا اگرچہ عام وکیل ہو کیونکہ ادا کرنا اور ضمان دینا اس سے انتظام نہیں پاتا ہے یہ بحرالرائق میں ہے۔ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ جو تو کرے وہ جائز ہے پس وکیل نے دوسرے کو اس کام کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اور دوسرا وکیل پہلے وکیل کا وکیل نہیں بلکہ موکل کا وکیل ہوگا اور اگر پہلا وکیل مرگیا یا مجنون ہوگیا یا معزول ہو

گیا یا مرتد ہو کر دارالحرب میں جاملا تو دوسرا وکیل معزول نہ ہوگا اور اگر موکل اول مر گیا یا مجنون ہوا یا مرتد ہو کر دارالحرب میں جاملا تو دونوں وکیل معزول ہو جائیں گے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کو معزول کیا تو جائز ہے کذافی فتاویٰ قاضی خان۔

فصل:

تقاضائے قرض اور اِس کے وصول کرنے کے وکیل کے احکام میں

اگر کسی شخص کو اپنے تقاضائے قرض کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے خواہ مطلوب راضی ہو یا نہ ہو خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو یا خواہ صحیح ہو یا مریض ہو مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ مطلوب قرض کا اقرار کرتا ہو اور اگر منکر ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اگر موکل صحیح حاضر ہو تو بدوں رضامندی خصم کے وکیل کرنا صحیح نہیں ہے اور اسی قول کی طرف شمس الائمہ حلوائی نے میلان کیا ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ ہر حال میں توکیل صحیح ہے یہ محیط میں ہے تقاضے کا وکیل وصول کرنے کا بھی وکیل ہوتا ہے کیونکہ تقاضا بروزن تفاعل ماخوذ اقتضا سے ہے جس کے معنی وصول کرنے کے ہیں پس تقاضے کی توکیل وصول کرنے کی توکیل صریح ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ تقاضے کے وکیل کو وصول کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ ہمارے ملک میں اس کے برخلاف عادت جاری ہے اور اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ اس کو خصومت کرنے کا اختیار ہے یا نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو خصومت کا اختیار حاصل ہونا ضروری ہے اور یہی اصوب واشبہ ہے کیونکہ امام محمدؒ نے اس مسئلہ کے بعد کتاب الوکالت میں ذکر کیا کہ تقاضے کا وکیل خصومت کا وکیل ہوتا ہے اور جس شخص پر کسی کا مال آتا ہے اس کی ملازمت اور پیچھا پکڑنے کے واسطے اگر کوئی وکیل کیا تو وہ وکیل قبضہ کرنے کا وکیل نہیں ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے خصومت کے واسطے وکیل مقرر کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک قرض وصول کرنے کا وکیل مقرر کرنا ہے اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ قرضہ وصول کرنے کا وکیل نہ ہوگا اور صدر الشہیدؒ نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے قول پر فتویٰ نہیں ہے بلکہ امام زفرؒ کے قول پر فتویٰ ہے۔

نوازل میں ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے یہ اختیار کیا ہے کہ اس کو وصول کرنے کا اختیار نہیں ہے اور ایسا ہی متاخرین نے اختیار کیا ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر اس کو ہر قرض کے تقاضے کے واسطے وکیل کیا یا اس کو اپنے ہر حق کے واسطے جو لوگوں پر ہے وکیل کیا یا اس کو اپنے ہر حق کے طلب کے واسطے جو فلاں شہر میں پائے جاتے ہیں وکیل کیا تو یہ توکیل ان حقوق سے جو موجود ہیں اور ان حقوق سے جو پیدا ہوں استحسانا متعلق ہوگی اور اگر اس کو اپنے قرضہ کے وصول کرنے کے واسطے جو فلاں شخص پر ہے یا کل قرضہ کے واسطے جو فلاں وفلاں شخصوں پر ہے وکیل کیا تو زیادات میں مذکور ہے کہ یہ توکیل موجودہ قرضہ سے متعلق ہے اور جو آئندہ پیدا ہو اس سے متعلق نہیں ہے نہ قیاسا اور نہ استحسانا یہ ذخیرہ میں ہے اگر کسی نے کہا کہ تو میرے ہر قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہے اور اس کا آج کے روز کچھ کسی پر قرض نہ تھا پھر اس کا قرضہ ہو گیا تو یہ وکیل اس کے وصول کرنے کا وکیل ہوگا کذافی الحاوی۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے ہر حق کے وصول کرنے میں جو پیدا ہوا اور اس میں خصومت کے واسطے تو وکیل ہے اور تیرا فعل جائز ہے تو اس میں قرض اور ودیعت اور عاریت اور ہر حق کہ جس کا موکل مالک ہے داخل ہے لیکن نفقہ منجملہ ان حقوق کے ہے کہ اس کا مالک نہیں ہے کذافی البحرالرائق۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے ہر حق وصول کرنے کے واسطے جو لوگوں پر آتا ہے اور ان کے پاس ہے اور ان کے ساتھ اور ان کے قبضہ میں اور جو حق آئندہ پیدا ہوا اور شریکوں میں باہمی تقسیم کے واسطے اور جس چیز کا روکنا مصلحت جانے روک دے یا جس کو

دینا اس کی رائے میں آئے اس سے روک اٹھادے ان سب کے واسطے وکیل کیا اور اس کی ایک تحریر لکھ دی اور آخر میں تحریر کر دیا کہ یہ وکیل خصومت کرنے والا اور خصومت کیا گیا دونوں ہو سکتا ہے پھر ایک قوم نے موکل کی طرف اپنے مال کا دعویٰ کیا اور موکل غائب ہے اور وکیل نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ میں اس کا وکیل ہوں اور مال سے انکار کیا پس مدعیوں نے اپنے گواہ موکل پر قائم کئے تو ان کو وکیل کے قید کرانے کا اختیار نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک مکاتب دو شخصوں میں مشترک ہے پھر ایک نے اس کو اپنا قرضہ دوسرے شریک یا غیر سے وصول کرنے کے واسطے یا دوسرے سے خرید و فروخت یا غیر سے خرید و فروخت کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر ایک نے اس کو ایک غلام دوسرے کے ہاتھ یا غیر کے ہاتھ بیچنے یا شریک یا غیر کے ساتھ خصومت کرنے کے واسطے وکیل کیا تو بھی جائز ہے اسی طرح اگر اس کے اور اس کے دونوں مالکوں کے درمیان جھگڑا ہوا اور اس نے ایک کے بیٹے یا غلام یا مکاتب کو اس خصومت کے واسطے وکیل کیا یا خرید فروخت کے لئے وکیل کیا تو بھی جائز ہے یہ مبسوط میں ہے قرضہ وصول کرنے کے وکیل کو اختیار نہیں ہے کہ قرض دار نے اگر کسی پر اتر ادیا تو یہ حوالہ قبول کر لے کذا فی الخلاصہ۔ وکیل قبض دین کو قرضہ قرض دار کو ہبہ کر دینے یا مدت میں تاخیر دینے یا اس کو بری کر دینے یا رہن لے لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس نے مال کا کفیل لے لیا تو جائز ہے اور اگر کفیل اس شرط پر لیا کہ قرض دار بری ہے تو برأت جائز نہیں ہے اور اگر طالب نے قرض دار سے کفیل لے لیا تو وکیل کفیل سے تقاضا نہیں کر سکتا ہے کذا فی الحاوی۔ اگر رہن وکیل کے پاس تلف ہو گیا تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ وکیل نے کہا کہ مجھے طالب نے رہن لے لینے کا حکم کیا اور مطلوب نے اس کو رہن دے دیا تو اس صورت میں مطلوب کو اختیار ہے کہ وکیل سے قیمت رہن یا قرض سے جو کم ہو اس قدر ضمان لے یہ مسئلہ اصل میں مطلقاً مذکور ہے اور شیخ الاسلام نے اس کی شرح میں فرمایا کہ اگر مطلوب نے وکالت میں اس کی تکذیب کی یا ساکت[1] رہا یا تصدیق کی اور اس پر ضمان کی شرط ہونا بیان کیا تو ضمان لینے کا اختیار ہوگا اور اگر تصدیق کے ساتھ ضمان کی شرط نہ بیان کی تو ضمان نہیں لے سکتا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وکیل نے کہا کہ مجھے موکل نے رہن لینے کا حکم نہیں کیا باوجود اس کے مطلوب نے اس کو رہن دے دیا اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوا تو وکیل پر ضمان نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی شخص کا قرضہ دوسرے پر کسی وجہ سے واجب ہوا پس اس نے اس کے وصول کرنے کے واسطے ایک وکیل کیا تو جائز ہے اور جب اس نے وصول پا لیا تو قرض دار بری ہو گیا اور جو کچھ وکیل نے وصول پایا وہ موکل کی ملک ہے اور وکیل کے پاس امانت ہے پس جس صورت میں ودیعت میں ضمان آتی ہے اس میں بھی آئے گی یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر قرض دار غلام کو کسی نے وکیل کیا کہ اپنے مالک سے میرا قرضہ جو مالک پر آتا ہے وصول کر دے تو جائز ہے ☆

اگر اس واسطے وکیل کیا کہ فلاں شخص سے میرا قرضہ لے کر فلاں شخص کو میری طرف سے ہبہ کر دے تو جائز ہے اور اگر قرض دار نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کو دے دیا اور موہوب لہ نے اس کی تصدیق کی تو جائز ہے اور اگر تکذیب کی تو قرض دار کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر قرض دار سے وصول کرنے اور فلاں شخص کو ہبہ کر دینے کے واسطے وکیل کیا پس قرض دار نے کہا کہ میں نے وکیل کو دے دیا اور وکیل نے تصدیق کی پھر وکیل نے کہا کہ میں نے موہوب لہ کو دے دیا تو قرض دار اور وکیل دونوں بری ہیں قرض دار تو وکیل کی تصدیق سے اور وکیل ادائے امانت سے لیکن وکیل کی اس بارہ میں تصدیق نہ ہوگی کہ موہوب لہ پر ثبوت ہبہ ہو یعنی ہبہ کرنے

---

[1] قولہ ساکت خاموش موہوب لہ جس کو ہبہ کیا گیا۔

والا اس سے اس ہبہ کو واپس کر سکے اسی طرح اگر کسی نے وکیل کیا کہ جو کچھ میرا میرے مکاتب پر ہے اس کو وصول کر کے فلاں شخص کو ہبہ کر دے تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ قرضہ وصول کرنے کے وکیل نے اگر قرضہ وصول کیا پھر دوسرا وکیل قرضہ وصول کرنے کا آیا تو اس کو پہلے وکیل سے لے لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر یہ دوسرا وکیل ہر چیز موکل کی قبضہ کرنے کے واسطے وکیل ہے تو اس کو اختیار ہے کہ پہلے وکیل سے لے کر اپنے قبضہ میں کر لے اور پہلے وکیل کو دوسرے وکیل سے کوئی چیز لے لینے کا اختیار نہیں ہے کذا فی الخلاصہ۔
اگر مسلمان نے کسی مرتد کو اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا پس اس نے وصول کیا یا وصول کر کے تلف ہو جانے کا اقرار کیا پھر مرتد اپنے مرتد ہونے کے جرم میں قتل کیا گیا تو اس کا وصول کر لینا جائز رہے گا اسی طرح اگر وکیل حربی تھا اور اس نے وصول کیا پھر دارالحرب میں جا ملا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اگر قرض دار غلام کو کسی نے وکیل کیا کہ اپنے مالک سے میرا قرضہ جو مالک پر آتا ہے وصول کر دے تو جائز ہے اور اگر ایسے غلام نے وصول کرنے اور تلف ہو جانے کا اقرار کیا تو مالک بری ہو جائے گا اور اگر کسی نے ایسے قرض دار غلام کے مالک کو وکیل کیا کہ اپنے غلام سے قرضہ وصول کر دے تو وکیل کرنا اور وصول کرنا دونوں جائز نہیں ہیں یہ بحرالرائق میں لکھا ہے محتال لہ نے اگر محیل کو وکیل کیا کہ محتال علیہ سے قرضہ وصول کر دے تو صحیح نہیں ہے اور اسی طرح اگر قرض خواہ نے قرض دار ہی کو وکیل کیا کہ اپنی ذات سے میرا قرضہ وصول کر دے تو بھی صحیح نہیں ہے نوادر بشر میں روایت ہے اگر مال کا کوئی شخص کفیل ہو اور طالب نے اس کو مطلوب سے وصول کرنے کا وکیل کیا اور اس نے وصول کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس کے پاس تلف ہو گیا تو ضمان نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔
غلام قرض دار کو اس کے مالک نے آزاد کیا حتیٰ کہ قرض خواہوں کو اس کی قیمت کی ضمان دی اور جمیع قرض کا مطالبہ غلام سے ہے اگر طالب نے اس کو غلام سے مال وصول کرنے کا وکیل کیا تو باطل ہے یہ ہدایہ میں ہے نوادر بن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص کے دو شخصوں پر ہزار درہم قرض ہیں اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے پس قرض خواہ نے خاص ایک قرض دار سے وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے دوسرے سے وصول کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم قرض ہیں اور اس کا ایک کفیل ہے پس طالب نے ایک شخص کو اصیل سے وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے کفیل سے وصول کیا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص کو اپنا قرضہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے قبول کرنے سے انکار کیا پھر اس کے بعد وکیل نے جا کر قرضہ قرض دار سے وصول کیا تو قرض دار بری نہ ہوگا اور قرضہ بحالہ باقی رہے گا اور اس کا وصول کر لینا مثل اجنبی کے وصول کرنے کے ہے یہ سراج الوہاج میں ہے کسی کو اپنے قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا اور وکیل نے قرضہ دار سے وصول کیا اور اس کو زیوف یا ستوقہ یا نبہرہ یا رصاص پایا اور واپس کر دیا تو قیاساً ضامن ہوگا استحساناً ضامن نہ ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ یہ قیاس اور استحسان ایسی صورت میں ہے کہ قرض کو زیوف یا نبہرہ پا کر واپس کرنا چاہا تو قیاس چاہتا ہے کہ بدوں رائے لینے موکل کے واپس نہ کرے اور اگر اس کو آگاہ نہ کیا اور واپس کر دیا تو ضامن ہوگا اور استحساناً بدوں رائے لینے موکل کے واپس کر سکتا ہے اور جب واپس کیا تو ضامن نہ ہوگا اور ستوق و رصاص کی صورت میں بدوں آگاہی رائے موکل کے واپس کر سکتا ہے اور واپس کر کے قیاساً و استحساناً ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے قرضہ وصول کرنے کے وکیل نے اگر قرض دار سے عروض[1] لے لئے اور موکل راضی نہیں ہے اور عروض نہیں لیتا ہے تو وکیل کو اختیار ہے کہ قرض دار کو عروض واپس کر دے اور اس سے قرض کا مطالبہ کرے یہ جواہر الفتاویٰ میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درہم کھرے ہیں اس نے ان کے وصول کرنے کے واسطے ایک شخص کو وکیل کیا اور اس کو آگاہ کر دیا کہ درہم

---

[1] عروض اسباب متاع استحقاق گواہوں سے اپنا حق ثابت کرنا۔

کھرے ہیں پس وکیل نے ہزار درہم غلہ کے جان بوجھ کر وصول کر لئے تو موکل پر جائز نہیں ہوں گے اور اگر ضائع ہو گئے تو وکیل ضامن ہوگا موکل پر کچھ ضمان نہیں ہے اور اگر بدوں جانے ہوئے قبضہ کر لیا تو قبضہ جائز ہے اور ضامن نہ ہوگا اور واپس کر سکتا ہے اور کھرے لے سکتا ہے اور اگر اس کے ہاتھ میں تلف ہوئے تو گویا موکل کے پاس تلف ہوئے اور امام اعظمؒ کے نزدیک کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان کے مثل واپس کر کے کھرے لے سکتا ہے کذا فی الحاوی۔

قرضہ وصول کرنے کے وکیل نے اگر کہا کہ میں نے قرضہ وصول کیا اور وہ میرے پاس تلف ہوا یا میں نے موکل کو دے دیا اور موکل نے اس کی تکذیب کی تو قرض دار کی برأت کے باب میں اس کی تصدیق کی جائے گی اور اس باب میں تصدیق نہ کی جائے گی کہ استحقاق ثابت ہونے کی صورت میں موکل سے کچھ لیا جائے یعنی مقبوضہ وکیل میں کسی نے اپنا استحقاق ثابت کیا اور وکیل سے ضمان لے لی تو وکیل اپنے موکل سے نہیں لے سکتا ہے کذا فی المحیط۔ قرض دار نے اگر قرض خواہ کو کوئی مال معین دیا اور کہا کہ اس کو فروخت کر کے اپنا حق اس میں سے لے لے اس نے فروخت کیا اور دام وصول کر لئے اور وہ اس کے پاس تلف ہو گئے تو قرض دار کا مال گیا تاوقتیکہ قرض خواہ اس پر اپنی ذات کے واسطے قبضہ نہ کرے اور اگر کہا کہ اس کو بعوض اپنے حق کے فروخت کر اس نے فروخت کیا اور دام وصول کر لئے تو اپنے حق کا قابض ہوگا حتیٰ کہ اگر اس کے بعد تلف ہو جائے تو قابض کا مال گیا اگر قرض دار نے قرضہ سے اپنی جان چھڑانے کے واسطے وکیل کیا تو صحیح ہے اور مجلس تک وکالت مقصود نہ ہوگی کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اگر قرض دار نے کہا کہ میرے دس درہم جو تجھ پر آتے ہیں میری طرف سے فقیروں کو صدقہ کر دے یا کہا کہ جو میرا تجھ پر ہے اس سے میری قسم کا کفارہ ادا کر دے یا کہا کہ میرے دس درہم سے جو تجھ پر آتے ہیں میرے مال کی زکوٰۃ دے دے تو بالاجماع وکالت صحیح ہے ایسا ہی شمس الائمہ نے ذکر کیا ہے اور کتاب الاجارات میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک جانور ایک شہر سے دوسرے شہر جانے کے واسطے کرایہ کیا پھر کرایہ پر دینے والے نے کرایہ کرنے والے سے کہا کہ کرایہ سے ایک غلام خرید دے کہ اس کو چلائے وکالت صحیح ہے اور اس میں کسی کا خلاف ذکر نہیں کیا اور اسی مقام پر یہ بھی مذکور ہے کہ اگر کوئی گھر کرایہ پر لیا پھر کرایہ پر دینے والے نے کرایہ لینے والے سے کہا کہ کرایہ جو تجھ پر چڑھا ہے اس سے اس کی مرمت کر دے تو وکالت صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو فلاں شخص نے اس مال کے وصول کرنے کے واسطے جو اس کا تجھ پر قرض ہے وکیل کیا ہے تو تین حال سے خالی نہیں یا تو قرض دار اس کی تصدیق کرے گا یا تکذیب کرے گا یا خاموش رہے گا پس اگر اس کی تصدیق کی تو اس کو ادا کر دینے کے واسطے مجبور کیا جائے گا اور اس کے بعد اس سے پھیر لینے کا اس کو اختیار نہیں ہے اور اگر تکذیب کی یا خاموش رہا تو ادا کر دینے پر مجبور نہ کیا جائے گا لیکن باوجود اس کے اگر اس نے ادا کر دیا تو پھر واپس نہیں لے سکتا ہے پھر اگر موکل آیا اور اس نے وکالت کا اقرار کیا تو یہ جو گزرا پورا ہو گیا کذا فی الخلاصہ۔ اگر وکالت سے انکار کیا اور قرض دار سے اپنا قرض لینا چاہا اور قرض دار نے اس پر دعویٰ کیا کہ اس نے وصول کرنے والے کو وکیل کیا تھا اور گواہ سنائے یا قسم لی اور اس نے انکار کیا تو توکیل ثابت اور قرض دار بری ہو گیا اور اگر قسم کھائی اور مال قرض دار سے لے لیا تو قرض دار کو وکیل سے ضمان لینے کا اختیار نہیں ہے لیکن جو اس نے وکیل کو دیا ہے اگر باقی ہو تو واپس کر لے یہ کافی میں ہے۔

اگر موکل حاضر نہ ہوا اور اس کا انکار کرنا معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ مر گیا اور قرض دار ہی اس کا وارث ہوا ☆

اگر وکیل نے خود تلف کر دیا تو اس کے مثل ڈانڈ دے۔ اگر اس کے پاس تلف ہو گیا پس اگر قرض دار نے وکیل کی تصدیق کی تھی تو اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس کی تصدیق کی اور ضمان کی شرط کر لی یا تکذیب کی یا ساکت رہا تو واپس لے سکتا ہے اور دوبارہ وکیل سے نہیں لے سکتا ہے اھ اگر قرض دار نے موکل سے یہ قسم لینا چاہی کہ واللہ میں نے اس شخص کو وکیل نہیں کیا تھا تو اس کو

یہ اختیار حاصل ہوگا اور اگر سکوت کے ساتھ دے دیا ہے تو موکل سے قسم نہیں لے سکتا ہے مگر جبکہ تصدیق کی طرف عود کرے اور اگر انکار کے ساتھ قرض ادا کیا ہے تو طالب سے قسم لینے کا اختیار اس کو کسی حال میں حاصل نہ ہوگا خواہ تصدیق وکیل کی طرف عود کرے یا نہ کرے لیکن وکیل سے واپس لے گا اور وکیل کو اختیار ہے کہ قرض دار سے انکار اور سکوت کی صورت میں یوں قسم لے کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ قرض خواہ نے اس کو وکیل کیا ہے پس اگر قرض دار نے یہ قسم کھالی تو جو کچھ معاملہ گزرا وہ ٹھیک ہے اور اگر انکار کیا تو وکیل پر ضمان نہیں ہے اور اگر چاہے تو قرض دار سے قسم لے کہ واللہ میں نے اس کو وکیل نہیں کیا ہے پس اگر اس نے قسم کھالی تو وکیل پر ڈانڈ آ گیا اور اگر منکر ہوا تو وکیل طالب سے لے لے گا یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس نے وکیل ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور اگر یوں کہا کہ اس نے مجھے وکیل تو نہیں کیا لیکن تو مجھے قرضہ دے دے کہ وہ میرے وصول کرنے کو عنقریب جائز کر دے گا اور مجھ پر اس کی ضمان ہے تو اس کو دے دینا نہیں لازم ہے اور اگر دے دیا تو ضامن قرار پائے گا اور جس کو دے دیا ہے اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے اگر چہ ان پر ضامن ہونے کی شرط کر دی تھی کذا فی الخلاصہ اور اگر موکل حاضر نہ ہوا اور اس کا انکار کرنا معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ مر گیا اور قرض دار ہی اس کا وارث ہوا اور وکیل سے کہا کہ اس نے تجھے وکیل نہیں کیا تھا اور اب میں اس کا وارث اور اس کے قائم مقام ہوا ہوں اور وہ تجھ کو جھوٹا کہہ سکتا تھا پس میں بجائے اس کے تجھے جھوٹا کہتا ہوں اور تجھ سے ضمان لوں گا تو اس کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا اور اگر قرض دار نے وکیل سے یہ قسم لینی چاہی کہ واللہ فلاں شخص نے مجھے وکیل کیا تھا تو یہ بھی اختیار نہیں ہے۔

اگر موکل نے قاضی کی مجلس میں وکالت سے انکار کیا ☆

اگر وکیل نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ مجھے فلاں شخص نے وکیل نہیں کیا تھا تو اس کا اقرار صحیح ہے اور قرض دار اس سے مال کی ضمان لے سکتا ہے اور اگر قرض دار نے کہا کہ میں اس امر کے گواہ لاتا ہوں کہ فلاں شخص نے اس کو وکیل خصومت نہیں کیا تھا یا اس امر کے کہ وکیل نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے ہکذا فی المحیط۔ اور اگر موکل نے قرض دار کو قرضہ ہبہ کر دیا اور وہ وکیل کے ہاتھ میں موجود ہے تو سب صورتوں میں اس سے لے لے گا کیونکہ اس کی ملک ہے اور اگر تلف ہو گیا تو ڈانڈ بھر لے گا مگر جس صورت میں کہ اس کی وکالت کی تصدیق کی ہو تو نہیں ڈانڈ لے سکتا ہے کذا فی التبیین اور اگر موکل مر گیا اور قرض دار اور ایک دوسرا شخص دونوں اس کے وارث ہیں تو اجنبی کے آدھے حق کی نسبت وہی حکم ہے جو درصورت طالب کے حاضر ہونے اور وکالت سے انکار کرنے کے تھا پس آدھا قرض قرض دار سے لے لے گا اور وہ وکیل سے لے گا اور قرض دار کے آدھے حصہ کی نسبت وہی حکم ہے جو ہم نے ذکر کر دیا اور اگر قرض دار ہے اکیلا وارث ہو تو وکیل سے واپس نہیں لے سکتا ہے مگر جبکہ مال وکیل کے ہاتھ میں موجود ہو تو اس سے لے لے گا پس اگر وکیل نے تلف ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ امر صرف اس کے کہنے سے معلوم ہوتا ہے اور قرض دار نے دعویٰ کیا کہ تلف نہیں ہوا ہے تو اس کو وکیل سے قسم لینے کا اختیار ہے پس اگر قسم کھالی تو بری ہو گیا اور اگر انکار کیا تو یہ آدھا اس کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر موکل نہ مرا اور نہ قرض دار کو مال ہبہ کیا لیکن حاضر ہو کر وکالت سے انکار کیا اور ہنوز قرض دار کو قاضی کے پاس تک نہیں لایا تھا کہ مر گیا اور قرض دار ہی اس کا وارث ہے یا مال اس کو ہبہ کر دیا پس قرض دار نے قاضی کے سامنے موکل کی وکالت سے انکار کرنے کے گواہ پیش کئے تو اس کی طرف سے مقبول نہ ہوں گے اور اس کو وکیل سے ضمان لینے کا حق نہ ہوگا اگر ان چیزوں میں سے جو اس نے وکیل کو دی تھیں کوئی چیز بعینہ اس کے پاس موجود پائی تو اس کو لے سکتا ہے اور اگر موکل نے قاضی کی مجلس میں وکالت سے انکار کیا اور قاضی نے قرض دار پر اس کے کچھ حکم نہ کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو قرض دار کو اختیار ہے کہ وکیل سے لے اور اس پر واجب ہے کہ قرض دار کو پھیر دے بشرطیکہ وہ بعینہ قائم ہو اور اگر تلف ہو گئی ہو تو اس کی قیمت واپس دے اور اگر اس کے بعد موکل مر گیا اور

قرض دار اس کا وارث ہوا یا ان سے قرض دار کو ہبہ کیا یا اس کو بری کر دیا تو قرض دار کو اختیار ہے کہ مال کے واسطے وکیل کو پکڑے جیسا کہ قبل موت کے حکم تھا لیکن قرض دار سے قسم لے گا کہ واللہ وہ نہیں جانتا ہے کہ طالب نے اس کو قبضہ مال کا وکیل کیا ہے۔

اگر قرض دار نے وکالت کے دعویٰ میں وکیل کی تصدیق کی اور ضمان کی شرط پر مال اس کو دے دیا پھر موکل حاضر ہوا اور وکیل کرنے سے انکار کیا اور قسم کھالی اور قاضی نے قرض دار پر مال اس کی ڈگری کر دی پھر وصول کرنے سے پہلے موکل مر گیا اور قرض دار اس کا وارث ہوا یا اس نے قرض دار کو مال ہبہ کر دیا تو قرض دار وکیل سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر موکل نے حاضر ہو کر قرض دار سے مال لے لیا تھا اور قرض دار سے بحکم کفالت وکیل سے واپس لیا پھر موکل مر گیا اور قرض دار اس کا وارث ہوا تو وکیل کو اختیار ہے کہ موکل کی میراث سے جس قدر اس نے ڈانڈ بھرا ہے لے لے اور اگر دو شخص اس کے وارث ہوئے کہ ایک ان میں سے وہی قرض دار ہے تو وکیل کو قرض دار کے حصہ میراث میں سے لینے کا اختیار ہے اور اگر طالب نہیں مرا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے اور طالب نے قرض دار کو ہزار درہم ہبہ کیے اگر وہی ہزار درہم ہبہ کے جو اس نے قرض دار سے لیے تھے تو جو کچھ اس نے ادا کیا ہے قرض دار سے پھیر لے گا اور اگر دوسرے ہزار درہم دیئے تو کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر طالب مر گیا اور قرض دار کے واسطے ہزار درہم کی توصیت کر گیا تو وکیل قرض دار سے پھیر لے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر موکل نے مطلوب سے بعوض مال قرض کے کوئی غلام خرید کیا اور اس کے ہاتھ سے استحقاق میں لے لیا گیا ☆

اگر کسی نے اپنے مال وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور قرض دار نے دعویٰ کیا کہ صاحب مال نے مجھ سے سب وصول کر لیا ہے تو قرض دار وکیل کو مال ادا کرے اور رب المال کا دامن گیر ہو کر اس سے قسم لے اور وکیل سے قسم نہیں لے سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اگر کسی کو فلاں شخص سے اپنا مال وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے اس میں سے کچھ وصول کیا پھر وکیل نے قرض دار سے خصومت کی اور قرض دار نے کچھ مال ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور وکیل منکر ہوا اور قرض دار کے پاس اس کے گواہ نہیں ہیں اور وکیل نے اس سے سب مال وصول کر لیا پھر موکل حاضر ہوا پھر قرض دار نے ادا کر دینے کے گواہ سنائے تو اس کو موکل سے مواخذہ کرنے کا اختیار ہے مگر اس صورت میں کہ یہ مال قرض بعینہ وکیل کے ہاتھ میں موجود ہو تو وکیل سے لے لے گا اور اگر وکیل کے ہاتھ میں ضائع ہو چکا ہے یا وکیل نے کہا کہ میں نے طالب کو دے دیا ہے تو اس کو طالب سے مطالبہ کرنے کا اختیار ہے اسی طرح اگر طالب نے اقرار کیا کہ میں نے اس سے وصول کر لیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بعد وصول حق کے اس کو وکیل کیا تو وکیل سے اس کو واپس لے گا بشرطیکہ اس امر کے گواہ لائے کہ میں نے طالب کو وکیل کرنے سے پہلے اس کا حق ادا کر دیا ہے اور بالاتفاق طالب پر کچھ لازم نہیں آتا ہے اور اگر طالب نے اس امر کا اقرار کیا تو کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے مگر اس صورت میں وکیل سے لے سکتا ہے کہ یہ مال بعینہ اس کے ہاتھ میں موجود ہو اگر فلاں شخص سے اپنا مال وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور دستاویز اس کو دے دی حالانکہ اس سے پہلے وصول کر چکا ہے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو واپس لے سکتا ہے خواہ طالب سے یا وکیل سے پس اگر وکیل سے واپس لیا تو وکیل طالب سے پھیر لے گا یہ محیط میں ہے اگر قرض خواہ نے قرض دار کے کسی شخص پر اتر انے کو قبول کر لیا تو وکیل قبضہ کو محتال علیہ سے وصول کرنے کا اختیار نہیں اور نہ محیل یعنی قرض دار سے لے سکتا ہے پھر اگر محتال علیہ پر دام ڈوب گئے اور قرضہ عود کر کے محیل پر آ گیا تو وکیل کو اس سے طلب کرنے کا اختیار حاصل ہوا اسی طرح اگر موکل نے مطلوب سے بعوض مال قرض کے کوئی غلام خرید کیا اور اس کے ہاتھ سے استحقاق میں لے لیا گیا یا بعد قبضہ کے بحکم قاضی یا قبل قبضہ کے خود ہی بسبب عیب یا خیار کے واپس کیا تو وکیل اپنی وکالت پر

باقی ہے اسی طرح اگر خود درہم وصول کر لئے اور ان کو زیوف پایا تو بھی یہی حکم ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

دو قرض خواہوں میں سے ایک نے اگر کسی اجنبی کو وکیل کیا کہ میرا حصہ وصول کر لے اور اس نے وصول کیا تو صحیح ہے یہاں تک کہ اس کے پاس تلف ہوا تو موکل کا مال گیا لیکن اگر تلف نہ ہو بلکہ اس کے پاس موجود ہو تو شریک کو اس میں شرکت کا اختیار ہے جیسا کہ اگر شریک نے خود وصول کیا ہوتو دوسرے کو شرکت کا اختیار ہوتا ہے اور اگر تلف ہوا تو خاصۃً اسی کا حصہ جاتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص سے قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا ہوا اور وکیل پر قرض دار کا جنس قرض سے کچھ حق واجب ہوا تو بدلا جائے گا کذانی الخلاصہ۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنا قرضہ وصول کرنے اور قرض داروں کو قید کرانے کے واسطے ایسا وکیل کیا جو خصومت کرنے والا اور مدعا علیہ ہو سکے پس وکیل نے کسی قرض دار کو موکل کے واسطے قید کرایا پھر اس کو قید سے رہا کرا کے اس کی ذات کے واسطے کفیل لے لیا پھر وکیل مر گیا پھر صاحب مال نے کفیل کو گرفتار کرنا چاہا تو اس کو اختیار ہے کہ قاضی سے درخواست کرے کہ کفیل کو حکم دے کہ مکفول عنہ کو حاضر کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم قرض ہیں پھر قرض خواہ نے قرض دار سے کہا کہ ان کو فلاں شخص کو دے دے پھر اس سے کہا کہ فلاں فلاں شخص کو نہ دینا اور قرض دار نے کہا کہ میں نے اسے دے دیئے اور فلاں شخص نے اس کی تصدیق کی تو یہ جائز ہے اور قرض دار بری ہو گیا یہ محیط میں ہے ایک شخص کے دوسرے پر کچھ درہم قرض ہیں اس نے دوسرے سے کہا کہ میرے مال کی زکوٰۃ اس مال سے جو میرا فلاں شخص پر قرض ہے وصول کر لے اس نے بجائے درہموں کے دینار وصول کئے تو جائز نہیں ہے اور اگر قرض خواہ نے کہا کہ میں نے تجھ کو وہ مال جو میرا فلاں شخص پر قرض ہے ہبہ کیا تو اس سے وصول کر لے اس نے بجائے درہم کے دینار وصول کئے تو جائز ہے کذانی فتاویٰ قاضی خان۔

فصل:

ایک شخص کا دوسرے پر قرض آتا ہے اس نے قرضدار کے پاس ایک ایلچی بھیجا کہ میرا جو کچھ قرض تجھ پر ہے وہ بھیج دے پس اگر اس نے ایلچی کے ہاتھ بھیج دیا تو وہ قرض خواہ کا مال ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے قرض دار سے کہا کہ مال قرض فلاں شخص کے ہاتھ یا میرے بیٹے یا اپنے بیٹے یا میرے غلام یا اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دے اور اس نے ایسا ہی کیا اور وہ ضائع ہوا تو مطلوب کا مال گیا کیونکہ یہ شخص مطلوب کا ایلچی تھا اور قرض خواہ کا یہ کہنا کہ فلاں کے ہاتھ بھیج دے توکیل نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ میرے بیٹے یا اپنے بیٹے یا میرے غلام یا اپنے غلام کو دے دے کہ وہ مجھے پہنچا دے گا تو یہ توکیل ہے اور اگر ضائع ہوا تو طالب کا مال گیا یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص کے دوسرے پر سو درہم قرض ہیں پس اس کے پاس ایک آدمی سو درہم وصول کرنے کے واسطے بھیجا اور مطلوب نے اس کو ایک ہی صفقہ میں دو سو درہم تول دیئے اور ایلچی نے ان پر قبضہ کر لیا اور وہ ضائع ہو گئے تو قرض دار پر مال جیسا تھا ویسا ہی باقی ہے اور ایلچی پر کچھ واجب نہ ہو گا اور اگر ایلچی کو ایک سو درہم علیحدہ اور دیئے اور اس نے دونوں کو ملا دیا تو وہ ایک سو درہم کا ضامن ہو گا اور مطلوب ایک سو درہم سے بری ہو گیا یہ محیط میں لکھا ہے اگر یہ کہا کہ جو کچھ میرا تجھ پر قرض ہے وہ فلاں شخص کے ایلچی کو دے دینا پھر قرض دار نے کہا کہ میں نے اس کو دے دیا اور ایلچی نے تصدیق کی کہ میں نے وصول پایا تھا مگر وہ ضائع ہو گیا اور موکل نے دینے اور پانے دونوں کی تکذیب کی تو قرض دار بری ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر ایک شخص کے پاس قرض لینے کے لئے ایلچی بھیجا اس نے کہا کہ میں نے قرض وصول کیا تھا مگر میرے پاس تلف ہو گیا تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اس پر ضمان نہ ہو گی اور ضمان بھیجنے والے مستقرض پر ہو گی یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر کسی بزاز کے پاس ایک ایلچی بھیجا کہ فلاں فلاں کپڑا اس دام کا بھیج دے پس بزاز نے اپنے ایلچی یا دوسرے کے پاس بھیجا اور راہ میں تلف ہوا اور طلب

کرنے والے تک نہ پہنچا اور اس امر کی سب نے باہم تصدیق کی اور اقرار کیا تو ایلچی پر کچھ ضمان نہیں ہے اور اگر بزاز نے بھیجنے والے کے ایلچی کے ہاتھ بھیجا تو بھیجنے والے پر ضمان لازم ہوگی اور اگر بزاز کا ایلچی ہے تو جب بھیجنے والے کے پاس کپڑا پہنچ گیا تو بھیجنے والا ضامن ہوگا اور اگر کسی شخص نے ایک ایلچی کے ہاتھ کسی شخص کو خط بھیجا کہ میرے پاس فلاں کپڑا فلاں داموں کا بھیج دے اس نے ایسا ہی کیا اور جو شخص خط لایا تھا اس کے ہاتھ روانہ کیا تو جب تک خط بھیجنے والے کے پاس نہ پہنچے گا وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ وہ شخص فقط خط پہنچانے کا ایلچی تھا اور یہی حکم قرض اور قرض وصول پانے کا ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا ایلچی میرے پاس آیا اور پیغام پہنچایا کہ تو نے کہلا بھیجا ہے کہ فلاں کپڑا اس قدر داموں کا میرے پاس بھیج دے میں نے بھیج دیا پس اس نے کپڑا اپنے پاس پہنچنے سے انکار کیا اور ایلچی نے کہا کہ میں نے پہنچا دیا ہے تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر بھیجنے والے نے اقرار کیا کہ ایلچی نے کپڑا وصول کیا اور اپنے پاس پہنچنے سے انکار کیا تو کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر ایلچی کے وصول کرنے سے انکار کیا تو قول اسی کا لیا جائے گا اور اس پر ضمان نہیں ہے ایک شخص دوسرے کی طرف سے ایک شخص کے پاس ایلچی بن کر اس واسطے آیا کہ مجھے پانچ سو درہم دے دے اس نے کہا کہ جب تک مجھ سے اور بھیجنے والے سے ملاقات نہ ہوگی اور وہ خود مجھ سے نہ کہے گا میں تجھے نہ دوں گا پھر ایلچی سے کہا کہ میں اس سے ملا تھا اس نے مجھے دینے کا حکم کیا ہے پھر دینے سے انکار کیا یا کہا کہ اس کے بعد اس نے مجھے تجھ کو دینے سے منع کر دیا ہے تو اس کو اس امر کا اختیار ہے لیکن اگر یہ مال اس پر قرض ہو تو منع کر دینے کے باب میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی کذانی فتاویٰ قاضی خان۔

فصل:

اگر کسی شخص کو اپنا قرضہ ادا کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اور وکیل نے جس قدر ادا کیا وہ موکل سے لے لے گا اور اگر کسی سے کہا کہ میری قسم کے کفارہ میں محتاج کھلائے یا میری زکوٰۃ ادا کر دے تو اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے مگر درصورتیکہ موکل نے یہ کہہ دیا ہو کہ اس شرط پر میں ضامن ہوں تو لے سکتا ہے کذانی الحاوی۔ اگر کسی سے کہا کہ فلاں شخص کو ہزار درہم دے دے تا کہ اس کا قرض ادا ہو یا صرف یہی کہا کہ فلاں شخص کو ہزار درہم ادا کر دے اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے یا اس شرط پر کہ میں ضامن ہوں یا اس شرط پر کہ وہ درہم تیرے مجھ پر ہوں گے پس وکیل نے موافق حکم کے اس کو دے دیئے پس اگر وکیل اس موکل کا شریک یا خلیط ہو تو بالاجماع اس سے لے سکتا ہے اور خلیط اس کو کہتے ہیں کہ بازار کے معاملات میں دونوں میں لین دین جاری ہو اور ایک دوسرے کے پاس رکھ دیتا ہو جب دوسرے کا ایلچی آئے تو اس کے ہاتھ بیع کرے یا قرض دے اور یہی حکم ہے اگر وکیل ان لوگوں میں سے ہو کہ اس کی عیال میں موکل کے عیال ہیں یا وکیل موکل کے عیال کو نفقہ دینے کے واسطے مقرر ہو پس ان صورتوں میں بالاجماع واپس لے سکتا ہے اگرچہ اس نے ضامن ہونے کی شرط نہ بیان کی کیونکہ اس میں عرف معتبر ہے اور اگر ان صورتوں میں سے کوئی صورت نہ پائی جائے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دوسرے سے کہا کہ فلاں شخص کو میری طرف سے ہزار درہم نقد دے دے یا ادا کر دے یا دے دے یا عطا کر دے اور میری طرف یہ لفظ ذکر کیا یا نہ کہا لیکن یوں کہا کہ وہ ہزار درہم جو اس کے مجھ پر آتے ہیں اور وکیل نے ایسا ہی کیا تو وکیل کو موکل سے واپس لینے کا اختیار ہے اگرچہ واپس لینا یا ضمان کی شرط نہیں کی تھی اگر دوسرے سے کہا کہ میری طرف سے میرے مال کی زکوٰۃ دے دے یا میری طرف سے دس مسکین کھلا دے یا میری طرف سے دس درہم صدقہ کر دے یا میری طرف سے فلاں شخص کو دس درہم ہبہ کر دے اس نے ایسا ہی کیا تو بدوں شرط ضمان کے اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے اگر کہا کہ میری طرف سے یہ درہم زید یا عمرو کو قرضہ ادا کر دے تو جس کو ادا کر دے گا جائز ہے یہ حاوی میں

ہے ائمہ نے فرمایا کہ اگر کسی کو اپنے قرض ادا کر دینے کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل نے آن کر بیان کیا کہ میں نے ادا کر دیا اور موکل نے س کی تصدیق کی پھر جب وکیل نے جو کچھ دیا تھا اس کے لینے کا مطالبہ کیا تو موکل نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ قرض خواہ آئے اور میرے وکیل کے ادا کر دینے سے انکار کر کے دوبارہ مجھ سے وصول کر لے تو موکل کے اس کلام کی طرف التفات نہ کیا جائے گا اور حکم یا جائے گا کہ وکیل کا حق اس کو ادا کرے پھر اگر قرض خواہ نے آ کر موکل سے قرضہ لیا تو موکل وکیل سے جس قدر زیادہ ہے واپس لے گا اگرچہ ادا کر دینے میں اس کی تصدیق کی ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

اگر موکل نے وکیل کے ادا کر دینے سے انکار کیا پھر وکیل نے ادا کر دینے کے گواہ سنائے تا کہ موکل سے مال وصول کر لے ور قرض خواہ غائب ہے تو اس کی گواہی مقبول ہوگی حتیٰ کہ اگر قرض خواہ نے حاضر ہو کر وصول پانے سے انکار کیا تو التفات نہ کیا جائے گا کذا فی المحیط اور یہ جائز نہیں ہے کہ ایک ہی شخص مطلوب کی طرف سے ادا کرنے کے وکیل نے بلا گواہوں کے مال ادا کر دیا اور یہ نہ لکھوائی تو اس پر ضمان نہیں ہے لیکن اگر موکل نے اس سے کہہ دیا تھا کہ بدوں گواہوں کے نہ دینا پھر اس نے بدوں گواہوں کے دے یا تو ضامن ہو گا پس اگر وکیل نے کہا کہ میں نے گواہ کر لئے تھے اور طالب نے انکار کیا اور وکیل کے پاس گواہ نہیں ہیں تو وکیل ضمان سے بری ہو گا بشرطیکہ اس بات پر قسم کھالے اور اگر موکل نے کہا کہ بدوں موجودگی فلاں شخص کے نہ دینا اس نے بدوں اس کی موجودگی کے دے دیا تو ضامن ہو گا یہ حاوی میں ہے قرض دار نے اگر اپنا مال کسی شخص کو دیا تا کہ اس کا قرضہ ادا کر دے اور اس سے کہہ دیا کہ یہ مال فلاں شخص کو اس قرضہ کے ادا میں دے دے جو اس کا مجھ پر آتا ہے اور تمسک لے لے اس نے دے کر تمسک نہ لیا تو ضامن نہیں ہے اور اگر یہ کہا تھا کہ جب تک تمسک نہ لے نہ دے اس نے بدوں تمسک لینے کے دے دیا تو ضامن ہو گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کو ہزار درہم دے دیئے کہ اس کو میرے قرض کے ادا کے واسطے فلاں شخص کے دے دے تا کہ میری طرف سے ادا ہو جائے پھر وکیل نے ان کو رکھ لیا اور ان کے سوا دوسرے درہم دے دیئے تو قیاس چاہتا ہے کہ جو درہم اس نے رکھ لئے ہیں موکل کو واپس کرے ور قرضہ ادا کرنے میں وکیل نے موکل پر اپنی طرف سے احسان کیا یعنی موکل پر واجب نہیں ہے کہ اس کو دے دے اور استحساناً یہ حکم نہیں ہے اور وجہ استحسان کی یہ ہے کہ موکل کا مقصود اپنی جان چھٹانا ہے اور یہ مقصود دونوں طرح سے حاصل ہوتا ہے خواہ وکیل وہی ہزار درہم جو موکل نے دیئے ہیں ادا کرے یا اس کے مثل ادا کرے یہ مبسوط میں ہے۔

درج ذیل صورت تو اکثر فقیہوں پر مشتبہ ہے تو عام لوگوں پر کیونکر مشتبہ نہ ہوگی ☆

ایک شخص نے دوسرے کو کچھ درہم اس واسطے دیئے کہ میری طرف سے فلاں شخص کا قرضہ ادا کرے پھر طالب اسلام سے مرتد ہو گیا اور وکیل نے اس کے مرتد ہونے کی حالت میں ادا کر دیا اور طالب اسی حالت میں مر ا پس اگر وکیل کو فقہ سے خبر تھی کہ اس مرتد کو اس کا دینا جائز نہیں ہے تو جس قدر درہم وکیل کو دیئے گئے تھے وکیل اس کا ضامن ہے اور اگر یہ بات اس کو نہیں معلوم تھی تو ضامن نہیں ہے اور اس کا جہل ہی عذر ہو گا کیونکہ یہ بات اکثر فقیہوں پر مشتبہ ہے تو عام لوگوں پر کیونکر مشتبہ نہ ہوگی یہ واقعات میں ہے نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے قرضہ ادا کرنے کا حکم کیا پھر موکل نے خود ہی قرض خواہ کو ادا کر دیا پھر وکیل نے ادا کیا تو وکیل اپنے مال کو اس سے لے جس کو دیا ہے موکل سے نہیں لے سکتا ہے کیونکہ جب موکل نے خود ادا کیا تو وکیل معزول ہوا کیونکہ خود ادا کرنا وکیل کو معزول کرتا ہے اور وکیل کا علم ہونا کہ موکل نے ادا کیا ہے شرط نہیں ہے اور یہ مسئلہ وکالۃ الاصل میں مذکور ہے اس میں وکیل کا علم شرط ہے اور اگر وکیل نے اس امر کے گواہ سنائے کہ میں نے حکم دینے کے بعد موکل کے ادا کرنے سے پہلے ادا کیا ہے تو اس کو اختیار ہے چاہے موکل سے واپس لے یا قابض سے یہ محیط میں ہے جو شخص ادائے قرض کے واسطے وکیل ہوا

اور اس نے جس قسم کا قرض ادا کرنے کا حکم تھا اس سے جید ادا کیا تو ویسا ہی لے سکتا ہے جیسا حکم کیا گیا تھا اور اگر ردی ادا کیا تو جیسا ادا کیا ویسا ہی موکل سے لے سکتا ہے کذا فی الذخیرہ۔ نوادر ہشام میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم دیئے اور حکم دیا کہ یہ درہم میرے قرض خواہ کو دے دے اس نے سوائے ان کے دوسرے درہم اپنے پاس سے دیئے یا اس کے ہاتھ ان داموں کو کوئی غلام فروخت کر دیا یا وکیل کے اس پر ہزار درہم آتے تھے ان کے عوض بدلا کر لیا تو یہ سب جائز ہے اور وہ احسان کرنے والا شمار نہ ہوگا یعنی یہ نہ ہوگا کہ موکل کے ہزار درہم واپس کرے اور یہ جو اس نے ادا کیا اس میں اس نے احسان کیا اور اگر وکیل کو کوئی غلام دیا کہ اس کو فروخت کر کے اس کے داموں سے فلاں شخص کا قرض جو مجھ پر آتا ہے ادا کر دیں پس وکیل نے غلام فروخت کرنے کے پہلے اس کے داموں کے برابر دام اپنے پاس سے لے کر موکل کی طرف سے قرضہ ادا کر دیا تو اس صورت میں احسان کرنے والا شمار ہوگا یہ محیط میں ہے ایک شخص نے حکم کیا کہ فلاں شخص کا قرض جو مجھ پر آتا ہے تو ادا کر دے اس نے ادا کر دیا پھر موکل کے پاس جس قدر اس نے ادا کیا ہے اس کو لینے آیا پس موکل نے اس سے کہا کہ اس شخص کا مجھ پر قرض ہی نہ تھا اور نہ میں نے تجھے ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور نہ تو نے کچھ ادا کیا ہے اور قرض خواہ غائب ہے پس وکیل نے قرضہ ہونے اور ادا کرنے کا حکم دینے کے گواہ سنائے تو قاضی قرض خواہ غائب کا موکل پر قرضہ ہونے کا حکم دے گا اور وکیل کے موکل سے واپس لینے کا حکم دے گا اگرچہ قرض خواہ غائب ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔

اگر دو شخصوں کے مکاتب نے کسی کو وکیل کیا کہ ایک شخص کا حصہ اس کو دے دے اور غائب ہو گیا تو دوسرا شخص وکیل سے کچھ نہیں لے سکتا ☆

اگر ایک شخص نے کسی کو دینے کے واسطے مال وکیل کو دیا اس نے کہا کہ میں نے دے دیا مگر موکل اور اس شخص نے جس کو دینے کے واسطے حکم کیا تھا دونوں نے اس کی تکذیب کی تو وکیل کا قول اس کی برأت کے واسطے لیا جائے گا اور قرض خواہ کا قول قبضہ نہ کرنے میں لیا جائے گا اور قرض ساقط نہ ہوگا اور دونوں پر قسم نہیں آتی ہے صرف اس پر واجب ہوگی جس نے تکذیب کی نہ اس شخص پر جس نے تصدیق کی اور اگر وکیل کے دینے میں تصدیق ہوئی تو دوسرا قسم کھائے کہ واللہ میں نے وصول نہیں پایا پس اگر قسم کھالی تو اس کا قرضہ ساقط نہ ہوگا اور اگر قسم سے باز رہا تو ساقط ہوگا اور اگر دوسرے کی تصدیق کی کہ اس نے وصول نہیں پایا تو وکیل سے قسم لے گا کہ اس نے دے دیا ہے پس اگر قسم کھالی تو بری ہے ورنہ ضامن ہوگا اور اگر کسی کے پاس کوئی مال مضمون ہو مثلاً مال مغصوب غاصب کے پاس یا قرض پس صاحب قرض یا مغصوب منہ نے اس کو حکم کیا کہ فلاں شخص کو دے دے اور وکیل نے کہا کہ میں نے ایسا کیا اور فلاں شخص نے کہا کہ میں نے قبضہ نہیں پایا تو وکیل کی تصدیق واقع پر بدوں گواہوں کے نہ کی جائے گی مگر اس صورت میں کہ دینے میں موکل نے اس کی تصدیق کی ہو تو اس وقت میں ضمان سے بری ہو جائے گا لیکن قابض پر دونوں کی تصدیق نہ کی جائے گی اور عدم قبض میں اسی کا قول لیا جائے گا مگر قسم کے ساتھ اور اگر وکیل کی موکل نے تکذیب کی کہ اس نے نہیں دیا ہے اور وکیل نے اسے قسم طلب کی تو اس کے علم پر قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس نے دیا ہے پس اگر قسم کھالی تو وکیل سے ضمان لے گا اور اگر انکار کیا تو ضمان ساقط ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر دو شخصوں کے مکاتب نے کسی کو وکیل کیا کہ ایک شخص کا حصہ اس کو دے دے اور غائب ہو گیا تو دوسرا شخص وکیل سے کچھ نہیں لے سکتا ہے کیونکہ وکیل اس کے حصہ کے دینے کی بابت اس کی طرف سے وکیل نہیں ہے اور اگر مکاتب نے اپنے قرض ادا کرنے کا وکیل کیا اور مال قرض وکیل کو دے گیا پس اس کے دونوں مولیٰ یا غیروں نے وکیل سے اس کو لینا چاہا تو ان کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا کذا فی المبسوط باب وکالۃ العبد الماذون والمکاتب۔

فصل:

مال عین پر قبضہ کرنے کے وکیل کے احکام میں

مال معین پر قبضہ کرنے کے وکیل کو خصومت کا اختیار نہیں ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے اپنے غلام پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اور قابض حال نے گواہ سنائے کہ موکل نے میرے ہاتھ اس کو فروخت کیا ہے تو موکل کے حاضر ہونے تک توقف کیا جائے گا اور یہ استحسان ہے یہاں تک کہ اگر غائب حاضر ہوا تو بیع کے گواہ دوبارہ پیش کئے جائیں گے اسی طرح اگر وکیل نے بیان کیا کہ عورت کے شوہر یا باندی یا غلام کے مالک نے مجھے وکیل کیا ہے کہ میں اس کی عورت یا باندی یا غلام کو اس کے پاس پہنچا دوں پس عورت نے گواہ سنائے کہ وہ مجھے طلاق دے گیا ہے یا باندی وغلام نے آزاد کر دینے کے گواہ سنائے تو استحساناً وکیل کا ہاتھ روکنے کی بابت مقبول ہوں گے اور طلاق وعتاق کی بابت مقبول نہ ہوں گے یہ سراج الوہاج میں ہے کسی مال معین پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر ایک شخص نے آکر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو تلف کر دیا تو وکیل اس سے قیمت لینے کے واسطے خصومت نہیں کر سکتا ہے اور اگر بعد قبضہ کے تلف کی تو کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک شخص نے اس واسطے وکیل کیا کہ میری امانت فلاں شخص سے لے لے اور فلاں شخص نے کہا کہ میں نے موکل کو دے دی تو اس کا قول لیا جائے گا اسی طرح اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے وکیل کو دے دی تو بھی اسی کا قول لیا جائے گا کہ وہ بری ہے کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ہزار درہم ودیعت رکھے پھر جس کے پاس ودیعت رکھے تھے اس کی غیبت میں کہا کہ میں نے فلاں شخص کو حکم کیا کہ میری ودیعت جو فلاں شخص کے پاس ہے وصول کرے اور وکیل کو یہ بات معلوم نہ ہوئی لیکن اس نے ودیعت وصول کر لی اور وہ ضائع ہو گئی تو صاحب ودیعت کو اختیار ہے چاہے دینے والے سے ضمان لے یا لینے والے سے ضمان لے اور اگر ودیعت پاس رکھنے والے کو توکیل کا علم ہوا اور وکیل کو نہ ہوا پس جس کے پاس ودیعت ہے اس نے وکیل کو دے دی تو جائز ہے اور دونوں میں سے کسی پر ضمان نہ ہوگی اور دونوں میں سے ایک کو وکالت کا علم نہ ہوا اور وکیل نے کہا کہ فلاں شخص کی ودیعت مجھے دے دے کہ میں اس کے مالک کو پہنچا دوں یا مجھے دے کہ میرے پاس اسکی ودیعت رہے گی اس نے دے دی اور وہ ضائع ہو گئی تو ودیعت کے مالک کو اختیار ہے جس سے چاہے دونوں میں سے ضمان لے یہ قول امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی کو ودیعت پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اس نے تھوڑی ودیعت پر قبضہ کیا تو جائز ہے لیکن اگر اس نے کہہ دیا تھا کہ قبضہ نہ کرے مگر سب ودیعت پر تو البتہ تھوڑی ودیعت پر قبضہ نہیں جائز ہے اور ضامن ہوگا اور اگر بعض مقبوضہ ودیعت کے تلف ہونے سے پہلے اس نے باقی پر قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ موکل پر جائز[1] ہوگا یہ مبسوط میں ہے ایک غلام ایک شخص کے پاس ودیعت ہے اس کے قبضہ کے واسطے وکیل کیا اور وہ غلام خطا سے قتل کیا گیا تو جس کے پاس ودیعت ہے وہی اس کی قیمت لے سکتا ہے وکیل نہیں لے سکتا ہے اسی طرح اگر غلام پر کسی نے کوئی ایسا جرم کیا جس کے عوض جرمانہ حاصل ہوا تو وکیل کو غلام پر قبضہ کرنے کا اختیار ہے جرمانہ پر قبضہ نہیں کر سکتا ہے اور یہی حال باندی کے مہر یا مزدوری کا ہے اور اگر وکیل نے غلام پر قبضہ کیا پھر وہ اس کے قبضہ میں خطا سے قتل ہوا تو اس کو قیمت لینے کا اختیار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی باندی یا بکری پر قبضہ کرنے کا وکیل ہوا پھر وہ بچہ جنی تو وکیل بچہ کو مع ماں کے اپنے قبضہ میں لے سکتا ہے اور اگر وکیل کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی تو وکیل کو بچہ پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور باغ کے پھلوں کا

---

[1] یعنی موکل کے حق میں نافذ ہوگا اگر چہ وہ انکار کرے۔

حکم بچہ کے مانند ہے اور درختوں کے پھل اگر مالک زمین کے حکم سے ودیعت ہوں تو وکیل قبضہ نہیں کر سکتا ہے اور یہی حکم باندی کے بچہ کا ہے کذا فی البحر الرائق۔ اگر اپنی ودیعت پر قبضہ کرنے کے واسطے جو کسی کے پاس رکھی ہے وکیل کیا پھر خود ہی وصول کر لی پھر اس کے پاس ودیعت رکھی تو وکیل اس سے وصول نہیں کر سکتا ہے خواہ اس معاملہ سے واقف ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اسی طرح اگر وکیل نے پہلے اس کو وصول کیا اور موکل کو دے دیا پھر موکل نے دوبارہ اسی کے پاس رکھی تو وصول نہیں کر سکتا ہے اور اگر وصول کیا اور ضائع ہو گئی تو مالک ودیعت کو اختیار ہے چاہے جس سے ضمان لے پس اگر اس نے وکیل سے ضمان لی تو وکیل کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر مستودع سے ضمان لی تو وہ وکیل سے پھیر لے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ دوبارہ اس کے وکیل ہونے کی تصدیق نہ کی ہو یہ مبسوط میں ہے کیلی یا وزنی ودیعت کے وصول کرنے کا وکیل کیا اور اس کو کسی نے تلف کر دیا تھا اور اس کے مثل مستودع نے تلف کرنے والے سے لے لی تھی تو استحساناً وکیل اس کو وصول کر لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کے پاس کوئی متاع ودیعت رکھی پھر کسی کو اس پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا ☆

اگر آج کے روز کسی ودیعت پر قبضہ کرنے کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو اس کو اختیار ہے کہ کل کے روز وصول کرے اور اگر کل کے روز قبضہ کرنے کا وکیل کیا تو آج کے روز وصول نہیں کر سکتا ہے اسی طرح اگر کہا کہ اسی ساعت وصول کر لے تو اس ساعت کے بعد وصول کر سکتا ہے اور اگر کہا کہ فلاں شخص کی موجودگی میں وصول کرے اس نے بدوں اس کی موجودگی کے وصول کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر کہا کہ گواہوں کے سامنے وصول کرے اس نے بدوں گواہوں کے قبضہ کیا تو جائز ہے بخلاف اس کے اگر کہا کہ بدوں فلاں شخص کی موجودگی کے قبضہ نہ کرے اور اس نے قبضہ کر لیا حالانکہ فلاں شخص موجود نہ تھا تو جائز نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے ایک شخص نے کہا کہ میں فلاں کی طرف سے تجھ سے ودیعت وصول کرنے کا وکیل ہوں اور مدعا علیہ نے وکالت اور ودیعت دونوں کی تصدیق کی پھر دینے سے انکار کیا تو اس پر جرمانہ کیا جائے گا کذا فی السراجیہ۔ اگر ایک شخص نے کسی کی ودیعت وصول کی پھر مالک ودیعت نے قسم سے کہا کہ میں نے اس کو وکیل نہیں کیا تھا اور اپنا مال اس سے لے لیا جس کو ودیعت دیا تھا تو وہ قبضہ کرنے والے سے لے لے گا بشرطیکہ بعینہٖ اس کے پاس قائم ہو اور اگر اس نے کہا کہ میرے پاس تلف ہو گیا یا میں نے موکل کو دے دیا پس اگر وکالت میں اس کی تصدیق کر چکا ہے تو اس سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر تصدیق نہیں کی بلکہ تکذیب کی یا کچھ تصدیق یا تکذیب نہیں کی یا بشرط خیار ضمانت تصدیق کی ہے تو اس سے ضمان لے سکتا ہے اور اگر سپرد کرنے کا حکم نہیں کیا گیا تھا لیکن اسنے سپرد کر دیا یا بعد دے دینے کے اس سے واپس لینا چاہا تو یہ اختیار اس کو نہ ہوگا کیونکہ وہ اس کام کو توڑنا چاہتا ہے جس کو اس نے خود تمام کیا ہے اور اگر بعد انکار کے ودیعت اس کے پاس تلف ہو گئی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ وہ ضامن نہ ہوگا اور چاہئے یہ ہے کہ ضامن ہو کیونکہ مودع کے وکیل سے انکار کرنا اس کے زعم میں بمنزلہ مودع سے انکار کرنے کے ہے یہ نہایہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے کے پاس کوئی متاع ودیعت رکھی پھر کسی کو اس پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اور مستودع نے سوائے متاع موکل کے دوسری متاع وکیل کو دی اور وکیل نے موکل کو دے دی اور موکل کے پاس تلف ہو گئی تو اس کا ضامن موکل ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر ایک چوپایہ کسی سے مستعار لیا اس پر قبضہ کرنے کے واسطے ایک وکیل کیا اس نے قبضہ کر کے سواری لی تو وہ ضامن ہے اگر مر جائے اور موکل سے رجوع نہیں کر سکتا ہے کیونکہ موکل کی طرف سے سواری کے واسطے مامور نہ تھا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہے کہ چوپایہ ایسا ہو کہ بدوں سواری کے قابو میں چلا جاتا ہے اور اگر ایسا ہے کہ بدوں سوار ہونے کے نہیں قابو میں آتا ہے تو موکل گویا اس کی سواری پر راضی ہو چکا ہے کذا فی المبسوط۔ اگر قرض دار کی کسی شخص کے پاس ودیعت ہے اس شخص نے قرض دار سے کہا کہ

پنی ودیعت کو قرض خواہ کے قرض میں ادا کر دے اور عنقریب وہ میرے قبضہ کو جائز کر دے گا قرض دار نے ایسا ہی کیا اور اپنے قرضہ میں دی اور اسی شخص کو جس کے پاس ہے قرض خواہ کی طرف سے قبضہ کرنے کا حکم کیا پھر قرض خواہ آیا اور اس معاملہ کو جائز رکھا پھر ودیعت کے مالک نے اس شخص کو جس کے پاس ہے منع کیا کہ قرض خواہ کو نہ دے اور نہ اس پر اس کا قبضہ کرتے تو ممانعت صحیح ہے بشرطیکہ اس شخص نے جس کے پاس ودیعت ہے قرض خواہ کی طرف سے قبضہ نہ کیا ہو اگرچہ اس نے مستودع سے لے کر قبضہ کیا ہو اور اگر مستودع نے قرض خواہ کی طرف سے قبضہ کر لیا ہے تو ودیعت قرض خواہ کی ہو گئی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر مستودع نے ودیعت کسی شخص کو دے دی اور دعویٰ کیا کہ میں نے صاحب ودیعت کے حکم سے دی ہے اور صاحب ودیعت نے انکار کیا تو اسی کا قول کہ میں نے حکم نہیں دیا ہے قسم سے معتبر ہو گا کذا فی البدائع۔ اپنا غلام فلاں شخص کو دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے اس کے پاس آ کر کہا کہ مالک غلام نے غلام تیرے پاس ودیعت رکھا ہے اس نے قبول کیا اور وکیل کو واپس دیا پھر وہ وکیل کے پاس مر گیا تو مالک غلام کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے اور اگر وکیل نے کہا کہ مالک نے تجھے حکم دیا ہے کہ اس سے خدمت لے یا فلاں شخص کو دے دے اور اس نے ایسا ہی کیا اور وہ مر گیا تو وکیل ضامن نہیں ہے کیونکہ وکیل سے فقط جھوٹا قول فریب پایا گیا ہے اور فریب دہندہ پر فقط فریب سے بدوں کسی معاوضہ لینے کے ضمان واجب نہیں ہوتی ہے اور ضمانت لینے والا ضامن ہو گا کیونکہ اس نے پرائے غلام سے بدوں اس کی اجازت کے خدمت لی کذا فی محیط السرخسی۔

فصل:

وکیل صلح کو خصومت کا اختیار نہیں ہوتا ہے اور نہ دوسرے کو صلح کے واسطے وکیل کر سکتا ہے پس اگر اس نے وکیل کر دیا اور دوسرے نے صلح کی پس اگر موکل کے مال سے درہم دیئے تو موکل اس سے لے گا اور اگر اپنے پاس سے دیئے ہیں تو پہلے موکل پر کچھ لازم نہیں آئے گا اور یہ صلح پہلے وکیل پر جائز ہو گی اور اس نے احسان کیا اسی طرح اگر دو آدمیوں کو صلح کے واسطے وکیل کیا پھر ایک نے اپنے مال سے صلح کر لی تو اسی پر جائز ہوئی اور اس کا احسان ہوا اسی طرح اگر ہزار درہم پر صلح کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ مال کی ضمان دے اس نے دو ہزار درہم یا سو دینار پر صلح کی اور اپنے پاس سے ادا کر دیئے یا کسی عروض یا کیلی یا وزنی چیز پر اپنے پاس سے دے کر صلح کی تو صلح جائز ہے اور موکل سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر ہزار سے کم پر صلح کی اور مال دے دیا تو یہ صلح موکل پر جائز ہو گی اور ہر صورت میں کہ وکیل کو جس چیز پر صلح کرنے کا حکم کیا گیا تھا اس کے جنس یا وصف میں خلاف کیا تو صلح وکیل پر جائز ہو گی موکل پر نہیں کذا فی الحاوی۔ اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میری طرف سے فلاں شخص سے جس نے اس پر کسی عین یا دین کا دعویٰ کیا تھا صلح کرے اور اس معاملہ میں اپنی رائے پر عمل کرے پس وکیل نے سو درہم پر صلح کی تو جائز ہے اور مال موکل پر ہو گا نہ وکیل پر یہ مبسوط میں ہے مدعا علیہ کی طرف سے جو شخص وکیل صلح ہے اگر اس نے بدل صلح دے دیا یا مال صلح کو اپنی طرف نسبت کیا تا کہ اس پر لازم ہو گیا اگر اس نے ادا کر دیا تو موکل سے پھیر لے گا اگرچہ ضمان بدوں حکم موکل ہو قتل عمد میں مطلوب کی طرف سے جو شخص وکیل صلح مقرر ہوا وہ بمنزلہ خرید نفس کے وکیل کے ہے اگر اس نے اس قدر عوض پر صلح ٹھہرائی جو قیمت نفس کے برابر یا اس سے کم ہے یا اس قدر زیادتی ہے کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو بلا خلاف جائز ہے اور اگر اس قدر زیادتی پر صلح ٹھہرائی کہ لوگ اتنا خسارہ برداشت نہیں کرتے ہیں تو بلا خلاف نا جائز ہے اور قتل عمد میں طالب کی طرف سے جو شخص وکیل صلح ہو وہ بمنزلہ کسی نفس کے فروخت کرنے کے وکیل کے ہے اگر اس نے اس قدر عوض پر صلح ٹھہرائی جو قیمت نفس کے برابر یا اس قدر کم ہے کہ لوگ برداشت کر سکتے ہیں تو بلا خلاف جائز ہے اور اگر اس قدر کمی پر صلح

کر لی کہ لوگ اتنا خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو اس کے جواز میں اختلاف ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک قتل عمد[1] سے جس کا اس پر دعویٰ کیا گیا ہے کسی کو صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اس نے اگر کسی ایسی جنس پر جو دیت میں دی جاتی ہے صلح کی خواہ کوئی چیز ہو تو موکل پر جائز ہوگی اور اگر اس میں اس قدر زیادتی کی کہ لوگ اتنا خسارہ نہیں برداشت کرتے ہیں اور مال صلح دے دیا تو وکیل پر جائز ہوئی نہ موکل پر اور اگر طالب قصاص نے صلح کے واسطے وکیل کیا پس وہ جس جنس پر اجناس دیت سے صلح کرے جائز ہے[2] پس اگر اس نے دیت سے کم پر صلح کر لی تو امام اعظمؒ کے نزدیک موکل پر جائز ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگی مگر جبکہ کمی صرف اس قدر ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں کذانی الحاوی۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ ایک کُر گیہوں پر صلح کرے اس نے ایک کُر جو یا درہموں پر صلح کی تو وکیل پر جائز ہوئی نہ موکل پر اور اگر کسی معین غلام[3] پر صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا پس اس نے اس شرط پر صلح کی کہ یہ وکیل کا ہے تو صلح وکیل پر جائز ہوئی خواہ ضمان دے یا اس کو دے اور موکل پر جائز نہ ہوگی اور اگر مدعا علیہ نے اس واسطے وکیل کیا کہ اس دار کے فلاں بیت معین پر صلح کر لے اس نے اسی بیت پر صلح کی اور صلح میں کہا کہ دوسرا بیت نہ ملے گا تو یہ جائز ہے کیونکہ اس نے ایک اچھی بات کہہ دی اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ اس بیت کے دعویٰ سے سو درہم پر صلح کر لے اس نے اس بیت اور ایک دوسرے بیت سے سو درہم پر صلح کی اور وکیل مدعا علیہ کی طرف سے ہے تو یہ صلح بقدر اس بیت کے حصہ کے جائز ہے کذانی المبسوط۔ اگر وکیل کو حکم کیا کہ اس کُر گیہوں معین پر صلح کر دے اس نے اس کے سوا اسی نصف کے ایک کُر گیہوں پر جو اس سے کھرے ہیں صلح کی اور دے دیئے تو صلح وکیل پر جائز ہوئی نہ موکل پر اور اگر ایک کُر درمیانی گیہوں پر صلح کی اور معین نہ کئے اور جو کُر وکیل کو دیا گیا ہے وہ بھی درمیانی ہے تو استحسانا جائز ہے اور اگر کسی دار کے دعویٰ میں صلح کے واسطے وکیل کیا اور جس پر صلح کی جائے اس کا نام نہ لیا پس وکیل نے مال کثیر پر صلح ٹھہرائی اور اس کو دے دیا تو وکیل پر لازم ہوا پھر اس میں لحاظ کیا جائے گا اگر اس قدر زیادتی کی ہے کہ جس کو لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو صلح موکل پر جائز ہوگی اور اگر اس سے زیادہ ہے تو اس پر جائز نہ ہوگی کذانی الحاوی۔

اگر دیت میں اُونٹوں کا حکم ہوا اور طالب نے کسی کو اُن پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا' اُس نے قبضہ کر کے اُن کو دانہ چارہ دیا تو یہ اُس کا احسان ہے ☆

پس اگر وکیل مدعی کی طرف سے ہو اور اس نے تھوڑی سی چیز پر صلح کر لی تو امام اعظمؒ کے نزدیک صلح مدعی پر جائز ہوئی اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں مگر جبکہ ایسا ہو جائے کہ لوگ اتنا خسارہ اٹھا سکتے ہیں اور اگر دعویٰ ایسا ہو کہ اس میں مدعی کے پاس حجت نہ ہو اور مدعا علیہ خصم انکار کرتا ہو تو صلح ہر حال میں جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے خون کے مقدمہ میں اگر مطلوب مدعا علیہ کے وکیل نے قاضی کے سامنے اقرار کر دیا کہ مدعی میرے موکل سے سچے حق کا مطالبہ کرتا ہے تو قیاساً اقرار جائز ہے اور استحسانا جائز نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی چیز خریدی اور اس میں عیب لگایا اور عیب سے صلح کے واسطے کوئی وکیل مقرر کیا اس نے اقرار کر دیا کہ مدعی میرے موکل سے سچے حق کا مطالبہ کرتا ہے قیاساً اقرار جائز ہے اور استحسانا جائز نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی چیز خریدی اور اس میں عیب لگایا اور عیب سے صلح کے واسطے کوئی وکیل مقرر کیا اس نے اقرار کر دیا کہ مشتری نے عیب باطل کر دیا اور راضی ہو گیا تھا تو اس کا اقرار موکل پر روانہ ہو گا اگر مطلوب کے وکیل نے مطلوب کے کسی غلام پر صلح ٹھہرائی اور مطلوب نے صلح کی چیز معین نہیں کی تھی تو جائز ہے اور مطلوب کو اختیار

---

[1] قتل عمد...... مطلوب اس میں قاتل ہے جس کا نفس قصاص میں مباح ہے تو صلح کا وکیل گویا اس کے نفس کا خریدار ہے اور طالب ولی خون ہے تو وہ صلح میں بیچنے والا ہوا۔ [2] گویا طالب نے قاتل کا نفس اس کے ہاتھ فروخت کیا بذریعہ وکیل کے۔ [3] یعنی غلام دے دے کیونکہ اس کو دونوں میں اختیار ہے۔

ہوگا چاہے وہی غلام دے دے یا اس کی قیمت دے اور یہی حکم ہر مال معین میں جس کا مثل نہیں ہے جاری ہے اور اگر ایسے مال معین پر صلح ٹھہرائی جس کا مثل موجود ہے تو مطلوب کو اختیار ہے چاہے وہی مال معین دے یا اس کا مثل دے پس اگر کسی شخص نے کسی مال معین پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے کسی شخص کو مدعی کے ساتھ صلح کرنے کے واسطے وکیل مقرر کیا اور اس کو ضمان دینے کا حکم کیا پس اس نے مدعی سے کسی قدر مال پر میعادی ادھار پر صلح کی تو وکیل بھی موکل سے اسی میعاد پر لے گا اور اگر نقد دینے کی شرط پر صلح کی اور دے دیا تو موکل سے بھی فی الحال لے لے گا اور اس کو اختیار ہے کہ چاہے ادا کر دینے سے پہلے موکل سے مطالبہ کرے اور اگر وکیل نے طالب سے کسی قدر مال پر اس شرط سے صلح کی کہ یہ مال وکیل کے سوائے موکل پر ہے تو جائز ہے اور اگر طالب نے کسی کو صلح اور قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا تو اس کو مال صلح پر قبضہ کرنے کا اختیار ہے اور اگر طالب نے کسی کو وکیل کیا کہ مطلوب سے صلح کرے اور مطلوب نے وکیل کیا کہ طالب سے صلح کرے پھر دونوں وکیلوں سے ملاقات ہوئی اور باہم صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر خون کا حق ہو اور چند وارث اس کے ولی ہوں پھر ایک نے اپنے حصہ سے صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اس نے چند درہموں پر صلح کر کے درہم وصول کر لیے تو باقی وارثوں کو اختیار ہے کہ بقدر اپنے اپنے حصہ کے اس میں شریک ہو جائیں اور اگر یہ مال وکیل کے پاس تلف ہو گیا تو گویا موکل کے پاس تلف ہوا اور وارث اس وکیل سے مطالبہ نہیں کر سکتے ہیں ہاں موکل سے بقدر حصہ کے لے سکتے ہیں کیونکہ گویا اسی نے وصول کیا تھا اور اگر دیت میں اونٹوں کا حکم ہوا اور طالب نے کسی کو ان پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اس نے قبضہ کر کے ان کو دانہ چارہ دیا تو یہ اس کا احسان ہے اور دیت میں کسی جنس کے مال دینے کا حکم ہوا اور وکیل نے علاوہ اس جنس کے دوسری جنس کا مال وصول کر لیا تو بہ سبب مخالفت کرنے کے جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر مطلوب نے کسی شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا اس نے اپنے پاس سے مال ادا کر دیا تو موکل سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر مطلوب نے دیت میں کچھ درہم دو شخصوں کو دیئے اور کہا کہ میری طرف سے تم دونوں ادا کر دو پس دونوں نے طالب سے دینا یا عروض پر صلح ٹھہائی تو جائز ہے اور اگر دونوں نے سوائے ان درہموں کے جو دیئے گئے تھے دوسرے ادا کر دیئے تو قیاس چاہتا ہے کہ ان درہموں کو واپس کریں اور استحساناً ان دونوں کو ان درہموں کے مثل دینا چاہیے یہ مبسوط میں ہے اگر کسی شخص پر دعویٰ ہوا کہ اس نے سر میں زخم ڈالا ہے اس نے کسی کو وکیل کیا کہ صلح کرے اور مال صلح کا ضامن ہوا پس وکیل نے پانچ سو درہم سے زیادہ پر صلح قرار دی پس اگر وہ زخم خطا سے ڈالا ہے تو صلح پانچ سو پر جائز ہے اور زیادتی باطل ہے اور اگر عمداً زخمی کیا ہے تو زیادتی بقدر اس کے جائز ہے کہ لوگ برداشت کرتے ہیں اور اگر اس سے زیادہ ہو تو بالاجماع جائز نہیں ہے اور اگر وہ شخص جس کے سر میں زخم آیا تھا مر گیا تو صلح دونوں صورتوں میں باطل ہو گئی یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے پس اگر وکیل نے جرم سے صلح کی پھر زخم اچھا ہو گیا تو امام کے نزدیک صلح باطل ہوئی اور اگر مر گیا تو صلح خاصۃً وکیل پر جائز ہو گی اگر ضامن ہوا ہے سر زخمی کے وکیل نے اگر موضحہ[1] زخم سے صلح میں پانچ سو درہم سے کم لیا ہے تو صلح بالاجماع جائز ہے بشرطیکہ اس قدر کمی ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں اور اگر اس سے زیادہ کمی ہو تو نہیں جائز ہے اور اگر وکیل نے اس زخم اور دوسرے زخم سے جو اس کے مثل ہے صلح کی تو موکل پر آدھے کی صلح جائز ہو گی بشرطیکہ دونوں کی ارش برابر ہو اور اگر ارش میں اختلاف ہو تو بحساب اس کے لازم ہو گی اور زیادتی وکیل کے ذمہ ہے اگر اس نے ضمان دی ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر موضحہ زخم سے اور جو کچھ اس سے نقصان پیدا ہوا صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اس نے دو موضحہ زخموں اور ان کے نقصان سے صلح کی اور ضامن ہوا تو آدھی موکل پر اور آدھی وکیل پر جائز ہوئی خواہ وہ شخص زندہ رہے یا مر جائے یہ مبسوط میں ہے۔

---

[1] موضحہ زخم سر و چہرہ جس کی ہڈی کھل گئی ہو ارش جرمانہ۔

اگر کسی کے زخم سر کا ایک شخص پر دعویٰ کیا گیا اس نے ایک شخص کو صلح کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ بدل کی ضمانت کر لے اس نے وصیف[1] غیر معین یا ۱۰ بکریوں یا ۵ اونٹوں پر صلح کی تو جائز ہے اور وکیل پر اوسط مرتبہ کے واجب ہونگے جیسا موکل کے خود صلح کرنے میں درمیانی واجب ہوتے ہیں اگر مطلوب نے کسی سر کے زخم سے جو اس نے عمداً زخمی کیا' صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے موکل کے غلام کی ۱۰ برس خدمت کرنے پر صلح کی تو جائز ہے' اگر شراب یا سور پر صلح قرار دی تو یہ عفو ہے' وکیل یا موکل پر کچھ واجب[2] نہ ہوگا اور اگر وکیل نے کہا کہ میں تجھ سے اس غلام یا اس سرکہ پر صلح کرتا ہوں پھر وہ غلام آزاد نکلا اور سرکہ شراب نکلی تو وکیل پر زخم کا ارش واجب ہوگا' اگر دو غلاموں پر صلح کی پھر ایک غلام آزاد نکلا تو صلح کرنے والے کے واسطے سوائے باقی غلام کے اور کچھ نہیں' یہ امام اعظمؒ کا قول ہے۔

اگر کسی شخص نے ایک آزاد اور ایک غلام کو قتل کیا ☆

اگر کسی غلام پر صلح کی اور وہ مدبر یا مکاتب نکلا یا کسی باندی پر صلح کی اور وہ ام ولد نکلی اور وکیل نے اس کے سپرد کرنے کی ضمانت کی ہے تو اپنے مال سے اس کی قیمت ادا کرے اور موکل سے واپس لے یہ مبسوط میں ہے اگر دو شخصوں نے ایک شخص کے سر میں موضحہ زخم ڈالا اور دونوں نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ ہماری طرف سے صلح کرے اس نے ایک معین کی طرف سے سو درہم پر صلح کی تو جائز ہے اور دوسرے پر آدھا ارش واجب ہوگا اور اگر کسی ایک کی طرف سے صلح کی اور اس کو معین کیا تو جائز ہے اور معین کرنا اسی کے بیان سے ہے اسی طرح اگر دو شخصوں کے سر میں زخم ڈالا اور وکیل کیا کہ دونوں سے صلح ٹھہرائی پھر اس نے ایک معین سے صلح کی تو جائز ہے اور اگر کسی ایک سے صلح کی اور بیان نہ کیا تو بھی جائز ہے اور بیان کرنا اُسی پر ہے اور اگر ایک آزاد اور ایک غلام نے کسی کا سر زخمی کیا اور زخم موضحہ ہے پھر آزاد اور مالک غلام نے کسی کو صلح کے واسطے مقرر کیا اس نے دونوں کی طرف سے پانچ سو درم پر صلح ٹھہرائی تو مالک غلام پر نصف اور آزاد پر نصف درہم لازم ہوں گے اگر چہ غلام کی قیمت پچاس درہم کیوں نہ ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک آزاد اور ایک غلام کو قتل کیا پھر مالک غلام نے اور ولی آزاد نے کسی کو قاتل کے ساتھ صلح کرنے کے واسطے مقرر کیا پس اگر عمداً قتل کیا اور غلام کی قیمت پانچ سو درہم ہے اور صلح گیارہ ہزار درہم پر واقع ہوئی تو بدل صلح دونوں میں تقسیم ہوگا آزاد کے وارثوں کو دس ہزار اور مالک غلام کو پانچ سو درہم دیئے جائیں گے تو اکیس حصے ہوں گے اور اگر دونوں خون خطا سے ہوں تو آزاد کے وارثوں کو دس ہزار درہم اور باقی غلام کے مالک کو ملے گا اور اگر غلام کا خون عمداً اور آزاد کا قتل خطا سے ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ وارثان آزاد کو کل ہزار درہم اور باقی مالک غلام کو ملے گا اور اگر غلام کا قتل خطا سے اور آزاد کو عمداً قتل کیا ہے تو اس کا حکم وہ ہے جو دونوں عمداً ہونے کی صورت میں مذکور ہوا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مکاتب پر کسی جرم کا یا اس کے غلام پر کسی جرم کا دعویٰ ہوا ☆

اگر کوئی غلام خطا سے مقتول ہوا اور مالک نے کسی کو صلح کے واسطے مقرر کیا اس نے دس ہزار درہم پر صلح کی تو جائز ہے اور مالک دس درہم واپس کر دے اور اگر اس کی آنکھ پھوڑ دی گئی اور چھ ہزار درہم پر صلح ہوئی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور اگر بجائے آنکھ پھوڑنے کے سر میں موضحہ زخم کیا ہے اور ہزار درہم پر صلح ہوئی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور اگر دس ہزار درہم پر صلح ہوئی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس میں سے دس درہم کم کئے جائیں گے اور امام محمدؒ کے نزدیک آنکھ پھوڑنے میں سوائے پانچ درہم کم پانچ ہزار درہم کے واجب نہیں ہوتے ہیں اور موضحہ زخم میں سوائے نصف درہم کم پانچ سو درہم کے واجب نہیں ہوتے ہیں یہ محیط میں لکھا ہے اگر مکاتب پر کسی جرم کا یا اس کے غلام پر کسی جرم کا دعویٰ ہوا اور اس نے کسی کو صلح کے واسطے وکیل کیا پھر مکاتب عاجز

[1] وصیف قابل خدمت باندی یا غلام خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو۔
[2] نہ ہوگا اس لئے کہ جب مسلمان نے عوض میں شراب یا سود ٹھہرایا اور وہ اس کا مالک نہیں ہو سکتا تو گویا اس نے معاف کر دیا۔

ہوا اور غلام ہو گیا اور وکیل کو معلوم نہ تھا کہ اس نے صلح کی اور بدل صلح کی ضمانت کر لی تو مکاتب کی ذات پر یہ صلح جائز نہیں ہے پس وکیل سے مطالبہ کیا جائے گا کیونکہ اس نے ضمانت کر لی ہے اور جب مکاتب آزاد ہو جائے تو اس سے پھیر لے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر کسی کے سر میں زخم ڈالا گیا اس نے کہا کہ میں نے تجھ کو اپنے سر کے زخم میں وکیل کیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو وکیل کو صلح کرنے یا عفو کرنے یا خصومت کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر زخم کا پورا ارش لے لیا پس اگر زخم خطا سے آیا ہے تو استحساناً جائز ہے اور اگر عمداً ہوا ہے تو اس کو ارش پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر مجروح نے کہا کہ جو کچھ تو میرے اس زخم کی بابت کرے وہ جائز ہے اس نے صلح کر لی تو استحساناً جائز ہے اور اگر زخم ڈالنے والے کو بری کر دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے تو بری کرنا اور صلح وغیرہ سب کرنا جائز ہے کذا فی المبسوط۔

باب : ⑧

دو شخصوں کو وکیل کرنے کے بیان میں

اگر دو شخصوں کو وکیل کیا تو ایک کو بدوں دوسرے کے اس میں تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے اور یہ اس وقت ہے کہ ایک ہی کلام سے دونوں کو وکیل کیا مثلاً کہا کہ میں نے دونوں کو اپنے پاس غلام کے فروخت کے واسطے وکیل کیا اور اگر دونوں کو علیحدہ علیحدہ وکیل کیا تو جس شخص نے دونوں میں سے اس کو فروخت کیا جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے ایک شخص کو ایک عورت سے نکاح کرا دینے کے واسطے وکیل کیا اور دوسرے کو بھی اسی واسطے وکیل کیا پھر ہر ایک نے ایک ایک عورت سے نکاح کرا دیا پھر دونوں عورتیں بہنیں نکلیں پس اگر دونوں نکاح آگے پیچھے واقع ہوئے تو پہلا نکاح جائز اور دوسرا باطل ہوا اور اگر دونوں معاً واقع ہوئے تو دونوں نکاح باطل[1] ہوئے دو شخصوں کو ایک عورت سے نکاح کرانے کے واسطے وکیل کیا یا ایک عورت نے دو وکیلوں کو اسی واسطے مقرر کیا پھر ایک وکیل نے ایسا کیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ موکل نے مہر مقرر کر دیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے طلاق و عتاق کے دو وکیلوں میں سے ایک منفرد ہو سکتا ہے بشرطیکہ بغیر مال کے ہو اور ایسے ہی ودیعت اور عاریت اور غصب اور مبیع بیع فاسد کے واپس کرنے میں دو وکیلوں کا بھی یہی حکم ہے کذا فی الخلاصہ۔ اگر دو شخصوں کو اپنی عورت کی طلاق کے واسطے وکیل کیا اور ایک شخص نے طلاق دی اور دوسرے نے انکار کیا تو جائز ہے کیونکہ ایقاع طلاق کے واسطے رائے کی حاجت نہیں ہے اور یہی حکم غلام کے آزاد کرنے میں ہے اور اگر طلاق کے واسطے دو شخص وکیل مقرر کر کے کہا کہ ایک بدوں طلاق دوسرے کے ہرگز طلاق نہ دے پس ایک نے بدوں دوسرے کے طلاق کے طلاق دی یا ایک نے طلاق دی اور دوسرے نے فقط اجازت دی تو جائز نہیں ہے اور یہی حکم عتق کے دو وکیلوں کا ہے اور اگر کہا کہ تم دونوں عورتوں کو تین طلاق دو پس ایک نے ایک طلاق دی پھر دوسرے نے دو طلاقیں دیں تو کچھ واقع نہ ہو گی جب تک کہ تین طلاقوں پر اجتماع نہ ہو۔ اگر دونوں کو ایک غیر معین عورت کے طلاق کے واسطے وکیل کیا یا غیر معین غلام کی آزادی کے واسطے وکیل کیا تو طلاق یا عتاق دونوں جب تک کہ مجتمع نہ ہوں جائز نہیں ہے کذا فی النہایہ۔

ایک شخص نے دو شخصوں کو اپنا قرضہ فلاں شخص سے وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور موکل غائب ہو گیا ☆

اگر خلع کے واسطے دو شخصوں کو وکیل کیا پھر ایک نے خلع کرایا تو جائز نہیں ہے اور اگر بدل خلع معین کر دیا ہو تو بھی ایسا ہی ہے کذا فی الذخیرہ اسی طرح اگر ایک نے خلع کیا اور دوسرے نے اجازت دے دی تو بھی جائز نہیں ہے جب تک کہ دوسرا یہ نہ کہے کہ میں نے اس عورت سے خلع کیا کذا فی فتاویٰ قاضی خان ایسے مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ جس تصرف میں رائے کی احتیاج ہے اگر اس

---

[1] باطل...... اس واسطے کہ دونوں کا نافذ ہونا باطل ہے تو لامحالہ ایک ڈانڈ لگتا ہے تو لیکن دونوں معاً واقع ہوئے تو کسی کو ترجیح نہیں ہے اسی طرح اگر آگے پیچھے ہوں مگر اول معلوم نہ ہو تو بھی باطل کہا جائے لیکن نصف مہر یا سلسلے کے دوران میں شریک ہو گا۔

میں دو شخص کو وکیل کیا اور ایک نے وہ کام کیا دوسرے نے نہ کیا تو جائز نہیں ہے اور جس تصرف میں رائے کی ضرورت نہیں ہے اس میں ایک کے تصرف سے بدوں دوسرے کے جواز ہو جائے گا اگر اپنی عورت کا کام دو شخصوں کے ہاتھ میں دیا یعنی اس کو طلاق دیں یا نہ دیں پس فقط ایک نے طلاق دی تو جائز نہیں ہے اگر دو شخصوں کو ہزار درہم بضاعت کسی شخص کو دینے کے واسطے وکیل کیا اور ہزار درہم دونوں کو دے دیئے پس ایک نے بدوں دوسرے کے وہ درہم اس شخص کو دے دیئے تو قیاساً چاہتا ہے کہ ڈانڈ بھرے اور استحساناً ضامن نہ ہوگا اور اگر دونوں وکیلوں نے کسی کو اس واسطے وکیل کیا کہ جس کو مالک نے کہا ہے اس کو یہ درہم دے دے اس نے [illegible] دیئے تو قیاس چاہتا ہے کہ دونوں ضامن ہوں اور استحساناً ضامن نہ ہوں گے کیونکہ جو شخص اس مال پر قبضہ کرنے کے واسطے مالک کی طرف سے بیان کیا گیا تھا اس کو مال پہنچ گیا یہ محیط میں ہے ایک شخص نے دو شخصوں کو اپنا قرضہ فلاں شخص سے وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور موکل غائب ہو گیا ا۔ ایک وکیل بھی غائب ہو گیا پھر دوسرا وکیل جو حاضر ہے قرض دار کے پاس آیا اور قرض دار نے قرض کا اقرار کیا مگر وکالت سے ۔نکار کیا پس وکیل نے گواہ سنائے کہ اس شخص کو فلاں شخص نے اپنا قرضہ وصول کرنے کے واسطے جو اس مدعا علیہ پر ہے وکیا ۔ ے ہے تو قاضی دونوں کی وکالت کا حکم دے دے گا حتیٰ کہ اگر غائب وکیل آئے تو اس کو اپنی وکالت کے واسطے دوبارہ گواہ سنانے کی ضرورت نہ ہوگی کذا فی الذخیرہ۔

اگر دو شخصوں کو ایک قرض کے دعویٰ میں خصومت کرنے اور قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا تو ایک کو بدوں دوسرے کے خصومت کا اختیار ہے لیکن ایک بدوں دوسرے کے قبضہ نہ کرے گا پس اگر ایک نے قبضہ کیا تو قرض دار بری نہ ہوگا جب تک دوسرے وکیل کے ہاتھ میں بھی یا موکل کے پاس نہ پہنچے کذا فی الحاوی۔ نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا اور اس میں خصومت کے واسطے دو شخصوں کو اور اس پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا پس دونوں نے مخاصمہ کیا پھر ایک وکیل مر گیا تو امام نے فرمایا کہ میں زندہ وکیل سے گھر کے مقدمے میں گواہ قبول کروں گا اور موکل کی ڈگری کر دوں گا لیکن گھر اس کے قبضہ میں دینے کا حکم نہ دوں گا بلکہ مردہ وکیل کی طرف سے ایک وکیل اس وکیل کے ساتھ مقرر کر کے دونوں کے قبضہ میں گھر سپرد کرنے کا حکم دوں گا اسی طرح اگر ایک ہی وکیل مقرر ہوا ہو اور اس نے گواہ سنائے اور میں نے موکل کی ڈگری کر دی پھر وہ وکیل مر گیا تو اس کی طرف سے ایک وکیل مقرر کر کے مدعا علیہ کو حکم دوں گا کہ گھر اس کے قبضہ میں سپرد کر دے اور مدعا علیہ غاصب کے ہاتھ میں نہ چھوڑوں گا کذا فی الذخیرہ۔ اگر دو شخصوں کو بیع کے واسطے وکیل کیا اور ایک ان میں غلام مجور ہے تو اکیلا دوسرا بیع نہیں کر سکتا ہے کیونکہ موکل ایک کی رائے پر راضی نہیں ہے پس اگر ایک وکیل مر گیا یا اس کی عقل جاتی رہی تو دوسرا اس کو فروخت نہیں کر سکتا ہے اگر دو شخصوں کو ایک غلام فروخت کرنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس ایک نے بدوں دوسرے کے یہ کام کیا تو جائز نہیں ہے جب تک کہ موکل یا دوسرا وکیل اجازت نہ دے خواہ دام مقرر کر دیئے ہوں یا نہ مقرر کئے ہوں اور خواہ دوسرا وکیل غائب ہو یا حاضر ہو لیکن خرید اور فروخت میں ایک فرق ہے وہ یہ ہے کہ اگر اکیلے نے خریدا تو خریداری اس کے ذمہ بلا توقف پڑ جائے گی بخلاف بیع کے کہ یہ موکل یا دوسرے وکیل کی اجازت پر موقوف رہے گی اسی طرح مکاتب کر دینے یا مال لے کر آزاد کر دینے کے دونوں وکیلوں میں اگر ایک نے کیا دوسرے نے نہ کیا تو جائز نہیں ہے جب تک کہ موکل یا دوسرا وکیل اجازت نہ دے اور اگر کسی کو کچھ ہبہ کیا اور اس کے سپرد کرنے کے واسطے دو وکیل کئے اور ایک نے بدوں دوسرے کے سپرد کیا تو ہبہ صحیح ہو گیا اور گر ادائے قرض کے واسطے دو وکیل کئے اور قرض ان کو دے دیا پھر ایک نے بدوں دوسرے کے قرض ادا کیا تو جائز ہے یہ سراج الوہاج میں ہے ایک شخص نے دو شخصوں کو وکیل کیا کہ میری دونوں عورتوں کو اس قدر مال پر خلع کرا دو یا میرے دونوں غلاموں کو اس قدر درہموں پر فروخت کر دو

پھر دونوں نے ایک عورت سے خلع کیا یا ایک غلام کو ثمن معلوم پر فروخت کیا تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر دو شخصوں کو وکیل کیا کہ دونوں یہ مال معین ہبہ کر دو اور موہوب لہ کو متعین نہ کیا تو سب کے نزدیک ایک منفرد ہو سکتا ہے کذا فی البحر الرائق۔ رہن کے دو وکیلوں میں سے ایک منفرد نہیں ہو سکتا ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر دو وکیلوں کو کوئی گھر یا زمین اجارے پر لینے کے واسطے وکیل کیا پس ایک نے اجارے پر لیا تو یہ عقد اسی کے لئے ہوا اور اگر اس نے موکل کو دیا تو دست بدست دونوں میں ازسرنو اجارہ منعقد ہوا کذا فی المحیط۔ اگر دو شخصوں کو اپنی ودیعت پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا پس ایک نے بدوں دوسرے کے قبضہ کیا تو وہ ضامن ہے اور اگر دونوں نے ایک ساتھ قبضہ کیا تو جائز ہے اور ہر ایک کو دوسرے کے پاس ودیعت رکھ دینے کا اختیار ہے اور دونوں کو اختیار ہے کہ ایک کے عیال کے پاس ودیعت رکھ دیں کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے دو شخصوں سے کہا کہ میں نے دونوں میں سے ایک کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک ہی باندی ہزار درہم کو خرید دے پس ایک نے خرید دی پھر دوسرے نے خریدی تو دوسرا اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر دونوں نے ایک ہی وقت میں موکل کے واسطے باندی خریدی تو دونوں باندی موکل کی ہوں گی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر کسی شخص کو اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور دوسرے کو بھی اسی غلام کے بیچنے کے واسطے وکیل کیا پس اس نے ایک شخص کے ہاتھ بیچا اور دوسرے نے دوسرے کے ہاتھ بیچا پس اگر پہلا مشتری معلوم ہو تو غلام اسی کا ہوگا اور اگر اول نہ معلوم ہو تو ہر ایک کو آدھا غلام ملے گا اور آدھے دام دینے پڑیں گے اور وہ ایک اس سے خدمت لے گا اور اگر غلام کسی ایک وکیل کے قبضہ میں ہو یا موکل کے قبضہ میں ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کسی مشتری کے قبضہ میں ہو تو وہ اولیٰ شمار ہوگا اور اسی کو ملے گا لیکن اگر دوسرے مشتری نے اپنے خریدنے کی تاریخ اس سے پہلے لکھی دکھائی تو ایسا نہیں ہے اور ایک یہ صورت ہو سکتی ہے کہ ایک وکیل نے ایک شخص کے ہاتھ اور خود موکل نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا یا ایک ہی وکیل تھا اس نے ایک کے ہاتھ اور موکل نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور یہ صورت کتاب میں مذکور نہیں ہے اور شک نہیں ہے کہ اگر اول معلوم ہو تو وہی اولیٰ ہوگا اور اگر معلوم نہ ہو تو حسن نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ موکل کی بیع اولیٰ ہوگی ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ غلام دونوں خریداروں میں آدھا آدھا مشترک ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر دو شخصوں کو ہزار درہم اس واسطے دیئے کہ فلاں شخص کو دے دیں پھر ایک نے اس کو دیئے تو قیاساً وہ نصف کا ضامن ہوگا لیکن استحساناً ضامن نہ ہوگا کیونکہ غیر کو مال پہنچا دینے میں رائے کی ضرورت نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اگر کسی شخص سے کہا کہ میری طرف سے یہ ہزار درہم فلاں یا فلاں کو ادا کر دے اس نے دونوں میں جس کو چاہا ادا کر دیا تو جائز ہے کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک غلام معین کی بیع کے واسطے وکیل کیا اور اسی غلام کی بیع کے واسطے دوسرا وکیل کیا پھر ایک نے اس کو فروخت کیا پھر دوسرے نے مشتری کے ہاتھ اس سے زیادہ داموں کو فروخت کیا تو امام ابوبکر بلخیؒ نے فرمایا کہ دوسرے کی بیع جائز ہے کیونکہ پہلے کے فروخت کرنے سے دوسرا وکالت سے خارج نہیں ہوا اور دوسرے کی بیع اسی مشتری کے ہاتھ پہلی بیع کے واسطے فسخ بھی نہیں ہے تا کہ ناجائز نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر دو شخصوں کو دو غلاموں کو ہزار درہم میں فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا پس ایک نے ایک غلام چار سو درہم کو بیچا پس اگر یہ دام ہزار درہم میں سے اس غلام کا حصہ ہو تو جائز ہے کیونکہ دونوں غلاموں کے جدا بیچنے میں موکل کا ضرر نہ ہوا اسی طرح اگر اس کے حصہ سے زیادہ داموں کو بیچا تب بھی موکل کا نفع ہے اور اگر کم داموں کو دیا تو جائز نہیں ہے اور کتاب میں مذکور ہے کہ تھوڑا اور بہت نقصان یکساں ہے اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر نقصان خفیف ہو تو جائز ہے اور اگر زیادہ ہو تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے دو شخصوں کو رہن کرنے کے واسطے وکیل کیا اور حکم دیا کہ مرتہن کو رہن کی بیع کے واسطے قابو

دے دیں پس دونوں نے رہن کیا اور ایک نے مرتہن کو بیع کے واسطے اختیار دیا تو مرتہن کو بیع کا اختیار حاصل نہ ہوگا کیونکہ ایک اس کی بیع کا اختیار علیحدہ نہیں رکھتا ہے تو دوسرے کو بھی بیع کا اختیار نہیں دے سکتا ہے پس اگر دونوں نے کہا کہ فلاں شخص تجھ سے قرض مانگتا ہے اور دونوں نے اس کو رہن دے دیا پھر ایک نے کہا کہ ہم کو بھیجنے والے نے حکم دیا تھا کہ ہم مرتہن کو بیع کا اختیار دے دیں اور دوسرا خاموش رہا تو مرتہن کو اختیار حاصل ہو جائے گا کیونکہ ایک ایلچی بیع کے واسطے منفرد ہو سکتا ہے تو بیع کا اختیار دے دینے پر بھی منفرد ہو سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

باب : ⑨

ان صورتوں کے بیان میں جن سے وکیل وکالت سے باہر ہو جاتا ہے

از انجملہ یہ ہے کہ جس امر کے واسطے وکیل کیا تھا اس میں وکیل کے تصرف سے پہلے خود موکل تصرف کرے مثلاً اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے خود بیچا یا مدبر کر دیا یا مکاتب کر دیا تو وکیل وکالت سے خارج ہوا اسی طرح اگر اس میں استحقاق ثابت ہوا یا وہ اصلی آزاد ہے تو بھی وکالت سے خارج ہوا کذا فی البدائع۔ اگر بیع کے واسطے وکیل کیا پھر غلام یا باندی کو ہبہ یا صدقہ کیا یا اس سے وطی کی اور ام ولد بنایا تو وکیل وکالت سے خارج ہوا اور اگر وطی کی اور ام ولد نہ بنایا یا خدمت لی یا تجارت کی اجازت دی تو وکالت پر باقی ہے اور اگر رہن کیا یا کرایہ دے کر سپرد کیا تو ظاہر الروایہ میں ہے کہ وکالت سے باہر نہ ہوگا اگر موکل یا وکیل نے غلام فروخت کیا پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دیا گیا تو وکیل اس کو فروخت کر سکتا ہے اور اگر موکل نے فروخت کیا اور اپنے واسطے تین روز کی خیار کی شرط کی پھر بیع توڑ دی تو وکیل فروخت کر سکتا ہے اگرچہ موکل واپس کرنے کا مختار ہے جبکہ خیار اس کے واسطے ہے کذا فی المحیط میں ہے اگر اپنے غلام کو آزاد کرنے یا مکاتب کرنے کا وکیل کیا پھر مالک نے اس کو فروخت کر دیا تو وکیل وکالت سے خارج ہو گیا پھر اگر وہ غلام مالک کی ملک میں آ گیا پس اگر وہ ایسے سبب سے آیا کہ جو اصل سے بیع کے واسطے فسخ ہے تو اس کی قدیمی ملک عود کر آئی پس وکیل بھی اپنی وکالت پر ہے اور اگر ایسے سبب سے اس کی ملک میں آیا جو از سر نو ملکیت پیدا کرتی ہے جیسے بعد قبضہ کے بدوں حکم قاضی کے عیب کی وجہ سے واپس لیا یا اقالہ یا میراث کی وجہ سے ملا تو وکالت عود نہ کرے گی اور اگر اہل حرب نے اس کو قید کیا اور اپنے ملک میں لے گئے پھر موکل نے اس کو خریدا اور از سر نو ملکیت حاصل ہوئی تو وکالت عود نہ کرے گی اور اہل حرب نے خریدنے والے سے لے لیا یا اس شخص سے لیا جس کے حصہ میں مال غنیمت میں آیا تھا اور قیمت ادا کر دی تو وکیل اپنی وکالت پر رہے گا اگر اپنی باندی آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر اس کو مالک نے آزاد کیا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی گئی اور پھر قید ہوئی اور مولیٰ اس کا مالک ہوا تو اس کو وکیل کا آزاد کرنا جائز نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی دار معین کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا حالانکہ وہ پرپٹ زمین تھی پھر اس پر عمارت بنائی گئی پھر وکیل نے اس کو خریدا تو جائز نہیں ☆

اپنا غلام ہبہ کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے خود ہبہ کر دیا پھر ہبہ سے رجوع کر لیا تو وکالت عود نہ کرے گی حتیٰ کہ وکیل کو ہبہ کر دینے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر کسی چیز کی خریداری کے واسطے وکیل کیا اور خود خریدی تو بھی ایسا ہی ہے یہ بدائع میں ہے اگر کسی کو معین گیہوں کے خریدنے یا فروخت کرنے کا وکیل کیا پھر وہ آٹا یا ستو بنا ڈالے گئے تو وکالت سے نکل گیا کذا فی الخلاصہ۔ اگر کسی دار معین کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا حالانکہ وہ پرپٹ زمین تھی پھر اس پر عمارت بنائی گئی پھر وکیل نے اس کو خریدا تو جائز نہیں

ہے اور اگر عمارت بنی ہوئی تھی اس میں ایک دیوار بڑھائی گئی یا گچ کی گئی یا کہگل لگائی گئی اور وکیل نے خریدی تو موکل کے ذمہ پڑے گا اسی طرح بیع کی وکالت میں بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ میرے واسطے یہ پرہٹ زمین یا یہ قراح خرید دے یا کہا کہ فروخت کر دے پھر اس میں خرما کے درخت یا اور درخت لگائے گئے یا دار[1] یا حمام یا حانوت بنائی گئی یا باغ چار دیواری کا کر دیا گیا تو اس کی خرید وفروخت موکل کے ذمہ نہیں پڑے گی اسی طرح اگر گیہوں کی کھیتی یا انگور کے تاک لگائے گئے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی کو مال اس واسطے دیا کہ میرا قرضہ ادا کر دے پھر موکل نے خود ادا کر دیا پھر وکیل نے ادا کیا پس اگر وکیل کو موکل کے فعل کی خبر نہ تھی تو ضامن نہ ہوگا اور موکل قرض خواہ سے وہ مال جو وکیل نے دیا ہے واپس لے گا اور اگر خبر تھی تو ضامن ہوگا اور خبر نہ ہونے میں قسم کے ساتھ وکیل کا قول لیا جائے گا کذا فی الحاوی۔ اگر اپنا غلام مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا اس نے مکاتب کر دیا پھر وہ عاجز ہو کر غلام ہو گیا تو وکیل کو دوبارہ مکاتب کرنے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر ایک عورت سے نکاح کرا دینے کا وکیل کیا اس نے ایک عورت سے نکاح کرا دیا پھر موکل نے اس کو بائن کر دیا تو وکیل دوبارہ نکاح نہیں کرا سکتا ہے یہ بدائع میں ہے۔

اگر موکل نے اس عورت کی ماں یا ذات رحم محرم سے نکاح کر لیا یا اس کے سوا چار عورتوں سے نکاح کر لیا تو وکیل معزول ہو گیا کذا فی الخلاصہ۔ اگر اپنی عورت کو خلع کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر اس کو خود خلع دے دیا یا خلع کر دیا تو وکیل معزول ہو گیا کیونکہ وہ خلع کا محل نہیں رہی کذا فی البدائع۔ اگر کسی خاص عورت سے نکاح کرا دینے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے خود اس عورت سے نکاح کر لیا پھر اس کو طلاق دے دی پھر وکیل نے اس کے ساتھ نکاح کرا دیا تو جائز نہیں ہے ایک عورت نے کسی کو اپنا نکاح کرا دینے کے واسطے وکیل کیا پھر عورت نے خود ہی نکاح کر لیا تو وکیل وکالت سے نکل گیا خواہ اس کو خبر ہو یا نہ ہو کذا فی المحیط۔ ایک شخص کو اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے اپنی عورت کو بائن یا رجعی طلاق دی اور اس کی عدت گزر گئی پھر وکیل نے طلاق دی تو واقع نہ ہو گی اسی طرح اگر اس کے بعد پھر موکل نے اس سے نکاح کیا تو وکیل اس کو طلاق نہیں دے سکتا ہے اور اگر موکل نے بعد توکیل کے ایک طلاق دی پھر عدت میں وکیل نے اس کو طلاق دی تو طلاق پڑ جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا پھر خود اس سے خلع کر لیا تو جب تک وہ عدت میں ہے وکیل کی طلاق اس پر پڑ جائے گی کیونکہ شوہر کی طلاق اس حالت میں اس پر واقع ہو سکتی ہے پس وکیل اپنی وکالت پر باقی ہے یہ تبیین میں ہے اگر کسی کو رہن کے واسطے وکیل کیا پھر خود ہی رہن کیا پھر فک رہن کر لیا تو وکیل رہن نہیں کر سکتا ہے اور اگر ایک دوسرے شخص کو رہن کے واسطے وکیل کیا اور پہلے وکیل نے رہن کر دیا ہے پھر اس نے فک رہن کیا تو دوسرا رہن کر سکتا ہے کیونکہ جب اس نے پہلے وکیل کے رہن کے بعد وکیل کیا تو یہ دلیل ہے کہ بعد انفکاک رہن کے اس کو رہن کا اختیار ہے بخلاف اس کے کہ اگر دوسرے کو پہلے کے رہن کرنے سے پہلے وکیل کیا پھر پہلے وکیل نے رہن کیا کیونکہ اس صورت میں دوسرے کو رہن کرنے کی اجازت فی الحال حاصل ہوئی تو گویا رہن کے واسطے دو وکیل ہوئے پس جس نے رہن کر دیا جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

زکوٰۃ کے وکیل نے اگر موکل کے خود ادا کر دینے کے بعد ادا کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک ضامن ہوگا خواہ اس کو موکل کا ادا کر دینا معلوم ہو یا نہ معلوم ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر معلوم ہو تو ضامن ہوگا ورنہ نہیں یہ محیط میں ہے از انجملہ خود موکل کے معزول کرنے سے معزول ہو جاتا ہے اور عزل کے صحیح ہونے کی دو شرطیں ہیں ایک یہ ہے کہ وکیل کو اس کا علم ہو جائے کیونکہ معزول کرنا ایک

---

[1] میں کہتا ہوں کہ ان کے عرف میں (دار) کا لفظ ایسے موقع پر بولا جاتا ہے اور ہمارے عرف میں یہ اطلاق جائز نہیں ہے بلکہ گھر کے مانند ہو تو فرق ہمیشہ محفوظ رکھنا چاہئے تا کہ فقہ میں نافع ہو۔

عقد کا فسخ کرنا ہے پس مثل فسخ کے اس کا حکم بدوں علم کے ثابت نہ ہوگا پس اگر وکیل کی موجودگی میں اس کو معزول کیا تو صحیح ہے اور اگر غائب ہے اور اس کو خط لکھ بھیجا اور وہ خط اس کو پہنچا اور اس کے مضمون سے واقف ہوا تو معزول ہو گیا اسی طرح اگر ایک ایلچی بھیجا اور اس ایلچی نے پیغام معزولی پہنچا دیا کہ فلاں شخص نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے کہتا ہے کہ میں نے تجھے وکالت سے معزول کیا تو معزول ہو جائے گا خواہ ایلچی عادل ہو یا غیر عادل آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر ہو بشرطیکہ پیغام اسی طور سے پہنچا دے جیسا ہم نے بیان کیا اور خط یا ایلچی نہ بھیجا لیکن وکیل کو دو شخصوں نے خواہ عادل ہوں یا غیر عادل یا ایک شخص نے یہ خبر دی کہ تو معزول ہو گیا تو بالاتفاق معزول ہو جائے گا خواہ وکیل نے اس کی تصدیق کی ہو بشرطیکہ یہ خبر سچی ثابت ہو کیونکہ ایک شخص کی خبر معاملات میں مقبول ہوتی ہے اگرچہ عادل نہ ہو اور اگر ایک شخص غیر عادل نے اس کو خبر دی پس اگر اس نے تصدیق کی تو بالاجماع معزول ہوگا اور اگر تکذیب کی تو معزول نہ ہوگا اگرچہ خبر کا صدق ہونا ظاہر ہو اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر خبر کا صدق ظاہر ہو تو معزول ہوگا اگرچہ تکذیب کی ہو اور اگر موکل نے اس کو معزول کیا اور اس کی معزولی پر گواہ کر لئے اور اس کو برطرف کرنے کی خبر کسی نے نہ دی تو معزول نہ ہوگا اور بعد معزول ہونے کے خبر نہ پہنچنے سے پہلے اس کا تصرف ویسا ہی جائز ہوگا جیسا کہ معزول ہونے سے پہلے جائز تھا کسی امر میں احکام میں سے فرق نہ ہوگا دوسری شرط یہ ہے کہ وکالت سے دوسرے کا حق متعلق نہ ہو اور اگر دوسرے کا حق متعلق ہو تو بدوں حقدار کی رضامندی کے اس کا معزول کرنا صحیح نہیں ہے چنانچہ اگر مدعا علیہ نے مدعی کی درخواست سے ایک شخص کو ان کی خصومت کے واسطے وکیل کیا پھر بدوں مدعی کی موجودگی کے اس کو معزول کیا تو معزول نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے۔

اگر خصم کی غیر حاضری میں وکیل معزول ہوا پس یا یہ وکیل طالب کا تھا تو معزول کرنا صحیح ہے ☆

ایک شخص کو اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر اس کو وکالت سے باہر کیا اور اس کو معلوم نہیں ہوا پس اس نے غلام فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا اور وہ اس کے ہاتھ میں تلف ہو گیا اور غلام بھی سپرد کرنے سے پہلے اسی کے پاس مر گیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ ثمن وکیل سے لے اور وکیل کو اختیار ہے کہ موکل سے لے اسی طرح اگر مالک غلام نے اس کو مدبر یا مکاتب یا بیع کیا اور وکیل کو معلوم نہ ہوا اسی طرح اگر اس میں استحقاق ثابت ہوا یا ظاہر ہوا کہ وہ اصلی آزاد ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ حاوی میں ہے ایک شخص کو اپنے کسی مال معین کے فروخت کے واسطے وکیل کیا پھر اس کو وکالت سے باہر کرنا چاہا تو اس کو اختیار ہے مگر اس صورت میں اختیار نہ ہوگا کہ اس سے وکیل کا حق متعلق ہو مثلاً اس کو حکم دیا کہ یہ مال فروخت کر کے اس کے داموں سے اپنا قرض لے لے کذا فی الذخیرہ۔ اگر خصم کی غیر حاضری میں وکیل معزول ہوا پس یا یہ وکیل طالب کا تھا تو معزول کرنا صحیح ہے اگرچہ مطلوب حاضر نہ ہو یا مطلوب کا وکیل تھا پس یا توکیل بدوں کسی کے التماس کے تھی اور اس صورت میں بھی معزول کرنا صحیح ہے اگرچہ طالب غائب ہو یا قاضی یا طالب کے التماس سے تھی پس اس صورت میں اگر توکیل کے وقت وکیل غائب تھا اور اس کو توکیل کی خبر نہ ہوئی تو ہر حال میں اس کا معزول کر دینا صحیح ہے اور اگر وکیل حاضر تھا یا غائب تھا مگر اس کو توکیل کا علم ہوا اور اس نے رد نہ کیا پس اگر طالب کے التماس سے یہ توکیل تھی تو اس کی غیبت میں معزول کرنا صحیح نہیں ہے اور اس کی موجودگی میں صحیح ہے خواہ وہ خوش ہو یا ناخوش ہو اور اگر قاضی کے التماس سے توکیل تھی اور طالب غائب تھا تو قاضی کے سامنے اس کا معزول کرنا صحیح ہے اگرچہ طالب غائب ہو اور اگر طالب کے سامنے معزول کیا تو بھی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے سفر کا ارادہ کیا اس کی عورت نے کہا کہ اگر تو فلاں مدت تک نہ آئے تو میری طلاق کے واسطے کسی کو وکیل مقرر کر دے کہ مجھے اس وقت پر طلاق دے دے اس نے ایسا ہی کیا پھر اس نے وکیل کو لکھا کہ میں نے تجھے وکالت سے خارج کر دیا تو

نصیر بن یحییٰ نے فرمایا کہ معزول کرنا صحیح ہے اور محمد بن سلمہؒ نے فرمایا کہ معزول کرنا صحیح نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے از انجملہ موکل کے مرجانے سے معزول ہو جاتا ہے کیونکہ توکیل موکل کے حکم سے تھی اور مرجانے سے حکم دینے کی اہلیت باقی نہ رہی پس وکالت باطل ہو گئی خواہ وکیل کو اس کے مرنے کی خبر ہو یا نہ ہو یہ بدائع میں ہے اور اگر طالب مرگیا اور طالب کے مرنے کی خبر مطلوب کو نہ ہوئی اس نے وکیل کو مال دے دیا تو بری نہ ہوگا اور اس کو واپس کر لینے کا اختیار ہے اور اگر موکل کے مرنے کی خبر تھی تو وکیل سے ضمان نہیں لے سکتا ہے اگر اس کے پاس ضائع ہو جائے کذافی الخلاصہ۔ وکیل نے بطور بیع الوفاء کے فروخت کیا پھر اس کا موکل مرگیا تو اس کے مرنے سے وکیل معزول نہ ہوگا کذافی البحرالرائق۔ ایک شخص پر دعویٰ کیا گیا کہ اس نے سرزخمی کر دیا ہے اس نے ایک شخص کو صلح کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مرگیا تو وکالت باطل ہو گئی پس وکیل نے صلح کی اور اپنے مال سے ضمانت دی تو خاصۃً وکیل پر صلح جائز ہوئی اور اگر موکل نہ مرا اور طالب مرگیا اور وکیل نے طالب کے وارثوں سے صلح کی تو جائز ہے کیونکہ طالب کے وارث بجائے اس کے قائم ہو کر مطالبہ کر سکتے ہیں کذافی المبسوط۔ از انجملہ موکل کا مجنون ہو جانا وکالت کو باطل کرتا ہے بشرطیکہ جنون مطبق ہو کیونکہ اس سے اہلیت حکم باقی نہیں رہتی ہے کذافی البدائع اور جنون مطبق امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک مہینہ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک سال کامل ہے اور یہی صحیح ہے کذافی الکافی اور مشائخ نے فرمایا کہ جنون مطبق کا جو حکم ذکر کیا وہ ایسی وکالت کے حق میں محمول کیا جاتا ہے کہ جو لازمی نہ ہو کہ ہر[1] ساعت موکل اس کو معزول کر سکتا ہے جیسے طالب کی طرف سے وکیل خصومت ہوتا ہے اور اگر وکالت لازمہ ہو کہ موکل ہر ساعت اس کو معزول نہ کر سکتا ہو مثل عدل[2] کے کہ بیع رہن پر مسلط ہو اور مسلط کرنا عقد رہن میں مشروط ہو تو موکل کے جنون کی وجہ سے وکیل معزول نہ ہوگا اگرچہ جنون مطبق ہو اور اگر وکیل کو جنون مطبق ہوا اور ایسا ہو گیا کہ نیابت اور خرید و فروخت کو نہیں سمجھتا ہے تو وکالت سے باہر ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر اس حالت میں خرید و فروخت کی تو جائز نہیں ہے اور اگر ایسی حالت ہو کہ نیابت و خرید و فروخت سمجھتا ہے تو وکیل باقی رہے گا اور معزول نہ ہوگا پس اگر خرید و فروخت کی تو اصل میں مذکور ہے کہ جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جو اصل میں مذکور ہے وہ ایسی صورت میں گمان کیا جاتا ہے کہ جب موکل اس سے راضی ہو اور اگر موکل پسند نہ کرے تو اسکا تصرف موکل پر نافذ نہ ہوگا کذافی المحیط۔

اگر وکیل نے کہا کہ یہ فعل میں نے اس عورت کی حیات میں کیا ہے تو خرید فروخت و تقاضائے قرض و ادائے قرض وغیرہ کے ایسی چیزوں میں جو تلف ہو چکی ہیں اس کی تصدیق کی جائے گی ☆

از انجملہ موکل کا مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملنا وکیل کو وکالت سے خارج کرتا ہے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں خارج کرتا ہے اور اگر موکل عورت ہے اور مرتد ہو گئی تو وکیل اپنی وکالت پر ہے یہاں تک کہ عورت مرجائے یا دارالحرب میں چلی جائے اور یہ بالاجماع ہے کیونکہ عورت کا مرتد ہونا مانع نفاذ تصرف نہیں ہے یہ بدائع میں ہے اگر وکیل نے کہا کہ یہ فعل میں نے اس عورت کی حیات میں کیا ہے تو خرید فروخت و تقاضائے قرض و ادائے قرض وغیرہ کے ایسی چیزوں میں جو تلف ہو چکی ہیں اس کی تصدیق کی جائے گی اور جو بعینہٖ قائم ہے اس میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے اس عورت کا قرض فلاں شخص سے وصول کیا تو بدون گواہوں کے اس کی تصدیق نہ ہوگی اگرچہ بعینہٖ قائم ہو یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ مجھے جو مال فلاں عورت نے دیا اس کو میں نے وصول کیا اور موکل عورت نے اس کو اس کا حکم کیا تھا تو اس کی تصدیق کی جائے گی بشرطیکہ مال بعینہٖ قائم نہ ہو یہ مبسوط

---

[1] قولہ کہ یعنی وکالت لازمی وہ نہیں ہوتی جس کو موکل ہر وقت معزول کر سکے ورنہ وہ لازمی ہے۔ [2] مثل عدل یعنی رہن میں شرط ہو کہ مرہون ایک عادل کے پاس رہے اگر وقت پر راہن روپیہ نہ دے تو عادل مسلط ہے کہ راہن کی طرف سے مرہون فروخت کر کے روپیہ ادا کر دے۔

میں ہے اگر کسی کو وکیل کیا کہ اس عورت سے میرا نکاح کرا دے پھر وہ مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملی پھر قید ہو کر اسلام لائی پھر وکیل نے موکل سے اس کا نکاح کرا دیا تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص کو دو شخصوں نے وکیل کیا کہ ہم دونوں کے واسطے فلاں باندی خرید دے پھر دونوں میں سے ایک مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملا پھر وکیل نے وہ باندی خریدی تو وکیل کے ذمہ آدھی اور آدھی دوسرے موکل کے ذمہ پڑے گی اگر مرتد کے وارثوں نے کہا کہ تو نے ہمارے مورث کے مرتد ہونے سے پہلے خریدی ہے اور وکیل نے ان کی تکذیب کی تو قسم لے کر اسی کا قول لیا جائے گا اور اگر وکیل نے مرتد کا مال بائع کو دیا ہے تو وارثوں کا قول لیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ سنائے تو وارثوں کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر وکیل نے کہا کہ میں نے باندی مرتد کے دارالحرب میں جا ملنے سے پہلے خریدی ہے اور وارثوں نے تکذیب کی تو وارثوں کا قول لیا جائے گا بشرطیکہ مال وکیل کو دیا گیا ہو اور وہ مال بعینہٖ اس کے یا دوسرے کے ہاتھ میں قائم نہ ہو اور اگر مال نہیں دیا گیا تو وارثوں کا قول لیا جائے گا اور یہی حکم ہے اگر وہ مال بعینہٖ وکیل یا بائع کے پاس قائم ہو یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

ازانجملہ موکل کے عاجز یا مجور ہو جانے سے وکیل معزول ہوتا ہے مثلاً مکاتب نے کسی کو وکیل کیا پھر وہ عاجز ہو گیا یا ماذون نے کسی کو وکیل کیا پھر وہ مجور ہو گیا تو وکالت باطل ہو گئی کذا فی البدائع۔ اگر مکاتب نے کسی کو وکیل کیا پھر وہ عاجز ہو گیا یا ماذون نے وکیل کیا پھر مجور ہوا تو وکالت باطل ہو گئی خواہ وکیل کو خبر ہو یا نہ ہو اور مستصفی میں لکھا ہے کہ عاجز یا مجور ہونے سے فقط خرید و فروخت کی وکالت باطل ہوتی ہے اور اگر تقاضے یا ادائے قرض کا وکیل ہو تو وکالت باطل نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے ازانجملہ دو شریکوں کے جدا ہو جانے سے وکالت باطل ہوتی ہے اگرچہ وکیل کو علم نہ ہو کیونکہ یہ عزل[1] حکمی ہے اور عزل حکمی میں علم شرط نہیں ہے کذا فی التبیین۔ ازانجملہ خود وکیل کا مر جانا یا جنون مطبق ہو جانا مبطل وکالت ہے اور اگر مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملا تو اس کا تصرف جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں جائز ہوگا کہ مسلمان ہو کر عود کرے لیکن جب تک اس کے دارالحرب میں جا ملنے کا حکم نہ ہو جائے تب تک اس کا کام موقوف رہے گا اگر مسلمان ہو کر عود کر آیا تو گویا مرتد نہیں ہوا اور اگر اس کے دارالحرب میں جا ملنے کا حکم[2] ہو گیا پھر وہ مسلمان ہو کر عود کر آیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ وکالت عود نہ کرے گی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ عود کرے گی اور اگر وکیل مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملا پھر مسلمان ہو کر واپس آیا تو ظاہر الروایت میں وکالت عود نہ کرے گی یہ بدائع میں ہے اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو طلاق کے واسطے وکیل کیا اور وہ مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملا پھر مسلمان ہو کر آیا تو اپنی وکالت پر باقی رہے گا کذا فی الحاوی۔ اور معزول ہونے کی صورتوں میں سے ایک اس غلام کا مر جانا ہے جس کی بیع یا ہبہ یا مدبر یا مکاتب کریں گے واسطے مثلاً وکیل ہوا تھا کیونکہ محل تصرف کے ہلاک ہو جانے کے بعد تصرف متصور نہیں ہو سکتا ہے کذا فی البدائع۔ ازانجملہ جس چیز کی وکالت کے واسطے مقرر ہوا تھا وہ متغیر ہو جائے مثلاً فلاں شخص کے درخت خرما کے کفریٰ بیچنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا پھر وہ کفریٰ گدر یا پختہ یا خشک چھوہارے ہو گئے اور اس کا نام کفریٰ نہ رہا بلکہ بسر یا رطب یا تمر ہو گیا پس وکالت باطل ہو گئی ایسے ہی اگر بسر پک کر رطب ہو گئے تو خرید و فروخت کی وکالت باطل ہو گئی اور اگر بعض بسر پک کر رطب ہو گئے تو خرید و فروخت کی وکالت اسی قدر میں باطل ہوئی لیکن اگر قلیل بسر سے رطب ہوئے مثلاً دو یا تین تو وکالت کل کی باقی رہے گی اور اگر رطب خشک ہو کر تمر ہو جائیں تو خرید و فروخت کی وکالت استحساناً باطل نہ ہوگی بخلاف عنب کے اگر وہ زبیب ہو جائے تو یہ حکم نہیں ہے اور اگر چھوٹا بسر بڑا ہو جائے تو بیع و شراء کی وکالت باطل نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر انڈوں کے خرید و فروخت کے واسطے وکیل ہوا پھر اس میں سے چوزے نکل آئے یا خرما کے بور بیچنے کے واسطے وکیل ہوا اور وہ بڑھ کر ثمر ہو گئے یا عصیر یا عنب کی بیع کے واسطے وکیل ہوا اور وہ سرکہ یا زبیب یا عصیہ ہو گیا یا دودھ بیچنے کے واسطے وکیل ہوا اور وہ

---

[1] عزل حکمی یعنی حکم اس کا معزولی ہے کچھ زبان سے معزول نہیں کیا۔ [2] یعنی قاضی کے سامنے پیش ہوا تو اس نے حکم دیا کہ وہ حربی کافروں میں مل گیا۔

مکھن یا گھی ہو گیا تو وکیل وکالت سے خارج ہو گیا ابن سماعہؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ اگر مرغی کے انڈے تین روز کی شرط خیار پر فروخت کئے پھر انہیں تین دن میں ان میں سے چوزے پیدا ہوئے تو بیع باطل ہو گئی اور یہی ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ اگر لبین حلیب معین خرید نے کے واسطے وکیل کیا پھر وہ ترش ہو گیا پھر وکیل نے خریدا تو موکل پر جائز نہیں ہے اور اگر حلیب کا نام نہ لیا تو جائز ہے کیونکہ دودھ اس کو بھی کہتے ہیں قلت[1] فرق فی الاصطلاح۔ اگر تازہ شیریں دودھ بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر ترش ہو گیا پھر فروخت کیا تو جائز ہے کیونکہ محل معقود نہیں ہوا اس لئے کہ مقصود بیع سے درہم حاصل کرنا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کو شراب معین پر قبضہ کرنے کا وکیل کیا اور وہ سرکہ ہو گئی تو اس کو قبضہ کرنے کا اختیار ہے کذا فی الحاوی۔ اسی طرح اگر مسلمان نے دوسرے مسلمان کو شیرہ انگور معین پر قبضہ کرنے کا وکیل کیا پھر وہ سرکہ ہو گیا تو قبضہ کر سکتا ہے اور اگر شراب ہو جائے تو اس کا حکم کتاب میں ذکر نہیں کیا اور صحیح یہ ہے کہ قبضہ کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اگر خاص ستوؤں کے خرید نے کے واسطے وکیل کیا پھر وہ گھی یا روغن زیتون میں لت کئے گئے یا شکر یا شہد میں شیریں کئے گئے تو اس کی خریداری موکل پر جائز نہ ہو گی اور بیچنا جائز ہے اور اگر معین تلوں کے خرید نے کے واسطے وکیل ہوا پھر وہ تل بنفشہ یا خیرے میں بسائے گئے تو اس کی خریداری موکل پر ناجائز اور بیع جائز ہے اور اگر معین سپید کپڑے کی خریداری کا وکیل کیا پھر وہ سرخ رنگا گیا تو خریداری موکل پر ناجائز اور بیع جائز ہے اسی طرح اگر سفید کو زبان سے نہ کہا لیکن اشارے سے بتلایا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر غلام تاجر نے خرید یا فروخت وغیرہ کے واسطے وکیل کیا پھر مولیٰ نے وکیل کو وکالت سے خارج کیا تو یہ کچھ نہیں ہے ☆

اگر تازہ تر مچھلی معین خرید کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر وہ مچھلی نمکین کی گئی تو خریداری موکل پر ناجائز اور بیع جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر غلام نے اپنے قرض کے تقاضے کے واسطے وکیل کیا پھر مالک نے اس کو باجازت قرض خواہ کے فروخت کیا تو وکیل وکالت سے خارج ہو گیا خواہ اس کو اس کا علم ہو یا نہ ہو خواہ غلام پر قرض ہو یا نہ ہو اور اگر اس پر قرض نہ ہو تو مالک اس کا تقاضا کرے اور اگر قرض ہو تو قاضی اس کی طرف سے ایک وکیل تقاضائے قرض کے واسطے مقرر کرے تاکہ اس سے قرض خواہوں کا قرض ادا کرے اور اگر مالک نے اس کو آزاد کر دیا تو وکیل اپنی وکالت پر باقی ہے اسی طرح اگر قرض خواہوں کی اجازت سے اس کو مکاتب کر دیا تو بھی یہی حکم ہے اگر مکاتب نے اپنے ہبہ پر قبضہ کرنے کے واسطے کوئی وکیل کیا اور وکیل نے مکاتب کے عاجز ہونے یا آزاد ہونے کے بعد قبضہ کیا تو جائز ہے کذا فی المبسوط۔ اگر غلام تاجر نے خرید یا فروخت وغیرہ کے واسطے وکیل کیا پھر مولیٰ نے وکیل کو وکالت سے خارج کیا تو یہ کچھ نہیں ہے خواہ غلام پر قرض ہو یا نہ ہو یہ حاوی میں ہے اگر دو شخصوں کا مکاتب ہے اس نے خرید یا فروخت یا خصومت کے واسطے وکیل کیا پھر ایک کے حصہ ادا کرنے سے عاجز ہوا اور وکیل نے وہ کام کیا تو دونوں کے حصہ میں جائز ہو گا کذا فی المبسوط۔

متفرقات:

عزل وغیرہ کے اگر عورت کو وکیل کرنے کے بعد تین طلاق دیئے تو معزول نہ ہو گی کذا فی البحر الرائق اگر اپنے غلام کو فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر غلام اور موکل دونوں مر گئے اور وکیل کو معلوم نہ ہوا اس نے فروخت کر کے دام وصول کر لئے اور

---

[1] میں کہتا ہوں کہ یہ اصطلاح میں تفاوت ہے۔

اس کے پاس تلف ہو گئے تو وکیل ثمن کا ضامن[1] ہوگا اور موکل سے نہیں لے سکتا ہے اگر غلام مر گیا ہے اور موکل کے ترکہ سے نہیں لے سکتا ہے اگر موکل مر گیا ہے کذا فی المحیط۔ اگر حربی نے دوسرے حربی کو دارالحرب میں وکیل کیا پھر دونوں مسلمان ہوئے یا ایک مسلمان ہوا تو وکالت باطل ہے یہ مبسوط میں ہے وکیل نے آکر وکالت رد کر دی تو رد ہو جائے گی اور یہ اس وقت ہے کہ موکل کو معلوم ہوا اور اگر معلوم نہ ہو تو رد نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر کسی غائب کو وکیل کیا اور اس کو خبر پہنچی اس نے قبول نہ کی بلکہ رد کر دی مگر موکل کو خبر نہ ہوئی تھی کہ اس نے پھر قبول کر لی تو صحیح ہے اور وکیل ہو جائے گا اسی طرح اگر وکالت کرے پھر موکل نے اس سے کہا کہ وکالت رد کر دے اس نے کہا کہ میں نے رد کر دی تو وکالت سے باہر ہو جائے گا یہ محیط میں ہے اگر موکل نے وکالت سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے اس کو وکیل نہیں کیا ہے تو یہ معزول کرنا نہ ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ گواہ رہو کہ میں نے اس کو وکیل نہیں کیا ہے تو یہ کذب ہے اور وہ شخص وکیل رہا معزول نہ ہوا اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور یہی صحیح ہے کذا فی الذخیرہ۔ باپ نے اگر کسی کو لڑکے کا مال فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر باپ یا وصی مر گیا تو وکیل معزول ہو گیا جبکہ باپ لڑکے کا وارث ہوا اور یہ ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک ہے کذا فی الخلاصہ۔ اگر وکیل کے کسی فعل کے کرنے سے پہلے لڑکا بالغ ہو گیا تو وکیل معزول ہو گیا باپ کا وکیل اور وصی کا وکیل ایک حکم رکھتا ہے اگر کسی کو خصومت کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ جب میں تجھ کو معزول کروں تو میرا خصومت کے مقدمہ میں وکیل ہے یو کالت متقبلہ پس مشائخ نے ایسی وکالت کی جواز میں اختلاف کیا ہے عامہ مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہے جس طرح ہو اور ایسا ہی ابوزید شروطی فرماتے تھے یہ محیط میں ہے۔

پھر جب اس شرط سے وکالت جائز ٹھہری اور موکل نے وکالت سے خارج کرنا چاہا تو جس لفظ سے خارج کرے اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ موکل یوں کہے کہ مین نے اپنے اس قول سے کہ جب مین تجھے وکالت سے خارج کروں تو تو میرا وکیل ہے رجوع کر لیا تو رجوع صحیح ہوا پھر اس کے بعد کہہ دے کہ میں نے تجھے اس وکالت سے معزول کیا پس جب وکالت متغیرہ سے خارج کر دیا تو وکیل نہ ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ میرے نزدیک اصح یہ ہے کہ یوں کہے کہ میں نے تجھے ان وکالتوں سے برطرف کیا تاکہ معلق و منجز دونوں کو شامل ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی کو کسی شرط پر معلق کر کے وکیل کیا پھر وجود شرط سے پہلے اس کو معزول کیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اگر کہا کہ جب میں تجھے معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے پھر کہا کہ جب تو میرا وکیل ہو جائے تو میں نے تجھے معزول کیا اس میں بھی مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ وکیل کی موجودگی میں اس کو وکالت سے برطرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے مگر سوائے طلاق و عتاق و سوائے اس توکیل کے جو بدرخواست خصم[2] واقع ہوئی اور یوں کہے کہ میں نے تجھے وکالات مطلقہ سے معزول کیا اور وکالتوں معلقہ سے رجوع کیا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر مطلوب نے خصومت کے واسطے اس شرط پر کوئی وکیل کیا کہ وکیل کو دوسرا وکیل کرنے کا اختیار ہے پھر بدوں موجودگی طالب کے وکیل کو دوسرا وکیل کرنے کے اختیار سے ممنوع کیا یوں کہا کہ میں نے تجھ کو اقرار سے منع کیا اگر تو اقرار کر دے تو تیرا اقرار مجھ پر روا نہ ہوگا تو امام محمدؒ کے نزدیک ایسی ممانعت صحیح ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بدوں موجودگی طالب کے صحیح نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم دیئے اور حکم کیا کہ اس کی ایک باندی خرید دے اور کہا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے پس وکیل نے اس کام کے واسطے دوسرا وکیل کیا پھر موکل نے وکیل اول کو معزول کیا پھر دوسرے وکیل نے باندی

---

[1] قولہ ضامن...... کیونکہ یہاں حکمی عزل ہے۔ [2] یعنی فریق مخاصم نے درخواست کی کہ وکیل کر دے وکالت مطلقہ جس میں کوئی شرط وقید نہ ہو فقط وکیل کیا ہو۔

.یدی تو جائز ہے خواہ وکیل ثانی کو پہلے وکیل کا معزول ہونا معلوم ہو یا نہ معلوم ہو خواہ اس نے دوسرے وکیل کو دام دیئے ہوں یا نہ یئے ہوں۔

لر مضارب نے کسی کو ایک غلام خرید نے کا وکیل کیا اور مال دے دیا پھر رب المال مر گیا ☆

اسی طرح اگر پہلا وکیل مر گیا پھر دوسرے خریدی تو خریداری موکل پر جائز ہوگی اور اگر موکل نے دوسرے وکیل کو وکالت ے برطرف کیا تو صحیح ہے خواہ وکیل اول زندہ ہو یا مر گیا ہو اور اگر وکیل اول نے اپنے معزول ہونے اور دوسرے وکیل کے خرید نے ے پہلے باندی خریدی تو خریداری موکل پر روا ہے پس اگر اس کے بعد دوسرے وکیل نے خریدی تو اس کی ذات کے واسطے ہوگی خواہ ں کو پہلے وکیل کے خرید نے کا علم ہو یا نہ ہو خواہ اس کو دام دے دیئے گئے ہوں یا نہیں اور اگر دونوں نے ایک ایک باندی علیحدہ علیحدہ یک ہی وقت میں خریدیں تو دونوں موکل کی ہوں گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر مضارب نے کسی کو ایک غلام خرید نے کا وکیل کیا ر مال دے دیا پھر رب المال مر گیا یا مجنون ہو گیا پھر وکیل نے خریدا تو خاص مضارب کے ذمہ ہوگا چنانچہ اگر غلام خرید کرنے کا وکیل لر کے مال دے دیا پھر عقد مضاربت ٹوٹ گیا اور وکیل بے خبر ہے اس نے خریدا تو خاص مضارب کے ذمہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے یک شخص پر دوسرے کا قرض ہے پھر قرض دار نے ایک شخص کو مال دے کر وکیل کیا کہ قرض خواہ کو دے دے پھر طالب نے قرضہ قرض ار کو ہبہ کر دیا تو وکیل دیئے سے ضامن ہوگا اور اگر یہ حال اس کو معلوم نہ ہوا تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے غلام نے ایک فص کو اپنی ودیعت وصول کرنے کے واسطے جو اس کے آقا یا غیر کے پاس ہے وکیل کیا پھر مالک نے غلام کو آزاد یا بیع کر دیا یا باندی تھی کہ اس کو ام ولد بنا لیا تو وکیل اپنی وکالت پر باقی ہے کیونکہ جو معاملہ پیش آیا یہ ابتدائی[1] توکیل کے منافی نہیں ہے تو بدرجہ اولیٰ بقائے وکیل میں منافی نہ ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر غلام نے کسی کو خصومت یا بیع یا خرید میں وکیل کیا پھر غلام بھاگ گیا تو وکیل وکالت سے خارج ہو گیا اور اگر وکیل غلام تھا اور بھاگ گیا تو اپنی وکالت پر باقی ہے ہاں اس پر عہدہ کسی چیز کا نہ ہوگا کذا فی المبسوط۔

باب : ⑩

متفرقات کے بیان میں

خریداری کے وکیل نے اگر کوئی مال چکانے کے طور پر بائع سے لے لیا اور دام بیان کر دیئے اس کو موکل نے ادا کر دیا پھر موکل اس سے راضی نہ ہوا اور ناپسند کر کے واپس کیا اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوا تو وکیل بائع کے واسطے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا پس اگر موکل نے اس کو چکانے کے طور پر لینے کا حکم کیا تھا تو وکیل اس سے بھر لے گا اور اگر حکم نہیں کیا تھا تو نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو میرا قرض وصول کرنے میں وکیل ہے اور جس کو چاہے وکیل کر دے پس وکیل نے اس کام کے واسطے ایک وکیل کیا تو اس کو اختیار ہے کہ جب چاہے اس وکیل کو خارج کر دے اور اگر کہا کہ تو میرے قرض وصول کرنے میں وکیل ہے اور فلاں شخص کو وکیل کر دے اس نے وکیل کر دیا تو یہ وکیل اس کو معزول نہیں کر سکتا ہے اگر کہا کہ فلاں شخص کو اگر تیرا جی چاہے وکیل کر دے اس نے وکیل کیا تو معزول کر سکتا ہے کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے غلام خریدا اور گواہ کر لئے کہ میں فلاں شخص کے واسطے خریدتا ہوں اور فلاں شخص نے کہا کہ میں راضی ہوں تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے اس کو نہ دے پس اگر مشتری نے اس کو دے کر دام اس سے لے لئے تو یہ دونوں میں بیع تعاطی ہو گئی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ جس شخص کے دوسرے پر ہزار درہم آتے ہیں اس نے

---

[1] یعنی اگر یہ غلام و باندی اسی حالت ہو جانے کے بعد وکیل کرے تو جائز ہے پس جو وکیل کیا تھا وہ بدرجہ اولیٰ باقی رہے گا۔

حکم دیا کہ ان کے عوض یہ غلام خرید دے اس نے خرید دیا تو جائز ہے اور اگر حکم کیا کہ ان کے عوض غیر معین غلام خرید دے اس نے خ پھر موکل کے قبضہ سے پہلے اسی کے ہاتھ میں مرگیا تو مشتری کا مال گیا اور اگر موکل نے قبضہ کرلیا تو اس کا ہوگا اور یہ امام اعظمؒ نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے قول میں وہ موکل کا ہے جس وقت کہ وکیل نے اس پر قبضہ کیا کذانی الہدایہ۔ ایک شخص نے دوسرے کو دینار فروخت کرنے کے واسطے دیا اس نے اپنا دینار موکل کے واسطے بیچا اور موکل کا اپنے واسطے رکھ چھوڑا تو امام ابو یوسفؒ سے روا ہے کہ جائز نہیں ہے اور اگر اس کو ایک دینار کپڑا خریدنے کے واسطے دیا اس نے اپنے پاس کے دینار سے خرید دیا تو خریداری م کے واسطے ہوگی اور دینار وکیل کا ہے یہ بھی امام ابو یوسفؒ سے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک کے قبضہ میں دوسرے کا غلام ہے قابض نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ یہ غلام اس کے مالک سے خرید دے ☆

اگر غیر کے دینار سے خریدا اور موکل کا دینار ادا کیا تو خریداری وکیل کے واسطے ہوگی اور موکل کو اس کے دینار کی ضمان د کذانی الخلاصہ۔ وکیل خرید نے اگر خریدا اور اپنے مال سے درہم دیئے اور قبضہ کر کے موکل کو دے دیا اور اس سے دام لے لئے پھ موکل کے ہاتھ سے استحقاق میں لے لی گئی پھر موکل نے قصد کیا کہ اپنے دام وکیل سے قبل اس کے کہ وکیل بائع سے لے وصول کر تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر موکل نے دام نہ دیئے ہوں تو وکیل کو اختیار ہے کہ داموں کا اس سے مواخذہ کرے پھر جب بائع وصول کرلے تو اس کو واپس کردے ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک کپڑا جس کا وصف بیان کردیا بعوض دراہم جو اس کو دے دیئے ہیں خرید دے پس وکیل نے خریدا اور درہم ادا کردیئے پھر بائع نے یہ درہم یہ کہہ کر کہ زیوف ہیں وکیل کو واپس دیئے اور وکیل نے اس کی تصدیق کی یا تکذیب کی اور موکل نے یہ درہم اپنے درہم ہونے سے انکار کیا تو وکیل کو اختیار ہے کہ موکا پھیر دے اور اس باب میں بائع کا قول لیا جائے گا اور یہی حکم دیناروں کا ہے مگر عروض کا یہ حکم نہیں ہے کذانی المحیط۔ ایک کے قبضہ دوسرے کا غلام ہے قابض نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ یہ غلام اس کے مالک سے خرید دے پھر وکیل نے کہا کہ میں نے یہ غلام خریدا دام اپنے پاس سے دے دیئے اور موکل نے اس کی تصدیق کی تو موکل کو حکم دیا جائے گا کہ دام وکیل کو ادا کرے اور اس کے پاس عذ کہ مجھے خوف ہے کہ غلام کا مالک آکر بیع سے انکار کر کے غلام مجھ سے واپس لے التفات نہ کیا جائے گا کذانی الذخیرہ۔ ایک شخص بیوی کسی شخص کی باندی ہے اس نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میری بیوی اس کے مالک سے مجھے خرید دے پس وکیل نے خرید دی پس شوہر نے اس سے وطی نہیں کی ہے تو نکاح باطل ہوگیا اور مہر شوہر سے ساقط ہوگیا کیونکہ یہ جدائی ایسے شخص کی طرف سے ہوئی جو مالک تھا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب مالک کو یہ بات معلوم ہو کہ وکیل اس کے شوہر کے واسطے خریدتا ہے اور اگر مالک نے کسی ہاتھ فروخت کردی پھر شوہر نے اس سے خریدی اور ہنوز اس باندی سے وطی نہیں کی ہے تو آدھا مہر دینا پڑے گا کیونکہ مالک مہر کی طر سے فرقت پیدا نہیں ہوئی ہے اور یہ اس وقت ہے کہ مولیٰ اقرار کرتا ہو کہ مشتری اس کے شوہر کی طرف سے وکیل تھا یہ امر گواہوں ثابت ہوا اور اگر صرف وکیل کے اقرار سے خریدنے کے بعد وکالت ثابت ہوئی ہے تو اس باب میں بائع کا قول اس کے علم پر قسم کر معتبر رکھا جائے گا مگر اس صورت میں نہیں کہ جب شوہر وکیل کرنے کے گواہ قائم کرے ایک شخص نے وکیل کیا کہ اپنے غلام کے ع میرے واسطے فلاں شخص کا غلام خرید دے اس نے خرید دیا تو وہ غلام موکل کا ہوگا اور موکل پر وکیل کے غلام کی قیمت واجب ہوگی توکیل صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ل کیونکہ ...... یعنی مہر کا مالک درحقیقت بائع تھا جو باندی کا مولیٰ تھا تو جب اس نے فروخت کی تو خود ہی نکاح دور کرنے والا ہوا تو اس کو پھر بھی نہیں ملے

ایک شخص نے ایک غلام خرید ااور خریدنے سے پہلے یا بعد اس امر کے گواہ کر لئے کہ میں نے فلاں شخص کے واسطے اس کے حکم سے خرید اہے پھر اس امر کے گواہ کر لئے کہ میں نے فلاں شخص دیگر کے واسطے اس کے حکم سے خرید اہے اور اس کے مال سے خرید اہے پھر وہی دوسرا شخص آیا اور پہلا نہ آیا تو اسی کے واسطے بیع کا حکم دیا جائے گا لیکن پہلا شخص اپنی حجت پر باقی ہے پھر اگر وہ آیا اس نے دعویٰ کیا تو اس کی ڈگری کر دی جائے گی اسی طرح اگر پہلے شخص کے گواہ ہوں تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک باندی اتنے داموں کو خرید دے اس نے خریدی اور وہ استحقاق میں لے لی گئی تو وکیل ضامن نہ ہو گا اور اگر ایک باندی خریدی اور ظاہر ہوا کہ وہ حرہ ہے تو ضامن ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر آٹا خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور دام دے دیئے پھر ایک شخص نے وکیل کو چونا دکھلایا اور وکیل نے گمان کیا کہ یہ آٹا ہے پس اس سے اس بات پر کہ یہ آٹا ہے چونا خرید لیا اور دام دے دیئے تو وکیل داموں کا ضامن ہو گا اسی طرح ہر چیز میں بھی یہی حکم ہے جس میں مخالفت واقع ہوئی اگر نہیں جانتا ہے کذا فی المحیط۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک کُر گیہوں خرید دے اس نے اس کے واسطے خرید ے اور ایک اونٹ کرایہ کر کے اس پر لاد دے پس اگر اس طرح وکیل کیا تھا کہ جس شہر میں دونوں موجود ہیں اسی کے نواح میں گیہوں یا اناج خرید دے تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ بار برداری میں وکیل احسان کرنے والا شمار ہو اور اجرت اس کو نہ ملے اور استحساناً وہ ڈانڈ نہ دے گا اور کرایہ لے لے گا اور اگر اس طرح وکیل کیا تھا کہ جس شہر میں دونوں موجود ہیں اس کے کسی گاؤں میں خرید دے تو وکیل احسان کرنے والا شمار ہو گا اور یہ قیاساً و استحساناً کرایہ نہیں لے سکتا ہے اگر کسی دوسرے شہر میں خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا تو بھی قیاساً و استحساناً کرایہ نہیں لے سکتا ہے اور اگر موکل نے اس طرح وکیل کیا کہ میرے واسطے اناج خرید دے اور ایک درہم کو ایک اونٹ اجارہ کر لے اس نے ڈیڑھ درہم کو اجارہ لیا تو کرایہ مستاجر پر ہو گا اور اگر موافق حکم کے ایک ہی درہم کو کرایہ کرتا تو موکل پر جائز ہوتا اور اجرت کے عوض اناج روک لینے کا اس کو اختیار نہیں ہے جیسا کہ کرایہ کے واسطے روک سکتا تھا کذا فی الذخیرہ۔

ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک غلام ہزار درہم کو خرید دے پس وکیل نے ہزار درہم میں ایسا غلام جس کی قیمت ہزار درہم تھی خریدا ☆

ایک معین باندی خریدنے کے واسطے وکیل کر دیا اس نے اسی کے واسطے خرید کر کے اس سے وطی کی تو حد نہ ماری جائے گی اور نسب ثابت ہو گا اور باندی اور اس کا بچہ موکل کا ہو گا اور یہ کتاب میں مذکور نہیں کہ عقر لازم آئے گا اور مشائخ نے فرمایا کہ دیکھا جائے کہ اگر ثمن کے واسطے روک لینے سے پہلے ایسا کیا تو عقر لازم ہو گا اور اگر اس کے بعد ایسا کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک عقر لازم نہ ہو گا اور امام محمدؒ کے نزدیک ثمن باندی اور اس کے عقر پر تقسیم کیا جائے پس جس قدر دام عقر کے پڑتے ہیں پڑیں وہ ساقط اور جو باندی کے پڑتے ہیں پڑیں وہ باقی رہیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اس کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک غلام ہزار درہم کو خرید دے اس نے بعوض ہزار درہم کے بوعدہ عطاء خرید ااور غلام وکیل کے ہاتھ میں مر گیا تو وکیل پر قیمت واجب ہو گی پھر جس قدر قیمت ڈانڈ دی ہے وہ موکل سے لے لے گا اگر چہ ہزار درہم سے بڑھ جائے اور اگر غلام نہیں مرا یہاں تک کہ موکل نے اسے آزاد کر دیا تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے آزاد کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر وکیل نے ایک ہزار دس درہم کو بوعدہ عطاء خرید ااور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو جو کچھ قیمت وکیل نے ڈانڈ دی ہے وہ موکل سے نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اس کے واسطے نہیں خرید اہے یہاں تک کہ اگر مرنے سے پہلے موکل نے اسے آزاد کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر وکیل نے آزاد کیا تو صحیح ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک

غلام ہزار درہم کو خرید دے پس وکیل نے ہزار درہم میں ایسا غلام جس کی قیمت ہزار درہم تھی خرید ااس شرط پر کہ وکیل کو تین روز کے اندر خیار حاصل ہے پھر اس کی قیمت گھٹ کر پانچ سو درہم رہ گئی اور وکیل نے غلام کا لینا اختیار کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک وہ وکیل کے ذمہ ہوگا اور ایسا ہی قیاس قول امام اعظمؒ کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے غلام خریدا اور ہنوز دام نہ دیئے تھے کہ اس کے آزاد کرنے کے واسطے ایک وکیل کیا اس نے آزاد کر دیا تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے منتقی میں بروایت بشر کے امام ابو یوسفؒ سے آیا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو کسی چیز کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اس چیز کو بیان کر دیا اور اس کی جنس وصفت بتلا دی اور موکل کی ملکیت میں وکیل کرنے کے دن ایسی کوئی چیز موجود تھی پھر اس نے فروخت کر دی پھر وکیل نے اسی کو موکل کے واسطے خریدا تو جائز نہیں ہے اور اگر وکیل کی ملکیت میں تھی اور اس نے فروخت کر دی پھر موکل کے واسطے خرید دی تو جائز ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص کو فلاں شخص کا غلام ہزار درہم میں خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل بائع کے پاس آیا اور بیع کی درخواست کی اس نے کہا کہ میں نے اپنا یہ غلام فلاں شخص یعنی موکل کے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا وکیل نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ بیع موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی اور صحیح یہ ہے کہ وکیل اس صورت میں درمیانی فضولی ہو گیا پس بیع کا تمام ہونا موکل کی اجازت پر موقوف رہا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کو ایک باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اس کی جنس بیان کر دی ثمن نہ بیان کیا پس وکیل نے ایک باندی خرید کر کے موکل کے پاس بھیج دی اس نے اس سے وطی کی اور اس کو حمل رہ گیا پس وکیل نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے نہیں خریدی تھی تو اسی کا قول لیا جائے گا اور موکل کا نسب ثابت ہوگا اور ام ولد بنانا ثابت نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک کُر گیہوں سو درہم کو خرید دے اور اپنے پاس سے دام دے اس نے ایسا ہی کیا پھر موکل پر اس کو قابو نہ ملا یعنی اس نے موکل کو نہ پایا اور قاضی کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا تو قاضی گیہوں فروخت کر کے اس کے دام وکیل کے پاس موکل کی طرف سے ودیعت رکھ دے گا اور یوں نہ دے گا کہ جس ثمن کو اس نے گیہوں خریدے ہیں یہ اس کے دام ہیں یہ محیط میں ہے ایک شخص کو حکم کیا کہ میرے واسطے ایک کُر طعام سو درہم کو خرید دے اس نے ایسا ہی کیا اور سو درہم ادا کر دیئے پھر وکیل نے بائع کو پچاس درہم اس شرط پر دیئے کہ بائع ایک کُر طعام زیادہ کر دے اس نے ایسا ہی کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ پہلا کُر موکل کا ہوگا اور دوسرا کُر وکیل کا ہوگا اور وکیل موکل کو پچیس درہم ضمان دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی سے کہا کہ جو شخص میرا یہ غلام تیرے ہاتھ فروخت کر دے اس کو میں نے اجازت دی تو وہ وکیل نہیں ہوگا ☆

اگر حکم کیا کہ کسی قدر معین طعام مسمی کی بیع سلم میں کچھ درہم معین میرے واسطے لے اس نے لئے اور موکل کو دے دیئے تو طعام سلم وکیل پر لازم ہوگا اور موکل پر اس کے درہم قرض ہوں گے کذا فی النہایہ۔ ایک شخص کے پاس ہراتی کپڑوں کی ایک گٹھری تھی اس نے دو شخصوں سے کہا کہ جو تم میں سے فروخت کر دے جائز ہے تو جو شخص فروخت کر دے گا جائز ہے اسی طرح اگر کہا کہ جس کسی نے ان دونوں میں بیچا جائز ہے پس جو فروخت کر دے جائز ہے اور اگر کہا کہ میں نے اس کو یا اس کو اس کے بیچنے کے واسطے وکیل کیا تو جو شخص اکیلا فروخت کر دے جائز ہے اور یہ حکم استحسانا ہے یہ محیط میں ہے اگر کسی سے کہا کہ جو شخص میرا یہ غلام تیرے ہاتھ فروخت کر دے اس کو میں نے اجازت دی تو وہ وکیل نہیں ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے ہاتھ یہ غلام فلاں شخص کے واسطے فروخت کر دے اس نے فروخت کر دیا پھر انکار کیا مجھے فلاں شخص نے حکم نہیں کیا تھا تو فلاں شخص اس کو لے سکتا ہے کیونکہ قول

سابق سے وکالت کا اقرار ثابت ہے اور اگر فلاں شخص نے کہا کہ میں نے حکم نہیں دیا تھا تو نہیں لے سکتا ہے مگر مشتری اس کو سپرد کر دے تو بیع تعاطی ہو جائے گی یہ سراج الوہاج میں ہے کسی نے کہا کہ یہ غلام فروخت کر دے یا مکاتب کر دے یا آزاد کر دے تو ان میں سے جو کام وکیل کر گزرے جائز ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جس کی تعلیق شروط سے جائز ہے وہ مجہول میں بھی منعقد ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بیان سے معلوم میں منعقد ہو سکتی ہے پس مجہول میں انعقاد ہونے سے فائدہ متصور ہے اور جس کی تعلیق شروط سے جائز نہیں ہے وہ مجہول میں منعقد نہیں ہوتی ہے کیونکہ مقید نہیں ہے وکیل کیا کہ یہ غلام یا وہ غلام فروخت کر دے یا اس عورت یا اس عورت سے نکاح کرا دے اس نے دونوں کو معاً ایک ہی داموں یا مختلف داموں میں فروخت کیا یا معاً دونوں عورتوں سے نکاح کرا دیا تو ایک میں بھی جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی جہالت موجب فساد ہے کہ جس سے جھگڑا پیدا ہوتا ہے اگر دو عورتوں میں سے ایک کی طلاق یا دو غلاموں میں سے ایک کے آزاد کرنے کے لئے وکیل کیا اس نے دونوں کو مال پر یا بلا مال طلاق دیا یا آزاد کیا تو ایک میں جائز ہے اور موکل مختار ہوگا کہ جس کو چاہے معین کرے کیونکہ اس کی تعلیق شروط سے جائز ہے پس تعلیق بشرط بیان بھی جائز ہے اور ایسا ہی خلع میں بھی ہو سکتا ہے اگر دو عورتوں میں سے کسی ایک کے خلع کے واسطے وکیل کیا اس نے دونوں کا ایک غیر معین مال یا دو مالوں پر معاً خلع کر دیا تو بعض نے فرمایا کہ ایک کا خلع جائز ہے اور شوہر بیان کرنے پر مجبور کیا جائے گا اگر کہا کہ اس غلام یا اس غلام کو مکاتب کر دے اس نے دونوں کو معاً مکاتب کر دیا تو جائز نہیں ہے اگر ایک نجم میں ہوں ورنہ ایک میں جائز ہے جس کو چاہے اختیار کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

دو شخصوں نے ایک غلام کی آزادی پر گواہی دی اور بسبب تہمت کے قاضی نے دونوں کی گواہی رد کر دی پھر مالک نے ایک کو غلام کی بیع کے واسطے وکیل کیا اس نے دوسرے گواہ کے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح ہے اور مشتری کی جانب سے آزاد ہو جائے گا اور بائع ثمن کا ضامن ہے اور مشتری امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ثمن سے بری ہے اور اگر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح ہے اور دام لے لے گا اور غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر بائع کے دام وصول کر لینے کے بعد مشتری نے اس کی تصدیق کی تو بری ہو جانا صحیح ہوا اور غلام آزاد ہو گیا اور بائع اپنے مال سے مشتری کو دام ادا کر دے اور اگر بائع کے دام وصول کرنے سے پہلے تصدیق کی تو مشتری بری ہو گیا اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک بائع موکل کو دام ڈانڈ دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے غلام کو اسی کے ہاتھ ہزار درہم کو فروخت کر دے اس نے بوعدہ عطاء یا حصار دیا و باس کے ان داموں کو فروخت کیا اور غلام نے قبول کیا تو جائز ہے اور غلام آزاد ہو گیا اور مولیٰ خود ہی دام وصول کرنے کا متولی ہوگا اور اسی میعاد پر ملیں گے یہ محیط میں ہے اگر وکیل نے غلام فروخت کیا اور مالک نے اسے قتل کر ڈالا تو بیع باطل ہو گی علی ہذا اگر مالک نے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی مگر مشتری کو اختیار ہے چاہے آدھے داموں میں اس کو لے لے یہ محیط میں ہے اگر وکیل نے غلام فروخت کیا پھر خود اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہیں کیا ہے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے پورا ثمن دے کر غلام لے لے اور وکیل سے اس کی آدھی قیمت بھر لے ورنہ بیع فسخ کر دے اور وکیل موکل کو آدھی قیمت دے گا اور وہ زیادتی صدقہ کر دے گا یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم میں اپنا غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا اس نے فروخت کیا اور دام وصول کر لئے اور غلام مشتری کو دے دیا پھر وکیل نے مشتری کو ایک گھر بڑھا دیا تو جائز ہے اور گھر و غلام مشتری کا ہوگا اور اس زیادتی میں وکیل احسان کرنے والا شمار ہوگا اور شفیع کو اختیار ہوگا کہ اس گھر کو ہزار درہم میں جس قدر اس کا حصہ پڑتا ہو خرید لے اور اگر گھر استحقاق[1] میں لے لیا گیا تو مشتری وکیل سے بقدر حصہ اس گھر کے واپس لے گا اور وکیل موکل سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر غلام استحقاق میں لیا گیا تو وکیل پورے ہزار درہم موکل سے لے گا پھر مشتری کو اس میں سے بقدر حصہ

[1] استحقاق میں ...... یعنی دوسرے نے اپنا حق ثابت کرا کے اس کو لے لیا۔

غلام کے دے گا اور گھر کا حصہ وکیل کے واسطے بیچ رہے گا وکیل بیع نے اگر فروخت کیا پھر مشتری سے اپنے واسطے خریدا اور مشتری قبضہ کر چکا ہے پھر مبیع میں استحقاق ثابت ہوا تو وکیل مشتری سے لے گا پھر مشتری وکیل سے پھر وکیل موکل سے لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

وکیل بیع نے اگر کہا کہ میں نے غلام ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس پر کر دیا اور میں اس کو پہچانتا ہوں اور دام مجھے وصول نہ ہوئے کہ مجھے اس سے وصول کرنے کی قدرت نہیں ہے تو وکیل ضامن ہوگا وکیل بیع نے اگر مبیع کسی شخص کو دی کہ فروخت کرنے کے واسطے جس کو چاہے دکھلا دے پھر وہ شخص بھاگ گیا اور مبیع لے گیا یا اس کے پاس تلف ہو گئی تو وکیل ضامن ہے کذا فی خزانۃ المفتین اور یہی اصح ہے اور میرے والد فرماتے تھے کہ جس کو دی ہے اگر وہ ثقہ ہو تو وکیل ضامن نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک طشت دیا کہ اس کو فروخت کر دے اس نے توڑ ڈالا اور پھر فروخت کیا پس اگر اس طرح توڑا ہے کہ جس سے یہ حکم دیا جاتا کہ وکیل موکل کو نقصان ادا کرے تو بیع جائز ہے اور اگر اس قدر توڑ ڈالا ہے کہ یہ حکم دیا جاتا کہ یہ طشت وکیل کے حوالہ کر دے اور اس سے اپنی قیمت لے لے تو یہ بیع بھی موکل کی طرف سے جائز نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ کپڑا فروخت کرنے کے وکیل نے اگر کندی کرنے والے کو کپڑا دیا تو ضامن ہوگا پھر اگر کپڑا اس کے پاس آ گیا تو ضمان سے چھوٹ گیا حتیٰ کہ اگر پھر اس کے پاس تلف ہو جائے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر وکیل نے اس کے بعد فروخت کر دیا تو جائز ہے اور تمام دام موکل کے ہوں گے اور اس کو اختیار نہ ہوگا کہ کندی کی اجرت موکل سے لے سکے اور نہ اس کے مقابلہ میں کچھ اجرت ہوگی یہ محیط میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ میرے واسطے اس کو فروخت کر دے اس نے فروخت کیا اور دام وصول نہ کئے یہاں تک کہ موکل سے ملا اور کہا کہ میں نے تیرا کپڑا فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور میں اس کی طرف سے تجھے ادا کرتا ہوں پس اس کی طرف سے سب دام دے دیئے تو اس نے احسان کیا اور مشتری سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر یوں کہا کہ میں تجھے اس شرط سے ادا کرتا ہوں کہ جو تیرا مال مشتری پر ہے وہ میرا ہوگا تو جائز نہیں ہے اور جو اس نے ادا کیا ہو وہ موکل سے پھیر لے اور مشتری پر وہ دام بحالہ باقی رہے کہ وکیل اس سے لے کر موکل کو دے اور اگر وکیل نے کپڑے کے مالک کے ہاتھ کوئی اسباب اسی قدر داموں کو جو اس کے مشتری پر آتے ہیں فروخت کیا اور کہا کہ ان داموں کا ان داموں سے بدلا کر لے اور یہ نہ کہا کہ اس شرط پر کہ جو مال تیرا مشتری پر ہے وہ میرا ہے تو جائز ہے اور اس نے مشتری پر احسان کیا کذا فی الذخیرہ۔

وکیل نے اگر موکل کے حکم سے ایک قمقمہ کسی شخص کو درست کرنے کے واسطے دیا پھر اس کو یاد نہ رہا کہ میں نے کس کو دیا ہے تو ضامن نہ ہوگا ☆

باندی فروخت کرنے کے وکیل نے اگر اس کو ہزار درہم میں فروخت کیا جیسا کہ موکل نے حکم کیا تھا اور باہم قبضہ ہو گیا پھر مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس شرط پر خریدی تھی کہ وہ لکھنا جانتی ہے یا روٹی پکانا جانتی ہے یا اس شرط پر کہ باکرہ ہے اور اب میں نے اس کو ایسا نہیں پایا اور بائع نے اس کی تکذیب کی اور موکل نے تصدیق کی تو موکل کی تصدیق سے بیع نہ ٹوٹے گی اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ بائع نے اپنے واسطے تین دن کی شرط خیار کر لی تھی اور اس نے تین ہی دن کے اندر بیع توڑ دی اور بائع نے انکار کیا مگر موکل نے اقرار کیا تو قاضی حکم دے گا کہ باندی موکل کو واپس دی جائے اور مشتری اپنے دام موکل سے لے گا اسی طرح اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کرنے سے پہلے دعویٰ کیا کہ میں نے باکرہ ہونے کی شرط کر لی تھی اور اب میں نے اسے ثیب پایا پس مجھے اس کے لینے کی کچھ

رت نہیں اور میں نے بیع توڑ دی اور بائع نے یہ شرط ہونے سے انکار کیا مگر موکل نے تصدیق کی تو قاضی حکم دے گا کہ باندی موکل
ی جائے اور مشتری اپنے دام موکل سے لے گا اسی طرح اگر قبضہ سے پہلے یہ شرط بیان کی کہ میں نے اس شرط سے خریدی تھی کہ وہ
پکانا جانتی ہے یا لکھنا جانتی ہے اور اب میں نے اسے ایسا نہ پایا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک ہراتی کپڑوں کی گٹھری
ت کرنے کے واسطے وکیل کیا اس نے فروخت کر دی اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر خیار رویت کی وجہ سے بائع کو واپس کر دی
وکل نے کہا کہ یہ میری گٹھری نہیں ہے تو وکیل کا قول لیا جائے گا اور اگر وکیل نے اس میں سے ایک کپڑا فروخت کیا اور باقی نہ
ت کئے تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے بشرطیکہ اس سے پوری گٹھری میں نقصان آتا ہو یہ
ط میں ہے وکیل نے اگر موکل کے حکم سے ایک قمقمہ کسی شخص کو درست کرنے کے واسطے دیا پھر اس کو یاد نہ رہا کہ میں نے کس کو دیا
ضامن نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کو دس درہم دے کر حکم کیا کہ ان کو صدقہ کر دے پس وکیل نے ان کو خرچ کر ڈالا پھر اپنے مال سے
درہم موکل کی طرف سے صدقہ کر دیئے تو جائز نہیں ہے اور دس درہم کا ضامن ہوگا اور اگر وہ درہم قائم ہوں اور وکیل نے ان کو رکھ
دربجائے ان کے دس درہم اپنے پاس سے صدقہ کر دیئے تو استحساناً جائز ہے اور یہ دس درہم اس کے دس درہم کے عوض اس کے
ئے ایک شخص کو کچھ مال دے کر حکم کیا کہ اس کو صدقہ کر دے اس نے موکل کے بالغ بیٹے کو صدقہ میں دیئے تو بالاتفاق جائز ہے
شخص نے اپنے وکیل کو حکم دیا کہ جو گیہوں میرے تیرے پاس ہیں ان میں سے اس قدر قفیز فلاں شخص یعنی زید کو مثلاً دے دے
زید نے اسی کو وکیل کیا کہ ان کو میری طرف سے فروخت کر دے اس نے فروخت کر دیئے تو بیع کا تمام ہونا موکل کی اجازت پر
ف رہا اور زید کے وکیل کرنے سے وہ شخص وکیل نہ ہوگا کیونکہ قبضہ سے پہلے صدقہ کا وہ مالک نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں
۔ اگر ایک شخص نے وکیل کیا کہ تو میرا خرچ اٹھا اس نے اٹھایا تو موکل سے بھر لے گا اگرچہ لینے کی شرط نہ کی ہو اسی طرح اگر کہا
میری اولاد کا خرچ اٹھا تو بدوں شرط کرنے کے جو صرف کرے وہ اس سے لے لے گا نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے
ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے اہل و عیال کو دس درہم ماہواری خرچ دے اس نے کہا کہ میں نے اسی قدر خرچ کیا ہے
موکل نے تکذیب کی اور وکیل نے اس سے قسم لینا چاہی تو قاضی یوں قسم لے گا کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس نے میرے اہل و
ل پر اس قدر ماہواری خرچ کیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے قرض لینے کے وکیل نے کہا کہ میں نے قرض دینے والے سے ایک ہزار قرض
ئے ہیں اور قرض دینے والے نے اس کی تصدیق کی مگر موکل نے انکار کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ موکل کا قول لیا جائے گا اور امام ابو
فؒ نے فرمایا کہ اس باب میں وکیل کا قول لیا جائے گا ایک شخص نے وکیل کیا کہ میرے غلام کو مکاتب کر کے اس کا بدل کتابت
ول کر لے اور وکیل نے کہا میں نے ایسا ہی کیا ہے اور موکل نے انکار کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مکاتب کرنے میں وکیل کا قول معتبر
گا کیونکہ اس کو کچھ فائدہ نہیں ہے اور بدل کتابت وصول کرنے میں معتبر نہ ہوگا کیونکہ اس میں متہم ہو سکتا ہے اور اگر مکاتب کر دیا پھر
نابت ثابت کر کے کہا کہ میں نے بدل کتابت وصول کر لیا ہے اور تجھ کو دے دیا ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اس لئے کہ وہ امین
ار دیا گیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک مریض کی موت قریب آئی اس نے کہا کہ یہ درہم لے جا کر میرے بیٹے اور بھائی کو دے
ے اور اس کے سوا کچھ نہ بیان کیا تو یہ شخص وکیل ہے اور اس کو حلال نہیں ہے کہ وارثوں کو دے بلکہ قرض خواہوں کو ادا کرے یہ خزانۃ
تین میں لکھا ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اعتاق کے باطل ہونے کی ایک صورت ☆

منتقی میں مذکور ہے کہ وکیل کو حکم کیا کہ میرے قرض دار سے ہزار درہم لے کر صدقہ کر دے اس نے ہزار درہم صدقہ کر دیئے تا کہ مدیوں سے خود وصول کر لے تو استحساناً جائز ہے یہ بحر الرائق میں ہے معلی نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو آزاد کرنے کے واسطے غلام دیا اس نے آزاد نہ کیا یہاں تک کہ غلام کے مالک نے دریافت کیا تو اس نے انکار کیا کہ تو نے مجھے کوئی غلام نہیں دیا ہے پھر اس کو آزاد کیا تو اعتاق (آزاد کرنا) باطل ہے یہ ظہیریہ میں ہے ایک اونٹ کرایہ کیا اور اس پر بار برداری لا کر بلخ تک بھیجا اور حمال کو حکم دیا کہ اس کو وکیل کے سپرد کر کے اس سے کرایہ وصول کر لے اس کے وکیل نے قبول کیا اور کچھ کرایہ دیا اور باقی کے دینے سے انکار کیا پس اگر کرایہ کرنے والے کا وکیل پر قرضہ آتا ہے اور وہ اقرار کرتا ہے کہ مجھ پر قرضہ ہے اور موکل نے کرایہ دینے کا حکم کیا ہے تو باقی دینے کے واسطے اس پر جبر کیا جائے گا اور اگر موکل کے حکم سے اس نے انکار کیا تو حمال اس سے قسم لے سکتا ہے کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اس نے وصول کرنے کا حکم دیا ہے کہ اگر وکیل پر اس کا قرضہ نہ ہو تو باقی ادا کرنے کے واسطے اس پر جبر نہ کیا جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ وکیل نے اگر وکالت قبول کرنے کے بعد یوں کہا کہ لعنت بر وکیلے یا دیا کہا کہ میں اس وکالت سے بری ہوں یا کہا کجا افتادم بو کیلے اور موکل اس کا حاضر ہے تو وکالت سے خارج نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔